TIGHT BINDING BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188820

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۹۱۵ ۷۳۰۳ ب Accession No. ۳۵۱۰ D
G 3510

Author پیٹرک بورس

Title ڈاکٹر زواگو

This book should be returned on or before the date last marked below.

ڈراکولا

ترتیب

- جان پہچان

حصّہ اوّل

- پانچ بجے کی ایکسپریس
- انوکھی لڑکی
- کرسمس پارٹی
- محاذ جنگ

حصّہ دوم

- لیا دور
- ماسکو کا مورچہ
- سفر
- استقبال
- واری کینو
- شاہراہ
- فاریسٹ کی فوج
- فرار
- اس کھور کے سامنے
- گوشہ تنہائی
- دم واپسیں
- حرف آخر

پہلی بار

گذشتہ دس برس کا زمانہ اس لحاظ سے بڑا اہم ہے کہ اس عرصہ میں اردو علم و ادب کی نشر و اشاعت جس تیزی سے ہوئی، وہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ یوں تو اس دوران میں ہر قسم کی بے شمار کتابیں شائع ہوئیں لیکن حقیقت میں دیکھا جائے تو ان میں اچھی اور معیاری کتابوں کی تعداد بہت کم تھی۔ جس کا براہ راست نتیجہ یہ ہوا کہ ادب میں ایک طرح کا بحران پیدا ہوگیا۔ اچھا ادب کم ہو گیا اور پست معیار کی کتابوں کے ڈھیر لگ گئے۔ ظاہر ہے اس ادبی کساد بازاری کے ماحول میں کسی نئے ادبی ادارے کا وجود میں آنا، ہمت طلب اقدام سمجھا جائیگا مگر یہ ادبی کساد بازاری ایسی بھی تو نہیں ہے کہ اسے دور نہ کیا جائے۔ اگر اچھا اور معیاری ادب چھاپا جائے تو یقیناً پڑھنے والے بھی اسے پڑھیں گے۔ اور یہی مقصد لیکر ''ٹرالس لکس پبلیکیشنز'' کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ ہماری پہلی پیش کش '' ڈاکٹر زواگو'' آپ کے سامنے ہے۔ اس ناول پر روس کے شہرہ آفاق مصنف بورس پیسترناک کو ۱۹۵۸ء کا '' نوبل پرائز'' دیا گیا ہے اور اب اسے اردو کے صف اول کے صحافی یوسف صدیقی نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ اس عظیم کتاب کو ہم پہلی بار اردو میں پیش کر رہے ہیں۔

ناشر

اس ناول پر سنہ ۱۹۵۸ء کا نوبل پرائز دیا گیا

ڈاکٹر زواگو

تصنیف:۔ بورس پیسترنک

مترجمہ:۔ یوسف صدیقی

ٹرانس لکس پبلیکیشنز۔ کراچی

جملہ حقوق محفوظ

ناشر :—سجاد حماد

طابع :— سپر آرٹ الگریو وزنہ ریس

کتابت :—رضا وسیم

طباعت :—پہلی بار

قیمت :—لو روپے

رسم کردار

خاندانی نام	کنیت	مختصر نام
زواکو	یوری اندرےوچ	یورا، یوروچکا
ودیالاپن	نکولائی نکولائی وچ	کولیا
ددروف	—	نیکا
گورڈن	—	میشا
گرومیکو	الیگذندر الیگذندروچ	—
گرومیکو (شادی سے پہلے)	اینا ایوا نوونا	—
گرومیکو	التونینا الگذندروونا	تولیا
کیشار	امیلیا کارلوونا	—

گیشار	لارلیسا فیودوروولا	لارا
گیشار	رودیو فیودروویچ	رودیا
کوسا رووسکی	وکتور اپولی تووچ	—
انتی یوف	پاول پاولو وچ	پاشنکا- پاشا
جلیلن	جمال الدین	—
جلیلن	فاطمه	—
جلیلن	یوسف جمال دینو وچ	یوسپکا
تیور زلیا	مارفه گاوریلوونا	—
تیورزن	کوپریان ساریلے وچ	کوپر ک
زواگو	ایو گراف	ایو گراف

جان پہچان

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں اسٹاکہوم (سویڈن) کی برفانی فضا میں نوبل پرائیز کا فیصلہ کرنے والی کمیٹی کا اجلاس ہو رہا تھا اور ہر سال کی طرح دنیا منتظر تھی کہ دیکھئے سائنس اور ادب کی دنیا میں سنیاز اس دفعہ کس کو حاصل ہوتا ہے؟ قرعۂ فال کس کے نام پڑتا ہے۔؟ ۔ اور آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ کمیٹی نے اعلان کیا کہ ستر سالہ روسی ادیب بورس پیسترناک کو ان کے ناول "ڈاکٹر زواگو" پر نوبل پرائیز دیا گیا ہے۔ یہ خبر دنیا کے گوشے گوشے میں آگ کی طرح پھیل گئی لیکن خود بورس کے اپنے ملک میں اس کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک اٹھی اور انعام دینے والے سوچنے لگے کہ کہیں ان کے فیصلے کی پاداش میں مصنف کو نقصان نہ پہنچ جائے۔

"ڈاکٹر زواگو" کی لاکھوں کاپیاں چند ہی گھنٹے میں کتابوں کی دکانوں سے فروخت ہو گئیں۔ اور اس کے متعلق بڑے بڑے ادبی نقادوں کی رائے طلب کیجانے لگی۔ کچھ نے اس ناول کو پڑھا تھا اور کچھ نے محض اس کا نام ہی سنا تھا۔ لیکن سب اس بات پر متفق تھے کہ بورس پیسترناک نے ایک ادیب کی حیثیت سے جس طرح بلا خوف و خطر اظہار رائے کیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔

حق بات کہنا ۔ ایسی حق بات جسے آپ کا ضمیر صحیح سمجھتا ہو آسان تو نہیں اور اس آزمائش میں بہت کم لوگ پورے اترتے ہیں۔ لیکن اس میدان کے غازی دار و رسن کے مدارج سے گذرتے چلے گئے۔ اُف تک نہ کی اور جو کہنا تھا کہہ کر رہے۔ بورس پیسترناک نے اپنے ملک کے متعلق، وہاں کی سائنٹی

کے متعلق جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیا۔ بورس کامیستر تک جسے اپنے آبائی وطن کی محبت ایک بار وہاں سے چلے جانے کے بعد بھی کھینچ لائی تھی اس سے والہانہ عقیدت رکھتا ہے وہ اسکے نئے نئے کا شیدائی ہے۔ اس کے گرگٹ کی طرح بدلتے ہوئے کاروانوں کا متوالا۔ وہاں کے بل کھاتے ہوئے تیز رو دریاؤں کا دیوانہ، وہاں کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں کا شیدا ہے۔ اور اسی جذبے نے اسے ایک ادیب کی حیثیت سے اپنے دل کی کہہ ڈالنے پر مجبور کیا۔ اور پھر اس نے یہ سب کچھ کہہ دیا۔ یہ سمجھ کر کہ دیا کہ ؎

زباں کو بند کریں یا مجھے اسیر کریں
مرے خیال کو بیڑی پہنا نہیں سکتے

بورس نے انعام ملنے کی اطلاع موصول ہونے پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا مگر اس کے اپنے ملک میں صدائے احتجاج بلند کرائی گئی سالے غدار کہا گیا طرح طرح کے ناموں سے یاد کیا جانے لگا۔ اس پر الزام لگائے گئے۔ اسے ملک سے نکالے جانے کی دھمکیاں دی گئیں تو اس نے اپنی جان کے خوف سے نہیں، ملک کی محبت کی خاطر، اس لئے کہ وہ اپنے آبائی وطن میں زندہ رہے اور وہیں زندگی کی آخری گھڑیاں گذار دے، اپنی مملکت کے سربراہ سے نہایت دردناک اپیل کی۔ اس اپیل کے الفاظ ہی بذات خود اس سماج کی عکاسی کرتے ہیں جہیں بورس خود کو محصور پاتا ہے۔ اس نے کہا۔

"میں اپنی پیدائش۔ اپنی زندگی اور اپنے نام اور کام سب کو روس کا صدقہ سمجھتا ہوں۔ میں یہ سوچ نہیں سکتا کہ روس کے باہر، روس سے الگ کر میری کوئی حیثیت ہو سکتی ہے مجھ سے چاہے جو غلطی سرزد ہوئی ہو لیکن مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ میں اپنے آپ کو ایک سیاسی مہم کا مرکز بنتے دیکھوں گا۔ مادر وطن سے باہر رہنا: اسکی سرحدوں سے دور ہو جانا، میرے لئے موت سے کم نہیں ہے۔ میری التجا ہے کہ مجھے ملک سے باہر چلے جانے پر مجبور نہ کیا جائے اور یہ سخت کارروائی، یہ سزا مجھ پر نہ آزمائی جائے۔ میں اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے سوویت ادب کی تھوڑی بہت خدمت ضرور کی ہے اور آئندہ بھی میں اس کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہوں۔"

اس التجا۔ اس درخواست کا اثر چاہے ہو یا نہ ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ بورس کو روس سے دور رہنے کے تصور ہی سے نفرت ہے۔ اسی لئے اس نے انعام قبول کرنے سے انکار کر دیا

اور انعام دینے والی کمیٹی کو لکھا۔

"میں جس سوسائٹی کا فرد ہوں اسمیں اس افسر از کو جو معنی دیئے گئے ہیں ان کی بنا پر میں یہ انعام قبول کرنے سے معذور ہوں"

حالانکہ اس انکار سے چند ہی روز قبل اس نے انعام ملنے کی خبر پر دلی مسرت کا اظہار کیا تھا بورس کے انکار اور روس میں بورس کے وجود سے نفرت کے اظہار کے باعث دنیا کے دوسرے ممالک کے ادیبوں نے احتجاج کیا۔ ٹی ایس ایلیٹ۔ ای ایم فارسٹر۔ برٹرینڈ رسل اور جے بی پریسٹلے جیسے مقتدر ادیبوں اور شاعروں نے روسی مصنفین کی یونین کو تار بھیجے جس میں کہا گیا تھا کہ بورس کو جو کچھ دن پہلے تک روس کا پسندیدہ شاعر اور ادیب تھا اور جسے اب دنیا بھر میں شہرت حاصل ہو چکی ہے۔ اس طرح سیاسی مخالفت اور عداوت کا نشانہ نہ بنایا جائے

بورس کے گرداب نفرت و عداوت کی جو دیوار کھڑی کی گئی ہے اور اس کی ذات کو جس طریقے سے دنیا کے دو بڑے بلاکوں کی عصابی جنگ کا مرکز بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد اس دیوار کی دراڑوں سے جھانکنے، اور خود بورس کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔

بورس کی عمر اس وقت ۶۸ سال ہے۔ اس نے ماربرگ میں تعلیم حاصل کی۔ وہ انگریزی فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں ماہر ہے۔ بورس کے والد ۱۹۱۳ء میں روس چھوڑ کر جرمنی چلے گئے تھے مگر وہاں ہٹلر کے برسر اقتدار آنے کے بعد یہودیوں کے خلاف جو مظالم شروع کئے گئے ان سے گھبرا کر وہ انگلستان میں جا بسے۔ اور وہیں فوت ہو گئے۔ بورس کی ایک بہن اب تک انگلستان میں رہتی ہیں۔ بورس کو روس سے دلی محبت تھی اور یہاں سے چلے جانے کے باوجود انھوں نے اپنے وطن کی سرزمین کو پھر چومنے کی خاطر دوبارہ روس کو اپنا وطن بنایا۔ اور وہ یہاں واپس آنے کے بعد شاعری میں ڈوب گئے۔

انھوں نے نظمیں لکھ کر نام پیدا کیا۔ دوسری جنگ عظیم اپنی پوری ہولناکیوں کے ساتھ آئی اور بورس نے ایک حساس انسان کی طرح جنگ سے نفرت کی۔ وہ اب نہ صرف روس بلکہ بیرونی ممالک میں بھی خاصی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ انھوں نے نثر کے میدان میں قدم جمانے کی کوشش کی۔ گو یہ خطرہ تھا کہ اگر وہ نثر نگاری میں اس اعلیٰ معیار کو نہ پہنچ سکیں جو ان کی نظموں کا

خاصہ تھا تو ان کی شہرت پر حرف آئے گا لیکن خود ستائی اور محنت ـــ ان کے اصول تھے۔ انھوں نے محنت کی، زیادہ وقت صرف کیا اور نتائج کے منتظر رہے۔

بورس اس وقت ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ ایک نئے میدان میں قدم رکھنا۔ ایک نئی صنفِ ادب کو خیر باد کہنے کے لئے یہ کوئی موزوں وقت نہیں تھا۔ وہ اپنی زندگی کے ساٹھ سال میں جن تجربات سے گذرے، جن حوادث سے دوچار ہوئے۔ اور آنھوں نے زمانے کی جو کروٹیں دیکھیں ان کو پیش کرنے اور بیان کرنے کی ہوک ان کے دل میں بار بار اٹھتی۔ وہ حالات کو حقیقت کا روپ دینا چاہتے تھے۔ واقعات کو اپنے انداز میں کسی سیاستدان کے انداز میں نہیں بلکہ ایک فنکار کی حیثیت سے پیش کرنے کے متمنی تھے۔ وہ زندگی میں ایک ڈھرّے پر چلتے رہنے کے قائل نہیں بلکہ آرٹ کو مختلف شکلوں میں دیکھنا چاہتے تھے اور اسے قوس قزح کے متعدد رنگوں میں پیش کرنے کی خواہش ان کے دل میں اُمنڈتی رہتی تھی۔ وہ اپنے ناول میں حق اور باطل کی قوتوں کو نبرد آزما دکھانا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان قوتوں کو جیتے جاگتے روپ میں پیش کریں۔

"میں نے اس ناول میں جو تاثرات قلمبند کئے ہیں وہ حقیقی ہیں۔ اور میں نے انھیں اپنے دل کی گہرائیوں سے پیش کیا ہے۔ میں نے بحیثیت ایک فنکار جو کچھ دیکھا لکھ دیا۔ میں جس دور میں رہتا ہوں اسی کے متعلق میں نے لکھا ہے۔"

بورس نے اپنے ناول میں آپ بیتی نہیں لکھی۔ بلکہ یہ اس دور کے متعلق ہے جسے بورس نے جانچا اور پرکھا۔ یہ اس کے دوستوں کی دنیا۔ پروفیسروں مصنفوں۔ ادیبوں۔ فنکاروں اور ایکٹروں کی دنیا ہے۔

بورس کے کہنے کے مطابق یہ کتاب لکھنے کی ضرورت وہ عرصے سے محسوس کر رہا تھا اور اسے لکھ کر اس نے اپنے ذہنی خلفشار پر قابو پالیا۔ غالباً اس خلفشار کی وجہ تھی کہ ایک شاعر ایسے میدان میں قدم رکھ رہا تھا جو پہلے اس کے لئے کھلا نہ تھا۔ اور یہ امکان تک نہ تھا کہ کسی وقت اس کا ناول دنیا بھر میں مشہور ہوگا اور شائع ہو سکے گا۔ بورس یورپ کے

کلاسیکی ادب کا ترجمہ کر کے اپنی روزی کما رہا تھا لیکن اس نے محسوس کیا کہ اس زندہ اور اس زندگی کے متعلق لکھنا چاہیئے جس سے وہ گذر رہا ہے اور نثر میں لکھنا چاہیئے۔

بورس نے ڈاکٹر زواگو اسٹالین کی موت (۱۹۵۳ء) سے قبل لکھنا شروع کر دیا تھا اور ۱۹۵۵ء میں اس نے اسے مکمل کر لیا۔ بورس نے ماسکو کے کئی ناشروں اور مدیران جرائد کو ناول کا مسودہ بھیجا۔ اس وقت اسے یقین تھا کہ یہ کتاب چھپ جائے گی اس لئے ایک کاپی اس نے اٹلی کے پبلشر فاسترنیلی کو بھی روانہ کی جس نے بعد میں کتاب کا اطالوی ترجمہ شائع کیا۔

پہلے ایک نوجوان ایڈیٹر ناول کو شائع کرنے پر راضی ہو گیا تھا۔ مگر اس نے اس میں اختصار کئے جانے کی تجویز پیش کی اور بورس نے اسے مان بھی لیا۔ روس میں شروع میں اسٹالن کی تصنیفات بھی اختصار کے ساتھ شائع ہو چکی تھیں۔ بورس نے کتاب کے اختصار کو قبول کر لیا لیکن اس کے باوجود کتاب شائع نہیں ہوئی۔ جب بورس اس تاخیر کی وجہ پوچھتے تو انھیں ایک کے بعد دوسرے منتظم کا حوالہ دے کر ٹال دیا جاتا۔ کسی نے بھی خود کو اتنا بااثر نہیں پایا کہ وہ کتاب کی اشاعت کی ذمہ داری قبول کرتا۔

اس کے بعد بورس نے اٹلی کے پبلشر سے کہا کہ وہ اطالوی ایڈیشن کی اشاعت روک دے اور اس نے چھ مہینے تک اسے ملتوی رکھنے کا وعدہ کر لیا۔ وقت گذرتا گیا۔ روس میں اس کتاب کی اشاعت کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ بورس اس وقت اسپتال میں تھے۔ ان کو دوستانہ مشورہ دیا گیا کہ وہ کتاب کا مسودہ اطالوی پبلشر سے واپس منگا لیں۔ بورس کو یقین نہیں تھا کہ مسودہ واپس مل سکے گا لیکن انھوں نے تردد نہ کیا اور ادھر اٹلی میں سوویت سفارتخانے کے حکام نے مسودے کو واپس حاصل کرنے کی خفیہ کوشش کی۔

ڈاکٹر زواگیو کے متعلق اس وقت جو ہنگامہ برپا ہے بورس کو وہ قطعی پسند نہیں۔ بورس نے کہا ہے۔

"آج ہر شخص اس کتاب کے متعلق باتیں کرتا ہے اور اس پر کچھ نہ کچھ لکھ رہا ہے۔ لیکن حقیقتاً اس کو پڑھا کس نے ہے؟ لوگ اس کتاب سے جو

۶ سو صفحات پر مشتمل ہے محض تین اقتباس پیش کرتے ہیں"۔
بورس نے کہا ہے۔

"انقلاب کا دور گذر چکا ہے۔ ہنگامے اور گڑبڑ کا دور اب باقی نہیں رہا اب تو ایک نئی قوت پیدا ہو رہی ہے۔ بغیر دکھائی دیئے اور خاموشی سے جیسے زمین پر گھاس اُگتی ہے۔ یہ قوت اس طرح بڑھ رہی ہے جیسے کوئی پھل ہو اور یہ قوت نوجوانوں میں پیدا ہو رہی ہے۔ اس دور کی اہمیت یہ ہے کہ ایک نئی آزادی پیدا ہو رہی ہے"

یہ الفاظ بورس کے ناول کے حروف آخر ہیں۔ امید افزا اور دل خوش کن الفاظ جنھیں ڈاکٹر زواگو کے دو دوستوں کے ذریعے ادا کرایا گیا ہے۔

بورس کے الفاظ اس روس کی عکاسی کرتے ہیں جس سے لوگ سیاست کی بنا پر یا اس کے بڑے بڑے کارخانوں کی وجہ سے نہیں بلکہ کلاسیکی روسی ادب، اس کی زبردست انسانی قوت اور مصائب کو برداشت کرنے کے بے پناہ جذبے کی بناء پر محبت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بورس مخالفت سہتے ہیں۔ دشنام برداشت کرتے ہیں مگر روس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ انھوں نے تو ع

چاہا ہے اسی رنگ میں لیلائے وطن کو
تڑپا ہے اسی طور سویدا اس کی لگن میں

ڈاکٹر زواگو کا مصنف ایک حقیقت پسند مصنف ہے اور اس نے اسی حقیقت پسندی کے جذبے کے تحت ایسا ناول پیش کیا ہے اور یہ ناول لکھ کر اس نے روس اور اس کے عوام پر احسان عظیم کیا ہے۔

ممکن ہے روس میں ایسا کرنا غلط تھا اور ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا لیکن بورس روس کی عظمت کا اصل مرکز ہے۔ انھوں نے اپنے احساسات اور جذبات کو حقیقت کا رنگ دیا ہے۔ اس بات کو سوچے بغیر کہ اس کی پاداش کیا ہوگی یا مستقبل اس کے بارے میں کیا سوچے گا۔ اور اب اس کا فیصلہ مستقبل ہی کر سکے گا۔!

پہلا حصّہ

پانچ بجے کی ایکسپریس

(۱)

"دائی سکرن" ـــــ یہ نوحہ پڑھتے ہوئے وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ وہ گاتے جاتے تھے مگر جب وہ نوحہ خوانی بند کر دیتے تب بھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کے قدم لمن کے گھوڑے اور ہوا کے جھکڑ نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔

راہ گیر میت کو راستہ دینے کے لئے اِدھر اُدھر ہٹ جاتے، کفن پر پڑے ہوئے ہاروں کو گنتے اور ہوا میں صلیب کا نشان بنانے لگتے تھے۔ ان میں سے بعض محض استفسار کی غرض سے جلوس میں شامل ہو جاتے اور پوچھتے "کس کی میت ہے؟" ـــ "نوواگو" ان کو جواب ملتا ـــ "اچھا، ٹھیک!! یہ بات ہے" ـــ "یہ اس کی بہن ہیں، اس کی بیوی کی میت ہے" ـــ "ہاں ہاں، ایک ہی بات ہے، خدا مغفرت کرے میت پر حاضری دینے والوں کی تعداد تو بہت ہے"۔

آخری لمحے ایک ایک کر کے گزرتے گئے۔ کبھی واپس نہ آنے والے لمحے۔ "زمین خدا کی ہے۔ ساری خدائی اس کی ہے۔ زمین اور ہر وہ چیز جو اس پر ہے سب اس کی ہے"۔ پادری نے صلیب کا نشان بناتے ہوئے میریانگو لاتی دینا کی میت کو مٹی دی۔ انھوں نے "پاک تینتوں کی روح" کا نوحہ پڑھا پھر ایک ہیبت ناک سی چڑچڑاہٹ ہوئی۔ چوبی تابوت کو بند کر کے میخیں ٹھونک دی گئیں۔ اور اسے زمین میں اتار دیا گیا۔ قبر میں چار آدمی پھاوڑوں سے تیزی کے ساتھ مٹی ڈالنے لگے اور چوبی تابوت کے ڈھکنے پر مٹی کے بڑے بڑے ڈھیلے برسنے لگے۔ آخر قبر پر مٹی کا ایک چھوٹا سا ڈھیر بن گیا۔ ایک دس سال کا لڑکا

اس ڈھیر پر چڑھا۔ تدفین کے موقع پر تحیر اور بے حسی کا جو عالم بتدریج لوگوں پر طاری ہو جاتا ہے اس کے باعث ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ لڑکا اپنی ماں کی قبر پر کھڑا ہو کر کچھ کہنا چاہتا ہے۔

اس نے اپنا سر اٹھایا اور بلندی کے مقام سے گھوڑے کے سے انداز میں چاروں طرف خزاں زدہ ماحول کو دیکھا جس درختوں کو ننگ دھڑنگ بنا رکھا تھا۔ زمین کو سبزے سے محروم کر دیا تھا۔ اس نے خانقاہ کے گنبدوں پر نظر دوڑائی۔ اس کی چپٹی ناک والے چہرے میں شکن پڑ گئے۔ اور اس نے اپنی گردن کو اوپر کی جانب کھینچا۔ اگر بھیڑیے کا بچہ ایسا کرتا تو یہ سمجھا جاتا کہ وہ اب تڑنے والا ہے۔ لڑکے نے اپنے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور سسکیاں لینے لگا۔ تیز ہوا کے ساتھ اس کے ننھے ہاتھوں اور چہرے پر بارش کا سرد پانی تھپیڑے مار رہا تھا ایک شخص جو تنگ آستینوں والا سیاہ لبادہ پہنے ہوئے تھا قبر کے پاس گیا۔ یہ مرحومہ کا بھائی اور اس لڑکے کا ماموں نکولائی نکولائی دیچ دیدیانا پن تھا جو پہلے پادری تھا مگر بعد میں اسی کے کہنے پر اس کو اس اعزاز سے محروم کر دیا گیا تھا۔ وہ آہستہ سے لڑکے کے پاس پہنچا اور اسے اپنے ساتھ لے قبرستان سے باہر چلا گیا۔

(۲)

دونوں نے رات وہیں عبادت گاہ میں گذاری جہاں ماموں نکولائی کو پرانے تعلقات کی بنا پر ایک کمرہ مل گیا تھا۔ اگلے دن مقدس مریم کی سفارشی دعا کی عید تھی اور اسی دن انھیں وانگا کے کنارے ایک جنوبی شہر کی جانب روانہ ہونا تھا جہاں ماموں نکولائی ایک مقامی تڑتی پسند اخبار کے پبلشر کے ہاں کام کرتا تھا۔ ٹکٹ خریدے جا چکے تھے اور کوٹھری میں ان کا سامان تیار رکھا تھا سٹیشن اتنا قریب تھا کہ وہ دور شنٹنگ کرنے والے انجنوں کی آوازیں سن رہے تھے۔

اس شام سردی کافی تیز ہو گئی۔ کمرہ کی دونوں کھڑکیاں بہت نیچی تھیں جن میں سے ایک دیودار سبزیوں کا خانہ باغ۔ سڑک اور اس پر جمی ہوئی برف کے ٹکڑے اور اس گرجا گھر کا ایک حصہ دکھائی دے رہا تھا جہاں کچھ دیر پہلے دن میں میر یانیکو لائیونا کو دفن کیا گیا تھا۔ سبزیوں کے خانہ باغ میں ان چند جھاڑیوں اور سبزی کے پودوں کے سوا اور کچھ نہ تھا جو دیوار کے ساتھ پھیلے ہوئے تھے۔ مارے سردی کے ان کا رنگ نیلا پڑ گیا تھا۔ اور ان کے ریشوں پر جھرجھریاں جھلک آئی تھیں ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ یہ بے برگ و بار پودے رقص کرنے لگتے اور پھر خاموش اور ساکت ہو جاتے

رات میں ایکا ایکی کھڑکی کے کھٹکھٹانے کی آواز سے لڑکے یورا کی آنکھ کھل گئی۔ سارا کمرہ ٹمٹماتی ہوئی روشنی سے عجیب و غریب طور پر چمک اٹھا۔ لڑکا جس کے جسم پر صرف ایک قمیص تھی کھڑکی کی طرف لپکا اور اس نے اپنا چہرہ کھڑکی کے نیچے شیشے سے لگا دیا۔

باہر سڑک۔ قبرستان یا سبزیوں کا خانہ باغ کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر طرف برف اور دھند کا دور دورہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس برفانی طوفان نے جسے اپنی قوت و ہیبت کا پورا احساس تھا یورا کو دیکھ لیا ہے۔ اور اب وہ لڑکے کو مرعوب کرنے کے لئے جی کھول کر گرج اور کڑک رہا ہے۔ آسمان اور زمین جدھر دیکھئے برف کے طوفان نے ایک سفید چادر تان رکھی تھی۔ برج ٹوٹ کر پورے زور پر تھا اور دنیا کی ہر طاقت اس کے سامنے ہیچ تھی۔

یورا جب کھڑکی سے ہٹا تو معاً اس کے دل میں خیال آیا کہ وہ فوراً کپڑے پہن کر باہر بھاگے اور وہاں جا کر کوئی نہ کوئی کام کرے۔ اسے یہ خیال پریشان کر رہا تھا کہ اس طوفان میں زمین اندر کی جانب دھنس جائے گی۔ اور اس کی ماں جو ابھی چند گھنٹے قبل دفن کی گئی ہے۔ زمین میں اور گہری اتر جائے گی۔ یہ سوچتے ہی لڑکے کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اتنے میں اس کا ماموں بھی جاگ اٹھا اور اس نے یورا کے ساتھ یسوع مسیح کی باتیں کر کے اسے بہلانے کی کوشش کی اور انگرائی لیتا ہوا کچھ سوچتے ہوئے کھڑکی کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت پو پھٹ رہی تھی۔ اور ان دونوں نے کپڑے پہننا شروع کر دیئے۔

(۳)

جب تک یورا کی ماں زندہ تھی اسے یہ کبھی معلوم نہ ہو سکا کہ اس کا باپ ایک عرصہ سے بیوی بچوں کو چھوڑ کر سائبیریا اور دوسرے ملکوں میں گناہ آلود زندگی بسر کرنے پر خاندان کی دولت پانی کی طرح بہا رہا ہے۔ تو ہمیشہ یہی بتایا گیا تھا کہ اس کا باپ پیٹرزبرگ یا کسی بڑے میلہ اور عموماً تبت میں کاروبار کر رہا ہے۔

اس کی ماں دائم المریض تھی۔ جب یہ معلوم ہوا کہ وہ تپ دق کے مرض میں مبتلا ہے تو وہ بغرض علاج جنوبی فرانس اور شمالی اٹلی جانے لگی۔ دو مرتبہ یورا بھی اپنی والدہ کے ساتھ گیا لیکن اکثر اسے اجنبی اور ہر مرتبہ مختلف لوگوں کے ساتھ رہنا پڑتا۔ مگر اب وہ اس قسم کی تبدیلیوں کا عادی ہو چکا

تھا اور اس غیر صحت مند پس منظر اور پر اسرار حالات کی روشنی میں اس نے سمجھ لیا تھا کہ اب اس کا باپ نہیں آئے گا۔

اسے اپنے بچپن کا وہ زمانہ بخوبی یاد تھا جب بہت سی چیزوں کو اس کے اپنے خاندانی ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ اس کے خاندان کے نام ایک زواگو فیکٹری تھی۔ ایک زواگو بنک تھا۔ ایک زواگو بلڈنگ تھی۔ نکٹائی کے ایک پن کا نام زواگو تھا اور تو اور ایک خاص قسم کے کیک کا نام بھی زواگو تھا۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ اگر کوئی شخص گھوڑا گاڑی والے کے سامنے "زواگو" کا نام لے لیتا تو اس کا مطلب یہ سمجھا جاتا تھا کہ "مجھے ٹمبکٹو لے چلو" اور پھر یہ گاڑی والا واقعی ایک الف لیلہ جیسی روایتی سلطنت میں لے جاتا اور آپ دیکھتے کہ آپ کو ایک عظیم الشان اور پرسکون باغیچہ میں پہنچا دیا گیا ہے جہاں سدا بہار درختوں کی شاخوں پر اگر کوؤں نے ٹہنیوں پر بھی ہوئی برف نیچے گرانا شروع کر دی۔ اور ان کی کائیں کائیں سے ایسا معلوم ہونے لگتا جیسے کڑیاں چٹخ رہی ہوں جالیہ تعمیر شدہ مکان کی جھاڑیوں سے نکل کر اعلیٰ نسل کے کتوں نے سڑک پر ادھر ادھر بھاگنا شروع کر دیا۔ اور اس سے ذرا آگے جھٹ پٹے میں بتیاں چمکنے لگیں۔

پھر اچانک سب کچھ غائب ہو گیا۔ اب وہ لوگ غریب ہو گئے تھے۔

(۴)

۱۹۰۳ء کی موسم گرما کی ایک صبح کا ذکر ہے کہ یوراپنے ماموں نکولائی کے ساتھ اپنے کھیتوں سے دو گھوڑوں والی بگھی میں سوار گذر رہا تھا۔ یہ لوگ ایک معلم اور مقبول عام درسی کتابوں کے مصنف ایوان ایوانووچ دوسکو بونوروف سے ملنے جا رہے تھے۔ یہ استاد ریشم کے مشہور کارخانہ دار اور فنون لطیفہ کے دلدادہ تاجر گوگو لیوف کی جاگیر دوپلانکا میں رہتا تھا۔

یہ عید طور کا زمانہ تھا فصلوں کی کٹائی پورے زوروں پر تھی۔ یہ میلہ کی وجہ سے تھا یا دوپہر کے وقفہ کے باعث۔ تاہم یہ حقیقت تھی کہ اس جگہ ایک بھی متنفس دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ دھوپ میں دمکتے کھیت اس طرح چمک رہے تھے جس طرح سزا یافتہ قیدیوں کے ادھ منڈے سر دھوپ میں ہر طرف پرندے اڑ رہے تھے۔ تمازت کے اس سکوت میں گیہوں کے سیٹے تنے ہوئے سیدھے کھڑے

سے۔ دور اناج کی گٹھڑیوں کے صاف ستھرے اور اونچے ڈھیر ایسے دکھائی دے رہے تھے کہ اگر ذرا دیر تک غور کے ساتھ ٹکٹکی باندھ کر دیکھا جائے تو وہ حرکت کرتے اور افق پر اس طرح چلتے ہوئے معلوم ہوتے جیسے کوئی جائزہ لینے والا اہم باتیں نوٹ کرتا ہوا جا رہا ہے۔

پبلشر کے متفرق کام کرنے والا ملازم پاول ایک طرف کندھے جھکائے اور آنتی پالتی مارے کچھ ایسے بیٹھا ہوا تھا جیسے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا ہو کہ گاڑی چلانا اس کا باقاعدہ پیشہ نہیں ہے۔ نکولائی نکولائیوچ نے اس سے پوچھا "یہ کھیت کس کے ہیں؟ زمینداروں کے ہیں یا کہ کاشتکاروں کے؟" پاول نے جو کہ طویل خاموشی کے بعد اب سگریٹ نوشی میں مصروف تھا ایک طرف سر سے اشارہ کر کے کہا "یہ تو ہمارے آقا کے ہیں"! اور پھر دوسری طرف منہ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا "اور وہ کاشتکاروں کے ہیں..... چلو چلو! چخ چخ!" گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے وہ ان کی گردنوں اور کولہوں پر اس طرح نظریں گاڑے ہوئے تھا جیسے کوئی انجینیر اسٹیم انجن کے میٹر کی طرف بغور دیکھ رہا ہو۔

یہ گھوڑے دنیا کے عام گھوڑوں جیسے تھے۔ ان میں سے ایک تو بہت محنت اور تندہی سے گاڑی کھینچ رہا تھا مگر دوسرا اپنی گردن اٹھائے ہوئے تفریح کے انداز میں دوڑ رہا تھا۔ نکولائی نکولائیوچ کے پاس مسئلہ اراضی پر داسکو بوئنی کوف کی کتاب کے پروف تھے۔ پبلشر نے مصنف سے کہا تھا کہ وہ اس کتاب کے مسودہ میں روز بروز بڑھتے ہوئے سخت سنسر کی روشنی میں ذرا ترمیم و تنسیخ کر دے اس نے پاول سے کہا "یہاں لوگ بے قابو ہوئے جا رہے ہیں۔ ایک قریبی گاؤں میں ایک تاجر کو قتل کر دیا گیا۔ کھیتی باڑی اور مکان کو آگ لگا دی گئی۔ آخر تم اس کا کیا مطلب سمجھے؟ کیا تمہارے گاؤں میں بھی اس کا کوئی چرچا ہے؟"

لیکن پاول اس معاملہ میں سنسر کرنے والوں سے بھی سخت اور مایوس کن رویہ رکھتا تھا۔ جنھوں نے داسکو بوئنی کوف سے زرعی اصلاحات پر اپنے شدید نظریات میں ذرا نرمی پیدا کرنے کی فرمائش کی تھی۔ چنانچہ پاول نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا "سچ مچ کی ایک ہی رہی کاشت کاروں سے اچھا سلوک کر کے ان کا دماغ خراب کر دیا گیا ہے۔ ہم لوگوں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے اور کاشتکاروں کو ذرا آزادی دے کر دیکھ لو۔ خدا جانتا ہے چند ہی روز میں ایک دوسرے کا

گلا کاٹنے کی فکر کرنے لگیں گے..... ارے چل گھوڑے۔ ٹخ ٹخ ٹخ"

یہ دوسرا موقع تھا کہ یورا اپنے ماموں کے ساتھ دریا پار کا جا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ راستے سے اچھی طرح واقف ہے اور اسے معلوم ہے کہ اب سڑک کہاں جا کر سیدھی جانب مڑے گی اور کہاں سے چھ میل طویل کوئو گرویوف کی جاگیر کی پہلی جھلک دکھائی دے گی جس سے ذرا دور ایک طرف دریا ہے اور اس سے آگے ریلوے لائن۔ لیکن اس کا یہ خیال ہر مرتبہ غلط ثابت ہوا۔ ایک کے بعد دوسرا کھیت آتا اور درجنگل میں نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔ ان وسیع میدانوں کو دیکھ کر معاً اس کے دل میں آزادی اور بلندی کا جذبہ پیدا ہونے لگا۔ انھیں دیکھ کر وہ سوچتے ہوئے مستقبل کے خواب دیکھنے لگا۔

بعد میں نکولائی نکولائیوچ جن کتابوں کی وجہ سے مشہور ہوا تھا ان میں سے ابھی ایک بھی لکھی نہیں گئی تھی۔ گو اس کے نظریات اور خیالات ایک واضح شکل و صورت اختیار کر چکے تھے لیکن ابھی وہ ان کا اظہار نہیں کر سکا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ عنقریب اپنے زمانہ کے بڑے بڑے مصنفوں۔ یونیورسٹی کے پروفیسروں اور انقلاب کے فلسفیوں کی صف میں جگہ لینے والا ہے۔ وہ ایک ایسا آدمی تھا جسے دوسروں کے نظریات سے اتفاق تو تھا مگر ان کے لگے بندھے فقروں اور الفاظ کے انتخاب کے سوا وہ دوسروں سے بالکل مختلف تھا۔ ان میں سے ہر شخص کا کسی نہ کسی خاص اصول یا عقیدہ سے تعلق تھا۔ یہ لوگ فصول کے الفاظ اور باتوں سے خوش ہوتے مگر فادر نکولائی ٹالسٹائی ازم اور انقلابی تصور سے گذر چکا تھا اور اب بھی اس سلسلہ میں پیش قدمی کر رہا تھا۔ وہ دراصل کسی انوکھی بات۔ کسی عجوبہ۔ کسی ایسی حیرت ناک چیز اور عجیب و غریب نظریہ کی تلاش میں تھا جس کی تحریک سے واقعی انقلاب برپا ہو جائے۔ وہ کسی ایسے برق کی طرح چمک جانے والے نظریہ کا منتظر تھا جس کی زبان کوئی بچہ یا جاہل بھی سمجھ لے۔ غرضیکہ وہ کسی نئی چیز کی تلاش میں تھا۔

یورا اپنے ماموں کے پاس رہ کر بہت خوش ہوتا۔ ماموں کو دیکھ کر اسے اپنی ماں یاد آجاتی۔ اس کی ماں کی طرح اس کے ماموں کا دماغ بھی بہت تیز تھا۔ وہ آزادی پسند تھا اور اسرار قدرت سمجھنے کے لئے بے چین رہتا۔ وہ بھی انسانی زندگی میں مساوات کا علمبردار تھا اور اپنے خیالات کا بروقت اور بہترین الفاظ میں اظہار کرنے پر ماہر تھا۔ یورا خوش تھا کہ اس کا ماموں اسے اپنے ساتھ

دو پلائنکا لئے جا رہا ہے۔ یہ ایک خوبصورت جگہ تھی اور اسے دیکھ کر بھی اسے ماں یاد آگئی جو قدرتی مناظر کی بہت شوقین تھی۔ اور اسے اکثر دیہات میں لے جایا کرتی تھی۔ اسے نیکا دور دور سے دوبارہ ملنے کا بھی اشتیاق تھا۔ حالانکہ نیکا دو سال بڑا ہونے کے باعث اس سے برابر کا سلوک نہیں کرتا تھا نیکا اسکول میں پڑھتا تھا اور اسکو یوئی کوف کے ہاں رہتا تھا۔ اس نے جب لیوا سے مصافحہ کیا تو اس کے بازو کو نیچے کی طرف اتنا زور سے جھٹکا دیا کہ لیوا کا سر بھی زور سے جھک گیا اور اسکے بال ماتھے پر آپڑے جس سے اس کا آدھا چہرا چھپ گیا۔

(۵)

نکولائی نکولائیوچ ترمیم شدہ مسودہ پڑھ رہا تھا۔ "غربت و افلاس کے مسئلہ کا اہم ترین نکتہ" اور پھر اس نے سوچا "میرے خیال میں یہاں پر 'لب لباب' کا لفظ زیادہ موزوں رہے گا۔ یہ سوچتے ہی اس نے چھپائی کے فرمے میں مناسب ترمیم کر دی۔ یہ لوگ ایک نیم تاریک برآمدے میں کام کر رہے تھے جسے شیشوں کی دیوار سے بند کیا گیا تھا۔ دالان میں باغیچہ میں استعمال ہونے والے پانی کے ٹین اور دیگر آلاتِ باغبانی بکھرے پڑے تھے۔ ایک ٹوٹی ہوئی کرسی کے پچھلے حصہ پر ایک برساتی رکھی تھی۔ ایک کونے میں برساتی جوتے رکھے ہوئے تھے جن پر گارے کی ایک سوکھی ہوئی تہہ جمی تھی۔ جوتوں کے اوپر کا حصہ مڑ کر زمین پر ڈھلک گیا تھا۔

نکولائی نکولائیوچ نے یہ جملہ لکھوایا "دوسری جانب پیدائش و اموات کے اعداد و شمار بتاتے ہیں" ایوان ایوانووچ بول اٹھا۔ "اس میں سال زیر تبصرہ کے الفاظ بڑھا دو" اور اسکے بعد اس نے اس تبدیلی کو نوٹ کر لیا۔ مسودہ کے کاغذ سامنے پھیلے ہوئے تھے اور ان پر پتھر کے ٹکڑے پیپر ویٹ کا کام دے رہے تھے۔

کام ختم ہوتے ہی نکولائی نکولائیوچ فوراً روانہ ہونا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ "طوفان آنیوالا ہے ہمیں فوراً چل پڑنا چاہیئے"

"یہ اندیشہ بے بنیاد ہے میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ ہم دونوں اکٹھے چلے پئیں گے"۔

"لیکن مجھے رات سے پہلے پہلے شہر پہونچ جانا چاہیئے"

"بحث کرنا بے کار ہے۔ میں کچھ نہیں سنوں گا"

اتنے میں باغ کی جانب سے مسالوں میں جلنے والے لکڑی کے کوئلے کے دھوئیں کا ایک ہلکا سا جھونکا آیا جس سے تمباکو کے پودے اور سورج مکھی کی خوشبو دب کر رہ گئی۔ ایک خاندانہ ٹرے میں بالائی کے ٹکڑے، رس بھری اور حلوا ابھرا ایک باہر لے کر گئی۔ اس کے بعد انھیں بتایا گیا کہ پاؤل دریا میں نہانے کے لئے گیا ہے اور گھوڑے بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ لہٰذا نکولائی نکولائیوچ کو مجبوراً رکنا پڑا۔

ایوان ایوانووچ نے کہا "چلو ہم ذرا دریا کی سیر کر آئیں اتنے میں یہ لوگ چائے بھی تیار کر لینگے"

کولوگریوف سے اپنی دوستی کی بنا پر اسے تیجر کے مکان میں رہنے کے لئے دو کمرے ملے ہوئے تھے۔ یہ مکان جس سے ایک باغیچہ بھی ملحق تھا پارک کے ایک سنسان سے کونے پر تھا۔ جہاں سے پرانی سڑک ہو کر گذرتی تھی۔ لیکن اب سڑک خود رو گھاس سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اور اس سے اب صرف کوڑا کرکٹ پھینکنے کا کام لیا جاتا تھا۔ کولوگریوف ایک ترقی پسند رجحانات رکھنے والا کروڑپتی تھا۔ وہ انقلابیوں کا ہمدرد تھا اور اپنی بیوی کے ساتھ سمندر پار گیا ہوا تھا۔ اس وسیع و عریض جاگیر پر اب کل صرف اس کی دو بیٹیاں نادیا اور لیپا اپنی معلمہ اور چند ملازمین کے ساتھ قیام پذیر تھیں۔

تیجر کے مکان اور باغ کو پارک اور اسکے کھلے سبز میدانوں اور مصنوعی جھیلوں سے جو مکان کے گرد پھیلے ہوئے تھے سیاہ جھاڑیوں کی ایک باڑھ جدا کرتی تھی۔ جونہی ایوان اور نکولائی باڑھ کے ایک سرے پر پہونچے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ننھی ننھی چڑیوں کے جھنڈ کے جھنڈ وہاں سے اڑنے لگے۔ یہ کالی بیل چڑیوں سے پٹی پڑی تھی۔ اور ان کی مسلسل چہکار سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نل میں ایک رفتار سے پانی بہہ رہا ہو۔ سائنس اور ادب میں نئی صلاحیتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ دونوں حماموں، مالی کی کٹیا۔ اور تیجر کی ایک تباہ شدہ عمارت کے قریب سے گذرے۔

نکولائی نے کہا "ہاں ہاں۔ یہ لوگ اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ لیکن آجکل ہر طرف ہر قسم کے گروپ اور سوسائٹیاں بنانے کا رواج پھیل گیا ہے۔ اجتماعیت گھٹیا قسم کے لوگوں کا شیوہ ہے خواہ یہ سوشلزم کی قسم کھائیں یا کانٹ یا مارکس کی۔ صداقت کی تلاش صرف انفرادی کرتے ہیں اور وہ ان لوگوں سے دور ہی رہتے ہیں جن کا نصب العین صداقت کا حصول نہیں ہوتا۔ آخر دنیا میں کتنی چیزیں ہیں جو ہماری وفاداری کی مستحق ہیں؟ ایسی چیزیں بہت کم ہیں۔ میرا خیال ہے ہیں "ابدیت" کا

تابع رہنا چاہیئے جو کہ زندگی کا دوسرا اور اس سے زیادہ طاقتور نام ہے۔ انسان کو ابدیت کا وفادار رہنا چاہیئے۔ یسوع مسیح کا وفادار رہنا چاہیئے۔ لیکن بھولے آدمی۔ تم ناک بھوں چڑھاتے ہو جیسے معمول تمہاری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔"

"ہوں۔" ایوان ایوانووچ نے کہا۔ یہ شخص بہت دبلا پتلا تھا۔ اس کے بال خوبصورت تھے وہ بام مچھلی کی طرح بے چین رہتا۔ اس کی چھوٹی داڑھی کچھ اس قسم کی تھی کہ وہ لشکر کے زمانہ کا امریکن دکھائی دیتا۔ وہ داڑھی کو ہر وقت مٹھی میں لئے اس کے کناروں کو نوچتا رہتا۔ "میں تو کچھ بھی نہیں کہتا۔ تم جانتے ہو میں ان مسائل کو مختلف نظر سے دیکھتا ہوں۔ جب بات چل ہی نکلی ہے تو ذرا یہ تو بتا دو کہ جب انھوں نے تمہارے پیشہ رہبانیت کو ختم کرنے کے لئے تمہاری عبا اتاری تھی، اس وقت تم نے کیا محسوس کیا تھا؟ میں مثلاً یہ کہتا ہوں کہ تم سہم گئے ہو گے: انھوں نے تم کو کوئی بددعا تو نہیں دی؟

"تم موضوع بدلنے کی کوشش کر رہے ہو۔ تاہم کیوں نہیں..... کیا کہا۔ مجھے بددعا دی؟ نہیں نہیں۔ اب وہ ایسا کبھی نہیں کرتے۔ یہ بہت ہی ناخوشگوار سی بات تھی اور پھر اس کے عواقب بھی بھگتنے پڑتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس قسم کے آدمی کو ایک عرصہ تک سول سروس میں جانے کی ممانعت کر دی جاتی ہے اور مجھے ماسکو یا پیٹرس برگ جانے سے منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن یہ سب چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں ہمیں یسوع مسیح کا وفادار رہنا چاہیئے میں اس کا مطلب سمجھاتا ہوں۔ تمہاری سمجھ میں جو بات نہیں آتی وہ یہ ہے کہ ملحد ہونا ممکن ہے۔ اس حقیقت سے بے بہرہ رہنا ممکن ہے کہ آیا خدا کا وجود ہے یا نہیں۔ یا کیوں۔ اور اس کے باوجود اس اعتقاد پر قائم رہنا کہ انسان قدرت کی تخلیق کے طور پر نہیں بلکہ تاریخی اعتبار سے زندہ رہتا ہے۔ اور اس وقت ہم جس تاریخ سے واقف ہیں وہ حضرت یسوع مسیح سے شروع ہوتی ہے۔ اور یہ کہ یسوع مسیح کے اقوال زریں ہی اس کی بنیاد ہیں۔ ہاں۔ یہ تاریخ کیا ہے؟ یہ صدیوں تک موت کے ہنگامہ کی حقیقت کو دریافت کرنے کی کوشش کا نام ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ موت پر فتح حاصل کی جائے یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے ریاضی کی لامحدودیت کو دریافت کیا۔ الیکٹرو میگنٹک لہروں کا پتہ چلایا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ آرکسٹرا کی موسیقی کو ضابطہ تحریر میں لاتے ہیں۔ لیکن ایک خاص ایمان و اعتقاد اور

انجیل مقدس کے بغیر آپ اس سمت میں بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ترقی نہیں کر سکتے۔ آپ روحانی قوت کے بغیر اس قسم کی دریافتیں نہیں کر سکتے اور اس طاقت کے بنیادی عناصر مذہبی اور روحانی عقائد اور اصول ہیں۔ ان کی حقیقت کیا ہے؟ سب سے پہلے ہمسایوں کی محبت۔ جو اس روحانی طاقت کی اعلیٰ ترین صورت ہے۔ قلب انسانی کو اس عظیم طاقت سے پُر کرنے کے بعد یہ جذبہ اور آگے بڑھ نکلتا ہے۔ اس کے بعد جدید انسان کے وہ نظریات جنم لیتے ہیں جن کے بغیر جدید انسان کا تصور ہی ممکن ہے۔ یہ آزاد شخصیت اور زندگی بحیثیت قربانی کے تصورات ہیں۔ لیکن خبردار۔ ابھی تک یہ سب کچھ بالکل ہی نئی باتیں ہیں۔ جہاں تک ان باتوں کا تعلق ہے پرانے زمانہ میں ان کی کوئی تاریخ نہیں تھی۔ ان کے ہاں خون خرابہ تھا۔ درندگی تھی۔ ظلم تھا اور نا سور تھے۔ اس زمانہ کے لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی کہ غلامی کا رواج کتنا ذلیل ہے۔ وہ تلنبے کی یادگاروں۔ بتوں اور سنگ مرمر کے ستونوں کو ابدی فخر و مباہات کا مظہر سمجھتے تھے۔ یہ صرف یسوع مسیح کے ظہور کا ہی نتیجہ تھا کہ انسان اور زمان و مکان نے آزادی کی فضا میں سانس لیا۔ یسوع مسیح کی ولادت باسعادت کے بعد ہی انسان نے مستقبل کی جانب پیش قدمی شروع کر دی۔ انسان کتوں کی طرح گڑھوں میں ایڑیاں رگڑتے ہوئے نہیں مرا کرتے بلکہ گھروں میں مرتے اور تاریخ میں جگہ پاتے ہیں۔ ادھر اس کے ساتھ ہی موت پر فتح پانے کی مہم بھی شدت کے ساتھ جاری رہے گی۔ انسان اس کام میں ہاتھ بٹاتے ہوئے جان دیتا ہے۔ اور۔ نہ جانے میں کیا کچھ کہتا رہا ہوں۔ لیکن ممکن ہے کہ میں نے بھینس کے سامنے ہی بین بجائی ہو۔"

"یہ مابعد الطبیعات کی باتیں ہیں میرے عزیز دوست! ڈاکٹر نے مجھے ان کی ممانعت کر رکھی ہے۔ میرا پیٹ ان باتوں کو سننے کے بعد خراب ہو جاتا ہے۔"

"وہ بیبات ہے تمہاری حالت تو قابل رحم ہے۔ خیر چھوڑو اس جھگڑے کو۔ خوش قسمت شیطان یہ بھی خوب نظریہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم زندہ ہو مگر حقیقت سے بے خبر۔" سورج کی روشنی میں دریا کا پانی اس طرح چمک رہا تھا کہ اس پر آنکھ جماتا مشکل تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ صاف شفاف فولادی چادر سامنے دھوپ میں پڑی چمک رہی ہے۔ اچانک لہروں میں زبردست ارتعاش پیدا ہوا اور مچھلیوں۔ گھڑیوں۔ کسانوں اور ان کی عورتوں سے لدی ہوئی ایک کشتی دوسرے کنارے کی طرف روانہ ہوئی۔

"ذرا سوچو تو ابھی صرف پانچ ہی بجے ہیں۔" ایوان ایوانووچ نے کہا "سمرقند سے جو ایکسپریس ٹرین آتی ہے وہ یہاں سے پانچ بجکر پانچ منٹ پر گذرتی ہے۔"

وہ میدان میں دائیں سے بائیں کو عبور کرتی ہوئی ایک زرد اور نیلے رنگ کی ٹرین آرہی تھی۔ وہ دور سے بہت چھوٹی دکھائی دیتی تھی۔ اچانک انھوں نے دیکھا کہ وہ رک گئی۔ انجن سے سفید دھواں نکل رہا تھا۔ اور پھر اس نے ایک لمبی سیٹی دی۔

"یہ حیرت کی بات ہے۔" واسکو بوئی گوف نے کہا۔ "کچھ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے۔ ٹرین کو وہاں دلدل کے درمیان نہیں رکنا چاہیئے۔ ضرور کچھ ہو گیا ہوگا۔ چلو ہم چل کر دیکھ آئیں۔"

(۶)

نیکانہ تو باغیچہ میں تھا اور نہ مکان میں۔ یورا نے اندازہ لگایا کہ وہ چھپا ہوا تھا کیونکہ وہ اسے اکثر دیتے تھے اور مزید یہ کہ یورا اس سے کہیں چھوٹا تھا۔ جب اس کا ماموں اور ایوان ایوانووچ آلو بخارے کا کام کرنے گئے تو یورا کو وہاں میدان میں بے مقصد چکر لگانے کے لئے تنہا چھوڑ دیا گیا تھا۔

یہ جگہ گھنی پرگشش تھی۔ خوبصورت پروں والا پرندہ چہچہا رہا تھا۔ تین مرتبہ آواز نکالنے کے بعد وہ ہر دفعہ اتنی دیر کے لئے رک جاتا تھا کہ اس کے چہچہوں کی آواز فضا میں گم ہو جائے۔ پھولوں کی کیاریوں کے اوپر ایک تیز اور سکوت آمیز خوشبو سی ہوتی تھی۔ اس سے خوبصورت اور مہکتے ہوئے پھولوں کی یاد تازہ ہو رہی تھی۔ یہاں ادھر ادھر گھومتا رہا۔ اسے کچھ ایسا وہم ہونے لگا جیسے اسکی ماں کی آواز مرغزاروں میں پھیلی ہوئی ہو۔ اس نے یہ آواز پرندوں کی موسیقی آمیز چہچہوں اور شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ میں سنی۔ کبھی کبھی ایک دم وہ یہ خیال کر کے چونک اٹھتا کہ اس کی ماں اسے آواز دے رہی تھی اور اسے کسی جگہ اپنے پاس بلا رہی تھی۔

وہ ٹہلتا ہوا تنگ کھائی تک گیا اور اس کے سرے پر چڑھ کر نیچے جھاڑیوں میں اتر گیا وہاں گری ہوئی پتیاں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں اور اندھیرا سا تھا۔ پھول بہت کم تھے اور وہ اندھے واد ڈنٹھل بالکل ایسے دکھائی دے رہے تھے جیسے اس کی بالتصویر انجیل میں بنی ہوئی عصاؤں کی تصویریں جن میں مصری سیناکاری کا کام ہو رہا تھا۔

یورا اور زیادہ تنہائی محسوس کرنے لگا۔ وہ رونا چاہتا تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور

پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"خدا کے فرشتے میرے مقدس سرپرست" اس نے دعا مانگی "مجھے سچائی کے راستہ پر مضبوطی سے قائم رکھ اور ماں سے کہنے کہ میں بالکل ٹھیک ہوں، وہ فکر نہ کرے۔ اور معبود! اگر موت کے بعد کوئی زندگی ہوتی ہے تو ماں کو اپنے بہشتی محلوں میں بلا لے جہاں ولیوں اور اتقیا کے دلوں کے چہرے ستاروں کی مانند چمکتے ہیں۔ ماں اتنی اچھی تھی، وہ گنہگار نہیں ہو سکتی تھی۔ خدایا! اس پر رحم کر اور اسے ہر تکلیف سے بچا لے۔ ماں!" دلدوز کرب و اندوہ کے ساتھ اس نے اپنی ماں کو اس طرح آواز دی جیسے وہ بھی کوئی مقدس ہستی ہو۔ پھر اچانک وہ بے حد نقاہت کے عالم میں بے ہوش ہو کر گر گیا۔

وہ زیادہ دیر بے ہوش نہیں رہا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے سنا کہ اس کا ماموں اسے اوپر سے آواز دے رہا تھا۔ اس نے جواب دیا اور اوپر چڑھنے لگا۔ اچانک اسے یاد آیا کہ اس نے اپنے گمشدہ باپ کے لئے دعا نہیں مانگی تھی۔ جیسا کہ میریانکو لائیونا نے اسے سکھایا تھا۔

لیکن اس مختصر بے ہوشی نے اس کے اندر ایک ہلکے پن اور صحت کا احساس پیدا کر دیا تھا جسے وہ ختم کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے سوچا کہ اگر کسی اور وقت اس نے اپنے باپ کے لئے دعا مانگی تو کوئی خطرناک واقعہ پیش نہیں آئے گا جیسے کہ وہ اپنے آپ سے کہہ رہا ہو "اسے انتظار کرنے دو۔" یوراکو وہ بالکل یاد نہیں تھا۔

(۷)

ٹرین کے سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں میشا گورڈن بیٹھا ہوا اپنے باپ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ اس کا باپ اور نبرگ کا ایک وکیل تھا۔ میشا گیارہ سال کی عمر کا ایک لڑکا تھا اپنے چہرے سے وہ سوچ بچار کا عادی معلوم ہوتا تھا اور اس کی آنکھیں بڑی اور سیاہ تھیں۔ وہ ورزش گاہ کے دوسرے سال میں تھا۔ اس کے باپ گریگوری اوسیپووچ گورڈن کا تبادلہ ماسکو میں ایک نئے عہدے پر ہوا تھا۔ اس کی ماں اور بہنیں مکان ٹھیک ٹھاک کرنے کے لئے کچھ عرصہ پہلے ہی وہاں جا چکی تھیں۔

باپ اور بیٹے کو سفر کرتے ہوئے تین دن ہو گئے تھے۔ روس کی سرزمین، اس کے کھیت، چراگاہیں دیہات اور قصبے سورج کی روشنی میں ان کی نظروں کے سامنے سے گزر رہے تھے ہر چیز گرد کے بادلوں میں لپٹی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ شاہراہوں پر گاڑیوں کی قطاریں چلتی ہوئی نظر آتی تھیں جو کبھی کبھی سڑک

سے ہٹ کر پلیٹ لائن کو عبور کرتی تھیں۔ انتہائی تیز رفتار ٹرین سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گاڑیاں کی ہوئی کھڑی ہوں اور ان کے گھوڑے آرام کر رہے ہوں۔

بڑے اسٹیشنوں پر مسافر اپنے ڈبے سے اتر کر بھاگتے ہوئے کھانے کے لئے چلے جاتے۔ اسٹیشن کے باغیچے کے پیچھے غروب ہوتے ہوئے سورج کی روشنی ان کے قدموں پر اور ٹرین کے پہیوں پر پڑتی تھی۔

دنیا میں ہر نقل و حرکت اپنی جگہ سوچی سمجھی اور کسی مقصد کے تحت معلوم ہوتی تھی لیکن اگر انہیں ایک ساتھ دیکھا جاتا تو وہ زندگی کے اسی عام دھارے کی ترنگ سے معمور نظر آتے تھے جس نے ان سب کو متحرک کر دیا تھا۔ لوگ کام کرتے تھے اور جدوجہد کرتے تھے۔ اور ہر طبقہ اپنی ضرورتوں کے مطابق مشین کی طرح حرکت کرتا نظر آتا تھا۔ لیکن اگر ان کے اندر ضرورتوں اور تفکرات سے آزادی حاصل کرنے کا اعلیٰ جذبہ موجود نہ ہوتا تو یہ مشینیں صحیح طریقہ پر کام نہیں کر سکتی تھیں۔ یہ آزادی اسی احساس کا نتیجہ تھی کہ تمام انسانی زندگیاں ایک رشتہ میں منسلک ہیں اس بات کا یقین کہ وہ ایک دوسرے میں ضم ہو جاتی ہیں ایک مسرت انگیز احساس کہ تمام واقعات صرف روئے زمین پر ہی پیش نہیں آتے جہاں مرنے گاڑے جاتے ہیں بلکہ کسی (دوسری) دنیا میں بھی پیش آتے ہیں جسے کچھ لوگ خدائی بادشاہت کچھ لوگ تاریخ، اور بعض دوسرے لوگ کسی اور ہی نام سے پکارتے ہیں۔

میتا اس عام نظریہ سے بالکل الگ تھا۔ ضرورت اور فکر کا احساس اس کی فطرت ثانیہ تھی اور تحفظ کے احساس سے نہ تو اس کو تسکین ہی ہوتی تھی اور نہ اسکی ہمت بڑھتی۔ وہ اپنے اندر اس موروثی وصف سے واقف تھا اور عدم خود اعتمادی کے ساتھ اپنے اندر اس کی علامتوں پر غور کیا کرتا تھا۔ اس سے اسے تکلیف ہوتی تھی۔ اسکی موجودگی اسے پست اور حقیر بنا دیتی تھی۔

جہاں تک اسکی یادداشت کام کرتی تھی وہ ہمیشہ اس بات پر یقین کرتا رہا تھا کہ دوسرے لوگوں جیسے بازو اور ٹانگیں رکھتے ہوئے اور وہی زبان اور طرز زندگی رکھتے ہوئے جیسا کہ تمام دوسرے لوگوں کا تھا۔ ایک شخص دوسروں سے مختلف کیونکر ہو سکتا ہے جسے بہت کم لوگ پسند کرتے ہوں اور کوئی بھی محبت نہ کرتا ہو۔ وہ یہ صورت حال نہیں سمجھ سکا تھا جس میں ایک شخص جو دوسرے لوگوں سے بدتر ہو اپنی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش بھی نہ کر سکتا ہو۔ بہودی ہونے کا کیا مطلب تھا اس کا مقصد کیا تھا؟ اس غیر موثر چیلنج کی جس سے سارے رنج و افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا

تھا کیا معقول وجہ ہو سکتی تھی، یا کیا انعام مل سکتا تھا۔

جب تینوں نے یہ مسئلہ اپنے باپ کے سامنے رکھا تو اس سے کہا گیا کہ اس کی تینوں بیٹیوں اور ایسی دیسیں غلط تھیں لیکن اس کے سامنے کوئی ایسا حل پیش نہیں کیا گیا جو اس کے لئے دلچسپی کا باعث ہوتا یا اسے خاموشی کے ساتھ نوشتۂ قسمت کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیتا۔

اور صرف اپنے والدین کو چھوڑ کر وہ رفتہ رفتہ تمام بڑی عمر کے لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا جو اس خسرانی کا باعث تھے اور اسے دور نہیں کر سکتے تھے۔ اسے یقین تھا کہ جب وہ بڑا ہو جائے گا تو وہ یہ سب کچھ ٹھیک کر دے گا۔

اب مثال کے طور پر کوئی بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا کہ جب وہ بھاگ کر باہر پلیٹ فارم پر گیا تھا تو اس کے باپ کو اس پاگل آدمی کے پیچھے دوڑنا نہیں چاہیئے تھا۔ اور اس وقت ٹرین کو روکنا نہیں چاہیئے تھا جب گرینجری اوسمیپورچ کو ایک طرف دھکیل کر دروازہ کھولتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو سرکے بل ایکسپریس ٹرین کے باہر گرا دیا تھا جیسے کوئی کودنے والا اونچے تختے پر سے پیراکی کے حوض میں چھلانگ لگاتا ہے۔

چونکہ اس کے باپ نے خطرے کی زنجیر کھینچی تھی اس لئے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ٹرین محض ان کی وجہ سے اتنی دیر تک رکی رہی ہو۔

کوئی شخص تاخیر کی وجہ نہیں جانتا تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ٹرین کے اچانک رک جانے کی وجہ سے ہوائی بریک خراب ہو گئے تھے۔ دوسرے لوگوں کا کہنا تھا کہ ٹرین ایک دشوار گذار چڑھائی پر تھی۔ اور انجن اسے کھینچ نہیں سکتا تھا۔ تیسرا نظریہ یہ تھا کیونکہ خودکشی کرنے والا ایک ممتاز شخص تھا۔ اس لئے اس کے وکیل نے جو ٹرین میں اس کے ساتھ ہی سفر کر رہا تھا اس بات پر زور دیا کہ قریب ترین اسٹیشن کو لوگریو وکاسے افسروں کو بلا یا جائے تاکہ وہ بیان تیار کر سکیں۔ اسسٹنٹ انجینئر کے تار کے کھمبے پر چڑھنے کی یہی وجہ تھی۔ معائنہ کرنے والی گاڑی ضرور آ ہی ہو گی۔

احاطہ خانی سے ہلکی ہلکی بدبو آ رہی تھی جو عطر اور بھنی ہوئی مرغی کی خوشبو سے بھی کم نہیں ہو رہی تھی جو ایک گندے موی کاغذ میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس طرح جیسے کہ کچھ بھی نہ ہوا ہو پیٹرزبرگ کی خواتین نے جن کے بال سفید ہو چکے تھے اور جن کی آوازیں کافی تیز تھیں اور جو رنگ روغن کے استعمال کی وجہ سے خانہ

بدیش عورتیں معلوم ہو رہی تھیں اپنے چہروں پر پوڈر لگایا اور اپنی انگلیاں رومالوں سے صاف کیں جب وہ اپنی شالیں ٹھیک کرتی ہوئی ظاہری نمود کے احساس کے ساتھ ہمہتہ ۲ ہمہتہ تنگ راستہ میں سے دبی دبی گورڈن کے ڈبہ کے سامنے سے گذریں تو ان کے بھینچے ہوئے ہونٹ جیسا کہ یہ کہتے ہوئے سنائی دیئے۔ "کیا ہم شناس نہیں ہیں؟" ہم ایک خاص چیز ہیں! ہم مہذب ہیں۔ اور یہ ہمارے لئے بہت زیادہ ہے۔"

خودکشی کرنے والے شخص کی لاش پشتہ کے قریب گھاس پر رکھی ہوئی تھی۔ اسکی پیشانی سے جو خون کی دھار بہہ رہی تھی وہ اب خشک ہو گئی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے چہرے پر کھنچنے کا نشان بن گیا ہو۔ وہ اس کا خون نہیں معلوم ہوتا تھا جو اس کے جسم سے نکلا تھا۔ بلکہ کوئی غیر متعلقہ چیز معلوم ہوتی تھی جیسے پلاسٹر کا ٹکڑا یا کیچڑ کی چھینٹیں صنوبر کی بھیگی ہوئی پتی۔

حالات جاننے کے شوقین لوگوں اور ہمدردی رکھنے والوں نے لاش کو گھیر رکھا تھا اور ان کی باتیں برابر چلے جا رہی تھیں جبکہ اس کا دوست اور سفر کا ساتھی، ایک تنومند اور خود رستم کا دکیل، ایک اصل نسل کا جانور جس نے پسینہ میں بھیگی ہوئی قمیص پہن رکھی تھی اس کے قریب بیزار سا کھڑا تھا۔ اور اس کے چہرے سے کسی قسم کے جذبات کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ گرمی برداشت نہ کرتے ہوئے وہ اپنے ہیٹ سے ہوا کر رہا تھا۔ تمام سوالوں کے جواب میں وہ اپنے کندھے ہلا دیتا تھا۔ اور لغیر مڑے ہوئے بگڑ کر کہتا تھا "وہ ایک شرابی تھا۔ کیا تم سمجھ نہیں سکتے؟ اس نے دورے کی حالت میں ایسا کیا تھا۔"

ایک دوسری طرف ایک دبلی پتلی عورت جاوانی لباس اور بیل دار الاردمال اوڑھے ہوئی تھی لاش کے پاس پہنچی وہ تیورزینہ کی بیوہ تھی جس کے دو بیٹے انجینئر تھے۔ یہ عورت اپنی دو بہوؤں کے ساتھ تھرڈ کلاس میں سفر کر رہی تھی۔ جیسے راہبہ عورتیں بڑی راہبہ کے پیچھے چلتی ہیں بالکل اسی طرح یہ دونوں عورتیں اپنے شال پیشانی تک جھکائے ہوئے خاموشی کے ساتھ اپنی ساس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔ اور لوگوں نے ان کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔

تیورزینہ کا شوہر ریلوے کے ایک حادثہ میں زندہ جل گیا تھا۔ وہ لاش سے دور کھڑی تھی مگر لوگوں کے ہجوم میں سے اسے صاف دیکھ سکتی تھی۔ تیورزینہ ٹھنڈی سانسیں بھر رہی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ دونوں حادثوں کا موازنہ کر رہی ہے۔ معلوم ہوتا تھا وہ کہہ رہی ہے۔ "جس کی قسمت میں

جو لکھا ہوتا ہے اسی طرح موت آتی ہے ـــــ اور دیکھو اس کا کیا حشر ہوا ـــــ عیاشانہ زندگی اور ذہنی بیماری کی موت!"

تمام مسافر گاڑی سے باہر آگئے اور لاش پر ایک نظر ڈال کر اپنے اپنے ڈبوں میں واپس چلے گئے اور وہ بھی صرف اس خوف سے کہ کہیں ان کا سامان چوری نہ ہو جائے۔

جب یہ لوگ چھلانگ لگا کر پٹڑی پر آئے اور پھول توڑنے یا اپنی ٹانگوں کو آرام دینے کے لئے ذرا چہل قدمی کی تو انھوں نے محسوس کیا کہ اس جگہ کا وجود صرف اس حادثہ کے دم سے ہے۔ اور یہ کہ اس کے بغیر نہ تو ٹیلوں والا ولدل مرغزار ہوتا۔ نہ دسیع دریا۔ اور نہ ہی اس کے سامنے بلندی پر وہ کھنڈر مکان اور چرچ موجود ہوتا۔

اور تو اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ سورج بھی صرف ایک مقامی خصوصیت بن کر رہ گیا ہے اسکی شام کی شعاعیں بھی کچھ بے حوصلہ اور جھجکی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں بالکل اس گائے کی طرح جو اپنے گلہ کو چھوڑ کر ہجوم کو دیکھنے وہاں آگئی تھی۔

اس حادثہ نے بیتا کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ اور اسے غم اور خوف کے وہ خوب دیا۔ اس طویل سفر کے دوران خودکشی کرنے والا آدمی کئی مرتبہ ان کے ڈبہ میں آیا تھا اور اس نے گھنٹوں بیتا کے والد سے باتیں کی تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اخلاقی نفاست، امن اور رواداری کی قدروں سے بہت اطمینان محسوس کرتا ہے اور وہ ان قدروں کو اس میں موجود پاتا ہے۔ اس نے اس کے والد سے قانونی باریکیوں۔ ہسٹریوں، بندوبست کی دستاویزات، دیوالہ اور فراڈ کے متعلق بیشمار سوالات کئے تھے۔ اس نے گورڈن کے جوابات سن کر کہا تھا۔

"اچھا تو یہ بات ہے؟ کیا قانون اتنا نرم ہو سکتا ہے۔ میرے وکیل کا نقطۂ نظر تو بہت مایوس کن ہے!"

ہر مرتبہ جب بھی یہ گھبرایا ہوا آدمی ذرا مطمئن ہوتا اس کا ساتھی ایک فرسٹ کلاس کے ڈبہ سے آتا اور اسے شیمپین پلانے کے لئے گاڑی کے ریسٹوران میں لے جاتا۔ یہ خوش پوش۔ مغرور اور ہٹا کٹا آدمی وکیل تھا۔ جو اب لاش کے پاس کھڑا تھا۔ مگر اس کے چہرے پر حیرت، استعجاب یا افسردگی کا کوئی نشان نہیں تھا۔ ہر شخص اسے دیکھ کر مجبوراً اس نتیجہ پر پہونچتا کہ اس کے موکل کی اضطراری کیفیت

کسی نہ کسی طرح اس کے لئے سود مند تھی۔

یشا کے والد نے اسے بتایا کہ وہ مشہور کروڑپتی زواگو تھا۔ جو ایک خوش مزاج، اوباش اور فضول خرچ آدمی تھا اور دراصل اپنے افعال بد کا وہ خود زیادہ ذمہ دار نہیں تھا جب وہ ان کے ڈبے میں آتا تو یشا کی موجودگی کے احساس سے بے خبر وہ اپنے بیٹے کی باتیں کرتا جو یشا کا ہی ہم عمر تھا۔ اپنی سابق بیوی کا ذکر کرتا اور پھر اپنے دوسرے خاندان کی بات چھیڑ دیتا جسے اس نے پہلے خاندان ہی کی طرح چھوڑ دیا تھا۔ اس کے بعد اسے کوئی اور بات یاد آجاتی۔ لمبے خوف کے اس کا رنگ زرد پڑ جاتا اور اس کی آہانی کا سارا تاثر دیوانہ پن میں بدل کر رہ جاتا۔

یشا سے اس نے بہت محبت اور شفقت ظاہر کی تھی۔ جو غالباً کسی اور کے لئے اس کے جذبات کا مظہر تھی۔ اس نے اس پر تحائف کی بارش برسادی۔ بڑے اسٹیشنوں پر وہ اچھل کر باہر جاتا اور تحائف خرید لاتا۔ یہاں فرسٹ کلاس مسافر خانوں کے بک اسٹالوں پر کھلونے اور مقامی تحائف بھی فروخت ہوتے تھے۔

اس نے مسلسل شراب پی تھی اور شکایت کی تھی کہ وہ پچھلے تین ماہ سے نہیں سویا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ جونہی وہ ہوش میں آتا۔ خواہ یہ چند لمحوں کے لئے ہی ہو اسے اتنی اذیت ہوتی کہ کوئی معمولی انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

آخر میں وہ دوڑا ہوا ان کے ڈبے میں آیا۔ گورڈن کا ہاتھ تھاما اور اسے کچھ بتانے کی کوشش کی۔ مگر اس نے محسوس کیا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ پھر وہ پلیٹ فارم کی طرف لپکا اور گاڑی سے گر گیا۔

اب یشا بیٹھا ہوا اس چھوٹے سے چوبی ڈبے کو دیکھ رہا تھا جس میں نیوراں کی معدنیات کے نمونے تھے۔ یہ ڈبہ اس کا آخری تحفہ تھا۔ اچانک ہر طرف ایک ہل چل سی مچ گئی۔ برابر کی لائن پر ایک ہینڈ کار آکر رکی جس میں سے ایک ڈاکٹر، دو پولیس والے اور ایک مجسٹریٹ اترے۔ خاص دفتری انداز میں چند سوالات پوچھے اور کچھ بیانات قلمبند کئے گئے۔ پولیس والوں اور محافظ دستوں نے بجری میں بری طرح پھسلتے اور لڑھکتے ہوئے لاش کو کھینچ کر لائن کے برابر رکھا۔ ایک دیہاتی عورت نے رونا شروع کر دیا اور مسافروں سے کہا گیا کہ وہ واپس اپنی سیٹوں پر چلے جائیں۔ گارڈ نے سیٹی بجائی اور گاڑی چل

سے روانہ ہوگئی۔

(۸)

"یہ بہا مقدس تیل" نیکا نے تلخی کے ساتھ سوچا۔ وہ فرار کا راستہ تلاش کرنے کے لئے کمرے میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ دروازے کے باہر سے بھانوں کی آوازیں آرہی تھیں اور راستہ بند تھا۔ کمرے میں دو پلنگ تھے۔ ایک اس کا اپنا اور دوسرا اسکوبونی کوف کا۔ مشکل سے ایک لمحہ سوچنے کے بعد وہ چپکے سے پہلے پلنگ کے نیچے گھس گیا۔

وہ انھیں پکارتے ہوئے سن سکتا تھا' وہ لوگ اسے دوسرے کمروں میں تلاش کر رہے تھے اور انھیں اسکے غائب ہو جانے پر تعجب ہو رہا تھا۔ آخر کار وہ لوگ خواب گاہ میں داخل ہوئے۔

"بہرحال اب کیا ہو سکتا ہے۔" نکولائی نکولائیوچ نے کہا "بھاگ جاؤ یورا ہو سکتا ہے کہ تمہارا دوست بعد میں آجائے اور پھر تم اس کے ساتھ کھیل سکتے ہو۔" وہ لوگ وہاں بیٹھ کر میٹرز برگ اور ماسکو میں طلباء کے فسادات کے بارے میں بات چیت کرتے رہے۔ اور نیکا کو تقریباً بیس منٹ تک اس طرح مضحکہ خیز طریقہ پر قید رہنا پڑا۔ آخر کار وہ لوگ باہر برآمدے میں چلے گئے۔ نیکا نے خاموشی سے کھڑکی کھولی اور باہر کود کر پارک میں چلا گیا۔

پچھلی رات وہ بالکل نہیں سو سکا تھا۔ اس کا دماغ بوجھل ہو رہا تھا۔ یہ اس کا چودھواں سال تھا اور وہ بستر پر بچہ بننے کے خیال سے تنگ آگیا تھا۔ وہ رات بھر جاگتا رہا اور صبح سویرے باہر چلا گیا۔ طلوع ہوتے ہوئے سورج کی روشنی میں شبنم سے بھیگے ہوئے درختوں کے طویل سائے پارک کے میدان پر پڑ رہے تھے۔ یہ سائے سیاہ نہیں تھے بلکہ گہرے بھورے رنگ کے تھے۔ صبح کی مست کر دینے والی خوشبو زمین پر پڑتے ہوئے ان پُرنم سایوں سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اور اس میں سے روشنی کی لکیریں کسی لڑکی کی انگلیوں کی طرح دکھائی دے رہی تھیں۔

اچانک پالے کی ایک لہر جو گھاس پر پڑی ہوئی شبنم کی مانند چمکدار تھی اس سے چند قدم کے فاصلہ پر سے گذر گئی۔ وہ آگے ہی بڑھتی گئی اور زمین نے اس کو جذب نہیں کیا۔ پھر اچانک غیر متوقع تیزی کے ساتھ وہ ایک طرف مڑ کر غائب ہوگئی۔ یہ ایک سانپ تھا۔ نیکا کو جھرجھری آگئی۔

وہ ایک عجیب قسم کا لڑکا تھا جب جوش میں آتا تو زور زور سے خود اپنے آپ سے باتیں کرنے

لگا اور اپنی ماں کی نقلیں اتارنے لگتا۔ جب اونچے موضوعات پر متضاد قسم کی باتیں کرنے سے دلچسپی تھی۔

"زندگی بھی کتنی حسین ہے!" اس نے سوچا "لیکن اس میں ہمیشہ تکلیف کیوں ہوتی ہے؟" خدا کا وجود ضرور ہے۔ لیکن اگر اس کا کوئی وجود ہے تو وہ میں ہوں!" اس نے اوپر درخت کی طرف دیکھا جو اوپر سے نیچے تک کانپ رہا تھا۔ اور اس کی بھیگی ہوئی پتیاں پنی کے ٹکڑوں کی طرح دکھائی دے رہی تھیں۔ "میں اسے حکم دوں گا کہ کانپنا بند کردے۔ دیوانوں کی طرح اس نے اپنی پوری قوت ارادی سے کام لیتے ہوئے اپنے وجود کو اس خیال پر مرکوز کر دیا اور کہا "بلومت" اور درخت نے فوراً اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کانپنا بند کر دیا۔ نیکا نے خوش ہو کر ایک قہقہہ لگایا اور بھاگتا ہوا نہانے کے لئے دریا کی طرف چل دیا۔

اس کا باپ دانتی دوروف ایک دہشت پسند تھا جسے پھانسی کی سزا دی گئی تھی۔ لیکن بعد میں اس کی سزا معاف کر دی گئی تھی اور اب وہ جبری مشقت کی سزا کاٹ رہا تھا۔ اس کی ماں جارجیا کے ارسٹوت خاندان کی ایک شاہزادی تھی۔ وہ ایک حسین اور بگڑی ہوئی عورت تھی جو اب تک جوان تھی اور نقادوں، باغیوں، تشدد پسندانہ نظریات، مشہور اداکاروں، تکلیف دہ ناکامیوں یا کسی نہ کسی چیز کے بارے میں غلط قسم کے خیالات اس کے ذہن میں سمائے رہتے تھے۔

اسے نیکا سے بے پناہ محبت تھی اور اس نے اس کے نام کو بگاڑ کر ہزاروں احمقانہ قسم کے نام رکھ چھوڑے تھے۔ اگرچہ اس کا نام الزبتی تھا۔ لیکن وہ اسے پیار سے الوچکا یا الونیکا کہا کرتی اور اپنے خاندان کے لوگوں سے ملوانے کے لئے طفلس لے جایا کرتی۔ وہاں اسے سب سے زیادہ حیرت انگیز جو چیز نظر آتی وہ ایک درخت تھا جو ان کے مکان کے صحن میں لگا ہوا تھا یہ ایک بہت بڑا بے ڈھنگے قسم کا درخت تھا جو گرم خطوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے جنھوں نے صحن کو سورج کی تپش سے بچانے کے لئے سایہ کر رکھا تھا۔ نیکا اس خیال کو تسلیم نہیں کر سکا کہ وہ ایک درخت ہی تھا جاندار نہیں تھا۔

لڑکے کے لئے یہ بات خطرناک تھی کہ وہ اپنے باپ کا نام استعمال کرے۔ ایوان ایوانوچ کی خواہش تھی کہ وہ اپنی ماں کا نام استعمال کرے اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ اس کی ماں کی منظوری حاصل کرنے کے بعد نام میں تبدیلی کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے زار کو درخواست دیگا

جس وقت وہ پلنگ کے نیچے گھسا ہوا تھا اور اسے ساری دنیا پر غصہ آ رہا تھا اس وقت دوسری باتوں کے علاوہ اسے اس کا بھی خیال آیا تھا۔ "واسکو پونی گوف آخر اپنے کو کیا سمجھتا تھا جو وہ اس طرح اسکے اپنے معاملات میں دخل دے رہا تھا؟ وہ اسے اچھا سبق دیگا!"

اور وہ نادیا! کیا صرف اس لئے کہ اس کی عمر پندرہ سال تھی اسے یہ حق حاصل ہو گیا تھا کہ وہ اس سے اس طرح ناک بھوں چڑھا کر بات کرے جیسے کہ وہ کوئی بچہ ہو؟ وہ اسے دکھا دے گا! "میں اس سے نفرت کرتا ہوں!" اس نے کئی مرتبہ آپ ہی آپ کہا "میں اسے مار ڈالوں گا۔ میں اسے کشتی میں سیر کرانے لے جاؤں گا اور وہاں ڈبو دوں گا۔"

اس کی ماں بھی خوب تھی۔ جب وہ چلی گئی تھی تو اس نے واسکو پونی گوف اور خود اس سے جھوٹ بولا تھا۔ وہ کاکیشیا کے نزدیک تک نہیں گئی تھی بلکہ قریب ترین جنکشن پر راستہ تبدیل کر کے شمال کی طرف پیٹرزبرگ چلی گئی تھی اور وہاں طالب علموں کے ساتھ پولیس پر گولیاں چلا کر تفریح میں وقت گذار رہی تھی۔ ادھر وہ خود اس ذلیل جگہ پر پڑا ہوا سڑ رہا تھا۔ لیکن وہ ان سب سے زیادہ چالاک ثابت ہوگا وہ نادیا کو مار ڈالے گا، اسکول چھوڑ دے گا۔ بھاگ کر اپنے باپ کے پاس سائبیریا چلا جائے گا اور بغاوت شروع کر دے گا۔

تالاب کے کناروں پر کنول کھلے ہوئے تھے۔ جن کے درمیان سے کشتی بیلوں سے ٹکراتی ہوئی گزرتی۔ تالاب کا پانی ایسا دکھائی دے رہا تھا جیسے تربوز کو کاٹنے پر اس کے اندر سے پانی جھلکتا ہے۔

نیکا اور نادیا گنوا چن رہے تھے۔ دونوں نے ایک ہی سخت مگر لچکدار بیل پر ہاتھ ڈالا جن کے نتیجہ میں دونوں ایک دوسرے کی جانب جھک گئے اور ان کے سر آپس میں ٹکرا گئے اس کے ساتھ ہی کشتی اس طرح کنارے کی طرف کھنچ کر چلی جیسے کسی نے اسے رسہ ڈال کر کھینچ لیا ہو۔ وہاں بیل ذرا چھوٹی مگر زیادہ الجھی ہوئی تھی۔ سفید پھول پانی میں غوطے لگاتے اور پھر ابھرتے ان کا درمیانی چکدار حصہ ایسا دکھائی دے رہا تھا جیسے انڈے کی خون آلود زردی۔

نادیا اور نیکا برابر پھول چنتے رہے۔ کشتی ادھر اُدھر ڈولتی رہی۔ وہ دونوں کشتی میں تقریباً ایک دوسرے کے برابر بیٹھے ہوئے تھے۔

نیکا نے کہا۔ "میں اسکول سے عاجز آچکا ہوں۔ اب وقت آگیا ہے کہ میں دنیا میں باہر نکلوں روزی کماؤں اور آزادانہ زندگی بسر کروں۔"

"لیکن میں تم سے ریاضی کے کچھ سوالات پوچھنا چاہتی تھی۔ میرا الجبرا اتنا کمزور ہے کہ مجھے تقریباً دوبارہ امتحان دینا پڑا۔"

نیکا نے سوچا کہ ان الفاظ میں بھی ایک تیر پوشیدہ ہے۔ قدرتی بات ہے وہ اسے مرعوب کر رہی ہے۔ اسے یاد دلا رہی ہے کہ وہ ابھی بچہ ہے۔ یہ الجبرا کے سوال کیسے۔ اس نے تو ابھی الجبرا شروع بھی نہیں کیا تھا۔

اس نے اپنے احساسات پر پردہ ڈالنے کے لئے بنتے ہوئے لاپرواہی سے پوچھا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی محسوس کیا کہ یہ سب حماقت ہے۔ "تم جب بڑی ہو جاؤ گی تو کس سے شادی کرو گی؟"

"ابھی اس کا کیا ذکر۔ غالباً کسی سے بھی نہیں۔ میں نے اس پر غور ہی نہیں کیا۔"

"مجھے امید ہے تم یہ خیال نہ کرو گی کہ مجھے کوئی دلچسپی ہے۔"

"تو پھر تم پوچھ کیوں رہے ہو؟"

"تم بڑی احمق ہو۔"

اب دونوں آپس میں جھگڑنے لگے۔ نیکا کو صبح سویرے اس لڑکی سے جو نفرت ہوئی تھی وہ یاد آگئی۔ اس نے اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے بھلا بُرا کہنا بند نہ کیا تو وہ اسے پانی میں ڈبو دے گا۔

"ذرا کوشش تو کر دیکھو۔" نادیا نے کہا۔ اس پر اس نے اسے کمر سے پکڑ لیا۔ دونوں ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے توازن کھو کر پانی میں گر پڑے۔

دونوں کو تیرنا آتا تھا مگر کنول کی بیلوں میں ان کے ہاتھ پاؤں اٹک کر رہ گئے۔ بہرحال وہ گھرے پانی میں نکل آئے اور چکنے گارے میں چلتے ہوئے پانی سے نکلے۔ ان کے جوتوں اور جیبوں سے پانی بہہ رہا تھا نیکا ذرا زیادہ تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

دونوں بری طرح بھیگے ہوئے ایک دوسرے کے پاس بیٹھ گئے چند مہینے پہلے اگر اس طرح کا حادثہ پیش آیا ہوتا تو اس وقت وہ چیختے چلاتے۔ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے اور ہنستے ہوئے دکھائی دیتے۔ لیکن اب وہ دونوں خاموش تھے۔ اور پورے وقفے کی احمقانہ نوعیت پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنا سانس ٹھیک کر رہے تھے۔

ناویا دل ہی دل میں جل رہی تھی۔ اور نیکا کا سارا جسم درد کر رہا تھا جیسے کسی نے ڈنڈے سے مار کر اس کی پسلیوں کو توڑ دیا ہو۔

آخر کار ناویا نے اس سکوت کو توڑتے ہوئے آہستگی سے ایک سیانی عورت کی طرح کہا۔ "تم واقعی پاگل ہو۔" اور نیکا نے بھی اتنی ہی متانت سے جواب دیا۔ "مجھے بہت افسوس ہے۔ میں شرمندہ ہوں۔"

وہ دونوں گھر کی طرف چلے تو ان کے کپڑوں سے پانی ایسے ٹپک رہا تھا جیسے پانی کے چھڑکاؤ سے ٹپکتا ہے۔ اب وہ اس گرد آلود چڑھائی پر پہنچے جہاں صبح نیکا نے سانپ دیکھا تھا۔

اسے اس ساحرانہ کیف و مسرت کی حالت اچھی طرح یاد تھی جس سے وہ رات سرشار رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صبح اٹھتے ہی قدرت اسکی مرضی کی تابع ہو گئی ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب میں کس بات کی خواہش کروں۔ میری سب سے پیاری تمنا کیا ہو سکتی ہے — اس نے سوچا — یہی کہ تالاب میں ایک بار پھر ناویا کے ساتھ گر پڑے۔ اور وہ یہ جاننے کے لئے بہت کچھ دے سکتا تھا کہ کیا یہ پھر ہو سکتا ہے۔

انوکھی لڑکی

(۱)

جاپان کے ساتھ بھی جنگ ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ یہ سانحہ دوسرے غیر متوقع حادثات سے دب کر رہ گیا۔ روس میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک انقلاب کی لہریں رواں دواں تھیں اور ہر انقلابی لہر پہلے سے زیادہ عظیم و شدید تھی۔

اسی زمانہ کی بات ہے کہ بلجیم کے ایک انجینئر کی فرانس نژاد بیوہ امیلیا کارنوواگیشارو جس نے روسی شہریت اختیار کر لی تھی یورال سے اپنے دو بچوں کو ساتھ لے کر ماسکو پہنچی۔ ان میں ایک بیٹا تھا۔ رودیا۔ اور دوسری بیٹی تھی لارسیا۔ اس نے اپنے بیٹے کو ملٹری اکیڈمی میں داخل کرا دیا اور بیٹی کو لڑکیوں کے جسمانی ورزش کے اسکول میں جہاں اتفاق سے نادیا کو نوگریوو بھی اس کی ہم جماعت تھی۔

مادام گیشار کے شوہر نے اس کے لئے کافی دولت اور حصص چھوڑے تھے جن کی قیمت کچھ عرصہ تک تو بڑھتی ہی رہی۔ مگر اب گرنا شروع ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا کہ اس کے مالی وسائل پر اس طرح جو بار پڑ رہا ہے اسے روکنا ضروری ہے۔ لہٰذا اس نے کوئی کام شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ریلوے آرک کے قریب کپڑا تیار کرنے کا ایک چھوٹا سا کارخانہ خرید لیا۔ یہ کارخانہ اس نے لیوتسکا کے ورثا سے خریدا جس کے ساتھ ہی اسے اس فرم کی نیک نامی خریدنا پڑی۔ درزنیں اور کام سیکھنے والی شاگرد لڑکیاں بھی مل گئیں۔

یہ کام مادام گیشار نے کوماروسکی کے مشورہ پر کیا۔ کوماروسکی ایک وکیل تھا اور کسی زمانہ میں اس کے شوہر کا دوست تھا۔ اب وہ اسی شخص سے مشوروں اور مدد کے لئے رجوع کرتی تھی۔ وہ ایک ٹھنڈے دل و دماغ کا کاروباری آدمی تھا اور اسے روس کی کاروباری دنیا سے اتنی واقفیت تھی جتنی کسی کو اپنی ہتھیلی سے ہو سکتی ہے۔ اسی سے خط و کتابت کر کے مادام گیشار نے یہ فیصلہ کیا تھا اور جب وہ بچوں کو لے کر ماسکو پہنچی تو اس نے ریلوے اسٹیشن پر ان کا استقبال کیا اور انھیں شہر کے دوسرے سرے پر اوروزنی پیریولوک کے علاقہ میں مونٹی نیگرو ہوٹل پہنچایا جہاں اس نے پہلے سے ان کے لئے کمرہ روک رکھا تھا۔ اسی نے رودیا کو ملٹری اکیڈمی اور لارا کو اپنی پسند کے اسکول بھیجنے کا مشورہ دیا تھا۔ کوماروسکی لڑکے سے یونہی سرسری مذاق کرتا اور لڑکی کو اتنا گھور کر دیکھتا کہ وہ شرما جاتی۔ اس خاندان نے تقریباً ایک ماہ تک مونٹی نیگرو ہوٹل میں قیام کیا اور اس کے بعد وہ اپنے ورکشاپ سے ملحق تین کمروں کے ایک مکان میں منتقل ہو گئے۔ یہ ماسکو کا بہت ہی بدنام علاقہ تھا۔ گلی کوچے تاریک و غلیظ۔ سستے شراب خانوں کی بھرمار جو ہر وقت مشتبہ چال چلن کے شیکی ڈریدوں سے بھرے رہتے تھے۔ بوڑھے کے پورے بازار اور گلی کوچے جرائم کے مراکز اور پیشہ ور عورتوں کے اڈوں سے پٹے پڑے تھے۔

(۲)

بچوں نے کمروں میں جو کوڑا کرکٹ مکمل اور ٹوٹا پھوٹا فرنیچر دیکھا تو انھیں اس پر قطعاً کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ والد کی وفات کے بعد سے ہی ان کی ماں مسلسل طور پر مفلسی کے خوف میں زندگی گذار رہی تھی۔ رودیا اور لارا کو یہ سننے کی عادت ہو گئی تھی کہ وہ تباہی کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ وہ اچھی طرح محسوس کرتے تھے کہ وہ گلی کے دوسرے بچوں سے مختلف ہیں۔ لیکن کسی یتیم خانہ میں تربیت یافتہ بچوں کی طرح ان کے دلوں میں بھی امیر آدمیوں کا خوف بُری طرح بیٹھ چکا تھا۔

ان کی والدہ اس خوف کی زندہ مثال تھی۔ مادام گیشار گوری چٹی موٹی تازی اور بھورے بالوں والی ایک ۳۵ سالہ خاتون تھی جسے کبھی دل کی گھبراہٹ کے دورے پڑتے اور کبھی حماقت کے۔ وہ بھیانک حد تک بزدل اور مردوں سے بُری طرح خوفزدہ رہتی۔ لہٰذا اسی خوف اور گھبراہٹ کا نتیجہ تھا کہ وہ کبھی کسی ایک سے محبت کرتی اور کبھی دوسرے سے۔

مونٹی نیگرو ہوٹل میں یہ خاندان کمرہ نمبر ۲۳ میں رہتا تھا۔ جب سے ہوٹل قائم ہوا تھا

کمرہ نمبر ۲۴ میں ایک سازندہ تاشکیوچ قیام پذیر تھا۔ سر سے گنجا۔ اکثر پسینے میں شرابور۔ بظاہر رحم دل۔ اور سر پر مصنوعی بالوں کی ٹوپی پہنے ہوئے۔ بات چیت کے دوران دوسروں کو قائل کرنے کے لئے اکثر اپنے دونوں ہاتھوں سے سینے پر ایسے نیت باندھتا جیسے عبادت گذار لوگ کرتے ہیں فیشن ایبل پارٹیوں اور موسیقی کے مقابلوں میں ساز بجاتے ہوئے وہ وجد میں آکر اپنا سر پیچھے کی طرف ڈھلکا کر آنکھیں گھمانے لگتا۔ وہ اپنے کمرہ میں بہت کم رہتا۔ سارا سارا دن ہالشوئی تھیٹر یا کنسرویٹری میں گذار دیتا ہمسایوں کی حیثیت سے وہ ایک دوسرے کی کبھی کبھار مدد کرتے رہتے اور اس طرح وہ ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے۔

(۳)

جب کبھی کوما روسکی وہاں آتا اور بچے گھر پر موجود ہوتے تو مادام گیشار پریشان سی ہو جاتی لہٰذا تاشکیوچ اپنے کمرہ کی چابی اسے دے جاتا کہ مادام اس کے کمرہ میں اپنے دوست سے مل سکے۔ جلد ہی وہ اس کی مروت پر اتنا بھروسہ کرنے لگی کہ اس نے بسا اوقات اس کے دروازے پر جا کر دستک دی اور اشک آلود نگاہوں کے ساتھ اس سے کہا کہ وہ اسے اس کے محسن سے بچائے۔

ورگشاپ تودر سکایا اسٹریٹ کے کونہ کے قریب ایک منزلہ مکان میں تھا۔ قریب ہی بریسٹ ریلوے کے انجن ڈپو۔ مال گودام۔ اور ملازمین کے مکانات تھے۔ انہی کوارٹروں میں سے ایک میں اولیا وامینا نام کی ایک لڑکی رہتی تھی جو بہت ذہین تھی۔ یہ لڑکی مادام گیشار کے ہاں کام کرتی اور اس کا چچا مال گودام میں۔ اولیا بہت تیزی کے ساتھ کام سیکھ رہی تھی۔ پرانے مالک بھی اس سے بہت خوش تھے اور نئے بھی۔ لہٰذا گیشار کو یہ لڑکی بہت پسند کرتی تھی۔

لیوتسکایا کے زمانہ سے اب تک فیکٹری میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ سلائی کی مشینیں تھی ماندی ورزنوں کے پاؤں یا سُبک ہاتھوں کے اشاروں پر بیدار شور مچاتی ہوئی مضطرب انداز سے چل رہی تھیں۔ کبھی کبھی کوئی عورت بجلی عجیب انداز سے بازو گھما کر سوئی دھاگہ سے بھیڑ کر رہی ہوتی۔ فرش پر کترنیں پھیلی ہوتیں مشینوں کے شور و غل کے ساتھ ہی کھڑکی میں لگے ہوئے ایک پنجرہ میں بند زرد رنگ کا پرندہ مسلسل اپنے راگ الاپتا۔ (جس کا صحیح نام اس کا سابق مالک اپنے ساتھ ہی قبر میں لے گیا) جس سے ہال کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی اور ہر کسی کو بات کرنے کے لئے نعرہ لگانا پڑتا۔

کھانے کے وقفہ میں خوردہ ایک میز کے گرد عجیب دلکش انداز میں جمع ہو جاتے جس فیشن

سے متعلق رسالوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔ یہ لوگ کھڑے ہو کر، بیٹھ کر یا میز پر جھک کر اس انداز سے نئے ماڈل، اور نئے فیشنوں کا تذکرہ کرتے جو وہ تازہ ترین فلموں میں دیکھ کر آتے تھے۔ دوسری میز پر مادام گیشار کی معاون اعلیٰ ترین کٹائی کرنے والی دبلی پتلی خاتون فاسنا سیلانیتو نافتی سودا منیجر کی کرسی پر بیٹھی۔ جس کے ڈھلکے ہوئے رخساروں پر مستے نکلے ہوئے تھے۔ یہ ہڈی کے بنے ہوئے ایک ہولڈر میں سیگریٹ پیتی۔ ہولڈر کو اپنے زرد دانتوں میں دبا کر سیگریٹ کا کش کھینچتی اور اپنی زردی مائل آنکھوں کو بھینگا بنا کر منہ اور ناک سے زرد دھواں باہر پھینکتی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ اپنی نوٹ بک میں بے شمار خریداروں کے ناپ۔ آرڈر۔ اور فرمائشیں نوٹ کرتی رہتی۔

مادام گیشار کو ورکشاپ چلانے کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ وہ محسوس کرتی کہ وہ صحیح معنوں کی مالکہ نہیں ہے تاہم عملہ ایمان دار تھا۔ اور فینی سودا قابل اعتماد منیجر تھی۔ لیکن زمانہ بہت خراب جا رہا تھا۔ اور مستقبل کے متعلق سوچنے سے اسے بہت ڈر لگتا۔ بعض اوقات تو وہ مایوسی کے عالم میں خود کو مفلوج محسوس کرنے لگتی۔

کوارود کی اکثر ان لوگوں سے ملنے جاتا۔ اور جب ان کے مکان جلنے کے لئے ورکشاپ سے گذرتا تو فینی اسمیلیو عورتوں کو جو نئے سے نئے کپڑے پہنے ہوتیں بری طرح گھورتا اور عورتیں اپنے آپ کو اس کے مشکوک مذاق سے بچانے کے لئے ہڑبڑا کر پردوں کے پیچھے چھپ جاتیں۔ دوزنیں اس پر بہت ناراض ہوتیں اور حقارت کے ساتھ بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگتیں: "یہ لاٹ صاحب آ گئے ہیں" "امیلیو کا ورسز" بوڑھا بجھارت عورتوں کا قاتل"

اس کا کتا جیک اس سے بھی زیادہ نفرت و حقارت کا مرکز بنا ہوا تھا۔ بعض اوقات وہ اسے بھی اپنے ساتھ لے آتا اور کتا آگے بڑھ کر کبھی کبھی تو اس زور سے جھٹکا دے کر اسے کھینچتا کہ کوارود کی لڑکھڑاتا۔ دھکے کھاتا ہوا اپنے بازو پھیلائے اس طرح اس کے پیچھے چلتا جیسے کوئی نابینا اپنے رہبر کے ساتھ۔

موسم بہار کا ایک دن تھا کہ جیک نے اپنے تیز دانت لالا کی ٹانگ میں پیوست کر ڈالے اور اس کی جرابیں کاٹ ڈالیں۔

آرلیلنے لالا کے کان میں آہستہ سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: "میں اس شیطان کو مار ڈالوں گی"

"ہاں۔ واقعی یہ بہت ہی خوفناک کتاب ہے۔ لیکن بیوقوف۔ تم یہ کام کروگی کیسے؟"

"ہش! اتنی بلند آواز سے بات نہ کرو۔ میں تمھیں بتاتی ہوں۔ وہ بیضوی شکل کے چھوٹے چھوٹے پتھر تو تم نے دیکھے ہیں نا! وہ جو تمھاری امّی کی دراز میں رکھے ہیں۔"

"ہاں ہاں! لیکن وہ تو شیشے اور سنگ مرمر کے بنے ہوئے ہیں۔"

"تو ٹھیک ہے نا! ذرا ادھر جھکو میں تمھیں کان میں بتاتی ہوں۔ ان منّے منّے پتھروں کو لیکر ان پر گوشت کی تہہ جما دو۔ یہ غلیظ درندہ انھیں کھا جائے گا۔ اور یہ منحوس پتھر خود ہی دم گھٹنے سے اپنی جان دے دیگا۔ یہ ترکیب ٹھیک رہے گی۔"

لآرا ہنسنے لگی اور اس نے اُولیا کی طرف رشک بھری نگاہوں سے دیکھا۔ وہ سوچ رہی تھی یہ ایک مزدور لڑکی ہے جو غربت میں دن گذار رہی ہے۔ اس قسم کے بچے وقت سے پہلے نشو و نما پا جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ کتنی اچھی اور معصوم ہے۔ جھک۔ بیضوی پتھر۔ جلانے اسے یہ ترکیب کیسے سوجھی۔ لآرا سوچ رہی تھی۔ لیکن یہ کیا؟ میری قسمت میں یہی رہ گیا ہے کہ ہر چیز کو دیکھوں اور اسے دل میں نقش کر لوں۔"

(۴)

"امّی اس کی ـــ کیا لفظ ہے ـــ وہ امّی کا ـــ یہ الفاظ بے ہودہ ہیں۔ میں اپنی زبان سے نہیں کہوں گی۔ تو پھر وہ میری طرف ایسے کیوں دیکھتا ہے؟ آخر میں اس کی بیٹی لگتی ہوں۔"

لآرا کی عمر سولہ سال سے کچھ ہی اوپر ہوگی۔ لیکن اس کی اٹھان اچھی تھی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اس کی عمر ۱۸ یا اس سے بھی زائد ہے۔ اس کا دل صاف تھا۔ جو اس سے ملتا خوش ہوتا شکل و صورت سے بھی وہ بہت اچھی تھی۔

اس نے اور دوسروں نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ جد و جہد کے بغیر انھیں زندگی میں کوئی کامیابی نصیب نہیں ہوگی۔ آرام طلب اور کھاتے پیتے لوگوں کے برعکس وہ قبل از وقت تجسس اور ان چیزوں کے بارے میں منطق بگھارنے کی عیاشی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ جنھیں ابھی تک قابلِ عمل قرار نہیں دیا گیا تھا۔ جس کے پاس بہت کچھ ہوتا ہے وہی خسیس ہوتا ہے۔ لآرا نہایت ہی پاکیزہ

اور پاکدامن لڑکی تھی۔

بھائی اور بہن کو چیزوں کی قدر و قیمت معلوم تھی اور وہ یہ جانتے تھے کہ اس وقت تک کتنی کامیابی ہوئی ہے۔ آگے بڑھنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ لوگ ان کے بارے میں اچھے خیالات قائم کرتے۔ لالا اسکول میں دل لگا کر کام کرتی تھی اس لئے نہیں کہ اسے تعلیم سے بجائے خود محبت تھی بلکہ محض اس لئے کہ صرف انہی طالب علموں کو وظیفے دیئے جاتے تھے جو سب سے زیادہ لائق اور اہل ہوں۔ اسی طرح وہ برتن دھونے، ورکشاپ کے کام میں مدد دینے اور اپنی ماں کے بتائے ہوئے کام انجام دینے میں لگا تی بھوپ شیا تھی۔ اس کی چال میں ایک دلربائی تھی اور اس کی تمام وضع قطع، آواز، جسم، اشارے، اس کی بھوری آنکھیں اور اس کے چمکدار اور ملایم بال یہ سب چیزیں مل کر حسن و دلربائی کا ایک مجسمہ معلوم ہوتی تھیں۔

وسط جولائی میں اتوار کا دن تھا چھٹی کے روز بستر پر دیر تک آرام کیا جا سکتا ہے۔ لالا آپشٹ کے بل لیٹی ہوئی تھی اور اس نے اپنے ہاتھوں سے سر کو سہارا دے رکھا تھا۔

ورکشاپ میں خاموشی تھی۔ سڑک کی جانب کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ لالا نے کسی قدر فاصلہ پر ڈرونکی کی پُرشور آواز سنی جو دھیمی ہوتی گئی کیونکہ گاڑی پتھریلے راستے سے ہٹ کر ٹرالی کی پٹڑی پر چلنے لگی تھی۔ "میں کچھ دیر اور سوؤں گی" اس نے سوچا۔ قصبہ کا شور اس کے لئے لوری کا کام دے رہا تھا اور اسے نیند آنے لگی۔

لالا نے اپنے بائیں کندھے اور اپنے داہنے پیر کے پنجہ سے اپنے قد و قامت اور بستر میں اپنی پوزیشن کا اندازہ لگایا۔ اس کے علاوہ اور ہر چیز خود اس سے مطابقت رکھتی تھی، اس کی روح اس کے جسم سے ہم آہنگ تھی اور بے صبری کے ساتھ مستقبل کو کامیاب بنانے کے لئے جدوجہد کر رہی تھی۔

"مجھے ضرور سو جانا چاہیئے" لالا نے سوچا اور اپنے ذہن میں گاڑیوں کے اجالہ کا تصور قائم کر لیا سائبانوں کے صاف شفاف فرش پر کھڑی ہوئی بڑی بڑی گاڑیاں، شیشہ کے ٹکڑوں سے بنی ہوئی لالٹینیں، پیتل کی کھالوں سے بنے ہوئے گدے اور آرام و آسائش کی زندگی کا نقشہ۔ اس کی نظروں میں پھر گیا۔ سڑک پر کچھ ہی آگے چل کر زنسکی بارکوں کے صحن میں مشق کرتے ہوئے گھوڑے اور ان پر سوار فوجی جوان جو گھوڑوں کو پہلے آہستہ آہستہ چلانے کے بعد برق رفتاری کے ساتھ چھوڑ دیتے تھے اور باہر چھوٹے چھوٹے بچوں اور آیاؤں کی قطار اور دودھ پلانے والی ماتائیں جو جنگلے کے باہر کھڑی

ہونی حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔

اور پھر کچھ اور آگے بڑھ کر لارا نے پیٹرووکا اسٹریٹ کا تصور کیا۔ ہائے اللہ، لارا، کیا تصور ہے! میں تمہیں صرف اپنا مکان دکھانا چاہتی تھی۔ اب ہم اس کے قریب ہی پہنچ گئے ہیں۔"

یہ آولگا کے عقیقہ کا دن تھا جو کوآروو کی کے کسی دوست کی چھوٹی بچی تھی۔ وہ لوگ گاڑیوں کے احاطہ میں رہتے تھے۔ بڑے بوڑھے رقص کر کے اور شمپین پی کر یہ تقریب منا رہے تھے۔ اس نے ماں کو بھی دعوت دی تھی لیکن وہ جا نہیں سکی تھیں کیونکہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ ماں نے کہا۔ "لارا کو لے جاؤ۔ تم ہمیشہ مجھ سے کہتے رہتے ہو کہ میں لارا کا خیال رکھوں۔ اچھا اب تم ہی اس کی خبر گیری کرو۔" اور اس نے واقعی اس کی خبر گیری کی۔ یہ بھی کیا مذاق تھا!

اس کی شروعات رقص ہی سے ہوئی تھی، یہ بھی کیسی دیوانگی تھی کہ بس بغیر کچھ سوچے ہوئے برابر چکر لگاتے رہے موسیقی کی تانوں کے ساتھ ہی ساری کائنات افسانوی زندگی کی طرح گذرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن موسیقی کے تھمتے ہی ایک قسم کا دھکا سا لگتا ہوا محسوس ہوتا تھا جیسے کسی نے ٹھنڈے پانی کی بالٹی آپ پر الٹ دی ہو۔ یا کسی نے آپ کو ننگا دیکھ لیا ہو۔ دراصل کسی شخص کو اپنے آپ سے اس قدر بے تکلف ہونے کی اجازت دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس طرح آپ یہ ظاہر کر سکیں کہ آپ بڑے ہو گئے ہیں۔

وہ کبھی یہ تصور بھی نہیں کر سکی تھی کہ وہ اتنی اچھی طرح رقص کرتا ہوگا۔ اس کے ہاتھ کتنے پختہ تھے اور اس نے کتنے اعتماد کے ساتھ اس کی کمر میں اپنے ہاتھ حمائل کئے تھے لیکن اب وہ کبھی ہرگز کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں دے گی کہ وہ اس طرح بوسہ لے سکے۔ اس نے کبھی خواب میں بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ کسی شخص کے ہونٹ اتنے گستاخ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اتنی دیر تک اس کے ہونٹوں سے ایک طویل بوسے کی صورت میں پیوست رہیں۔

اسے یتیم مغویت ختم کر دینی چاہیئے۔ ہمیشہ کے لئے۔ اسے شرم و حجاب سے کام لیتے ہوئے بناوٹ سے مسکرا کر اپنی آنکھیں نہیں جھکا لینی چاہئیں ورنہ اس کا نتیجہ خطرناک ہوگا۔ اس کے ذہن میں ایک نظر نہ آنے والی اور خطرناک حد بندی کا بھی دھندلا سا تصور تھا جس سے ایک قدم آگے بڑھانے پر بے پناہ گہرائیوں میں گر جانے کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ اسے رقص کا خیال چھوڑ

دینا چاہیئے۔ وہی تمام برائیوں کی جڑ تھی۔ اسے جرأت سے کام لے کر انکار کر دینا چاہیئے اور یہ ظاہر کرنا چاہیئے کہ اس نے رقص کرنا نہیں سیکھا یا یہ کہ اس کے پیر میں چوٹ آگئی ہے۔

(۵)

اس سال موسم خزاں میں ماسکو کی ریلوے لائن پر کام کرنے والے مزدوروں میں بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ ماسکو۔کازان لائن پر کام کرنے والے عملے نے ہڑتال کر دی اور خیال تھا کہ ماسکو برلیٹ لائن کا عملہ بھی ہڑتال میں شریک ہو جائے گا۔ ہڑتال کا فیصلہ کر لیا گیا تھا لیکن ہڑتال کمیٹی نے ابھی تک کوئی تاریخ مقرر نہیں کی تھی۔ ریلوے میں ہر شخص یہ بات جانتا تھا کہ ہڑتال ہونے والی ہے اور اسے شروع کرنے کے لئے محض کسی بہانے کی ضرورت ہے۔

اکتوبر کے شروع مہینہ کی ایک سرد صبح تھی، آسمان ابر آلود تھا اور یہ مزدوروں کی اجرتیں ملنے کا دن تھا۔ کافی عرصہ تک محاسب کے دفتر سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اس کے بعد ایک لڑکا تنخواہوں کا حساب اور ان جرمانوں کی فہرست اور تفصیل لے کر دفتر میں آیا جو ان کی تنخواہوں میں سے کاٹے گئے تھے۔ خزانچی نے تنخواہیں بانٹنی شروع کر دیں۔ ایک طویل قطار میں کنڈکٹر سوئچ مین، مستری اور ان کے نائب، ڈپو میں صفائی کرنے والی عورتیں اور دوسرے ملازمین ورکشاپوں، گوداموں، انجن شیڈ اور لائن کی طرف سے میدان میں ہو کر دفتر اور اسٹیشن کی طرف آنے لگے۔

شہر میں ہوا کی بو سے ہی ظاہر تھا کہ موسم سرما شروع ہو رہا ہے جو پاؤں تلے روندے ہوئے درختوں کے پتوں۔ پگھلی ہوئی برف۔ انجن کے جلے ہوئے کوئلے کی کالک اور تنور سے ابھی ابھی نکلی ہوئی گیہوں کی روٹی کی لپٹ کا عجیب و غریب امتزاج معلوم ہوتی تھی۔ یہ روٹی اسٹیشن کے طعام خانہ کے تہ خانہ میں پکائی جا رہی تھی۔ گاڑیوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ شنٹنگ ہو رہی تھی۔ ڈبوں کو ایک دوسرے سے جوڑا جا رہا تھا۔ الگ کیا جا رہا تھا۔ یہ سب کام جھنڈیوں کے اشاروں سے ہو رہا تھا۔ جنھیں کبھی کھولا جاتا اور کبھی لپیٹ دیا جاتا۔ انجن پھک پھک کر رہے تھے۔ گارڈ اپنے ہارن بجا رہے تھے۔ اور شنٹر سیٹیاں بجانے میں لگے تھے، دھوئیں کے بادل مرغولے بناتے ہوئے برابر آسمان کی جانب بلند ہو رہے تھے، سُوں سُوں کرتے ہوئے انجن

موسم سرما کے خنک بادلوں کو چیرتی ہوئی گرم بھاپ کے بادلوں سے سینک رہے تھے
فوفلیجن اور پاول فیرابنتو دوح انتی پوف ریلوے لائن کے کنارے ٹہل رہے تھے۔ اول الذکر ڈویژنل مینیجر تھا اور دوسرا لائن کا اوورسیر۔ انتی پوف ریلوے لائن کی مرمت میں استعمال ہونے والے فاضل پرزوں کی ساخت کے بارے میں متعلقہ کارخانہ کی شکایت کر رہا تھا۔ فولاد ضرورت کے مطابق سخت نہیں تھا لہٰذا پٹڑی پورا بار برداشت کرنے کی آزمائش میں ناکام رہی۔ اور انتی پوف کا خیال تھا کہ شدید سردی کے موسم میں پٹڑی ٹوٹ جائے گی۔ منتظمین محض اس کی شکایات کو دبا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان ٹھیکوں میں کوئی خوب دولت سمیٹ رہا ہے۔

فوفلیجن سمور کا ایک قیمتی کوٹ پہنے ہوئے تھا جس پر ریلوے یونیفارم کے نشانات کڑھے ہوئے تھے۔ کوٹ کے بٹن کھلے ہونے کے باعث اس کا نیا سرج کا سوٹ بھی دکھائی دے رہا تھا۔ لائن کے کنارے احتیاط کے ساتھ چلتے ہوئے وہ عجیب مسرت کے ساتھ اپنے کوٹ کے گریبان کی ٹوٹ، پتلون کی سلوٹوں اور نفیس جوتوں پر بھی نظر ڈالتا جا رہا تھا۔ انتی پوف جو کچھ کہہ رہا تھا اسے وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا رہا تھا۔ فوفلیجن اس وقت کچھ دوسرے ہی خیالوں میں غرق تھا۔ وہ بار بار گھڑی نکالتا اور اسے غور سے دیکھتا اسے کہیں جانے کی جلدی تھی۔

"بہت ٹھیک، بہت ٹھیک، میرے پیارے دوست" اس نے بے صبری کے ساتھ کہا لیکن اس کا خطرہ صرف بڑی لائن پر ہی ہو سکتا ہے جہاں ٹریفک زیادہ ہوتا ہے لیکن ذرا سب چیزوں پر نظر تو ڈالو، مین لائن کے ساتھ کی پٹڑیاں تھوڑی دور پر ختم ہو جانے والی ہیں اور لائنوں کے قریب خورد رو پودے اور ٹریفک۔ زیادہ سے زیادہ ایک پرانا شنٹنگ کرنے والا انجن جو گاڑی سے کٹے ہوئے ڈبوں کو لے جا رہا ہو۔ اس سے زیادہ تم اور کیا چاہتے ہو؟ ضرور تمھارا دماغ چل گیا ہے۔ تم فولاد کی بات کرتے ہو۔ یہاں تو لکڑی کی پٹڑیاں بھی کام دے جائیں گی۔"

فوفلیجن نے اپنی گھڑی دیکھی، اس کا ڈھکن بند کیا اور پھر فاصلہ پر گھور کر دیکھنے لگا جہاں ایک

سڑک بلیے لائن کی طرف آتی تھی۔ سڑک کے ایک موڑ پر اسے ایک گاڑی دکھائی دی۔ یہ فلپجن کی اپنی گاڑی تھی۔ اسکی بیوی اس کے پاس آئی تھی۔ پٹڑی کے قریب آکر کوچوان نے گھوڑوں کی لگامیں کھینچ لیں وہ ان سے چلا چلا کر عورتوں کی طرح باتیں کرتا جا رہا تھا بالکل اسی طرح جیسے کوئی آیا شریر بچوں کو ڈانٹ رہی ہو۔ گھوڑے ٹرینوں کو دیکھ کر بھڑک گئے تھے۔ گاڑی کے ایک کونے میں ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہوئی تھی اس نے گدوں کا سہارا لے رکھا تھا۔

"اچھا میرے پیارے دوست، پھر کسی وقت سہی" ڈویژنل منیجر نے اپنا ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا جیسے وہ یہ کہنا چاہتا ہو کہ "مجھے کچھ ایسی چیزوں کے بارے میں سوچنا ہے جو ریل کی پٹڑیوں سے زیادہ اہم ہیں"۔ دونوں میاں بیوی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

(۶)

تین چار گھنٹے بعد تقریباً مغرب کے وقت ریل کی پٹڑی سے کچھ فاصلہ پر ایک کھیت میں جہاں اس وقت تک کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا دو سائے زمین پر سے اٹھتے ہوئے دکھائی دیئے اور پیچھے گھوم کر دیکھنے کے بعد تیزی سے ایک طرف چلے گئے۔

"ہمیں اور زیادہ تیز چلنا چاہیئے" عورت نے کہا۔ "مجھے اس کا ڈر نہیں ہے کہ جاسوس ہمارا پیچھا کر رہے ہوں گے لیکن جیسے ہی وہ کاہل آدمی اپنا کام ختم کر لیں گے وہ باہر آکر ہمارا پیچھا کریں گے۔ میں ان کی شکل تک دیکھنے کا روادار نہیں ہوں۔ اگر تمام معاملہ اسی طرح طول پکڑتا گیا تو پھر اسی گیلی سے کیا فائدہ؟ پہلے خود ہی آگ لگاؤ اور پھر اس سے بچنے کی فکر کرو۔ تم بھی خوب آدمی ہو جو ایسے لوگوں کی طرفداری کر رہے ہو"

"میری داریا کو ٹائیفس ہو گیا ہے۔ مجھے اس کو ہسپتال لے جانا چاہیئے جب تک میں اسے ہسپتال لے جا کر نہ دکھا دوں اور کسی چیز کے بارے میں سوچنا مشکل ہے"

"وہ کہتے ہیں کہ آج تنخواہیں مل رہی ہیں میں دفتر تک جاؤں گا۔ اگر آج تنخواہ نہ ملی تو میں تم سب پر لعنت بھیجوں گا۔ خدا کی قسم میں ایسا ہی کروں گا۔ میں یہ سب کچھ ختم کر دوں گا اور ایک منٹ بھی انتظار نہیں کروں گا"

"اور کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ تم یہ کام کس طرح کرو گے؟"

"کوئی مشکل نہیں میں بوائلر روم میں جاؤں گا اور سیٹی بجا دوں گا۔ بس"

انھوں نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا اور مختلف سمتوں میں روانہ ہو گئے۔

تیورزن ریل کی پٹڑیوں کو پار کر کے شہر کی طرف چل دیا۔ راستہ میں اسے وہ لوگ آتے ہوئے ملے جو دفعتہً سے اپنی تنخواہیں لے کر آ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اس نے اندازہ لگایا کہ اسٹیشن کے تقریباً سارے عملے کو تنخواہیں ادا کر دی گئی ہیں۔

اس وقت اندھیرا ہو چلا تھا اور دفتر میں روشنی ہو رہی تھی بے فکر مزدور دفتر کے باہر صحن میں جمع تھے دفتر کے باہر سڑک پر فورڈین کی گاڑی کھڑی تھی جس میں اس کی بیوی بالکل اسی انداز سے بیٹھی ہوئی تھی جیسے اس نے چھ گھنٹے سے حرکت ہی نہ کی ہو۔ وہ اپنے شوہر کا انتظار کر رہی تھی جو اپنی تنخواہ لے رہا تھا

اسی وقت برف پڑنی شروع ہو گئی۔ کوچوان نے گاڑی کی چھت پر ترپال لینے کے لئے اپنے بکس پر سے اٹھا جس وقت وہ چھت پر ترپال لینے کی کوشش کر رہا تھا تو لیزا گاڑی کے اندر بھی ہوئی برف کے گرتے ہوئے گالوں کو تعریفی نظروں سے دیکھ رہی تھی جو دفتر کے لیمپوں کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ وہ بغیر پلک جھپکائے خوابیدہ نظروں سے مزدوروں کے سروں کے اوپر ایک خاص نقطہ پر تک رہی تھی اور اس کے اس انداز سے ایسا ظاہر ہوتا تھا جیسے اس کی نظریں ضرورت پڑنے پر گرتی ہوئی برف اور کہرے کی طرح ان کے جسموں کے بھی پار ہو جائیں گی۔

تیورزن نے اس کا یہ انداز دیکھ لیا۔ وہ اسے دیکھ کر چونک پڑا۔ وہ سلام کئے بغیر اس کے پاس سے ہو کر گذر گیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی تنخواہ بعد میں آ کر لے گا تاکہ دفتر میں اس کے شوہر کا سامنا نہ ہو جائے۔ وہ احاطہ کے تاریک گوشے کی طرف چلا گیا جہاں ورکشاپ تھا اور ڈپو کی طرف جانے والی پٹڑیوں کا جال بچھا ہوا تھا۔

"تیورزن! کپر کہ!" تاریکی میں سے کئی آوازیں سنائی دیں۔ ورکشاپ کے باہر کچھ لوگوں کا مجمع تھا۔ اندر کوئی شخص زور زور سے چلا رہا تھا اور ایک لڑکا رو رہا تھا۔ کوپریان سیموئیلوچ اندر جا کر اس لڑکے کی مدد کرو۔" مجمع میں سے آواز آئی۔ عورت نے کہا۔

معمول کے مطابق بوڑھا فورمین پیوتر ہے [illegible] اپنے نوعمر شاگرد یوسف کو پکار رہا تھا۔

خود ولیف ہمیشہ سے ایسا ظالم اور شراب پی کر شور و غل مچانے والا نہیں تھا۔ ایک وہ زمانہ بھی تھا جب ایک نوجوان اور مستعد مزدور کی حیثیت سے وہ اسکو کے صنعتی علاقہ میں تاجروں اور پادریوں کی توجہ کا مرکز ہوتا اور وہ اسے قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا کرتی تھیں۔ لیکن اس لڑکی مارفا نے جس سے اسے محبت تھی اور جس نے اسی سال کانونیت اسکول میں تعلیم ختم کی تھی اسے ٹھکرا دیا اور اس کے ساتھی سویلی کی کوشش سے شادی کر لی تھی جو ایک مکینک اور تیور زن کا باپ تھا۔

سویلی کے ہیبتناک انجام کے پانچ سال بعد (۱۹۰۵ء) میں ریل کے سنسنی خیز حادثہ میں جل کر مر گیا تھا۔ خود ولیف نے پھر اپنی محبت کا اظہار کیا لیکن مارفا گلوریلو فانے پھر سے مسترد کر دیا۔ محبت میں ناکام ہو کر خود ولیف نے شراب نوشی اور لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا۔ وہ دنیا سے انتقام لینا چاہتا تھا جو اس کے خیال میں اس کی بدبختی کی ذمہ دار تھی۔

یوسپکا جمال ازنکالڑکا تھا جو اس علاقہ کے مکانوں کا چوکیدار تھا جہاں تیور زن رہتا تھا۔ تیور زن نے لڑکے کو اپنی نگرانی میں لے لیا تھا اور اس سے خود ولیف کے غصہ کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی تھی

"او ایشیائی، کیا ریتی اسی طرح پکڑی جاتی ہے؟" خود ولیف یوسپکا کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اور اس کی گدی پر گھونسے مارتے ہوئے زور سے چیخا۔ "او پھٹے دیدوں والے تاتاری کیا ٹوٹے ہوئے لوہے کو صاف کرنے کا یہی طریقہ ہے؟"

"اُف اب میں ایسا نہیں کروں گا، اوہ چھوٹے چچا اب میں ایسا نہیں کروں گا۔ مجھے مارنا بند کر دو۔"

"اس سے ہزار مرتبہ کہا گیا ہے کہ اس طرح کام کرے لیکن نہیں وہ اپنا طریقہ استعمال کرتا ہے! اس بدمعاش نے تو دُھرا ہی توڑ دیا ہوتا۔"

"میں نے دُھرے کو چھوا تک نہیں، سچ کہتا ہوں کہ نہیں چھوا۔"

"تم لڑکے پر ظلم کیوں کرتے ہو؟" تیور زن نے مجمع کے درمیان سے گذر کر آگے بڑھتے ہوئے پوچھا

"تم سے کوئی مطلب نہیں ہے۔" خود ولیف نے بگڑتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تم لڑکے پر ظلم کیوں کرتے ہو؟"

"اور میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ جھگڑا بڑھنے سے پہلے ہی تم یہاں سے کھسک جاؤ۔ سر شار سٹ خدائی

فوجدار! ایسے ذلیل کیڑے کو جان سے مار دینا ہی اچھا ہوگا۔ اس نے تو میرا دھرا ہی توڑ دیا تھا۔ اسے تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ ابھی تک زندہ ہے۔ شیطان، میں نے تو صرف خدا اس کے کان مسلے تھے اور بال کھینچے تھے۔"

"تو تمھارے خیال میں ایسا کرنے پر اس کی گردن مار دینی چاہیئے تھی۔ تمھیں واقعی اپنے وجود پر شرم آنی چاہیئے۔ تم ایک پرانے فوجدار ہو، تمھارے بال سفید ہو چکے ہیں لیکن تمھیں ابھی تک عقل نہیں آئی ہے۔"

"بھاگ جاؤ، میں تم سے کہتا ہوں کہ صحیح سلامت یہاں سے کھسک جاؤ۔ میں تمھارا بھیجا پاپڑ کر دوں گا، او کتے کے پلے، تو مجھے نصیحتیں کر رہا ہے۔ او ذلیل انسان تو بیل کی پوروں پر اپنے باپ کی نظروں کے سامنے پلا بڑھا ہے، میں تیری ماں کو جانتا ہوں جو ایک چھوہڑ، ذلیل اور آوارہ عورت تھی۔"

اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا وہ ایک ہی منٹ کے اندر ختم ہو گیا۔ قریب ہی، پنچ پراونڈا رو رہے کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے اور ان دونوں کے جو کچھ بھی ہاتھ پڑا، انھوں نے اٹھا لیا۔ اگر مجمع کے آدمیوں نے فوراً بڑھ کر انھیں علیحدہ نہ کر دیا ہوتا یقیناً ایک دوسرے کو مار ڈالتے۔ خود ولیف اور تیوزن سر جھکائے کھڑے ہوئے تھے ان کی پیشانیاں ایک دوسرے کو چھو رہی تھیں۔ ان کے چہرے زرد تھے اور آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ غصہ کی زیادتی کی وجہ سے ان کے منہ سے ایک لفظ تک نہیں نکل رہا تھا۔ لوگوں نے پیچھے سے ان کے بازو مضبوطی سے پکڑ رکھے تھے۔ دو ایک مرتبہ انھوں نے آزاد ہونے کی کوشش کی اور ایسا کرنے کے لئے انھوں نے اپنے بدن کو جھٹکے دیئے اور اپنے ان ساتھیوں کو گھسیٹنے کی کوشش کی جو انھیں لپٹے ہوئے تھے ان کی جیکٹ اور قمیصوں کے بٹن ٹوٹ گئے اور ان کے لباس شانوں پر سے اتر گئے۔ ان کے چاروں طرف برابر شور مچا ہوا تھا۔

"چھینی! چھینی اس سے چھین لو، وہ اس کا سر پھاڑ دے گا۔ پیوتے، بوڑھے آدمی اب عنقریب تھوک دو۔ وہ ہم تمھارا بازو توڑ دیں گے! آخر ہم ان کے ساتھ اس چھل کو میں شریک کیوں ہیں۔ دونوں کو کھینچ کر ایک دوسرے سے الگ کرو اور تالے میں بند کر کے یہ قصہ ختم کرو۔"

تیوزن نے بلا کی طاقت و جذبہ جبر کے ساتھ یکدم ان دونوں آدمیوں کو جھٹکا دے کر الگ کر دیا۔ جو اس سے چمٹے ہوئے تھے اور دروازے کی طرف دوڑا۔ وہ بھی اس کے پیچھے دوڑے

مگر یہ دیکھ کر کہ اس نے اپنا ارادہ بدل دیا انھوں نے اسے چھوڑ دیا۔ دروازہ زور سے بند کر کے وہ باہر نکلا اور پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ موسم خزاں کی نم آلود رات تھی۔ اور وہ بڑبڑا رہا تھا: "تم ان کی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہو اور وہ تم پر چاقو لے کر دوڑتے ہیں۔" راست چلتے ہوئے وہ اس سے بھی بے نیاز تھا کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔

ذلت و رسوائی، دھوکہ اور فریب کی یہ دنیا جس میں ایک صرف تنہا سے زیادہ مالدار عورت کی قیمت کہ وہ مزدوروں کے ایک پورے ہجوم کو گھور کر دیکھے اور ان پر رعب ڈالے اور جہاں ایک ایسے نظام میں شراب سے بے حال ہو جانے والا مزدور اپنے ساتھیوں کو اپنا پہنچا کر مسرت محسوس کرے۔ اب یہ دنیا اس کی نظر میں پہلے سے بھی زیادہ ناقابل نفرت تھی۔ وہ تیزی کے ساتھ ایسے قدم اٹھا رہا تھا جیسے کہ اس تیزی کے سبب دنیا کے نظام میں وہی توازن اور ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی جو اس کے خیال میں اس وقت مفقود تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ان کی گذشتہ چند روز کی تمام جدوجہد۔ لائن کی تمام مصیبتیں علیحدگی میں تقریریں۔ ہڑتال کا فیصلہ ــــ جس پر ابھی عمل نہیں ہوا لیکن جو ابھی منسوخ بھی نہیں کیا گیا تھا ــــ ان کے طویل سفر کی مختلف منزلیں ہیں۔

لیکن اس وقت تو وہ اتنا جوش میں تھا کہ ذرا بھی ــــ ستائے بغیر راستے بھر دوڑنا چاہتا تھا۔ اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا کہاں جا رہا ہے لیکن اس کے پیروں کو معلوم تھا کہ وہ اسے کہاں لے جا رہے ہیں۔

تیوزن کو کافی تاخیر کے ساتھ معلوم ہوا کہ اینی یوف کے ساتھ خفیہ پناہ گاہ سے اس کی روانگی کے بعد ہی ہڑتال کمیٹی نے اسی رات ہڑتال شروع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ انھوں نے اسی وقت یہ بھی فیصلہ کیا کہ ان میں سے کون کہاں جائے گا۔ اور کن لوگوں کو باہر آنے کے لئے کہا جائے گا۔ عین اس وقت جبکہ انجن کی مسرت کے ورکشاپ کی سیٹی بجی، تیوزن نے محسوس کیا کہ یہ آواز اس کے دل سے نکل رہی ہے جو پہلے ذرا بھاری تھی مگر بعد میں بالکل صاف ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈپو اور مال گودام سے مزدور نکل کر باہر جمع ہو گئے۔ بعد میں بوائیلر روم کے مزدور بھی ان سے آملے۔ انھوں نے تیوزن کے اشارہ پر کام چھوڑ دیا تھا۔

(۷)

تیوزن نے سال تک یہی سمجھتا رہا کہ اس رات صرف اس نے لائن پر کام اور ٹریفک کو رکوا دیا

تھا۔ مگر ایک عرصہ تک ہڑتال میں شرکت کے الزام میں۔ ہڑتال کرانے کے الزام میں نہیں۔ اس پر مقدمہ چلا۔ اس وقت اسے صحیح بات معلوم ہوئی۔

لوگ دوڑتے ہوئے باہر آتے اور پوچھتے: "یہ سب لوگ کہاں جا رہے ہیں؟" اس اشارہ کا مطلب کیا ہے؟" — "تم بہرے تو نہیں ہو؟" اندھیرے سے آئے ہیں۔ آگ لگ گئی سنو۔ وہ خطرہ کی گھنٹی بجا رہے ہیں۔ وہ ہم سے آگ بجھانے کو کہہ رہے ہیں۔" — "لیکن آگ کہاں ہے؟" — "آگ ضرور لگی ہے کہیں ورنہ پھر انھیں خطرہ کی گھنٹی بجانے کی کیا ضرورت تھی۔" ایک کے بعد دوسرا۔ اسی طرح دروازے کھلتے اور بند ہوتے رہے۔ لوگ باہر آ گئے اور آوازیں آئیں "آگ"۔ اس انجن کی سنو ذرا۔ اب یہ ہڑتال ہے سمجھے یا نہیں۔ یہ ذلیل کام کرنے کے لئے اب یہ دوسرے لوگوں کو لے آئیں۔ چلو جانو! ہم چلیں۔ لوگ بوق در بوق اس ہجوم میں شامل ہوتے رہے یہ سمجھے کہ مزدوروں نے ہڑتال کر دی تھی۔

تیودزن دو دن کے بعد گھر لوٹا اس کی ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی اور آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ بڑی سے وہ اکڑا جا رہا تھا۔ ان کے اس وقت غیر متوقع طور پر سردی شروع ہو گئی تھی اور تیودزن نے سردی کا لباس نہیں پہن رکھا تھا۔ چونکہ یہ جمال الدین اسے دروازے پر ملا۔

"شکریہ مسٹر تیودزن" — اس نے ٹوٹی پھوٹی روسی زبان میں کہا۔ آپ نے یوسپکا کو بچا لیا میں ہمیشہ آپ کے لئے دعا کروں گا۔

جمال الدین تم پاگل ہو — مختصر بات کرو۔ اور جو کچھ کہنا ہے جلد کہو۔ تم دیکھ نہیں رہے ہو کتنی سردی پڑ رہی ہے۔"

"تمھیں سردی کیوں لگ رہی ہے؟ تم جلد گرم ہو جاؤ گے۔ میں نے اور تمھاری ماں نے کل اچھی قسم کی سوکھی ہوئی کافی لکڑی خرید رکھی ہے۔"

"شکریہ جمال الدین اگر کوئی اور بات ہو گئی ہو تو اسے بھی جلدی بتا دو میں سردی سے ٹھٹھر رہا ہوں۔"

"میں تم سے کہنا چاہتا تھا کہ رات گھر پر نہ گذارو — پولس یہاں یہ پوچھتی ہوئی آئی تھی کہ گھر پر کون آیا تھا۔ میں نے کہا کوئی نہیں۔ پھر مجھے اطمینان ہوا۔ میں نے کہا ریلوے کے لوگ آئے تھے لیکن کوئی اجنبی نہیں آیا۔"

"تیودزن کی شادی نہیں ہوئی تھی وہ اپنی ماں اور چھوٹے بھائی کے ساتھ رہتا تھا جس کی شادی

بڑی تھی۔ عمارت ہولی ٹرینٹی کے قریب چرچ کی تھی۔ اس میں کچھ پادری خدا بخش والوں کی دو انجمنیں ایک قصائیوں کی انجمن اور دوسری سبزی فروشوں کی انجمن بھی تھی۔ لیکن ان میں زیادہ تر اسکو بریسبٹ ریلوے کے ملازم تھے۔ یہ مکان پتھر کا تھا۔ صحن کے چاروں طرف لکڑی کے تختے بچھا کر راستہ بنایا گیا تھا اور اس میں سے کوئی پھوٹی سیڑھیاں اوپر کو جاتی تھیں۔

تیورزن کا بھائی جبری طور پر فوج میں بھرتی کر کے لڑائی پر بھیجا گیا تھا۔ وہ وفا نکاؤ میں زخمی ہو گیا تھا اور اب کراسنو یارسک کے ہسپتال میں زیر علاج تھا۔ اس کی بیوی اور دو لڑکیاں اسے دیکھنے اور گھر والے وہاں گئی ہوئی تھیں۔ تیورزن کے خاندان کے لوگ شروع ہی سے ریلوے میں ملازم تھے اس لئے وہ پورے روس میں سرکاری پاس پر سفر کرتے تھے۔ فلیٹ پرسکون تھا اور اس وقت وہاں صرف تیورزن اور اس کی ماں تھی۔

وہ دوسری منزل پر تھا۔ سامنے کے دروازے کے قریب پانی کا ایک بڑا برتن رکھا ہوا تھا جسے بھشتی باقاعدگی کے ساتھ بھر جاتا۔ تیورزن جب اوپر آیا تو اس نے دیکھا کہ برتن کے اوپر کا ڈھکنا ٹیڑھا کر کے ہٹا دیا گیا ہے اور پانی کی جمی ہوئی سطح پر ٹین کا ایک ڈونگا رکھا ہوا ہے۔ پروفت ضرور اس وقت گھر ہی پر ہوگا اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ پروفت فانا زیوچ سوکولوف چرچ میں مقدس گیت گانے کا کام کرتا تھا اور تیورزن کی ماں کا رشتہ دار تھا۔

تیورزن نے برف پر سے ڈونگا اٹھایا اور دروازہ کھولا۔ اسے فوراً باورچی خانے کی گرم گرم ہوا اور کھانے کی خوشبوئیں محسوس ہوئیں۔

"ماں تم نے خوب آگ جلا رکھی ہے اندر کتنا گرم اور اچھا ہے۔"

ماں نے گردن اٹھا کر بیٹے کو دیکھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"ابھی کوئی کامیابی نہیں ہوئی" اس نے آہستگی سے کہا۔ "ماسکو سے وارسا تک ریلوے لائن پر ہڑتال شروع ہو گئی ہے۔"

"میں جانتی ہوں اسی لئے میں رو رہی ہوں۔ وہ اب تیرے پیچھے ہوں گے۔ تجھے پکڑنا چاہیں گے۔ وہ جو تمھارا پیچھا کرتے ہیں نا۔ اس نے میرا سر تقریباً توڑ ہی ڈالا تھا۔"

اس نے اپنی ماں کو بہلانے کی کوشش کی لیکن ماں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیپر نیکا اس پر ہنسا

گناہ ہے تمھیں اس بدنصیب سے ہمدردی ہونی چاہیئے۔"

"انتی پوف کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ پولس رات کو اس کے گھر آئی اس کے فلیٹ کی تلاشی لی تمام چیزیں الٹ پلٹ کر رکھ دیں اور آج صبح اسے گرفتار کر لے گئی۔ اس کی بیوی ڈاریا میجاوی بخار میں مبتلا اسپتال میں پڑی ہوئی ہے اور ان کا بچہ پاشا جو سکول میں ہے اپنی گونگی خالہ کے ساتھ گھر میں اکیلا رہ گیا ہے۔ ان سے فلیٹ خالی کرایا جا رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم بچے کو اپنے پاس رکھ لیں۔ پروف کی کیا رائے ہے؟"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ آیا ہوا ہے؟"

"میں نے ابھی دیکھا ہے کہ پانی کا برتن کھلا پڑا ہے اور اس کے اوپر ڈونگا پڑا ہوا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ پروف ہی کی حرکت ہو سکتی ہے۔"

"کیپرنیکا تم کتنے تیز ہو۔ ہاں وہ پروف انانیوچ کچھ کریاں لینگز آیا تھا میں نے وہ بیئر سے میں تو بالکل ہی بھول گئی۔ کیپرنیکا تمھیں معلوم ہے پروف کیا خبر لایا تھا؟ — وہ ایک منشور پر دستخط کرنے ہیں جس سے ہماری کایا پلٹ ہو جائے گی۔ ہر آدمی کے ساتھ اچھا سلوک ہوگا کسانوں کو زمینیں ملیں گی ہم میں اور بڑے لوگوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ پروف کہتا تھا کہ اس پر دستخط ہو چکے ہیں بس اس کا اعلان ہونا باقی ہے۔ سینیٹ نے گرجا میں شکرانے پڑھنے جانے کس کی دعا مانگنے کو کہا ہے۔ اس نے مجھے بتایا تھا لیکن میں بالکل بھول گئی۔ (۸)

پاشا اپنی پون جس کے باپ کو شہتاں کے ایک منتظم کی حیثیت سے گرفتار کر لیا گیا تھا۔ جیوزن خاندان کے ساتھ رہنے کے لئے چلا گیا۔ وہ ایک صاف ستھرا لڑکا تھا جس کے نقش و نگار سادہ تھے، اس کے بال کھرے تھے اور وہ عین درمیان سے مانگ نکالتا۔ بالوں کو ہمیشہ کنگھے سے ٹھیک کرتا اور اپنے لباس کی تسکین یا ہیٹی پر سکول کا بیج ٹھیک کرتا رہتا۔ اسمیں مزاح سے لطف اندوز ہونے اور چیزوں کو دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت موجود تھی جب وہ ہوشیاری کے ساتھ ان تمام چیزوں کی نقل کرتا جو اس نے دیکھی یا سنی تھیں تو ہنستے ہنستے لوگوں کے پیٹ میں بل پڑ جاتے تھے۔

۷ اکتوبر کے منشور کے فوراً بعد ہی مختلف انقلابی جماعتوں نے ایک بڑے مظاہرہ کا اعلان کیا۔ اس کا راستہ تاتیوگیٹ سے شہر کے دوسری طرف کالوگا گیٹ تک تھا۔ لیکن یہ معاملہ ویسا ہی تھا جیسے بہت سے باورچی مل کر شوربہ خراب کر دیتے ہیں مظاہرہ کا منصوبہ بنانے والے آپس ہی میں لڑ پڑے

اور یکے بعد دیگرے مظاہرے سے علیحدہ ہو گئے۔ پھر یہ معلوم ہونے پر کہ مقررہ حجم کو مجمع بہر حال ہو گیا تھا انھوں نے جلدی سے اپنے نمائندے مظاہرے کی قیادت کرنے کے لئے بھیج دیئے۔

اگرچہ تیورزن نے اسے باز رکھنے کی بہت کوشش کی لیکن اس کے باوجود اس کی ماں مظاہرین میں جا کر شامل ہو گئی اور خوش مذاق ولمنار پاشا بھی اس کے ساتھ چلا گیا۔

نومبر کا یہ ایک خشک دن تھا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور برف کے گالے ایک ایک کر کے آہستہ آہستہ فضا میں چکر کھاتے ہوئے نیچے تختہ فرش پر گر کر جم جاتے تھے۔ سڑک پر لوگ جوق در جوق چلے آ رہے تھے۔ ہر طرف ایک زبردست ہجوم تھا۔ روئی بھرے گرم کوٹ اور بھیڑ کی کھال کی ٹوپیاں، مرد اور عورتیں، طالب علم، بوڑھے بچے پوستین پہنے ہوئے ریلوے کے ملازمین ٹرالی ڈپو اور ٹیلیفون ایکس چینج میں کام کرنے والے مزدور جو گھٹنوں تک کے جوتے اور چمڑے کی جیکٹیں پہنے ہوئے تھے۔ لڑکیاں اور سکول کے لڑکے غریب طبقہ اور درجہ کے لوگ وہاں موجود تھے۔ وہ لوگ کچھ دیر تک "برسیلز" اور شاید "نکا" اور دوسرے انقلابی گیت گاتے رہے پھر ایک آدمی جو اپنی ٹوپی ہاتھ میں لئے ہوئے جلوس کے آگے آگے گاتا ہوا اُچھل رہا تھا گھوم پڑا۔ اس نے اپنی ٹوپی سر پر رکھی اور سننے لگا کہ اس کے پاس دوسرے لیڈر کیا کہہ رہے تھے۔ گانا یکلخت ختم ہو گیا۔ اب برف جمے پتھریلے فرش پر لاتعداد جوتوں کی کھٹ کھٹ سنی جا سکتی تھی۔

لیڈروں کو اپنے ہمدردوں کی جانب سے یہ پیغام ملا تھا کہ آگے سڑک پر قازق سپاہی حملہ کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ یہ اطلاع ٹیلیفون پر نزدیک کے ایک دواخانہ میں دی گئی تھی۔ "اس سے کیا ہوتا ہے؟" منظمین نے کہا۔ "ہمیں چاہیئے کہ ہم پُرسکون رہیں اور اپنے آپ کو قابو میں رکھیں، یہی خاص بات ہے، ہمیں سامنے آنے والی سب سے پہلی سرکاری عمارت پر قبضہ کر لینا چاہیئے اور لوگوں کو متنبہ کر کے منتشر ہو جانا چاہیئے۔ اب یہ بحث شروع ہو گئی کہ کونسی عمارت میں جانا چاہیئے۔ کچھ لوگوں نے تجارتی ملازمین کی سوسائٹی کا نام لیا، دوسروں نے ٹیکنکل اسکول کا اور بعض لوگوں نے غیر ملکی خط و کتابت کے اسکول کی تجویز پیش کی۔ وہ لوگ بحث کرتے ہوئے ایک اسکول کی عمارت کے نکڑ پر پہنچ گئے جو دوسری متذکرہ عمارتوں کی طرح بالکل محفوظ تھی۔

جب وہ دروازہ کے قریب پہنچے تو لیڈر ایک طرف گھوم کر پورچ کی سیڑھیوں پر چڑھ گئے

جو تیم دائرہ کی شکل میں بنی ہوئی تھی اور جلوس کے آگے آگے چلنے والوں کو اشارے سے رُک جانے کے لئے کہا۔ دروازے کھل گئے اور جلوس اندر ہال میں داخل ہو کر اوپر سیڑھیوں پر چڑھ گیا۔

"بڑے ہال میں، بڑے ہال میں" پیچھے سے کچھ لوگوں نے چلا کر کہا مجمع برابر بڑھتا رہا اور آدھا اندر کلاسوں میں پھیل گیا۔ آخر کار جب لیڈر اکٹھے ہو کر بڑے ہال میں جانے میں کامیاب ہو گئے تو انھوں نے کئی مرتبہ انھیں چھاپہ کے بارے میں خبردار کرنے کی کوشش کی لیکن کسی نے ان کی ایک نہیں سنی، جلوس کے رکنے اور ایک عمارت کے اندر داخل ہونے کا مطلب یہ لیا گیا کہ یہ جلسہ میں شرکت کی دعوت ہے اور دراصل جلسہ فوراً ہی شروع ہو گیا۔

اتنی دور چلنے اور گانے کے بعد لوگوں کو اس بات کی خوشی تھی کہ وہ کچھ دیر خاموش بیٹھ سکیں گے اور اپنی جگہ دوسروں کو کام کرنے اور چیخنے چلانے کا موقعہ دے سکیں گے۔ مجمع نے باقی لوگوں کا خیر مقدم کیا اور مقررین کے معمولی اختلافات کو نظر انداز کر دیا جو تمام اہم معاملات میں ایک دوسرے سے متفق تھے آخر میں جلسے کے بہترین مقرر کی تقریر پر سب سے زیادہ تالیاں پٹی گئیں۔ لوگوں نے اس کی تقریر سننے کی کوئی کوشش نہیں کی اور محض اس کے ہر جملے پر نعرے لگاتے رہے کسی شخص نے داخل دفعہ کی پرواہ نہیں کی اور ہر شخص نے بے چینی کے ساتھ اس کی تقریر کے ایک ایک لفظ سے اتفاق کیا۔ "شرم شرم" کے نعرے لگائے گئے، ایک احتجاجی تار کا مسودہ تیار کیا گیا اور اچانک مجمع جو مقرر کی جھنجھلاتی ہوئی آواز سننے سنتے اُکتا گیا تھا اُٹھ کھڑا ہوا۔ سارا مجمع مقرر کو خاموش کرتے ہوئے قطار در قطار ہال سے باہر نکلا اور سیڑھیوں پر سے اُتر کر سڑک پر چلا گیا جلوس پھر روانہ ہو گیا۔

جس وقت جلسہ ہو رہا تھا باہر برف گرنی شروع ہو گئی تھی، سڑک سفید ہو رہی تھی اور برفباری برابر شدت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ جب گھوڑ سوار فوجیوں نے حملہ کیا تو جلوس کے عقب میں چلنے والوں کو پہلے اس کا کوئی علم نہیں ہو سکا۔ ان کے کانوں میں ایک ابھرتی ہوئی آواز آئی جیسے کوئی بہت بڑا مجمع "ہرا" کا نعرہ لگا رہا ہو اور مدد! اور قتل! کی منفرد آوازیں شور و پکار میں گم ہو کر رہ گئیں تقریباً اسی وقت گھوڑوں کے سر اور ایالیں اور تلواریں چمکتے ہوئے سوار مجمع کے پھٹ جانے سے پیدا ہونے والے راستے میں نمودار ہوئے جیسے وہ ان آوازوں کے دوش پر چلے آئے ہوں اور پھر تیزی کے ساتھ خاموش بڑھتے ہوئے چلے گئے۔ نصف پلٹن گھوڑوں کو ہنکاتی ہوئی گذری آگے

جاکر مڑی، اور نئے سرے سے منظم ہو کر جلوس کے عقبی حصّہ پر حملہ کر دیا۔ قتل و غارتگری شروع ہو گئی چند منٹ بعد سڑک تقریباً سنسان پڑی تھی۔ لوگ آپس پاس کی سڑکوں پر منتشر ہو رہے تھے۔ بر فباری اب ہلکی پڑ گئی تھی۔ مکانوں کے پیچھے غروب ہوتے ہوئے سورج کی کرنیں اس طرح پڑنے لگیں جیسے وہ سڑک پر پڑی ہوئی ہر سرخ چیز کی طرف انگلی سے اشارہ کر رہا ہو۔ گھوڑسوار فوجیوں کی ٹوپیاں جو اوپر سے سُرخ تھیں، ایک سُرخ جھنڈا جو سڑک پر پڑا ہوا تھا اور برف پر خون کے سُرخ چھینٹے۔

ایک آدمی جس کی کھوپڑی پھٹ گئی تھی کراہتا ہوا فٹ پاتھ کے سہارے گھسٹ رہا تھا۔ کئی گھوڑسوار فوجی جو لوگوں کو منتشر کرتے ہوئے سڑک کے دوسرے سرے تک چلے گئے تھے اب آہستہ آہستہ واپس آ رہے تھے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کے بالکل قریب مارفا تیورزینا جس کی شال اس کے سر کے پیچھے جا پڑی تھی اِدھر سے اُدھر بھاگ رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ "پاشا" چلاتی جا رہی تھی۔

پاشا برابر اس کے ساتھ تھا اور جلسہ کے آخری مقرر کی نقلیں اُتار کے اسے محظوظ کرتا رہا تھا لیکن گھوڑسوار دستوں کے حملہ کے بعد جو ہنگامہ ہوا اس میں غائب ہو گیا۔ ایک سوار نے مارفا کی پیٹھ پر بھی چابک مارا۔ اگرچہ اسے شدید درد نہیں ہوا کیونکہ وہ موٹے کپڑے کا گرم کوٹ پہنے ہوئے تھی لیکن اس نے واپس جاتے ہوئے گھوڑسوار کو اپنا گھونسا دکھایا اس بات پر اپنی بیزاری ظاہر کرنے کے لئے کہ اس نے مجھ جیسی بوڑھی عورت پر بھی ہاتھ چلانے کی جرأت کی اور وہ بھی برسرِ عام وہ بے چینی اور اضطراب کے ساتھ اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی آخر کار خوش قسمتی سے اس نے سڑک کے اس پار لڑکے کو دیکھ لیا۔ وہ ایک سبزی کی دکان اور پتھر کے بنے ہوئے ایک مکان کے درمیان کھڑا ہوا تھا جہاں ایک سوار اتفاقیہ آنے جانے والوں کو روکے ہوئے تھا۔ وہ لوگوں کے خوف و ہراس سے لطف اندوز ہوتے ہوئے خوشی میں اپنے گھوڑے کو نچا رہا تھا۔ کبھی اسے مجمع کی طرف لاتا کبھی آہستہ آہستہ پیچھے ہٹاتا اچانک اس نے اپنے ساتھیوں کو واپس جاتے دیکھا اور آن کی آن میں وہ ان سے جا ملا۔

مجمع منتشر ہو چکا تھا۔ پاشا بہت دہشت زدہ تھا اور خوف کی وجہ سے اس کی زبان گنگ تھی وہ مارفا تیورزینوفا کی طرف بھاگا۔ بوڑھی عورت گھر واپس جاتے ہوئے راستہ بھر بڑبڑاتی رہی — مردود — قاتل — لوگ خوش ہوں کہ زار نے انھیں آزادی دیدی۔ لیکن یہ غنڈے اسے

برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں ہر چیز کو برباد کرنے پر تُلے ہوئے ہیں ہر بات کی دھجیاں بکھیرنی چاہتے ہیں۔

اسے نہ صرف سواروں پر بلکہ ساری دنیا پر حتیٰ کہ اپنے بیٹے پر بھی غصہ آرہا تھا۔ جب وہ غصہ میں ہوتی تو اسے اب نظر آتا کہ جتنے ہنگامے ہوتے ہیں وہ سب کمپنر یکے کے بے ایمانوں اور بزدلوں کی غلطی کا نتیجہ ہیں۔ یہ احمق آخر چاہتے کیا ہیں انھیں شاید خود بھی معلوم نہیں جب شرارت کرنے پر آتے ہیں تو آپے میں بھی نہیں رہتے۔ بالکل اُس بکواسی کی طرح ـــــ پاشا ـــ میرے پیارے بچے مجھے پھر بتاؤ وہ کیسے تقریر کر رہا تھا۔ ہاں ذرا پھر سے اس کی نقل اتارو۔ ارے میں تو مارے ہنسی کے بے دم ہو جاؤں گی تم اس کی خوب نقل اتارتے ہو۔"

گھر پہنچ کر وہ اپنے بیٹے پر برس پڑی ـــ کیا میری اب یہ عمر ہے کہ ایک احمق گھوڑ سوار میری پیٹھ پر چابک مارے؟" لیکن اماں تم مجھ سے کیوں بگڑ رہی ہو۔؟ کیا میں قازقوں کا کمبستان ہوں یا پولس افسر؟

(۹)

نکولائی نکولائیوچ نے اپنے دریچہ سے مظاہرین کو دیکھا جو بھاگ گئے تھے۔ وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ کہیں یورا تو ان میں نہیں ہے لیکن بھاگتے ہوئے مظاہرین میں اسے اپنا کوئی دوست نظر نہیں آیا۔ البتہ اتنا یاد پڑتا ہے کہ دور دراز کے خاندان کے ایک لڑکے پر اس کی نظر پڑی تھی لیکن اس کا نام اسے یاد نہیں آرہا تھا۔ وہی ہنگامہ باز جس کے کندھوں میں سے ابھی ہاں ہی میں گولی نکالی گئی تھی اور اب پھر وہ ایسی جگہوں پر منڈلاتا پھرتا جہاں اس کا کوئی کام نہیں تھا نکولائی نکولائیوچ اسی موسم خزاں میں پیٹرزبرگ سے آیا تھا۔ ماسکو میں اس کے پاس کوئی مکان نہیں تھا اور ہوٹل میں رہنا بھی اسے پسند نہ تھا۔ اس لئے وہ اپنے ایک دور کے رشتہ دار سوین ٹیٹسکی کے ہاں قیام پذیر تھا۔ انھوں نے اسے دوسری منزل پر کنارے کا ایک کمرہ دے رکھا تھا سوین ٹیٹسکی کی بیوی سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور یہ دو منزلہ مکان جو اس کے اجداد نے ایک زمانہ پہلے ڈول گوروکی شہزادوں سے کرائے پر لیا تھا ان کے لئے بہت بڑا تھا۔ یہ مکان مختلف طرز کی بے تکی عمارتوں کے بیچ میں واقع تھا۔ یہ تمام جائدادان شہزادوں کی تھی

ان عمارتوں کے تین صحن تھے اور ایک باغ تھا۔ ان کے گرد تین طرف گلیاں تھیں اور ان تمام عمارتوں کے علاقہ کو فلورٹاؤن کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

چار کھڑکیوں کے باوجود مطالعہ کے کمرہ میں اندھیرا اندھیرا سا رہتا تھا۔ کمرہ کتابوں کاغذوں قالینوں اور تصویروں سے بھرا ہوا تھا اس کے آگے نصف دائرہ کی شکل کا ایک چھجہ نکلا ہوا تھا بالکونی کا دروازہ سردی کی وجہ سے بند کر دیا گیا تھا۔ بالکونی کے دروازہ اور دو کھڑکیوں سے دور کا منظر دیکھا جا سکتا تھا۔ ریلوے لائن دور تک پھیلی ہوئی تھی اس کے ساتھ ساتھ دکانوں کی بے ترتیب قطاریں تھیں اور تار لگے ہوئے تھے۔ باغ سے ارغوانی سائے کمرے پر پڑتے تھے۔ درخت برف سے ڈھکے ہوئے تھے ان کی شاخیں ایسی ہو رہی تھیں جیسے سفید، موم بتیاں ۔ درخت ان کے بار سے جھکے جا رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنا بوجھ کمرہ کی چھت پر اتار دینا چاہتے ہیں۔

نکولائی نکولائیوچ کھڑا دور نظریں گاڑے ہوئے تھے۔ وہ پیٹرزبرگ میں گذاری ہوئی پچھلی سردیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ گیٹے۔ گورکی ۔ وزیر اعظم ذیتے سے ملاقات جدید نیشنل مصنفین۔ اس پاگل خانہ سے فرار ہو کر وہ سکون کی تلاش میں یہاں آیا تھا تاکہ اپنی وہ کتاب لکھ سکے جو اس کے ذہن میں تھی ۔ لیکن وہ زیادہ ہنگامہ خیز ماحول میں پھنس گیا تھا۔ ہر روز لیکچر ۔ عورتوں کے لئے یونیورسٹی کے کورس مذہبی فلسفیانہ انجمنیں اور ادارے ریڈکراس اور ہڑتال کے فنڈ ۔ ان ہنگاموں میں اپنے لئے اس کے پاس فرصت کا ایک لمحہ بھی نہیں تھا ۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ سوئٹزرلینڈ چلا جائے ۔ دور جنگلوں میں ۔ جھیلوں کے کنارے جہاں پہاڑ ہوں اور آسمان ہو ۔ سکون کی خاطر۔

نکولائی نکولائیوچ کھڑکی سے مڑا۔ اس کا دل چاہا کہ باہر نکلے۔ یا تو کسی سے ملے یا ایسے ہی ٹہل آئے۔ لیکن اسے یاد آیا کہ ٹالسٹائی کا معتقد ویودرشنوف کسی کام سے اس کے پاس آنے والا ہے۔ وہ کمرے میں ٹہلتا رہا اسے اپنے بھانجے کا خیال آگیا۔

لہ ایک بار دی میں کے بارے میں خیال تھا کہ وہ کیڈٹ پارٹی کا لیڈر رہ چکا ہے۔ حسین بہ تریش خاں چھپا نیولوں کا ایجنٹ قرار دیا گیا

جب نکولائی نکولائیوچ والگا پر اپنی آرام گاہ سے واپس لوٹا تھا تو اس نے تیرا کو ماسکو میں چھوڑ دیا تھا جہاں اس کے کئی رشتہ دار تھے ۔ ویدینیاپین ۔ اوستروملینسکی ۔ سیلیاوین ۔ میکائیس ۔ سوشنیکی اور گرومیکو کے خاندان ۔ یہ سب رشتہ داروں کے گھرانے تھے ۔

تیرا کو پہلے آسٹرومائی سنیکی کے ہاں ٹھہرایا گیا تھا جو ضرورت سے زیادہ باتیں کرتا تھا اور پوری برادری میں فیدکا کے نام سے مشہور تھا ۔ فیدکا گناہ آلود زندگی بسر کر رہا تھا اور خود بنائے نظام کو درہم برہم کرنے والا اور ترقی پسند خیالات کا علمبردار سمجھتا تھا ۔ وہ اپنے رشتہ دار کے عتاب کو حق بجانب ثابت نہیں کر سکا ۔ اسے تیرا کی تعلیم و تربیت کے لئے جو رقم دی گئی تھی وہ اسے بھی کھا گیا جس کی وجہ سے تیرا کو گرومیکو کے ہاں منتقل کر دیا گیا ۔ یہ بڑا علم دوست خاندان تھا اور ابھی تک وہیں قیام پذیر تھا ۔ گرومیکو کے گھر کا ماحول تیرا کے لئے بڑا موزوں ہے ۔ نکولائی نکولائیوچ نے سوچا ۔ ان کی بیٹی تو تیا تیرا کی ہم عمر ہے ۔ اور میٹا گورڈن بھی ان کے ہاں رہتا ہے جو تیرا کا دوست اور ہم جماعت ہے ۔

نکولائی نکولائیوچ نے سوچا کہ یہ تینوں بھی عجیب مسخرے ہیں ۔ تینوں "دی مینگ آف لو" اور "دی کریٹنز سنڈروم" میں کھوئے رہتے تھے ۔ اور ان پر پاکیزگی عصمت اور عفت کی تلقین کا جنون سوار ہے یہ بات اگرچہ ٹھیک ہے لیکن اس سلسلے میں ان کے ہاں کوئی توازن نہیں رہا ۔ کتنا بچپنا ہے ان میں کہتے ہیں ۔ یہ لوگ کہ جنسی رجحانات کو جو انھیں پریشان کرتے ہیں "مخنث بیہودہ" ۔ اور عامیانہ سمجھتے ہیں جنسی الفاظ ادا کرتے ہوئے شرم سے ان کے چہرے سرخ ہو جاتے ہیں ۔

نکولائی نکولائیوچ نے سوچا ۔ اگر میں ماسکو میں ہوتا تو میں اس معاملے میں ان کے خیالات کو اتنا آگے نہ بڑھنے دیتا ۔ پاکیزگی ضروری ہے لیکن حدود کے اندر ۔ اوہ اینیل فیوک تیتیوونچ اندر آجاؤ ۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنے مہمان کا خیر مقدم کیا ۔

(۱۰)

ٹالسٹائی کے فیشن کی قمیص ۔ چمڑے کی چوڑی پیٹی ۔ فیلٹ کے جوتے اور ڈھیلی ڈھالی پتلون پہنے جو گھٹنوں پر باہر نکلی ہوئی تھی ایک موٹا آدمی کمرے میں داخل ہوا ۔ دیکھنے میں آدمی اچھا تھا مگر کھویا کھویا سا ۔ اس نے بغیر کمانی کی عینک لگا رکھی تھی جس کا فیتہ اس کی ناک کے قریب بہرا

رہا تھا۔ بڑے کمرہ میں اس نے اوور کوٹ اتار دیا۔ البتہ ابھی گلوبند نہیں اتارا تھا جو فرش پر لوٹھکتا ہوا اس کے ساتھ آ رہا تھا۔ اس کی گول ٹوپی بھی ابھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ ان رکاوٹوں کے باعث وہ نکولائی نکولائیوچ سے نہ مصافحہ کر سکا اور نہ مزاج پرسی۔

اس نے "اُم - م - م" کی سی آواز نکالی اور عالم بیچارگی میں اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہہ سکا۔ نکولائی نکولائیوچ نے کہا۔ "یہ چیزیں جہاں جی میں آئے رکھ دیجئے"۔ یہ سنتے ہی دیودوتشوف میں پھر قوت گویائی آ گئی اور وہ سنبھل گیا۔

وہ ٹالسٹائی کے ایسے پرستاروں میں سے تھا جس کے دل و دماغ میں اس غیر معمولی ذہانت کے انسان کے تصورات ہمیشہ کے لئے جاگزین ہو گئے تھے لیکن دراصل ان تصورات میں کوئی جان نہیں رہی تھی جو اب بالکل کھوکھلے دکھائی دینے لگے تھے۔ وہ نکولائی نکولائیوچ کو ایک جلسہ میں تقریر کی دعوت دینے آیا تھا جو کسی اسکول میں ان لوگوں کی امداد میں ہو رہا تھا جنھیں سیاسی بنا پر جلاوطن کر دیا گیا تھا۔

"میں پہلے ہی اسکول میں تقریر کر چکا ہوں"۔

"اپنے جلاوطنوں کی امداد میں؟"

ہاں لیکن اب آپ کو دوبارہ اس سلسلہ میں تقریر کرنی پڑے گی"۔

نکولائی نکولائیوچ نے تھوڑی دیر تک ہاں - ناں کی اور آخر کار مان گیا۔

بات ختم ہونے کے بعد نکولائی نکولائیوچ نے اپنے مہمان کو زیادہ رینگنے کی کوشش نہیں کی۔ اور مہمان بھی فوراً ہی حیلا جاتا مگر اس نے سوچا کہ اس طرح چلے جانا کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

وہ روانگی سے قبل کوئی دلچسپ اور اچھی سی بات کرنا چاہتا تھا۔ اب جو بات چیت ہوئی وہ کشیدہ اور کچھ پریشان کن سی تھی۔

"اچھا تو تم زوال پذیر ہوتے جا رہے ہو۔ علم باطنی اور تصوف کا شوق چرایا ہے"۔

"کیا مطلب ہے تمھارا؟"

"دیکھو تم اچھی طرح جانتے ہو۔ اس سے وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ وہی کونسل یاد ہے نا؟"

"ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ ہم دونوں نے مل کر کنسرنگ کیا تھا"۔

"وہی اسکولوں اور ہسپتالوں کے کالج کے لئے بھی ہم نے زبردست جدوجہد کی تھی۔ یاد ہے؟"

"ہاں۔ ہاں! یاد ہے۔ یہ لڑائی بہت شاندار تھی۔"

"اور پھر تم صحت عامہ اور معالجہ کی تبھو میں دلچسپی لینے لگے۔ ٹھیک ہے نا؟"

"کچھ عرصہ تک۔ ہاں۔ ٹھیک ہے۔"

"اور اب عوامی خیالات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ اب سورج جیسا بننے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم جیسا ایک سمجھدار آدمی جسے عوامی مسائل کا علم ہے ——— اچھا خیر چلو۔ کہیں میں تمھارا وقت تو ضائع نہیں کر رہا۔ تمھاری مقدس ہستی کو ناراض تو نہیں کر رہا؟"

"ان سب باتوں کا آخر کیا مطلب؟ آخر ہم بحث کس مسئلہ پر کر رہے ہیں؟ تمھیں میرے نظریات و خیالات کا کوئی علم نہیں؟"

"روس کو اسکولوں اور ہسپتالوں کی ضرورت ہے۔ تم جو باتیں کر رہے ہو ان کی نہیں۔"

"اس سے کون انکار کرتا ہے؟"

"کسانوں کے چیتھڑے لٹکے ہوئے ہیں۔ اور وہ بھوکے مر رہے ہیں۔"

غرضیکہ یہ گفتگو خواہ مخواہ طول پکڑتی گئی۔ اس کے باوجود کہ نکولائیوچ کو معلوم تھا کہ یہ بحث بالکل بیکار ہے اس نے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اشتراکی نگار مصنفین اسے کیوں پسند ہیں۔ پھر ٹالسٹائی کے اصولوں کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کہا:

"ایک حد تک تو میں تمھارے ساتھ ہوں۔ لیکن ٹالسٹائی کہتا ہے کہ آدمی جس قدر خود کو وقف خیر کرتا ہے اتنا ہی وہ اچھائی سے دور ہٹ جاتا ہے۔۔۔۔"

اور تمھارا خیال ہے کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ خیر دنیا کو بچالے گا۔ یہی بات ہے نا؟ دوستو وسکی۔ روزانوف[1]۔ پراسرار ڈرامے۔ اور نہ جانے کیا کیا۔"

"ہیڑو۔ میں بتاتا ہوں کہ میں کیا سوچتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ انسان کے اندر جو درندہ سویا ہوا ہے اسے اگر دھمکیوں سے مرعوب کیا جا سکتا ہے۔ کسی بھی قسم کی دھمکی۔ جیل کی یا موت کے بعد سزا و جزا کی ——— تو انسانیت کا سب سے بڑا انسان سرکس میں اپنے ہنٹر سے شیر کو سدھانے والے رنگ ماسٹر

---

[1] اس زمانہ کا ایک مصنف جو منفرد اور یکتائے روزگار طرز تحریر کا مالک تھا

کا ہوتا۔ اس پیغمبر کا نہیں جس نے خود کو قربان کر دیا۔ لیکن تم نہیں سمجھتے۔ یہی تو اصل بات ہے۔ جس چیز نے صدیوں تک انسان کو درندوں کی سطح سے بلند رکھا ہے وہ ڈنڈا نہیں بلکہ ایک اندرونی اور باطنی موسیقی ہے۔ یہ غیر مسلح صداقت کی ناقابل تسخیر طاقت ہے۔ جس کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں۔ اس کے اسی حصّہ کی زبردست کشش ہے۔ عام طور پر یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ انجیل مقدس میں جو چیزیں سب سے اہم ہیں وہ اخلاقی ضابطے اور احکامات ہیں لیکن میرے لئے سب سے اہم چیز یہ ہیں کہ یسوع مسیح جن اخلاقی حکایات یا تمثیلوں کا ذکر کرتے ہیں وہ زندگی سے لی گئی ہیں۔ وہ ہمیں سچ کا سبق۔ روزمرہ کی زندگی کے حقائق سچ سچ بتاتے ہوئے دیتی ہیں۔ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ فانی مخلوق کا جذبہ خیر کا کی کے ساتھ مل جل کر رہنا اسے غیر فانی بنا دیتا ہے اور اسی معنویت کے اعتبار سے یہ ساری زندگی ایک زبردست اشارۂ قدرت ہے۔"

"میری سمجھ میں ایک لفظ بھی نہیں آیا۔ تمھیں اسپر کتاب لکھنی چاہیئے۔"

ولیو لوشنوف کی روانگی کے بعد نکولائی نکولائیوچ بہت برہم ہوا۔ اسے اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے اپنے نجی خیالات اس بیوقوف کے سامنے اُگل دیئے۔ اور اسپیران کا ذرا بھی اثر نہیں ہوا جیسا کہ بسا اوقات ہوتا ہے اس کے بعد اس کی ناراضگی نے اپنا رخ ملامت تبدیل کر دیا اسے ایک اور واقعہ یاد آ گیا۔

اس نے کبھی ڈائری نہیں لکھی۔ تاہم سال میں ایک دو مرتبہ جب اسے خاص طور پر کوئی بات سوجھتی تو وہ اسے ایک موٹی کاپی میں نوٹ کر لیتا۔ چنانچہ اس نے نوٹ بک نکالی اور اس میں جلی الفاظ میں لکھنے لگا۔ اس نے جو کچھ تحریر کیا وہ یہ ہے۔

"اس بیوقوف شیلگر عورت نے سارا دن خراب کر دیا۔ وہ صبح آئی اور دوپہر کے کھانے تک رہی۔ پورے دو گھنٹے تک اس نے مجھے اوٹ پٹانگ نظم و نثر۔ موسیقی اور مستاروں کی اٹی سیدھی منحوس اور بیہودہ آوازیں وغیرہ سنا سنا کر بور کر دیا۔ میں مظلوم بنا ہوا اس کی خرافات سنتا رہا اور پھر میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ یہ بکواس بند کر دے۔

اور اچانک میں سب کچھ سمجھ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ ایسی قسم کی نظمیں اتنی جھلکا۔ اور ناقابل برداشت حد تک غلط کیوں ہوتی ہیں۔ آخر یہ "فاؤسٹ" میں بھی ایسی ہی ہے۔ پوری نظم مصنوعی معلوم ہوتی

ہے جس میں کوئی شخص دلچسپی نہیں لیتا بجز دو کے، انسان کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب وہ کائنات کے رازوں میں اُلجھ کر رہ جاتا ہے تو پھر وہ طبیعات کی طرف متوجہ ہوتا ہے مگر ھیسیوڈ کی شاعری میں دلچسپی نہیں لیتا۔

"اور اس کی وجہ صرف یہ نہیں ہے کہ اس صنف میں تاریخ کی غلطیاں ہوتی ہیں یا تاریخی واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے یا ان کی روحانیت ان عقدوں کو الجھا کر رکھ دیتی ہے جنھیں سائنس نے حل کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس قسم کا فن روح ملتے اور موجودہ دور کے فن سے مطابقت نہیں رکھتا۔ تخلیق کے یہ نظریات قدیمی دور میں قدرتی تھے جبکہ دنیا کی آبادی اس قدر کم تھی کہ انسان اس وقت تک فطرت کے رازوں کو نہیں پا سکا تھا۔ دیو قامت مخلوق اس وقت بھی دنیا میں موجود تھی اور اژدہوں اور بڑے بڑے خوفناک سانپوں کی یاد لوگوں کے ذہن میں اس وقت تک تازہ تھی۔ قدرت نے اس قدر صاف طریقہ پر چھلے منہ پر طمانچہ مارا اور تمھاری اتنی سخت پکڑ کی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ شاید اس وقت تک دیوتاؤں کا وجود باقی تھا۔ یہ تاریخ انسانی کے شروع کے صفحات تھے اور محض ابتدا تھی۔

قدیم دنیا اپنی آبادی کو بڑھانے کی وجہ سے روم کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔

روم ننگے ہوئے دیوتاؤں اور مفتوح لوگوں کی منڈی تھا، زمین و آسمان جس کی دو منزلیں تھیں جہاں سودے طے ہوا کرتے تھے، خلاظت کا ایک ڈھیر جیسا کہ انتڑیوں میں جمع ہو جایا کرتا ہے، وہاں مختلف قوموں کے لوگ تھے، بغیر دھوئے کے بھاری پہیئے تھے، آنکھوں پر پرانی چھائی ہوئی تھی لوگ ہم جنسی کے عادی تھے، جاہل شہنشاہ ہوا کرتے تھے اور مچھلیوں کو بڑھے لکھے غلاموں کا گوشت کھلا کر پالا جاتا تھا۔ اس وقت دنیا کی آبادی اتنی زیادہ تھی جتنی اس کے بعد آج تک کبھی نہیں ہوئی، یہ سب لوگ عدم کی وسیع تفریح گاہوں میں بھرے پڑے مڑ رہے تھے۔

اور پھر سونے اور سنگِ مرمر کی اس دنیا میں یسوع مسیح آئے جو مجسم روشنی اور چمک تھے اور ایک انسان کامل تھے — اور جلیلی کے رہنے والے تھے۔ ان کے آتے ہی دیوتاؤں اور قوموں کا وجود ختم ہو گیا اور انسان وجود میں آیا — انسان جو بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ انسان جو ہل چلاتا تھا، انسان جو بھیڑیں چرایا کرتا تھا۔ انسان جو قطعی معذور نہیں تھا، انسان جس کے گن گاؤں کی لوریوں میں گائے گئے اور ساری دنیا میں جس کی تصویریں آویزاں کی گئیں۔

(۱۱)

پیتیرزو کا جہاں سٹرک کے دونوں طرف ایک ہی طرز کے مکانات تھے جن کے دروازوں پر سنگ تراشی کے خوبصورت نمونے نظر آتے تھے، جہاں کتابوں کی دوکان تھی۔ لائبریری تھی، نقش نویس تھے، تمباکو کی خوبصورت دکان تھی۔ بہترین ریستوران تھا جس کے عقب دروازہ پر گیس کی دو بتیاں بڑی بڑی دیوار گیریوں میں آویزاں تھیں، ماسکو میں پیٹرزبرگ کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔

سردی کے موسم میں سٹرک بالکل اجاڑ نظر آتی تھی اس کے باشندے مضبوط کردار کے خود آسودہ خوش حال اور آزاد پیشہ لوگ تھے یہاں ڈاکٹر ایپولی تروتح نے تیسری منزل پر شاندار مکان کرایہ پر حاصل کر لیا جہاں ایک چوڑے زینہ پر چڑھ کر پہنچا جاتا تھا۔ اس میں بلوط کے بھاری جنگلے لگے ہوئے تھے مکان کی مالکہ ایک ارسٹوکریٹ جسے اس کی پُرسکون پناہ گاہ کا کرایہ اس کمانے زیادہ مہتر ہوگا۔ اس کی نجی زندگی میں دخل دیئے بغیر اس کی پوری دیکھ بھال کیا کرتی تھی وہ اس جگہ کا انتظام نہایت خاموشی کے ساتھ کرتی یہاں تک کہ وہ نہ تو خود دکھائی دیتی اور نہ اس کی آواز سننے میں آتی تھی۔ وہ اس کے بدلے میں ایک باعزت انسان کی طرح اس کے جذبات کا پورا خیال رکھتا تھا جس کی اس جیسے شریف آدمی سے توقع کی جا سکتی تھی۔ وہ کبھی ایسے مہمانوں کی آمد برداشت نہیں کرتا تھا جن کی موجودگی سے مکان کی مالکہ کی پُرسکون زندگی میں خلل کا اندیشہ ہو۔ ان کے مکان میں خانقاہ جیسا سکوت پایا جاتا تھا۔ پردے لٹکے رہتے تھے اور ہر چیز ویسی ہی صاف شفاف دکھائی دیتی تھی جیسی کہ آپریشن کے کمرہ میں ہوا کرتی ہے۔

عام طور پر ہر اتوار کی صبح کو ڈاکٹر ایپولی تروتح اپنے بُلڈاگ کے ساتھ پیتیرزو کا پر ٹہلنے جایا کرتا تھا اور سٹرک کے کسی موٹر یا دکان دار یا درجاری کا نسٹائن الاریدونوتح بھی انھیں مل جاتا تھا۔ وہ کنزنسکی ریسٹ کے کنارے ٹہلا کرتے اور ایک دوسرے کو پہودہ کہانیاں سنایا کرتے تھے ایسا کرتے ہوئے وہ حفاظت کے ساتھ ناک سے مختلف قسم کی آوازیں نکالتے اور بے شرمی کے ساتھ زور زور سے قہقہے لگایا کرتے جو ایک کتے کے بھونکنے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے تھے۔

(۱۲)

موسم غیر معمولی قسم کا تھا۔ پانی کے قطرے درختوں سے بنی ہوئی نالیوں اور کارنسوں پر ٹپ ٹپ کی آواز کے ساتھ گر رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بہار کا موسم ہو۔ برف پگھل رہی تھی۔

لارا نے سارا راستہ گھبراہٹ کے عالم میں طے کیا اور یہ اسے گھر پہنچ کر ہی محسوس کیا کہ اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا۔

ہر شخص سویا ہوا تھا۔ اسپر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور اس بے خودی کے عالم میں وہ اپنی ماں کی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا بیٹھی۔ وہ اس وقت بھی اپنا بیل بٹا ہوا اغوائی لباس پہنے ہوئے تھی جو تقریباً سفید معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ایک لمبی نقاب بھی ڈال رکھی تھی جو اس نے ورکشاپ سے شام کو پہننے کے لئے عاریتاً لی تھی۔ وہ آئینہ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی جب میں اس کا عکس پڑ رہا تھا لیکن اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے بازو ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ کر اپنا سر ان پر ٹکا دیا۔

اگر ماں کو اس کا علم ہو گیا تو وہ اسے مار ڈالے گی۔ وہ اسے مار ڈالے گی اور پھر اپنی جان دے دیگی یہ کس طرح ہو گیا؟ اب کیونکر ہو سکتا تھا؟ اب کچھ سوچنا لاحاصل تھا۔ اسے پہلے ہی سوچنا چاہیئے تھا۔

اب وہ کیا تھی؟ — ایک آوارہ عورت۔ وہ ایک ایسی عورت تھی جیسی فرانسیسی ناول میں ہوتی ہے اور کل وہ اسکول جائے گی اور ان دوسری لڑکیوں کے ساتھ بیٹھے گی جو اس کے مقابلہ میں چھوٹی بچیوں کی طرح تھیں۔ او خدا! او خدا! یہ کس طرح ہو گیا؟

کسی لمحہ، برسہا برس بعد جب ممکن ہو سکے گا لارا اوٹیا دینا کو بتا دیگی اور اوٹیا اسے لپٹا کر رونے لگے گی۔

کھڑکی کے باہر پانی کے قطرے ٹپ ٹپ کی آواز کے ساتھ گر رہے تھے اور برف پگھل رہی تھی سڑک پر کوئی شخص کسی ٹیڈی کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ لارا نے اپنا سر نہیں اٹھایا۔ اس کے شانے ہل رہے تھے وہ رو رہی تھی۔

(۱۳)

"آہ، ایسا ارستو دنا، یہ عنیز اہم ہے، میں اس سے تنگ آ گیا ہوں۔" وہ دراز میں کھولتا اور بند کرتا رہا چیزیں الٹ پلٹ کرتا رہا۔ کف اور کالر چاروں طرف قالین اور صوفے پر پھینکتا رہا حالانکہ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا چیز تلاش کر رہا تھا۔

اسے اس کی بہت سخت ضرورت تھی اور اس اتوار کو اس سے ملاقات کرنے کی کوئی صورت نہیں تھی وہ ایک ایسے جانور کی طرح جسے پنجرے میں بند کر دیا گیا ہو بوکھلایا ہوا کمرے میں ادھر سے ادھر چکر لگاتا رہا۔ اس کے عنیز مرئی حسن اور خوبصورتی کی تو کوئی نظیر نہیں تھی ہوٹل کے کمرے کی دیوار

پر اس کا سایہ اس کی معصومیت کے خاکہ کی مانند تھا۔ اس کی چلی اس کے سینہ پر اتنی مضبوطی کے ساتھ تنی ہوئی تھی جیسے کاڑھنے کے فریم پر کپڑا تانا جاتا ہے۔

وہ اپنی انگلیاں کھڑکی کے شیشے پر بجا رہی تھی اور اس کی آواز نیچے تارکول کی سڑک پر چلتے ہوئے گھوڑوں کے سموں کی آواز سے ہم آہنگ ہو رہی تھی۔ لارا نے اس لئے اپنی آنکھیں بند کرتے ہوئے سرگوشی کی اور اس نے تخیل میں دیکھا کہ لارا کا سر اس کے ہاتھوں پر جھکا ہوا تھا، اس کی آنکھیں بند تھیں، وہ سو رہی تھی، وہ اس بات سے قطعی بے خبر تھی کہ وہ خود سوئے بغیر متواتر گھنٹوں تک اسے تکتا رہا تھا اس کے سیاہ بال بکھرے ہوئے تھے اور ان کی خوبصورتی اس کی آنکھوں میں ایسی ہی جبن پیدا کر رہی تھی جس طرح دھواں بھر جلنے سے ہوا کرتی ہے اور اس کے دل پر قیامت ڈھا رہی تھی۔

اس کی اتوار کی چہل قدمی کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا تھا۔ وہ جیک کے ساتھ چند قدم چلتا ہوا گیا پھر رک گیا اور سوچنے لگا۔ کرسٹی موسٹ کے بارے میں ستا بندی کے چٹکلوں کے بارے میں، ان لوگوں کے بارے میں ستا بندی کے بارے میں، وہ بے لوگوں کے بارے میں جن سے سڑک پر اسکی ملاقات ہوئی تھی نہیں یہ اسکی برداشت سے باہر تھا۔ وہ واپس پلٹا کتے نے چونک کر ناپسندیدگی کے ساتھ اس کی طرف دیکھا اور بے دلی کے ساتھ دُم ہلاتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔

"اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟" کوماروسکی نے سوچا۔ "مجھے کیا ہو گیا ہے؟ کیا یہ اس کے جسم کی آواز تھی، جسم کا احساس تھا یا نہ ستا بندی؟ یا وہ اس کی وجہ سے پریشان تھا؟ نہیں، وہ جانتا تھا کہ وہ گھر پر بخیریت تھی، پھر آخر وہ اس کا خیال اپنے دل سے کیوں نہیں نکال سکتا تھا!

وہ ہلتا ہوا اپنے گھر تک واپس گیا۔ سیڑھیوں پر چڑھا اور پہلی منزل عبور کی۔ کھڑکی کے شیشے پر بنے ہوئے رنگین نقش و نگار سے نکلنے والی روشنی کے رنگین دھبے اس کے قدموں پر پڑ رہے تھے۔ دوسری منزل پر چڑھتے ہوئے وہ بیچ میں رک گیا۔

اسے اس تھکا دینے والے پریشان کن موڈ کو ختم کر دینا چاہیئے آخر وہ کوئی اسکول کا طالب علم تو نہیں تھا اسے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ کہیں یہ لڑکی — جو محض ایک بچی تھی اور اس کے مرحوم دوست کی بیٹی تھی — ایک کھلونا بننے رہنے کی بجائے اس کے ہوش و حواس پر چھا نہ جائے۔ اسے اپنے ہوش و حواس مجتمع کر لینے چاہئیں۔ اسے اپنی ذات اور اپنی عادات کے

مطابق بن جانا چاہیئے۔ ورنہ ہر چیز خاک میں مل جائے گی۔

کوماروودسکی نے بلوط کا جنگلہ اتنی سختی کے ساتھ پکڑ لیا کہ اس کا ہاتھ دکھنے لگا۔ اس نے ایک لمحہ کیلئے آنکھیں بند کرلیں اس کے بعد مصمم ارادے کے ساتھ واپس مڑ کر نیچے اُتر گیا۔ نیچے اس کا کتا اس کا انتظار کر رہا تھا، اس نے سر اٹھا کر اپنے مالک کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھا۔

کتے کو لڑکی سے نفرت تھی۔ اس نے اسکی جرابیں پھاڑ دی تھیں۔ اسپر جھپٹا تھا اور دانت دکھائے تھے، وہ اس سے جلتا تھا جیسے اسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ اس کے مالک میں انسانیت کے جراثیم بھر دیگی۔

"اوہ، اچھا! تم نے فیصلہ کرلیا ہے کہ ہر چیز ویسی ہی رہیگی جیسی کہ پہلے تھی ــــ ستانیدی یہ گھٹیا حرکتیں ہیں۔ گندا مذاق ہے۔ اچھا تو پھر یہ لے' اور یہ' اور یہ" اس نے بُل ڈاگ کو اپنی چھڑی سے مارنا اور ٹھوکریں لگانا شروع کردیں۔ جیک چیخا چلایا اور کانپتا ہوا سیڑھیوں پر چڑھ گیا۔ ایسا ایسٹونیا سے شکایت کرنے کے لئے اس نے دروازہ پر پنجے مارنا شروع کردیئے۔

دن اور ہفتے گذرتے رہے

(۱۴)

یہ کیسی ناقابل مفر کشش تھی، اگر کوماروودسکی کے لاڑکی زندگی میں دخیل ہونے سے اسے تنفر پیدا ہوگیا تھا تو وہ بغاوت کرکے اس سے پیچھا چھڑا سکتی تھی لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا۔

لڑکی کو اس بات پر فخر تھا کہ ایک خوبصورت آدمی جس کے بال سفید ہو چلے تھے، ایک آدمی جو اس کے باپ کی عمر کا تھا، ایک آدمی جس کی تقریر پر جلسوں میں تالیاں بجتی تھیں اور اخباروں میں جس کے متعلق لکھا جاتا تھا اپنا وقت اور دولت اس پر صرف کرے اسے اپنے ساتھ کنسرٹ اور ڈراموں میں لے جائے اور اس سے کہے کہ وہ اس کی پوجا کرتا ہے اور بقول لوگوں کے" اس کے ذہن کو تربیت دے رہا ہے"۔

جو کچھ بھی ہو، وہ ابھی تک ایک لڑکی ہی تھی جو اسکول کی بھوری یونیفارم پہنتی تھی اور اسکول میں بے سر و پا قسم کی تفریحوں اور شرارتوں میں حصہ لیا کرتی تھی۔ بندگی میں کوچوان کی پیٹھ پیچھے یا آپرا بکس میں تماشبینوں کی نظروں کے سامنے کوماروودسکی کے اظہار محبت نے جو وہ انتہائی جرأت کے ساتھ

کیا کرتا تھا اس کا دل موہ لیا تھا اور اس کے اندر خوابیدہ شیطان کو جھنجھوڑ کر بیدار کر دیا تھا تاکہ وہ بھی اس کا جواب دے۔

لیکن یہ شرارت آمیز بات لڑکیوں جیسی نزاکت زیادہ عرصہ قائم نہیں رہ سکی۔ اسپر بیزاری اور خوف کا جذبہ مستقل طور پر غالب آتا جا رہا تھا۔ اور وہ ہر وقت سوتے رہنا چاہتی تھی کیوں کہ (اس نے اپنے آپ کو بتایا) وہ رات کو نیند پوری نہیں کر سکتی تھی کیونکہ وہ بہت زیادہ روتی تھی کیونکہ اسے مستقل درد سر کی شکایت رہتی تھی، کیونکہ وہ اسکول میں سخت محنت کرتی تھی اور جسمانی طور پر تھک چکی تھی۔

(۱۵)

وہ اس کی زندگی کے لئے ایک لعنت تھا، وہ اس سے نفرت کرتی تھی۔ روزانہ وہ بار بار یہی سوچا کرتی تھی۔

وہ عمر بھر کے لئے اسکی لونڈی بن گئی ہے اس نے اسے کس طرح اپنا مطیع بنا لیا؟ وہ اسے کس طرح زبردستی مجبور کر دیتا ہے، وہ اس کی اطاعت کیوں قبول کر لیتی ہے۔ وہ اس کی خواہشات کیوں پوری کرتی ہے اور انتہائی بے شرمی کے ساتھ اس کی تفریح کا سامان کیوں مہیا کرتی ہے؟ کیا اس کی عمر کی وجہ سے؟ کیا اس لئے کہ اس کی ماں مالی اعتبار سے اس کی محتاج ہے؟ کیا اس لئے کہ وہ اسے انتہائی چالاکی سے خوفزدہ کر دیتا ہے، لا آر! نہیں نہیں نہیں! یہ سب کچھ اس ہے۔

یہ خود لا آر ہے جس نے اس پر تابو پا رکھا ہے۔ کیا وہ یہ نہیں دیکھتی کہ اسے اس کی کس قدر ضرورت ہے؟ اس کے خوفزدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس کا ضمیر مطمئن ہے یہ تو وہی ہے جس کو شرم آنی چاہیئے اور اس خیال سے ڈرنا چاہیئے کہ کہیں وہ اسے چھوڑ نہ دے لیکن وہ ایسا کبھی نہیں کریگی وہ اتنی بے رحم نہیں ہے کہ وہ ایسا کر سکے۔ جیسا کہ کوماروو سکی اپنے تاثرات اور کمزور انسانوں سے برتاؤ کرتا ہے۔

ان دونوں میں بھی تو فرق ہے اور یہی چیز تو ہے جس نے ساری زندگی کو اتنا خوفناک بنا دیا ہے۔ کیا زندگی کے طوفان تمہیں کچل سکتے ہیں؟ نہیں ٹیڑھی نظروں اور سرگوشیانہ تہمتوں کی تم نہیں یہ سب کچھ غداری اور ابہام ہے۔ ہرتا دیکھ دی کے جالے کی طرح نازک ہوتا ہے

لیکن اگر تم جال سے باہر نکلنے کی ذرا سی بھی کوشش کرو تو تم اور زیادہ جکڑ جاؤ گے۔
اور کمزور اور کمینے لوگ طاقتوروں پر تسلط پا لیتے ہیں۔

(۱۶)

اگر وہ شادی شدہ ہوتی تو کیا ہوتا، اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔ اس سے کیا فرق پڑ جائے گا۔ وہ غلط دلیلیں دینے کی عادی ہو گئی تھی۔ لیکن بعض وقت ایک مایوس کن داماغی کرب اس پر غالب آجاتا تھا۔
کیس طرح ہو سکتا ہے کہ اسے اس کے قدموں میں گرنے اور اس کی خوشامد کرنے پر شرم محسوس نہ ہوتی ہو۔
ہم اس طرح زندگی نہیں گذار سکتے۔ سوچو تو ہمیں نے تمھارے ساتھ کیا کیا ہے! تمھارا حشر خراب ہوتا۔ ہمیں تمھاری ماں کو بتا دینا چاہیئے۔ میں تم سے شادی کروں گا" وہ بڑبڑانے لگا اور اس طرح اصرار کرنے لگا جیسے وہ بحث کر رہی ہو اور انکار کر رہی ہو لیکن یہ محض الفاظ ہی تھے اور لاما نے یہ المناک اور کھوکھلے احتجاج سُنے تک نہیں۔

اور وہ اسے برابر باہر لے جاتا رہا، اس کے چہرے پر نقاب پڑی ہوتی تھی۔ وہ اسے اس وحشتناک سیتو ان کے پرائیویٹ کمروں میں رات کا کھانا کھلانے کے لئے لے جاتا تھا جہاں خسل ہونے پر خدمتگاروں اور دوسرے لوگوں کی نگاہیں پڑتے ہی وہ اپنے آپ کو ننگا محسوس کرنے لگتی تھی۔ اور وہ ہمیشہ یہی سوچا کرتی تھی، کیا ہم ہمیشہ انہی لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں جن سے ہمیں محبت ہوتی ہے؟"
ایک مرتبہ اس نے ایک خواب دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ دفن کر دی گئی ہے اور اس کے جسم کا کوئی حصہ بائیں شانے اور داہنے پیر کے سوا باقی نہیں رہا ہے اس کی بائیں چھاتی پر گھاس کا ایک گچھا پھوٹ رہا ہے اور زمین کے اوپر لوگ "سیاہ آنکھیں اور شفاف چھاتی" اور "ماشا کو دریا پر نہیں جانا چاہیئے" گا رہے ہیں۔

(۱۷)

لاما مذہبی نہیں تھی وہ عبادت پر اعتقاد نہیں رکھتی تھی لیکن کبھی کبھی وہ خود کو زندگی برداشت کرنے کے قابل بنانے کے لئے ایک روحانی موسیقی کی ضرورت محسوس کرتی تھی، وہ خود کبھی اپنے لئے ایسی موسیقی تیار نہیں کر سکتی تھی، وہ موسیقی خدا کی طرف سے زندگی کا پیغام تھا اور اسی پر رہنے کے لئے وہ گرجا جایا کرتی تھی۔

ایک مرتبہ دسمبر کے شروع میں وہ اس قدر دل برداشتہ ہو کر عبادت کرنے گئی کہ اسے یہ محسوس ہونے لگا کہ جیسے کسی لمحہ بھی اس کے قدموں کے نیچے زمین پھٹ جائے گی اور گرجا کی بلند چھت اس کے اوپر گر جائے گی۔ اس کا ایسا ہی انجام ہونا چاہیئے، اس طرح ہر چیز کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسے صرف اتنا افسوس تھا کہ وہ اپنے ساتھ اس چرب زبان لڑکی اولیا کو کیوں لے گئی تھی۔

"وہ دیکھو پرندہ ایفا سیوتح" اولیا نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"شش مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ کون پرندہ ایفا سیوتح؟"

"پرندہ ایفا سیوتح سو کیوف وہ جو ہر وقت گا رہا ہے۔ وہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہے۔"

"ارے۔ وہ مناجات پڑھنے والا۔ تیز زبان کا رشتہ دار۔ شش۔ باتیں بند کرو۔ مہربانی کر کے مجھے پریشان مت کرو۔"

وہ عبادت شروع ہوتے ہی اندر پہنچ گئی تھیں۔ اس وقت لوگ یہ کایہ گیت گا رہے تھے: "او معبود میری روح پر برکتیں نازل کر۔ اور ہر اس چیز پر جو میرے اندر ہے یسوع مسیح کے مقدس نام پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔"

گرجا آدھا خالی پڑا تھا اور زبور کی ہر لے سے صدائے بازگشت پیدا ہو رہی تھی صرف سامنے کی صف عبادت کرنے والے لوگ قریب قریب مجمع کی شکل میں کھڑے ہوئے تھے گرجا کی عمارت تو بھی کھڑکیوں سے سادہ شیشوں سے باہر برف سے ڈھکی ہوئی سڑک میں کوئی رنگینی پیدا نہیں ہوتی تھی اور ان لوگوں میں جو اسپر سے پیدل یا گاڑیوں سے پہنچ کر گذرتے تھے۔ اس کھڑکی کے قریب گرجا کا ایک محافظ کھڑا تھا جو عبادت پر کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا اور ایک بہری اور نیم پاگل بنجارن کو چلا چلا کر ڈانٹ رہا تھا۔

اتنے خوفناک آرا ہمتی میں پیسے دبائے ہوئے عبادت کرنے والوں کے درمیان سے گذر کر دروازہ تک گئی اور اپنے اور اولیا کے لئے دو موم بتیاں خرید کر واپس آئی پرودایفانا سیوتح نوآتیں جلد جلد ختم کر چکا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کے بتائے بغیر بھی لوگ ان سے واقف تھے۔

غریبوں کی روح پر برکتیں نازل ہوں ــــ ان پر برکتیں نازل ہوں جو رنجور ہیں ــــ ان پر برکتیں کا نزول ہو جو حق کی خاطر بھوک اور پیاس کی تکلیف اٹھاتے ہیں۔

لارا خاموش کھڑی ہوئی سنتی رہی۔ یہ اسی کے متعلق تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "مظلوم لوگ خوش

ہیں۔ وہ اپنے متعلق کچھ بتا سکتے ہیں سب کچھ ان کے سامنے ہے۔ یہی خدا کی مرضی تھی۔ یہی یسوع مسیح کا فیصلہ تھا۔"

(۱۸)

یہ پرتگال کی بغاوت کا زمانہ تھا۔ گیشا خاندان کا فلیٹ باغیوں کے علاقہ میں تھا۔ ان کے گھر سے چند گز کے فاصلہ پر تعمیر اسٹریٹ پر قلعہ بندی کے طور پر ایک دیوار بنائی جا رہی تھی۔ لوگ اپنے اپنے گھروں سے پانی لا لا کر ڈال رہے تھے تاکہ دیوار زیادہ سے زیادہ پختہ اور مضبوط ہو جائے۔ قریب کا ایک احاطہ مزدوروں کی ملیشیا کی اجتماع گاہ کے طور پر استعمال ہو رہا تھا۔ اس میں مرہم پٹی سے لے کر کھانا پکانے تک کا کام ہوتا تھا۔ اس مرکز میں جو لڑکے گئے تھے لارا ان میں سے دو کو جانتی تھی۔ ان میں سے ایک نیکا وروف تھا۔ اسکی اسکول کی ایک سہیلی کا دوست وہ کافی خود پسند بے باک اور کم سخن تھا۔

دوسرا لڑکا پاشا انتی پوف تھا جو ورزش گاہ کا طالب علم تھا اور اولیا دمیتا کی دادی تیودزیا کے ساتھ رہتا تھا۔ تیودزیا کے یہاں لارا جب پہلی بار اس سے ملی تھی تو اس نے محسوس کیا تھا کہ پاشا اس سے متاثر ہوا ہے اس میں بچپنے کی حد تک سادگی تھی۔ وہ لارا کو دیکھ کر اپنی مسرت پر قابو نہیں پا سکا اور بڑی بے تکلفی کے ساتھ اس سے باتیں کرتا رہا یہ پرواہ کئے بغیر کہ دوسرے کیا کہیں گے۔

وہ لارا کے حسن و جمال کے بارے میں اپنے تاثرات بالکل اس بے تکلفی کے ساتھ ظاہر کرتا رہا جیسے موسم گرما کے دلکش مناظر، بادل اور پھلیلیں اس کا موضوع سخن ہیں۔ لارا کو جب احساس ہوا کہ پاشا اس سے اس حد تک متاثر ہے تو اس نے غیر شعوری طور پر اپنے ترکش کو استعمال کرنا شروع کیا۔ لیکن پاشا کے بارے میں کچھ بھی رویہ اختیار کرنے میں لارا کو کئی سال لگ گئے۔ اور اپنے تعلقات کے بعد کے مرحلہ میں وہ اس کے بارے میں کسی قطعی فیصلہ پر پہنچی، اس وقت تک پاشا پوری شدت سے یہ محسوس کرنے لگا تھا کہ وہ لارا کی محبت میں مبتلا ہے اور یہ محبت تا زندگی رہے گی۔

دونوں لڑکے بڑا خوفناک کھیل کھیل رہے تھے — یعنی جنگ — اور جنگ بھی ایسی کہ اسکی سزا جلا وطنی اور پھانسی سے کسی طرح کم نہیں ہو سکتی تھی — تاہم جس طرح ان کی اونی ٹوپیاں ان کی پشت سے بندھی ہوئی تھیں اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ابھی بچہ ہیں ان کے ماں باپ زندہ ہیں اور ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ لارا ان کے بارے میں اس طرح سوچ رہی تھی جیسے کوئی بڑا بچوں کے بارے میں

سوچتا ہے۔

ان کی خطرناک تفریح میں معصومیت کی جھلک تھی۔ جو سب بظاہر تھی۔ کہر آلود ہیبت ناک شام پر سناٹا کے گہرے اندھیارے پر۔ سڑک کے اس پار کے گھر پر جہاں وہ چھپے ہوئے تھے اور ان کے علاوہ ویرانوں کی گویوں کی مسلسل بوچھاڑ پر جس کی آوازیں اس گھر سے برابر آرہی تھیں۔ وہ گولیاں چلا رہے ہیں۔ لارا نے سوچا۔ وہ نہ صرف نیکا اور پاشا کے بارے میں سوچ رہی تھی بلکہ پورے شہر کے بارے میں جو برسرپیکار تھا۔ کتنے اچھے ہیں یہ لڑکے۔ وہ اچھے ہیں اسی لئے تو لڑ رہے ہیں۔

(۱۹)

انھیں پتہ چلا کہ عارضی قلعہ بندیوں پر کسی وقت بھی گولہ باری ہو سکتی ہے اور یہ کہ ان کا مکان خطرے میں ہوگا۔ اب یہ سوچنے کا وقت گذر چکا تھا کہ وہ باسکو کے کسی دوسرے حصہ میں دوستوں کے ساتھ جا کر رہیں۔ علاقہ کا محاصرہ کر لیا گیا تھا۔ اسی محاصرے کے اندر انھیں پڑ دس میں کہیں پناہ ڈھونڈنی تھی ان کے ذہن میں ہوٹل مونٹی نیگرو کا خیال آیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ صرف انھیں کو سب سے پہلے اس کا خیال نہیں آیا تھا۔ ہوٹل بھرا ہوا تھا وہاں بہت سے دوسرے لوگ بھی تھے جنھیں یہی اندیشہ پیدا ہوا تھا۔ پرانے تعلقات کا خیال کرتے ہوئے ہوٹل کے مالک نے انھیں کپڑوں کے اسٹور میں ٹھہرانے کا وعدہ کر لیا۔

وہ سوٹ کیس اس لئے نہیں لے جانا چاہتے تھے۔ کہ دوسرے لوگ متوجہ نہ ہوں۔ اس لئے انھوں نے صرف وہ سامان جو بہت ضروری تھا تین بنڈلوں میں باندھ لیا۔ تب انھوں نے روز روز چکر لگا کر بند کر دیا۔

ورکشاپ کے ملازمین کے ساتھ چونکہ خاندان کے افراد کا سا سلوک کیا جاتا تھا اس لئے وہ ہڑتال کے باوجود کام کرتے رہے لیکن ایک سرد اور بے جان سہ پہر کو دروازہ پر گھنٹی بجی۔ کوئی شخص شکایات لے کر بحث کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس نے مالک کو بلانے کے لئے کہا۔ اس کی بجائے جلتی پر تیل چھڑکنے کے لئے فیتیو وہاں گئی چند لمحہ بعد اس نے سلائی کا کام کرنے والی عورتوں کو ہال میں بلا کر اس نئے شخص سے تعارف کرایا۔ اس نے سب سے ہاتھ ملائے اور واپس چلا گیا بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فیتیو وا سے اس کے معاملات طے پا گئے ہیں۔

سلائی کا کام کرنے والی عورتیں اپنے کمرے میں واپس آگئیں اور اپنی مشینیں دوڑھکو دیں

سے گرم لباس پہننے لگیں۔

"کیا ہوا ہے؟" مادام گیشارڈ نے تیزی سے اندر آکر پوچھا۔"

"وہ لوگ ہمیں باہر بلا رہے ہیں۔ مادام ہم نے ہڑتال کر دی ہے۔"

"لیکن ـــــ کیا میں نے کبھی تمھارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے؟ مادام گیشارڈ رونے لگی۔

"پریشان مت ہو، ایسا کا رونا۔ ہمیں تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ ہم تمھاری بہت شکر گزار ہیں۔ یہ صرف تمھارا اور ہمارا معاملہ نہیں ہے۔ ہر ایک بلکہ ساری دنیا ایسا ہی کر رہی ہے۔ تم ہر شخص کی مخالفت تو نہیں کر سکتیں۔ یا کر سکتی ہو؟"

وہ سب کی سب چلی گئیں۔ ماں تک کہ اولیا دنیا اور فیتودا بھی جس نے رخصت ہوتے وقت مادام گیشارڈ سے کہا کہ اس نے محض مالکہ اور اوارے کی بہتری کی خاطر ہڑتال کرنا منظور کر لیا ہے لیکن ہیلیا کا رودنا کی تسلی نہیں ہوئی۔

"ناشکری کی انتہا ہو گئی" میرینیا لدے میں نے ان لوگوں کو غلط سمجھا تھا۔ اس ذلیل عورت کے ساتھ میں نے کتنی مہربانیاں کی ہیں، اچھا یہ ماں لیا کہ وہ ابھی بچی ہی ہے لیکن وہ بوڑھی ڈھڈو؟"

"وہ تمھیں اکیلی کو اس سے مستعفی قرار نہیں دے سکتے۔ ماں کیا تم یہ نہیں سمجھتیں؟" لارا نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ کسی شخص کو تم سے کوئی بغض یا عداوت نہیں ہے۔ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس وقت جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔ وہ انسانیت کے نام پر کمزوروں کو بچانے کے لئے اور عورتوں اور بچوں کی بہتری کے لئے ہو رہا ہے۔ ہاں ایسا ہی ہے اپنا سر اس طرح مت ہلاؤ۔ تم دیکھ لو گی کہ ایک روز تمھیں اور مجھے بھی اس سے فائدہ پہنچے گا۔"

لیکن اس کی ماں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ سکی۔ "ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔" اس نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ "جب میرا بیٹا یہ سیدھی بات نہیں سمجھ سکتا تو پھر تم کوئی نہ کوئی ایسی بات کہہ دیتی ہو جسے سنکر میں دنگ رہ جاتی ہوں۔ لوگ میرے ساتھ دھوکا کرتے ہیں اور تم کہتی کہ یہ سب کچھ میرے بھلے کے لئے ہے نہیں واقعی، ضرور میرا دماغ چل گیا ہے۔"

لورینا اسکول میں تھا۔ لارا اور اسکی ماں بے مقصد طور پر اکیلے گھر میں ادھر ادھر پھرتی رہیں۔ تاریک سڑک اور مکان کے کمرے ایک دوسرے کو حیرت سے تک رہے تھے۔

"چلو ماں، ہم دونوں اندھیرا ہونے سے پہلے ہوٹل چلی چلیں" لارا نے اس کی خوشامد کرتے ہوئے کہا۔ "آؤ نا، ماں۔ دیر مت کرو۔ ہمیں ابھی چل دینا چاہیئے"

"فلات، فلات! انھوں نے دربان کو آواز دی "ہمیں موٹی بیگرو لے چلو۔ اچھے لڑکے کی طرح"

"بہت اچھا، رام"

"بنڈل اٹھا لو۔ اور فلات، جب تک حالات بہتر نہ ہو جائیں مکان کا خیال رکھنا اور ہاں پرندے کا دانہ اور پانی بدلنا مت بھول جانا ہر چیز کو مقفل رکھنا۔ میرے خیال میں بس اتنا ہی کافی ہے اور ہمسائی کہ کے ہم لوگوں سے ملتے رہنا"

"بہت بہتر رام"

"شکریہ۔ فلات۔ خدا تمھاری حفاظت کرے۔ اچھا آؤ تھوڑی دیر بیٹھ جائیں۔ اور پھر ہمیں چل دینا چاہیئے۔

جب وہ لوگ باہر نکلے تو انھیں تازہ ہوا اسقدر خنیر انوس معلوم ہوئی جیسے ہفتوں کی علالت کے بعد معلوم ہوتی ہے۔ باہر برف سے ڈھکے ہوئے صاف شفاف میدان سے ملی جلی آوازوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ دور فاصلہ پر رائفلیں اور بندوقیں چلنے کی آواز آ رہی تھی جیسے ہر چیز چیتھڑے چیتھڑے ہوئی جا رہی ہو۔

اگرچہ فلات نے انھیں یقین دلانے کی بے حد کوشش کی لیکن لارا اور آمیلیا کا رونا ہی اصرار کرتی رہیں کہ خالی رائفلیں چلائی جا رہی تھیں۔

"ہو تو نی کی بات مت کرو فلات، ذرا غور تو سوچو۔ جب تم کسی کو گولی چلاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تو اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ خالی رائفلیں چھوڑی جا رہی ہیں؟ تمھارے خیال میں یہ کون گولیاں چلا رہا ہے۔ روح القدس یا کوئی اور؟ یہ حقیقت ہے کہ خالی رائفلیں چلائی جا رہی ہیں"

ایک جوڑا ہے پر گھوڑ سوار فوج کے ایک گشتی دستے نے انھیں روک لیا اور ان کی تلاشی لی لیا کرتے ہوئے انھوں نے ان کے جسموں کو سر سے پیر تک ٹٹول کر نہ دیکھا۔ ان کی خاص ٹوپیاں جن کی دو دو یاں تھوڑیوں پر بندھی ہوئی تھیں ان کے سروں پر ٹیڑھی رکھی ہوئی تھیں جس سے وہ سب

لہ ایسٹونی رسم جو تم کہیں جانے یا سفر کرنے سے پہلے دوگانہ پڑھتے ہیں کے لئے شگون کے طور پر بیٹھ جاتے ہیں۔

ایک آنکھ کے معلوم ہو رہے تھے۔

"شاندار" لارا نے چلتے ہوئے سوچا۔ وہ اس وقت تک کو مارود سکی کی شکل نہیں دیکھے گی جب تک یہ علاقہ شہر کے دوسرے حصوں سے کٹا ہوا ہے۔ اپنی ماں کی وجہ سے وہ اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتی تھی وہ یہ نہیں کہہ سکتی تھی: "ماں، مہربانی کر کے اس سے ملنا بند کر دو۔" اگر اس نے ایسا کیا تو ساری بات کھل جائیگی اور اگر ایسا ہوا تو پھر کیا ہوگا؟ اسے اس سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اوخدا! کچھ بھی ہو، خواہ کیسی بھی ہو، بس یہ صورت حال ختم ہو جائے! معبود! وہ پریشانی سے بے ہوش ہو کر گر پڑیگی۔ وہ کیا بات تھی جو اسے ابھی یاد آئی تھی؟ اس خوفناک تصویر کا کیا نام تھا؟ اس میں ایک مٹتے ہوئے آدمی کو دکھایا گیا تھا۔ وہ اس پہلے پرنٹ کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ وہی جہاں اس معاملہ کی ابتدا ہوئی تھی: "صورت یا گلدان" ہاں یہی نام تھا۔ نہیں یہی تھا۔ وہ ایک مشہور تصویر تھی جب اس نے پہلی مرتبہ یہ تصویر دیکھی تھی تو اس وقت تک وہ عورت نہیں ہی تھی اس وقت تک اس کا ادراک کے اس بیش قیمت شاہکار کا کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ ایسا تو بعد میں ہوا تھا۔ میز پر ضیافت کا سامان چُنا ہوا تھا۔

"تمھارے خیال میں تم اس طرح کہاں بھاگی جا رہی ہو؟ میں تمھارا ساتھ نہیں دے سکتی۔" مارام گیشا رُکے ہانپتے ہوئے کہا۔ لارا تیز تیز چلنے لگی۔ کوئی نامعلوم طاقت اسے آگے دھکیل رہی تھی جیسے وہ ہوا پر چل رہی ہو۔

کس قدر شاندار! اس نے پُھلیں چلنے کی آواز سنتے ہوئے سوچا۔ "خوش نصیب ہیں مظلوم لوگ خوش نصیب ہیں بھوکا کھلائے ہوئے لوگ۔" پُھلیں کی گونج "اور تیزی سے چلو، تم اور میں ہم خیال ہیں۔"

(۲۰)

گرومیسکو بھائیوں کا مکان سوتسیو وزراک اور ایک اور چھوٹی سڑک کے کونے پر واقع تھا الگزینڈر روتھ اور نکولائی الگزینڈروتھ گرومیسکو حکم کیمیا کے پروفیسر تھے۔ ایک پیٹروگریڈ میں اور دوسرا یونیورسٹی میں۔ نکولائی عنبر شادی شدہ تھا۔ الگزینڈر کی بیوی تھی جس کا نام ایناایوانوونا تھا جو شادی سے پہلے کرد گر تھی۔ اس کا باپ لوہے کی کانوں کا مالک تھا۔ یورال میں یورپائن کے قریب اس کی بہت بڑی جاگیر تھی۔ جس میں کئی بے منفعت کانیں تھیں جو بیکار پڑی ہوئی تھیں۔

ان دونوں بھائیوں کا مکان دو منزلہ تھا۔ اوپر کی منزل پر خواب گاہیں، اسکول کا کمرہ الگزینڈر گرومیسکو

کے مطالعہ کا کمرہ اور کتب خانہ اینا ایوانووناکی پرائیویٹ نشست گاہ اور تونیا اور یورا کے کمرے تھے نچلی منزل استقبالیہ دعوتوں کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ اس کے پتی رنگ کے پردے، چکنا ہوا پیانو ہاتھی دانتی رنگ کے صوفے اور گملوں میں رکھے ہوئے پودوں نے اسے کافی دلکش بنا دیا تھا۔

یہ دونوں بھائی مہذب، مہمان نواز، گرمجوش، دلدادہ اور موسیقی کے عاشق تھے۔ وہ اکثر دعوتیں کرتے رہتے تھے اور اکثر شامیں موسیقی اور رقص و رنگ کی محفلوں میں گذرتی تھیں۔

موسیقی کی ایسی ہی ایک محفل جنوری ۱۹۰۷ء میں ہونے والی تھی۔ سب سے پہلے ایک نوجوان موسیقار کوجانیوف کا شاگرد وائلن سنانا تھا اور اس کے بعد چیکووسکی کا پروگرام تھا۔

تیاریاں ایک روز قبل شروع ہو چکی تھیں۔ فرنیچر وہاں سے ہٹا کر رقص گاہ میں لے جایا گیا تھا ایک کونے میں پیانو کی مرمت کرنے والا ایک ہی دھن بار بار بجائے جا رہا تھا۔ باورچی خانہ میں مرغیاں کاٹی جا رہی تھیں، سبزیاں صاف کی جا رہی تھیں اور چٹنی بنانے کے لئے رائی زیتون کے تیل میں ملائی جا رہی تھی۔

اینا کی خاص اور رازدار سہیلی شورا شلیسنگر صبح سویرے ہی وہاں پہنچ گئی تھی اور وبال جان بن کر رہ گئی تھی۔

وہ ایک طویل قد، دبلی پتلی عورت سیدھے سادھے نقش و نگار کی تھی۔ اس کا چہرہ کسی قدر مردوں جیسا تھا جسے دیکھ کر شہنشاہ کا چہرہ یاد آجاتا تھا، خاص طور پر جب کہ وہ اپنا خاکی اسٹرخانی ہیٹ ایک طرف کو جھکا کر پہنتی تھی، وہ یہ ہیٹ گھر کے اندر بھی پہنے رہتی تھی اور صرف اسے ٹکی ہوئی نقاب کو کسی قدر اٹھا لیا کرتی تھی۔

رنج یا پریشانی کے موقعوں پر دونوں سہیلیاں ایک دوسرے کا دکھ ہلکا کر لیا کرتی تھیں۔ ایسا کرنے کے لئے وہ ایک دوسرے سے ناخوشگوار قسم کی باتیں کیا کرتی تھیں اور ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ جلایا کرتی تھیں یہاں تک کہ صورت حال دونوں کی قوت برداشت سے باہر ہو جایا کرتی تھی اور بہت جلد اس کا انتظام آنسوؤں اور معذرت پر ہوا کرتا تھا۔ یہ دقتی لڑائیاں، دونوں پر اچھا اثر ڈالتی تھیں جس طرح خون کے دباؤ کو گرم کرنے کے لئے جونکوں سے کام لیا جاتا ہے۔

شورا شلیسنگر کئی مرتبہ شادی کر چکی تھی لیکن وہ اپنے شوہروں کو طلاق دینے ہی بھول جایا

کرتی تھی اور کئی شادیوں کے باوجود اس کے اندر ایک طرح کی غیر شادی شدہ عورتوں کی سی سرد مہری پائی جاتی تھی

وہ تھیوسوفی کے عقیدہ پر قائم تھی جس کے مطابق ہر شخص بلا واسطہ روحانی وجدان سے خدا کی معرفت حاصل کر سکتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ آرتھوڈوکس فرقہ کے طریقۂ عبادت اور اصولوں کی بھی ماہر تھی اور یہاں تک کہ جب وہ وجدانی کیفیت میں مبتلا ہوتی تھی اس وقت بھی وہ عبادت کرانے والے پادری کو درمیان میں ٹوکنے سے باز نہیں رہتی تھی "او معبود کہن" اب ہے اور ہمیشہ رہیگا" "باعظمت نرشتہ" وہ یہ الفاظ برابر بڑبڑاتی رہتی تھی۔

شوراشلیسنگر علم الحساب جانتی تھی ماسکو کنزرویٹری کے مشہور ترین ہستادوں کے نوٹس سے واقف تھی اور یہ جانتی تھی کہ کون کس کے ساتھ رہ رہا ہے اور خدا جانے وہ کیا کچھ جانتی تھی۔

یہی وجہ تھی کہ زندگی کے تمام اہم موقعوں پر اسے ثالث یا منتظم کی حیثیت سے بلایا جاتا تھا۔

مقررہ وقت پر مہمان آنے شروع ہو گئے۔ آنے والوں لوگ ایڈیلیڈ افلیسونا گنسٹن فنکوز، مسٹر اور مسز برین، اور مسٹر ہنکیر اور کرنل کاکسیدے تھے۔ برف گر رہی تھی اور جب وقت صدر دروازہ کھولا جاتا تھا اس وقت ہوا کا سرد جھونکا اندر آتا تھا۔ آنے والے مرد باہر سردی میں سے لمبے برفانی جوتے پہنے ہوئے اندر آتے اور ان میں سے ہر ایک، بغیر کسی استثنیٰ کے اپنے آپ کو دیوانی ۔۔۔ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کے برخلاف ان کی بیویاں، جن کے چہرے برفباری کی وجہ سے نیلے اٹھے تھے اوورکوٹوں کے بٹن کھلے ہوئے تھے، شالیں نیچے پڑی ہوئی تھیں اور بالوں پر افشاں چھڑکی ہوئی تھی انتہائی خجلتی اور چالاک نظر آرہی تھیں نئے پیانو بجانے والے کے اندر داخل ہوتے ہی لوگوں نے سرگوشی کی "کوئی کا بھتیجہ"

رقص گاہ کے بازو والے کھلے دروازے سے کھانے کی میز نظر آرہی تھی، برف آور سٹرک کی طرح سفید اور طویل، سرخ شراب کی بوتلوں پر پڑتی ہوئی روشنی جاذب نظر تھی۔ میز پر چنے ہوئے کھانے اور طرح طرح کے برتن اشتہا انگیز معلوم ہوتے تھے۔

حاضرین بہت جلد روحانی تفریح حاصل کرنے کے لئے بیٹھ گئے تاکہ جسمانی غذا کا لطف حاصل کرنے میں دیر نہ لگے۔ وہ لوگ قطاروں میں بیٹھ گئے۔ "کوئی کا بھتیجہ" انھوں نے موسیقار کے پیانو کے سامنے بیٹھتے ہی پھر ایک مرتبہ سرگوشی کی اور کنسرٹ شروع ہو گیا۔

موسیقی خشک اور اکتا دینے والی تھی اور اس میں کافی وقت لگ گیا۔

وقفے کے دوران میں تنتید نگار میکیو اور انگرنیڈر گرومیکو میں اس پر بحث شروع ہو گئی کہ میکیو اس کی برائی اور گرومیکو تعریف کر رہا تھا۔ ان کے چاروں طرف لوگ سگریٹ وغیرہ پی رہے تھے باتیں کر رہے تھے، اپنی کرسیاں کھسکا رہے تھے یہاں تک کہ قریب کے کمرے میں چہکتے ہوئے دسترخوان نے پھر ایک مرتبہ ان کی توجہ اس طرف پھیری۔ ہر شخص نے یہی تجویز پیش کی کہ کنسرٹ بغیر کسی تاخیر کے دوبارہ شروع کر دیا جائے۔

پیانو بجانے والے نے چاروں طرف حاضرین پر نظر ڈالی اور اپنے ساتھیوں کو شروع کرنے کا اشارہ کیا۔ وائلن بجانے والے اور تشکیوف نے ساز چھیڑ دیئے۔ موسیقی شروع ہو گئی۔

یورا۔ تو یہ اولیشا گورڈن، جو اپنا آدھا وقت، گرومیکو کے یہاں گذارتا تھا، نیسری قطار میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"ایگورودنا تمہیں اشارے کر رہی ہے۔" یورا نے انگرنیدر انگرنیدروف سے کہا جو اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

ایگورودنا اگرومیکو کی سفید بالوں والی بڑھی خادمہ، دروازہ پر کھڑی ہوئی تھی اور مایوسی سے یورا کو تک رہی تھی اور انگرنیدر انگرنیدروف کی طرف دیکھ کر زور زور سے سر ہلا رہی تھی۔ اس طرح وہ یورا کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ فوراً اپنے آقا سے بات کرنا چاہتی ہے۔

انگرنیدر انگرنیدروف نے مڑ کر غصہ سے اس کی طرف دیکھا اور اپنے کندھے جھٹکے لیکن وہ اسی طرح کھڑی رہی جلدی وہ دونوں اپنی اپنی جگہ سے اشاروں میں باتیں کرنے لگے جیسے دو گونگے آپس میں بات کرتے ہیں لوگ دیکھ رہے تھے اینا ایوانوونا نے تند نظروں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ دیکھ کر ناخوشی تھا۔ شرماتے ہوئے وہ پنجوں کے بل چلتا ہوا کمرے کے دوسری طرف نکل گیا۔

"تم بھی حرکت کیسے کر سکتی ہو، ایگورودنا! اچھا اب بتاؤ کہ کیا گڑبڑ ہے؟ اچھا، اب جلدی سے بتاؤ کہ کیا معاملہ ہے؟"

ایگورودنا نے اس کے کان میں آہستہ سے کچھ کہا۔

"کیا موشینیگرو؟"

"ہوٹل"

"اچھا، تو اس کا کیا معاملہ ہے؟"

"انھوں نے کہلوایا ہے کہ وہ فوراً واپس چلا آئے۔ اس کا کوئی عزیز مر رہا ہے"

"اچھا، تو اب لوگ مر رہے ہیں! میں سمجھا — ایسا نہیں ہو سکتا، ایگزیکٹو نا۔ جب یہ کنسرٹ ختم ہو جائیگا تو میں انھیں بتا دوں گا اس وقت تک میں ایسا نہیں کر سکتا"

"انھوں نے ہوٹل کے ایک خدمتگار کو گاڑی دے کر بھیجا ہے۔ وہ انتظار کر رہے ہیں کوئی شخص مرا ہے میں تم سے کہتی ہوں کیا تم نہیں سمجھ سکتے؟ وہ ایک عورت ہے"

"اور میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے چند منٹ کی تاخیر سے کیا فرق پڑتا ہے"۔ وہ پنجوں کے بل چلتا ہوا اپنی جگہ پر واپس چلا گیا اس کی پیشانی پر شکنیں تھیں اور وہ اپنی ناک مل رہا تھا۔

کنسرٹ ختم ہونے پر تالیوں کی آواز بند ہونے سے پہلے ہی وہ موسیقاروں کے پاس گیا اور۔ تشکیوتز سے کہا کہ اسے گھر بلایا گیا ہے۔ کوئی حادثہ ہو گیا ہے اور اب انھیں موسیقی ختم کرنی پڑے گی۔ پھر وہ حاضرین کی طرف مڑا اور لوگوں کو خدا حافظ کہنے کے لئے ہاتھ اوپر اٹھائے۔

خواتین و حضرات۔ مجھے افسوس ہے کہ تین سازندوں میں سے ایک کو جانا پڑ رہا ہے تشکیوتز کا بھی کوئی بڑی خبر ملی ہے۔ ہماری تمام ہمدردی اس کے ساتھ ہے جسے یہاں سے جانا پڑ رہا ہے میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ایسے موقعہ پر کمبخت لگے۔ ہو سکتا ہے کہ اسے مدد کی ضرورت پڑے میں اس کے ساتھ جاؤں گا۔ یورو چکا مرنے لڑکے کی طرح جا کر سیمیں۔ سے کہو کہ گاڑی نکال لائے خواتین و حضرات میں خدا حافظ نہیں کہوں گا۔ میں آپ سب سے رکنے کی درخواست کرتا ہوں — میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا"

برفانی رات میں گاڑی میں بیٹھ کر گھومنے کی خاطر لوگوں نے بھی اس کے ساتھ چلنے کی اجازت مانگی۔

(۲۱)

اگرچہ دسمبر کے بعد زندگی معمول پر آ گئی تھی لیکن گولیاں چلنے کی آوازیں اب بھی سنائی دیتی تھیں اور وہ مکانات جو آگ لگنے کے معمولی حادثات سے جل گئے تھے وہ بھی انھیں مکانات کی طرح نظر

آتے تھے جو بغاوت کے دوران میں تباہ ہو گئے تھے اور اب تک سنگ ریزے تھے۔

لڑکے اس سے پہلے کبھی گاڑی میں بیٹھ کر اتنے طویل سفر پر نہیں گئے تھے۔ دراصل نوٹینیگرو وہاں سے نزدیک ہی ایمونیکی پیوڈر پر نوٹسکی کے کنارے پر واقع تھا لیکن سخت برفباری اور کہرے کی وجہ سے راستہ بہت زیادہ طویل ہو گیا تھا۔ الاؤ کا بل کھاتا ہوا دھواں قدموں کی آواز اور برفانی گاڑیوں کی آوازوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ خدا جانے کتنی دیر سفر کرتے رہے ہوں اور کسی خوفناک اور دور دراز مقام پر پہنچ گئے ہوں۔

ہوٹل کے صدر دروازہ کے باہر ایک خوبصورت قسم کی برفانی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ گھوڑے کی پشت پر کپڑا پڑا ہوا تھا اور اس کے سموں پر پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں۔ ڈرائیور ہٹا سٹا یا مسافروں کی سیٹ پر بیٹھا ہوا اپنے جسم کو گرم رکھنے کی کوشش کر رہا تھا اور اس کا سر اس کے ہاتھوں میں چھپا ہوا تھا جن پر اس نے دستانے پہن رکھے تھے۔

ہوٹل کی لابی میں گرمی تھی، کاؤنٹر کے پیچھے دربان بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا، روشن دان سے اندر آنے والی ہوا جلتی ہوئی انگیٹھی کی آواز، اور سماوار میں کھولتے ہوئے پانی کی سنسناہٹ اس کے لئے لوری کا کام کر رہی تھی کبھی کبھی وہ خود اپنے خراٹے کی آواز سے چونک کر جاگ پڑتا تھا۔

بھرے چہرے والی ایک موٹی سی عورت بائیں طرف آئینہ کے قریب کھڑی تھی۔ اس کی سموری جیکٹ موسم کے لحاظ سے بہت ہلکی تھی۔ وہ کسی شخص کا انتظار کر رہی تھی۔ اسکی پشت آئینہ کی طرف تھی اور وہ اپنا سر دونوں طرف گھما کر آئینہ میں یہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ پیچھے سے بھی جاذب نظر دکھائی دے رہی ہے یا نہیں۔

گاڑی کا کوچوان جو برفباری کی وجہ سے بالکل یخ بستہ ہو گیا تھا اندر آیا۔ اپنے بھورے کوٹ کی وجہ سے وہ بالکل دُبلی روئی کی مانند دکھائی دے رہا تھا اور اس کے منہ سے نکلتی ہوئی بھاپ نے اس مشابہت کو اور زیادہ نمایاں کر دیا تھا۔ "آپ کو کتنی دیر اور لگے گی محترمہ؟" اس نے آئینہ کے قریب کھڑی ہوئی عورت سے پوچھا۔ "میں آخر تم جیسی عورتوں کے چکر میں کیوں پھنس جاتا ہوں۔ یہ بات میری سمجھ میں کبھی نہیں آئی۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے گھوڑے سردی میں اکڑ کر مر جائیں۔"

ہوٹل کے عملہ کو روزانہ جن الجھنوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ ان میں کمرہ نمبر ۳ کے حادثے سے

اور اضافہ ہو گیا۔ ہر لمحہ گھنٹیاں بجتی تھیں اور دیوار پہ لگے ہوئے شیشے کے بکس پر کوئی نہ کوئی نمبر نظر آنے لگتا تھا جس سے معلوم ہو جاتا تھا کہ کس کمرے میں کون مہمان بدحواسی کے عالم میں ملازموں کو فضول پریشان کر رہا ہے۔

اس وقت ڈاکٹر اس بے وقوف بڑھیا گیشا رد اکو کے کرلنے والی دوا لے رہا تھا اور اس کی انتڑیوں کو دھو کر صاف کر رہا تھا۔ اس کی ملازمہ گلاآشا نرش صاف کرتے کرتے اور گندی بالٹیاں باہر لے جا کر صاف بالٹیاں اندر لاتے لاتے تھک گئی تھی، لیکن اس وقت سروس روم میں جو طوفان آیا ہوا تھا وہ اس گڑبڑ سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ اس سے بھی پہلے جب کہ ترآخشکا کو ایک گاڑی میں ڈاکٹر اور اس دائمن بجانے والے کو بلانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ کیونکہ اس کی کے وہاں پہنچنے سے بھی پہلے۔ اور بہت سے لوگ دروازہ کے باہر کھٹا پٹ کرتے ہوئے غلام گردش میں سے گذر چکے تھے۔

یہ گڑبڑ اس روز سہ پہر میں شروع ہوئی تھی جب کوئی شخص بے ہنگم طریقہ پر اس تنگ راہداری میں مڑا تھا جو نعمت خانہ سے زینہ تک جاتی تھی اور اتفاق سے ہوٹل کے خدمتگار سیوسی سے ٹکرا گیا تھا جو اسی وقت برتنوں سے بھری ہوئی ایک کشتی اپنے داہنے ہاتھ پر سنبھالے سر جھکائے ہوئے تیزی سے باہر نکل رہا تھا۔ کشتی سمیت برتنوں کے کھڑکھڑاتی ہوئی فرش پر گر گئی، شوربہ بہہ گیا اور شوربہ کی دو پلیٹیں اور گوشت کی ایک پلیٹ ٹوٹ گئی۔

سیوسی اس بات پہ مصر تھا کہ برتن دھونے والی خادمہ اس سے ٹکرائی تھی۔ لہٰذا وہی جواب دہ تھی اور اسی کو نقصان برداشت کرنا چاہیئے۔ اب کوئی گیارہ کا عمل تھا اور عملے کے آدھے لوگ جلد ہی ڈیوٹی ختم کر کے جانے والے تھے لیکن جھگڑا برابر جاری تھا۔

"وہ بدحواس ہو گیا ہے، اپنے ہاتھ پیر قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ وہ تو بس یہی کرتا ہے کہ بوتل لئے بیٹھا رہے جیسے وہ اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا ہو، اور پھر غصہ سے کھولتے ہوئے وہ پوچھنے لگتا ہے کہ اسے دھکا کس نے دیا۔ اس کا شوربہ کس نے گرایا، اس کے چینی کے برتن کس نے توڑے۔ اچھا تو اب تمہارا کیا خیال ہے۔ شیطان، استرآخاں کے ذلیل کیڑے بے شرم انسان؟"

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں، ماتریونا استیپانوونا، ذرا زبان سنبھال کر بات کرو۔"

"اور میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اب اس چیخ و پکار کی وجہ کیا ہے تم سمجھتی ہو وہ کوئی ایسا شخص تھا

جس کے لئے چینی کے برتن توڑے جا سکتے ہیں لیکن یہ تو وہی پھوہڑ عورت ہے، وہی فاحشہ، جو اتنی ادائیں دکھاتی رہتی ہے، اور اپنے آپ کو معصوم ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہے جو اپنے کرتوتوں کو چھپانے کے لئے زہر پی رہی ہے۔ دراصل مونٹینگرو میں رہتے ہوئے وہ تو اب عام لوگوں کو پہچانتی تک نہیں۔"

میشا اور یوآمادام گیشار کے کمرے کے باہر غلام گردش میں ادھر سے اُدھر ٹہل رہے تھے۔ الگزینڈر الگزینڈروچ کا جو خیال تھا معاملہ اس سے بالکل مختلف نکلا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ موسیقار کی زندگی میں ایک صاف اور پرفگار قسم کا حادثہ ہوگا۔ لیکن یہ حادثہ تو نہایت ذلیل اور بدنام کرنے والا تھا جس سے بچوں کا علیحدہ رہنا ہی ضروری تھا۔

لڑکے غلام گردش میں انتظار کر رہے تھے۔ بچو اب اپنی خالہ کے پاس چلے جاؤ۔" خدمتگاران کے پاس آیا اور اس نے دوسری مرتبہ انھیں رسانیت سے سمجھاتے ہوئے کہا۔" تم اندر چلے جاؤ۔ پریشان مت ہو۔ خاتون اب بالکل ٹھیک ہیں۔ تمھیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی حالت اب بہت بہتر ہے تم یہاں کھڑے نہیں رہ سکتے۔ یہاں آج تیسرے پہر ایک حادثہ ہو گیا تھا۔ چینی کے قیمتی برتن ٹوٹ گئے تھے۔ تم جانتے ہو کہ ہمیں کھانا کھلاتے وقت ادھر سے ادھر بھاگنا پڑتا ہے اور یہ جگہ ذرا تنگ واقع ہوئی ہے۔ اب تم اندر چلے جاؤ۔" لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔

اندر کمرے میں مٹی کے تیل کا ایک جلتا ہوا لیمپ دھیمے طور پر میز کے اوپر جگمگا رہا تھا۔ برکیٹ پر سے اتار کر بکری کی جالی کے پیچھے رکھ دیا گیا تھا جہاں کھٹملوں کی بو آ رہی تھی۔ یہ کمرہ اب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور ایک گودام نما حصے کی مدد سے باقی کمرے سے الگ کر دیا گیا تھا تاکہ اجنبیوں کی نگاہ اس پر نہ پڑے۔ لیکن پردہ جالی کے اوپر ڈال دیا گیا تھا اور گھبراہٹ میں کسی کو اسے ٹھیک کرنے کا خیال نہیں رہا۔ لیمپ ایک بنچ پر رکھا ہوا تھا اور اس سے کمرے کے ہر علیحدہ گوشہ میں روشنی ہو رہی تھی۔

مادام گیشار نے زہر پی کر نہیں، جیسا کہ برتن دھونے والی عورت کا خیال تھا، بلکہ آیوڈین پی کر خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔ کمرے میں سبز اخروٹوں کی سی ترش اور خشک بو پھیلی ہوئی تھی۔

جالی کے پیچھے خادمہ فرش صاف کر رہی تھی اور بستر پر ایک عمدہ نیم برہنہ لیٹی ہوئی تھی۔ وہ پانی آنسوؤں اور پسینہ میں تر بتر تھی۔ اس کے گیلے بال بکھر گئے تھے اور وہ ایک بالٹی پر جھکی ہوئی زور زور سے

لڑکے ایکدم واپس پلٹ گئے۔ کیونکہ ان کے خیال میں اس عورت کی طرف دیکھنا انتہائی تیزی کی بات تھی۔ لیکن جو کچھ وہ دیکھ چکا تھا اس سے یہ حقیقت اسپر عیاں ہو گئی تھی کہ بعض تخلیقات وہ حالات سے یا دباؤ اور تکان کے لمحات میں عورت وہ نہیں رہتی جیسا کہ اسے سنگ تراشی کے مجسموں میں دکھایا جاتا ہے بلکہ ایک ایسے پہلوان کی مانند نظر آتی ہے جس کے بٹے پھٹے ہوئے ہوں، اور جو لنگوٹ باندھے ہوئے کشتی لڑنے کے لئے بالکل تیار ہو۔

آخر کار جالی کے پیچھے کسی کو پردے گرانے کا خیال آ گیا۔

"فیدائی کازمیر دوتح، "فیدائی تمھارا ہاتھ کہاں ہے؟ اپنا ہاتھ دیکھو ہاتھ میں دیدو۔" وہ عورت کہہ رہی تھی۔ آنسوؤں کی شدت اور متلی کی جس سے اس کی آواز حلق میں پھنس رہی تھی۔ "اوہ مجھے بھی کتنی اذیت برداشت کرنی پڑی ہے۔ میں کیسے کیسے شبہات میں گرفتار تھی ـــــ فیدائی کازمیر دوتح ـــــ میرا خیال تھا ـــــ لیکن خوش قسمتی سے یہ سب کچھ حماقت ثابت ہوئی ـــــ محض بے بنیاد شبہات ـــــ ذرا سوچو تو مجھے کتنا اطمینان ہو گیا ہے، اور پھر ان سب باتوں کا انجام ـــــ میں یہاں لیٹی ہوئی ہوں ـــــ میں یہاں زندہ موجود ہوں۔"

"سکون سے لیٹی رہو، امیلیا کارلونا، میں تم سے درخواست کرتا ہوں ـــــ یہ سب کچھ کس قدر عجیب ہے، میں تو یہی کہوں گا کہ بے حد عجیب۔"

"اب ہم گھر چلیں گے۔" انگزیندر انگزیندر وتح نے بچوں سے کہا۔ وہ دونوں سخت گو مگو کے عالم میں دروازہ میں کھڑے ہوئے تھے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں اس لئے وہ وہاں کھڑے ہوئے سامنے بڑے کمرے کی تاریکیوں میں گھور رہے تھے جہاں سے لیمپ ہٹا دیا گیا تھا۔ دیواروں پر تصویریں لٹک رہی تھیں۔ کتابوں کی ایک الماری میں موسیقی کی کتابیں بھری ہوئی تھیں۔ ایک میز پر اخبار اور البم لگی ہوئی تھیں۔ اور کھانے کی میز کی دوسری طرف ایک رکی آرام کرسی پر ایک کڑھی ہوئی چادر اوڑھے ہوئے سو رہی تھی۔ اس نے کرسی کا سرہانا پکڑ رکھا تھا اور اس کا ایک رخسار اس پر ٹکا ہوا تھا۔ وہ یقیناً بہت زیادہ تھک گئی ہو گی جبھی تو اتنے شور و غل اور ہنگامہ کے باوجود اسے نیند آ گئی۔

"اچھا اب چلے جاؤ۔" انگزیندر انگزیندر وتح نے پھر بات دہرائی۔ ان کے تنے کی کوئی تک

دیتی اور اب زیادہ دیر ٹھہرنا بدتہذیبی تھا۔ جیسے ہی میدانی کا زمیر دروازے باہر گئے گا۔ میں اسے الوداع کہوں گا۔"

اسکرین کے پیچھے سے تشکر کی بجائے ایک بھاری بھرکم لحیم شحیم آدمی نکلا جس کے چہرے سے خود اعتمادی ٹپک رہی تھی۔ وہ اپنے سر کے برابر بلندی پر لیمپ اٹھائے ہوئے تھا جسے اس نے میز کے قریب پہنچکر اس کے بریکٹ میں جما دیا۔ روشنی سے لڑکی جاگ اٹھی۔ وہ اس شخص کو دیکھ کر مسکرائی، آنکھیں جھپکائیں اور انگڑائی لی۔

اجنبی کو دیکھ کر میشا چونک پڑا اور اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔ اس نے تورا کو آستین سے پکڑ کر اپنی جانب متوجہ کیا اور اس کے کان میں کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن تورا نے اس کی بات نہیں سنی۔ "لوگوں کے سامنے اس طرح سرگوشی کرنا ٹھیک نہیں۔ آخر وہ کیا سوچیں گے؟"

اسی اثنا میں لڑکی اور اس شخص کے درمیان اشاروں ہی اشاروں میں باتیں ہوگئیں ان کے ہونٹوں سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا صرف ان کی آنکھیں ہی ملیں لیکن ایک نے دوسرے کو جو پیغام دیا اس میں جادو کا سا دہشتناک اثر تھا جس نے لڑکی کو اس طرح متاثر کیا گویا وہ کٹ پتلی نچانے والا ہو اور لڑکی محض کٹ پتلی۔ جو اس کے بہر اشارے کی پابند ہو۔

تھکی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی آنکھیں چھوٹی پڑ گئیں اور اس کے ہونٹ عجیب طور سے کھلے لیکن اس کی تضحیک آمیز نظر کے جواب میں لڑکی نے نازیبا انداز میں آنکھ ماری۔ دونوں کو خوشی ہوئی کہ معاملہ خیر و خوبی طے ہوگیا ـــــ ان کا راز محفوظ رہا اور مارام گیشا رنے خودکشی کی جو کوشش کی تھی وہ ناکام ہو چکی تھی۔

تورا نے آنکھوں ہی آنکھوں سے ان دونوں کو اپنے ذہن میں اتارنے کی کوشش کی دھندلی روشنی میں ہونے کی وجہ سے وہ نظر نہیں آرہا تھا مگر وہ لیمپ سے نکلنے والی روشنی کے دائرے کو گھورے جا رہا تھا۔ معلوم لڑکی اور اس کے آقا کے درمیان جو گذری تھی وہ ناقابل بیان حد تک پُراسرار بھی تھی اور شرمناک حد تک حیران بھی اس کا دل ایسے متضاد جذبات سے پھٹا جا رہا تھا جو اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کئے۔

یہاں اس چیز کا سامنا تھا جس کو اس نے تو نیا اور میشا نے بارہا عامیانہ قرار دیا تھا اس

قوت کا رامنا تھا جو سنھیں خوفزدہ کرنے کے باوجود اپنی جانب کھینچتی تھی مگر وہ محض الفاظ کے ذریعے اس پر دور ہی سے قابو پالیا کرتے تھے لیکن اب وہ یہاں تھی۔ یہ قوت تیرا کی آنکھوں کے سامنے موجود تھی حقیقی روپ میں، متلاطم اور پریشان کن بے رحمی کے ساتھ تباہ کرنے والی لیکن شاکی اور مدّ کی طالب ــــ اور آخراب ان کے طفلانہ فلسفے کو کیا ہوا تھا اور اب تیرا کیا کر سکتا تھا۔؟

"کیا تم اس آدمی کو جانتے ہو؟ وہ کون تھا؟" مشائلنے یہ اس وقت کہا جب وہ باہر گلی میں آ گئے تیرا نے جواب میں خیالات میں کھویا ہوا تھا کوئی جواب نہیں دیا۔

"یہ وہی ہے جس نے تمھارے والد کو شراب نوشی کی ترغیب دی اور آخران کو موت کے قریب پہنچا دیا۔ تمھیں یاد ہے ــ ٹرین میں میں نے تمھیں یہ بات بتائی تھی:"

تیرا اس لڑکی اور اس کے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا نہ کہ اپنے والد اور ماضی کے متعلق اوّل تو وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ مشائل کیا کہہ رہا تھا۔ اتنی سردی تھی کہ اس کی طبیعت بات کرنے کو بھی نہ چاہتی تھی "سیمیون، تم تو سردی میں جم گئے ہو گے" الگزینڈر الگوینڈر وتح نے گاڑیبان سے کہا۔ اور وہ گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔

کرسمس پارٹی

(۱)

سردیوں کے موسم کی بات ہے کہ الیگذینڈر الیگذینڈرووچ نے اپنی بیوی اینا ایوانوونا کو زمانۂ قدیم کی بنی ہوئی کپڑوں کی ایک الماری دی جو اسے کہیں سے مل گئی تھی۔ یہ آبنوس کی بنی ہوئی تھی اور اتنی بڑی تھی کہ پوری کی پوری ایک بھی دروازے سے مکان میں نہیں جا سکتی تھی۔ چنانچہ علیحدہ علیحدہ حصوں میں مکان کے اندر پہونچایا گیا۔ اور پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اسے کہاں رکھا جائے۔ ڈرائنگ روم میں رکھنا ویسے بھی غلط تھا۔ سائز کے باعث خواب گاہ میں رکھنا بھی ناممکن تھا۔ آخر کار بڑی خواب گاہ کے برابر اس الماری کے لئے خاص طور پر جگہ نکالی گئی۔

مارکل نامی ایک مزدور اسے جوڑنے کے لئے آیا۔ اور اپنے ساتھ اپنی چھ سالہ بیٹی ماریکا کو بھی لیتا آیا۔ اسے بہلانے کے لئے مٹھائی کا ایک سخت ٹکڑا دیدیا گیا جسے وہ ناک سے شُرشُر کرتے چوستی رہی۔ اسنے ساری انگلیاں مٹھاس سے بھر لیں۔ اور اپنے باپ کو غور سے کام کرتے دیکھتی رہی۔

پہلے تو کام ٹھیک سے ہوتا رہا اور اینا ایوانوونا کے دیکھتے ہی دیکھتے پوری الماری پھر سے کھڑی ہو گئی۔ لیکن جب صرف اوپر کے حصے پر لکڑی جڑنے کا کام باقی رہ گیا تو اس کے دل میں مارکل کی مدد کرنے کا خیال آگیا۔ وہ الماری کے ایک تختے پر چڑھی ہی تھی کہ پاؤں پھسل گیا اور وہ دھڑام سے کنارے کے تختوں پر آ رہی جو کہ صرف چوکھٹ کے سہارے ٹکے ہوئے تھے۔ مارکل نے ان تختوں کو اٹکانے کے لئے جو لکڑی ہاتھ رکھی تھی وہ بھی نکل گئی۔ چنانچہ اینا ایوانوونا کے ساتھ جو پیچھے کے بل زمین پر گری تھی تمام

تختے بھی اس پر آگرے اور اس کے جسم پر کافی خراشیں آئیں۔

مارکل فوراً اس کی طرف لپکا۔ "اوہ! مادام۔ محترمہ؟ اس نے کہا۔" عزیز خاتون آپ نے یہ کیوں کیا؟ کہیں آپ کی کوئی ہڈی تو نہیں ٹوٹی۔ ذرا ہڈیوں کو ٹٹول کر دیکھئے۔ یہ ہڈیاں ہی تو ہیں اصل چیز جسم کے نرم حصوں کی کوئی بات نہیں۔ یہ نرم حصے تو خدا کے فضل سے وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ٹھیک ہو ہی جاتے ہیں اور کہاوت تو یہ ہے کہ یہ حصے ہیں ہی تفریح کے لئے ــــ ارے او چیخنا بند کرو۔" اس نے روتی ہوئی مارتھا کو ڈانٹ پلائی۔ "ناک صاف کرو اور جاؤ اپنی ماں کے پاس ــــ ہائے مادام کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں کہ میں آپ کی مدد کے بغیر بھی کپڑوں کی اس الماری کو ٹھیک ٹھاک کر سکتا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ آپ کے نزدیک یہ محض ایک مزدور ہوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں کبھی باقاعدہ بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ کیبنٹ میکر۔ ہاں ہاں مادام۔ لکڑی کے ڈبے وغیرہ بنانا میرا پیشہ تھا۔ آپ مانیں گی نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ نہ جانے ان ہاتھوں نے کتنی الماریاں اور ہر قسم کے ڈبے بنائے ہیں اور ان ہاتھوں سے کتنا پیروزہ۔ اخروٹ کی لکڑی۔ اور ہائے کتنی گذری ہے۔ معاف کیجئے۔ یہی نہیں۔ نہ جانے کتنی رئیس زادیاں میرے پاس آیا کرتی تھیں اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے یہ سب غائب۔ یہ شراب کی وجہ سے ہوا۔"

مارکل نے ایک آرام کرسی کھینچی۔ اور اس کی مدد سے اپنا ایوانووناکراہتی اور خراشوں کو ملتی ہوئی اس پر نیم دراز ہو گئی۔ قلی نے پھر الماری کو جوڑنا شروع کیا۔ اوپر کا تختہ لگاتے ہوئے اس نے کہا۔ "اب دروازہ رہ گیا ہے اور اس کے بعد سے نمائش میں رکھا جا سکتا ہے۔"

اینا ایوانووناکو یہ کپڑوں کی الماری ذرا پسند نہ آئی۔ اس کی شکل دیکھ کر اسے شاہی مقبرہ یاد آگیا اور اسکے دل میں ایک عجیب قسم کا وہم اور ڈر سا بیٹھ گیا۔ اس نے اس کا نام اسکولڈ کا مقبرہ رکھ دیا جس سے اس کی مراد پرنس اولیگ کا گھوڑا تھا۔ (اسکولڈ روسی مملکت کے بانیوں میں سے تھا۔ اور کیف میں دفن ہوا۔ اولیگ بھی کیف کا ہی ایک شہزادہ تھا جسے ایک سانپ نے ہلاک کر دیا تھا۔ یہ سانپ اس کے دلپسند گھوڑے کے سر میں سے نکلا تھا) اینا نے پڑھ تو بہت کچھ رکھا تھا لیکن ادھر ادھر کی متعلقہ باتوں کو اچھا دینا اس کا خاصہ بن گیا تھا۔ اس حادثہ کے بعد اینا پھیپھڑوں کی کمزوری کے عارضہ میں مبتلا ہو گئی۔

(۲)

نومبر ۱۹۱۸ء کا پورا مہینہ اینا ایوانونا نے نمونیہ کے عارضہ میں گذارا۔

یورا۔ میتیا گورڈن۔ اور تونیا آنے والے موسم بہار میں ڈگری لینے والے تھے۔ یورا ڈاکٹری کی۔ اینا کی بیٹی تونیا قانون کی۔ اور میتیا جو شعبہ فلسفہ کا طالب علم تھا۔ لسانیات کا گریجویٹ بننے والا تھا۔ یورا کے ذہن میں ابھی کوئی شے واضح نہیں تھی۔ لیکن اس کے نظریات۔ اس کی عادت اور اس کے رجحانات سب واضح طور پر اس کے اپنے تھے۔ وہ دوسروں کو متاثر کرنے کی بڑی صلاحیت رکھتا تھا اور اس کی حقیقت افروز بصیرت بہت نمایاں تھی۔

آرٹ اور تاریخ سے گو اسے گہرا لگاؤ تھا۔ تاہم پیشہ کے انتخاب میں وہ کبھی نہیں جھجکا۔ اس کا خیال تھا کہ جس طرح پیدائشی زندہ دلی یا افسردگی کوئی پیشہ نہیں ہے۔ اسی طرح آرٹ بجائے خود بھی اب کوئی پیشہ نہیں رہا ہے۔ اسے طبیعیات اور نیچرل سائنس سے دلچسپی تھی اور اس کا ایمان تھا کہ آدمی کو اپنی عملی زندگی میں معاشرہ کے لیے کوئی مفید کام ضرور کرنا چاہیئے۔

اپنے چار سالہ کورس کے پہلے سال میں اس نے انکیب پوری فصل چیر پھاڑ کے ایک کمرے میں کام کرتے گذاری جو یونیورسٹی کے زمین دوز حصہ میں تھا۔ یہاں چکر دار زینہ اتر کر پہونچنا پڑتا تھا۔ اور اس جگہ ہمیشہ ایسے طلباء کا جھمگٹ رہتا جن کے بال ہر وقت بکھرے ہوئے رہتے تھے۔ ان میں سے بعض ہڈیوں پر گھرے بیٹھے اپنی بکھری ہوئی کتابوں کو غور سے دیکھتے یا اپنے اپنے کونے میں کاٹ پیٹ میں لگے رہتے۔ کچھ بیٹھے دوسروں کو بیوقوف بناتے۔ ہنسی مذاق کرتے اور چیر پھاڑ کے تجربات میں کام آنے والے جوہوں کا تعاقب کرتے جو سنگین فرش پر سرسراتے ہوئے دوڑتے پھرتے تھے۔ مردہ خانہ کی نیم تاریکی میں خودکشی کرنے والے نامعلوم نوجوانوں یا ڈوب کر ہلاک ہونے والی گمنام عورتوں کی برہنہ لاشیں جنھیں کیمیائی طریقے سے اتنا محفوظ رکھا گیا تھا کہ وہ خراب نہیں ہو سکتی تھیں۔ پڑی ہوئی قاسفورس کی طرح چمک رہی تھیں۔ بھٹکری کے مرکبات کے انجکشنوں سے ان میں کچھ تازگی پیدا ہو جاتی اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا کہ ان لاشوں کے جمالی تناسب میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ لاشوں کو کاٹا جاتا۔ مختلف اعضاء کو الگ کر کے جوڑا جاتا پھر بھی انتہائی غور سے دیکھا جائے جب بھی جسم انسانی کے کسی حصہ کی خوبصورتی میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا کہ یورا کی جست کی میز پر پانی چشمے کی طرح بہہ رہا ہوتا۔

اور دوسری عورت کے کٹے ہوئے بازو یا ہاتھ کو بغور دیکھنے میں منہمک رہتا۔ اس زین دوز کمرے میں ہر وقت کاربولک ایسڈ اور جراثیم کش گیس کی بو پھیلی رہتی اور ہر شے سے عجیب پراسراریت جھلکتی خواہ یہ سامنے پڑے ہوئے مُردوں کی متمت ہو یا خود زندگی اور موت کی پہیلی۔ اور اس زیر زمین کمرے میں موت چھائی رہتی جیسے یہ موت کا گھر ہو یا اس کا صدر مقام۔

اس اسرار کی آواز جو دوسری ہر چیز کو خاموش کر دیتی تھی۔ لیوا کے دل و دماغ پر چھائی رہتی اور اس کے علم الابدان کے کام میں رکاوٹ بن جاتی۔ وہ اس پریشان خیالی کا عادی ہو چکا تھا اور اس کے باوجود اس کی پیش قدمی جاری رہتی۔

لیوا ایک شریف الطبع انسان اور بہترین مصنف تھا۔ اسکول کے زمانہ ہی سے وہ زندگی کے موضوع پر ایک کتاب لکھنے کا خواب دیکھا کرتا جس میں وہ مدفون اہرام کی طرح ایسی تمام نہایتوں اور موثر چیزوں جو اس نے زندگی میں دیکھی یا سوچی تھیں ضابطۂ تحریر میں لانا چاہتا تھا لیکن اس وقت وہ بہت کم عمر تھا اور کتاب تصنیف نہیں کر سکتا تھا لہٰذا اس کی جگہ اس نے شاعری شروع کر دی۔ اس کی حالت ایک ایسے مصور کی سی تھی کہ اس کے ذہن میں ایک بڑی تصویر کا جو نقشہ ہو۔ وہ ہر وقت اس کے دماغی خاکے بناتا رہتا ہے۔ ان خام تخلیقات کی جانب اس کا رجحان اسکے موثر اسلوب بیان اور انفرادیت کے باعث تھا۔ اس کی رائے تھی کہ موثر اسلوب اور اچھوتا پن آرٹ کو حقیقت میں تبدیل کر دیتا ہے جس کے بغیر آرٹ مہمل بے کار اور غیر ضروری رہتا ہے۔

لیوا کو بخوبی اس امر کا علم تھا کہ اس کے کردار کو ڈھالنے میں اس کے ماموں کا کیا حصہ تھا۔ نکولائی نکولائیوچ آجکل لاسین میں قیام پذیر تھا۔ وہاں اس کی کتابیں روسی زبان میں شائع ہوئیں اور ان کے ترجمے بھی۔ ان کتابوں میں اس نے اپنے اس پرانے نظریہ کو نئے روپ میں پیش کیا کہ تاریخ بجائے خود ایک دوسری دنیا ہے جو کہ موت کے چیلنج کے جواب میں آدمی، وقت اور یادداشت کی مدد سے بناتا ہے۔ ان تخلیقات کا محرک عیسائیت کا ایک نیا مفہوم تھا۔ جس کے نتیجہ میں آرٹ کا ایک بالکل ہی نیا تصور پیدا ہو گیا۔

یشا گردن پر ان نظریات کا یولا سے بھی زیادہ اثر تھا۔ ان نظریات ہی کے باعث اس نے یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ میں داخلہ لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دینیات پر لیکچر بھی سنے اور بعد میں تو

اس نے شعبہ دینیات میں منتقل ہو جانے پر بھی غور شروع کر دیا تھا۔ یوسا برابر ترقی کرتا رہا اور اپنے اصول کی منطق اور اس کے خیالات سے آزاد ہوتا گیا۔ لیکن میتا ان نظریات میں جکڑ کر رہ گیا۔ یوسا نے محسوس کیا کہ اس کے دوست کا یہ جوش و خروش در اصل اس کی فطرت کے مطابق ہے۔ وہ بہت ہوشیار اور محتاط تھا لہٰذا اس نے اپنے دوست کو اس کے حدود معقولیت سے متجاوز نظریات سے نکالنے کی کبھی بات چیت نہیں کی۔ لیکن اکثر اس کے دل میں یہ خواہش چٹکیاں لیتی کہ میتا آسمان سے زمین پر اترے اور حقیقت پسندی سے کام لے۔

(۳)

نومبر کے آخر میں ایک رات یوسا یونیورسٹی سے بہت دیر کے گھر آیا۔ وہ بہت تھکا ہوا تھا، اس نے دن بھر کچھ نہیں کھایا تھا۔ اسے بتایا گیا کہ اس دن گھر میں سخت گھبراہٹ پھیلی رہی۔ اینا ایوانووچ پر بیماری کا دورہ پڑا۔ کئی ڈاکٹروں نے اس کا معائنہ کیا۔ اس کی حالت اتنی خراب تھی کہ ایک مرتبہ تو ڈاکٹروں نے اسکے شوہر الیگزینڈر الیگزینڈرووچ سے کہا کہ وہ آخری رسوم کے لئے پادری کو بلا لائے۔ لیکن بعد میں انھوں نے یہ ارادہ بدل دیا۔ اب مریضہ کی حالت بہتر ہے۔ وہ پوری طرح ہوش میں ہے۔ اور اس نے کہلا بھیجا ہے کہ یوسا کو واپس آتے ہی اس کے پاس بھیج دیا جائے۔ یوسا فوراً ہی اس کی طرف چل پڑا۔

کمرہ میں تھوڑی دیر پہلے کی افراتفری کے آثار اب تک نمایاں تھے۔ نرس خاموشی کے ساتھ چلتے ہوئے رات کے وقت کام آنے والی ادویات وغیرہ ایک میز پر قرینہ سے لگا رہی تھی۔ جن تولیوں سے مریضہ کے جسم کو دبایا گیا تھا۔ وہ ایک طرف بھیگے ہوئے پڑے تھے۔ سلفی میں پانی منہ سے لگے ہوئے خون کی آمیزش سے گلابی ہو گیا تھا۔ اور اس میں روئی اور کپڑے کے پھولے ہوئے پھائے وغیرہ تیر رہے تھے۔ اینا ایوانووچ پسینے میں شرابور لیٹی تھی۔ اس کے ہونٹ بالکل خشک تھے۔ اور اس کا چہرہ سخت درشت دکھائی دے رہا تھا۔ یوسا سوچ رہا تھا۔ "کہیں مرض کی تشخیص غلط تو نہیں ہو گئی؟ یہ سب تو مونیہ کی علامتیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے حالت خراب ہے۔" تسلیم بجا لانے کے بعد اس نے مریضہ سے حوصلہ افزا اور بے معنی قسم کی وہ تمام باتیں کہیں جو ایسے موقعوں پر کہی جاتی تھیں۔ نرس کو باہر بھیج دیا اور پھر اینا ایوانووچ کا بازو تھام کر اس کی نبض دیکھی۔ اس کے بعد اس نے اپنی جیب سے صدر بین (ڈاکٹروں کی مخصوص رپٹر کی نلی) نکالنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ مریضہ نے سر کی جنبش سے منع کرتے ہوئے اشارہ کیا کہ اسکی ضرورت

نہیں ہے۔ اب یورا نے محسوس کیا کہ اس نے اسے کسی اور مقصد سے طلب کیا ہے۔ مرلین نے پوری کوشش کے ساتھ بولنا شروع کیا۔

"وہ مجھے بسترِ مرگ کی رسم اصطباغ کی ادائیگی کے لئے کہہ رہے ہیں..... موت میرے سر پر منڈلا رہی ہے..... کسی وقت بھی میری آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیں گی..... تم جب دانت نکلوانے جاتے ہو تو ذرا ڈرتے ہو..... تمہیں تکلیف ہوگی..... تم خود کو اس کے لئے تیار کرتے ہو... لیکن یہ صرف ایک دانت ہی نہیں۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ تمہارا پورا جسم۔ تمہاری پوری زندگی.... جو کھینچ کر باہر نکالی جاتی ہے..... اور یہ کیا ہے؟..... کسی کو کچھ معلوم نہیں ــــ میں تو بالکل عاجز آچکی ہوں۔ میں بہت زدہ ہوں۔"

وہ خاموش ہوگئی۔ اس کے رخساروں پر آنسوؤں کی لڑی بہہ رہی تھی۔ یورا کچھ نہیں بولا۔ تھوڑے وقفے کے بعد آیا نے پھر بولنا شروع کیا۔

"تم ہوشیار ہو۔ اعلیٰ صلاحیتیں رکھتے ہو۔ تم عام لوگوں سے مختلف ہو۔ تم کچھ علم ضرور رکھتے ہو۔ ذرا مجھے دلاسا دو۔"

یورا نے کہا۔ "لیکن میں اس سلسلہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں کیا کہوں" وہ کرسی پر بیٹھے بے چین سا ہو رہا تھا۔ کرسی سے اٹھا۔ کمرہ میں چند قدم تک چلا اور پھر آکر بیٹھ گیا۔ "پہلی بات تو یہ ہے کہ تم کل تک ٹھیک ہو جاؤ گی۔ اس کی علامتیں واضح نظر آرہی ہیں۔ میں اس پر اپنی جان تک کی شرط لگانے کو تیار ہوں۔ تم مرض کے خطرناک ترین مرحلہ سے گذر چکی ہو۔ اور پھر موت ــــ یہ تو شعور کی بقا اور یوم حشر پر ایمان کا دوسرا نام ہے۔ اور تم مجھ سے بحیثیت ایک سائنسداں رائے لینا چاہتی ہو۔ یہ پھر کبھی سہی؟ ــــ نہیں! کیا کہا ابھی؟ خیر تمہاری مرضی۔ لیکن ایسے اچانک ہی یہ رائے دینا بہت مشکل ہے۔" اس کے بعد اس نے وہیں اسی جگہ اسی وقت وعظ کرتے ہوئے فصاحت و بلاغت کے موتی بکھیرنا شروع کر دیئے۔ وہ خود حیران تھا کہ کیسے طرح کر سکا۔ اس نے کہا۔

"قیامت۔ یوم حشر! کمزور انسانوں کی ہمت بندھانے کیلئے ہے اس کی جس طرح تبلیغ کی جاتی ہے میں اس کا قائل نہیں ہوں۔ میں نے زندوں اور مُردوں کے متعلق یسوع مسیح کے الفاظ کو ہمیشہ ایک مختلف پیرائے میں سمجھا ہے۔ ہزہا سال میں جینے اور مرنے والے ان اربوں کھربوں انسانوں کے لئے آپ ایک مقلم

پر جگہ کیسے نکال سکتے ہیں۔ یہ ساری کائنات اتنی وسیع تو نہیں جس میں یہ تمام سما جائے۔ اومیرے خدا۔ اگر ایسا ہوا تو قیامت کا مطلب ہی خبط ہو جائیگا۔ خدا کے نیک اور بزرگ بندے تو وہاں جانوروں کی سی زندگی گذارنے والے بدبختوں کے پاؤں تلے روندے جائیں گے۔"

"لیکن زندگی۔ خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو۔ خواہ یہ کتنی مختلف شکلیں اختیار کیوں نہ کرے۔ ہمیشہ کائنات کو برپا رکھتی ہے اور بار بار جنم لیتی رہتی ہے۔ تمہیں تشویش اس بات پر ہے کہ اس موت کے بعد تم پھر اٹھو گی یا نہیں۔ لیکن تم جب پیدا ہوئی تھیں اس وقت بھی تم نے موت کے بعد دوسرا جنم لیا تھا۔ اس البتہ تم نے اسے محسوس نہیں کیا۔

"کیا تمہیں تکلیف ہوگی؟ کیا جسم کے رگ و ریشے اپنے انتشار کو محسوس کریں گے۔ بالفاظ دیگر تمہارے شعور کا کیا حشر ہوگا؟ لیکن یہ شعور ہے کیا بلا؟ آؤ اس کا جائزہ لیں۔ آپ شعوری طور پر یا ارادتاً اگر سونے کی کوشش کریں گے۔ تو بے خوابی کا شکار ہوں گے۔ اس طرح اگر آپ کو ہر وقت اپنے ہاضمہ کا احساس ہوگا تو آپ کا ہاضمہ یقیناً خراب ہو جائے گا۔ یہ شعور ہمارے جسم و جان اور روح کے لئے زہر ہلاہل کا درجہ رکھتا ہے۔ شعور ایک روشنی ہے جو باہر اور سامنے کا رات دکھاتا ہے تاکہ ہم ٹھوکر نہ کھائیں۔ یہ انجن کی ہیڈلائٹ کی طرح ہے۔ اسے ذرا اندر کی طرف اپنی طرف موڑ کر تو دیکھئے۔ فوراً حادثہ پیش آجائے گا۔

"پس تمہارے شعور کا کیا ہوگا؟ تمہارے شعور کا۔ کسی اور کے شعور کا نہیں۔ اچھا! تم ہو کیا؟ یہی تو اصل بات ہے۔ آؤ ہم اس کا جواب تلاش کریں۔ یہ جو تمہارا وجود ہے۔ اس کے متعلق تمہیں کیا معلوم ہے؟ اپنے اندر تمہیں کس چیز کا احساس اور شعور ہے؟ گردوں کا؟ جگر کا؟ خون کی رگوں کا۔؟ نہیں۔ کتنے ہی پرانے زمانے تک کی یادداشت سے کام لو۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ تمہیں اپنے بارے میں کسی دوسری بیرونی اور واضح علامت کی بنا پر اپنی شناخت کا معیار قائم کرنا ہوگا۔ یہ تمہارے ہاتھ ہو سکتے ہیں۔ تمہارا اپنا خاندان ہو سکتا ہے۔ یا کسی دوسرے کا۔ اور اب ذرا غور سے سنو۔ تم دوسروں میں۔ یہ ہے تمہاری زندگی۔ یہ ہے تمہاری حقیقت۔ یہ ہے جس کی تمہاری ساری حیات کے دوران تمہارے شعور کی زندگی کا انحصار رہا۔ اس نے تمہاری زندگی کے دوران مزے کئے۔ یہ تھی دوسروں میں تمہاری روح۔ تمہاری لافانیت اور تمہاری زندگی۔ اور اب کیا ہوگا؟ تم ہمیشہ دوسروں میں بسے ہو۔ اور رہو گے۔ اور اگر بعد میں اسے تمہاری یادداشت کہا جائے تو تمہارے لئے کیا فرق پڑے گا؟ آخر یہ تم ہی تو ہو گے۔ تم وہ جو

کے مستقبل میں قدم رکھتے ہو اور اسی کا ایک جزو لازم کہلاؤ گے۔

"اور اب ایک آخری نقطہ رہ گیا۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ موت نام کی کوئی چیز نہیں ہے موت کا ہم سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ لیکن ہاں تم نے کچھ صلاحیتوں کا ذکر کیا تھا۔ کہ فرق یہیں اگر پڑتا ہے ہاں اس کا ہم لوگوں سے کچھ تعلق ضرور ہے۔ اور اس صلاحیت کا اعلیٰ اور وسیع ترین زبان میں مطلب زندگی کی صلاحیت ہے۔ زندہ رہنے کی صلاحیت ہے۔

"سینٹ جان نے کہا ہے کہ موت کا کوئی وجود نہیں۔ اس کا استدلال بہت سیدھا اور صاف ہے۔ موت اس لئے نہیں آئے گی کہ ماضی بہت اچھا ہے۔ اسکو تقریباً اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ موت نہیں آئے گی کیونکہ وہ پہلے ہی آچکی ہے۔ ختم ہو چکی ہے۔ پرانی بات ہے اور ہم اس سے تنگ آچکے ہیں ہمیں کسی نئی چیز کی ضرورت ہے اور وہ نئی چیز ابدی اور لافانی زندگی ہے۔"

وہ تقریر کرتے ہوئے کمرے میں ادھر ادھر ٹہلتا جا رہا تھا۔ اب اس نے اینا ایوانونا کے بستر کے قریب جا کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور کہا "سو جاؤ" اور چند ہی لمحات کے بعد وہ واقعی سونے لگی۔

یورا خاموشی کے ساتھ کمرے سے باہر آیا اور ایگرفرونا کو بتایا کہ وہ نرس کو بلا لے۔ اس نے سوچا "لیکن مجھے یہ کیا دورہ پڑا۔ میں ایک باقاعدہ عطائی بنتا جا رہا ہوں۔ جو کچھ منہ میں آتا ہے معلوم ہوتا ہے جادو کے زور سے بولنے لگتا ہوں۔"

اگلے دن اینا ایوانونا کی حالت بہت بہتر ہو گئی۔

(۴)

اینا ایوانونا کی حالت برابر بہتر ہوتی گئی۔ وسط دسمبر میں اس نے چلنے پھرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ اب تک بہت کمزور تھی۔ ڈاکٹروں نے اسے ابھی کچھ عرصہ تک لیٹے رہنے اور مکمل آرام کا مشورہ دیا۔

وہ اکثر یورا اور اپنی بیٹی تونیا کو بلا لیتی۔ اور ہر بار مسلسل گھنٹوں تک ان سے اپنے بچپن کی باتیں کرتی جو اس نے کوہ یورال میں دریائے ریتوا کے کنارے اپنے دادا کی وارکی گیتو کی جاگیر پر گذارا تھا۔ یورا یا تونیا میں سے کسی نے بھی وہ جگہ نہیں دیکھی تھی تاہم اینا کی باتیں سن سن کر یورا بآسانی اس دہقانی بچے کے اس گھنے اور تاریک جنگل کا تصور کر سکتا تھا۔ جو شب کی طرح سیاہ تھا۔ ادھر سے آج تک کسی کا گذر نہیں ہوا تھا۔ اور جس میں خمیدہ خنجر کی طرح ایک تیز رو ندی، ایک طرف چٹانوں اور دوسری طرف کرد گر کی جائداد کی

جانب میدانوں میں سے ہو کر بہتی تھی۔

یورا اور تونیا نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ باقاعدہ شام کا لباس و یب تن کرنے کا فیصلہ کیا۔ یورا نے ڈنر جیکٹ اور تونیا نے ہلکے زرد رنگ کی ساٹن کا پارٹی ڈریس جس کے ساتھ گلے میں کوئی ستتا سا ہیرا ہو پہننے کا ارادہ کیا۔

۷ نمبر کمرہ کے وہ یہ بلوسات سوئیٹ کی کہ جس پارٹی میں پہننے والے تھے۔ جب ٹیلر ماسٹر اور ورزن نے یہ کپڑے تیار کر کے انہیں دیئے تو یورا اور تونیا نے آزمائش کے طور پر انھیں پہن کر دیکھا اور بہت خوش ہوئے۔ ابھی انھوں نے کپڑے اپنے جسم سے جدا بھی نہیں کئے تھے کہ ایگر روناجاں آئی اور کہا کہ وہ آئے ایوانوونا کے پاس جائیں۔

دونوں نے کپڑوں پر ہی اس تک چلے گئے۔ انھیں دیکھ کر آیا کہنیوں کے سہارے ذرا بلند ہوئی اور انھیں غور سے دیکھ کر کہا "ذرا پلٹ کر تو کھڑے ہونا! بہت خوب" اس نے کہا "بہت خوبصورت بنے خیال بھی نہ تھا کہ کپڑے سل کر آ گئے ہیں۔ تونیا۔ ذرا مجھے ایک نظر اور دیکھنے دو۔ نہیں۔ یہ بالکل ٹھیک ہے میرا خیال تھا کہ شاید اس جگہ سلائی پر شکن پڑے ہوئے ہیں۔ معلوم ہے میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے لیکن یورا پہلے میں تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔

"ہاں ایوانوونا! مجھے معلوم ہے۔ میں جانتا ہوں۔ تم نے خط دیکھ لیا ہے۔ میں نے خود یہ تمہیں بھجوایا تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں نکولائی نکولائیوچ سے اتفاق ہے۔ تمہارا دونوں کا خیال ہے کہ مجھے اس وراثت سے انکار نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن ذرا ٹھہرو۔ تمہارے لئے باتیں کرنا مضر ہے۔ صرف مجھے وضاحت کرنے دو حالانکہ تمہیں اکثر باتوں کا پہلے سے علم ہے۔

"ہاں! تو پہلی بات یہ ہے کہ وکیل تو یہی چاہتے ہیں کہ میرے والد زوا گوئے جو تر کہ چھوڑا ہے اس کی تقسیم کے لئے مقدمہ بازی ضرور ہو۔ تیونکہ میرے والد اپنی جائیداد کی صورت میں کافی دولت چھوڑ گئے ہیں جس سے وکلا بخوبی فیس وصول کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ میرے والد نے اور کوئی ورثہ نہیں چھوڑا۔ قرضوں اور گھپلوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ خواہ مخواہ کا کیچڑ اچھالا جائے گا۔ اگر واقعی کوئی ایسی چیز موروثی جائیداد میں منتقل کیا جا سکتا تو تمہارا کیا خیال ہے۔ میں اسے بعد تحقیقات عدالت کو پیش کر دیتا؟ اور خود اس سے فائدہ اٹھاتا؟ یہی تو بات ہے۔ یہ مقدمہ بازی کی تجویز محض دھوکہ ہے۔ فریب ہے۔

لہٰذا خواہ مخواہ کا گند اچھالنے سے بہتر یہی ہے کہ میں اس املاک کے حق سے دستبردار ہو جاؤں جس کا کہیں وجود ہی نہیں ہے۔ اور یہ تمہیں جائداد ان لوگوں کے لئے چھوڑ دوں جو اس جائداد کے بہانے پھرتے ہیں تمہیں معلوم ہے میرے والد کی اس مفروضہ جائداد کی ایک دعویدار کوئی مادام ایس بھی ہے جو خود کو میرے باپ کی بیوی بتاتی ہے اور اپنے بچوں کے ساتھ پیرس میں رہتی ہے۔ میں ایک عرصے سے جانتا ہوں۔ لیکن اب کچھ اور دعوے بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔۔۔ تمہاری تو خیر نہیں لیکن مجھے بہرحال ان کے بارے میں ابھی معلوم ہوا ہے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جب کہ میری والدہ زندہ تھیں میرے والد ایک سنکی شہزادی۔۔۔ استونیو نووا اینرجی پر فریفتہ ہو گئے۔ اس خاتون کے بطن سے میرے والد کا ایک لڑکا پیدا ہوا اس کا نام ایوگراف ہے۔ اور اس کی عمر دس سال ہے۔"

"شہزادی ایک گوشہ نشین عورت ہے۔ وہ اسک کے باہر اپنے مکان میں رہتی ہے اور کبھی باہر نہیں جاتی۔ خدا جانے اس کا ذریعہ معاش کیا ہے۔ میں نے اس مکان کا ایک فوٹو دیکھا ہے مکان بہت خوبصورت ہے۔ اس میں پانچ فرانسیسی طرز کی کھڑکیاں ہیں۔ اس کی کارنسوں پر آرائشی نقش و نگار بنے ہوئے ہیں اور پچھلے دنوں میں یہ محسوس کرتا رہا ہوں کہ وہ مکان سائبریا اور اسکو کے ہزاروں میل کے درمیانی فاصلے کے باوجود ان پانچوں کھڑکیوں سے مجھے گھور رہا ہے۔ اور یہ کہ جلد یا بدیر اس کا جنّاتی سایہ مجھ پر ضرور اثر انداز ہوگا۔ تو پھر میں ان تمام چیزوں کا کیا کروں گا۔ خیالی دولت جھوٹے دعویدار، بغض و عناد، رشک و حسد؟ اور وکیل؟"

"پھر بھی تمہیں اس سے دست بردار نہیں ہونا چاہیئے تھا۔" اینا ایوانووانا نے کہا۔ "کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟" اس نے پھر ایک مرتبہ پوچھا اور فوراً ہی کہنے لگی۔ "اس کا نام مجھے یاد آگیا۔ تم جنگلات کے اس محافظ کو جانتے ہو جس کے متعلق میں کل تمہیں بتا رہی تھی؟ اس کا نام ماکوس تھا۔ کیا یہ غیر معمولی نام نہیں ہے؟ ایک دھوکے باز انسان جس کا قلب شیطان کی طرح سیاہ ہے۔ جس کی ڈاڑھی بھنوؤں تک بڑھی ہوئی ہے اور جو اپنے آپ کو ماکوس کہتا ہے۔ اس کی شکل بالکل بگڑی ہوئی تھی۔ ایک بچھو نے اسے بھینگا ڈالا تھا۔ لیکن اس نے لڑ کر اسے بھگا دیا تھا۔ اور وہاں سب ہی لوگ ایسے ہی ہیں کیسے کیسے نام ہیں ان کے۔ نمایاں اور گونج دار: میکیس، لوپس، فاؤسٹس۔ تھوڑی تھوڑی

دیر بعد ایسے ہی کسی شخص کی آمد کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ آگسٹس ہو یا پھر فروکس ہو۔ کوئی شخص جن کا نام اتنا ہی گونجدار ہو جیسے تمہاری بندوق سے نکلی ہوئی گولی کی آواز ــــ اور پھر ہم سب فوراً زینے سے اتر کر نرسری سے ہوتے ہوئے باورچی خانے میں چلے جاتے۔ اور وہاں۔ تم نہیں سوچ سکتے کہ وہ کس قسم کا تھا۔ تمہیں ایک کوئلہ فروش دکھائی دیتا جس کے ساتھ ریچھ کا ایک بچہ ہوتا۔ یا پھر وہ لوہے کے ذخیرے تلاش کرنے والا ہوتا جو صدیوں کے دور دراز علاقوں سے لوہے کا نمونہ لے کر آیا ہو۔ اور تمہارے دادا فوراً دفتر سے رقم وصول کرنے کے لئے پرچہ لکھ کر دیدیتے۔ کچھ لوگوں کو روپیہ دیدیا جاتا۔ کچھ کو گھپوں اور کچھ دوسروں کو کاپر توس۔ جنگل کا سلسلہ کھڑکیوں تک چلا آیا تھا۔ اور برف ــــ برف، جس کی تہہ مکان کی چھتوں سے بھی اونچی ہو پہنچ گئی تھی۔ اچانک اینا ایوانووِنا کو کھانسی کا دورہ پڑا۔

"بس بس اتنا ہی کافی ہے۔ زیادہ بات نہ کرو۔ یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے۔" زینیا اور یورا نے اس سے کہا

"واہیات! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اب مجھے یاد آیا۔ ایگزوِنا نے مجھ سے کہا تھا کہ تم دونوں یہ سوچ کر پریشان ہوئے ہوگے کہ تمہیں پرسوں پارٹی میں جانا ہے یا نہیں۔ آئندہ میں کوئی ایسی حماقت کی بات نہ سنوں۔ تمہیں اپنے وجود پر شرم آنی چاہیئے! اور یورا تم اپنے آپ کو ڈاکٹر کہتے ہو! اچھا تو پھر سنے ہے کہ تم جاؤ گے۔ بس یہی فیصلہ ہے۔ اچھا پھر تمہیں ہاکوس کے متعلق بتاؤں۔ جب وہ جوان تھا تو اس وقت وہ لوہار کا کام کیا کرتا تھا۔ وہ ایک لڑائی میں گھر گیا تھا اور اس کی آنتیں باہر نکل آئی تھیں۔ لہٰذا اس نے اپنے لئے لوہے کی آنتیں بنالیں۔ دیکھو یورا حماقت کی باتیں مت کرو۔ یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ تمہیں اس کے لغوی معنوں پر نہیں جانا چاہیئے! لیکن لوگ یہی کہتے تھے۔"

اسے پھر کھانسی کا دورہ پڑا جو پہلے دورے سے زیادہ دیر تک جاری رہا۔ اس کی وجہ سے وہ اپنی بات جاری نہیں رکھ سکی۔ وہ بڑی دیر تک کھانستی رہی اور سانس تک نہیں لے سکی۔

یورا اور زینیا اس کے قریب پہنچ گئے۔ وہ اس کے پلنگ کے قریب کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے تھے۔ ان دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے کو چھو رہے تھے۔ ابھی تک کھانستے ہوئے اینا ایوانووِنا نے دونوں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے اور انھیں اسی طرح ملاتے ہوئے دیا جب وہ بات کرنے کے قابل ہوئی تو اس

نے کہا۔ اگر یہ مرجائیں تو تم دونوں ساتھ ساتھ رہنا۔ تم دونوں ایک دوسرے کے لئے پیدا ہوئے ہو شادی کر لینا۔ لو بس اب تمہاری منگنی ہو گئی۔ اتنا کہہ کر اس کی پھوپھی رسے الفریڈ ہنسنے لگے۔

(۵)

سنہ ۱۹۰۰ء کا موسم بہار تھا ــــ چند ماہ بعد سے جرمنا سٹنگ کے کورس کا آخری سال شروع کرنا تھا ــــ اور لارا اور کونارڈ بسکی کے تعلقات کو چھ مہینے گذرے تھے لیکن اتنی ہی مدت میں وہ تنگ آچکی تھی۔ اس نے نہایت چالاکی سے لارا کی پریشانی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ کونارڈ بسکی جب مناسب سمجھتا احتیاط سے اس کی غلطی کی یاد اسے دلا دیا کرتا۔ اس طرح کی باتیں لارا کو ایک ذہنی انتشار میں مبتلا کر دیتی تھیں۔ اور وہ خود کو نفسانی ہوس کے ایک بھیانک خواب میں ڈوبتا ہوا پاتی تھی۔ یہ خواب اس کے ذہن پر چھا جاتا تھا اور جب وہ اس سے چونکتی تھی تو عجیب مہ خوف محسوس کرتی تھی۔ شب بیداری پر جو بوجھل پن طاری ہوتا۔ جس طرح وہ خود کو اس کے حوالے کر دیتی تھی وہ اسی طرح ناقابل یقین تھا جیسے کہ جادو۔ اس حالت میں کوئی منطق کام نہیں کرتی تھی۔ ہر چیز منتشر معلوم ہوتی تھی۔ تیز کک نقرئی قہقہوں میں بدل جاتی تھی اور چھیڑنے والے کے ہاتھوں کو وہ شکر گذاری کے عالم میں اپنے نازک ہونٹوں سے چوما کرتی تھی۔ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ یہ صورت حال ہمیشہ یونہی رہے گی۔ لیکن اس موسم بہار کے دوران ایک دن وہ تاریخ کی کلاس میں بیٹھی موسم گرما کے تصور میں گم تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ گرمیاں اسکول یا گھر پر پڑھائی کی مصروفیت بھی اسے کونارڈ بسکی سے نہ بچا سکے گی تو اس نے اچانک ایک نیا فیصلہ کیا جس نے اس کی ساری زندگی کا رخ ہی موڑ کر رکھ دیا۔ اس دن موسم ذرا گرم تھا۔ اور طوفان آنے والا تھا۔ کھڑکیوں میں سے شہر کا شور و غل شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ اور میدان میں کھیلنے والے بچوں کی چیخوں جیسے تسلسل کے ساتھ اندر آرہا تھا۔ سبزہ اور مٹی کی ملی جلی خوشبو نے فضا میں عجیب خمار سے پیدا کر دیا تھا۔

کلاس میں نپولین کی مصر پر چڑھائی سے متعلق پڑھایا جا رہا تھا۔ اور جب فرنچ میں فوجیوں کے گانے کا ذکر آیا تو ایک دم آسمان پر تاریکی پھیل گئی جسے بجلی کی چمک اور کڑک نے ایک لمحہ کے لئے کاٹ کر رکھ دیا۔ گرد و غبار کا ایک بادل اکٹھا ہو کر اندر گھس آیا۔ اور اس کے ساتھ بارش کی سوندھی سوندھی خوشبو بھی۔ کھڑکیاں بند کرنے کے لئے جب اسکول کے ملازم آئے تو دروازہ کھلنے سے ہوا کا اتنا تیز جھونکا آیا کہ ڈیسکوں پر سے عام بلاٹنگ پیپر اڑ گئے۔ لڑکیوں نے کھڑکیاں بند کر دیں۔ اور شہر میں گرد آلود غلیظ بارش کا سلسلہ

شروع ہوگیا۔ لارا نے کاپی میں سے ایک ورق پھاڑ کر نکالا اور اپنی برابر والی لڑکی نادیا کوگوگریوو لکھ کر پوچھا۔

"نادیا۔ میں اپنی والدہ سے الگ رہنا چاہتی ہوں۔ بچے پڑھانے کی کوئی ایسی ملازمت دلانے میں میری مدد کرو جس سے میں زیادہ سے زیادہ تنخواہ پاسکوں۔ تم متعدد امیروں کو جانتی ہو۔"

نادیا نے اس کے جواب میں لکھا۔

"ہیں لیپا کے لئے ایک معلمہ کی تلاش ہے۔ تم چاہے ہاں کام کیوں نہیں کرتیں؟ بہت اچھا رہے گا۔ تم خوب جانتی ہو کہ میرے والدین ہمیں کتنا پسند کرتے ہیں۔"

(۶)

لارا نے کوگوگریوو کے خاندان میں تین سال ایسے گذارے جیسے وہ سنگین دیواروں میں قلعہ بند ہو کر بیٹھی تھی۔ کسی نے اسے پریشان نہیں کیا۔ اور تو اور اس کی ماں اور بھائی بھی اس سے دور رہے جن سے اس کے تعلقات ذرا کشیدہ ہو گئے تھے۔

ورانتی میکوویچ کوگوگریوو ف ایک بڑا کاروباری آدمی تھا۔ اور جدید ترین طریقوں سے کام لینے کا ذہین ترین ماہر اسے زوال پذیر نظام سے دوچار تھا۔ ایک ٹیکس کی حیثیت سے۔ کہ وہ سرکاری خزانہ سے بھی زیادہ دولت جمع کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے اس لئے کہ وہ نچلے طبقہ سے ابھر کر امارت کے انتہائی عروج پر پہنچا تھا۔ وہ اپنے گھر پر ایسے انقلابیوں کو پناہ دیتا پولیس جن کی تلاش میں پھرتی۔ سیاسی مقدمات میں وہ ملزمین کے قانونی دفاع کے اخراجات خود برداشت کرتا۔ اس کے بارے میں ہر طبقہ کے لوگ لطیفے کے طور پر یہ کہا کرتے تھے کہ وہ اس نظام کو بدلنے کی خاطر خود ہی اپنے کارخانوں میں ہڑتالیں کراتا ہے۔ ورانتی بہترین نشانہ باز اور ماہر شکاری تھا۔ ۱۹۰۵ء کی سرما میں اس نے سربیریا کے گھنے جنگل اور جزیرہ یوسن جا کر زندہ کے ملیشیا کو رائفل چلانے کی تربیت دی تھی۔

شوہر بہترین آدمی تھا تو بیوی سراسر فیلی پودنا بھی کسی طرح کم نہ تھی۔ لارا ان دونوں کی مداح تھی اور ان کی بہت عزت کرتی تھی۔ ادھر اس خاندان کے سب افراد لارا سے محبت کرتے اور اسے اپنے ہی خاندان کا ایک فرد سمجھتے تھے۔ لارا نے اس گھر میں تین سال سے زائد عرصہ ہر قسم کے رنج و فکر سے آزاد رہ کر گذارا۔ اس کے بعد ایک دن اس کا بھائی نقدیا اس سے ملنے آیا۔ اس نے بتایا کہ اس کی جماعت کے کیڈٹوں نے اکیڈیمی کے سربراہ کو الوداعی تحفہ دینے کا فیصلہ کیا تھا اور اسے یہ تحفہ خریدنے کے لئے کہا تھا۔

انھوں نے آپس میں چندہ ڈال کر رقم جمع کی اور اس کے حوالے کر دی مگر وہ تحفہ خریدنے کی بجائے یہ ساری رقم دو دن ہوئے جا کھیل کر ہار آیا۔ اتنا کہہ کر وہ دھڑام سے آرام کرسی پر آگرا اور رونا شروع کر دیا۔

لارا خاموش بیٹھی بھائی کی رام کہانی سنتی رہی۔ وہ سسکیاں لے کر کہہ رہا تھا "کل رات میں دکھتوا پولی تو درچ سے لئے گیا تھا۔ اس نے مجھ سے اس سلسلہ میں بات تک کرنے سے انکار کر دیا لیکن اس نے یہ ضرور کہا کہ اگر تمہاری بہن چاہے تو..... اس نے کہا کہ گو تم اب ہم میں سے کسی سے محبت نہیں کرتی ہو تاہم اس پر اب تک تمہارا اثر ہے..... پیاری بہن..... بس تمہارا ایک لفظ کافی ہے میرا کام بن جائیگا ــــ تم ذرا غور تو کرو۔ میرے لئے یہ کتنا اہم ہے۔ بڑی شرم کی بات ہے.... میری وردی کی عزت خطرہ میں ہے۔ تم اس سے ملنے جاؤ۔ اتنی سی رقم مانگنا کوئی بڑی بات نہیں۔ تم اس سے جا کر بات تو کرو۔ تم یہ کبھی نہیں چاہو گی کہ تمہارا بھائی اس حقیر رقم کے لئے جان دیدے۔"

"تمہاری جان ــــ تمہاری وردی کی لاج" لارا نے اس کے الفاظ غصہ کے ساتھ دہراتے ہوئے کہا۔ وہ طیش میں آ کر کمرہ میں اِدھر سے اُدھر آ جا رہی تھی۔ اس نے کہا "اور میں چونکہ وردی میں نہیں ہوں اسلئے میری کوئی عزت ہی نہیں۔ تم جو چاہو مجھ سے سلوک کرو۔ معلوم ہے تم مجھے کیا کہہ رہے ہو۔ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ کیا تمہیں احساس ہے کہ وہ تمہیں کس مقصد کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ میں نے برسوں کی مشقت اور جدوجہد سے اپنے لئے جو کچھ کمایا ہے وہ اب تم آ کر ایک لحظہ میں تباہ کرنا چاہتے ہو۔ تم جاؤ جہنم میں۔ جاؤ گولی مار کر خودکشی کر لو۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ آخر تمہیں کتنی رقم چاہیئے؟"

"صرف ۶۹۰ روبل۔ یوں سمجھ لو پورے سات سو"۔ ذرا توقف سے اس نے کہا۔

"روبل! تم پاگل ہو گئے ہو۔ معلوم ہے تم کیا کہہ رہے ہو۔ تم نے سات سو روبل جوا کھیل کر ہار دیئے ہیں۔ اوہ روبل! معلوم ہے میرے جیسے ایک معمولی ذرائع کے انسان کو اتنی رقم کمانے کے لئے ایمانداری کے ساتھ کتنا عرصہ کام کرنا پڑتا ہے"۔ اتنا کہہ کر وہ ریڈیٹر اور پھر سرد مہری کے ساتھ ایسے مخاطب ہوئی جیسے کسی اجنبی سے بات کر رہی ہو۔ "اچھا۔ میں کوشش کرونگی۔ کل آؤ۔ اور اپنا وہ ریوالور بھی لیتے آنا جس سے گولی چلا کر تم خودکشی کرنے والے تھے۔ یہ ریوالور ہمیشہ کے لئے میرے حوالے کر دینا۔ اور یاد رکھو اس میں کافی گولیاں ہونی چاہئیں۔"

اس نے کولوگریو دف سے یہ رقم لے لی۔

(۷)

کولگریوو نے کے ہاں ملازمت کے ساتھ لارا نے اپنی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور جسمانی ورزش کی تعلیم کی ڈگری حاصل کر لی۔ اس کے بعد اس نے یونیورسٹی کورس لے لئے۔ یہاں بھی اس کی رفتار بہت اچھی رہی۔ اور اب آئندہ سال ۱۹۱۵ء میں اسے اعلیٰ ڈپلومہ ملنے والا تھا۔

۱۹۱۴ء کے موسم بہار میں اس کی شاگرد لیپا بھی جسمانی ورزش کے اسکول سے گریجویٹ بن کر نکلی۔ اسکی ایک نوجوان انجینئر فریڈرک سے منگنی ہو چکی تھی۔ اس کا ایک کھاتے پیتے اونچے گھرانے سے تعلق تھا۔ لیپا کے والدین کو بیٹی کا یہ انتخاب تو پسند تھا مگر وہ اتنی کم سنی میں شادی کے خلاف تھے اور اسے کچھ عرصہ اور انتظار کرنے کا مشورہ دے رہے تھے۔ اس پر خاصہ ہنگامہ رہتا۔ لیپا خاندان کی لاڈلی اور رئیس کی نازوں پلی بیٹی تھی۔ وہ والدین پر ناراض ہو کر چیختی اور غصہ میں آکر زور زور سے جوتوں کی ایڑیاں فرش پر مارتی۔

اس دولتمند گھرانے میں لارا خاندان کے ایک فرد کی طرح رہتی تھی۔ اور کسی نے اسے قرضہ کی ادائیگی کے لئے یاد دہانی نہیں کرائی۔ دراصل انھیں یہ قرضہ یاد ہی نہیں رہا تھا۔ اگر اس کے کچھ خفیہ اخراجات کا چکر نہ ہوتا تو شاید وہ یہ قرضہ کبھی کی ادا کر چکی ہوتی۔

وہ پاشا کے باپ کو جو سائبریا میں جلاوطنی کے دن کاٹ رہا تھا ہر مہینے باقاعدگی کے ساتھ ایک رقم بھیجا کرتی۔ مگر لطف یہ کہ پاشا کو اس کی خبر تک نہیں تھی۔ اس کی بیمار اور چڑچڑی ماں کی مدد کرتی۔ اس کی مالک مکان خاتون کو براہ راست اس کے رہائش و طعام کے اخراجات کا ایک حصہ ادا کر کے اس کے اپنے اخراجات کو کسی حد تک ہلکا کرنے کی کوشش کرتی۔ اسی نے پاشا کے لئے آرٹ تھیٹر کے قریب کیمرگراسٹریٹ کی ایک نئی عمارت میں مکان تلاش کیا تھا۔

پاشا لارا سے تھوڑا چھوٹا تھا۔ وہ لارا کو جن کی حد تک چاہتا تھا اور اسکی معمولی معمولی خواہش پر اپنی نظریں بچھانے کے لئے بے چین رہتا تھا۔

رئیل جمنیزیم سے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد لارا کے اصرار پر اس نے یونانی اور لاطینی زبان کی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی۔ ان دونوں کی تمنا تھی کہ ایک سال بعد اپنے امتحانات سے فارغ ہوتے ہی وہ ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ہو جائیں گے۔ اور یونان کے کسی یونانی دارالحکومت میں

سکونت اختیار کر لیں گے۔

۱۹۱۱ء کے موسم گرما میں لارا آخری بار کوگر یوف کے ساتھ ڈیانکا گئی۔ اسے اس جگہ سے دلی لگاؤ تھا۔ وہ اس کے مالکوں سے بھی زیادہ اس کی شیدائی تھی۔ وہ یہ بات جانتے تھے اور ہر موسم میں ان کی یہاں آمد پر یہی منظر دہرایا جاتا تھا اسی پابندی کے ساتھ جیسے اس کے بارے میں کوئی غیر تحریری سمجھوتہ ہوا ہو۔ ٹرین کے تکلیف دہ سفر کے بعد وہ اسٹیشن پر اترتے تو لارا دیہات کے دور دور تک پھیلے ہوئے سکوت میں کھو سی جاتی۔ شدت جذبات سے اس کی زبان الفاظ ادا کرنے سے قاصر ہوتی۔ وہ اسٹیشن سے اکیلی ہی گھوڑی کی طرف چل پڑتی۔ ایک جداگانہ کیفیت کے ساتھ ادھر اسٹیشن کے باہر سامان پھیلے پر لادا جاتا اور دوسرے افراد خاندان اپنی بگھی پر سوار ہوتے۔ اور ڈیانکا کا کوچوان زنگین قمیض اور بغیر آستین کا کوٹ پہنے بگھی ہانکنے کے ساتھ ساتھ پورے راستہ تازہ ترین مقامی خبریں سناتا جاتا۔

لارا پٹری کے ساتھ ساتھ ایک پگڈنڈی پر چلتے چلتے کھیتوں میں مڑ گئی۔ کھیتوں میں جا کر وہ تھوڑی دیر کے لئے رکی اس نے اپنی آنکھیں میچ لیں۔ اور اپنے گرد پھیلی ہوئی پھولوں کی مہک میں سمی ہوئی فضا میں ایک لمبی سانس لی یہ جگہ اسے بے حد عزیز تھی۔ اپنی عزیز ترین ہستی سے بھی زیادہ عزیز۔ ایک چاہنے والے سے بہتر ایک کتاب سے زیادہ دانشمند۔ ایک لمحہ کے لئے اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے اپنی زندگی کا مقصد پھر سے پا لیا ہے۔ وہ یہاں اس دنیا میں اس لئے ہے کہ اس کی کشش کی تہہ کو پہنچ جائے اور ہر چیز کو اس کے صحیح نام سے پکارے اور اگر یہ اس کی بساط سے باہر ہو تو زندگی سے محبت کی خاطر جانشینوں کو جنم دے۔ جو اس کی جگہ پر یہ کام انجام دیں۔

اب مکے گرامیں وہ گاؤں پہنچی تو خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کیا۔ ذرا سی بات پر بگھر اکر اٹھی۔ گو وہ طبعاً بہت اچھی تھی مگر اب اس میں ایک نئی بات پیدا ہو گئی۔ اس کے دل میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر بعض لوگوں کی جانب سے شبہات اور شکایات پیدا ہونے لگیں تھیں پہلے کی طرح کوگر یوف کا پورا خاندان اب بھی اس کا مداح تھا۔ اور سب چاہتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ ہی رہے۔ لیکن چونکہ اس کی شاگرد لیپا اب جوان ہو گئی تھی۔ اس لئے لارا نے محسوس کیا کہ اب اس کا یہاں کوئی کام نہیں رہا۔ اس نے تنخواہ لینے سے انکار کر دیا۔ اور بہت اصرار کے بعد تنخواہ لینے پر رضامند ہوئی۔ اسے ابھی اس کی ضرورت بھی تھی کیونکہ اس خاندان کے ساتھ قیام کرتے ہوئے اس کے لئے آزادانہ کوئی دوسرا کام کر کے روزگار حاصل کرنا

مشکل تھا۔

لفانے محسوس کیا کہ اس کی پوزیشن بہت غلط اور پریشان کن ہے۔ وہ اب ان لوگوں پر بار بنی ہوئی ہے مگر یہ لوگ اسے محسوس نہیں ہونے دیتے۔ وہ خود اپنے آپ پر ایک بار تھی۔ وہ کولوگریودف کے خاندان اور خود اپنے آپ سے کہیں دور بھاگ جانا چاہتی تھی۔ مگر اس سے پہلے وہ ان کا قرضہ چکا دینا چاہتی تھی، اور فی الحال قرضہ اتارنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ یہاں ایک یرغمال کی طرح بند ہے۔ اور یہ سب اس بیوقوف زرد بلے کے باعث۔ وہ عجیب بے بسی کے عالم میں پیچ و تاب کھا کر رہ جاتی۔

وہ ہر بات ایسے محسوس کرتی جیسے اس کی بہت ہتک ہوئی ہے۔ اگر کوئی مہمان اس سے زیادہ متوجہ ہوتا تو وہ سمجھتی کہ وہ اسے "ایک احسان فراموش" سمجھ رہا ہے۔ اور اگر کوئی اس کی جانب متوجہ نہ ہوتا تو وہ سمجھتی کہ وہ اس کے وجود ہی سے منکر ہے۔ موڈ کے ان دوروں کے باوجود وہ اس گھر میں آنے والے مہمانوں کے ساتھ بہت خوش اخلاقی سے پیش آتی۔ وہ ان کے ساتھ تیراکی، کشتی چلانی، دریا کے کنارے رات کی کمپنک پارٹیوں میں حصہ لیتی۔ ناچتی اور آتش بازی چھوڑتی دل بہلاتی۔ وہ شوقیہ ڈراموں اور نشانہ بازی میں بھی حصہ لیتی۔ ان مقابلوں میں چھوٹی مزل رائفلیں استعمال ہوتی تھیں۔ گردو نواح کے ہلکے ریوالور کو ہی پسند کرتی اور اس کے استعمال میں ماہر ہو گئی تھی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "افسوس کہ میں عورت ہوں مجھے تو دوسروں سے مقابلہ کرنے والا آدمی ہونا چاہیئے تھا۔" وہ دل بہلانے کی لاکھ کوشش کرتی مگر اس کا جنون بڑھتا ہی گیا۔ اسے کچھ معلوم نہ تھا کہ آسیب زدہ کیا چاہتی ہے۔

جب یہ لوگ شہر واپس گئے تو لارا کی الجھنوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ اب پاشا سے بھی اس کی دو دو چوٹیں ہونے لگیں۔ لیکن وہ اس سے جھگڑنے میں بہت محتاط تھی۔ اور اسے اپنا آخری سہارا سمجھتی تھی یعنی پاشا میں کچھ خود اعتمادی پیدا ہو رہی تھی۔ اس کا لب و لہجہ بھی بدل رہا تھا جس پر لارا کو حیرت ہوتی اور غصہ بھی آتا اس کے دماغ میں یہ چیزیں کچھ اس طرح گھومتیں۔ پاشا۔ لیپا۔ کولوگریودف کا پیسہ۔ اس کا دماغ پھٹ رہا تھا۔ وہ ہر پرانی چیز سے ناطہ توڑ کر کچھ نیا کام کرنے کے جنون میں مبتلا تھی۔ چنانچہ اسی کیفیت میں اس نے سلطنت کے کرسمس کے دنوں میں ایک مہلک فیصلہ کیا۔ وہ کولوگریودف کے ہاں سے نوراً چلی جائے گی اور آزادانہ زندگی بسر کرے گی۔ اور کوازو سکی سے روپیہ لے گی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر وہ اسکی مدد کیوں نہیں کرے گا۔ وہ بہادری اور بے غرضی کے ساتھ اس کی مدد کرے گا۔ اور اس میں بے غرضی اور بے غیرتی کی

کی کوئی بات نہیں۔

یہ سوچتے ہی وہ ۲۷ دسمبر کی رات کو پترووکا اسٹریٹ کی طرف چل پڑی۔ زوویا کا بھرا ہوا پستول اس کے پاس تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اگر گوماردوسکی نے انکار کیا یا اس کی بے عزتی کرنے کی کوشش کی تو وہ اسے گولی مار دیگی۔ سچے سچائے بازاروں میں وہ غضبناک شیرنی کی طرح چل رہی تھی۔ اس نے کسی چیز کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ ریوالور کی وہ گولی جسے وہ چلانے کا ارادہ رکھتی تھی پہلے ہی اس کے دل میں اُتر چکی تھی اور اب یہ بات بالکل بے معنی تھی کہ یہ گولی کس پر چلے گی۔ اسے اگر کسی چیز کا ہوش تھا تو اس ریوالور کی گولی کا جسے وہ پترووکا اسٹریٹ جاتے ہوئے سارے راستہ بھر اُسی گولی کے چلنے کی آواز سنائی دیتی رہی۔ اس کا نشانہ گوماردوسکی تھا۔ وہ خود تھی۔ اس کی اپنی قسمت تھی۔ اور ڈپلائنکا کا بڑکا درخت تھا۔

(۸)

لارا کو ماردوسکی کے گھر پہنچی تو ایما اس کا اوور کوٹ اتارنے کے لئے بڑھی ہی تھی کہ لارا نے چیخ کر کہا "اسے ہاتھ نہ لگانا!" ایما نے اسے بتایا کہ ڈاکٹر باہر گیا ہوا ہے۔ اور وہ اس کا انتظار کرے۔ لیکن وہاں تاب انتظار کہاں تھی؟ "میں جلدی میں ہوں۔ وہ کہاں ہے؟" لارا نے پوچھا۔

وہ ایک کرسمس پارٹی میں گیا ہوا ہے کاغذ کا ایک پرزہ ہاتھ میں لئے ہوئے جس پر پتہ لکھا ہوا ہے۔ لارا اس ہال اور اداس زینہ سے اتری اور فلور ٹاؤن میں سوین تتسکی کے مکان کی طرف چل پڑی۔

اب اس نے اپنے گرد نظر ڈالی تو محسوس کیا کہ شدید سردی پڑ رہی ہے۔ رات کا وقت ہے۔ سرما شباب پر ہے۔ یہ شہر ہے۔ سڑکیں اور بازار پوری طرح برف پوش ہیں۔ اس کے لئے سانس تک لینا مشکل ہو گیا یخ بستہ ہواؤں کے جھونکے اس کی سموری ٹوپی اور چہرے سے آکر بری طرح ٹکرا رہے تھے۔ اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ وہ سنسان بازاروں اور سستے چائے خانوں کے گرم دروازوں کے سامنے سے گذرتی ہوئی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔ دھند میں سے چٹنی کی طرح سرخ چہرے۔ گھوڑے اور کتے دھند سے نکل کر سامنے آ رہے تھے اور سب کے سروں پر برف جمی ہوئی تھی۔ کھڑکیوں کے شیشوں پر برف کی بھاری تہہ جمی ہوئی تھی۔ جن پر کرسمس کے جگمگ کرتے ہوئے تقریباتی درختوں کی رنگ برنگی روشنی کے ساتھ راہ چلتے لوگوں کے تاریک سائے اس طرح پڑ رہے تھے جیسے پردہ پر تصویریں نظر آتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ راہ گیروں کی تفریح کے لئے یہ تماشہ ہو رہا ہے۔

کیمرگر اسٹریٹ میں آکر اچانک لارا رک گئی۔ "میں اور نہیں چل سکتی۔ میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتی۔ میں اوپر جا کر اسے سب کچھ بتا دوں گی۔" اور یہ کہتے ہی وہ دروازہ میں داخل ہو کر زینہ چڑھنے لگی

(۹)

پاشا اپنے سخت کالر کو قمیص میں فٹ کرنے کی کوشش میں مشغول ہوا تھا۔ اس کی زبان بری طرح باہر نکلی ہوئی تھی اور وہ پارٹی میں جانے کے لئے جلد از جلد لباس پہن کر تیار ہونے کی فکر میں تھا۔ وہ آتا سیدھا اور شرمیلا تھا کہ لارا جب دروازے پر دستک دیئے بغیر کمرہ میں داخل ہوئی تو وہ اس خیال ہی سے پریشان ہو گیا کہ ابھی اس کے لباس میں ذرا سی کمی رہ گئی تھی۔ اس نے فوراً محسوس کر لیا کہ لارا کے تیور بگڑے ہوئے ہیں۔ وہ ایک جگہ ٹک کر بھی کھڑی نہیں ہو سکی تھی اور دونوں کناروں سے اپنی اسکرٹ کو ذرا ذرا اٹھا کر اس طرح چل رہی تھی جیسے وہ کوئی دریا پار کر رہی ہو۔ پاشا گھبرا کے اس کے قریب آیا اور پوچھا۔ "کیوں خیریت تو ہے۔ کیا بات ہے؟"

"میرے قریب بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ جاؤ۔ اس کارڈ وغیرہ کو پہننے دو ابھی۔ میں بہت جلدی میں ہوں۔ ایک منٹ بعد مجھے واپس جانا ہے۔ میرے رومال کو ہاتھ مت لگاؤ۔ ٹھہرو۔ ذرا ایک منٹ کے لئے منہ ادھر کر لو۔" پاشا نے ایسا ہی کیا۔ لارا نے اوور کوٹ اتار کر کھونٹی پر لٹکا دیا۔ ریوالور کا پستول نکال سے نکال کر جیب میں ڈالا اور پھر صوفہ پر جا کر بیٹھ گئی۔

"اب تم ادھر دیکھ سکتے ہو۔" اس نے کہا۔ "یہ بجلی بجھا کر ذرا موم بتی جلا دو۔"

وہ ہمیشہ موم بتی کی ہلکی روشنی میں بیٹھنا پسند کرتی تھی۔ اور پاشا اس کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا۔ اس نے نئی موم بتی جلا کر شیشے کے خول میں لگائی اور اسے کھڑکی پر رکھ دیا۔ موم بتی کی لو سے کھڑکی کے شیشے پر ہلکا سا سیاہ نشان بننا شروع ہو گیا۔

"پاشا! سنو!" لارا بولی "میں سخت مشکل میں ہوں۔ تمہیں میری مدد کرنی چاہیئے لیکن ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھ سے جرح بھی نہ کرنا۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہیں۔ یہ بڑا سنگین معاملہ ہے۔ میں ہر وقت خطرہ میں ہوں۔ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تباہی سے بچی رہوں۔ تو پھر ہمیں اب اپنی شادی میں ذرا دیر نہیں کرنی چاہیئے۔"

"لیکن میں بھی تو ہمیشہ سے یہی چاہتا ہوں۔" پاشا بیچ میں بول اٹھا۔ "تم دن مقرر کر لو۔ تم جب کہو۔

تیار ہو۔ لیکن اب صاف بتا دو۔ تم پریشان کیوں ہو؟ دیکھو۔ یہ پہیلیاں بجھوا کر مجھے دکھ مت پہنچاؤ۔"
لیکن وہ اس سوال کو بالکل ٹال گئی۔ اور اس نے بات کا موضوع ہی بدل ڈالا۔ انھوں نے ادھر ادھر کی اور بہت سی باتیں کیں۔ جن کا لارا کی مشکلات سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

(۱۰)

اس سال موسم سرما میں یوراینیورسٹی کے گولڈ میڈل کے مقابلے کے لئے آنکمد کے پڑھے لکھے عصابی عناصر پر ایک سائنسی مقالہ لکھ رہا تھا۔ گو اس نے جنرل میڈیسن کا امتحان پاس کیا تھا تاہم آنکمد کے معاملہ میں وہ خاص معلومات رکھتا تھا۔ علم بینائی سے اس کی دلچسپی اس کے اپنے کردار کے دوسرے پہلوؤں سے میل کھاتی تھی۔ اس کی تخلیقی صلاحیتیں۔ فنکارانہ تخیل۔ اور تخیل کی منطقی ساخت۔

تونیا اور یورا برف میں چلنے والی گاڑی پر سوار سونیتسکی کی کرسمس پارٹی میں جا رہے تھے۔ وہ چھ سال کمسنا ایک ہی گھر میں اپنے بچپن اور عنفوان شباب کا زمانہ گذار چکے تھے یہی وجہ تھی کہ ایک دوسرے کے متعلق انھیں ہر بات کا علم تھا۔ دونوں کی ایک سی عادات تھیں۔ وہ ایک دوسرے کے مذاق پر خاص انداز میں شگلیں بناتے اور آوازیں نکالتے۔ لیکن اس وقت وہ گاڑی میں خاموش بیٹھے تھے کبھی کوئی ایک آدھ بات کرتا۔ اور پھر اپنے خیالات میں غرق ہو جاتا۔ مارے سردی کے دانت سے دانت بج رہے تھے۔

یورا اپنے تعلیمی مقابلہ کی تاریخ کے بارے میں سوچ رہا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ اس پر زیادہ سے زیادہ محنت کرے۔ لیکن راستے میں کرسمس کے شور و غل نے اس کے ان خیالات کے سلسلہ کو منتشر کر دیا۔ اور وہ کچھ اور ہی سوچنے لگا۔ اس نے گورڈن سے وعدہ کیا تھا کہ وہ بلاک پر آرٹیکل لکھے گا جو طباعت کے اس اخبار میں شائع ہوگا جس کا گورڈن ایڈیٹر تھا۔ اسکوا ریسرز برگ دونوں شہروں کے نوجوان اور خاص طور پر لیوا اور گورڈن تو بلاک کے دیوانے تھے لیکن اس کے ان خیالات کا سلسلہ بھی قائم نہ رہ سکا۔ گاڑی کے ہلکے جھٹکوں سے تونیا اور یورا کی ٹھوڑی اور کان کی لو سے کالر ٹکرا رہے تھے اور دونوں اپنے اپنے خیالات میں غرق تھے۔ مگر ایک بات ایسی تھی جس پر اگر دونوں کے خیالات رک کر رہ گئے اس کا تعلق ان کی اس ملاقات سے تھا جو اینا ایوانوونا کے بستر علالت کے قریب حال ہی میں ہوئی تھی اسکے بعد وہ بالکل بدل گئے تھے۔ ان کی آنکھیں کھل گئیں اور اب وہ ایک دوسرے کو بالکل ہی نئی نظروں

سے دیکھنے لگے تھے۔

یورا ایک عرصے سے تونیا کو جانتا تھا، سمجھتا تھا کہ تونیا کو بھی میں کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں۔ لیکن تونیا تو بہت ہی پیچیدہ اور ٹیڑھی لڑکی ثابت ہوئی۔ اب وہ عورت بن چکی تھی۔ یورا عالم خیال میں خود کو شہنشاہ سمجھتا تھا۔ بہرو سمجھ سکتا تھا پیغمبر یا فاتح سمجھ سکتا تھا لیکن عورت نہیں۔

اب جبکہ تونیا ایسے کمزور اور ناتواں شانوں (اسے وہ نازک اور کمزور ہی دکھائی دیتی حالانکہ وہ اچھی خاصی صحت مند لڑکی تھی) پر یہ بار اٹھا رہی تھی۔ یورا کو اس سے بہت ہمدردی تھی اور وہ عجیب قسم کی جھجک محسوس کرتا تھا جو جذبات عقیدت و محبت کا ایک خاصہ ہے۔ اسی طرح یورا کے بارے میں تونیا کے رویہ میں بھی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ معاً یورا کو خیال آیا کہ شاید انھیں اس وقت گھر سے باہر نہیں آنا چاہیئے تھا۔ اسے اپنا آپ اور ناداں شانوں والی فکر تھی۔ وہ گھر سے چلنے ہی والے تھے کہ انھیں اپنائی کی نامازی طبع کی خبر ملی۔ وہ اس کے کمرے میں گئے تو اس نے پھر انھیں وہی حکم دیا "تم پارٹی میں ضرور جاؤ۔" وہ کھڑکی سے جھانک کر باہر موسم کا پتہ چلانے کی کوشش کے بعد جب پیچھے ہٹے تھے تو تونیا کے نئے لباس سے جالی کا پردہ چپک گیا اور اس کے پیچھے پیچھے شادی کے لباس فاخرہ کی طرح لڑھکتا آرہا تھا جب اس نے یہ منظر دیکھا تو بے تحاشہ ہنسنے لگے تھے۔

یورا نے باہر اپنے گردوپیش پر نظر ڈالی تو اسے بھی وہی منظر دکھائی دیا۔ جو ابھی کچھ دیر پہلے لارا نے دیکھا تھا۔ برف میں چلنے والی گاڑی کے شور و غل کی صدائے بازگشت باغ کے برف پوش اشجار سے آرہی تھی۔ روشن کمروں کی شیشے کی کھڑکیوں پر برف کے انجماد نے اس کے دل میں دھندلے پھولوں کی یاد تازہ کر دی۔ اسکیٹنگ کرسمس کی گہما گہمی شباب پر تھی۔ کرسمس کے درخت موم بتیوں سے جگمگ کر رہے تھے اور رنگ برنگے لباس پہنے ہمان آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔

اچانک یورا کو یہ بات سوجھی کہ روسی زندگی میں بلاک کرسمس کی صحیح روح اور جذبہ کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس شمالی شہر میں بھی اور جدید ترین روسی لٹریچر میں بھی۔ اس جدید شاہراہ پر ستاروں سے جگمگانے والے آسمان تلے بھی اور بیسویں صدی کے ڈرائنگ روم میں کرسمس کے جگمگانے درخت کے گرد بھی اس نے سوچا کہ جب صورت حال یہ ہے تو بلاک پر مضمون لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ بس اتنا کافی ہے گا کہ مائی

کی تصویر" دلنشیں آرائش" کو وردی کی طرز کی تصویر بنا کر اس میں برف، بھیڑیئے اور سورج کے جنگلات دکھائیے جائیں!۔

کیمرگر اسٹریٹ سے گاڑی میں گزرتے ہوئے یوسف نے ایک جگہ دیکھا کہ شیشے کی کھڑکی کے اندر جلنے والی موم بتی نے باہر برف کی ایک ڈلی کو پگھلا دیا۔ اب معلوم ہوتا تھا کہ یہ موم بتی باہر سڑک پر جھانک کر آنے جانے والی بگھیوں کو دیکھتے ہوئے کسی کا انتظار کر رہی ہے۔ وہ اچانک گنگنانے لگا۔ "میز پر بتی جلی — میز پر بتی جلی ....." کیا یہ کسی ابھی ہوئی غیر واضح چیز کا آغاز تھا؟ اس نے سوچا کبھی تو یہ غیر واضح چیز واضح شکل و صورت اختیار کرے گی۔ اس سے زیادہ وہ اور کچھ نہیں سوچ سکا۔

(۱۱)

سوین تسکی کے ہاں عرصہ دراز سے کرسمس پارٹی کا ایک ہی لگا بندھا طریقہ چلا آرہا تھا۔ دس بجے کے بعد جب بچے گھروں کو چلے جاتے کرسمس کے روایتی اور آرائشی درخت کو دوسروں کی خاطر دوبارہ روشن کیا جاتا اور پھر اس پارٹی کا ہنگامہ ڈھو علی الصبح تک جاری رہتا۔ بچے وہ تحفے کے لوگ ایک کمرہ میں بیٹھ کر تاش کھیلتے۔ اس کمرے کی آرائش ہیپیائی کے زمانہ کی طرز پر کی گئی تھی۔ اور رقص کے کمرے سے اس کو ایک درمیانی دروازہ پر بھاری پردہ ڈال کر الگ کیا گیا تھا جس میں پیتل کے چھلے پڑے ہوئے تھے۔ طلوع آفتاب سے قبل یہ لوگ مل کر کھانا کھاتے۔

سوین تسکی کے بھتیجے جارج نے صدر دروازہ سے اپنے چچا اور چچی کے کمرہ کی طرف دوڑتے ہوئے پوچھا "آپ لوگ اتنی دیر سے کیوں آئے ہیں؟" یورا اور تونیا نے اوور کوٹ اور دستانے وغیرہ اتارتے ہوئے اور اپنے میزبان کو ہیلو کہنے سے قبل رقص کے کمرہ (دال روم) پر ایک سرسری سی نگاہ ڈالی۔

جوڑے رقص کی بجائے چلتے پھرتے باتیں کر رہے تھے وہ اپنے کپڑوں کو سرسراتے اور دوسروں کے پاؤں کو اپنے پاؤں تلے کچلتے ہوئے پھر رہے تھے بالکل ایسے جس طرح کرسمس کے درخت کی رنگ برنگی روشنیوں کے بیشمار دائروں کے عقب میں جھلکنے والی سیاہ دیوار۔ کمرہ کے وسط میں رقص کرنے والے مستی کے عالم میں گھومنے اور چکر لگانے میں مصروف تھے۔ یہاں عورتوں اور مردوں کی تیارت کے فرانسیسی کوکو نے کافی اداکار رہا تھا۔ وہ قانون کا طالب علم تھا اور اس کا باپ ایک اسسٹنٹ پبلک پراسیکیوٹر تھا۔ رقص کے پہلے دور میں وہ ایک ساتھی لڑکی کو لئے سب سے آگے کھڑا تھا اور اسے چپٹائے ہوئے گھوم کر وہ پیانو بجانے والے

پر زور سے چیخا۔ اور اس وقت تک لڑکی کو ساتھ لئے گھومتا رہا جب تک کہ والٹز کا نغمہ بلند کرنے والے تمام ساز خاموش نہیں ہو گئے۔ بہلا رقص ختم ہو گیا اور سب نے تالیاں بجا کر اس کا خیر مقدم کیا۔ اب انسانوں سے بھرے ہوئے اس ہال میں لوگ خنک مشروبات پینے لگے۔ مردوں اور عورتوں کے تبصروں اور ان کی باتوں کے شور سے سارا ہال بری طرح گونج رہا تھا۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جن کے چہرے مارے خوشی کے تمتما رہے تھے مسلسل شور و غل کرتے ہوئے ہنس رہے تھے اور دھڑا دھڑ لیمن اور دوسرے مشروبات پیتے جا رہے تھے۔ جب وہ اپنے گلاس اٹھاتے ہیں لڑکیتے تو شور پہلے سے بھی دس گنا ہو جاتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انھوں نے کوئی روح افزا دوا پی لی ہے۔ تونیا اور لیورا ڈانس ہال سے گذرتے ہوئے اپنے میزبان کے کمرہ میں چلے گئے جو ہال کے نیچے کی طرف تھا۔

(۱۲)

سوین تیتسکی کے رہائشی کمروں میں وہ سارا فرنیچر ٹھونسا ہوا تھا جو اس پارٹی کے سلسلہ میں ڈانس ہال اور ڈرائنگ روم کو خالی کرنے کے لئے وہاں سے ہٹا دیا گیا تھا۔ اور اس گھر کا عجیب و غریب باورچی خانہ تو کرسمس کا ورکشاپ بنا ہوا تھا۔ ہر طرف سے رنگ و روغن کی بو آ رہی تھی۔ اجتماعی رقص میں پھینکے جانے والے رنگین فیتے اور ڈوریوں سے بھرے ہوئے ڈبے اور موم بتیوں کی پیٹیاں بھری رکھی تھیں۔ ادھر اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے سوین تیتسکی اور اس کی بیوی مہمانوں کو دیئے جانے والے تحائف اور کھانے کی میز کے کارڈوں پر نام اور لاٹری کے ٹکٹوں پر نمبر لکھ رہے تھے۔

جارجس اس کام میں ان کا ہاتھ بٹا رہا تھا مگر عجیب بار بار گنتی بھول جاتا اور چچا چچی اس پر ناراض ہوتے۔ تونیا اور لیورا کے آنے سے وہ بہت خوش ہوئے۔ ان دونوں کو وہ بچپن سے جانتے تھے۔ اور آتے ہی انھیں بھی اپنے ساتھ کام سے لگا لیا۔ پھر شوہر نے بیوی کی شکایت کے انداز میں کہا۔ "اسکی سمجھ ہی میں یہ بات نہیں آئی کہ یہ کام پہلے سے کر لینا چاہیئے تھا۔ پارٹی کے دوران میں نہیں جب کہ سب مہمان آ چکے ہیں۔ اے جارجس، بابا یہ تم کیا کہتے ہو بھلے آدمی، سوفا اور میز پر رکھی جانے والی لوازمات مختلف ہیں۔ تم نے ان سب کو گڈمڈ کر دیا۔ غرضیکہ لیورا اور تونیا نے پارٹی کا آدھا وقت تو جارجس اور اپنے میزبان میاں بیوی کے ساتھ ان کے کمرہ میں گذار دیا۔

(۱۳)

ادھر ڈرائنگ روم میں پارٹی کے آغاز سے اب تک ہال روم میں تھی۔ نہ اس نے شام کا لباس پہن رکھا تھا اور نہ

کسی کو وہاں جاتی تھی۔ تاہم وہ وہیں رہی۔ کبھی کبھی کورناکوف کے ساتھ ایسے رقص کرتی جیسے سوتے میں چل رہی ہے۔ اور کبھی منہ اٹھا کر کمرہ کے اندر جدھر جی میں آتا گھومنے لگتی۔ ایک آدھ مرتبہ وہ کچھ تذبذب کے عالم میں ہاتھوں کی نشست گاہ کے سامنے بھی ذرا سی دیر کے لئے رکی۔ اس امید میں کہ شاید کوئی آمدورفت کی جو دروازے کی جانب منہ کئے بیٹھا تھا اسے دیکھ لے۔ لیکن اُس نے بھی اپنے تاش کے پتوں سے نگاہ نہیں اٹھائی۔ پتے اس کے بائیں ہاتھ میں تھے اور چہرہ پتوں کی اوٹ میں۔ اس نے یا تو لارا کو دیکھا ہی نہیں تھا یا پھر بن رہا تھا۔ اُدھر لارا کے ندامت اور غصہ کے آنسو دم گھٹنے لگا۔ ایک لڑکی جس سے لارا واقف تھی۔ بال روم سے دوسرے کمرہ میں گئی۔ کورادوسکی نے اسکی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جس کا مطلب لارا خوب سمجھتی تھی۔ یہ لڑکی کورادوسکی کی اس نظر کو بھانپ کر مارے خوشی کے کچھ جھینپ سی گئی۔ لیکن لارا کا منہ شرم اور غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اور اس کے جی میں آیا کہ وہ زور سے چیخے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ "یہ نیا شکار ہے"۔ اس کے بعد لارا کی نظروں میں کورادوسکی سے اپنے تعلقات کی تصویر اس طرح پھرنے لگے جیسے وہ ان واقعات کو آئینہ میں دیکھ رہی ہو۔ اس نے اس شخص سے ملاقات کا ارادہ ترک نہیں کیا البتہ یہ سوچا کہ وہ اس سے بعد میں پھر کبھی بات کریگی۔ اس وقت تو اس نے بڑے ضبط سے کام لیا۔ اور بال روم میں چلی گئی۔

کورادوسکی تین دوسرے آدمیوں کے ساتھ تاش کھیل رہا تھا۔ اس کے برابر کورناکوف تھا۔ اس نوجوان کا باپ جس کے ساتھ لارا دوبارہ رقص کر رہی تھی۔ اور اسی کی زبانی اسے یہ معلوم ہوا تھا۔ اس نوجوان کی ماں ایک طویل قامت عورت تھی جس کا رنگ ذرا سیاہی مائل تھا۔ وہ سیاہ کپڑے پہنے اور سانپ کی طرح بل کھاتی گردن کے ساتھ بے چین ہو کر بال روم اور مہمان خانہ کے درمیان کبھی اپنے شوہر کو کبھی تاش کھیل رہا تھا اور کبھی اپنے بیٹے کو جو ناچ رہا تھا۔ آخر کار لارا کو معلوم ہوا کہ جس لڑکی نے اسے تکلیف دہ شبہ میں ڈال دیا تھا وہ اس نوجوان کی بہن ہے۔ اس نے سوچا کہ اس کے دل میں جو شبہ پیدا ہوا تھا وہ بالکل بے بنیاد تھا۔

کورناکوف نے جب پہلی مرتبہ اس سے اپنا تعارف کرایا۔ تو لارا نے اس کے پورے نام پر دھیان نہیں دیا۔ لیکن جب وہ والٹز کی دھن پر آخری رقص کے بعد گھومتا اور ٹھہرتا ہوا لارا کو کرسی پر بٹھانے آیا تو اس نے کورنش کے انداز میں جھکتے ہوئے اپنا نام پھر دہرایا۔ "کورناکوف۔ کورناکوف"۔ اس سے لارا کو کچھ یاد آگیا۔ کوئی ناخوشگوار بات اس کے ذہن میں پلٹ آئی۔ ماسکو کی سنٹرل جیل میں کورناکوف کا باپ

اسسٹنٹ پبلک پراسیکیوٹر ہے۔ اور اس نے ریلے مزدوروں کے اس مقدمہ کی سماعت کے دوران جس میں تیتوزن بھی شامل تھا۔ عدالت کے سامنے ایک مجزونانہ تقریر کی تھی مارا کے کہنے پر کولگروف اس سے بحث کرنے گیا تھا مگر ناکام رہا۔ "ہوں۔ تو یہ بات ہے..... بہت خوب..... کورناکوف۔ کورناکوف"

(۱۴)

رات کے دو بج چکے تھے اور یورا کے کان گونجنے لگے۔ چلنے اور سیٹیوں کے وقفہ کے بعد پھر رقص شروع ہو گیا۔ کرسمس کے پیڑ سے موم بتیاں جل جل کر گر رہی تھیں۔ مگر موم بتیوں کو بدلنے کی اب کسے فکر تھی۔ یورا کچھ تھکا ہوا اور گھٹا ہوا ہال روم کے بیچوں بیچ کھڑا تونیا کو دیکھ رہا تھا۔ جو ایک اجنبی کے ساتھ رقص کر رہی تھی۔ وہ رقص کرنے والوں کی ریل پیل میں اس تک پہنچی۔ پھر وہ اپنے ساٹن کے لباس کا ایک پلو اس کی طرف پھینک کر ایسے چلی گئی جیسے مچھلی اپنے پر ہلاتے ہوئے پانی میں غائب ہو جاتی ہے۔ وہ بہت جوش میں تھی۔ وقفے کے دوران اس نے چائے پینے سے انکار کر دیا اور سنگتروں سے اپنی پیاس بجھائی۔ اس نے سنگتروں کا رس چوسا اور رومال سے انگلیوں اور منہ کو صاف کر لیا۔ بے تحاشہ ہنستے اور بولتے ہوئے اس نے رومال کو رقص کے دوران ہاتھ ہی میں تھامے رکھا۔ کبھی اسے آستین میں سے نکال لیتی اور کبھی دوبارہ آستین میں چھپا لیتی۔

اب جو وہ یورا کے پاس سے گذری جو خار کھائے کھڑا تھا اور اپنے نامعلوم ساتھی کے ساتھ رقص کرتی اور جھومتی ہوئی وہاں سے مڑی تو اس نے زور سے یورا کا ہاتھ دبایا اور بہت زور سے ہنسنے لگی۔ لیکن اس کا رومال یورا کے ہاتھ میں رہ گیا جس نے رومال کھینچ کر ہونٹوں سے لگایا اور آنکھیں میچ لیں۔ رومال میں سنگتروں اور تونیا کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ یورا مسحور ہو کر رہ گیا۔ یہ اس کی زندگی کا ایک بالکل انوکھا تجربہ تھا۔ اس نے کبھی اس کیفیت کا اندازہ نہیں کیا تھا۔ جو آج اس وقت اس پر گذر رہی تھی۔ یہ خوشبو کچھ ایسی تابدار نکلی کہ اس نے یورا کو اوپر سے نیچے تک کاٹ کر رکھ دیا۔ اس خوشبو میں وہ بھولپن اور وہ سچائی تھا جس سے وہ اس قدر مانوس تھا جسے وہ پہچانتا تھا۔ اس نے ایسا محسوس کیا جیسے کسی نے مذہبیے میں اس کے کان میں چپکے سے کوئی بات کہدی ہو۔ اس نے رومال کو کھینچ کر اپنی آنکھوں اور اپنے ہونٹوں سے لگایا۔ اچانک اندر سے گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔

ہر کوئی ٹھٹھک کر اس بھاری پردہ کی طرف دیکھنے لگا جو بال روم اور مہمان خانے کے درمیان حائل

پڑا ہوا تھا۔ ایک لمحہ تک مکمل سکوت طاری رہا۔ اس کے بعد ہنگامہ شروع ہو گیا۔ بعض لوگ چیختے چلاتے دروازے سے دوڑے۔ دوسرے کوٹھے کے پیچھے دوڑتے ہوئے مہمان خانے کی طرف گئے۔ جہاں سے گولی کی آواز آئی تھی۔ کچھ لوگ بیک وقت بولنے، بحث کرنے اور باتیں بناتے اندر سے باہر کی طرف آنے لگے۔

"اس نے کیا کیا ہے؟ اس نے کیا کیا ہے؟" کوماروسکی بار بار مایوسی کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"بوریا! بوریا! مجھ سے کہہ دو کہ تم زندہ ہو" مسز گورناکوف رو رو کر کہہ رہی تھی۔ اس پر سٹریا کی سی کیفیت طاری تھی۔ "ڈاکٹر دوروکوف کہاں ہے؟ لوگ کہہ رہے تھے وہ یہیں ہے۔ اوہ، لیکن کہاں، وہ کہاں ہے؟ ۔۔۔ تم کس طرح، آخر کس طرح یہ کہہ سکتے ہو کہ یہ محض ایک خراش ہے! اوہ میرے پیارے شہید ان تمام مجرموں کی پول کھولنے کا تمہیں یہ بدلہ ملا! وہ رہی ذلیل عورت! وہ رہی میں تیری آنکھیں نکال دوں گی۔ کمینی اس دفعہ تو بچ کر نہیں جا سکتی! تم نے کیا کہا۔ کوماروسکی؟ تم؟ اس نے تم پر گولی چلائی تھی نہیں میں برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ ایک المناک لمحہ ہے۔ کوماروسکی میں اس وقت کسی قسم کا مذاق برداشت نہیں کر سکتی۔ کوکا! کوکا چپکا! کیا تم اس کا یقین کر سکتے ہو۔ اس نے تمہارے باپ کو جان سے مارنے کی کوشش کی تھی..... ہاں ..... لیکن قدرت ..... کوکا! کوکا!

مجمع نشست کے کمرے سے نکل کر رقص گاہ میں چلا گیا۔ سب سے آگے گورناکوف تھا جو ہر ایک کو ہنس ہنس کر یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ بالکل بھلا چنگا ہے اور ایک رومال سے اپنے بائیں ہاتھ کی خراش کو صاف کرتا جا رہا تھا۔ ایک اور گروپ کسی قدر ہٹ کر لالا کو بازو سے پکڑ کر لا رہا تھا۔

یہ تمام بخود تھا۔ پھریری لڑکی! اور پھر ایسے غیر معمولی حالات میں! اور پھر وہی سفید بالوں والا آدمی۔ لیکن اس مرتبہ لوبا کو معلوم تھا کہ وہ کون تھا ۔۔۔! ایک معزز کیسن کوماروسکی جس کا اس کے باپ کی جاگیر سے کچھ تعلق تھا۔ اسے سلام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان دونوں نے یہی ظاہر کیا کہ وہ ایک دوسرے کو نہیں جانتے۔ اور لڑکی .... تو اس لڑکی ہی نے گولی چلائی تھی؟ ضرور اس کی یہ حرکت ہوں لگی ہے چاری وہ بری طرح پھنس گئی۔ وہ کس قدر حسین تھی! اور وہ گنوار آدمی جو اس کی بانہیں پکڑے تھے جیسے وہ کوئی عام چور ہو!

لیکن ایک دم وہ سمجھ گیا کہ وہ غلطی پر تھا۔ لالا کی آنکھیں جواب دینے لگیں۔ وہ لوگ اسے پکڑ کر اٹھائے ہوئے نزدیک کی آرام کرسی پر لے جا رہے تھے۔ جہاں وہ بیدم ہو کر گر گئی۔

بڈھا اٹھ کر اس کے پاس جانے والا تھا کہ اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرے۔ لیکن اس نے مناسب سمجھا کہ پہلے اس سے ہمدردی کرے جس پر حملہ کیا گیا تھا۔ وہ چل کر کورنا کوف کے پاس پہنچا۔

"میں ایک ڈاکٹر ہوں۔" اس نے کہا۔ "مجھے اپنا بازو دیکھنے دو۔ اچھا، تم خوش قسمت نکلے۔ اس پر پٹی باندھنے تک کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ذرا سا آئیڈین لگانے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ فیلیسیا نکیمونونا وہ بھی ہم اس سے پوچھیں گے۔"

مسز سوسنتسکایا اور تونیا اس کی طرف آ رہی تھیں۔ ان کے چہرے سفید پڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے اس سے کہا کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر اپنا کوٹ اٹھائے۔ گھر سے کوئی اطلاع ہے اور انھیں فوراً واپس جانا ہے۔

یورا سب کچھ بھول گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ اور سیدھا اپنا اور تونیا کا اوور کوٹ لینے کے لئے لپکا۔

(۱۵)

گھر پہنچ کر وہ اپنا یا انوونا کو زندہ نہ دیکھ سکے۔ جب وہ سیڑھیوں سے بھاگتے ہوئے اس کے کمرے میں پہنچے تو اسے مرے ہوئے دس منٹ ہو چکے تھے۔ موت دم گھٹنے سے واقع ہوئی تھی۔ چوہیڑوں کی خوبی کا نتیجہ تھا۔ بیماری کے وقت اس کی صحیح تشخیص نہیں ہو سکی تھی۔ کئی گھنٹہ تک تونیا روتی رہی۔ وہ چلا چلا کر رو رہی تھی سسکیاں بھر رہی تھی اور کسی کو نہیں پہچانتی تھی۔ اگلے روز اس کی حالت پرسکون ہو گئی لیکن یورا اور اپنے باپ کی باتوں کے جواب میں صرف سر ہلا سکی تھی۔ وہ جب بھی بولنے کی کوشش کرتی صدمہ اس پر غالب آ جاتا تھا اور وہ پھر چیخنا شروع کر دیتی جیسے اس پر اسیب کا اثر ہو گیا ہو۔

جنازہ کی نماز کے درمیانی وقفوں میں وہ گھنٹوں مردہ عورت کی لاش کے پاس گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی بیٹھی رہی۔ اس کے بڑے بڑے خوبصورت ہاتھ تابوت کا ایک کونا پکڑے ہوئے تھے تابوت چہرہ پر پردہ پڑا ہوا تھا اور اسے پھولوں سے ڈھک دیا گیا تھا۔ اسے اپنے گرد و پیش کی کوئی خبر نہیں تھی۔ لیکن جب بھی اس کی آنکھیں اپنے دوست سے چار ہوتی تھیں تو وہ جلدی سے اٹھ کر تیزی سے باہر نکل جاتی تھی اور سیڑھیوں پر چڑھ کر اوپر چلی جاتی۔ وہ اپنی سسکیوں کو اس وقت تک دبانے کی کوشش کرتی رہتی تھی جب تک وہ بستر پر گر پڑتی اور بیہوشی کے عالم میں اپنا منہ تکیے کے اندر چھپا لیتی۔

ستارے کی گھنٹ کے سنگ دھم، خنید پوری نہ ہونے، بھرائی ہوئی آواز کے گانوں اور دن رات جلنے والی روم ہیٹروں کی روشنی اور پھر سردی لگ جانے کی وجہ سے پیدا ایک روحانی الجھن محسوس کر رہا تھا۔

دس سال قبل جب اس کی ماں مری تھی تو اس وقت وہ بچہ ہی تھا مگر اب تک یاد تھا کہ وہ کیسے رویا تھا۔ غم اور خوف نے اس پر تسلط پالیا تھا۔ اس زمانہ میں اسے اپنی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ بیشک محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ کیا جیسی کسی ہستی کا وجود بھی تھا یا اس کی کوئی قدر و قیمت بھی تھی۔ اس وقت اسے اپنی ذات کے علاوہ تمام دوسری چیزوں میں دلچسپی تھی۔ باہر کی دنیا ہر طرف سے اس کی طرف بڑھی تھی۔ گھنی اور تاریک بالکل ایک جنگل کی طرح۔ اور اپنی ماں کی موت سے اس کے ہوش و حواس زائل ہو جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پاس بیٹھے ہوئے اس نے اپنے آپ کو جنگل میں گم کر دیا تھا۔ اچانک اسے معلوم ہوا کہ وہ جاگ گئی تھی اور وہ اس جنگل میں تنہا رہ گیا تھا۔ جنگل میں دنیا بھر کی چیزیں تھیں۔ بادل اور دکانوں کے بورڈ، گھنٹیں، کرنا ٹکی کی سنہری چوٹیاں اور تنگے سر گھوڑ سوار جو حضرت مریم کے تقدس آمیز عکس کے ساتھ ساتھ محافظوں کی طرح چل رہے تھے جیسے ایک گاڑی میں لے جایا جا رہا تھا۔ اس میں دوکانیں بھی تھیں اور جگمگاتی لڑکیاں بھی، اور اونچا آسمان جس پر ستارے جگمگا رہے تھے جن تک پہنچا نہیں جا سکتا تھا، اور خداوند خدا اور اس کے مقدس حواری۔

ایک مرتبہ اونچا آسمان نیچے اتر کر اس کی پرورش گاہ تک آگیا۔ اس کی نرس کے سایہ تک جب کہ وہ اسے غسلے کے بارے میں بتا رہی تھی۔ وہ قریب ہی تھا اور درختوں کی چوٹیوں تک پہنچا جا سکتا تھا۔ جس طرح درختوں کی شاخوں کو جھکا کر اخروٹ توڑے جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان پرورش گاہ کے منہ دھونے کے لئے رکھے ہوئے برتن میں غوطہ لگا رہا ہو اور آگ اور سونے میں غسل کر کے صبح کی عبادت کی مانند نکل آیا ہو جس کے لئے وہ اپنی آیا کے ساتھ چھوٹے سے گرجا میں جایا کرتا تھا۔ وہاں ننھے ننھے ستارے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے موتیوں کے سامنے روشنیاں خداوند خدا مقدس باپ تھا اور ہر چیز تقریباً اپنی صحیح جگہ پر واپس پہونچ جاتی۔ لیکن اصل چیز بڑوں اور سیانوں کی دنیا تھی اور شہر جو اس کے چاروں طرف ایک جنگل کی طرح پھیلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس وقت اپنے تمام تر نم حیوانی عقیدے کے ساتھ ویسا ہی اعتماد رکھتا تھا، جو اس جنگل کا رکھوالا تھا۔

اب معاملہ بالکل مختلف تھا۔ وضع کے اسکول اور یونیورسٹی میں بارہ برس گذارنے کے بعد

لیمانے اعلیٰ ادب اور آسمانی صحیفوں کا مطالعہ کیا تھا۔ اس نے پرانی روایات، شاعری، تاریخ اور نیچرل سائنس بھی پڑھی تھی۔ اور یہ سب اس کے لئے ایک گھریلو داستان بن گئے تھے۔ اب اسے کسی چیز کا خوف نہیں تھا۔ نہ وہ زندگی سے خائف تھا اور نہ موت سے۔ دنیا کی ہر ایک چیز کی اس کے لئے محض ایک لفظ سے زیادہ اہمیت نہیں تھی۔ وہ محسوس کرتا تھا کہ وہ کائنات کو سمجھ چکا ہے۔ اپنی ماں کے جنازہ کی نماز کا اس پر جو کچھ بھی اثر ہوا تھا اپنا آبائی دین کے جنازے کی نماز کا اثر اس سے بالکل مختلف تھا۔ اس وقت اس نے ایک الجھن، خوف اور تکلیف کے ساتھ دعا مانگی تھی۔ اب اس نے میت کے لئے کی جانے والی دعاؤں کو اس طرح سنا جیسے ان میں اس کے اپنے لئے کوئی پیغام ہو اور جیسے ان کا اس سے براہ راست تعلق ہو۔ اس نے ان لفظوں کو غور سے سنا۔ اس کا خیال تھا کہ دوسرے الفاظ کی طرح ان کے معنی بھی بالکل صاف اور واضح ہوں گے۔ اس کے اس احترام میں کوئی مذہبی جذبہ نہیں تھا۔ وہ آسمان اور زمین کی اعلیٰ طاقتوں کو اپنے اجداد کی طرح پوجتا تھا۔

(۱۶)

"مقدس خدا، مقدس اور طاقتور، مقدس اور ابدالآباد تک قائم رہنے والے، ہم پر رحم کر" یہ کیا تھا؟ وہ کہاں تھا؟ وہ لوگ ضرور تابوت باہر لے جا رہے ہوں گے۔ اسے نیند سے بیدار ہو جانا چاہیئے۔ وہ صبح اپنے دیسی کپڑے پہنے سونے پر سو گیا تھا۔ اب وہ سب لوگ سارے مکان میں اسے تلاش کر رہے تھے۔ لیکن کسی شخص کو اتنا خیال نہیں آیا کہ وہ لائبریری کے آخری کونے میں کتابوں کی الماری کے پیچھے جا کر دیکھتا۔ "یورا! یورا!" مارکل اسے پکار رہا تھا۔ وہ لوگ تابوت باہر لے جا رہے تھے۔ مارکل کو پھول نے جانے تھے اور یورا اسے کہیں نظر نہیں آ رہا تھا جو اس کی مدد کر سکتا۔ ادھر سے مصیبت یہ تھی کہ وہ خواب گاہ میں پھنس کر رہ گیا تھا جہاں پھولوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے کیونکہ زینے کے سرے پر الماری کا دروازہ کھل گیا تھا جس نے خواب گاہ کا راستہ بند کر دیا تھا۔

"مارکل! مارکل! یورا!" لوگ زینے کے نیچے سے آوازیں دے رہے تھے۔ مارکل نے لات مار کر دروازہ کھول دیا اور تھوڑے سے پھول اٹھا کر بھاگتا ہوا سیڑھیوں سے نیچے اتر گیا۔

"مقدس خدا، مقدس اور طاقتور، مقدس اور ابدالآباد تک قائم رہنے والے" یہ الفاظ اب سڑک کی طرف سے سنائی دے رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ہر چیز گھوم رہی ہے۔ پھول، سڑک پر گزرنے والے گھوڑوں کے سر اور اگردان جو پادری کے ہاتھوں میں زنجیر سے لٹکا ہوا ہل رہا تھا۔ اور قدیل

کے نیچے بہت سے دبکی ہوئی زمین!

"بھلا! میرے خدا! آخر کار" شورا شیلسنگر اس کا کندھا ہلا رہی تھی "تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ وہ لوگ تابوت باہر لے جا رہے ہیں۔ کیا تم بھی ہمارے ساتھ آ رہے ہو؟"

"ہاں ضرور۔"

(۱۷)

جنازہ کی نماز ہو چکی تھی۔ فقیر سردی میں اپنے پیر رگڑتے ہوئے دو طرف سے آگے بڑھے۔ تابوت لے جانے والی گاڑی، برفانی گاڑی جس پر پھول لدے ہوئے تھے۔ اپنا کے والدین کرد گر زکی گاڑی کو جنبش ہوئی۔ گاڑیاں چل کے قریب آ کر رک گئیں۔ اس کے اندر سے شورا شیلسنگر نکلی، وہ دبلی تھی۔ اس نے نقاب اٹھا رکھی تھی جو آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی اور اس نے متلاشی نظروں سے مجمع کی طرف دیکھا۔ تابوت لے جانے والوں پر نظر پڑتے ہی اس نے انھیں اشاروں سے بلایا اور گرجا میں واپس چلی گئی۔ لوگ برابر باہر نکل رہے تھے۔

"اچھا تو اب اینا ایوانووناکی باری ہے بے چاری عورت" اس نے بہت دور دراز جگہ کا ٹکٹ کٹا لیا۔"

"ہاں اس بے چاری سیدھی سادی عورت کا رقص ختم ہو گیا، اب وہ آرام کر رہی ہے۔"

"تمہارے پاس گاڑی ہے یا تم پیدل ہی چل رہی ہو؟"

"اتنی دیر تک کھڑے رہنے کے بعد مجھے اپنی ٹانگیں سیدھی کرنے کی ضرورت ہے۔ چلو کچھ دور پیدل چلیں، پھر گاڑی لے لیں گے۔"

"دیکھا تم نے ۔ لُکوف کتنا اکھڑا ہوا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہی اس کے رخساروں پر آنسو بہنے لگتے وہ ناک سے سُوں سُوں کرتے ہوئے اسی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا۔ اور وہ اپنے شوہر کے پاس ہی تو کھڑی تھی۔"

"ہاں ۔ وہ تو ہمیشہ اس کی کڑی نگرانی کرتا ہے۔"

اب یہ لوگ شہر کے دوسرے سرے پر آہستہ آہستہ قبرستان کے قریب پہنچ رہے تھے۔ اس دن بڑی سخت برف پڑی تھی۔ دن بہت اداس تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جنازہ کے لئے ہی یہ دن بنا ہے۔ راستہ پر جمی ہوئی برف، اور تاریک درخت سبھی سب ماتم کناں دکھائی دے رہے تھے۔ اسی قبرستان میں

تدفین کی رسم ادا کی گئی تھی۔ لیکن وہ کئی سال سے کبھی نہیں آیا تھا۔ اس نے ماں کی قبر کی جانب منہ کیا اور اس سے اس کے منہ سے "ماں" نکل گیا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح اس نے برسوں پہلے اپنی ماں کی موت کے بعد اسے پکارا تھا۔

تدفین کے بعد یہ لوگ منتشر ہونے لگے۔ مرد اور عورتیں چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بنائے صاف ستھرے راستے پر چل رہے تھے۔ الیگزینڈر الیگزینڈروچ اپنی بیٹی تونیا کا بازو تھامے ہوئے تھا۔ ان کے پیچھے تونیا کے نانا اور نانی گرد گرد آ رہے تھے۔ اور تونیا اس سیاہ ماتمی لباس میں کتنی پیاری دکھائی دے رہی تھی۔

قبرستان کی نگاہی سی دیوار اور مزارات کے گرد لگی ہوئی زنجیروں اور صلیبوں پر جمی ہوئی برف عجیب سماں پیدا کر رہی تھی۔ قبرستان کے ایک کونے میں ایک دیوار سے دوسری دیوار تک تاروں پر دھلے ہوئے کپڑے سوکھنے کے لئے لٹک رہے تھے۔ ان میں عجیب وضع قطع کی قمیصیں، میزوں کے غلاف اور چادریں بھی کچھ تھا۔ یہ نے محسوس کیا کہ یہ وہی پرانی عبادت گاہ کا میدان۔ مگر نئی عمارت کی وجہ سے فضا مختلف دکھائی دے رہا تھا۔ یہ وہی میدان ہے جہاں اس کی ماں کے انتقال اور تدفین کے بعد اس رات کو زبردست برفانی طوفان آیا تھا۔

وہ سب سے آگے آگے اکیلا چل رہا تھا اور کبھی کبھی اس خیال سے رک جاتا تھا تاکہ دوسرے بھی اس سے آملیں۔ اس کے پیچھے آنے والوں میں موت نے جو اداسی اور ماندگی پیدا کر دی تھی اسکے جواب میں اسے ایک عجیب چیز، ایک انوکھا جذبہ اور ایک پراسرار بے قراری اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ ایسے جیسے ندی کا پانی تیرتی کے عالم میں اپنے بہاؤ پر بہنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ وہ کوئی نئی چیز پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وہ نئے سن کی تخلیق کے لئے بے چین تھا۔

اس نے آج پہلے سے بھی زیادہ واضح طور پر محسوس کیا کہ آرٹ کے دکھ کبھی ختم نہ ہونے والے اور مسلسل معاصیاں۔ آرٹ ہمیشہ سے حالات اندازیں غور کرنے کا عادی ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں ہمیشہ ایک نئی زندگی کو جنم دیتا ہے۔ دنیا کا عظیم ترین اور سچا آرٹ سینٹ جان کے الہام سے کسی طرح کم نہیں۔

اب وہ جذبات مسرت کے ساتھ ان ایک دو دنوں کا انتظار کر رہا تھا جب کہ وہ ایونوسٹی کی سمفنی ترکیب کرے گا۔ مگر میں بھی نہیں کہہ سکتا اور اپنا ایا نوفنا کی یاد میں نظم لکھے گا۔ وہ ان تمام ضروری اور غیر ضروری چیزوں کا بھی اس میں تذکرہ کرے گا جن سے زندگی میں اس کا واسطہ پڑا ہے۔ اس میں

تنیا کی بعض اہم خصوصیات کا تذکرہ ہوگا۔ تم گھاری میں تو تنیا کی کیفیات۔ تدفین کے بعد واپسی پر راستے کے حادثات۔ اور دھلے ہوئے ان کپڑوں کو بھی اس نظم میں ضرور جگہ ملے گی جو عین اس جگہ لٹک رہے تھے جہاں دس سال قبل اسکی والدہ کے انتقال کے بعد برف کا طوفان آیا تھا اور وہ بچپن میں وہاں پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

محاذِ جنگ

(۱)

لارا۔ فیلیسیا تامیموزوف کے بستر پر بخار میں تپ رہی تھی۔ نرس تیکی۔ اس کی بیوی، ملازم اور ڈاکٹر زدکوف پلنگ کے ارد گرد سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔ باقی مکان تاریک اور خاموش پڑا ہوا تھا صرف نشست کے ایک چھوٹے کمرے میں جو برآمدے پر بنے ہوئے ایک تیمپے سے ملی ملی روشنی آ رہی تھی۔ یہاں کوماروسکی غصّہ کے عالم میں بیٹھے ہوئے زور زور سے پیر پٹخ رہا تھا جیسے وہ وہاں مہمان نہیں بلکہ اپنے ہی گھر میں ہو۔ وہ خواہ مخواہ میں ذرا حال معلوم کرنے کے لئے کبھی کبھی جھانک لیتا اور پھر کمرس کے درخت کے پاس سے گذرتا کھانے کے کمرے میں ہوتا ہوا مکان کے دوسرے حصّہ میں چلا جاتا۔ کھانے کے کمرے میں میز پر کھانا چنا ہوا تھا جو کسی نے چکھا تک نہیں تھا۔ اور جب بھی کوئی گاڑی گھر کی یوں کے پاس سے گذرتی یا میز پوش پر کوئی چوہا تنوں کے اوپر دوڑتا تو شراب کے بلوری گلاس جو سبز رنگ کے تھے کھنکنے لگتے تھے۔

کوماروسکی انتہائی خفگی میں تھا۔ دل و دماغ متضاد قسم کے جذبات کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ بنا ہی بے عزتی! وہ ذلیل ہو چکا تھا۔ اس کی پوزیشن خطرے میں تھی۔ اس واقعہ سے اس کی عزت پر حرف آ رہا تھا۔ اسے ہر قیمت پر افواہوں کو روکنا چاہیئے۔ یا اگر یہ خبر پھیل ہی چکی ہے تو اسے زیادہ مشہور ہونے سے پہلے ہی ختم کر دینا چاہیئے اس کی بگھ بھیٹ کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ وہ پھر ایک مرتبہ اس سنکی اور زن چلی لڑکی میں کشش محسوس کر رہا تھا۔ وہ یہ بات ہمیشہ جانتا تھا کہ وہ دوسری تمام لڑکیوں سے مختلف تھی۔ اسے اس لڑکی میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی غیر معمولی خوبی نظر آئی تھی۔ لیکن اس نے ناقابلِ تلافی طور پر اس کو کتنی سخت اذیت پہنچائی اور اس کی زندگی کو تلخ بنا دیا اس

نے کس قدر باخیالہ اور تشدد آمیز طریقہ پر اس بات کا عزم کر لیا تھا کہ وہ اپنی تقدیر کو بدل ڈالے گی اور نئے سرے سے زندگی شروع کرے گی۔

یہ بات صاف ظاہر تھی کہ اسے ہر صورت میں اسکی مدد کرنی چاہیئے۔ شاید اس کے لئے کسی کرے کا انتظام بھی کرنا پڑے لیکن خواہ کچھ بھی ہو اسے لڑکی کے قریب نہیں جانا چاہیئے۔ اس کے برعکس اسے دور ہی رہنا چاہیئے تاکہ وہ اس کے راستہ میں رکاوٹ نہ بن سکے۔ شناس کی تند اور تیز طبیعت کو دیکھتے ہوئے یہ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کیا کر ڈالے گی۔ اب تک اسے بے انتہا پریشانی کا سامنا تھا! یہ پریشانی ایسی نہیں تھی جس میں کوئی شخص اسے کسی قسم کی تسلی دے سکتا! قانون بھی اسے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ اگرچہ ابھی صبح نہیں ہوئی تھی اور اس واقعہ کو پیش آئے ہوئے مشکل سے دو گھنٹے ہی گزرے تھے لیکن پولیس پہلے ہی دو مرتبہ آ چکی تھی۔ اندرو رسکی کو انکوائری مل کر معاملہ درست کرنے کے لئے باورچی خانہ میں جانا پڑا تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ معاملہ جتنا آگے بڑھیگا اس میں اتنی ہی پیچیدگیاں پیدا ہونگی۔ انھیں یہ بات ثابت کرنی پڑے گی کہ لاما کور ناکوف کو نہیں بلکہ اسے گولی مارنا چاہتی تھی۔ اور پھر اس پر ہی معاملہ ختم نہیں ہو جائے گا۔ اسے صرف ایک الزام سے بری کیا جائے گا لیکن پھر بھی اس پر مقدمہ چلائے جانے کا امکان باقی رہے گا۔ قدرتی طور پر وہ اسے روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گا۔ اگر مقدمہ عدالت میں چلا گیا تو وہ کسی ماہر نفسیات سے گواہی دلوا دے گا کہ جس وقت لاما نے گولی چلائی تھی اس وقت وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ اور پھر مقدمہ کی کارروائی ختم کرانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔

اس قدر سوچنے کے بعد اس کی حالت پرسکون ہونے لگی۔ رات گہری تھی۔ روشنی کی کرنیں ایک کمرے سے ہو کر ندی سرے کرے تک پھیل رہی تھیں اور چھتوں کی طرح کرسیوں اور میزوں کے نیچے گھس رہی تھیں۔ خواجا میں آخری مرتبہ جھانکنے کے بعد جہاں نے بتایا گیا کہ لاما کی حالت میں کوئی فرق نہیں پڑا کہ اندرو رسکی اس سے اپنی ایک دوست رونیٹا اونیسیمونا وائٹ دائتوزسکی سے ملنے چلا گیا۔ جو ایک خاتون وکیل اور ایک سیاسی تارکِ وطن کی بیوی تھی۔ اس کا اٹھ کمروں کا مکان اب اس کی حیثیت سے زیادہ تھا اور یہ اس کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے دو کمرے کرایہ پر دے رکھے تھے۔ ان میں سے ایک کمرہ ابھی حال ہی میں خالی ہوا تھا، یہ کمرہ اندرو رسکی نے لاما کے لئے کرایہ پر لے لیا۔ چند گھنٹے کے بعد اسے وہاں لے جایا گیا۔ اس کا دماغ ابھی تک متاثر تھا اور وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں تھی۔

(۲)

اوفینا اوکسیمووناترقی پسند خیالات کی حامل تھی۔ وہ قطعی غیر متعصب واقع ہوئی تھی اور ہر اس چیز کو پسند کرتی تھی جسے وہ "قطعی اور ناگزیر" سمجھتی تھی۔

اپنی الماری کے اوپر اس نے "انرفٹ پروگرام" کی ایک جلد رکھ چھوڑی تھی جس پر مصنف کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا انتساب تھا۔ دیوار پر جو تصویریں ٹنگی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک اس کے شوہر کی تھی جس میں "اس کا پیارا وائٹ" سوئٹزرلینڈ کے ایک مشہور پارک میں پلینی نوف کے ساتھ کھڑا تھا۔ وہ دونوں اپنے کی جیکٹیں اور پتلا ہیٹ پہنے ہوئے تھے۔

اوفینا اوکسیمووناکے اپنی بیمار کرایہ دار کو دیکھتے ہی یہ اندازہ لگا لیا کہ وہ اسے پسند نہیں کرتی۔ اسکے خیال میں لارا بیماری کا بہانہ کر رہی تھی۔ لڑکی نیند کے عالم میں جو بکواس کر رہی تھی اسے وہ محض اداکاری سمجھتی تھی۔ وہ قسم کھانے کو تیار تھی کہ لارا اگر یخن کی نقل کر رہی تھی جو جیس میں بندر کا پاگل ہو گئی تھی۔ لارا کے لئے اپنے حقارت آمیز جذبات کا اظہار اس نے معمول سے زیادہ پھرتی دکھا کر کیا۔ اس نے دروازے زور زور سے بند کئے۔ بلند آواز میں گانا گایا۔ مکان کے اس حصے میں جہاں وہ خود رہتی تھی طوفان کی مانند داخل ہوتی۔ رات دن بھر تمام کھڑکیاں کھلی رکھیں۔

یہ مکان ارباب کے علاقے میں ایک عمارت کی سب سے اوپر کی منزل پر تھا۔ سردیوں کا موسم ختم ہونے کے بعد اسکی کھڑکیوں میں سے نیلا آسمان بالکل صاف اور نزدیک نظر آتا تھا۔ سردیوں کے آخری زمانے میں وہاں سے بہار کے آنے والے موسم کی علامات واضح طور پر دکھائی دیتی تھیں۔ جنوب کی طرف سے چلنے والی گرم ہوا اس کے دریچوں میں سے آتی رہتی تھی۔ یہاں سے ذرا دور اسٹیشنوں پر کھڑے ہوئے انجنوں کی آواز ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے سمندری خیر دھاڑ رہے ہوں۔ لارا بستر پر لیٹی ہوئی اپنا وقت گزرے ہوئے واقعات کو یاد کر کے گزارتی رہی۔ اسے کئی مرتبہ وہ رات یاد آئی جب وہ سات آٹھ سال قبل یورال سے ماسکو پہونچی تھی۔ وہ اسٹیشن سے ایک گاڑی میں بیٹھ کر بے رونق گلیوں سے گذرتی ہوئی ہوٹل پہنچی تھی جو شہر کے دوسرے سرے پر واقع تھا۔ سڑکوں پر لگے ہوئے لیمپوں کی روشنی میں کوچوان کا کھڑا سایہ بادبار دیوار دل پر پڑتا تھا۔ سایہ برابر بڑھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بڑھ کر چھتوں کے اوپر پھیل جاتا اور پھر غائب ہو جاتا اور یہ سب کچھ ہر دو سرے لیمپ کی روشنی میں نئے سرے سے شروع ہو جاتا تھا۔ چاروں طرف چھائی

پہلی تاریکی میں، سکے کے لاتعداد گرجاؤں کی گھنٹیوں کی آواز آ رہی تھی۔ اور ٹرالیاں سڑک پر بھاگتے ہوئے گھنٹیاں بجا رہی تھیں۔ لیکن دوکانوں کی آرائش اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی روشنیوں سے بھی لارا کے کان پھٹے جا رہے تھے جیسے ان میں سے بھی گھنٹیوں اور سیٹیوں کی طرح آوازیں نکل رہی ہوں۔

اپنے ہوٹل کے کمرے میں وہ ایک نیم مغربی حیوانیت کا تراوٹ دیکھ کر چکرا گئی۔ یہ کوا مدیکی کا تحفہ تھا اور لارا کے تزویکیہ اسکی طاقت اور دولت کا مظہر تھا۔ جب اس نے اس عجیب و غریب تراوٹ کو چاقو سے کاٹا اور گہرے سبز رنگ کا چھلکا کٹنے پر اس کے اندر کا سرد اور میٹھا گودا نظر آنے لگا تو وہ خوفزدہ ہو گئی لیکن وہ اس کا قتل کرنے سے انکار نہیں کر سکی۔ خوشبودار سرخ گودا اس کے حلق میں پھنس گیا تھا۔ لیکن بس نے زور لگا کر اسے نگل لیا۔

جس طرح وہ قیمتی کھانوں اور زار الحکومت کی شاہانہ زندگی سے مرعوب تھی اسی طرح وہ بعد میں تجدد گذاری سے بھی مرعوب ہو گئی۔ لیکن اب وہ بالکل بدل گیا تھا۔ وہ اس سے کوئی مطالبہ نہیں کرتا تھا۔ اسے ماضی کی یاد کبھی نہیں ستاتا تھا بلکہ کبھی وہاں آیا تک نہیں۔ وہ اس سے وہی ریا اور انتہائی شرافت کے ساتھ اخلاص دینے کی پیشکش کی۔

کولوگریوف کی اداس سے قطعی مختلف تھی۔ لارا کو اس کے آنے سے بے انتہا مسرت ہوئی۔ اس لئے نہیں کہ وہ دراز قد اور خوبصورت تھا بلکہ اس کی حیات بخش شخصیت کی وجہ سے۔ اس کے ہیجان کی کمی، اداس آنکھوں اور ذہانت آمیز مسکراہٹ سے کمرہ کی اداسی ختم ہو گئی اور تنہائی کا احساس جاتا رہا۔ وہ اس کے بستر کے نزدیک بیٹھا ہوا اپنے ہاتھ مل رہا تھا۔ ان موقعوں پر جب کہ اسے پیٹرزبرگ میں درباری جلسوں میں شرکت کے لئے طلب کیا جاتا تھا وہ بوڑھے اور معزز لوگوں سے اسطرح باتیں کیا کرتا تھا جیسے وہ اسکول کے طالب علم ہوں لیکن اب اسکی نظروں کے سامنے وہ لڑکی تھی جو ابھی کچھ دن پہلے تک اس کے گھر کی ایک نوزادہ بچی تھی جسے وہ اپنی بیٹی کی طرح سمجھتا تھا۔ اور جس سے وہ اپنے خاندان کے دوسرے افراد کی طرح بہت ہی کم نظر ملتا یا بات کیا تھا اس سے ان کی قربت کا لطف اور زیادہ محسوس ہوتا تھا اور خود وہ اور اس کے خاندان کے لوگ اس بات کو سمجھتے تھے، وہ لارا سے بڑوں جیسا سلوک نہیں کر سکتا تھا۔ سنجیدہ اور بے تعلقی کا سلوک۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اس سے کس طرح بات کرے تاکہ اسے اسکی بات ناگوار نہ گذرے۔ "یہ سب کیا ہے؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا جیسے وہ ایک چھوٹی سی بچی ہو۔ "اس تماشے کی آخر کیا ضرورت تھی؟"

وہ خاموش ہو گیا۔ اور پھر دیواروں اور چھت پر پڑتے ہوئے دھبوں پر ایک نظر ڈالی۔ پھر ملامت کے طور پر اپنا سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔ "ڈوسلڈورف میں ایک بین الاقوامی نمائش شروع ہو رہی ہے معصوم سنگ تراشی اور باغبانی کی۔ میں جا رہا ہوں۔ تم تو جانتی ہو۔ یہاں کتنی بھیل رہتی ہے اور تمہارا کیا خیال ہے۔ آخر تم کب تک رہنے کی کوئی معقول جگہ تلاش کئے بغیر اسی طرح چاروں طرف ٹھوکریں کھاتی پھرو گی؟ اپنے تک ہی بات رکھنا۔ یہ تمہاری مکان دار عورت جو ہے نا۔ یہ اچھی نہیں۔ میرے لائق ہو تم چلتی پھرتی کیوں نہیں ہو؟ تم کالی خوصورت بستر پر بیمار پڑی ہو۔ اب تمہیں بستر سے اٹھنا چاہیئے۔ اپنا مکان تبدیل کر دو۔ کوئی کام شروع کر دو، اپنی تعلیم ختم کر دو۔ ایک صورت میرا دوست ہے۔ وہ دو سال کے لئے ترکستان جا رہا ہے۔ اس کا نگار خانہ کئی حصوں میں تقسیم ہے اور ایک چھوٹے سے فلیٹ کی طرح ہے میرے خیال میں اگر کوئی شخص اس کی دیکھ بھال کا ذمہ لے لے تو وہ اسے مفت فرنیچر کے دیدے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تمہارے لئے کہوں؟ ہاں ایک بات اور ہے۔ میں کافی عرصے اس کے متعلق سوچ رہا تھا؟ یہ ایک مقدس فرض ہے..... کیونکہ لیبا..... یہ ایک معمولی سی رقم ہے، اس کے گریجویٹ بننے کا انعام... نہیں، میں تم سے درخواست کرتا ہوں، خدمت کرو... نہیں واقعی یہ تمہیں ضرور..."

اور لالا کے احتجاج، آنسوؤں اور جد و جہد کے باوجود، اس نے وہاں سے جانے سے پہلے اسے دس ہزار روبل کا ایک چیک قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ جب اس کی حالت ذرا سنبھلی تو لالا اس فلیٹ میں منتقل ہو گئی جو کولوگریو وف نے بتایا تھا۔ اور جو اسولنسکی مارکیٹ کے قریب واقع تھا۔ یہ فلیٹ ایک پرانے طرز کے دو منزلہ مکان کے اوپر تھا۔ اس کے دوسرے حصے میں ٹرک ڈرائیور رہتے تھے اور نچلے حصہ میں ایک گودام تھا۔ تختہ فرش ہمیشہ کوڑے کرکٹ سے بھرا رہتا تھا۔ کبوتر غٹر غوں کرتے ہوئے چاروں طرف پھدکتے رہتے تھے اور پھٹ پھٹ کر کے اڑتے ہوئے لالا کی کھڑکی تک آ جایا کرتے تھے۔

(۳)

لالا پاشا کی طرف سے بہت زیادہ پریشان رہتی تھی۔ جب تک وہ سخت بیمار تھی پاشا کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ اور اس کے سوا وہ سوچ بھی کیا سکتا تھا؟ لالا نے ایک آدمی کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی جو اس کے خیال میں اس کا محض ایک واقف کار تھا اور اسی آدمی نے جس پر اس نے ناکام قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ بعد میں اس کو اس جرم کے تمام عواقب سے بچایا تھا۔ اور یہ سب کچھ ان کی اس یادگار گفتگو کے

بعد ہوا تھا جو انھوں نے کرسمس کی رات کو موم بتی کی روشنی میں بیٹھ کر کی تھی۔ اگر اس شخص نے مدینہ کی ہوتی تو لارا کو گرفتار کر کے مقدمہ چلایا جاتا۔ اس نے لارا کو یقینی طور پر سزا سے بچا لیا تھا۔ اس آدمی کی بدولت اب وہ بحفاظت تمام اپنی تعلیم جاری رکھ سکتی تھی۔ پاشا سخت کش مکش اور کرب میں مبتلا تھا۔

جب وہ بہتر ہو گئی تو لارا نے اسے بلا بھیجا اور کہنے لگی۔ "میں ایک بری عورت ہوں۔ تم مجھے نہیں جانتے۔ کسی روز میں تمہیں بتاؤں گی۔ اس وقت میں اس کے متعلق بات نہیں کر سکتی۔ تم خود سمجھ سکتے ہو میں جب بھی اچھی کوشش کرتی ہوں فوراً دوناشر مرغ کر دیتی ہوں۔ لیکن بس اتنا کافی ہے۔ مجھے بھول جاؤ۔ میں تمہارے لائق نہیں ہوں۔"

اس کے بعد بہت دلدوز مناظر دیکھنے میں آئے۔ ہر نیا منظر پچھلے منظر سے زیادہ ناقابل برداشت تھا۔ یہ سب کچھ اس وقت ہوا جبکہ لارا ابابت اسٹریٹ میں رہ رہی تھی۔ اور درائت کو یہ سکایا پاشا کو آنسوؤں سے تربتر چہرے کے ساتھ غلام گردش میں دیکھ کر اپنے کمرے میں بھاگ جاتی تھی اسپر ہنسی کا دورہ پڑ جاتا۔ اور وہ صوفہ پر گر پڑتی۔ "اوہ مجھ سے ہنسی ضبط نہیں ہو سکتی۔ میں ہنسی نہیں روک سکتی۔ یہ بہت زیادتی ہو گی! اوہ کیسی ہی سہی" واقعی! ہیرو ہے یہ لڑکا؟ ہا! ہا! ہا!"

پاشا کو اس باعث شرم تعلق سے بچانے کے لئے اسکے دل سے اپنی محبت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے اور اس کے کرب و اذیت کو ختم کرنے کے لئے لارا نے اسے بتایا کہ وہ اسے چھوڑ دینے کا فیصلہ کر چکی ہے کیونکہ وہ اس سے محبت نہیں کرتی۔ لیکن اس بے تعلقی کا اظہار کرتے وقت اس نے آنسو بھریں کہ اس کے الفاظ پر یقین کرنا ناممکن ہو گیا۔ پاشا کو اس پر ہر قسم کے قبیح گناہوں کے ارتکاب کا شبہ تھا اس نے لارا کی کسی بات پر اعتبار نہیں کیا، وہ اسے برا بھلا کہنے اور اس سے نفرت کرنے کو تیار تھا لیکن وہ اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ اور اس کے خیال تک سے حسد کرتا تھا۔ اس کا اس سے بھی جس سے وہ پانی پیتی تھی اور اس تکیے پر اس کا سر رکھا ہوا تھا۔ اگر وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کا دماغ خراب ہو جائے تو پھر انھیں فوراً ثابت قدمی کے ساتھ کچھ کرنا چاہیئے۔ انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ فوراً شادی کریں گے تعلیم ختم کرنے سے پہلے ہی۔ ان کا ارادہ عید قیامت کے اتوار کے بعد پیر کے روز ہی شادی کر لینے کا تھا۔ لیکن لارا کی خواہش پر شادی پھر ملتوی کر دی گئی۔

تاہم ان کی شادی عید نزول مسیح کو ہوئی۔ اس وقت تک ان پر یہ واضح ہو چکا تھا کہ وہ استحانات

پاس ہو جائیں گے۔ شادی کے تمام انتظامات لڈا کی ہم جماعت لوسیا کی ماں لڈملا کیتنو وناچیرکو نے کئے تھے لڈملا ایک حسین عورت تھی۔ اس کا سینہ بھرا ہوا تھا۔ آواز بے حد رسیلی۔ لیکن دماغ توہمات کا پلندہ تھا۔ ان توہمات میں سے کچھ تو اس نے دوسروں سے حاصل کئے تھے اور باقی اس کے اپنے اختراع کئے ہوئے تھے۔

جس دن لڈا کو شادی کے لئے چرچ جانا تھا، (جیسا کہ لڈملا نے اسے دلہن کا لباس پہناتے ہوئے خانہ بدوش عورتوں کی سی آواز میں بتایا تھا) موسم بہت گرم تھا۔ گرجاؤں کے سنہرے گنبد اور شہر میں باغات کے ریتیلے راستے دھوپ میں چمک رہے تھے۔ صنوبر کی ٹہنیاں جو عرصۂ عید تردد کے بعد کافی کھائی تھیں گرجا کے کٹہرے پر لٹک رہی تھیں۔ وہ گردیں اُٹی ہوئی تھیں۔ اور ان کی پتیاں نکھلا گئی تھیں۔ کہیں دور دور ہوا کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ اور دھوپ میں آنکھوں کے سامنے سیاہ نقطے نظر آنے لگتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس روز ہزاروں شادیاں ہونے والی ہوں۔ کیونکہ سب لڑکیاں دلہنوں جیسے سفید لباس پہنے ہوئے تھیں اور انھوں نے اپنے بالوں میں گھونگھر بنا لئے تھے۔ تمام نوجوان چست قسم کے سیاہ سوٹ پہنے ہوئے تھے۔ اور انھوں نے اپنے بال خوشبودار روغن سے جما لئے تھے۔ ہر شخص گرمی سے بوکھلایا ہوا اور بدحواس دکھائی دے رہا تھا۔

جیسے ہی لڈا نے گرجا کے رہت پر بچھے ہوئے قالین پر قدم رکھا۔ اس کی ایک اور سہیلی کی ماں لگوریا چنڈی کے کچھ چھوٹے سکے مٹھی میں بھر کر اس کے قدموں میں بکھیر دیئے۔ جو کہ مستقبل میں نئے جوڑے کی خوشحالی کا شگون تھا۔ لڈملا نے اسے مزید بتایا کہ جب اسے شادی کا تاج پہنایا جائے تو وہ اپنی انگلیاں نقاب کے کونے میں چھپا کر اشارہ سے صلیب کا نشان بنائے۔ انگلیاں باہر نہ نکالے۔ اس نے لڈا سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ پادشاہ کے مقابلہ پر اپنی موم بتی اونچی رکھے تاکہ گھر میں اسے برتری حاصل رہے۔ لیکن اپنا مستقبل پادشاہ کے مستقبل پر سے قربان کرتے ہوئے لڈا نے اپنی موم بتی نیچی رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ ایسا نہیں کر سکی کیونکہ وہ اسے جتنا نیچا رکھتی تھی پادشاہ اپنی موم بتی اور بھی نیچی کر دیتا تھا۔

گرجا سے وہ لوگ سیدھے شادی کی ضیافت کھانے نگارخانہ پہنچے جہاں یہ جوڑا منتقل ہو گیا تھا جہاں چلتے تھے "یہ معاملہ دکھا چھپکلی ہے"۔ اور دوسرے مہمان کمرے کے دوسرے سرے سے اس کے جواب میں کہتے تھے "فدا رنگینی پیدا کرد"۔ پھر دولہن اور دولہا شرما کر مسکرا دیتے۔ اور ایک دوسرے کا بوسہ لے لیتے۔ لڈا نے ان کے اعزاز میں "انگوروں کا باغ" والا گیت گایا۔ جس کے یہ الفاظ بار بار گائے گئے

"خدا تمہیں محبت اور عقل بخشے" پھر لمبک اور گیت گایا جس کے ابتدائی الفاظ یہ تھے "اپنی خوبصورت زلفیں پھیلا دو"

جب تمام مہمان چلے گئے اور وہ دونوں تنہا رہ گئے تو اس طرح اچانک پیدا ہو جانے والے سکوت میں پاشا بے چینی سی محسوس کرنے لگا۔ سڑک کے پار سے ایک لیمپ کی روشنی چمک رہی تھی۔ اگرچہ لارا نے پردے بھی طرح کھینچ کر بند کر دیئے تھے لیکن پھر بھی روشنی کی ایک پتلی سی کرن کمرے کے اندر آ رہی تھی۔ روشنی کی اس کرن نے پاشا کو چین نہیں لینے دیا، وہ ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے لوگوں کی نظریں ان دونوں پر لگی ہوئی ہوں۔ اسے اس بات کے احساس سے سخت تکلیف ہوئی کہ وہ لارا یا خود اپنے یا اس کے لئے اپنی محبت کے بارے میں سوچنے کی بجائے سڑک پر لگے ہوئے لیمپ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

اس رات جس کی نہ ابتدا تھی نہ انتہا۔ انتی پوف (وہ استیپانیدا" یا حسین دوشیزہ" جیسا کہ اس کے ہم جماعت دوست اسے کہا کرتے تھے) مسرت کی انتہائی بلندیوں اور مایوسی کی عمیق ترین گہرائیوں تک پہنچا۔ اس کے شکوک و شبہات اور لارا کے اعتراضات یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے رہے۔ اس نے لارا سے پوچھ گچھ کی اور اس کا ہر جواب سن کر اس کا دل ڈوبنے لگا جیسے وہ ایک لامحدود خلا میں گرتا چلا جا رہا ہو۔ اس کے زخم خوردہ احساسات لارا کے انکشافات کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔

وہ دونوں صبح تک باتیں کرتے رہے۔ پاشا کی تمام زندگی میں کبھی فیصلہ کن اور اچانک تبدیلی نہیں ہوئی تھی جتنی کہ اس رات میں ہو گئی۔ صبح کو جب وہ اٹھا تو ایک بالکل بدلا ہوا انسان تھا۔ یہانک کہ اسے اس بات پر حیرت ہونے لگی کہ لوگ ابھی تک اسے پاشا انتی پوف کہہ کر پکارتے تھے۔

(۴)

دو دن بعد ان کے دوستوں نے اسی کمرے میں انھیں ایک الوداعی دعوت دی۔ پاشا اور لارا دونوں نے امتحانات میں شاندار کامیابی حاصل کی تھی اور وہ دونوں کو یورال کے ایک ہی شہر میں ملازمتوں کی پیشکش کی گئی تھی۔ وہ دونوں اگلے روز وہاں روانہ ہو رہے تھے۔ انھوں نے پھر خوب پی، گانے گائے اور دھما چوکڑی مچائی۔ لیکن اس مرتبہ اس میں صرف نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہی شریک تھیں۔

دریبانی دیوار کے نیچے جو دائیں حصہ کو نگار خانہ سے علیحدہ کرتی تھی ایک بڑی بید کی بنی ہوئی ٹوکری رکھی تھی۔ ایک اور نسبتاً چھوٹی ٹوکری جو لارا کی تھی، ایک سوٹ کیس، چینی کے برتنوں کا ایک

بس اور کئی تھیلے بھی رکھے ہوئے تھے۔ سامان بہت زیادہ تھا۔ اس میں سے کچھ بھاگے روز مال گاڑی سے بھیجا جانا تھا۔ قریب قریب سارا سامان باندھا جا چکا تھا۔ لیکن ابھی بکس اور ٹوکری میں تھوڑی سی جگہ باقی تھی۔ تھوڑی دیر بعد لارا کو کوئی اور ایسی چیز یاد آجاتی جو سے اپنے ساتھ لے جانی تھی اور وہ اسے کسی ایک میں رکھ دیتی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اس میں رکھی ہوئی تمام چیزوں کو ٹھیک بھی کرتی جاتی۔

لارا یونیورسٹی کے دفتر گئی ہوئی تھی۔ جہاں سے اسے اپنا پیدائش کا سرٹیفکیٹ اور دوسرے کاغذات لانے تھے جب وہ واپس آئی تو اس وقت پاشا گھر پر ہی موجود تھا اور کچھ مہمانوں کی خاطر تواضع کر رہا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے ایک دربان بھی ٹاٹ کے ٹکڑوں کا ایک بنڈل اور ایک موٹی سی رسی لئے ہوئے اندر آیا۔ ان چیزوں کی اس سامان کے لئے ضرورت تھی جو مال گاڑی سے بھیجا جا رہا تھا۔ اس کے چلے جانے کے بعد تار اتمام مہمانوں سے جا کر ملی اور ان میں سے کچھ مہمانوں سے مصافحہ کیا اور بعض مہمانوں کو بوسہ دیا۔ پھر وہ اپنا حصہ میں کپڑے تبدیل کرنے چلی گئی۔ اور جب واپس آئی تو سب نے تالیاں بجا کر اس کا استقبال کیا۔ پھر سب لوگ بیٹھ گئے اور یہ پرشور تقریب شروع ہو گئی جیسی کہ چند روز قبل ہوئی تھی۔ کچھ لوگوں نے اپنے اور اپنے قریب بیٹھنے والوں کے لئے گلاسوں میں شراب انڈیلی اور لوگوں کے ہاتھ میز کے مرکزی حصہ کی طرف بڑھنے لگے۔ جہاں روٹی، اور کھانے کے دوسرے لوازمات پلیٹوں میں چنے ہوئے تھے۔ تقریریں ہوئیں ایک دوسرے کے جام صحت تجویز کئے گئے اور ہنسی مذاق ہوتا رہا۔ کچھ لوگ ضرورت سے زیادہ پی کر بہکنے لگے۔

"میں تھک کر چور ہو گئی ہوں۔" لارا نے کہا جو اپنے شوہر کے قریب ہی بیٹھی تھی۔ "کیا تم نے سب کام ختم کر لیا؟"

"ہاں"

"بہر حال میں بہت خوش ہوں۔ تم بھی خوش ہونا!"

"میں بھی خوش ہوں لیکن ابھی بہت سے معاملوں کے متعلق باتیں کرنی ہیں!"

کوما روسکی کو خاص طور پر جوانوں کی اس پارٹی میں شرکت کی اجازت دیدی گئی تھی۔ ضیافت ختم ہونے پر اس نے کہنا شروع کر دیا کہ جب اس کے دونوں نوجوان دوست ماسکو سے چلے جائیں گے تو وہ اپنے آپ کو بالکل تنہا محسوس کرے گا۔ اس کے لئے شہر بالکل ایک ریگستان بن جائے گا۔ لیکن وہ

اتنا زیادہ جذباتی بن گیا کہ اس نے سسکیاں لینی شروع کر دیں۔ اور اپنی بات پھر شروع سے دہرانے لگا۔ اس نے اپنی پوسٹ سے ان دونوں کو خط لکھنے کی اجازت مانگی اور اس بات کی بھی اجازت چاہی کہ اگر اس کے لئے ان دونوں کی غیر موجودگی ناقابل برداشت ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ ان سے ملنے کے لئے یونیاتن جا سکے۔

"یہ قطعی غیر ضروری ہے۔" لارا نے زور سے اور لارپ ناہی کے ساتھ کہا۔ "اور یہ تمام باتیں فضول سی ہیں۔ خط لکھنا، صحرا، اور ایسی ہی دوسری باتیں۔ جہاں تک ہاں آنے کا سوال ہے اس کا خیال بھی مت کرنا۔ خدا نے چاہا تو تم ہم لوگوں کے بغیر بھی گذر کر سکو گے۔ ہم لوگ اتنے زیادہ اہم تو نہیں ہیں۔ تمہارا بھی یہی خیال ہے نا پاشا؟ مجھے یقین ہے تمہیں اور دوسرے نوجوان دوست مل جائیں گے؟" یہ باتیں کہتے ہوئے معاً وہ بھول گئی کہ وہ کس سے بات کر رہی تھی اور کیا کہہ رہی تھی۔ اس کے بعد وہ اچانک تیزی سے باورچی خانہ میں چلی گئی۔ وہاں اس نے قیمہ بنانے کی مشین اٹھائی۔ اور اس کے مختلف حصوں کو گھاس پھونس میں لپیٹ کر چینی کے برتنوں کے بکس میں رکھ دیا۔ لیکن بکس کے نکلے ہوئے کونے سے اس کے ذرا خراش آ گئی اور اس کے ہاتھ میں پھانس لگ گئی۔

دیوار کے دوسری طرف بلند قہقہوں کی آواز سن کر اسے اچانک ہاناؤں کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اسے خیال آیا کہ جب لوگ شراب پیتے ہیں تو وہ ہمیشہ ہنسنے والے شرابیوں کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ جتنے زیادہ نشے میں ہوتے ہیں اتنی ہی زیادہ اداکاری کرتے ہیں۔

عین اسی وقت اسے ایک اور خاص قسم کی آواز سنائی دی جو کھلی کھڑکی کے راستے باہر صحن میں سے آ رہی تھی۔ اس نے پردہ کھینچ کر باہر جھانک کر دیکھا صحن میں ایک گھوڑا آہستہ آہستہ لنگڑا رہا ہو چل رہا تھا۔ لارا کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ گھوڑا کس کا تھا اور صحن میں کس طرح گھس آیا تھا۔ روشنی بہت کافی تھی حالانکہ سورج نکلنے میں ابھی کافی دیر تھی۔ رات کے سناٹے میں شہر بالکل بے جان نظر آ رہا تھا۔ لارا نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ لنگڑے گھوڑے کے سموں کی آواز نے جو دوسری تمام آوازوں سے قطعی مختلف تھی اسے کسی دوسری ہی دنیا میں پہنچا دیا اور وہ کسی خوبصورت اور دور دراز کے گاؤں کا خواب دیکھنے لگی۔

دروازہ پر گھنٹی کی آواز ہوئی۔ لارا نے اپنے کان کھڑے کر لئے۔ میز پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے

کسی نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ یہ نادیا تھی! لارا بھاگ کر اس سے ملنے کے لئے پہونچ گئی۔ نادیا ٹرین سے اتر کر سیدھی چلی آرہی تھی۔ اتنی تازہ اور دلفریب کہ ایسے معلوم ہونے لگا جیسے وہ ڈیلائنکلا کی وادی سے کھلنے والی پھولوں کی مہک بھی اپنے ساتھ لائی ہو۔ دونوں سہیلیاں کچھ دیر تک جذبات کی شدت سے بالکل دم بخود اور خاموش کھڑی رہیں۔ اور پھر ایک دوسری کو لپٹ کر رونے لگیں۔ نادیا اپنے ساتھ پورے خاندان کی مبارکباد اور دعائیں اور اپنے والدین کی طرف سے ایک تحفے کے گرانی تھی۔ اس نے زیورات کا ایک بکس اپنے سفری تھیلے میں سے نکال کر کھولا۔ اس میں ایک انتہائی خوبصورت اور قیمتی نیکلس رکھا ہوا تھا۔ ہار کو دیکھ کر لوگوں کی مسرت اور حیرت کی ملی جلی آوازیں سنائی دیں۔ ایک جان جو زیرہ پی گیا تھا لیکن جس کی حالت کسی قدر بہتر ہو گئی تھی، کہنے لگا۔

"یہ گلابی پکھراج ہے۔ ہاں ہاں! مگر بی، خواہ کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ بالکل وہی ہے یہ بہت قیمتی ہیرا ہے۔" لیکن نادیا نے کہا کہ وہ نیلم کے نیلم تھے۔

لارا نے نادیا کو میز پر اپنے قریب ہی بٹھا لیا۔ اور اسے کھانے پینے میں مشغول ہو گئی۔ ہار اس کی پلیٹ کے قریب ہی رکھا ہوا تھا اور وہ برابر اسے دیکھے جا رہی تھی۔ ہار کے قیمتی پتھر بکس کے اندر رکھی ہوئی مخمل پر رکھے ہوئے تھے اور کبھی شبنم کے قطروں کی طرح اور کبھی انگوروں کے گچھے کی طرح دکھائی دیتے لگتے تھے

اس عرصہ میں وہ جہاز بان کا نشہ کم ہو گیا تھا۔ اب پھر نادیا کا ساتھ دینے کے لئے پی بیٹھا اور اسے بھی انھوں نے بہت جلد مدہوش کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد فیٹ میں ہر شخص گہری نیند سو رہا تھا ان میں سے زیادہ تر لوگ بن کا ارادہ صبح کو لارا اور پاشا کے ساتھ اسٹیشن جانے کا تھا۔ رات کو دیر تک گئے نادیا کے آنے سے پہلے ہی ان میں سے بہت سے لوگ خراٹے لینے لگے تھے اور یہ بات لارا کو بعد میں بھی معلوم نہیں ہو سکی کہ وہ کس طرح اپنا قیمتی لباس پہنے ہی صوفہ پر یا لاگو دینک کے قریب سو گئی تھی۔

وہ اچانک شور سن کر جاگ گئی۔ یہ آوازیں کچھ اجنبی لوگوں کی تھیں جو اپنا گھوڑا لینے کے لئے صحن میں چلے آئے تھے۔ آنکھیں کھول کر اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "یہ پاشا کمرے کے اندر چکر کیوں لگا رہا ہے؟" لیکن جب اس آدمی نے جسے وہ پاشا سمجھی تھی منہ پھیر کر دیکھا تو اسے ایک ایسا خوفناک چہرہ دکھائی دیا جس پر زخموں کے نشان تھے۔ ایک گہرا نشان بھنوؤں سے ٹھوڑی تک چلا گیا تھا۔ وہ کوئی نقب زن تھا۔ اس نے چیخنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کے گلے سے کوئی آواز نہیں

عمل سکی۔ اسے اپنا قیمتی ہار یاد آیا اور اس نے احتیاط کے ساتھ گھٹنے کے بل پر اٹھتے ہوئے میز کی طرف دیکھا جہاں ہار رکھا ہوا تھا۔

ہار اور دو ٹکڑوں کے درمیان اب بھی اسی طرح رکھا ہوا تھا۔ چور کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی۔ وہ اس کا سوٹ کیس ٹٹول رہا تھا۔ جس میں اس نے تمام سامان اتنی احتیاط سے رکھا تھا اور ایسا کرتے ہوئے اس نے سارا سامان گڑبڑ کر دیا۔ اس وقت وہ صرف اتنا ہی سوچ سکی کیونکہ وہ ابھی تک نیم غنودگی اور نیم مدہوشی کے عالم میں تھی۔ غصے کے اس نے دوبارہ چیخنے کی کوشش کی لیکن پھر بھی نہیں چیخ سکی۔ تب اس نے اپنا گھٹنا ایرا کے پیٹ میں مارا دیا اور جب درد کی شدت سے ایرا نے چیخ ماری تو وہ بھی چیخنے لگی۔ چور نے سب چیزیں پھینک دیں اور بھاگ کھڑا ہوا اس میں سے کچھ لوگوں نے چل کر اس کا پیچھا کرنے کی کوشش کی حالانکہ انھیں یہ تک معلوم نہیں تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ لیکن ان لوگوں کے دروازہ تک پہنچنے سے پہلے چور غائب ہو گیا۔

اس ہنگامے سے ہر شخص جاگ گیا اور لارک نے جس کی مدہوشی اچانک ختم ہو چکی تھی انھیں پھر نہیں سونے دیا۔ اس نے ان لوگوں کے لئے کافی بنائی اور ان کے گھروں کو روانہ کر دیا۔ یہاں تک کہ اسٹیشن جانے کا وقت ہو گیا۔

پھر وہ انتہائی انہماک کے ساتھ بستر کی چادریں ٹوکریوں میں رکھنے اور سامان کو رسیوں سے باندھنے لگی ساتھ ہی ساتھ وہ دربان کی بیوی اور پاسبان سے کہتی جاتی تھی کہ وہ اس کی مدد کرنے کی کوشش کر کے اسے پریشان نہ کریں۔ ہر کام وقت پر ہو گیا۔ اتنی پوف میاں بیوی کو ٹرین وقت پر مل گئی۔ ٹرین آہستہ آہستہ روانہ ہوئی اور ان کے دوست انھیں دیکھ کر اپنی ٹوپیاں ہلاتے رہے۔ جب انھوں نے ٹوپیاں ہلانی بند کر دیں اور تین مرتبہ غالباً "ہترا" کا نعرہ لگایا تو ٹرین کی رفتار بھی تیز ہو گئی۔

(۵)

تین روز سے موسم ناخوشگوار تھا۔ جنگ شروع ہونے کے بعد یہ خزاں کا دوسرا موسم تھا۔ پہلے سال بوکا سیاسیاں ہوئی تھیں ان کی جگہ اب ناکامیوں نے لی تھی۔ بردسیلوف کی آٹھویں فوج جو کارپیتھین میں ہنگری پر چڑھائی کرنے کے لئے جمع تھی پیچھے ہٹ رہی تھی۔ کیونکہ فوجیں ہر طرف سے پسپا ہو رہی تھیں روسی گلیشیا بھی خالی کر رہے تھے۔ جس پر انھوں نے جنگ کے ابتدائی مہینوں میں قبضہ کر لیا تھا۔

ڈاکٹر زواگو" جواب تک یورا کے نام سے مشہور تھا۔ لیکن اب زیادہ تر یوری آندرے دچ کہلاتا تھا، ہسپتال کے نسوانی امراض کے شعبہ کے غلام گردش میں زچہ خانہ کے کمرے کے باہر کھڑا ہوا تھا۔ جہاں وہ ابھی اپنی بیوی تونیا ـــــ اینتونیا الگزینڈرووٹا ـــــ کو لے کر آیا تھا۔ وہ اپنی بیوی کو خدا حافظ کہہ چکا تھا اور اب دایہ کا انتظار کر رہا تھا تاکہ اسے بتائے کہ وہ ضرورت پڑنے پر اسے کہاں تلاش کر سکتی ہے اور اس سے دریافت کرے کہ وہ اس تک کس طرح پہنچ سکتا ہے۔ وہ جلدی میں تھا اسے دوسرے مریضوں کو دیکھنے کے لیے جانا تھا اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے اسے ہسپتال پہنچنا تھا۔ لیکن وہ وہاں پر کھڑا ہوا کیونکر وقت برباد کر رہا تھا۔ اور کھڑکی میں سے بارش کی آڑی ترچھی بوچھار کو دیکھ رہا تھا۔

ابھی بہت زیادہ اندھیرا نہیں ہوا تھا۔ وہ ہسپتال کے عقبی صحن، ڈیوچکا پول کے پرانے ٹیکانوں کے شیشے پر لگے ہوئے برآمدے اور بڑی لالٹین دیکھ سکتا تھا جو ہسپتال کے ایک بلاک تک جاتی تھی۔ باڑ اکتا دینے والے تسلسل کے ساتھ ہو رہی تھی۔ اور ہوا کی تیزی کے باوجود نہ تو زیادہ تیز تھی اور نہ ہلکی پڑ رہی تھی۔ ہوا کے تیز جھونکے ایک مکان پر لگی ہوئی بیل کو ہلا رہے تھے جیسے وہ اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے اور پھر ہوا میں اڑا کر کسی گندے چیتھڑے کی طرح کہیں پھینک دیں گے۔ ایک ٹرک دو سامان لے جانے والے ٹیلوں کے ساتھ ہسپتال کے صدر دروازے والے برآمدے کے پاس سے گزرا۔ زخمی آدمیوں کو اندر لے جایا گیا۔ ماسکو کے ہسپتالوں میں بہت زیادہ بھیڑ تھی جو خاص طور پر کٹنگ کی لڑائی کے بعد اور بھی بڑھ گئی تھی اور اس عام بھیڑ کا اثر عورتوں کے وارڈ پر بھی پڑنے لگا تھا۔

یوری آندرے دچ تکان کی وجہ سے جاہی رہا تھا کہ کھڑکی سے دوسری طرف مڑ گیا۔ اس کے ذہن میں کوئی خیالات نہیں تھے۔ اچانک اسے ہوئی کہ اس ہسپتال کا ایک اتفاقیہ پایا جانے والا وہ کام کرتا تھا چند روز قبل ایک عورت سرجیکل وارڈ میں مر گئی تھی۔ یوری آندرے دچ نے جگر کی بیماری تشخیص کی تھی لیکن ہر شخص کا خیال تھا کہ اس کی تشخیص غلط تھی۔ آج اس کی طبی جانچ ہونے والی تھی۔ لیکن ان کا جانچ کرنے والا اعادی شرابی تھا اور یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کتنی احتیاط سے کام کرے گا۔ اچانک رات ہو گئی۔ اب باہر کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ تمام گھڑکیوں میں ایک ساتھ اس طرح روشنی ہو گئی جیسے کسی نے جادو کا ڈنڈا ہلا دیا ہو۔ نسوانی امراض کے شعبہ کا انچارج تونیا کے وارڈ سے نکل کر اس تنگ راہ سے باہر آیا جو اسے غلام گردش سے علیحدہ کرتا تھا۔ وہ ایک لحیم شحیم انسان تھا اور سالوں کا جلاب ہمیشہ اپنے

کندھے ہلا کر اور چھت کی طرف گھومتے ہوئے دیا کرتا تھا۔ ان خاکوش اشاروں کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ خواہ سائنس کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر چکی ہو لیکن دوست ہو کشیو زمین اور آسمان پر بہت سی چیزیں اب بھی ایسی ہیں جن کا سائنس نے کبھی تصور تک نہیں کیا۔

اس نے یوری آندرے وچ کے پاس سے گذرتے ہوئے سر ہلا دیا اور مسکرا دیا اور اپنے پھرے ہوئے ہاتھ کی مرتبہ اس طرح ہلائے جیسے وہ کہنا چاہتا ہو کہ سوائے صبر کے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ پھر وہ غلام گردش میں ہوتا ہوا تب کونوشی کے لئے انتظار گاہ میں چلا گیا۔ اس کے بعد اس کی اسسٹنٹ آئی جو اسی قدر باتونی تھی جتنا اس کا افسر کم سخن تھا۔

"اگر تمہاری جگہ میں ہوتی تو گھر چلی جاتی؟" اس نے یوری آندرے وچ سے کہا۔ "میں انہیں کل ہوائی کراس میں اطلاع کر دوں گی۔ اس عرصہ میں کچھ ہونے کا امکان بہت کم ہے۔ خیال یہی ہے کہ پیدائش قدرتی طور پر ہو گی اور عمل جراحی کی نوبت نہیں آئے گی۔ لیکن پیڑ دنگ ہے۔ بچے کے سر کی پوزیشن ٹھیک نہیں ہے ابھی درد نہیں ہے۔ اور انٹھن بھی بہت کم ہے۔ یہ باتیں ضرور پریشانی کا باعث ہیں لیکن ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم وضع حمل کا وقت شروع ہونے پر درد کس طرح اٹھتے ہیں۔ اسی پر تمام باتوں کا انحصار ہے اسی وقت ہمیں کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔" جب اگلے روز اس نے ٹیلیفون کیا تو ہسپتال کے قلی نے اس سے کہا کہ وہ ذرا انتظار کرے تاکہ وہ معلومات کر لے۔ دس منٹ تک اسے تذبذب کے عالم میں رکھنے کے بعد اس نے اسے ٹیلیفون پر یہ نامکمل اطلاع بہت سنجیدگی سے طریقہ پر دی۔ "وہ کہتے ہیں انھیں بتا دو کہ وہ اپنی بیوی کو بہت پہلے سے لے آئے ہیں اور اسے واپس لے جائیں۔"

یوری آندرے وچ نے غصہ میں آکر اس سے کہا کہ وہ نرس کو ٹیلیفون پر بلا دے۔ "آثار گڑبڑ کن بھی ہو سکتے ہیں۔" نرس نے کہا "ہمیں دو ایک روز میں معلوم ہو جائے گا۔" تیسرے روز اسے بتایا گیا کہ وضع حمل پچھلی رات کو شروع ہو چکا تھا۔ اور صبح سے درد تھوڑے تھوڑے وقفوں کے ساتھ شدت سے ہو رہے ہیں۔ وہ فوراً ہسپتال روانہ ہو گیا۔ جب وہ راہداری سے گذرتا ہوا دارالزہ پر پہنچا جو غلطی سے آدھا کھلا رہ گیا تھا اس نے تونیا کی دلخراش چیخیں سنیں۔ وہ اس طرح چیخ رہی تھی جیسے کسی حادثہ میں زخمی ہونے والے شخص کو جس کے اعضا کچل کر رہ گئے ہوں ٹرین کے پہیوں کے نیچے سے کھینچ کر نکالا جا رہا ہو۔ اسے تونیا کو دیکھنے کی اجازت نہیں ملی اپنے ناخن نوچتے ہوئے یہاں تک کہ ان میں سے خون بہنے لگا، وہ

کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اس وقت بھی ویسی ہی آندھی ترچھی چھلا پڑ رہی تھی جیسی گذشتہ دو دن پڑتی رہی تھی۔

ایک نرس وارڈ سے باہر آئی اور اس نے ایک نومولود بچے کی آوازیں سنیں۔ "وہ محفوظ ہے وہ محفوظ ہے" آندھے دیوانے خوشی کے عالم میں بڑبڑایا۔ "بیٹا ہوا ہے۔ ایک چھوٹا سا لڑکا۔ مبارک ہو" نرس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ ابھی اندر نہیں جا سکتے۔ جب وہ لوگ فارغ ہو جائیں گے تو ہم آپ کو بلا دیں گے۔ تب اپنی بیوی کو ایک اچھا سا تحفہ دینا ہوگا۔ اس نے بہت تکلیف اٹھائی ہے۔ یہ پہلا بچہ ہے۔ پہلے بچے کی پیدائش پر ہمیشہ تکلیف ہوتی ہے۔" "وہ بخیریت ہے۔ وہ بخیریت ہے۔" آندھے دیوانے بہت خوش تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نرس اس سے کیا کہہ رہی تھی اور وہ اسے مبارکباد میں کیوں شامل کر رہی تھی جیسے جو کچھ بھی ہوا تھا اس میں اس کا بھی ہاتھ تھا۔ کیونکہ آخر اس میں اس کا کچھ ہاتھ تھا؟ باپ ــــ بیٹا۔ وہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اس طرح باپ بن جانے پر اسے کس لئے فخر کرنا چاہیئے۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ بیٹا قدرت کا ایک تحفہ تھا اسے۔ ان تمام باتوں کا شکل ہی سے اندازہ تھا۔ اصل بات تو یہ تھی کہ تو تبا ــــ تو یہ جو موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا تھی ــــ اب خوش قسمتی سے بالکل بخیریت ہے۔

اس کا ایک مریض ہسپتال کے قریب ہی رہتا تھا۔ وہ اسے دیکھنے چلا گیا۔ اور آدھ گھنٹہ بعد واپس آیا۔ باہر کے کمرے اور وارڈ کے دروازے پھر کھلے ہوئے تھے یہ خیال کئے بغیر کہ وہ کیا کر رہا ہے آندھے دیوانے نے بیرونی کمرے میں داخل ہو گیا۔ لیفٹیننٹ ڈاکٹر نے جو نسوانی شعبہ کا انچارج تھا اور جس نے اپنا سفید کوٹ پہن رکھا تھا اچانک آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک دیا۔ "یہ آخر تم کہاں جا رہے ہو؟" اس نے پھولتے ہوئے سانس کے ساتھ سرگوشی کے لہجہ میں کہا تاکہ زچہ اس کی آواز نہ سن سکے۔ "کیا تم بہک گئے ہو۔ اس قدر خون نکل جانے کے بعد جبکہ نفسیاتی صدمہ کے قطع نظر زہر پھیلنے کا خطرہ بھی موجود ہے اور تم اپنے آپ کو ڈاکٹر کہتے ہو؟"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ ..... مجھے صرف ایک نظر دیکھ لینے دو۔ بس یہاں سے اس چھری میں سے"

"اوہ، اچھا، یہ اور بات ہے۔ اچھا، اگر تم یہی چاہتے ہو۔ لیکن میں تمہیں اس کے خلاف کرتے ہوئے نہ دیکھوں۔ اگر اس نے تمہیں دیکھ لیا تو میں تمہاری گردن مروڑ دوں گا"

وارڈ کے اندر دو عورتیں سفید یونیفارم میں دروازہ کی طرف پشت کئے ہوئے کھڑی تھیں۔ وہ دایہ اور نرس تھیں۔ نرس کی ہتھیلی پر ایک ننھا سا چیختا چلّاتا ہوا انسانی وجود تھا۔ جو گہرے سرخ رنگ کی ربر کی طرح پھیل اور سکڑ رہا تھا۔ دایہ ناں کاٹنے سے پہلے اس کی ناف پر ڈوری باندھ رہی تھی۔ کمرے کے وسط میں چراغی کے پلنگ پر تونیا لیٹی ہوئی تھی۔ وہ کسی قدر اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ گھبراہٹ کے عالم میں آندرے وچ کو ایک دم خیال آیا کہ وہ ایک ایسے ڈیک کی سطح پر لیٹی ہوئی تھی جس پر کھڑے ہو کر لکھا جاتا ہے۔ اس طرح اونچی لیٹی ہوئی تونیا وضع حمل کی تکلیف کے بعد بالکل نڈھال دکھائی دے رہی تھی۔ پوری آندرے وچ کو وہ بالکل ایک کشتی کی طرح معلوم ہو رہی تھی جو سامان اتارے جانے کے بعد بندرگاہ کے خلیج میں سکون سے کھڑی ہوئی ہو۔ ایک ایسی کشتی جو نئے تارکین وطن کو لے کر موت کے سمندر میں سے گزرتی ہوئی کسی گمنام ملک کے سرزمین حیات تک پہنچی ہو۔ ایک ایسی ہی ہستی ابھی کشتی پر سے ساحل پر اتری تھی۔ اور کشتی اب لنگر ڈالے اطمینان اور سکون کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا پورا وجود پرسکون تھا۔ اس کے ستول اور ڈھانچے اور اس کے ذہن میں دوسرے ساحل سمندری سفر اور کنارے لگنے کا کوئی تصور باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اور کیونکہ کسی شخص نے وہ ملک نہیں دیکھا تھا جہاں سے وہ کشتی روانہ ہوئی تھی۔ اس لئے کوئی شخص اس زبان سے واقف نہیں تھا جس میں اس سے بات کی جا سکتی تھی۔ پوری آندرے وچ کو ہسپتال میں ہر شخص نے مبارکباد دی۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ خبر کتنی تیزی سے پھیلی۔ وہ اسٹاف کے کمرے میں چلا گیا جسے غلاظت گھر کہا جاتا تھا۔ ہسپتال میں جگہ کی کمی کی وجہ سے اسے عام استعمال کا کمرہ بنا دیا گیا تھا۔ وہاں لوگ باہر سے اپنے برفانی جوتے پہنے ہوئے آتے تھے۔ بعض لوگ اپنے بنڈل وہیں بھول جاتے۔ اور کمرے کے فرش پر کاغذ اور سگریٹ کے ٹکڑے پھیلا دیتے۔

ڈھیلے ڈھالے جسم والا معمر سرجن کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں شیشہ کا ایک مرتبان تھا جس میں ایک دھندلے قسم کا سیال تھا جسے وہ اپنی عینک کے اوپر سے روشنی کی طرف کر کے دیکھ رہا تھا۔

"مبارک ہو۔" اس نے بغیر مڑے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ بہت بہت مہربانی۔"

"میرا شکریہ مت ادا کرو۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ پیچ ذکن نے پوسٹ مارٹم کیا تھا لیکن ہر شخص قائل ہو گیا۔ مرض وہی تھا جو تم نے تشخیص کیا تھا۔ ہر شخص یہی کہہ رہا ہے کہ تشخیص کتنی صحیح تھی۔ ہر شخص اسی کا تذکرہ کر رہا ہے۔" اسی وقت میڈیکل ڈائرکٹر اندر آیا۔ ان دونوں کو سلام کیا اور کہنے لگا "اس جگہ کو کیا ہوتا جا رہا ہے؟ یہاں کس قدر گندگی ہے۔ ہاں بھئی زدا گو مرض واقعی وہی تھا۔ ہم لوگ غلطی پر تھے۔ ہم لوگ ان ڈاکٹروں کی فہرستوں پر غور کرتے رہے ہیں جنھیں مستثنیٰ کر دیا گیا تھا۔ اس مرتبہ میں انھیں اس سے نہیں روک سکتا۔ ڈاکٹروں کی بہت کمی ہے۔ تمہیں جلد ہی جنگی محاذ پر جانا پڑیگا۔"

(۶)

یوریاتن میں انتی پوف میاں بیوی (لارا اور پاشا) کو توقع کے خلاف اچھے حالات پیش آئے۔ لوگ وہاں گیشار کے گھر لٹے کو نہیں بھولے تھے۔ اس سے لارا کو ایک نئی جگہ پر مکان وغیرہ کا انتظام کرنے میں کافی مدد ملی۔ لارا کے پاس بہت کام تھا۔ اسے بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا تھا۔ نئے مکان کا انتظام اور اپنی تین سال کی کاتنکا کی دیکھ بھال اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ان کی سرخ بالوں والی خادمہ مارفوشکا اپنی سی ہر ممکن کوشش کرتی تھی لیکن اس سے گھر کا سارا کام نہیں سنبھلتا تھا۔ لارا یسا فیودورونا اپنے شوہر کی تمام مصروفیتوں میں حصہ لیتی تھی۔ وہ خود لڑکیوں کی ورزش گاہ میں پڑھایا کرتی تھی۔ وہ انتھک طریقہ پر کام کرتی اور خوش تھی۔ یہی تو وہ زندگی تھی جس کے وہ خواب دیکھا کرتی تھی۔ اسے یوریاتن پسند تھا۔ یہ اس کا آبائی شہر تھا۔ جو دریائے رتونا پر واقع تھا۔ اس میں سوائے اوپری حصہ کے کشتیاں چل سکتی تھیں۔ اور یورال کی ایک ریلوے لائن وہاں سے گزرتی تھی۔ یوریاتن میں ہمیشہ موسم سرما کی آمد کا اعلان کشتیوں کے مالک کیا کرتے تھے جبکہ وہ اپنی کشتیوں کو دریا سے نکال کر شہروں میں لے آتے جہاں انھیں مکانوں کے صحنوں میں رکھ دیا جاتا۔ یہ کشتیاں موسم بہار کے انتظار میں وہاں کھلے آسمان کے نیچے رکھی رہتیں۔ صحن میں الٹی رکھی ہوئی کشتیوں کا یوریاتن میں یہی مطلب لیا جاتا تھا۔ جو دوسرے مقامات پر سارسوں کے اڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جانے یا پہلی برفباری کا ہوتا تھا۔ انتی پوف میاں بیوی نے جو مکان کرایہ پر لیا تھا۔ اس کے صحن میں بھی ایک ایسی ہی کشتی رکھی ہوئی تھی۔ کاتنکا اس کے سایہ میں اسی طرح کھیلا کرتی تھی جیسے وہ کوئی سچ مچ کا گھر ہو۔

لارا کو یوریاتن کے طور طریقے، لب و لہجہ اور اس کے باشعور طبقہ کی سادہ لوح خود اعتمادی بہت

پسند تھی۔ یہ لوگ فیلٹ کے جوتے اور فیرستین کے فلالین کے بھورے کوٹ پہنا کرتے تھے۔ اس کے برعکس اس کا شوہر پاول پاولووچ، جو ماسکو کے ایک ریلوے کارکن کا لڑکا تھا، ایک غیر اصلاح پذیر فہری ثابت ہوا۔ وہ اس کے مقابلہ میں یوریاتن کے لوگوں کو زیادہ سخت اصولوں پر رکھتا تھا۔ ان کا بھونڈا پن اور عدم واقفیت دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی۔ اب یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس کے اندر چیزوں کو جلد سمجھ لینے اور حاصل کی ہوئی معلومات کو ذہن نشین کر لینے کی غیر معمولی صلاحیت تھی۔ ماضی میں اس نے بہت زیادہ پڑھا تھا جس کے لئے وہ لارا کا مشکور تھا۔ اس صوبہ میں اپنے قیام کے دوران میں اس نے اتنا زیادہ علم حاصل کر لیا کہ وہ اب لارا کی معلومات کو بھی زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔ وہ اپنے ساتھی مستدول کے اوپر چھایا رہتا تھا اور اسے اس بات کی شکایت تھی کہ ان کے ساتھ رہنے سے اسے گھٹن سی محسوس ہوتی تھی۔ اب جنگ کے زمانے میں ان کا معیار جو عالیانہ تھا اور کسی قدر فرسودہ جذبہ حب الوطنی خود اس کے اپنے خیالات کے مطابق نہیں تھا۔ کیونکہ اپنے ملک کے بارے میں اس کے خیالات الجھے ہوئے تھے۔

پاول پاولووچ نے ادبیات عالیہ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ وہ لاطینی اور قدیم تاریخ کی تعلیم دیتا تھا۔ لیکن اپنے دوزخ گاہ کے ابتدائی زمانے سے اس کے تحت الشعور میں علوم قطعیہ یعنی طبیعات اور ریاضی کے لئے پسندیدگی کا جذبہ موجود تھا جو اچانک نئے سرے سے بیدار ہو گیا۔ خود گھر پر پڑھ کر وہ ان مضامین میں یونیورسٹی کے معیار تک پہونچ گیا تھا۔ اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ ریاضی کے کسی شعبے میں ڈگری حاصل کر کے اپنے گھر والوں کے ساتھ پیٹرزبرگ منتقل ہو جائے۔ راتوں کو دیر تک پڑھتے رہنے سے اس کی صحت پر خراب اثر پڑا تھا۔ اور اسے بے خوابی کی شکایت پیدا ہو گئی۔

اپنی بیوی کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے تھے۔ لیکن ان تعلقات میں سادگی نہیں تھی۔ اس کی مہربانیوں اور اس کی دیکھ بھال کے سلسلہ میں چھوٹی چھوٹی باتوں کو اہمیت دینے سے اسے وحشت سی ہوتی تھی لیکن وہ اس خوف سے اس کی کسی بات پر نکتہ چینی نہیں کرتا تھا کہ کہیں وہ اس کے کسی معمولی سے لفظ کو بھی طعنہ سمجھ بیٹھے۔ اس بات کا طعنہ کہ وہ اس سے زیادہ اعلیٰ نسب تھی یا یہ کہ وہ کبھی کسی دوسرے کی ہو کر رہ چکی تھی۔ اس خیال سے کہ کہیں وہ یہ شبہ کرنے لگے کہ وہ اس کے بارے میں غلط قسم کے خیالات رکھتا ہے۔ ان دونوں کی زندگی میں تصنع کا عنصر پیدا ہو گیا تھا۔ ان دونوں میں ہر ایک دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ شریف بننے کی کوشش میں تھا اور اس سے حالات پیچیدہ ہو گئے تھے۔

ایک رات ان کے ہاں مہمان آئے ہوئے تھے۔ لارا کے اسکول کی ہیڈ مسٹریس، اس کے شوہر کے اسکول کے کئی استاد، ثانی عدالت کا ایک رکن جس کا پاول پاولووچ بھی پچھلے دنوں ممبر رہ چکا تھا۔ اور کچھ دوسرے لوگ۔ پاول پاولووچ کے نقطۂ نظر سے وہ سب نرے احمق تھے۔ ان لوگوں کے لئے لارا کا لطف آمیز برتاؤ دیکھ کر اسے سخت حیرت تھی اور اسے اس بات کا یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ واقعی خلوص دل کے ساتھ ان میں سے کسی کو پسند کرتی ہے۔

مہمانوں کے چلے جانے کے بعد کمروں کی صفائی کرنے، چیزوں کو قرینے سے رکھنے اور باورچی خانہ میں ماسی فنکا کے ساتھ برتن دھونے میں لارا کو بہت دقت لگ گیا۔ اس کے بعد اس نے اس بات کا اطمینان کیا کہ کاتنکا کو ٹھیک سے اڑھا کر لٹا دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ پاشا بھی سو چکا ہے۔ [illegible] پڑے، اتلاسے۔ روشنی بجھائی اور اپنے شوہر کے پاس اسی طرح قدرتی انداز میں لیٹ گئی جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کے پاس لیٹ جاتا ہے۔

لیکن انتی پوف محض یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ سو رہا ہے اسے عرصے بے خوابی کی شکایت تھی وہ جانتا تھا کہ اسے تین چار گھنٹے جاگنا پڑے گا۔ ہلکے ہلکے کر نیند بلانے اور کمرے کی سگریٹوں کے دھوئیں میں بسی ہوئی فضا سے چھٹکارا پانے کے لئے وہ خاموشی کے ساتھ اٹھا، شب خوابی کے لباس کے اوپر سے اپنا اوور کوٹ اور ٹوپی پہنی اور باہر چلا گیا۔ موسم خزاں کی صاف اور برفانی رات تھی۔ برف کی ہلکی تہیں سڑک کے نیچے چمرا ہٹ میں آسمان پر تارے چمک رہے تھے اور بجلی کی روشنی کی کرنیں جلتی ہوئی شراب کے شعلے کی مانند سیاہ زمین اور برفانی دلدل پر پڑ رہی تھیں۔ انتی پوف میاں بیوی دریائی بندرگاہ سے شہر کے دوسرے سرے پر رہتے تھے۔ ان کا مکان سڑک پر سب سے آخری تھا۔ اور اس کے آگے ایک ملیت تھا جس کے درمیان سے ریلوے لائن گزرتی تھی۔ وہاں ریلوے کراسنگ اور چوکیدار کا کیبن بھی تھا۔ انتی پوف اینٹ ہوئی بنکشی پر بیٹھ گیا اور تاروں کی طرف دیکھنے لگا۔ گزشتہ سال میں وہ جن خیالات کا عادی بن گیا تھا۔ وہ اب زیادہ قوت کے ساتھ اس کے ذہن پر چھانے لگے۔ اسے یہ معلوم ہوتا تھا جیسے جلد یا بدیر اسے ان خیالات کی تکمیل کرنی پڑے گی اور یہ بہتر ہی ہوگا کہ ابھی ایسا کر لیا جائے۔

اس طرح کوئی کام نہیں چل سکتا۔ اس نے سوچا۔ وہ یہ بات کافی عرصہ پہلے بھی سوچ سکتا تھا۔

شادی سے قبل ہی۔ لیکن اسے بہت دیر میں سمجھ آئی۔ وہ بچپن ہی سے اسے پسند کرنے لگ گئی تھا اور اس کے اشاروں پر چلتا تھا۔ اس میں اتنی عقل کیوں نہیں آئی کہ بروقت اسے چھوڑ دیتا۔ شادی سے متصل موسم سرما میں جبکہ خود اسی نے اس بات پر زور دیا تھا؟ کیا یہ صاف ظاہر نہیں تھا کہ وہ خود اس سے نہیں بلکہ اس شاندار مشن سے محبت کرتی تھی جو اس نے اس کے متعلق اپنے سامنے رکھا تھا۔ اور یہ کہ اس کے لئے وہ اسکی اپنی محبت اور اولوالعزمی کا مظہر تھا؟ لیکن اس کے اس مشن کا خواہ وہ کتنا ہی شاندار اور دلچسپ کیوں نہ ہو، حقیقی گھریلو زندگی سے کیا تعلق تھا۔ اور پھر اس سارے معاملہ کا بدترین پہلو یہ تھا کہ وہ اس سے اب بھی ہمیشہ کی طرح والہانہ محبت کرتا تھا۔ وہ غضب کی حسین تھی۔ اور پھر بھی کیا اسے یقین تھا کہ اس کی طرف سے بھی یہ محبت ہی تھی؟ یا یہ کہ اس کے حسن اور دلربائی کے سامنے اظہار عقیدت تھا؟ ان تمام باتوں کو کون سمجھ سکتا تھا! شیطان بھی ان کے چکر میں پھنس کر ہوش و حواس کھو بیٹھتا۔ تو پھر اسے کیا کرنا چاہیئے؟ اسے چاہیئے کہ وہ اپنی بیوی اور لڑکی کو اس پُرفریب زندگی سے آزاد کر دے یہ خود اپنے کو آزاد کرانے سے بھی زیادہ اہم تھا۔ ہاں، لیکن کس طرح؟ طلاق؟ خود دریا میں ڈوب کر؟ کس قدر لغو اور بیہودہ خیال ہے! اسے اس خیال ہی سے نفرت ہونے لگی۔ "جیسے میں اسی قسم کا کوئی کام کر سکوں گا! تو پھر اپنے ذہن میں اس رنجدہ ڈرامہ کی ریہرسل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

اس نے ستاروں کی طرف دیکھا جیسے ان سے کچھ مشورہ کرنا چاہتا ہو۔ تمام ستارے چھوٹے اور بڑے بعض نیلے اور بعض قوس قزح کے مختلف رنگوں کے، اسی طرح تیزی سے یا آہستہ آہستہ جھلملاتے رہے اچانک وہ ستارے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اور مکان، صحن اور کشتی پر بیٹھا ہوا اتنی پونت تیز روشنی میں جیسے کوئی شخص اپنے ہاتھ میں تیز روشنی کی ٹارچ جلائے ہوئے میدان سے بھاگتے کی طرف بھاگ رہا ہو گیا۔ زوجی ٹرین، دھوئیں کے تند بادل اڑاتی ہوئی اور چنگاریاں چھوڑتی ہوئی مغرب کی سمت جاتے ہوئے کراسنگ پر سے گذری جیسے لاتعداد دوسرے انجن گذشتہ سال رات اور دن گزرتے رہے تھے۔ پاول پالووچ سکڑا اور اٹھ کر اندر سونے کے لئے چلا گیا۔ اس نے اپنی اس الجھن سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ایک طریقہ معلوم ہو گیا تھا۔

(۷)

جب لاپیاتیوو دروازے پر پہنچے کے فیصلہ کا علم ہوا تو وہ دم بخود رہ گئی اور پہلے تو سے اپنے کانوں

پر یقین نہیں آسکا۔ "یہ نخوت ہے۔" اس نے سوچا۔ "محض ایک فتی ترنگ۔ میں اس کا کوئی نوٹس نہیں لوں گی اور وہ اسے بھول جائے گا۔"

لیکن بعد میں اسے معلوم ہوا کہ وہ گذشتہ دو ہفتوں سے تیاریاں کر رہا ہے۔ اس نے اپنے کاغذات بھرتی کے دفتر کو بھیج دیئے۔ ورزش گاہ میں اس کی جگہ دوسرا استاد آگیا اور اسے اطلاع مل گئی کہ اوسک کے فوجی اسکول میں اسے داخلہ مل گیا ہے۔ لارا ایک دیہاتی عورت کی طرح چیخیں مار مار کر روئی اور اس نے پاشا کا ہاتھ پکڑ کر خود کو اس کے قدموں میں گرا دیا۔ "پاشا، پاشینکا" دھدکتی ہوئی بولی۔ "ہمیں چھوڑ کر مت جاؤ۔ ایسا مت کرو۔ مت کرو۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ میں سب کچھ ٹھیک کر دوں گی۔ تمہارا تو باقاعدہ طبی معائنہ بھی نہیں ہوا۔ اور تمہارا دل..... کیا تمہیں اپنا ارادہ بدلتے ہوئے شرم آتی ہے؟ اور کیا تمہیں اپنے گھر والوں کو اپنے کسی مجنونانہ خیال پر بھینٹ چڑھاتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی؟ تم ایک انجینئر! اپنی زندگی بھر تم ردّ دیا کا مذاق اڑاتے رہے ہو اور اب تم اس پر رشک کرتے ہو۔ تم بھی ایک فسر کے یونیفارم میں اکڑ اکڑ کر چلنا چاہتے ہو اور قتل و غارت گری میں حصہ لینا چاہتے ہو۔ پاشا تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ تم اتنا بدل کیوں گئے ہو۔ تمہیں کس چیز نے اس طرح بدل کر رکھ دیا ہے؟ تمہیں یسوع مسیح کی محبت کا واسطہ کچھ لگی لپٹی رکھے بغیر مجھے دیانت داری کے ساتھ بتا دو کیا روس کو اسی کی ضرورت ہے؟"

اچانک اسے محسوس ہوا کہ اصل نقطہ کیا ہے؟ اگرچہ وہ اسے مکمل طور پر نہیں سمجھ سکی تھی پھر بھی وہ اصل بات سمجھ گئی۔ پاشا اپنے ساتھ اس کے رویہ کو غلط سمجھا۔ اس نے اس مادرانہ جذبہ کے خلاف بغاوت کر دی جو زندگی بھر اس کی محبت میں شامل رہا تھا اور وہ یہ نہیں سمجھ سکا کہ ایسی محبت اس عام جذبہ سے کم نہیں بلکہ ارفع ہوتی ہے جو ایک عورت کے دل میں کسی مرد کے لئے پائی جاتی ہے۔ اس نے اپنے ہونٹ کاٹ لئے اور اس طرح بجھ کر رہ گئی جیسے اسے پیٹا گیا ہو۔ اور پھر اپنے آنسو پیتے ہوئے خاموشی کے ساتھ اس کا سامان باندھنے لگی۔ اس کے چلے جانے کے بعد اسے ایسا معلوم ہوا جیسے سارا شہر خاموش اور پرسکوت ہو۔ اسے آسمان پھاڑتے ہوئے کوؤں کی تعداد بھی کم دکھائی دے رہی تھی۔ مادام مادام اسے ہوش میں لانے کے لئے مارفنکا ملامت آمیز لہجہ میں کہتی۔ "ماما، ماما" کاتیا اس کی آستین کھینچتے ہوئے توتلی زبان میں مخاطب کرتی۔ یہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی شکست تھی۔ اس کی بہترین اور تابناک ترین امیدیں برباد ہو گئی تھیں۔ سائبیریا سے اس کے شوہر کے جو خطوط آتے تھے۔ ان سے اس کے موڈ کا پتہ چلتا

رہتا تھا۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ اسے اپنی بیوی اور بچی کی جدائی بہت شاق گذر رہی تھی چند ماہ بعد مقررہ میعاد سے قبل ہی اسے لفٹننٹ کا کمیشن مل گیا اور پھر اسی قدر غیر متوقع طور پر اسے محاذ پر بھیج دیا گیا۔ اپنے سفر میں وہ لیوریاتن کے قریب سے ہو کر بھی نہیں گذرا اور وہ ماسکو میں بھی اتنے زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہرا کہ وہاں کسی سے مل سکتا۔ محاذ سے اس کے جو خطوط آئے وہ ان خطوں کے مقابلہ میں کم یاس انگیز تھے جو اس نے اوسنک کے فوجی اسکول سے بھیجے تھے۔ وہ کوئی ایسا شاندار کارنامہ انجام دینا چاہتا تھا کہ کسی فوجی کارگذاری کے صلہ میں یا کسی معمولی زخم کے نتیجہ میں چھٹی پر گھر جا سکتا اور اپنے بال بچوں سے مل سکتا۔ بہت جلد یہ موقع اس کے سامنے آ گیا۔ بریسلوف کی فوجیں دشمن کے محاذ کو توڑ کر اندر گھس گئی تھیں۔ اور حملہ کر رہی تھیں۔ انتی پوف کے خطوط آنے بند ہو گئے۔ شروع میں لارا کو فکر نہیں ہوئی۔ اس نے اس کی خاموشی کو جنگی کارروائیوں پر محمول کیا۔ جب اس کی رجمنٹ نقل و حرکت میں مصروف تھی تو وہ خط نہیں لکھ سکتا تھا۔ لیکن موسم خزاں میں پیش قدمی کی رفتار سست پڑ گئی۔ فوجیں مورچہ بندی کر رہی تھیں۔ اور پھر بھی اس کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اس کی بیوی کو اب فکر ہونے لگی۔ اس نے معلومات حاصل کرنی شروع کر دیں۔ پہلے مقامی طور پر یوریاتن میں اور پھر ڈاک کے ذریعہ ماسکو سے اور اس کے پرانے محاذ کے پتہ سے اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کسی شخص کو اسکے بارے میں علم نہیں ہے۔

دوسری مقامی خواتین کی طرح لارا بھی فوجی دردوں کا بھی شہر کے ہسپتال سے منسلک فوجی وارڈ میں کام کیا کرتی تھی۔ اب اس نے باقاعدہ محنت سے کام کرنا شروع کر دیا۔ نرسنگ کا امتحان پاس کر لیا۔ اسکول سے چھ مہینہ کی چھٹی لی اور مکان مارفنکا کی نگرانی میں چھوڑ کر کاتنکا کو ماسکو لے گئی۔ اس نے اپنی بیٹی کو لیمبکے کے پاس چھوڑ دیا جس کا شوہر ایک جرمن باشندہ تھا۔ اور جسے دوسرے دشمن شہریوں کے ساتھ اورفک کے مقام پر نظر بند کر دیا گیا تھا۔ اسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ ڈاک کے ذریعہ کوئی اطلاع حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے اس نے خود پاشا کا پتہ لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہی سوچ کر اس نے ہسپتال کی ملٹری ٹرین میں ملازمت کر لی جو سنگری کی سمت پر میزدلابورک جا رہی تھی۔ پاشا نے اپنے آخری خط میں یہی پتہ دیا تھا۔

ایڈکرامس کی ایک ٹرین اس سامان کے ساتھ (۸) جو لوگوں نے رضاکارانہ طور پر زخمیوں کے

لئے دیا تھا اور جو تاتیانا کی امدادی کمیٹی نے جمع کیا تھا۔ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر پہنچ گئی۔ یہ ایک لمبی ٹرین تھی جس میں چھوٹے چھوٹے مال کے ڈبے لگے ہوئے تھے۔ اس میں صرف ایک فرسٹ کلاس کا ڈبہ تھا۔ اس میں وہ معزز لوگ تھے جو ماسکو سے فوجیوں کے لئے تحائف لے کر آئے تھے۔ انھیں میں گورڈن بھی تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کا بچپن کا دوست زرواگو ڈویژنل ہسپتال سے متعلق تھا۔ یہ معلوم کر کے کہ ہسپتال نزدیک ہی ایک گاؤں میں ہے اس نے ضروری اجازت نامہ اس علاقہ میں جانے کے لئے حاصل کیا اور اس گاؤں کو جانے والی ایک گھوڑا گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔

ڈرائیور بائیلو روس یا لیتھونیا کا رہنے والا تھا جو ٹوٹی پھوٹی روسی زبان بولتا تھا۔ جاسوسوں کے خوف کی وجہ سے اس نے اپنی بات چیت محض روٹین سرکاری گفتگو تک محدود رکھی۔ اس کی اس غیر معمولی وفاداری سے تنگ آ کر گورڈن نے زیادہ تر راستہ خاموشی سے طے کیا۔ ہیڈ کوارٹر پر جہاں لوگ فوجوں کی نقل و حرکت کے عادی تھے اور فاصلہ کا اندازہ سو میل کے حساب سے لگاتے تھے۔ اس کو بتایا گیا کہ گاؤں بالکل نزدیک ہے۔ زیادہ سے زیادہ پندرہ میل۔۔۔ لیکن حقیقت تو اس کا فاصلہ پچاس میل کے قریب تھا۔ سارے راستے ان کے بائیں طرف سے افق پر سے غیر دوستانہ قسم کی آوازیں آتی رہیں۔ گورڈن کو زلزلہ کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ لیکن اس نے فیصلہ کیا جو ٹھیک ہی تھا کہ دشمن کے توپ خانہ کی دور سے آنے والی مدھم آواز بالکل زلزلہ کی گھڑگھڑاہٹ کی مانند تھی۔ شام کے قریب دور افق پر ان توپوں کے چلنے سے گھڑگھڑاہٹ اور دھماکوں کے ساتھ ہلکی گلابی رنگ کی روشنی چمکتی اور پھر غائب ہو جاتی۔

وہ تباہ شدہ گاؤں یہ سے ہو کر گذرے۔ ان میں سے کچھ خالی پڑے تھے۔ اور کچھ میں لوگ زمین دوز خانوں میں رہ رہے تھے۔ مکانوں کی جگہ ملبے کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ان شکستہ عمارتوں کو ایک ہنر یگانہ کی طرح ایک ہی نظر میں دیکھا جا سکتا تھا۔ بوڑھی عورتیں راکھ کے ڈھیروں کو ہٹا ہٹا کر اپنے مکانوں کے تھوڑے سے حصوں کو کریدتی رہتی تھیں۔ اور کبھی کبھی ملبوں کو کھودتے ہوئے کوئی چیز ان کے ہاتھ لگ جاتی جسے وہ بلیوں کی طرح دبوچ لیتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ خود کو اجنبی نگاہوں سے اس طرح محفوظ سمجھ رہی ہیں جیسے مرکزی دیواریں انھیں اب بھی چھپائے ہوئے ہوں۔ انھوں نے سر اٹھا کر گورڈن کی طرف دیکھا اور جب اس کی گاڑی گذر گئی تو دیر تک اس طرف دیکھتی رہیں۔ ایسا معلوم

ہوتا تھا جیسے وہ اس سے یہ پوچھنا چاہتی ہیں کہ دنیا کو کب تک عقل آئے گی اور وہ کب امن و سکون سے زندگی گذار سکیں گی۔

اندھیرا ہونے کے بعد گاڑی کو ایک گشتی دستے نے روک لیا اور حکم دیا کہ بڑی سڑک پر گاڑی نہ چلائی جائے۔ ڈرائیور کو دوسرا راستہ معلوم نہیں تھا۔ کوئی دو گھنٹہ تک وہ لوگ ادھر ادھر چکر لگاتے رہے مگر راستہ تلاش کرنے میں انھیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ صبح سورج نکلنے سے پہلے وہ ایک گاؤں پہنچے جس کا نام وہی تھا جس کی انھیں تلاش تھی۔ لیکن وہاں کسی کو ہسپتال کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ معلوم ہوا کہ یہاں ایک ہی نام سے دو گاؤں ہیں۔ آخر کار صبح سویرے وہ اس گاؤں پہونچ گئے جہاں انھیں جانا تھا۔ جب گاڑی گاؤں کی سڑک پر سے گزر رہی تھی جہاں بابو نہ اور ایڈفارم کی پوپھلی ہوئی تھی تو گورڈن نے فیصلہ کیا کہ وہ رات کو وہاں نہیں ٹھہرے گا۔ بلکہ زوا گو کے ساتھ دن گذار کر اسی شام کو ریلوے اسٹیشن چلا جائے گا، جہاں اس نے اپنے دوسرے دوستوں کو چھوڑا تھا۔ لیکن ناگزیر حالات کی بنا پر اسے وہاں ایک ہفتہ سے زیادہ ٹھہرنا پڑا۔

(۹)

انھیں دنوں میں ہر اول دستوں کی نقل و حرکت شروع ہو گئی۔ گاؤں کے جنوب میں جہاں گورڈن اس وقت گیا ہوا تھا، روسی فوجیں دشمن کے مورچوں کو توڑنے میں کامیاب ہو گئیں۔ ان کے عقب میں معاون دستے تھے جن کی وجہ سے فاصلہ زیادہ ہو گیا تھا لیکن یہ دستے پیچھے رہ گئے۔ اور ہراول دستوں کا سلسلہ منقطع ہو جانے پر انھیں پکڑ لیا گیا۔ قیدیوں میں لفٹیننٹ انتی پوف بھی تھا جب اس کی پلاٹون نے ہتھیار ڈالے تو مجبوراً اسے بھی ہتھیار رکھ دینے پڑے۔ اس کے متعلق غلط افواہیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ توپ کے ایک گولے سے ہلاک ہو گیا اور دھماکے کے نتیجہ میں زمین کے ملبہ میں دب گیا۔ یہ بات اس کے دوست لفٹیننٹ جلیلن کی ذمہ داری پر کہی جاتی تھی جو انتی پوف کے حملہ کی کمان کرتے وقت ایک پہرہ کی چوکی سے دوربین کے ذریعہ اس کی نقل و حرکت دیکھ رہا تھا۔ جلیلن نے جو کچھ دیکھا تھا وہ ایک حملہ آور دستہ کی ایک عام تصویر تھی۔ دستہ کے ہراول نے تیزی سے بھاگتے ہوئے غیر فوجی علاقہ کو پار کیا۔ یہ ایک خزاں رسیدہ گھیت تھا جس میں سوکھی ہوئی جھاڑیاں ہوا میں ہل رہی تھیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ یا تو آسٹریا کی فوجوں کو ان کی خندقوں

سے باہر نکال کر ان پر سنگینوں سے حملہ کر دیں۔ یا پھر انہیں رسّی بموں سے تباہ کر دیں۔ بھاگتے ہوئے فوجیوں کے لئے یہ میدان لامحدود تھا۔ انہیں زمین اپنے قدموں کے نیچے سے دلدل کی طرح کھسکتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ ان کا لفٹیننٹ پہلے تو ان سب سے آگے اور پھر ان کے ساتھ ساتھ اپنا ریوالور سر سے اونچا اٹھا کر بلا ناحق بھاگ رہا تھا۔ اس کا منہ چیخنے اور نعرے لگانے کی وجہ سے ایک کان سے دوسرے کان تک برابر کھلا ہوا تھا لیکن اس کی آواز کو نہ تو وہ خود ہی سن سکتا تھا۔ نہ لوگ سن سکتے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد وہ زمین پر گر جاتے۔ پھر سب ایک ساتھ اٹھ بیٹھتے اور چلاتے ہوئے بھاگنے لگتے تھے۔ ہر مرتبہ ایک دو آدمی جن کے گولی لگی ہوتی تھی باقی لوگوں کے ساتھ ہی گر تے تھے۔ لیکن ان کے گرنے کا انداز مختلف ہوتا تھا۔ وہ اس طرح گرتے تھے جیسے جنگل میں کٹے ہوئے درخت گرتے ہیں اور پھر وہ مارہ نہیں اٹھتے تھے۔

"وہ لوگ فاصلہ سے بار بار حملہ کر رہے ہیں۔ ملکی توپ لاؤ۔" جلیلین نے پریشانی کے عالم میں توپخانہ کے افسر سے کہا جو اس کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ "نہیں ٹھہرو۔ بس اب ٹھیک ہے۔ حملہ آور دشمن سے بھڑنے ہی والے تھے۔ توپ خانہ کی گولہ باری بند ہو گئی۔ اس طرح اچانک پیدا ہونے والی خاموشی میں مشاہدہ کرنے والوں کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ خود انتی پوف کی جگہ موجود ہوں۔ اپنے سپاہیوں کو دشمن کی خندقوں تک لے آئے ہیں اور چند منٹوں کے اندر کوئی انتہائی جرأتمندانہ مظاہرہ کرنے والے ہیں۔ انہیں خود اپنے دل تیزی سے دھڑکتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ اسی وقت سولہ انچی جرمن توپوں کے دو گولے حملہ آوروں کے سامنے پھٹے۔ پھر جو کچھ بھی ہوا وہ گرد و غبار اور دھوئیں کے بادلوں کی وجہ سے نظر نہیں آ سکا۔ "یا اللہ! ختم ہو گئے!" جلیلین نے سرگوشی کے لہجہ میں کہا۔ اس کے ہونٹ سفید پڑ گئے تھے۔ اور اسے اس کا یقین تھا کہ لفٹیننٹ اور اس کے ساتھی فوجی مارے گئے ہیں۔ ایک اور گولہ دیکھ بھال کی چوکی کے قریب آ کر گرا۔ مشاہدہ کرنے والے دوسرے ہو کر تیزی کے ساتھ وہاں سے محفوظ مقام کی طرف بھاگ گئے۔

جلیلین اور انتی پوف ایک ہی خندق میں ساتھ رہا کرتے تھے جب انتی پوف کے ساتھیوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ مر چکا ہے تو جلیلین سے جو اس سے اچھی طرح واقف تھا، کہا گیا کہ وہ اس کی ذاتی چیزیں اپنے پاس رکھ لے اور انہیں اس کی بیوہ کے پاس پہنچانے کی کوشش کرے جس کے بہت سے خط اس کے سامان میں سے ملے تھے۔ ایک معمولی فوجی سپاہی جسے حال ہی میں ترقی

دیکر لفٹیننٹ بنا دیا گیا تھا۔ مشینوں کا کاریگر جلیلن جلال الدین کا لڑکا، جو تیرزن کے مکان کا پڑوسی تھا۔ دراصل وہی لڑکا تھا جسے کبھی یوسپکا کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اسے ایک عرصہ قبل اپرنٹس کی حیثیت سے فورمین خود دوستیف نے پیٹا تھا۔ اب اپنی اس ترقی کے لئے وہ اسی شخص کا ممنون منت تھا جو اسے اذیتیں پہنچایا کرتا تھا۔ یہ کمیشن ملنے پر اپنی مرضی کے خلاف اور بظاہر کسی وجہ کے بغیر اپنے آپ کو اس نے محاذ کے پیچھے ایک چھوٹے سے قصبہ کے محافظ دستے پر ایک غیر اہم کام پر تعینات پایا۔ وہاں وہ نیم معذور فوجیوں کے ایک دستے کی کمان کرتا تھا، جنھیں تقریباً ویسے ہی ناکارہ قسم کے انسٹرکٹر روزانہ صبح کو جسمانی ورزش کرایا کرتے تھے جو وہ بھول چکے تھے۔ جلیلن کمرپٹ کے سامنے پہرہ بدلنے کی نگرانی کیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کا اور کوئی کام نہیں تھا۔ اسے دنیا میں کسی قسم کی فکر اور پریشانی نہیں تھی۔ ایک روز محفوظ دستے کے پرانے فوجیوں میں جنھیں ماسکو سے اسی کمان کے تحت بھیجا گیا تھا۔ اسے پیوتر نے خود دوستیف کا جانا پہچانا چہرا دکھائی دیا۔

"خوب خوب۔ ایک پرانا دوست" جلیلن نے زہر خند کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں جناب" خود دوستیف نے آٹینشن کھڑے ہو کر سلوٹ دیتے ہوئے کہا۔

یہ نامکمن تھا کہ بات یہیں ختم ہو جاتی۔ جب لفٹیننٹ ڈرل کرتے ہوئے پہلی مرتبہ کسی سپاہی کی غلطی پکڑتا تو اسے فوراً چلا کر باہر آنے کا حکم دیتا۔ اور جب وہ دیکھتا کہ اس کا ماتحت اس سے نظر ملانے کی بجائے ادھر ادھر دیکھ رہا ہے تو وہ اس کے جبڑے پر گھونسہ جڑ دیتا اور دو روز قید خانہ میں بند کرنے کا حکم دیتا۔ یہاں اسے صرف روٹی اور پانی دیا جاتا تھا۔

لیکن اب خود دوستیف کے معاملہ میں اسے اپنی ہر بات سے انتقام کی بو آنے لگی۔ کیونکہ ان دونوں کی موجودہ پوزیشن میں جبکہ قاعدے قانون پر بھی سختی کے ساتھ عمل درآمد کیا جاتا تھا۔ یہ سارا کھیل جلیلن کو غیر معقول اور گھٹیا معلوم ہونے لگا۔ مگر کیا ہو سکتا تھا؟ وہ دونوں ایک ہی جگہ نہیں رہ سکتے تھے۔ لیکن ایک افسر ایک سپاہی اتنی پوسٹ کا تبادلہ کرنے کی کیا وجہ بتا سکتا تھا اور اس کا تبادلہ صرف تادیبی کارروائی کے طور پر ہی کر سکتا تھا۔ دوسری طرف اگر جلیلن خود اپنے تبادلہ کی درخواست دیتا تو اسکی وہ کیا وجوہات بتا سکتا؟ آخر اس نے خود محاذ پر جانے کی درخواست دیدی اور اسکی وجہ یہ بتائی کہ وہ وہاں بیکار پڑے پڑے تنگ آ چکا ہے۔ اس سے اس کی وقعت بڑھ گئی اور جب

پہلی ہی جھڑپ میں اس نے اپنی دوسری اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تو یہ معلوم ہو گیا کہ اس میں ایک اچھا افسر بننے کی صلاحیتیں موجود ہیں اور اسے فوراً ترقی دے کر لفٹیننٹ بنا دیا گیا۔

انتی پوف سے جلیلن کی پہلی ملاقات ۱۹۰۵ء میں ہوئی تھی۔ جب پشا انتی پوف نے چھوٹے تیور زن کے گھرانے میں گزارے تھے اور یہ سب کا اتوار کے روز اس کے ساتھ کھیلنے جایا کرتا تھا۔ وہاں بھی ایک آدھ مرتبہ اسکی لارک سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے ان دونوں بچوں سے کسی کی کوئی خبر نہیں ملی۔ جب انتی پوف یورپ سے لوٹا اور رجمنٹ میں شامل ہو گیا تو جلیلن کو اپنے پرانے دوست میں اتنی تبدیلی دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ شرمیلا شریر اور لڑکیوں جیسا بچہ اب ایک مغرور اور سمجھدار قسم کا مرد میزار انسان بن گیا تھا۔ وہ ذہین، بہت زیادہ بہادر، کم سخن اور قابل تعریف نوجوان تھا۔ بعض وقت اس کی طرف دیکھتے ہوئے جلیلن یہ بات قسم کھا کر کہہ سکتا تھا کہ اسے اس کی اداس آنکھوں کی گہرائیوں میں ایک ایسا جذبہ نظر آتا جو پورے طور پر اس پر حاوی ہو گیا تھا۔ اپنی بیٹی کو دیکھنے یا اپنی بیوی کے چہرے پر نظر ڈالنے کی خواہش سے انتی پوف بالکل اسی طرح مسحور معلوم ہوتا جیسے پرستان کی کہانیوں کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور اب انتی پوف جا چکا تھا اور جلیلن کے پاس اس کے کاغذات، اس کی تصویریں اور اس کا نامعلوم رازباقی رہ گیا تھا۔

جیسا کہ جلد یا بدیر ہونا لازمی تھا جلیلن نے اپنے شوہر کے متعلق جو معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس سلسلہ میں اس نے جلیلن کو بھی لکھا۔ وہ اسے خط لکھنا چاہتا تھا۔ مگر بہت مصروف تھا اس کے پاس باقاعدہ خط لکھنے کے لئے وقت نہیں تھا۔ پھر بھی وہ اسے اس ناگہانی صدمہ کے لئے تیار کرنا چاہتا تھا۔ وہ اسے ایک طویل اور مفصل خط لکھنے کا ارادہ ملتوی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اسے معلوم ہوا کہ وہ محاذ پر کسی جگہ نرس کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ اور اب وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اسے کس پتہ پر خط لکھے۔

(۱۰)

"کیا آج گھوڑے مل سکیں گے؟" ڈاکٹر زواگو جب بھی دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے گھر آتا تو گورڈن اس سے یہی سوال کرتا۔ وہ دونوں گلیشا کے ایک کسان کے گھر میں رہ رہے تھے۔

"فی الحال کوئی امکان نہیں۔ لیکن تم جاؤ گے کہاں؟ تم کہیں نہیں جا سکتے۔ یہاں بہت کافی

گر پڑے۔ کوئی شخص کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جنوب کی طرف ہم لوگوں نے جرمن فوج کے محاذ کو کئی جگہ سے توڑ دیا ہے۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے بعض دستے جو زیادہ آگے بڑھ گئے تھے گھر گئے ہیں۔ شمال کی طرف جرمن فوجوں نے سوئیتا کو ایک ایسے مقام پر پار کر لیا ہے جو ناقابل عبور سمجھا جاتا تھا۔ یعنی ان کی گھوڑ سوار فوج جو تھرپیگا، ایک کور پر مشتمل ہے دریا کو پار کر آئی ہے۔ وہ ریلوے لائنوں کو اکھاڑ رہے ہیں، رسد کے ذخیروں کو تباہ کر رہے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ ہمیں گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ ہے جنگ کا نقشہ اور تم گھوڑوں کی بات کر رہے ہو۔" آجاؤ کارپینکو" اس نے اپنے اردلی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میز لگاؤ اور جلدی کرو۔ رات کے کھانے پر کیا ہوگا؟ بکری کے پائے بہت خوب!"

طبی دستہ مع اپنے ہسپتال اور جملہ ساز و سامان کے سارے گاؤں میں پھیلا ہوا تھا۔ مجھے ابھی تک کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ مکانوں کی مغربی طرز کی بڑی بڑی کھڑکیاں اب بھی اسی طرح یعنی بھی ایک معجزہ ہی تھا کہ ان کے ایک شیشہ تک کو نقصان نہیں پہنچا تھا۔ گرم موسم خزاں کا آخری زمانہ ہندوستان کے موسم گرما میں تبدیل ہو گیا تھا۔ دن کے وقت ڈاکٹر اور نرسیں کھڑکیاں کھول دیتے۔ کھیاں جھلتے، اپنی فوجی وردیوں اور ہسپتال کے کوٹوں کے بٹن کھول دیتے اور خود پسینہ میں نہائے ہوئے گرم گرم شوربہ یا پائے پیتے رہتے تھے۔ رات کے وقت یہ لوگ کھلی ہوئی انگیٹھی کے سامنے بیٹھ جاتے۔ بجھتی ہوئی آگ کو برابر پھونکیں مار مار کر جلاتے رہتے جس سے ان کی آنکھیں دھوئیں کی وجہ سے سرخ ہو جاتی تھیں۔ اور اپنے اردلیوں کو اس بات پر برا بھلا کہتے کہ انھیں آگ جلانی نہیں آتی۔

ایک پرسکون رات کی بات ہے کہ گورڈن اور زداگو ایک دوسرے کی طرف منھ کئے ہوئے دو پلنگوں پر لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان میں کھانے کی میز اور ایک نیچی سی کھڑکی تھی جو دیوار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلی گئی تھی۔ کمرہ ضرورت سے زیادہ گرم تھا اور اس میں تمباکو کا دھواں بھرا ہوا تھا۔ انھوں نے آخری دو جالیاں تازہ ہوا کے لئے کھول دیں۔ اور باتیں کرنے لگے جیسی وہ وہاں گزشتہ راتوں کو اور دن میں کرتے رہتے تھے۔ اور محاذ کی سمت میں افق پر کبھی کبھی سی روشنی چمک رہی تھی۔ کبھی کبھی بندوقوں کی متواتر آواز دھماکے کی ایک زوردار آواز سے منقطع ہو جاتی جس سے زمین اس طرح ہلنے لگتی تھی جیسے کوئی زور کا بنا ہوا بھاری بوجھ فرش پر گھسیٹا

جارہا ہو جس سے رد غن بھی اکھڑ رہا ہو تو اس وقت زداگو بات چیت کا سلسلہ منقطع کر دیتا جیسے وہ اس دھماکہ کی آواز کا احترام کر رہا ہو۔ پھر کچھ دیر رک کر کہتا۔ "یہ برتھا کی آواز ہے جرمنی کی سولہ انچی دہانے کی توپ جس کا وزن چوبیس ٹن ہوتا ہے"۔ اور پھر بات چیت کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے وہ یہ بھول جاتا کہ وہ کس چیز کے متعلق بات کر رہے تھے۔

"یہ کوکیسی ہے جو سارے گاؤں میں بسی ہوئی ہے؟" گورڈن نے پوچھا۔ "میں نے یہاں پہنچتے ہی محسوس کی تھی۔ اس سے طبیعت پر اداسی سی ہونے لگتی ہے"۔

"میں تمہارا مطلب سمجھ گیا یہ بھنگ ہے جو یہاں بہت زیادہ اگتی ہے۔ اس پودے میں مردار گوشت جیسی بدبو ہوتی ہے۔ اور پھر جنگ کے علاقہ میں مرنے والوں کی لاشیں جنگ کے کھیتوں میں چھپی ہوئی کافی عرصہ تک پڑی رہتی ہیں۔ اور پھر سڑنے لگتی ہیں۔ لاشوں کی بو بھی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے یہ قدرتی بات ہے۔ تم نے یہ آواز سنی؟ یہ پھر برتھا کی آواز ہے"۔

گذشتہ چند روز میں وہ دنیا بھر کی باتیں کرتے رہے۔ اور گورڈن کو جنگ کے بارے میں اپنے دوست کے خیالات۔ اور لوگوں کے طریقہ کار پر اس کے اثرات معلوم ہو گئے تھے۔ زداگو نے اسے بتایا کہ وہ ایک دوسرے کی بیخ کنی کی مطلق قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اور نہ وہ زخمیوں کو دیکھنے کا عادی ہو سکا تھا۔ خاص طور پر بعض نئے قسم کے خوفناک زخم اور زندہ بچ جانے والوں کی مسخ شدہ صورتیں دیکھ کر جو جنگ کے جدید ترین طریقوں کے نتیجہ میں محض گوشت کا ایک لوتھڑا بن کر رہ جاتے تھے اسے دہشت ہونے لگتی تھی۔ روزانہ اس کے ساتھ گھوم پھر کر خود گورڈن نے بھی خوفناک زخم دیکھے تھے۔ یہ کہنا فضول ہے کہ وہ یہ بات اپنی طرح سمجھتا تھا کہ دوسروں کی جرأت مندی کا خاموشی کے ساتھ مشاہدہ کرنا کہ وہ کس طرح ایک غیر انسانی کوشش کے ساتھ موت کے خوف پر غالب آجاتے تھے کیسی کیسی قربانیاں دیتے تھے اور خطرات کا مقابلہ کرتے تھے۔ ایک غیر اخلاقی فعل تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں سوچتا تھا کہ ان کی اس حالت پر محض گریہ وزاری کرنا اس سے کم بداخلاقی نہیں تھی ان حالات کے مطابق جو اسے اپنی زندگی میں پیش آتے تھے۔ وہ سادگی اور دیانت داری کے ساتھ کام کرنے کا قائل تھا۔ یہ چیز کہ زخمیوں کو دیکھ کر بے ہوش بھی ہو جا سکتا ہے۔ اس نے خود اپنے ذاتی تجربہ سے سیکھی تھی جب کہ وہ ابتدائی طبی امداد کے ایک مرکز پر گئے تھے جسے ریڈ کراس کا ایک گشتی دستہ محاذ

کے پیچھے چلا آتا تھا۔ یہ لوگ موٹریں میٹھ کر جنگل کے ایک کھلے ہوئے حصّہ میں گئے جسے توپ خانہ کی گولہ باری سے سخت نقصان پہنچا تھا۔ کچلی ہوئی جھاڑیوں میں توپیں لے جانے والی گاڑیاں ٹوٹی ہوئی اوندھی پڑی تھیں۔ ایک گھوڑا درخت سے بندھا ہوا تھا۔ جنگل میں کچھ آگے چل کر اسنر جنگلات کے مکان کا ڈھانچہ تھا جس کی آدھی چھت اڑ گئی تھی۔ ابتدائی طبی امداد کا مرکز اس مکان میں اور دو بڑے خیموں میں تھا جو احاطہ میں پڑے تھے۔

"مجھے تم کو یہاں نہیں لانا چاہیئے تھا۔" زواگو نے کہا۔ "خندقیں صرف آدھے میل کے فاصلہ پر ہیں اور ہماری توپیں جنگل کے پیچھے اس جگہ ہیں۔ تم سن سکتے ہو کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ اس نے ہیرو بننے کی کوشش مت کرو۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو میں اس کا یقین نہ کروں گا۔ تم خوف سے ادھ موے ہو جاؤ گے اور یہ بالکل قدرتی بات ہے۔ صورت حال کسی وقت بھی بدل سکتی ہے اور توپوں کے گولے یہاں بھی گرنے لگیں گے۔" تھکے ہوئے نوجوان سپاہی جو بڑے بڑے بوٹ اور گرد میں لپٹی ہوئی وردیاں پہنے ہوئے تھے۔ اور یہ وردیاں پسینہ کی وجہ سے سینہ اور کندھوں پر سے سیاہ پڑ گئی تھیں۔ پشت کے بل یا پیٹ کے بل سڑک کے کنارے گھسٹ رہے تھے۔ وہ ایک تباہ شدہ یونٹ کے بچے کھچے سپاہی تھے جنھیں چار روز کی خونریز جنگ کے بعد پیچھے ہٹا لیا گیا تھا اور مختصر سے آرام کے لئے عقبی محاذ پر بھیجا جا رہا تھا وہ اس طرح لیٹے ہوئے تھے جیسے وہ پتھر کے بنے ہوئے ہوں ان میں مسکرانے یا بات کرنے تک کا دم باقی نہیں تھا۔ اور جب کئی گاڑیاں کھڑکھڑاتی ہوئی سڑک پر تیزی سے گزریں تو ان میں سے کسی نے سر اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ یہ گولہ بارود کی گاڑیاں تھیں جن میں اسپرنگ نہیں تھے۔ ان میں زخمی سپاہی بھرے ہوئے تھے۔ جنھیں گاڑیوں کے چلنے سے اتنے سخت دھکے لگ رہے تھے جیسے ان کی ہڈیاں تک چٹخ جائیں گی ہوں۔ ان لوگوں کو ابتدائی طبی امداد کے مرکز لے جایا جا رہا تھا۔ وہاں زخمیوں کی مرہم پٹی ہوگی۔ اور سنگین قسم کی صورت میں کچھ کا آپریشن بھی کیا جائے گا۔ کوئی آدھ گھنٹہ قبل توپخانہ کی گولہ باری میں مختصر سا تعطل پیدا ہونے پر ان لوگوں کو خندقوں کے سامنے میدانِ جنگ سے لایا گیا ہے۔ زخمیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور ان میں سے آدھے کے قریب سپاہی بے ہوش تھے۔

جب گاڑیاں پورچ کے سامنے رکیں تو اردلی اسٹریچر لے کر باہر آئے۔ اور زخمیوں کو اتارا گیا ایک نرس نے ایک خیمہ کا پردہ اٹھایا اور کھڑی ہوئی باہر کی طرف دیکھتی رہی۔ وہ ڈیوٹی پر نہیں تھی۔

وہی جو خیموں کے پیچھے جنگل میں کسی بات پر زور زور سے بحث کر رہے تھے۔ اور جن کی آوازیں اونچے درختوں میں گونج رہی تھیں لیکن الفاظ سنائی نہیں دے رہے تھے۔ باہر آئے اور سڑک پر ہو کر مکان کی طرف چل دیئے۔ ان میں سے ایک نوجوان لفٹیننٹ تھا جو بہت غصہ میں معلوم ہوتا تھا اور گشتی دستے کے میڈیکل افسر پر چیخ رہا تھا۔ جنگل کے کھلے ہوئے علاقہ میں توپیں کھڑی کرنے کی جگہ تھی اور وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ اسے اب کہاں منتقل کر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر کو اس کا علم نہیں تھا۔ یہ اس کا کام نہیں تھا۔ اس نے لفٹیننٹ سے کہا کہ وہ اس کا پیچھا چھوڑ دے اور چیخنا بند کرے۔ وہاں زخمی موجود تھے اور وہ بہت مصروف تھا۔ لیکن لفٹیننٹ ریڈ کراس۔ توپخانہ کی کمان اور دوسرے ہر ایک کو برا بھلا کہنے لگا۔ زوا گو ہٹتا ہوا ڈاکٹر کے پاس گیا۔ انھوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا اور مکان کے اندر چلے گئے۔ لفٹیننٹ نے جواب تک تاریوں کے سے لہجہ میں بلند آواز سے برا بھلا کہہ رہا تھا، اپنا گھوڑا کھولا۔ اس پر سوار ہوا اور اسے تیزی سے بھگاتا ہوا سڑک کے راستہ جنگل میں چلا گیا۔ اور زوا اب بھی اسے دیکھی جا رہی تھی۔ اچانک اس کا چہرہ دہشت سے سخت پڑ گیا۔ "تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ تمہارے دماغ چل گئے ہیں؟" اس نے دو سپاہیوں سے چلا کر کہا جو زیادہ زخمی نہیں تھے اور بٹیری مڈ کے اسٹریچروں کے درمیان چل رہے تھے۔ وہ بھاگتی ہوئی ان کے پاس پہنچی۔ ایک اسٹریچر پر ایک آدمی لیٹا ہوا تھا جس کا حلیہ ایک خاص وحشیانہ طریقہ پر بگڑا ہوا تھا۔ توپ کے گولہ کی ایک بڑی کرچ نے اس کے چہرے کے ٹکڑے اڑا دیئے تھے۔ اس کی زبان اور ہونٹوں کا قیمہ بن گیا تھا۔ کرچ اس کے جبڑے کی ہڈی میں گھس گئی تھی لیکن پھر بھی وہ مرا نہیں تھا۔ وہ ایک مدہم اور غیر انسانی آواز میں کراہ رہا تھا۔ کوئی شخص ان آوازوں کا مطلب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں لے سکتا تھا کہ وہ ان سے یہ درخواست کر رہا تھا کہ اسے فوراً ختم کر دیا جائے اور اس ناقابل برداشت اذیت سے نجات دلا دی جائے۔

نرس کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ وہ دونوں سپاہی جو معمولی طور پر زخمی تھے۔ اور اسٹریچر کے نزدیک چل رہے تھے اس زخمی کی چیخ و پکار سے اتنے زیادہ متاثر ہیں کہ وہ اپنے کی اس کریچر کو اپنے ہاتھوں سے اسی طرح کھینچ لینا چاہتے ہیں۔ "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ کام سرجن کا ہے، اس کے پاس خاص آلات ہیں..... اگر ایسا کرنا ضروری ہوا (وہ خدا، اوہ خدا

اسے نجات دیدے تاکہ میں تیرے وجود پر شبہ نہ کر سکوں، دوسرے لمحے جب اسے سیڑھیوں پر سے لے جایا جا رہا تھا وہ زور سے چیخا اور پھر ایک مرتبہ کانپ کر ختم ہو گیا۔

جو خوفناک زخمی ابھی مرا تھا وہ جنرل الدین تھا اور جو افسر ابھی کچھ دیر پہلے جنگل میں غصہ میں بھر کر چیخ رہا تھا اس کا بیٹا لفٹیننٹ جلیلن تھا۔ اور نرس لارا تھی۔ گورڈن اور زوا گو بھی دیکھنے والوں میں تھے۔ یہ سب لوگ وہاں کھڑے تھے لیکن ان میں سے کچھ ایک دوسرے سے کبھی واقف نہیں رہے۔ اور بعض لوگ اب ایک دوسرے کو پہچان نہیں سکتے تھے۔ اور ان کے متعلق کچھ باتیں تھیں جن کے بارے میں کبھی یقین کے ساتھ کچھ معلوم نہیں ہو سکا اور بعض باتیں ایسی تھیں جو بعد میں کسی وقت ان لوگوں کی آئندہ ملاقات کے موقعہ پر ظاہر ہوتی تھیں۔

(۱۱)

اس علاقہ میں بعض دیہات اس طرح بچے کہ یہ معجزے سے کم نہیں تھا۔ وہ تباہی اور بربادی کے اس سمندر کے بیچ میں ایک محفوظ جزیرے کی مانند دکھائی دے رہے تھے۔ ایک روز سورج غروب ہوتے وقت گورڈن اور زوا گو گاڑی میں گھر واپس جا رہے تھے کہ ایک گاؤں میں انھوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان فارق کو ایک مجمع نے گھیر رکھا ہے۔ وہ فارق تانبہ کا ایک سکہ ہوا میں اچھالتا تھا اور ایک بوڑھے سفید ریش یہودی کو جس نے ایک لمبا چغہ پہن رکھا تھا سکہ کو لپکنے پر مجبور کر رہا تھا اس پر سارا مجمع زور زور سے قہقہے لگا رہا تھا۔ بوڑھا آدمی ہر مرتبہ سکہ کو لپکنے میں ناکام رہتا اور سکہ اس کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کے قریب سے گزر کر نیچے کیچڑ میں گر پڑتا جب بوڑھا آدمی اسے اٹھانے کے لئے جھکتا تو فارق اس کے کوہانوں پر دھپ مارتا اور دیکھنے والے ہنستے ہنستے دوہرے ہو جاتے۔ دلچسپی کی اصل چیز یہی تھی۔ فی الحال یہ کھیل بالکل بے ضرر سا تھا۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ کسی وقت بھی یہ خطرناک نوعیت بھی اختیار کر سکتا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد بوڑھے آدمی کی بیوی گھر میں سے نکل کر بھاگتی ہوئی سڑک پر آتی۔ اور چلا چلا کر اپنے ہاتھ اس کی طرف پھیلا دیتی۔ اور پھر خوفزدہ ہو کر واپس بھاگ جاتی۔ دو چھوٹی چھوٹی بچیاں کھڑکی میں سے اپنے دادا کی درگت بنتے دیکھ رہی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ گاڑی چلانے والے کو یہ تماشا بہت دلچسپ معلوم ہوا۔ اس نے گاڑی کی رفتار دھیمی کر دی تاکہ مسافر بھی اس سے لطف اندوز ہو سکیں۔ لیکن زوا گو نے فارق کو

کھوڑی۔ اسے ڈانٹ بتائی، اور حکم دیا کہ بوڑھے آدمی کو چھوڑ دے۔ "اچھا جناب" اس نے تابعداری کے ساتھ کہا۔ "ہمارا مقصد تکلیف پہنچانا نہیں تھا۔ ہم لوگ تو تفریحاً ایسا کر رہے تھے۔" گورڈن اور نوڈاگو خاموشی کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

"یہ بہت خراب بات ہے" اپنے گاؤں کے قریب پہونچتے ہوئے یوری آندرے وچ نے کہا۔ "تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس جنگ میں غریب یہودیوں کو کن حالات سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ لڑائی اُن کے محدود علاقوں میں ہو رہی ہے اور جیسے تعزیری ٹیکس، ان کی املاک کی تباہی اور بربادی اور ان کی تمام دوسری مصیبتیں کافی نہیں تھیں جناب انھیں قتلِ عام سے عرتی اور ان الزامات کا نشانہ بنایا جا رہا ہے کہ ان میں حب الوطنی کے جذبہ کی کمی ہے۔ اور وہ کیوں محبِ وطن ہوں؟ دشمن کے راج میں انھیں بابری کے حقوق حاصل ہیں اور ہم انھیں سوائے ایذائیں پہونچانے کے کچھ نہیں دیتے۔ ان کے لئے یہ نفرت بلکہ اس کی بنیاد ہی نامعقولیت پر مبنی ہے۔ نفرت کا یہ جذبہ انہی چیزوں سے پیدا ہوا ہے جن سے ہمدردی پیدا ہونی چاہیئے۔ ان کا افلاس ان کی روشن گاہوں کی کمی۔ ان کی کمزوری اور قوت مدافعت کا فقدان۔ میں یہ بات نہیں سمجھ سکتا کہ یہ سب کچھ مقدر کا لکھا ہوا ٹھہرا ہے۔" اور گورڈن نے جواب نہیں دیا۔

(۱۲)

دونوں پھر ایک مرتبہ اپنے پلنگوں پر کھڑکی کے دونوں طرف لیٹے ہوئے تھے۔ رات کا وقت تھا اور وہ باتیں کر رہے تھے۔ نوڈاگو گورڈن کو بتا رہا تھا کہ اس نے کس طرح ایک مرتبہ زار کو محاذ پر دیکھا تھا۔ اس نے اپنا قصہ نہایت اچھی طرح سنایا۔ محاذ پر اس کی آمد کے بعد یہ پہلا موسم بہار تھا۔ اس کی رجمنٹ کا ہیڈ کوارٹر کارپیتھین میں ایک گہری وادی میں واقع تھا اور ہنگری کے میدانی علاقہ سے وادی تک پہونچنے کا راستہ فوج کے روسی دستے نے بند کر رکھا تھا۔ وادی کے سب سے نچلے سرے پر ایک ریلوے اسٹیشن تھا۔ نوڈاگو نے پورے منظر کا نقشہ کھینچا۔ سرسبز پہاڑ جن پر سرد اور صنوبر کے تناور درخت لگے ہوئے تھے جن کی چوٹیوں کے قریب بادلوں کے ٹکڑے بھٹکتے ہوئے دکھائی دیتے تھے اور بھوری سلیٹی اور سُرمئی چٹانوں کی عمودی چوٹیاں جنگل میں سے ایسی دکھائی دیتی تھیں جیسے گنبد کے بیچ میں گُھسے ہوئے ہوں۔ یہ پریل کی ایک نم اور تاریک صبح تھی۔ چاروں طرف پہاڑوں سے گھری ہوئی جس کی وجہ سے فضا پُرسکون تھی اور گھس چھایا ہوا تھا۔ وادی کہر سے ڈھکی ہوئی تھی اور اس کے اندر ہر چیز گھول رہی تھی۔ ریلوے اسٹیشن سے

انجن کاروباں، گھنٹیوں سے بھرے بھرے، انجرات، بھرے بھرے پہاڑ، تاریک جنگل اور تاریک بادل، غرضیکہ ہر چیز آہستہ آہستہ ابھر رہی تھی۔

اس وقت شہنشاہ گلیشیا میں معائنہ کی غرض سے دورہ کر رہے تھے۔ اچانک یہ معلوم ہوا کہ وہ زدا گوکی یونٹ کا بھی معائنہ کریں گے۔ جس کے وہ اعزازی کرنل تھے۔ اور کسی وقت بھی وہاں پہونچ سکتے تھے۔ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر گارڈ آف آنر کا انتظام کیا گیا۔ وہ لوگ دو گھنٹہ تک انتظار کرتے رہے پھر دو ٹرینیں شاہی پارٹی کے لئے تیزی سے بھاگتے پیچھے گزر گئیں۔ اور کچھ دیر بعد زدا کی ٹرین اسٹیشن پر آکر رکی۔ زدا نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا۔ گرانڈ ڈیوک نکولس بھی ان کے ساتھ تھے۔ انھوں نے فوجیوں کو مخاطب کرتے ہوئے آہستہ آہستہ جو الفاظ کہے۔ ان کے ایک ایک لفظ پر نعروں کا ایک شور اٹھتا جس کی صدائے بازگشت اس طرح سنائی دیتی جیسے جھولتی ہوئی بالٹیوں سے پانی گر رہا ہو۔ زدا جو مسکرا رہا تھا اور کسی قدر گھبرایا ہوا تھا سکوں اور تھکن پر کندہ کی ہوئی تصویر کے مقابلہ میں عیاد معمر اور تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کا چہرہ جذبات سے عاری اور کسی قدر پچیدہ تھا وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے اس لئے بار بار مدافعت خواہ نظروں سے گرانڈ ڈیوک کی طرف دیکھ لیتا۔ اور گرانڈ ڈیوک احترام کے ساتھ خم ہو کر اس کی اس الجھن کو دور کرنے کے لئے منہ سے کچھ کہے بغیر محض اپنے ابرو یا شانہ کو خفیف سی حرکت دیدیتا۔

پہاڑوں میں اس گرم اور تاریک صبح کو زدا کو نے زار کے لئے افسوس محسوس کیا۔ اور اسے اپنے اس خیال سے الجھن ہونے لگی کہ ایک ظالم شخص میں بھی ضبط اور ندامت کی خصوصیات پائی جا سکتی ہیں اور ایک ایسا کمزور انسان بھی لوگوں کو قید کر سکتا ہے پھانسی چڑھا سکتا ہے یا معاف کر سکتا ہے۔

"اسے تقریر کرنی چاہیئے تھی ــــ میں یہی تو اور میری رعایا ــــ بالکل قیصر کی طرح کچھ "عوام" کے بارے میں ــــ یہ بہت ضروری تھا لیکن تم جانتے ہو کہ روسیوں کی طرح اس کا اندازہ بھی بالکل قدرتی تھا بلا دقت سے اس قسم کی خرد عات سے بلند۔ در اصل روس کے لوگ اس قسم کی تھیٹر کل اداکاری کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں محض اداکارانہ ہوتی ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ سیزروں کے دور حکومت میں بھی ــــ خواہ وہ گال رکھتیس ہوں یا کیسر بن، یا کیس کے بھی ہوں "عوام" جیسی چیزیں موجود تھیں۔ لیکن اس کے بعد سے یہ چیزیں محض قصہ کہانی بن کر رہ گئی ہیں اور انھیں بادشاہ یا سیاستداں صرف تقریروں کے موضوع کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ "عوام! میرے عوام!"

اب محاذ اخباری نمائندوں اور سیاستدانوں سے بھرا پڑا ہے۔ وہ لوگ اپنے "مشاہدات" ریکارڈ کرتے ہیں۔ وہ رجحانوں کو دیکھتے جاتے ہیں اور عوام کی روح کے بارے میں نئے نئے نظریات قائم کرتے ہیں۔ یہ دل کی تصنیفات کا نیا ترجمہ ہے۔ اور دلیاہی نو ہے۔ اور لفاظی سے بھرپور ہے۔ یہ ایک قسم ہوئی، اور پھر ایک قسم اور ہے۔ تراشی ہوئی تقریر۔ خاکے اور مختصر مناظر سجاؤ کے ستکر اور ٹھہر ایک لفظ میں نے ایک ایسی ہی عبارت پڑھی تھی: ایک ادا اس دن، کل کی طرح۔ صبح سے بارش اور دلدل میں کھڑکی سے باہر دیکھ رہا ہوں، اور سڑک نظر آرہی ہے۔ قیدیوں کی ختم ہونے والی قطار۔ زخمی۔ ایک توپ گیرے برسا رہی ہے۔ یہ آج بھی ویسے ہی گیرے برسا رہی ہے جیسے گذشتہ روز، کل بھی ایسے ہی برسائے گی جیسے آج۔ اور اسی طرح ہر روز اور ہر وقت۔ کیا یہ عبارت دقیق اور تحریر صحیح نہیں ہے؟ لیکن اسے توپ سے کیا مخاصمت ہے؟ ایک توپ سے کسی قسم کے تغیر و تبدل کی توقع رکھنا کتنی عجیب سی بات ہے وہ اپنی طرف کیوں نہیں دیکھتا، روزانہ ایک ہی سے جملے، اشارات اور حقائق لکھنا پھلے اپنی صحافیانہ قابلیت جتانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے دماغ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ توپ کو نہیں بلکہ خود اسے ایک ہی بات کو دہرانے کا طریقہ بند کر دینا چاہیئے ــــ یہ کہ اپنی نوٹ بک میں اعصاب باتیں اکٹھی کر کے بھی کوئی معقول بات نہیں کہی جا سکتی۔ یہ کہ حقائق اس وقت تک وجود میں نہیں آتے جب تک کہ انھیں کوئی مخصوص رنگ نہ دیا جائے۔ انسان کی آزاد نظری قابلیت کا رنگ ــــ کسی خیالی تصور یا افسانہ کا رنگ۔

"تم نے دکھتی رگ پکڑ لی ہے۔" گوردن نے کہا۔ "اور اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ آج ہم نے جو واقعہ دیکھا اس کے بارے میں میرا کیا خیال ہے۔ وہ قازق جو اس غریب اور بوڑھے شخص کو ایذا پہنچا رہا تھا ــــ اور اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں۔ واقعی یہ نہایت ذلیل حرکت ہے ــــ لیکن اسے فلسفیانہ رنگ دینے سے کوئی فائدہ نہیں ــــ بہتر یہی ہے کہ دو ٹوک بات کہی جائے لیکن مجموعی طور پر بہبودی کا مسئلہ ــــ اس میں فلسفہ کو ضرور دخل ہے ــــ اور پھر ہم کوئی تغیر تو قع بات معلوم کر لیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ میں تمہیں کوئی نئی بات بتانے لگا ہوں ــــ ہم دونوں اپنے نظریات تمہارے ہاں سے حاصل کرتے رہے ہیں۔

"تم کہہ رہے تھے کہ قوم کیا ہوتی ہے؟..... اور کون قوم کی زیادہ خدمت کرتا ہے۔ وہ جو

اس کے متعلق شور و غل مچاتا ہے۔ یا وہ جو اس کا خیال کئے بغیر اپنے حسن عمل اور برائی سے اس کی حیثیت کا درجہ دیتا ہے اور جس کی وجہ سے اسے شہرت اور حیات جاودانی حاصل ہوتی ہے؟ اس کا جواب صاف ظاہر ہے۔ اور آج یہی دو میں قوموں کی حیثیت کیا ہے؟ وہ محض قومیں نہیں ہیں بلکہ تبدیل شدہ قومیں ہیں جن کی کایا پلٹ ہو چکی ہے۔ اور قدیم اصولوں سے وفاداری نہیں بلکہ یہی کایا پلٹ اصل چیز ہے۔ اور انجیل اس موضوع پر کیا کہتی ہے؟ اول تو اس میں کوئی بات وثوق کے ساتھ نہیں کہی گئی ہے یہ ایسا ہے اور ویسا ہے، یہ ایک تجویز ہے بودی اور سیدھی سادی سی۔ کیا تم ایک بالکل نئے ڈھنگ سے زندگی گزارنا چاہتے ہو؟ کیا تم روحانی مسرت کے خواہشمند ہو؟ اور ہر شخص نے اسے تسلیم کر لیا ہے اور دو ہزار دس سال تک اسے مانتے ہے.....

جب انجیل یہ کہتی ہے کہ خدا کی مملکت میں نہ تو یہودی ہیں اور نہ غیر یہودی تو کیا اس کا محض یہ مطلب نکلتا ہے کہ خدا کی نظر میں سب برابر ہیں؟ نہیں — اس کے لئے انجیل کی ضرورت نہیں تھی۔ یونانی فلسفیوں، رومی معلمین اخلاق اور اسرائیلی پیغمبروں کو یہ بات بہت پہلے سے معلوم ہو چکی تھی لیکن اس نے بتایا۔ زندگی کے اس نئے طریقہ اور سماج کے نئے ڈھانچہ میں جس کی دل میں تخلیق ہوئی ہے اور جسے خدا کی مملکت کہتے ہیں کوئی قومیں نہیں ہیں۔ وہاں صرف افراد ہیں۔ تم نے کہا تھا کہ حقائق بے معنی ہوتے ہیں تاوقتیکہ انھیں کوئی معنی نہ دیئے جائیں تو پھر عیسائیت یعنی انفرادیت کا راز بھی بالکل وہی چیز ہے جو حقائق کو معنی پہنانے کے لئے ان میں شامل کی جاتی ہے۔

ہم نے اعلیٰ درجہ کے ڈھنڈورچیوں اور سیاستدانوں کے بارے میں بھی گفتگو کی ہے۔ جنھیں زندگی اور دنیا سے بحیثیت مجموعی طور پر کوئی تعلق نہیں ہوتا اور ان گھٹیا درجہ کے سیاستدانوں کے بارے میں بھی جنھیں اس وقت بہت خوشی ہوتی ہے جب کسی قوم کا خاص طور پر ایک چھوٹی اور مصیبت زدہ قوم کا برائے ذکرہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح انھیں اپنی اہلیت اور ہوشیاری دکھانے اور مظلوموں کے ساتھ ہمدردی جتانے کا موقع مل جاتا ہے۔ اچھا تو پھر ایسی ذہنیت کے لوگوں کے لئے یہودیوں سے بہتر مثال کونسی ہو سکتی ہے؟ ان کے قومیت کے تصور نے انھیں صدیوں سے محض ایک قوم بننے پر مجبور کر رکھا ہے۔ اور وہ اس تصور کے صدیوں سے غلام بنے رہے ہیں جبکہ باقی تمام دنیا کو ایک نئی طاقت کے ذریعہ اس ضعیفیت سے آزاد کرایا جا رہا تھا۔ یہ ایک غیر معمولی بات نہیں ہے؟ تم اس کا کیا جواب پیش کر سکتے ہو؟ ذرا سوچو تو ایسے

شاندار تعلق، یہ گھٹیا پنے کی لعنت سے آزادی۔ یہ اکتا دینے والے وجود کی پستی سے اوپر کی طرف پرواز پہلے ان کے ملک میں نصیب ہوئی تھی۔ ان کی زبان میں اس کا اعلان ہوا تھا۔ اصان کی قوم کا خاصہ تھی اور انھوں نے واقعی اسے دیکھا اور سنا اور پھر چھوڑ دیا۔ وہ طاقت اور حسن کے اس قوی جذبہ کو اپنے میں کس طرح جلا کر سکتے تھے، وہ کس طرح یہ سوچ سکتے تھے کہ اس کے کامیاب اور حکمراں ہونے کے بعد بھی وہ اس مجرّے کے خالی چھلکے کی طرح رہیں گے جسے انھوں نے مسترد کر دیا تھا؟ یہ رسنا کا رانہ شہادت کسی کے کیا کام آسکتی ہے۔ اس سے کس کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ صدیوں سے ان معصوم بوڑھے آدمیوں، عورتوں اور بچوں، ان تمام نازک مہربان اور ہمدرد لوگوں کا مضحکہ کیوں اڑایا جا رہا ہے اور انھیں کیوں پیٹا جا رہا ہے؟ اور کس کی وجہ ہے کہ عوام کے یہ سب ادیب (درست، خواہ وہ کسی قوم کے بھی ہوں ہمیشہ صلاحیت سے اس قدر عاری کیوں ہوتے ہیں؟ یہودیوں کے لائق اور ذہین لیڈر کبھی نظام کائنات سے بے ایمانی اور طنز و ذاتانی سے آگے کیوں نہیں بڑھے؟ انھوں نے اپنے فرض کے بوجھ سے دب جانے کا خطرہ مول لے کر بھی اس فوج کو ختم کیوں نہیں کیا جو ابر جنگ میں مصروف ہے اور کسی نامعلوم مقصد کے لئے کٹ رہی ہے؟ وہ ان سے یہ کیوں نہیں کہتے۔ ہوش میں آؤ۔ ٹھیر جاؤ۔ اپنی انفرادیت پر قائم رہو۔ ایک دوسرے کا ساتھ مت دو۔ الگ ہو جاؤ۔ دوسرے لوگوں کا ساتھ دو۔ تم دنیا کے سب سے پہلے اور سب سے اچھے عیسائی ہو۔ تم ہی تو وہ ہو جس کا مخالف تمہیں ان لوگوں نے بنا دیا ہے جو تم میں سے سب سے کمتر اور کمزور ہیں۔"

(۱۳)

اگلے روز جب زرا گور رات کے کھانے پر گھر آیا تو اس نے کہا۔ "تم جانے کے لئے اس قدر بے چین تھے۔ اب تمہاری مراد پوری ہو گئی۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ یہ محض تمہاری خوش قسمتی ہے کیونکہ یہ کوئی خوش قسمتی کی بات نہیں ہے جو ہم پھر ہر طرف سے کچلے جا رہے ہیں اور مارے جا رہے ہیں۔ مشرق کی طرف راستہ کھلا ہوا ہے۔ دباؤ مغرب کی طرف سے پڑ رہا ہے۔ تمام میڈیکل یونٹوں کو نکل جانے کا حکم مل گیا ہے ہم لوگ کل یا پرسوں چلے جائیں گے۔ کہاں۔ یہ میں نہیں جانتا۔ اور میں سمجھتا ہوں، کارپنگو، میکائیل گرگوری اور چرچ کے کپڑے ابھی تک سلتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ کارپنگو یہ کہتا ہے کہ اس نے اپنی خوبصورت لڑکی کو کپڑے دھونے کے لئے دیدیئے ہیں۔ لیکن اگر اس سے پوچھا جائے کہ وہ لڑکی کون ہے

اور کہاں ہے تو یہ بیوقوف کچھ نہیں بتا سکتا۔" اس نے کلہ پنگوا اور اپنے میزبان کی قمیص مانگ کر پہننے پر گوڈن کی معذرت پر کوئی توجہ نہیں دی۔ "فوجی زندگی ایسی ہی ہوتی ہے۔" اس نے کہا "جوں ہی ہم ایک جگہ سے مانوس ہوتے ہیں ہمیں دوسری جگہ منتقل کر دیا جاتا ہے۔ جب ہم یہاں آئے تھے تو مجھے یہاں کی کوئی چیز پسند نہ تھی۔ یہ جگہ گندی اور تنگ تھی۔ انگیٹھی غلط جگہ پر تھی۔ چھت بہت نیچی تھی۔ اصطبل اگر تم مجھے مار بھی ڈالو تو میں یہ نہیں بتا سکوں گا کہ جس جگہ سے ہم آئے تھے وہ کیسی تھی۔ میں ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے میں ساری زندگی اس جگہ گذار سکتا ہوں، انگیٹھی کے اس کونے کے سوا جہاں انیٹوں پر دھوپ چمک رہی ہو اور درخت کا سایہ ادھر سے ادھر ہل رہا ہو۔"

وہ لوگ آہستہ آہستہ سامان باندھتے رہے۔

رات میں چیخوں، توپوں اور بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازوں سے ان کی آنکھ کھل گئی۔ گاؤں پر ایک منحوس آمیزی سرخ روشنی چھائی ہوئی تھی۔ سائے کھڑکی کے پاس سے گزرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ مکان کا مالک اور اسکی بیوی اڑکے دوسری طرف سے اٹھ بیٹھے تھے۔ پوری آندے وچ نے اردلی کو یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا کہ اس ہنگامہ کی کیا وجہ تھی؟ اسے بتایا گیا کہ جرمنوں نے محاذ توڑ دیا ہے۔ زوآگو تیزی سے ہسپتال کی طرف گیا اور اسے معلوم ہوا کہ یہ بات صحیح ہے۔ گاؤں پر گولہ باری ہو رہی تھی۔ کسی حکم کا انتظار کئے بغیر ہسپتال فوراً منتقل کیا جا رہا تھا۔

"ہم سب لوگ سورج نکلنے سے پہلے ہی روانہ ہو جائیں گے۔" زوآگو نے گوڈن کو بتایا۔ "تم پہلی جماعت کے ساتھ جاؤ گے۔ گاڑی تیار ہے لیکن میں نے ان سے کہدیا ہے کہ تمہارا انتظار کریں۔ اچھا خدا حافظ۔ آؤں نہیں رخصت کر دوں اور تمہارے لئے نشست کا بندوبست کر دوں۔" وہ دونوں ایڈجوٹنٹ کو پھلانگتے اور ٹکراتے ہوئے گاؤں کی سڑک پر بھاگنے لگے۔ گولیاں سنسناتی ہوئی ان کے قریب سے گذر رہی تھیں۔ اور چولہے سے وہ دھماکے ہوتے ہوئے دیکھ سکتے تھے جیسے گھیتوں میں آگ کی چھتریاں سی کھل رہی ہوں۔

"اور تم کیا کرو گے؟" گوڈن نے بھاگتے ہوئے پوچھا۔ "میں تمہارے پیچھے دوسری جماعت کے ساتھ آؤں گا۔ مجھے واپس جا کر اپنا سامان اکٹھا کرنا ہے۔" وہ دونوں گاڑی کے ٹکر پر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ قافلے میں سواری گاڑی اور کئی بار بردار بیل گاڑیاں شامل تھیں وہ روانہ ہو گئیں۔ اور

ایک دوسری سے ٹکراتی ہوئی چلنے لگیں۔ یوری اندرے دیچ نے اپنے دوست کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا جو ایک جلتے ہوئے کھلیان کی روشنی میں اسے دور تک دیکھتا رہا۔ پھر مکانوں کی آڑ لیتا ہوا یوری اندرے یچ تیزی سے پلٹا۔ اپنے مکان سے چند گز کے فاصلہ پر ایک دھماکہ ہونے سے اس کے پاؤں اکھڑ گئے اور گھوڑے کا ایک ٹکڑا اس سے آکر لگا۔ وہ پیچھے سڑک پر زخمی اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔

(۱۴)

وہ ہسپتال جہاں یوری اندرے دیچ افسروں کے وارڈ میں زیر علاج تھا۔ جنرل ہیڈکوارٹرز کے قریب ایک چھوٹے سے غیر معروف قصبہ میں منتقل کر دیا گیا تھا جو ریلوے لائن پر واقع تھا۔ یہ نومبر کے مہینہ کا آخری زمانہ تھا اور دن گرم تھا۔ اس کے کہنے پر اس کے پلنگ کے قریب کی کھڑکی کھول دی گئی تھی۔

رات کے کھانے سے پہلے مریض بیکار وقت گذاری کر رہے تھے۔ انھیں بتایا گیا تھا کہ ایک نئی نرس ہسپتال کے عملہ میں شامل ہوئی ہے اور وہ اس روز پہلی مرتبہ گشت کرنے والی ہے۔ زواگو نے پلنگ کے سامنے جلیلین اخبار پڑھ رہا تھا جو اسی وقت آئے تھے۔ اور اسے سنسر سے چھوٹے حصوں کو دیکھ کر غصہ آ رہا تھا۔ یوری اندرے دیچ تولیا کے خطوط پڑھ رہا تھا جو کافی تعداد میں اکٹھے ہو گئے تھے۔ خط اور اخبار ہوا سے اڑ رہے تھے۔ ہلکے قدموں کی چاپ سن کر اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور لارا اندر وارڈ میں داخل ہوئی۔

زواگو اور جلیلین دونوں نے یہ جانے بغیر کہ دوسرا بھی اس سے واقف ہے لارا کو پہچان لیا۔ وہ ان دونوں میں سے کسی کو نہیں جانتی تھی۔ اس نے کہا۔ ہلو۔ یہ کھڑکی کیوں کھلی ہوئی ہے؟ کیا تمہیں سردی نہیں لگ رہی؟ جلیلین کے پاس جا کر اس نے اس کا حال پوچھا اور نبض دیکھنے کے لئے اس کی کلائی پکڑ لی۔ لیکن اس نے فوراً ہی کلائی چھوڑ دی۔ اور اس کے بستر پر بیٹھ کر حیرت کے ساتھ اسے دیکھنے لگی۔ "یہ ملاقات واقعی غیر متوقع ہے لاریسا فیودوروونا!" اس نے کہا۔ "میں تمہارے شوہر کو جانتا تھا۔ ہم ایک ہی رجمنٹ میں تھے۔ میں نے اس کی چیزیں تمہارے لئے رکھ چھوڑی ہیں۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسا نہیں ہو سکتا!" وہ بڑبڑائی سی۔ "تم سے جلتے تھے! عجیب اتفاق ہے۔ مہربانی کر کے مجھے جلد بتاؤ کہ یہ کس طرح ہوا؟ کیا یہ ٹھیک ہے کہ وہ لکیف توپ کے گولے

مارا گیا۔ اور دھماکے کے بعد ملبے میں دفن ہو گیا۔ دیکھو۔ مجھے یہ سب معلوم ہے۔ اس لئے مجھے بتلاتے ہوئے سمت ڈرو۔"

جلیلن کی ہمت جواب دے گئی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اسے اطمینان دلانے کے لئے جھوٹ بولے گا۔ "اتنی پوف کو قیدی بنا لیا گیا تھا۔" اس نے کہا۔ "وہ اپنے دستہ کو لے کر بہت زیادہ آگے بڑھ گیا تھا۔ ان کا محاصرہ کر کے باقی تمام فوج سے کاٹ دیا گیا اور اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا گیا۔" لیکن لالا کو اس کی بات کا یقین نہیں آیا۔ اس غیر متوقع ملاقات کے اثر سے وہ کانپنے لگی۔ اور اس خیال سے کہ کہیں ان اجنبی لوگوں کے سامنے آنسو نہ بہنے لگیں۔ وہ تیزی سے باہر غلام گردش میں چلی گئی۔

تھوڑی دیر وہ واپس آ گئی۔ اب بظاہر اس کے حواس مجتمع ہو گئے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں جلیلن سے بات کرنے پر وہ پھر نہ رونے لگے۔ اس نے نہ تو اس کی طرف نہیں دیکھا۔ اور یوری آندرے وچ کے پاس چلی گئی۔ "بلو" اس نے بے خیالی میں کہا۔ "تمہیں کیا ہوا؟ یوری آندرے وچ ایک گھبراہٹ اور آنسو دیکھ چکا تھا۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ اتنی پریشان کیوں ہے اور اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ اسے اپنی زندگی میں اس سے پہلے بھی دو مرتبہ دیکھ چکا ہے۔ ایک مرتبہ جب وہ اسکول کا طالب علم تھا اور دوبارہ جب وہ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ لیکن اسے خیال آیا کہ اس سے انتہائی بے تکلفی ظاہر ہو گی اور وہ اس کا غلط مطلب سمجھے گی۔ پھر اچانک اسے یاد آیا۔ فوری کا جہاز اور لونیا کا رونا پیٹنا یاد آ گیا اور اس نے کہا۔ "شکریہ۔ میں ایک ڈاکٹر ہوں اور خود اپنی دیکھ بھال کر سکتا ہوں۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔" "کیا میں نے اسے ناراض کر دیا؟" اور لالا نے حیرت سے دل ہی دل میں سوچا۔ اور اسی عالم میں اجنبی کی طرف دیکھا۔ جس کی ناک ذرا دبی ہوئی تھی اور جس کے چہرہ میں کوئی خاص کشش نہیں تھی۔

کئی روز تک موسم متغیر اور غیر یقینی رہا۔ رات کو گرم ہوا کسی قدر شور کے ساتھ چلتی اور اس میں سیلی ہوئی مٹی کی بو آتی۔ ان دنوں جنرل ہیڈ کوارٹرز سے حیرت انگیز اطلاعات آ رہی تھیں، اور اندرونی علاقے سے تشویشناک افواہیں مل رہی تھیں۔ میٹرز برگ سے بار بار تار کا سلسلہ منقطع ہو جاتا تھا۔ ہر جگہ لوگ سیاسی باتیں کرتے رہتے تھے۔

نرس اینی تو دو ناصبح شام گشت کرتی۔ اور مریضوں سے جن میں جلیلن اور زداکو بھی شامل تھے دو ایک باتیں کر لیا کرتی تھی۔ "کیسا عجیب شخص ہے۔" اس نے سوچا۔ "جوان اور سر پھرا۔ اس کی ماں پر

کو اٹھی ہوئی ناک کی وجہ سے اسے خوبصورت نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن وہ صحیح معنوں میں ذہین، زندہ دل اور سمجھ دار ہے۔ مگر یہ بات غیر اہم ہے۔ اہم بات تو یہ ہے کہ میں یہاں اپنا کام جلد سے جلد ختم کروں اور پاسکو تباہ کرا لوں تاکہ اپنی بیٹی کاتنکا کے قریب رہ سکوں۔ اور پھر سکندر شی کی درخواست دیدوں تاکہ یورپ میں اپنے گھر واپس چلی جاؤں اور ورزش گاہ میں از سرِ نو کام شروع کر دوں۔ اب یہ صاف ظاہر ہے کہ پاشا کا کیا انجام ہوا۔ اب کوئی امید باقی نہیں رہی۔ اس لئے میں جس قدر جلد ہیروئن کا کاروبار اکرنا بند کر دوں اتنا ہی بہتر ہے۔ اگر میں پاشا کو تلاش کرنے نہ آئی ہوتی تو آج یہاں نہ ہوتی۔ نہ جانے کاتنکا وہاں کیسی ہے؟ وہ سوچتی۔ غریب یتیم بچی" اور یہ سوچ کر وہ ہمیشہ رونے لگتی تھی۔ اس نے گذشتہ چند روز میں اپنے گرد و پیش کے حالات میں کافی تبدیلیاں محسوس کی تھیں پہلے ہر قسم کی ذمہ داریاں تھیں۔ مقدس فرائض تھے اپنے ملک کی جانب سے عائد ہونے والے فرائض۔ فوج کی جانب سے عائد ہونے والے فرائض۔ معاشرہ کی پابندیاں۔ لیکن اب جبکہ جنگ ہاری جا چکی تھی اور ہر چیز ہر اقدام کی پشت پر شکست کا سیاہ جذبہ کارفرما تھا تو کوئی بھی چیز اب مقدس نہیں رہی۔

ہر چیز جائز بدل گئی تھی۔ لہجہ اور اخلاقی رجحانات کوئی یہ نہیں جانتا تھا کہ کیا سچ ہے کس کی بات سنے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے آپ ساری عمر ایک چھوٹے بچے کی طرح دوسروں کے دست نگر رہے ہوں۔ اور اچانک اکیلے رہ گئے ہوں۔ اور اب آپ کے لئے خود اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا ضروری ہو گیا ہو۔ آس پاس کوئی بھی موجود نہ ہو نہ تو خاندان کے افراد نہ دوسرے لوگ جن کے مشورے پر آپ عمل کر سکتے ہوں۔ ایسے وقت آپ یہ ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ کوئی عزم صمیم کریں۔ زندگی یا سچائی یا حسن ــــ جو انسان کے بنائے ہوئے قوانین کی جگہ جو اب متروک ہو چکے ہیں۔ آپ کی رہنمائی کیسکے اب کوئی ایسے واضح مقصد کی پورے طور پر پابندی کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سے کہیں زیادہ سرگرمی کے ساتھ جتنی کہ آپ پرانے قانونوں اور پرانے زمانہ میں کرتے تھے۔ سابقہ زندگی میں جو اب ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی تھی۔ لیکن خود اپنے معاملوں میں آپ نے اپنے آپ کو یاد دلایا۔ اس کے پاس کاتنکا موجود تھی جو اس کے لئے ایک واضح لائحہ عمل کی ضرورت پوری کر سکتی تھی۔ اس کے سامنے ایک مقصد پیش کر سکتی تھی۔ اب جبکہ پاشا اسکے پاس نہیں تھا۔ اسوائے ایک ماں کے اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی اور اس نے اپنی تمام قوت اپنی غریب الوطن یتیم بچی کے لئے وقف کر دی تھی۔

یہ کہ آنڈرے دیچ کو ماسکو سے اطلاع ملی کہ گورکن اور دوروفت نے اگلی کتاب اس کی اجازت کے بغیر شائع کر دی۔ اور اس کتاب کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ اور اس سے کافی ادبی توقعات وابستہ کی گئی ہیں۔ اسے یہ بھی خبر ملی کہ ماسکو ایک ہنگامہ خیز اور ہیجان انگیز دور سے گزر رہا ہے اور وہاں کوئی اہم واقعہ رونما ہونے والا ہے۔ وہاں عوام میں بے اطمینانی بڑھ رہی ہے اور سنگین سیاسی تبدیلیاں ناگزیر ہیں۔ رات زیادہ جا چکی تھی اور پوری آنڈرے دیچ کو بری طرح نیند آ رہی تھی۔ وہ اونگھ رہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ گذشتہ دنوں کی گھبراہٹ کی وجہ سے اسے نیند نہیں آ رہی۔ کھڑکی کے باہر نشیلی اور خواب آور ہوا چل رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہوا بھی رو رہی ہو اور شکایت کر رہی ہو۔ "تونیا، ساشا میں تمہاری جدائی محسوس کر رہا ہوں، میں گھر جانا چاہتا ہوں۔ میں کام پر واپس جانا چاہتا ہوں۔" اور ہوا کے جھونکوں نے یوری آنڈرے دیچ کو تھپک تھپک کر سلا دیا۔ وہ خوشی اور پریشانی کے جذبات کے ساتھ سو جاتا، اٹھ بیٹھتا، اور پھر سو جاتا۔ یہ جذبات بدلتے ہوئے موسم اور بے قراری کی رات کی طرح عارضی اور پریشان کن تھے۔

لارا کے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ جلیئن نے پاشا کی یاد میں جس عقیدت کے جذبہ کا اظہار کیا تھا اور اس کی چیزیں جس طرح سنبھال کر رکھی تھیں۔ اس کے مقابلہ میں خود اس نے اتنا بھی نہیں کیا تھا کہ کم از کم اس سے یہ تو پوچھ لیتی کہ وہ کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے۔؟ اپنی غلطی کا تدارک کرنے کی غرض سے اور اس خیال سے کہ اسے ناسپاس نہ سمجھا جائے۔ اس نے اگلے روز صبح کو گشت لگاتے ہوئے اس سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ "خدایا رحم!" اس نے حیرت کے عالم میں بلند آواز سے کہا "۲۸ برلیٹ اسٹریٹ، ماسکو اور تیورزن کا خاندان ۱۹۰۵ء کا انقلاب، وہ موسم سرما! یوسپکا؟ نہیں۔ اسے یاد نہیں تھا کہ وہ اس سے مل چکی تھی۔ وہ اسے معاف کر دے لیکن وہ سال، وہ سال اور وہ مکان! یہ صحیح ہے کہ واقعی ایک ایسا مکان تھا اور ایک ایسا سال بھی گذرا تھا! اب تمام باتیں اسے کسی قدر واضح طور پر یاد آ گئیں؟ توپوں کی گولہ باری اور ــــ اس وقت وہ کیا کہتی تھی؟ "یسوع مسیح کا فیصلہ!" وہ جذبات سے کتنے طاقتور اور تیز ہوتے ہیں جو انسان ایک بچہ کی حیثیت سے پہلی مرتبہ محسوس کرتا ہے! "مجھے معاف کرنا" ضرور معاف کر دینا، لفٹیننٹ تم نے اپنا نام کیا بتایا تھا۔؟ ہاں ہاں۔ تم نے مجھے ایک مرتبہ بتایا ضرور تھا شکریہ۔ آسمانی دیوتاؤں میں کن الفاظ میں تمہارا شکریہ ادا کروں کہ تم نے یہ تمام باتیں مجھے یاد دلائیں؟

وہ دن بھر ادھر ادھر گھوم پھر کر اس مکان کے بارے میں سوچتی رہی اور اپنے آپ سے باتیں کرتی رہی۔ اور اس کا تصور "برلیسٹ اسٹریٹ" نمبر ۲۸۔ اور اب پھر گولہ باری ہو رہی ہے۔ لیکن اب یہ پہلے کے مقابلہ میں کتنی زیادہ خوفناک ہے! اس مرتبہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ "لڑکے گولی چلا رہے ہیں: سب بچے بڑے ہو گئے۔ لڑکے سب یہاں فوج میں ہیں۔ وہ تمام لوگ جو اس مکان میں اور اس جیسے دوسرے مکانوں میں اور گاؤں میں بستے تھے۔ تعجب خیز۔ انتہائی تعجب خیز۔

تمام مریض جو چل پھر سکتے تھے شور کے ساتھ بیساکھیوں کے سہارے چلتے ہوئے یا بھاگتے ہوئے دوسرے کمروں سے نکل کر آ گئے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے خیال سے چلا چلا کر کہنے لگے

"اہم خبر! پیٹرزبرگ کی سڑکوں پر لڑائی! پیٹرزبرگ میں فوج باغیوں سے مل گئی! انقلاب! انقلاب!!"

دوسرا حصّہ

نیا دور

(۱)

قصبہ کا نام میلوزیو تھا اور وہ زرخیز علاقہ میں واقع تھا جس کی مٹی سیاہ تھی۔ سیاہ خاک لٹدی دل کی طرح اس کے مکانوں کی چھتوں پر چھائی رہتی تھی۔ یہ گرد قصبہ سے گزرنے والی فوجوں اور قافلوں کی وجہ سے اڑتی تھی جو دونوں سمتوں میں نقل و حرکت کرتے تھے اور کچھ محاذ کی طرف جاتے تھے اور کچھ اِدھر واپس آتے تھے اور یہ بتانا مشکل تھا کہ جنگ اب بھی ہو رہی تھی یا ختم ہو چکی تھی۔ ہر روز نئے دفتر خود رو پودوں کی طرح وجود میں آجاتے۔ اور وہ لوگ مختلف عہدوں پر کام کرتے تھے ــــ زدانوگو۔ لفٹننٹ جنلین اور نرس اُتی پودا۔ اس کے علاوہ ان کی جماعت کے کچھ اور لوگ بھی یہ سب کے سب بڑے شہروں کے رہنے والے تھے۔ ان کی معلومات اور تجربہ کافی وسیع تھا۔ یہ لوگ عارضی بلدیاتی افسروں اور فوج اور محکمۂ صحت میں محکمہ جاتی کوہیاروں کی حیثیت سے کام کرتے اور اپنی بدلتی ہوئی ذمہ داریوں کو ایک تفریح اور وقت گذاری سمجھتے تھے۔ لیکن اب انھیں یہ خیال اکثر و بیشتر آتا تھا کہ انھیں یہ سب کچھ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو واپس چلا جانا چاہیئے اور اپنے عام پیشوں کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔

زدانوگو اور اُتی پودا کام کے سلسلہ میں اکثر ایک دوسرے سے ملتے تھے۔

(۲)

بارش سے سیاہ مٹی کافی کے رنگ کی مٹی کیچڑ میں تبدیل ہو کر سڑکوں پر پھیل گئی جن میں سے زیادہ تر کچی تھیں۔ قصبہ چھوٹا سا تھا۔ ہر سڑک کے آخری سرے پر ڈھلوان نظر آتا تھا جس پر آسمان کی تاریکی کی

وجہ سے اداسی برستی تھی اور جس سے جنگ اور انقلاب کا اندازہ ہوتا تھا۔ یوری آندرے وچ نے اپنی بیوی کو خط لکھا، "فوج میں بدنظمی اور افراتفری جاری ہے۔ تنظیم اور اخلاقی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ قریب دو جوازیں ہیں جو فوجی دستے تعینات ہیں میں ان کا دورہ کر چکا ہوں۔ مگر یہ کہ اگرچہ مجھے اس کا ذکر بہت پہلے ہی کر دینا چاہیے لیکن میں اب لکھ رہا ہوں کہ میں اپنا زیادہ تر کام انتی پووا نام کی ایک نرس کے ساتھ کرتا ہوں۔ جو اسکو سے آئی ہے اور یوراٹل میں پیدا ہوئی تھی۔ تمہیں وہ طالبہ تو یاد ہوگی جس نے اس رات جب تمہاری والدہ کا انتقال ہوا تھا سرکاری دکیل پر گولی چلائی تھی؟ میرے خیال میں یہ اس وقت کی بات ہے جب پریسنیا میں بغاوت ہوگئی تھی۔ خیر وہ لڑکی انتی پووا تھی۔ میں نے گھر واپس آنے کی کوشش کی تو لیکن یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کی وجہ کام نہیں کیونکہ کام آسانی سے کسی دوسرے کے سپرد کیا جا سکتا ہے بلکہ سفر کی دقت ہے۔ یا تو کوئی ٹرین ہی نہیں ہے یا پھر ان میں اتنی زیادہ بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے کہ اس میں جگہ نہیں مل سکتی۔ لیکن حالات ہمیشہ ایسے ہی نہیں رہ سکتے اور ہم میں سے کچھ لوگ جنھوں نے استعفیٰ دیدیا ہے یا جو الگ کر دیئے گئے ہیں اور جن میں انتی پووا، جلیئن اور میں بھی شامل ہوں یہ طے کر چکے ہیں کہ وہ کچھ بھی ہو ہم اگلے ہفتہ روانہ ہو جائیں گے۔ ہم لوگ علیحدہ علیحدہ جائیں گے۔ اس طرح ہمیں زیادہ اچھا موقع مل جائیگا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کسی روز بھی خیر متوقع طور پر پہنچ سکتا ہوں۔ اگرچہ میں تار بھیجنے کی کوشش کروں گا۔"

تاہم روانہ ہونے سے پہلے اسے اپنی بیوی کا جواب مل گیا۔ اس کے جملے ہچکیوں اور آنسوؤں کے دھبوں کی وجہ سے بے ربط ہو گئے تھے۔ اس نے خط میں اس سے درخواست کی تھی کہ وہ اسکو واپس نہ آئے بلکہ اس بہترین نرس کے ساتھ سیدھا یوراٹل چلا جائے جس کی زندگی اس قسم کے معجزاتی شگونوں اور اتفاقات سے بھرپور تھی کہ خود اس کی یعنی تونیا کی سادہ زندگی اس کا کسی طرح مقابلہ نہیں کر سکتی۔ "ساشا کے مستقبل کی فکر مت کرو۔" اس نے لکھا تھا۔ "وہ کبھی تمہارے لئے باعث شرم نہیں ہوگا۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ اس کی تربیت انہی اصولوں پر کروں گی جن پر تم نے اپنے بچپن میں ہمارے گھر میں عمل ہوتے دیکھا تھا۔"

یہ ہی آنسے نے اس کا جواب فوراً لکھا۔ "تو یہ ہے، ضرور تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ تم ایسی بات کیسے سوچ سکتی ہو؟ تم نہیں جانتیں، کیا تم اچھی طرح نہیں جانتیں کہ اگر تمہارا تصور اپنے گھر کا خیال میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں ہر گز جنگ کے دو خوفناک اور تباہ کن سال نہ گذار سکتا؟ لیکن میں یہ کیوں لکھ رہا ہوں — ہم دونوں بہت جلد ایک دوسرے سے ملیں گے، ہماری زندگی نئے سرے سے شروع ہوگی اور سارا معاملہ صاف ہو جائیگا۔ مجھے تمہارا خط پڑھ کر کسی اور وجہ سے خوف محسوس ہو رہا ہے۔ اگر واقعی میری کسی بات پر ناراض ہو کر تم نے ایسا خط لکھا ہے تو یقیناً میرا رویہ مبہم رہا ہوگا اور میں نے صرف تمہارے ساتھ ہی نہیں بلکہ اس دوسری عورت کے ساتھ بھی زیادتی کی ہے جسے میں غالباً غلط باور کرا رہا ہوں۔ وہ جیسے ہی واپس آئے گی میں اس سے معافی مانگوں گا وہ دیہات میں گئی ہوئی ہے۔ مقامی گونسلیں جو پہلے صرف صوبوں اور ضلعوں کے صدر مقامات پر قائم تھیں اب ہر گاؤں میں قائم کی جا رہی ہیں۔ اور وہ اپنے آئینی دست کی مدد کرنے کے لئے گئی ہے جو ان قانونی تبدیلیوں کے سلسلہ میں انسٹرکٹر کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ تمہیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ اگرچہ ہم لوگ ایک ہی مکان میں رہ رہے ہیں۔ لیکن آج تک یہ بھی معلوم نہیں کہ اتنی پودا کا کمرہ کونسا ہے۔ میں نے یہ معلوم کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔

(۳)

میسلوزیدو سے دو سڑکیں نکلتی تھیں۔ ایک مشرق کو جاتی تھی۔ دوسری مغرب کو۔ ایک کچا راستہ تھا جو جنگل سے گذر کر زوشینو جاتا تھا جو اناج کی ایک چھوٹی منڈی تھی اور انتظامی اعتبار سے میسلوزیدو کا سب ڈویژن۔ حالانکہ ہر لحاظ سے وہ اس سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ دوسری پختہ سڑک تھی جو کھیتوں میں سے ہو کر گذرتی تھی اور بریوچی تک جاتی تھی جو یہاں سے نزدیک ترین ریلوے اسٹیشن تھا۔ جون کے مہینہ میں زوشینو ایک آزاد جمہوریہ بن گیا یہ جمہوریہ ایک مقامی چکی والے بلازیکو نے ۲۱۲ دیں پیدل فوج کے مفرور سپاہیوں کی مدد سے قائم کی تھی جو گرمیڑ کے دوران محاذ سے بھاگ آئے تھے وہ اپنے اسلحہ بھی ساتھ لائے تھے۔ اور بریوچی ہوتے ہوئے زوشینو پہنچے تھے۔ جمہوریہ نے عارضی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور باقی روس سے علیحدہ ہو گئی۔ بلازیکو نے جو کلیسا کا ایک مخالف عیسائی تھا اندر ایک زمانہ میں ٹالسٹائی سے خط و کتابت کی تھی اپنی ایک نئی علامت کے قیام کا اعلان کر دیا جہاں تمام املاک کو مجمع کر دیا گیا تھا اور سب لوگ اجتماعی طور پر کام کرتے تھے اور مقامی حکومت کو "منڈسول" کہا جاتا تھا۔ زوشینو کے بارے میں ہمیشہ

مختلف روایتیں اور مبالغہ آمیز باتیں مشہور تھیں۔ اس کا ذکر ان بہت سی تحریروں میں ملتا ہے جن کا تعلق ۱۳۱۲ھ کی خانہ جنگی سے ہے۔ اس کے چاروں طرف پھیلے ہوئے جنگل اس زمانے کے بعد بھی ڈاکوؤں کی پناہ گاہ تھے اس کے تاجروں کی خوشحالی اور زمین کی ناقابل اعتبار حد تک زرخیزی غرب الشمس تھی۔ بہت سے عام پسندیدہ عقائد، رسم و رواج اور بول چال کے مخصوص طریقے جو محاذ کے قریب اس تمام مغربی علاقہ کو ممتاز بناتے تھے، زیر تفتیش شروع ہوتے تھے۔ اب بلاذیکہ کے اعلیٰ نائب کے بارے میں حیرت انگیز قسم کی کہانیاں سننے میں آتی تھیں۔ کہا جاتا تھا کہ وہ بہرا اور گونگا ہے اور یہ کہ الہامی مدتع پر وہ بات چیت کرنے لگتا ہے اور پھر سے گونگا ہو جاتا ہے۔ جمہوریہ دو ہفتہ قائم رہی۔ جولائی میں حارثی حکومت کے وفادار سپاہیوں کا ایک قسمہ تنبیہ میں داخل ہوا۔ مفرور سپاہی بریوچی کی طرف پیچھے ہٹ گئے۔ جنکشن کے دونوں طرف ریلوے لائن کے کناروں کا جنگل ایک مرتبہ کئی میل تک صاف کر دیا گیا تھا۔ وہاں پرانے درختوں کے تنوں اور سڑی ہوئی لکڑی کے ڈھیروں اور درخت کاٹنے والے مزدوروں کی کچی جھونپڑیوں کے ملبہ کے درمیان ان مفرور سپاہیوں نے اپنا کیمپ قائم کر لیا۔

(۴)

وہ ہسپتال جس میں زوا گو اپنے علاج کے دوران رہا اور جہاں بعد میں ڈاکٹر گی حیثیت سے کام کیا اور جہاں سے وہ اب روانہ ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس مکان میں واقع تھا جو پہلے کاؤنٹس زبرنسکا کی رہائش گاہ تھا۔ اس نے یہ مکان ریڈ کراس کو جنگ شروع ہونے پر دیدیا تھا۔ یہ ایک دو منزلہ مکان قصبہ کے بہترین علاقہ میں واقع تھا۔ مکان سب سے بڑی سڑک اور چوک کے کنارے پر واقع تھا جو پلازہ کہلاتا تھا۔ جہاں گزشتہ زمانہ میں سپاہی پریڈ کیا کرتے تھے اور اب جلسے ہوتے تھے۔ وہاں سے اس پاس کا علاقہ صاف نظر آتا تھا۔ چوک اور سڑک کے علاوہ وہاں سے ملا ہوا فارم بھی دکھائی دیتا تھا (جو ایک خاندان کی ملکیت تھا جو اب تقریباً کاشتکاروں کی طرح رہتے تھے) اور کاؤنٹس کا پرانا باغیچہ بھی جو پشت پر واقع تھا۔ زرد و نو ضلع میں کاؤنٹس کی بہت بڑی جاگیر تھی۔ اور جب کبھی وہ کاروباری سلسلہ میں یہاں آتی۔ اس وقت اس مکان کو استعمال کرتی۔ اس کے علاوہ اس کے وہ مہمان بھی جو قرب و جوار سے موسم گرما میں زرد و نو آتے تھے یہیں ٹھیرا کرتے تھے۔ اب یہ مکان ایک ہسپتال تھا اور اس کی مالکہ پیٹرزبرگ میں قید تھی جہاں وہ مر گئی تھی۔

۲۱ کے عملہ میں سے اب صرف دو عورتیں رہ گئی تھیں۔ لاسٹینیا جو بارہ برس تھی اور لاوزیل ظری

جو پہلے کانونٹ کی لڑکیوں کی معلمہ تھی۔ اب ان لڑکیوں کی شادیاں ہو چکی تھیں۔ مادموزیل فلوری جس نے بال سفید، گال سرخ اور لباس بے ترتیب ہوتا تھا۔ سلیپر اور ڈھیلا ڈھالا پرانا المباکوٹ پہنے اِدھر سے اُدھر گھومتی رہتی تھی۔ وہ ہسپتال سے بھی اتنی ہی مانوس نظر آتی تھی جتنی کہ زیرلسکی خاندان میں تھی۔ وہ فرانسیسیوں کے انداز میں الفاظ چبا چبا کر ادا کرتے ہوئے لوٹی چھوٹی روسی زبان میں طویل کہانیاں سنایا کرتی اور ساتھ ہی ساتھ ڈرامائی انداز میں شکلیں بھی بناتی اور آخر میں زور زور سے قہقہے لگانے لگتی جن کا خاتمہ کھانسی کے دوروں پر ہوتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ عورتیں اتنی پیوا کا ظاہر اور باطن اچھی طرح جانتی ہے اور یہ کہ نرس اور ڈاکٹر دونوں طور پر ایک دوسرے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اسے جوڑے ملانے کا شوق تھا جو ملاپ ہونے کی خیال خصوصیت تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر اسے بہت زیادہ خوشی ہوتی۔ وہ ان کی طرف انگلی سے اشارہ کرتی اور انھیں دیکھ کر بے دقوفوں کی طرح آنکھیں مٹکانے لگتی تھی۔ اس کی ان حرکتوں سے اینی پیوا کو سخت حیرت ہوتی اور ڈاکٹر کو غصہ آتا تھا۔ لیکن سنکی لوگوں کی طرح مادموزیل اپنے موہوم خیالات پر سختی سے قائم تھی اور کسی قیمت پر ان سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں تھی۔

ادستینا اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب عورت تھی۔ اپنے بے ڈھنگے جسم کی وجہ سے وہ انڈے پر بیٹھنے والی مرغی کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ وہ خشک مزاج، کینہ توز اور بے حد سنجیدہ تھی لیکن اسکی سنجیدگی ایک ایسے تخیل پرست ذہن کا نتیجہ تھی جو عدسے زیادہ توہم پرست ہو۔ وہ زیوشینو میں پیدا ہوئی اور وہاں کے مقامی جادوگر کی بڑی تابعدار تھی۔ اسے لاتعداد ٹوٹکے یاد تھے اور وہ باہر جاتے وقت ہمیشہ پہلے چولھے اور تالے پر کچھ پڑھ کر ضرور پھونک دیا کرتی تاکہ اس کی غیر موجودگی میں اس کا مکان آگ اور بھوت پریت سے محفوظ رہے۔ وہ برسوں خاموش رہ سکتی تھی۔ لیکن ایک مرتبہ مشتعل ہو جانے پر پھر اسے کسی طرح قابو میں نہیں لایا جا سکتا تھا۔ اس کے اندر سچائی کی حمایت کرنے کا جذبہ شدت سے موجود تھا۔ زیوشینو کی تجہیز کے خاتمے کے بعد میلیوزیوو کی انتظامیہ کمیٹی نے طوائف الملوکی کے مقامی رجحانات کے خلاف ایک مہم چلائی۔ ہر رات پلازیر پر امن جلسے ہوتے۔ جن میں بہت کم تعداد میں ایسے شہری شرکت کرتے جن کے پاس اور کوئی کام نہیں تھا اور جو پرانے زمانہ میں فائر اسٹیشن کے باہر گپ لڑانے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ میلیوزیوو کی ثقافتی سوسیٹی ان کی ہمت افزائی کرتی تھی اور مقامی اور بیرونی مقررین کو مباحثہ میں حصہ لینے کی دعوت دیتی تھی۔ باہر سے آنے والے بولنے والے گونگے بہرے آدمی کی داستان کو بالکل نہ سمجھتے اور اپنے اس خیال کا

اظہار بھی کرتے تھے لیکن چھوٹے چھوٹے کاریگر، سپاہیوں کی بیویاں اور میلوزیود کے سابق ملازمین ان کی باتوں کو نہ نہیں سمجھتے تھے اور اس کی حمایت کرتے تھے۔ اس کی سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حمایت کرنے والی اوستینیا تھی۔ شروع شروع میں وہ عورتوں کی مخصوص خاموشی سے کام لیتی رہی۔ لیکن رفتہ رفتہ اس نے ہمت سے کام لے کر ان مقررین کو پریشان کرنا شروع کر دیا جن کے نظریات میلوزیود میں مقبول نہیں تھے۔ اور ہوتے ہوتے وہ ایک ماہر عوامی مقررین گئی۔

چوک کی آوازیں ہسپتال کی کھلی ہوئی کھڑکیوں میں سے اندر سنائی دیتی تھیں۔ اور خاموش اتوار میں وہاں ہونے والی تقریروں کے بعض حصے سمجھ میں بھی آسکتے تھے جب اوستینیا تقریر کرنے کھڑی ہوتی تو مادموزیل بھاگ کر کسی ایسے کمرے میں پہونچ جاتی جہاں لوگ بیٹھے ہوتے اور ان سے تقریر سننے کو کہتی تھی اور کسی عنادر کے بغیر اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں اسکی نقل کرنے لگتی۔ "بدامنی..... بدامنی..... زار کا حامی لیٹیرا..... زبوشی..... گونگا اور بہرا..... عنادر! عنادر! مادموزیل کسی پر ظاہر کئے بغیر پرجوش اور تیز گفتار اور جن کی قدر کرتی تھی۔ دونوں عورتیں ایک دوسری کو پسند کرتی تھیں حالانکہ وہ آپس میں ہمیشہ جھگڑتی رہتی تھیں۔

(۵)

یوری آندریچ جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ وہ ان مکانوں اور دفتروں میں گیا جہاں اس کے دوست تھے اور ضروری کاغذات کے لئے درخواست دیدی۔ اس موقعہ پر محاذ کے مقامی حلقہ کا نیا کومیسار فوج کی طرف جاتے ہوئے میلوزیود میں ٹھہرا۔ ہر شخص یہی کہتا تھا کہ وہ فنفنی ناتجربہ کار اور بالکل زنکا ہے نئے حملہ کی تیاری ہو رہی تھی۔ اور فوج کا حوصلہ بلند کرنے کے لئے زبردست کوشش کی جارہی تھی۔ انقلابی فوجی عدالتیں قائم کر دی گئی تھیں اور سزائے موت جو پچھلے دنوں ختم ہو گئی پھر بحال کر دی گئی تھی۔ روانہ ہونے سے پہلے ڈاکٹر کو مقامی کمانڈنٹ سے ایک کاغذ حاصل کرنا تھا۔ عام طور پر اسکے دفتر میں لوگوں کا زبردست ہجوم ہوتا۔ اور باہر سڑک تک لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ لوگوں کے بیچ میں سے راستہ نکال کر میزوں تک پہنچنا ناممکن تھا۔ اور سینکڑوں آوازوں کے شور میں کچھ سنائی نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن ایک دن جبکہ دفتر عوام کے لئے بند تھا۔ کلرک بیٹھے ہوئے خاموشی سے لکھ رہے تھے۔ انھیں کام کی بڑھتی ہوئی پیچیدگی پر غصہ آرہا تھا اور وہ ایک دوسرے کو طنزیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے کمانڈنٹ

کے کمرے سے ہنسنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کمرے کے اندر لوگوں نے اپنی وردیوں کے بٹن کھول دیئے ہیں اور ناشتہ کر رہے ہیں۔

جلیلن اندر کے کمرے سے نکل کر آیا۔ اس نے زواگو کو دیکھ کر اصرار کے ساتھ اسے بلایا کیونکہ ڈاکٹر کو ہر عورت کمانڈنٹ سے ملنا تھا۔ اس لئے وہ اندر چلا گیا۔ اس نے کمرے کو بہت زیادہ بدنظمی کی حالت میں پایا۔ اسٹیج کا مرکزی اداکار نیا کو میسار تھا جو اس وقت ہیرو بنا ہوا تھا۔ اس نے قمیص سنی پھیلا رکھی تھی۔ وہ اپنی ڈیوٹی دینے کی بجائے اس کاغذی حکومت کے عکمرانوں سے خطاب کر رہا تھا جس کا اسٹاف یا فوجی کارروائیوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ "یہ ہمارا ایک اور ہیرو ہے۔" کمانڈنٹ نے ڈاکٹر کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ مگر کو میسار نے جو بہت زیادہ مخوتھا پلٹ کر بھی نہیں دیکھا اور کمانڈنٹ اس کاغذ پر دستخط کرنے کے لئے مرزاجو ڈاکٹر نے اس کے سامنے رکھا تھا۔ اور ڈاکٹر سے اشارا کیا کہ وہ کمرے کے وسط میں بچھی ہوئی چوکی پر بیٹھ جائے۔ کمرے میں صرف ڈاکٹری ایک ایسا شخص تھا جو طبعی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ باقی سب لوگ پاؤں پھیلائے ہوئے آرام سے بیٹھے ہوئے یا نیم دراز تھے۔ کمانڈنٹ اپنی میز پر تقریباً لیٹا ہوا تھا۔ اس کا گال ہتھیلی پر ٹکا ہوا تھا اور وہ غور و فکر میں غرق معلوم ہو رہا تھا۔ بالکل بائرن کے انداز میں اس کا نائب جو ایک بھاری بھرکم اور طاقتور شخص تھا صوفہ کے ہتھے پر ٹکا ہوا بیٹھا تھا اور اس کی ٹانگیں صوفے پر اس طرح پھیلی ہوئی تھیں جیسے وہ گھوڑے پر ایک طرف پیر لٹکا کر سواری کر رہا ہو۔ جلیلن ایک کرسی پر ٹانگیں چبرے ہوئے بیٹھا تھا۔ اس کی بانہیں کرسی کی پشت کے گرد حالہ بنائے ہوئے تھیں اور اس کا سر بانہوں پر ٹکا ہوا تھا۔ نیا کو میسار اپنی کلائیوں کے بل کھڑکی کے اوپر چڑھ کر کود تا تھا اور چھوٹے چھوٹے تیز قدموں سے سارے کمرے میں ادھر سے ادھر بھاگتا پھرتا تھا۔ اسے ایک لمحے کے لئے بھی قرار یا سکون نہیں تھا۔ وہ برابر بولے جا رہا تھا۔ گفتگو کا موضوع برو چی کے مفرور فوجیوں کا مسئلہ تھا۔ نیا کو میسار بالکل ویسا ہی تھا جیسا زواگو کو بتایا گیا تھا۔ وہ دبلا پتلا اور خوبصورت شخص تھا۔ عمر شکل بیس سال سے کچھ ہی زیادہ ضرورت سے زیادہ پُرجوش اور اعلیٰ نظریا ۔ کا عامل۔ کہا جاتا تھا کہ وہ ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ نفاذ عش لوگوں کے خیال میں وہ سینٹ کے ایک ممبر کا بیٹا تھا اور وہ ان پہلے افسروں میں سے ایک تھا جنہوں نے اپنے دستے کو فروری میں دوما کی طرف بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ وہ جنس کہلاتا تھا۔ ڈاکٹر کی سمجھ میں اس کا نام بھی نہ آیا تھا۔ اور اس کا لب و لہجہ بیٹرزبرگ کا تھا جس میں بحیرہ بالٹک کے لوگوں کے

لہجہ کا بھی اثر پایا جاتا تھا۔

وہ ایک چست قسم کی وردی پہنے ہوئے تھا اور شاید اپنی کم عمری کی وجہ سے پریشان تھا اور عمر سے زیادہ بڑا نظر آنے کے خیال سے وہ اپنے چہرے پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ اور مصنوعی تمکنت پیدا کر لیتا تھا اور اپنے ہاتھ جیبوں کے اندر ڈالے رکھتا۔ اس طرح وہ ایک گھوڑ سوار فوج کے افسر کا چربہ دکھائی دینے لگتا۔ "ریلوے لائن کے قریب ایک قازق رجمنٹ پڑاؤ ڈالے پڑی ہے۔" کمانڈنٹ نے اسے بتایا۔ "یہ سرخ فوج کی رجمنٹ ہے اور وفادار ہے۔ اسے طلب کر کے باغیوں کو گھیر لیا جائے گا۔ اور یہ معاملہ ختم ہو جائے گا۔ کور کمانڈر چاہتا ہے کہ انھیں جلد سے جلد غیر مسلح کر دیا جائے۔" "قازق سمال ہی پیدا نہیں ہوتا!" کوسیار نے غصہ میں آ کر کہا۔ "یہ ۱۹۰۵ء کا زمانہ نہیں ہے۔ ہم وہ طریقے اختیار نہیں کریں گے جو انقلاب سے پہلے استعمال کئے جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں ہم ایک دوسرے سے متفق نہیں ہیں۔ تمہارے جنرلوں نے ضرورت سے زیادہ ہوشیار ثابت ہونے کی کوشش کی ہے۔ ابھی تک کیا کچھ نہیں کیا گیا۔ یہ محض ایک منصوبہ ہے، ایک تجویز۔"

"ہمارے اور ہائی کمان کے درمیان یہ طے پا گیا ہے کہ ہم فوجی کارروائیوں میں مداخلت نہیں کریں گے۔ میں قازق رجمنٹ کو طلب کرنے کا حکم منسوخ نہیں کر رہا ہوں۔ انھیں آنے دو۔ لیکن میں خود ہی اقدامات کروں گا جو عام سوجھ بوجھ کے مطابق ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے باقاعدہ مورچہ بنا رکھا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ بہرحال ایک قلعہ بند کیمپ تو ضرور ہے۔"

"یہ اور بھی بہتر ہے۔ میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔ میں اس خطرناک مقام اور ڈاکوؤں کے اڈے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ وہ باغی ہو سکتے ہیں بلکہ مفرور فوجی بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ وہ بھی عوام ہی میں سے ہیں اور عوام بچوں کی طرح ہوتے ہیں۔ انھیں سمجھنا ہوتا ہے۔ ان کی نفسیات کو سمجھنا پڑتا ہے۔ ان سے بہتر طریقہ پر کام لینے کے لئے صحیح طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ امان کے ذہنوں کے صحیح تاروں کو چھیڑنا ضروری ہے۔ میں جاتا ہوں امان سے صاف صاف باتیں کروں گا۔ تم دیکھو گے کہ وہ اپنی انھیں ٹکڑیوں پر واپس چلے جائیں گے۔ جہاں سے وہ فرار ہوئے تھے۔ تم میری بات پر یقین نہیں کرتے؟ شرط لگاتے ہو؟"

"مجھے حیرت ہے لیکن مجھے امید ہے کہ تم ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔"

"میں ان سے کہوں گا۔ خود میرا ہی معاملہ لو۔ میں اکلوتا بیٹا ہوں۔ اپنے والدین کی امید و کا مرکز۔ نے خود کو بھی نہیں بخشا۔ میں کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ میں نے ہر چیز کو ٹھوکرا دی ہے۔ نام، خاندان ریشن۔ میں نے یہ سب کچھ تمہاری آزادی کے لئے لڑنے کی غرض سے کیا ہے۔ ایسی آزادی جو دنیا ں دوسری قوموں کو نصیب نہیں ہے۔ میں نے ایسا کیا اور میرے جیسے بہت سے دوسرے نوجوانوں نے بھی یہی کیا۔ اور ہمارے شاندار آباؤ اجداد کی آخری نشانی۔ ان لوگوں کا تو ذکر ہی کیا جنہیں حوا حقوق کے لئے جدوجہد کے الزام کی پاداش میں یا تو جبری مشقت کے لئے سائبیریا بھیجا گیا یا پچلبرگ کے قلعہ ں قید کر دیا گیا۔ کیا یہ ہم نے اپنے لئے کیا ہے؟ کیا ہمیں مجبور کیا گیا تھا؟ اور تم جواب معمولی سپاہی نہیں ہو بلکہ دنیا میں پہلی انقلابی فوج کے مجاہد ہو۔ دیانت داری کے ساتھ اپنے آپ سے یہ سوال کرو یا تم نے وہ توقعات پوری کی ہیں جو اس قابل فخر پیشہ میں ہوتے ہوئے تم سے وابستہ تھیں؟ اس وقت جب کہ ہمارے ملک کے جسم سے خون رس رہا ہے اور ہمارا ملک دشمن کی ناپاک کوششوں کو ناکام بنانے ں لگا ہوا ہے۔ تم لوگ چند غیر اہم آدمیوں کی ٹولی کے ہاتھوں میں کھلونا بن گئے ہو۔ تم ایسے لوگوں کا گروہ ہو جو سیاست کا شعور نہ رکھتا ہو اور آزادی کی قدر و قیمت سے واقف نہ ہو ایسے شہدے جن سے کوئی بات بھی بعید نہیں ہوتی۔ تم اس روایتی خنزیر کی مانند ہو جسے کھانے کے کمرے میں آنے کی اجازت دیدی گئی تھی اور جو ایک دم کود کر کھانے کی میز پر چڑھ گیا تھا۔ اوہ، میں ان کی دکھتی رگ چھوؤں گا اور وہ لوگ اپنے آپ سے شرم محسوس کرنے لگیں گے۔"

"نہیں یہ بات خطرناک ہوگی۔" کمانڈنٹ نے نیم دلی سے اعتراض کیا اور ایسا کرتے ہوئے ایک تیز اور معنی خیز نظر اپنے آپ پر ڈالی۔

جلیئن نے کومیار کو اس کے اس احمقانہ خیال سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ وہ ۱۲۳ ویں یونٹ کے عاقبت نااندیش سپاہیوں کو جانتا تھا، محاذ پر وہ اسکی ڈویژن میں رہ چکے تھے لیکن کومیار نے ہر بات سننے سے انکار کر دیا۔

یوری آندریے وچ برابر اٹھ کر باہر جانے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ کومیار کی لایعنی گفتگو سے اکتا گیا تھا۔ پھر کمانڈنٹ اور اس کے نائب کے احمقانہ اور غلط استدلال بھی اس سے بہتر نہیں تھے وہ

دونوں ریاکار قسم کے موقع پرست تھے۔ ایک کی بے وقوفی دوسرے کی ذہانت سے کم نہیں تھی۔ اور اس کا اظہار ایسے الفاظ میں ہو رہا تھا جو فضول، صریح جھوٹ، تصنع آمیز اور زندگی کی حقیقتوں سے بالکل مبرا تھے۔ بعض وقت ہم بے معنی، دراکتشینے والی انسانی فصاحت و بلاغت اور ان تمام لطیف فقروں سے بچنے کی کس قدر خواہش محسوس کرتے ہیں تاکہ فطرت کے غیر تصنع آمیز ماحول میں پناہ لے سکیں یا تھکا دینے والی محبت و شفقت، اگر ہی نیند حقیقی موسیقی سے لطف اندوز ہو سکیں یا انسانی سمجھ بوجھ کا سہارا لے سکیں جو شدتِ جذبات کی وجہ سے بول چال سے عاری ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر کو یاد آیا کہ جلد ہی اسے انتی پودا سے باتیں کرنی ہیں۔ اگرچہ اس بات چیت کا ناخوشگوار ہونا لازمی تھا۔ لیکن اسے اس بات کی خوشی تھی کہ اس کا انتی پودا سے ملنا ضروری تھا۔ خواہ اس کی یہی قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔ وہ اس وقت تک واپس نہیں آئی ہوگی۔ لیکن موقعہ ملتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس طرح وہاں سے کھسک گیا کہ لوگوں نے اسے باہر جاتے نہیں دیکھا۔

(۶)

وہ واپس آ گئی تھی۔ مادموزیل نے اسے اطلاع دیتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ وہ تھکی ہوئی ہے۔ اس نے جلد جلد کھانا پکایا اور یہ کہتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی کہ اسے پریشان نہ کیا جائے۔ "لیکن اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو اوپر جا کر دروازہ کھٹکھٹا دیتی۔" مادموزیل نے مشورہ دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ ابھی وہ سوئی نہیں ہے۔" اس کا کمرہ کونسا ہے؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔ مادموزیل کو اس سوال سے اتنی حیرت ہوئی کہ وہ دم بخود رہ گئی۔ انتی پودا اوپر کی منزل میں راہداری کے آخری کمرے میں رہتی تھی۔ ان تمام کمروں سے آگے جن میں کاؤنٹس کا تمام فرنیچر مقفل تھا۔ یہاں ڈاکٹر کبھی نہیں گیا تھا۔ اندھیرا ہوتا جا رہا تھا۔ باہر پھیلے ہوئے مکانوں اور احاطوں کے سائے ایک دوسرے میں خلط ملط ہو رہے تھے۔ کھڑکیوں سے جگمگاتے ہوئے لیمپوں کی روشنی کے اندر باغ میں درختوں کے سائے بڑھتے جا رہے تھے۔ رات گرم تھی اور کافی حبس تھا۔ ذرا سا کام کرنے سے پسینہ آنے لگتا تھا۔ مٹی کے تیل کے لیمپوں کی ہلکی ہلکی مدھم روشنی باہر احاطے میں درختوں تک جا رہی تھی۔

ڈاکٹر زینے کے دوسرے تک پہنچ کر رک گیا۔ اسے خیال آیا کہ انتی پودا کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانا جبکہ وہ ابھی سفر سے واپس آئی تھی، ایک ناشائستہ سی بات ہوگی۔ بہتر ہے کہ بات چیت اگلے

روز کے لئے اتھار کھی جائے۔ چنانچہ کچھ تذبذب کے عالم میں وہ ٹہلتا ہوا راہ داری کے دوسرے سرے تک گیا جہاں ایک کھڑکی پڑوس کے صحن میں کھلی تھی اور باہر جھانک کر دیکھنے لگا۔ رات پرسکون اور پراسرار آوازوں سے معمور تھی۔ اس کے قریب ہی راہداری کے اندر سلیفی سے پانی برابر آہستہ آہستہ ٹپک رہا تھا۔ اور کھڑکی کے باہر کسی جگہ لوگ سرگوشیوں میں بات چیت کر رہے تھے۔ کہیں ترکاریوں کی کیاریوں میں کگرٹیوں کی کیاریوں میں پانی دیا جا رہا تھا۔ اور کنویں سے پانی کھینچتے ہوئے زنجیر کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔ تمام پھول ایک ساتھ مہک رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دن بھر اس سے ناواقف رہنے کے بعد زمین بھی اب ان کی خوشبو محسوس کر رہی تھی۔ اور کاؤنٹس کے صدیوں پرانے باغیچے سے جہاں اتنی زیادہ ٹوٹی ہوئی ٹہنیاں اور پتے پھیلے ہوئے تھے کہ وہاں سے گذرنا مشکل تھا۔ پرانے لیموں کے پودوں کی تیز خوشبو آ رہی تھی اور دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ سیدھی طرف احاطہ کے دوسری جانب سڑک سے عجیب شور سنائی دے رہا تھا۔ کسی گیت کے بول۔ کسی شرابی سپاہی کی بکواس اور دروازے کھٹکھٹانے کی آوازیں۔ کاؤنٹس کے باغیچہ میں کوؤں کے گھونسلوں کے پیچھے سے بہت بڑا چاند ابھرا۔ پہلے اس کا رنگ زرد تھا پھر نیلگوں کے رنگ سے ملتا جلتا تھا۔ پھر وہ بریوپی کی پانی کی ٹنکی کی طرح زرد ہو گیا۔

اور کھڑکی کے بالکل نیچے نئی کٹی ہوئی گھاس کی خوشبو جو یا کمینی چائے کی مانند تھی کوکی بوسے غلط ملط ہو رہی تھی۔ وہاں نیچے ایک گائے کھونٹے سے بندھی تھی جو دور کے ایک گاؤں سے لائی گئی تھی۔ وہ سارے دن چلتے چلتے تھک گئی تھی اور اسے اپنا گھر اور جگہ یاد آ رہی تھی جس کی وجہ سے اس نے ابھی تک اپنی نئی مالکہ کا دیا ہوا چارہ نہیں کھایا تھا۔ "ہو ہو۔ میں تجھے بتاتی ہوں کہ چارا کیسے کھایا جاتا ہے" اس کی مالکہ نے سرگوشی کے لہجہ میں اسے آمادہ کرتے ہوئے کہا۔ لیکن گائے نے اپنا سر ہلا دیا اور گردن ٹیڑھی کر کے آواز نکالی۔ اور میلوزیو کے سیاہ کھلیانوں کے پیچھے تارے جھلملانے لگے۔ اندھان کے اور گائے کے درمیان ہمدردی کے نظارہ سے رشتے قائم ہو گئے جیسے دوسری دنیا میں بھی مویشیوں کے باڑے موجود ہیں جہاں کوئی اس پر ترس کھا رہا ہو۔ زندگی کے سحر انگیز خمیر کے ساتھ ہر چیز میں ابال آ رہا تھا ہر چیز بڑھ رہی تھی اور پھیل رہی تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا کی مانند زندگی گذارنے کی حسرت کا جذبہ سارے میدانوں اور قصبوں۔ دیواروں اور احاطوں جنگل اور گوشت پوست میں سے گزرتا ہوا ہر طرف بڑھتا

تھا۔ اس خیال سے کہ کہیں وہ ان لمحوں میں بھی جب پوری آندرے دچ باہر چوک میں تقریر سننے چلا گیا۔

(۷)

اس وقت چاند کافی اوپر آگیا تھا۔ اس کی روشنی ہر چیز کو اس طرح ڈھانکے ہوئے تھی جیسے سفید روغن کی موٹی سی تہہ چڑھی ہوئی ہو۔ چوک کے گرد نصف دائرے میں بنی ہوئی دستوں والی سرکاری عمارتوں کے بڑے سائے زمین پر سیاہ قالینوں کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ جبکہ چوک کے دوسری طرف ہو ہا تھا۔ سماعت پر زور دینے سے تقریروں کا ایک ایک لفظ سنا جا سکتا تھا۔ لیکن ڈاکٹر اس منظر سے حسن سے مبہوت ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ فائر اسٹیشن کے باہر بنچ پر بیٹھ گیا۔ اور کچھ سننے کی بجائے اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ چوک سے پتلی پتلی گلیاں بھی تھیں جو آگے جا کر ختم ہو جاتی تھیں۔ گاؤں کی گلیوں کی طرح ان میں کچڑ کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں۔ اور ان کے دونوں طرف آڑے ترچھے چھوٹے چھوٹے مکان تھے بنے ہوئے بید کی باڑیں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ کھلی ہوئی کھڑکیوں میں سے مدھم روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ مکانوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے باغیچوں میں اناج کی سرخ بالیاں مکروں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان عورتوں کی طرح جو شب خوابی کے لباس میں ہوں۔ اور مکان کے اندر جس سے گھبرا کر تازہ ہوا کھانے باہر نکل پڑی ہوں۔

یہ چاندنی رات غیر معمولی قسم کی تھی۔ رسمل۔ مجمت پاش۔ روشن ضمیری کے تحفہ کی طرح۔ اچانک اس رومانوی اور افسانوی سکوت میں نپی تلی تال دار اور جانی پہچانی آواز سنائی دی۔ جو اس نے ابھی کچھ عرصہ پہلے سنی تھی۔ یہ ایک دلکش اور پر جوش آواز تھی جس سے قطعیت ظاہر ہوتی تھی۔ ڈاکٹر نے یہ آواز سنی اور فوراً پہچان گیا۔ کومیسہ جنس چوک میں جلسے سے خطاب کر رہا تھا۔ بظاہر میونسپلٹی نے اس سے کہا تھا کہ وہ اپنے اختیارات سے کام لے کر ان کی مدد کرے۔ گہرے جذبات کے ساتھ اس نے میلوزیوو کے لوگوں کو ان کے غیر منظم طرز عمل اور تباہ کن بالشویک اثرات قبول کرنے پر مطعون کیا اور کہا کہ بالشویک ہی پوشینو کے فسادات کے اصل ذمہ دار تھے۔ اسی جذبے کے ساتھ تقریر کرتے ہوئے جس کا اظہار اس نے کمانڈنٹ کے دفتر میں کیا تھا اس نے انھیں طاقتور اور بیرحم دشمن کے خطرے سے آگاہ کیا اور یاد دلایا کہ ان کا ملک اس وقت ایک دور ابتلا سے گزر رہا ہے۔ لیکن مجمع نے اس پر آوازے کسے اور اسے پریشان کرنا شروع کر دیا۔

خاموش رہنے کی اپیل کے ساتھ ساتھ آتجاجی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ گڑبڑ زیادہ

بڑھی تھی۔ ایک آدمی نے جو جنس کے ساتھ آیا تھا اٹھ کر صدر جلسہ سے کہا کہ دوسرے لوگوں کو تقریر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس نے حاضرین سے کہا کہ وہ خاموش رہیں۔ کچھ لوگوں نے اصرار کیا کہ ایک شہری عورت کو جو تقریر کرنا چاہتی ہے اجازت دی جائے۔ یہ عورت مجمع کے درمیان سے گذرتی ہوئی لکڑی کے کھلے ہوئے بڑھی جو ڈائس کا کام دے رہا تھا۔ اس نے کرسی پر چڑھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ نیچے ہی اس کے پاس کھڑی ہو گئی۔ لوگ اس عورت سے واقف تھے اور سب متوجہ ہو کر خاموش بیٹھ گئے۔ یہ عورت ڈوستیئیفا تھی۔

"کامریڈ کو میسار تم بھی۔ بوشیئیہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتے تھے۔" اس نے تقریر شروع کرتے ہوئے کہا۔

"اور الوداع ہوشیار بننے کا سوال ہے۔ تم نے ہم سے کہا کہ ہم ہوشیار رہیں اور دھوکا نہ کھائیں۔ لیکن حقیقت میں تم خود جیسا کہ میں نے تمہیں کہتے سنا ہے احتیاط سے لیسلے ہو۔ باشویک۔ منشویک تم سرف انھی سے متعلق بات کرتے ہو۔ باشویک منشویک۔ جہاں تک آئندہ جنگ کرنے اور ایکدوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہنے کا سوال ہے میں اسے بہت نیک کام سمجھتی ہوں۔ منشویک سب نہیں جو جنگ کام اور کھانے نزدیوں کو ملنے کا سوال ہے یہ چیز باشویک نہیں بلکہ صرف انسانی فطرت کی ہے اور جنگ اس کو نہ بدلے ہر شخص کا سوال ہے ہم اسکے متعلق سنتے سنتے تھک چکے ہیں ہر شخص اسی کی بات کرتا ہے اور تمہیں اس کی ضرورت ہے صرف یہی کہ اوقات کے لیے گونگا اور پھر اس نے اچانک بولنا شروع کر دیا اور تمہاری اجازت نہیں لی ہے جیسے یہ کوئی انوکھی بات ہو۔ سب جانتے ہیں کہ اس سے کہیں زیادہ حیرت انگیز باتیں ظہور میں آئی ہیں۔ مثال کے طور پر اس مشہور گدڑی کا معاملہ لو۔ "بدھ مذہب" کہتی ہے "میرے بیٹے اس راستہ پر مت جاؤ۔ میں تم سے درخواست کرتی ہوں۔ تم افسوس کرو گے۔" قنفوشی تو پر اس نے نہیں سنا اور چلتا رہا جس طرح تم سب کرتے ہو کہ یہ صرف ایک گونگے اور بہرے کا معاملہ ہے۔ اسی طرح وہ آدمی بھی سوچتا رہا کہ یہ ایک مذہبی ایک بے زبان جانور ہے اس کی بات سننے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اس نے اسے حقیر سمجھا۔ وہ دیکھو بوجھ لے کر کتنا بوجھل ہوا۔ تم سب جانتے ہو کہ اس کا انجام کیا ہوا!"

"کیا؟" کسی نے تعجب سے پوچھا

"بس اتنا ہی کافی ہے۔" ڈوستیئیفا نے بھڑک کر جواب دیا۔ "اگر تم مجھ سے بہت زیادہ سوالات کرو گے تو تم وقت سے پہلے بوڑھے ہو جاؤ گے!"

"یہ ٹھیک نہیں ہے۔ تم ہمیں بتاؤ۔" اس شخص نے اصرار کیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں تمہیں بتاؤں گی۔ تیجر ٹریڈ۔ وہ نمک کے ستون میں تبدیل ہو گیا۔"

"تم نے غلط کہا۔ وہ تو لاٹ تھا اور وہ لاٹ کی بیوی تھی۔" لوگوں نے شور مچایا۔ ہر شخص ہنسنے لگا۔ صدر نے جلسہ کو خاموش ہونے کو کہا۔ اور ڈاکٹر سو گیا۔

(۸)

وہ اپنی پوداسے لگے روز شام کو ملتے۔ دھلے ہوئے کپڑوں کا ایک ڈھیر رکھا ہوا تھا جن پر وہ استری کرتی تھی۔ اوپر کی منزل پر ایک بنی کمرے میں تھا جہاں سے باغیچہ نظر آتا تھا۔ وہاں سماوار دن میں پانی گرم کیا جاتا۔ کھانا پلیٹوں میں نکالا جاتا اور چھوٹی پلیٹیں کھٹی کرنے یا دیگر تلازیں بھیجی جاتی تھیں۔ وہاں بھی چینی، چاندی، اور شیشے کے برتنوں کی بہتات تھی اور لوگ اس کمرے کو اپنے فرصت کے اوقات گزارتے۔ اور اس کمرے کو ملاقاتی کمرے کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں کمرے کے اندر قریبی درختوں سے شگوفوں کی مہک پرانے پارک کی طرح سوکھی ہوئی ہنسوں اور پتوں کی خوشبو دواسٹریوں کی بھاپ سے خلط ملط ہو رہی تھی۔ اینی پینا، وہ دونوں باری باری ایک دوسرے کو استعمال کر رہی تھی اور ہر ایک کو باری باری پودھے پر رکھ دیتی تاکہ وہ گرم ہو۔ "تم نے رات کو کنڈلی کیوں نہیں کھٹکھٹائی۔ ادھر میں نے سمجھا تھا۔ لیکن تم نے اچھا کیا میں لیٹ گئی تھی۔ اور شاید تمہیں اندر نہ بلا سکتی۔ کیا حال ہے تمہارا؟ ذرا کونوں کا خیال رکھا۔ تمہارے سوٹ پر سیاہی نہ لگ جائے۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم سرے سپتال کے کپڑے دھوتی ہو۔"

"نہیں۔ ان میں میرے بھی بہت سے کپڑے ہیں۔ دیکھو نا! تم یا ابرنتھی چراتے رہتے ہو کہ میں میلو تریدو میں پھنس کر رہ گئی ہوں۔ لیکن اس مرتبہ میں نے بھی طے کر لیا ہے میں جا رہی ہوں۔ میں اپنی چیزیں اکٹھی کر رہی ہوں اور سامان باندھ رہی ہوں۔ جب یہ کام ختم کر لوں گی تو میں روانہ ہو جاؤں گی۔ میں یہاں نہیں ہونگی اور تم ماسکو میں۔ پھر ایک روز کوئی تم سے پوچھے گا کیا تم میلو تریدو نام کے کسی چھوٹے سے قصبے سے واقف ہو؟ اور تم کہو گے۔ مجھے کچھ یاد نہیں پڑتا۔ اور اینی پودا کون ہے؟ — میں نے تو یہ نام تک نہیں سنا۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔ ہاں تو تمہارا وعدہ پر ختم رہا ہوگا؟ دیہات کا کیا رنگ تھا؟"

"یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ یہ اسٹریاں بھی کتنی جلدی ٹھنڈی ہو جاتی ہیں! ذرا وہ دوسری اسٹری لے کے اٹھا دو وہ رہی، ادھر بال۔ ادھر یہ اسٹری ذرا دہاں رکھ دو۔ شکریہ۔ ہر گاؤں مختلف ہے۔ اس کا انحصار گاؤں والوں پر ہے جس دیہات کے لوگ محنتی ہیں، مشقت کرتے ہیں۔ وہ گاؤں برا نہیں ہوگا۔ اور میں سمجھتی ہوں جس دیہات کے لوگ شرابی ہیں، وہ گاؤں بیچارا اجاڑ ہوتا ہے جسے دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔"

"بہبود! شرابی! جیسے تم بہت کچھ جانتی ہو! بات یہ ہے کہ وہاں کوئی بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ تمام مرد فوج میں ہیں۔ نئی کونسلوں کا کیا حال ہے؟"

"شراب بور کے بارے میں تمہارا خیال غلط ہے۔ میں تم سے متفق نہیں ہوں۔ رہیں نئی کونسلیں تو کونسلوں کے معاملے میں تو بہت زیادہ گڑبڑ ہونے والی ہے۔ ہدایات پر عمل نہیں ہو سکتا۔ عمل کرنے والے ہیں کہاں؟ کاشتکاروں کو اس وقت صرف زمینوں کے مسئلہ میں دلچسپی ہے..... میں روزانہ تین میل پیدل چلتی تھی کتنی خوبصورت جگہ ہے۔ تمہیں وہاں جانا چاہیئے..... گذشتہ موسم بہار میں اس کا کچھ حصہ جل گیا تھا اور لوٹ لیا گیا تھا۔ کھلیان جل گیا ہے۔ پھلوں کے باغ خاکستر ہو چکے ہیں اور کچھ مکانوں پر توپ کی سیاہی چڑھی ہوئی ہے۔ میں زیادہ عرصہ نہیں رہی بلکہ جا نہیں سکی۔ میں ہر شخص سے کہتا ہے کہ وہ پارسل گونگا بہرا شخص واقعی موجود ہے۔ وہ اس کا حلیہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ دوان اور خیمہ بستہ ہے۔"

"رات اوستینیا چوک میں اسی حمایت میں تقریر کر رہی تھی۔"

"میں جیسے ہی وہاں سے واپس آئی۔ روزدونوسے کچھ اور پرانا فرنیچر گیا۔ میں نے اپنے کمرے کو سرتاپہ بھر چکی ہوں کہ اسے بیچنے دیں جیسے ہمارے پاس خود اپنا کافی فرنیچر نہیں ہے۔ اور آج ہی کمانڈنٹ کے دفتر سے ایک سپاہی ایک پرچہ لے کر آیا ہے وہ لوگ پابندی کا پابند کا سیٹ اور جو بھی لگا اس چاہتے ہیں۔ صرف ایک رات کے لئے میرے فرنیچر اٹھا لے جائیں گے۔ یہ سالا ہے کہ ایسے کمرے میں کتنی ہوں اس لئے آدھا فرنیچر بھی کیسے دے دوں گی۔ پھر لڑائی میں کیا کچھ نہیں ہوتا ہے ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ لوگ ایک پارٹی کرنے والے ہیں کسی کے تو لے جائیں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ تجھ گیا۔ نیا کوئی سیارہ گیا ہے۔ وہی بڑھاوے کی صحت پر اثر نہ ہو گیا ہے یہ لوگ مزدوری سے لمبا چلتے ہیں۔ کہ انھیں گھر کر ان سے سمجھ لیں۔ یہ کوئی بالکل دودھ پیتا

بچھے۔ مقابلہ تکام قاذ کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اس کے خلاف ہے۔ وہ ان سے دل کھول کر گفتگو کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ عام بچوں کی مانند ہوتے ہیں اور نہ جانے کیا کیا۔ وہ اسے ایک طرح کا کھیل سمجھتا ہے۔ بلیسن نے اس سے بحث کرنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا کہ وہ جنگل میں رہ گئے اور درندوں کو پھر سے یہ معاملہ ہم پر چھوڑ دے۔ اس نے کہا۔ لیکن اگر اس جیسے آدمی کے دماغ میں کوئی بات نہ آجائے تو پھر کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ کیا تم میری بات سنو گی؟ ذرا ایک منٹ کے لئے اسٹری کرنا بند کر دو۔ دیکھو یہاں بہت سلڈ کافی گرم ہو گی۔ اسے روکنا ہمارے بس کا روگ نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہونے سے پہلے ہی تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔"

"کچھ بھی نہیں ہونگا۔ تم مبالغہ سے کام لے رہے ہو۔ اور پھر میں تو بہرحال جا ہی رہی ہوں۔ لیکن میں یونہی ٹیکہ دکھا کر تو یہاں سے روانہ نہیں ہو سکتی۔ مجھے سالان کی باقاعدہ فہرست داخل کرنی ہے۔ میں نہیں جانتی کہ ایسے معلوم ہو جیسے میں کچھ چرا کر بھاگ رہی ہوں۔ اور مجھ سے چالان کون سے گا۔ یہی ایک سبب ہے میں نہیں جانتی کہ ایسے موقع فہرست تیار کرنے میں مجھے کتنی دقت اٹھانی پڑی ہے اور اسکے علاوہ مجھے دوائیوں کا الیاس ہی بل ہیں۔ میں نے زیرنگا کیا کی چیزیں ہسپتال کی فہرست میں شامل کر دیں۔ کیونکہ حکم کا مطلب یہی سمجھا جا سکتا تھا۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تاکہ اس سلان کو اس کی سابقہ حالت کے لئے بچا کر رکھ سکوں۔ کتنی ذلیل بات ہے۔"

"برتنوں اور کپڑوں کی فکر چھوڑو۔ ان پر لعنت بھیجو۔ یہ وقت ان چیزوں کے لئے پریشان ہونے کا نہیں ہے۔ وہ، کاش میں کل رات ہی تم سے مل لیا ہوتا۔ میرا موڈ اتنا اچھا تھا کہ میں تمہیں ہر چیز کے متعلق بتا دیتا اور تمام سوالوں کے جواب دے دیتا۔ تم یہ جانتی ہو نا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ میں واقعی یہ سب کچھ بتا دیتا اپنے سینہ کا بوجھ ہلکا کر لیتا اور تمہیں اپنی بیوی کے متعلق بتا جاتا۔ اور لڑکے کے متعلق اور خود اپنے متعلق۔۔۔ آخر ایک جوان رو ایک نوجوان عورت سے کسی قسم کے شوق و شباب سے پہلے کئے بغیر کیوں بات نہیں کر سکتا؟ اس پر گزشتہ زیادتی کا شبہ کیوں کیا جاتا ہے۔ خیر اب تم یہ باتیں چھوڑ دو۔ ہاں لیکن تم اپنا کام جاری رکھو۔ کھیت سے اسٹری کرتی رہو۔ میری پیدائش سے کہ میں باتیں کرتا ہوں تمہیں کچھ باتیں کرنے کی کھلی دعوت دے رہا ہوں۔ ذرا سوچو تو ہمارے ارد گرد کیا ہو رہا ہے اور یہ کہ تم اور میں ایسے دور میں زندگی گذار رہے ہیں۔ جب ازل سے اب تک صرف ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے۔ ذرا

خیال تو کرو۔ سارے روس کے سر سے سایہ اٹھ گیا ہے۔ اور تم اور میں اور سب رنگ کھلے میں بیٹھے ہیں! اور ہماری حیرانی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ آزادی! کتنی آزادی۔ محض خلا خلا! بیتی ہی نہیں باقی آزادی جو آسمان سے ٹپکتی ہے۔ آزادی جو ہماری توقع سے بھی زیادہ ہے۔ آزادی جو اتفاق سے اور غلط فہمی میں مل گئی ہے۔

"اور ہر شخص کتنا عظیم ہے اور کتنا اکیلا اور بھٹکا ہوا! تم نے دیکھا ہے جیسے خود اپنے بوجھ تلے دب گیا ہو۔ اپنی عظمت کا احساس ہونے پر۔ میں تم سے کہتا ہوں استری کے جاؤ باتیں مت کرو تم آتا تو نہیں گئی ہو۔ لاؤ میں تمہاری استری تبدیل کر دوں۔ رات میں چوک میں ہونے والا جلسہ دیکھنے تھا۔ ایک غیر معمولی منظر دیکھا میں نے۔ مادر وطن روس گامزن ہے۔ حرکت پذیر ہے۔ وہ ساکت نہیں رہ سکتی۔ وہ بے چین ہے اسے آرام نصیب نہیں۔ وہ بول رہی ہے۔ اور خاموش نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بات نہیں ہے جیسے صرف عوام ہی باتیں کر رہے ہوں۔ سنا ہے اور درخت بھی ملتے ہیں۔ اور باتیں کرتے ہیں۔ پھول راتوں کو فلسفیانہ گفتگو کرتے ہیں۔ پتھروں سے بنے ہوئے مکان جلسے کرتے ہیں۔ اس سے تمہیں انجیل کا خیال آ گیا ہوگا۔ ٹھیک ہے یہ پیغمبروں کا یہ زمانہ۔ کیا سینٹ پال کا یہ ارشاد تمہیں یاد ہے؟ تم زبانوں سے بولو گے اور پیشینگوئیاں کرو گے۔ سمجھے بوجھنے کی صلاحیت سے کہیں زیادہ!"

"میں جانتی ہوں کہ ستاروں اور درختوں کے جلسے کرنے سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ میں یہ سب سمجھتی ہوں۔ ایسا میرے ساتھ بھی ایک مرتبہ ہوا تھا۔"

"کچھ کام تو جنگ نے کیا۔ رہی سہی کسر انقلاب نے پوری کر دی۔ جنگ زندگی میں ایک توڑ پھوڑ بنی ہوئی تھی۔ جیسے زندگی کو کچھ دیر کے لئے الگ کیا جا سکتا ہو۔ کیا مماثلت ہے! انقلاب بہرحال طوفان کر آ ہی گیا۔ ایک آندھی کی طرح جو کائی کی موٹی تہہ کو اڑا دیتی ہے۔ ہر شخص کے اندر ایک نئی روح پیدا ہو گئی نئی زندگی مل گئی۔ ہر شخص بدل گیا۔ کایا پلٹ گئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر شخص دو انقلابوں سے گذرتا ہے۔ اس کا اپنا ذاتی انقلاب اور ایک عام انقلاب۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوشلزم کے سمندر کا اور یہ تمام دھارے۔ یہ نجی انفرادی انقلابات بہہ کر اس میں آ گرتے ہیں۔ زندگی کے سمندر خود روی کے سمندر میں۔ میں نے کہا تھا زندگی۔ لیکن میرا مطلب ایسی زندگی سے ہے جسے تم ایک عظیم تصویر میں دیکھتے ہو۔ جو کسی عظیم فن کار کی قسمتی تخلیق ہو۔ لیکن اب عوام نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ اس

زندگی کا تجربہ کتابوں اور تصویروں میں نہیں بلکہ اپنی ذات پر کرنا ہے۔ تجملی طور پر نہیں بلکہ عملی طور پر۔"

اس کی آواز اچانک کانپنے لگی جس سے اس کا بڑھتا ہوا اضطراب ظاہر ہوتا تھا۔ انتی پودنے استری کرنا بند کر دیا اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ اس سے گھبرا گیا۔ اور بھول گیا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔ ایک لمحہ کی تحیر خیز خاموشی کے بعد وہ تیزی سے سب کچھ بکنے لگا جو اس کے ذہن میں آ رہا تھا۔ "ان دنوں راست بازی کی زندگی گذارنے کی خواہش میرے دل میں کروٹیں لے رہی ہے۔ میں تخلیقی کام کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس تمام بیداری کا ایک جزو بننا چاہتا ہوں۔ اور پھر ان تمام مسرتوں کے ہنگامہ میں تمہاری پراسرار اور رنجیدہ نظریں مجھے دکھائی دیتی ہیں جو خدا جانے کہاں بھٹک رہی ہیں۔ کہیں دور۔ میں چاہتا ہوں کاش ایسا نہ ہو۔ میری کس قدر خواہش ہے کہ تمہارے چہرے سے مجھے پتہ چلے کہ تم اپنی قسمت پر خوش ہو۔ اور یہ کہ تمہیں کسی شخص سے کسی چیز کی تمنا یا خواہش نہیں ہے۔ کاش کوئی ایسا شخص جو تمہارے قریب ہو تمہارا دوست یا تمہارا شوہر۔۔۔ بہتر تو یہی ہوگا کہ وہ ایک سپاہی ہو۔ میرا ہاتھ تھام کر کہے کہ میں تمہارے مستقبل کے بارے میں فکر کرنا چھوڑ دوں۔ اور تمہیں اپنی توہمات سے پریشان نہ کروں۔ لیکن میں اپنا ہاتھ چھڑا کر گھوم جاؤں گا۔۔۔۔ اوہ میں اپنے آپ کو کیوں گیا ہوں۔ اوہ مجھے معاف کر دو۔" ڈاکٹر کی آواز ایک بار پھر اس کی کیفیت قنبی کی غمازی کرنے لگی۔ اس نے تمام جذبہ ختم کر دی اور پریشانی محسوس کرتے ہوئے اٹھ کر کھڑکی کے قریب چلا گیا۔ کھڑکی کی سنڈیر پر جھک کر اپنا گال ہاتھ پر ٹیکے ہوئے وہ خود فراموش نظروں سے تاریک باغیچہ میں گھورتا رہا۔ اور اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہا۔

انتی پودا استری کرنے کے تختہ کے گرد چکر کاٹ کر گئی جو میز اور دوسری کھڑکی کے درمیان رکھا تھا اور کمرے کے بیچ میں اس سے چند قدم پیچھے رک گئی۔ "مجھے ہمیشہ سے اسی چیز کا خوف رہا ہے۔" اس نے نرمی سے کہا جیسے خود اپنے آپ سے کہہ رہی ہو۔ "مجھے نہیں چاہیئے تھا۔۔۔۔ نہیں۔ یوری آندریے وچ! ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اوہ ذرا دیکھو تو تم نے مجھ سے کیا کرا دیا!" اس نے کہا۔ وہ بھاگ کر تختہ کے پاس گئی جہاں استری کے نیچے سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ ایک بلاؤز جل گیا تھا۔ اس نے جھک کر استری اسکے اسٹینڈ پر پٹخ دی۔ "یوری آندریے وچ" وہ کہنے لگی "سمجھداری سے کام لو۔ ایک منٹ کے لئے ماضی کے پاس جاؤ۔ ایک گلاس پانی پیو اور واپس آ جاؤ۔ میں نے جب تمہیں آج تک پایا ہے اور میں چاہتی

ہوں گا آئندہ بھی ویسے ہی ہو۔ کیا تم سن رہے ہو؟ دیکھو تنگ نہ کرو۔ میں جانتی ہوں کہ تم ایسا کر سکتے ہو۔ مہربانی کرکے ایسا ہی کرو۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں۔ پھر ان کی اس قسم کی کوئی گفتگو نہیں ہوئی اور ایک ہفتہ بعد وہ ویسا ہی روتا دھوتا وہاں سے روانہ ہو گئی۔

(۹)

کچھ عرصہ بعد زوگو بھی گھر روانہ ہو گیا۔ جس روز وہ روانہ ہوا اس سے قبل رات کو ایک خوفناک طوفان آیا۔ ہوا کی سنسناہٹ اور مینہ برسنے کی آوازیں سنی جا رہی تھیں۔ بارش کبھی تیزی سے مکانوں کی چھتوں پر ہوتی اور کبھی بدلتی ہوئی ہوا کی وجہ سے اس کا رخ سڑک کی طرف ہو جاتا تھا۔ بادل برابر گرج رہے تھے۔ مسلسل چمکتی ہوئی بجلی کی روشنی میں سڑک دور دور تک صاف صاف دکھائی دیتی تھی اور بھیگتے ہوئے درخت بھی سی سمت میں جھکے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ آدھی رات کو بجلی کی آنکھ مچولی کے دوران سے سامنے کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے سے کھل گئی۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی اور سننے لگی۔ کھٹکا لگاتار ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا کیا اسپتال میں کوئی دوسری نرس باقی نہیں رہا۔ جو اٹھ کر دروازہ کھول دے؟ کیا ہمیشہ ہر کام اسے ہی کرنا ہوگا۔ بے چاری بوڑھی عورت صرف اس لئے کہ قدرت نے اسے قابل عزت بنا دیا ہے اور اسے اپنے فرائض کی ذمہ داری کا احساس تھا۔ آخر یہ تو تسلیم کر لیا کہ یہ مکان کسی زمانہ میں دولت مند سرمایہ داروں کی ملکیت تھا لیکن پھر اسپتال کا کیا ہوا؟ کیا یہ عوام کا نہیں ہے، کیا یہاں کا اپنا نہیں ہے؟ وہ کس سے اسکی دیکھ بھال کرنا چاہتے ہیں؟ مثال کے طور پر نرسوں کا کام کرنے والے مرد کہاں ہیں؟ ہر شخص بھاگ گیا ہے۔ نہ تو اردلی تھے۔ نہ نرسیں تھیں۔ نہ ڈاکٹر تھے اور نہ کوئی دوسرا شخص تھا۔ لیکن مکان میں زخمی لوگ پھر بھی موجود تھے۔ غیر ملکوں کے آدمی جراحی کے کمرے میں لیٹے تھے۔ جہاں کسی زمانہ میں ڈریسنگ روم تھا اور نیچے فائرنگ کے قریب اسٹور کا کمرہ پیچش کے مریضوں سے بھرا ہوا تھا اور وہ غریب عورت اذیت ناک گھومنے پھرنے گئی ہوئی ہے۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ طوفان آرہا ہے۔ لیکن کیا اس خیال سے وہ رک گئی؟ اب اس کے پاس رات باہر گذارنے کے لئے ایک اچھا بہانہ موجود ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ کھٹ کھٹ بند ہو گئی۔ یہ لوگ سمجھ گئے ہیں کہ کوئی جواب نہیں دے گا اور انھوں نے دروازہ کھٹکھٹانا بند کر دیا ہے۔ ایسے موسم میں کسی شخص کو باہر نکلنے کی کیا ضرورت تھی..... یا یہ ستیناس ہے لیکن اس کے پاس تو اس کی اپنی کنجی تھی۔ اوہ خدا! انھوں نے پھر کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔ کیسے گدھے

ہیں! زرداگو سے یہ امید نہیں ہو سکتی کہ وہ کچھ سن سکے گا۔ وہ کل جا رہا ہے۔ اس کے خیالات پہلے ہی اسکو میں یا سفر میں گم ہیں۔ لیکن جلیلن کو کیا ہوا؟ اس تمام شور میں وہ کس طرح سو سکتا ہے یا لیٹ سکتا ہے۔ یہ سوچتے ہوئے کہ آخر میں وہ ایک مکروہ اور بوڑھی عورت نیچے جائے گی۔ اور اس خطرناک گاؤں میں اس خوفناک رات کو خدا جانے کس کے لئے دروازہ کھولے گی۔

جلیلن! ۔۔۔ اسے اچانک یاد آیا نہیں ایسی حماقت کی بات اس نے صرف اس لئے سوچی کیونکہ وہ خود نیم بیدار ہے۔ جلیلن وہاں نہیں ہے، وہ تو کافی دور جا چکا ہوگا۔ کیا اس نے خود زرداگو کے ساتھ مل کر اسے نہیں چھپایا تھا؟ اس فوجی افسر کا شہری جیسا بھیس نہیں بدلوایا تھا؟ اور پھر اسے ضلع کی تمام سڑکوں اور گاؤں کے متعلق بتایا تھا تاکہ اسے بچ کر بھاگنے میں مدد مل سکے۔ اسٹیشن پر بیش آنے والے اس خوفناک واقعے کے بعد جبکہ لوگوں نے کوہیار جنس کو مار مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ اور بریوچی سے میلوزیو ونک سارے راستے جلیلن کا پیچھا کیا تھا۔ اس پر گولی چلائی تھی اور پھر سارے قصبہ میں اسے تلاش کرتے پھرے اس کا اس طرح بھیس بدل کر بھاگ جانا ضروری ہو گیا تھا۔ اگر وہ موٹریں نہ ہوتیں تو قصبہ میں ایک چھپی ہوئی بات نہ رہتا۔ ایک بکتر بند ڈویژن اُدھر سے گذر رہا تھا اور اسی نے ان شر انگیز آدمیوں کو روکا۔

طوفان کا زور کم ہو رہا تھا۔ اب بادلوں کی کڑک ویسی مسلسل نہیں تھی۔ اس کی آواز اب مدہم پڑ چکی تھی اور فاصلے سے آتی ہوئی سنائی دے رہی تھی۔ بارش کبھی کبھی رک جاتی۔ اس وقت پانی آہستہ آہستہ پتوں پر سے گرتا ہوا اور گندی نالیوں میں سے بہتا ہوا سنائی دے رہا تھا۔ دور بجلی چمکنے سے لاموزیل کے کمرے میں روشنی ہو جاتی۔ جو اس طرح ادھر ادھر پھرتی جیسے کسی چیز کو تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ اچانک، صدر دروازے پر کھٹ کھٹ کچھ دیر بند رہنے کے بعد پھر شروع ہو گئی۔ کسی شخص کو فوری امداد کی ضرورت تھی۔ اور وہ مایوس ہو کر برابر کھٹکھٹائے جا رہا تھا۔ ہوا پھر تیز ہو گئی اور بارش ہونے لگی۔ "آ رہی ہوں"۔ لاموزیل نے نامعلوم شخص سے مخاطب ہو کر چلاتے ہوئے کہا اور اپنی آواز سے وہ خود خوفزدہ ہو گئی

اچانک اسے خیال آیا کہ وہ کون ہو سکتا ہے۔ پیر نیچے لٹکا کر سلیپر پہنتے ہوئے اس نے اپنا لبادہ اپنے کاندھوں پر ڈال لیا اور تیزی سے زرداگو کو اٹھانے کے لئے چلی گئی۔ کیونکہ اس نے سوچا کہ گردہ بھی اس کے ساتھ نیچے گیا تو وہ اتنا خوف محسوس نہیں کرے گی۔ لیکن وہ کھٹکا سن چکا تھا اور ہاتھ میں ایک لالٹین لئے ہوئے پہلے ہی نیچے آ رہا تھا۔ ان دونوں کے ذہن میں ایک ہی خیال آیا۔ "زرداگو، زرداگو!"

کوئی صدر دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ میں کرسی پیچھے جاتے ہوئے ٹوٹتی ہوں۔" اس نے فرانسیسی زبان میں چلا کر کہا اللہ پھر وہی زبان میں کہنے لگی۔ "تم دیکھنا یہ یا تو لارا ہے یا انفینٹ جلیئن۔"

کھٹکے سے خبردار ہو کر لوری آئیے دیوے کو بھی یقین تھا کہ کھٹکا کرنے والا کوئی اس کا واقف شخص ہی ہوگا یا تو جلیئن، ہو گا بھاگتے بھاگتے تھوڑے سے روک دیا گیا ہوگا اور اب وہ پناہ لینے کے لئے آیا ہے۔ یا پھر نرس بیتی ہوگی جو کسی وجہ سے اپنا سفر جاری نہیں رکھ سکی ہوگی۔ ہال میں ڈاکٹر نے موم بتی سادموزیل کو دیدی چٹخنی کھولی اور چابی گھمائی۔ ہوا کے ایک تیز جھونکے سے دروازہ ایک دم کھل گیا۔ موم بتی بجھ گئی اور وہ لوگ بارش کی سرد یو چھاڑ میں تر بتر ہو گئے۔ "کون ہے؟ کون ہے؟"

مادموزیل اور ڈاکٹر نے تاریکی کی طرف منہ کر کے باری باری چلا کر پوچھا۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ اچانک کھٹکا ایک اور جگہ ہونے لگا۔ کیا اب پچھلے دروازہ پر ہو رہا تھا یا جیسا کہ ان کا خیال تھا، باغیچہ میں کھلنے والی فرانسیسی طرز کی کھڑکی پر؟ "ہوا ہوگی" ڈاکٹر نے کہا۔ "لیکن فداالمینان کے لئے پیچھے بھی دیکھ لینا چاہیئے۔ تم دیکھ آؤ۔ میں ٹھہرتا ہوں ممکن ہے واقعی کوئی ہو۔" مادموزیل مکان کے اندر چلی گئی اور ڈاکٹر باہر جا کر دروازہ کی چھت کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئی تھیں اور وہ صبح ہونے کے آثار دیکھ سکتا تھا۔

مقبرہ پر بادل اس طرح بھاگ رہے تھے جیسے ان کا تعاقب کیا جا رہا ہو، وہ اتنے نیچے تھے کہ بالکل درختوں کی چوٹیوں کو چھوتے ہوئے معلوم ہوتے تھے جو ایک ہی سمت میں اس طرح جھکی ہوئی تھیں کہ بالکل جھاڑو کی مانند معلوم ہو رہی تھیں جو آسمان کو صاف کر رہی ہو۔ بارش، مکان کی لکڑی کی دیوار پر کوڑے چلا رہی تھی اور اس کا بھورا رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ مادموزیل واپس آ گئی۔ "تو پھر؟" ڈاکٹر نے کہا۔ "تم ٹھیک کہتے تھے۔ کوئی بھی نہیں ہے۔" وہ سارے مکان کا چکر لگا کر آئی تھی۔ درخت کی ایک شاخ نے اسٹور کے کمرے کی کھڑکی سے ٹکرا کر ایک شیشہ توڑ دیا تھا اور فرش پر بہت سا پانی پھیلا ہوا تھا۔ اور اس کمرے کا بھی جس میں لالارا کرتی تھی یہی حال تھا۔ وہاں تو سمندر بنا ہوا ہے اور باقاعدہ سمندر۔" اور اس طرف دیکھو، ایک ٹوٹی ہوئی جھلمل ہے جو دریچے سے ٹکرا رہی ہے گیا تم اسے دیکھ سکتے ہو؟ بس یہی کچھ تھا۔" انھوں نے تھوڑی بہت باتیں کیں۔ دروازہ مقفل کیا اور اپنے کمروں میں واپس چلے گئے۔ دونوں کو افسوس تھا کہ ان کا خوف بے بنیاد ثابت ہوا۔

انھیں یقین تھا کہ جب وہ دروازہ کھولیں گے تو اُن کی بوڑھی ماں سکڑی اور سر سے پیر تک برش میں آ جائے گی۔ وہ اندر آئے گی، ان سے دو چار سوالات کریں گے، اور وہ اندھیرے کوٹ اتار کر اندر آ جائے گی۔ لباس تبدیل کرے گی، اور پھر نیچے آ کر باورچی خانے کی انگیٹھی کے سامنے جاب بھی گرم ہو گی۔ اپنا بدن خشک کرے گی، پھر وہ اپنے ان بچے ہوئے انھیں اپنے کارنامے سنائے گی۔

انھیں اس کا اتنا زیادہ یقین تھا کہ صدر دروازہ مقفل کرنے کے بعد بھی انھیں یہ خیال آیا کہ وہ ایک آبی ہمزاد کی شکل میں مکان کے باہر موجود ہے اور اس کا تصور انھیں پریشان کرتا رہا۔

(۱۰)

یہ ایک عام روایت تھی کہ ریوچی کا ٹیلیگراف کلرک کولیا فرڈنکو اسٹیشن پر ہونے والی گڑبڑ کا ذمہ دار تھا۔

کولیا جو میلیوزیوو کے ایک مشہور گھڑی ساز کا لڑکا تھا۔ اپنے بچپن کے ابتدائی دور ہی سے میلیوزیوو میں کافی مشہور تھا۔ بچپن میں وہ کچھ ملازموں کے ساتھ روزدنوں میں رہا تھا اور کاؤنٹس کی بیٹیوں کے ساتھ کھیلا تھا۔ اسی زمانے میں اس نے فرانسیسی زبان سیکھی تھی۔ مادموزیل فلیوری بھی اسے اچھی طرح جانتی تھی۔ میلیوزیوو میں ہر شخص اسے بغیر کوٹ اور ہیٹ کے اور کینوس کے جوتے پہنے ہوئے ہر موسم میں بائیسکل پر گھومتے ہوئے دیکھنے کا عادی ہو چکا تھا۔ اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر وہ سڑک پر تیزی سے بائیسکل چلاتا اور ساتھ ہی ساتھ ٹیلیگراف کے کھمبوں اور تاروں کو غور سے دیکھتا جاتا تھا۔ میلیوزیوو کے بعض مکانوں میں ٹیلیفون کا سلسلہ ایک برانچ لائن سے ملا ہوا تھا اور ریچیسا جنکشن پر تھا۔ اسٹیشن کے سوئچ بورڈ پر تمام کالیں کولیا ملایا کرتا تھا۔ وہاں وہ بہت مصروف رہتا تھا۔ کیونکہ نہ صرف اس کے پاس ٹیلیفون اور ٹیلیگراف ہی کا کام تھا بلکہ اسٹیشن ماسٹر پوارو جن کچھ دیر کے لئے غیر حاضر ہو جاتا تو ریلوے سگنلوں کی دیکھ بھال بھی اسی کو کرنی پڑتی تھی جن کا انتظام اسی کنٹرول روم سے ہوتا تھا۔

مختلف مشینی آلات پر کام کرتے رہنے سے کولیا نے بول چال کا ایک خاص طریقہ اختیار کر لیا تھا جو غیر واضح بے ربط اور اٹکا ہوا تھا۔ اس طرح اگر وہ چاہتا تو آسانی سے سوالات کے جواب دینے یا بات چیت کرنے سے احتراز یا خواہ مخواہ باتیں کر سکتا تھا۔ کبھی کبھی ایسے بھی روز فسادات ہوئے اس نے اپنے ان اختیارات سے بہت ناجائز فائدہ اٹھایا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ معلومات بہم نہ پہنچا کر

اس نے جلیلن کے نیک ارادوں کو ناکام بنا دیا۔ اور غالباً نادانستہ طور پر حالات کو ایک تباہ کن رنگ دیدیا تھا۔ جلیلن نے فقیہ سے ٹیلیفون کر کے کہ میسار خنس سے بات کرنی چاہی تھی جو اسٹیشن پر یا اس کے قریب ہی کہیں موجود تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ اس کے پاس آ رہا ہے اور اس سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ اس کا انتظار کرے۔ اور اس کے آنے تک کچھ نہ کرے۔ کولیانے یہ بہانہ کیا کہ وہ ایک نئے ڈیزل ٹرین کا سگنل شے رہا ہے اور کو میسار کو بلانے سے انکار کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے ٹرین کے پہنچنے میں تاخیر پیدا کرنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ اس ٹرین میں فارق سپاہی آ رہے تھے جنہیں بریوچی طلب کیا گیا تھا۔ لیکن جب فرج آگئی تو بھی اس نے اپنی پریشانی کو چھپانے کی کوشش نہیں کی۔

ریل کا انجن پلیٹ فارم کی تاریک چھت کے نیچے آہستہ آہستہ چلتا ہوا کنٹرول روم کی بڑی کھڑکی کے سامنے آکر ٹھہر گیا۔ کولیا نے سبز سرج کے پردے کھینچ دیے جن پر کمپنی کا مونوگرام کڑھا ہوا تھا۔ پانی کا بڑا سا جگ اٹھایا جو کھڑکی کی سل پر تھالی میں رکھا ہوا تھا، موٹے شیشہ کے گلاس میں تھوڑا سا پانی انڈیلا۔ گی گھونٹ پیئے اور باہر دیکھنے لگا۔ انجینئر نے اپنی گاڑی سے دیکھا اور دوستانہ طریقہ پر ہاتھ ہلایا "بدمعاش۔ ذلیل۔" کولیا نے نفرت سے سوچا۔ اس نے اپنی زبان باہر نکال دی۔ اور گھونسا دکھایا انجینئر نہ صرف اس کے اشارے سمجھ گیا بلکہ اپنے کندھے جھٹک کر اور ٹرین کی طرف سر سے اشارہ کر کے یہ بتانے میں بھی کامیاب ہو گیا کہ "میں کیا کر سکتا تھا؟ اگر تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے؟ وہ حاکم ہے" پھر بھی تم ایک ذلیل انسان ہو" کولیا نے اشاروں میں جواب دیا۔ ہنہناتے ہوئے گھوڑے سال کے ڈبوں سے باہر نکالے گئے۔ لکڑی کے تختوں پر ان کے سموں کی کھٹاپٹ کے بعد ان کی ٹھوں کی آواز پتھریلے پلیٹ فارم پر گونجنے لگی اور انھیں لگاموں سے پکڑ کر ریلوے لائن کے پار پہنچا دیا گیا۔ پٹریوں کے آخری سرے پر لکڑی کے ناکاں ڈبوں کی دو قطاریں تھیں۔ بارش کی وجہ سے ان کا سرخ رنگ بالکل دھل کر صاف ہو گیا تھا۔ اور دھاندلے سے گل گئے تھے یا دیمک زدہ تھے۔ اس طرح اب ان کے اور جنگل کی لکڑی کے درمیان پرانا رشتہ قائم ہو گیا تھا۔ جنگل ریل کی پٹریوں کے ہونے سے شروع ہوتا تھا جو کائی اور چیڑ کے درختوں سے بھرا ہوا تھا اور اوپر سے بادل سایہ کئے ہوئے تھے۔

کمانڈر کا حکم ملتے ہی فارق اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور گھوڑے دوڑتے ہوئے کھلی جگہ پر پہنچ

گئے۔ ۲۱۲ دیں رجمنٹ کے باغیوں کو گھیر لیا گیا۔ کھلے میدان کے مقابلہ میں جنگل میں گھوڑ سوار ہمیشہ زیادہ لمبے اور پر وقار نظر آتے ہیں۔ پیدل فوج کے سپاہی انھیں دیکھ کر مرعوب ہو گئے۔ حالانکہ ان کے کچھ مجبور یوں کی رائفلیں بھی موجود تھیں۔ قازقوں نے اپنی تلواریں کھینچ لیں۔ گھوڑے ایک دائرے کی شکل میں کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے اندر لکڑی کا ایک ڈھیر تھا۔ جنس اس ڈھیر پر چڑھ گیا اور محصور فوجیوں سے خطاب کرنے لگا۔ حسب معمول اس نے سیاسیات فرائض۔ مادر وطن اور دوسرے بہت سے اعلیٰ موضوعات پر تقریریں کیں لیکن اس کی تقریر سننے والے اس کے ان خیالات سے متاثر نہیں ہوئے۔ وہاں بہت سے لوگ تھے۔ انھیں جنگ میں بہت زیادہ نقصان اور تکالیف پہنچی تھیں۔ وہ بے انتہا خستہ حال تھے اور جنس ان کے سامنے جو نظریات پیش کر رہا تھا۔ ان سے وہ کافی عرصہ قبل عاجز آ چکے تھے۔ چار مہینے سے دائیں اور بائیں بازو کے لوگ انھیں برابر جیت لینے کی کوشش کر رہے تھے جس کے نتیجہ میں یہ سادہ لوح خراب ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ مقرر کے غیر ملکیوں جیسے نام اور لہجے نے بھی انھیں برگشتہ کر دیا تھا۔ اس کا لہجہ بیکرہ بالٹک کے ساحلی علاقہ میں رہنے والوں جیسا تھا۔ جنس نے محسوس کیا کہ اس کی تقریر طویل ہوتی جا رہی ہے۔ اسے خود اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا لیکن اس نے سوچا کہ اسے اپنے خیالات سننے والوں پر واضح کر دینے چاہئیں حالانکہ وہ بجائے شکر گذار ہونے کے اس سے بے تعلقی اور اکتاہٹ کا اظہار کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ اس کا غصہ بڑھتا گیا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ان سے کھری کھری باتیں کہے گا اور دھمکیاں بھی دے گا جن سے ابھی تک اس نے کام نہیں لیا تھا۔ برستی ہوئی بوچھاڑ کی پرواہ کئے بغیر اس نے مفرور سپاہیوں کو یاد دلایا کہ انقلابی فوجی عدالتیں قائم ہو چکی ہیں اور سزائے موت کی دھمکی دیتے ہوئے ان سے کہا کہ وہ ہتھیار ڈال دیں اور اپنے لیڈروں کو انقلابیوں کے حوالے کر دیں۔ اس نے کہا کہ اگر انھوں نے انکار کیا تو اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ غدار اور اوندھی کھوپڑی کے خیر خواہ ہیں۔ لیکن یہ لوگ اس قسم کے لہجہ میں باتیں سننے کے عادی نہیں رہے تھے۔

سینکڑوں آوازوں نے مل کر شور مچایا۔ ان میں سے کچھ ہلکی آوازیں بھی تھیں جن سے غصہ ظاہر نہیں ہوتا تھا: "اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ خاموش ہو جاؤ۔ بس اتنا کافی ہے" لیکن متشدد اور جذباتی قسم کے لوگ باقی لوگوں پر حاوی آ گئے تھے۔ "اس کی ہمت تو دیکھو! بالکل پرانے زمانہ کی سی باتیں! یہ افسر لوگ اب بھی ہمیں اپنے پاؤں کی دھول سمجھتے ہیں۔ اچھا تو ہم باغی ہیں؟ اور یور ایکسیلنسی تم خود

کیا ہو؟ اس کی پرواہ مت کرو۔ یہ تو قطعی طور پر جرمن ہے۔ جاسوس ہے۔ اپنے اداسیر زادے ہمیں اپنے کاغذات کو دکھاؤ اور تم لوگ حیرت سے منہ پھاڑے کیا دیکھ رہے ہو بڑے صاحب آئے ہیں۔ کیا کہیں گے؟ اس کے بعد وہ لوگ قازقوں سے مخاطب ہو گئے۔ "تم لوگ امن قائم کیے آئے ہو۔ خوشی کرو ہمیں باندھو۔ اپنا کھیل شروع کر دو۔ لیکن قازقوں کو بھی جنس کی یہ عمل تقریر پسند نہیں آئی تھی۔ وہ ان سب کو ذلیل سمجھتا ہے۔ وہ بڑبڑائے۔ "اپنے آپ کو آقا اعلیٰ مالک خیال کرتا ہے۔ پہلے ایک ایک کر کے اور پھر ان میں سے زیادہ تر سپاہیوں نے اپنی تلواریں میانوں میں رکھنی شروع کر دیں۔ وہ ایک ایک کر کے اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ جب ان میں سے زیادہ تر سپاہی اتر گئے تو وہ ایک غیر منظم مجمع کی صورت میں کھلے میدان کی طرف بڑھے اور ۲۱ ویں رجمنٹ کے باغی سپاہیوں نے دوستانہ انداز میں جائزہ لیا۔ "تم فوراً یہاں سے خاموشی کے ساتھ کھسک جاؤ۔" قازق افسروں نے پریشانی کے عالم میں جنس سے کہا۔ "تمہاری کار اسٹیشن پر ہے۔ ہم وہ تمہارے لئے بھیج دیں گے۔ جلدی کرو۔" جنس روانہ ہو گیا لیکن وہ محسوس کر رہا تھا کہ اس طرح چھپ کر نکل جانا اس کے وقار کے منافی ہو گا۔ اس لئے وہ علانیہ اسٹیشن کی طرف چل پڑا۔ وہ بہت گھبراہٹ اور غصّے کے عالم میں تھا لیکن اپنی خودداری سے مجبور ہو کر سکون کے ساتھ آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ وہ اسٹیشن کے قریب پہونچ گیا تھا۔ جنگل کے سرے پر پہونچ کر جب ریل کی پٹریاں اسے نظر آنے لگیں۔ اس نے پہلی مرتبہ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ سپاہی رائفلیں لٹکائے اس کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ "یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟" اس نے سوچا اور اپنی رفتار تیز کر دی۔ اس کا تعاقب کرنے والوں نے رفتار تیز کر دی۔ ان کا درمیانی فاصلہ بھی اسی قدر رہا۔ اسے پرانے اور بوسیدہ ٹٹے دکھائی دیئے۔ وہ ان کے پیچھے ہو گیا اور بھاگنے لگا جس ٹرین میں قازق آئے تھے اس لائن پر سے ہٹا دیا گیا تھا۔ لائنیں صاف تھیں۔ اس نے بھاگتے ہوئے ان لائنوں کو پار کیا اور پلیٹ فارم پر چڑھ گیا۔ اسی وقت پرانے ڈبوں کے پیچھے سے پے ہی بھی بھاگتے ہوئے نکلے۔ پراری خزانہ کو لیا چلا چلا کر اسے ہاتھ ہلا ہلا کر اس سے کہہ رہے تھے کہ وہ اسٹیشن کی عمارت میں گھس جائے جہاں وہ اسے بچا سکتے ہیں لیکن ایک مرتبہ پھر اس احساس خودداری جو اس کا خاندانی اور نسلی ورثہ تھا اور جو اس کی زندگی کی ایک خصوصیت تھا جاگ اٹھا اور اسے ایسی قربانی دینے پر مجبور کرنے لگا جو اس موقعہ پر بالکل غیر متوقع تھی۔ اس طرح جو خاندان کے تمام دوسرے افراد پسند کرتے۔ اس کا دل بہت تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو پلیٹ فارم کی

آخری کوشش کی۔ اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "مجھے چیخ چیخ کر ان لوگوں سے کہنا چاہیئے۔ تم لوگ ہوش میں آؤ۔ تم جلتے ہو کہ میں جاسوس نہیں ہوں۔ دل سے نکلے ہوئے ایک دو الفاظ سن کر وہ ہوش میں آجائیں گے؟"

گذشتہ چند مہینوں میں جو تمدنی اقدام اور جذباتی تقریر کے متعلق اس نے یہ خیال قائم کر لیا تھا کہ وہ اسے یا صرف کرسی پر گرا سکتی ہے جس پر چڑھ کر مجمع کو مخاطب کیا جا سکتا ہے اور اپیل کی جا سکتی ہے۔ سٹیشن کے دروازے پر گھنٹی کے نیچے پانی کا ایک پیپہ رکھا ہوا تھا کہ آگ لگ جانے کی صورت میں کام آسکے۔ اس پر ڈھکن مضبوطی سے ڈھکا ہوا تھا۔ جنس اس پیپے کے اوپر چڑھ گیا اور نئے سپاہیوں کو مخاطب کر کے تقریر کرنے لگا۔ جوشیلا لیکن موثر تھی۔ اس کی مصنوعی آواز سن کر اور اس کے پاگل پن کی حد تک جرأت مندانہ اقدام کو دیکھ کر، جب کہ وہ دو قدم آگے بڑھ کر آسانی سے سٹیشن میں پناہ لے سکتا تھا سپاہی بھی حیرت زدہ رہ گئے اور ایک دم چلتے چلتے رک گئے۔ انھوں نے اپنی رائفلیں نیچی کر لیں لیکن جنس جو ڈھکنے کے سرے پر کھڑا ہوا تھا پھسل گیا۔ ڈھکنا ٹوٹ گیا تھا۔ اس کی ایک ٹانگ پانی میں اور دوسری پیپے کے کنارے پر لٹک گئی۔ اسے اس طرح بے دست و پا طریقے سے پیپے کے سرے پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر سپاہیوں نے ہنسنے لگائے اور ان میں سے ایک نے جو سب آگے تھا، جنس کی گردن میں گولی ماردی۔ اور اس سے پیشتر کہ دوسرے سپاہی دوڑ کر قریب آتے اور اس کے جسم میں اپنی سنگینیں پیوست کرتے وہ ختم ہو چکا تھا۔

(۱۱)

مادموزیل نے کولیا کو سینیون کے بمبار دہ اسکوجنے والی ٹرین میں ڈاکٹر زداگ کے لئے ایک اچھی سیٹ کا انتظام کرنے۔ اور اسے دیکھ لی کہ اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو وہ اس کی پول کھول دیگی۔ کولیا جب معون کسی اور سے گفتگو میں مشغول تھا۔ اور اس کی بات چیت کے مختصر وقفوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کسی تیسرے آلہ پر خفیہ زبان میں کوئی پیغام دے رہا ہے۔ "پسکوف، پسکوف، کیا تم میری آواز سن سکتے ہو؟ کیسے باغی؟ کیسی مدد؟ تم کیا باتیں کر رہی ہو، مادموزیل؟ مہربانی کر کے ٹیلیفون بند کر دو۔ پسکوف، پسکوف تیس، عشاریہ صفر ایک پانچ۔ اوہ لعنت لائن کٹ گئی۔ ہو تو آواز سنائی نہیں دیتی کیا یہ سچ مچ کی بول رہی ہو، مادموزیل؟ میں تم سے کہہ دیا ہیں نہیں کر سکتا۔ پولانسکی خود سے کہو پاگل

جھوٹ، من گھڑت۔ چھیں..... اوہ لعنت۔ تیلیفون رکھ دو، ماسکو زیل کہہ رہی تھی۔ "تم میری آنکھوں میں دھول مت جھونکو۔ لیسکوف لیسکوف یہ سب بکواس ہے میں بہتیرا اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ کل تم ڈاکٹر کو ٹھیک طرح سے ٹرین میں بھجاؤ گے اور اب میں ایک لفظ بھی نہیں سنوں گی۔"

(۱۲)

جس روز یوری آنندے دچ روانہ ہوا۔ اس دن بہت حبس تھا۔ ویسا ہی طوفان آنے والا تھا۔ جیسا دو روز قبل آیا تھا۔ اسٹیشن کے قریب گاؤں کے قریب جوار میں جہاں سورج مکھی کے بیج پھیلے ہوئے تھے مٹی کے جھکڑ پڑتے اور بطخیں آسمان کی سیاہی میں سفید اور خوفزدہ دکھائی دیتی تھیں۔ اسٹیشن کے سامنے اور دونوں طرف وسیع میدان میں پھیلی ہوئی گھاس بالکل کچلی ہوئی تھی۔ کیونکہ بہت سے لوگ جمع تھے جو منتوں سے ٹرینوں کا انتظار کر رہے تھے۔ بوڑھے آدمی جو کھردرے قسم کے گرم کوٹ پہنے ہوئے تھے خبروں اور افواہوں کی تلاش میں دھوپ میں اِدھر اُدھر پھر رہے تھے۔ چودہ سال کی عمر والے لڑکے جو اداس دکھائی دے رہے تھے کہنیوں کے بل لیٹے ہوئے ٹہنیاں دانتوں سے چبا رہے تھے جیسے وہ مویشی ہوں۔ اور ان کے چھوٹے بھائی اور بہنیں ڈھیلی ڈھالی قمیضوں میں اِدھر سے اُدھر ننگے بھاگتے پھر رہے تھے۔ ان کی مائیں تنگیں سامنے کو پھیلائے ہوئے زمین پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ اور انھوں نے اپنے ننھے بچوں کو اپنے خالی اور بے دل کولوں کے اندر چھپا کر سینوں سے لگا رکھا تھا۔

"جیسے ہی گولیاں چلنا شروع ہو گئیں سب بھیڑوں کی طرح منتشر ہو گئے۔ انھوں نے ہمارا پیچھا نہیں کیا۔ اسٹیشن ماسٹر نے کسی ہمدردی کے جذبہ کے تحت ہمیں دو ڈبے دے دیئے۔ وہ دونوں لاشوں کی قطاروں کے درمیان چل رہے تھے جو صدر دروازہ کے سامنے زمین پر اور اسٹیشن کے اندر فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔" پلک جھپکانے میں ہر شخص گھاس پر سے ہٹ گیا۔ زمین ہر ایک مرتبہ دکھائی دینے لگی۔ ان خانہ بدوشوں کی وجہ سے ہم چار مہینے سے زمین نہیں دیکھ سکے تھے اور یہ تک بھول گئے تھے کہ وہ کیسی تھی۔ وہ اس جگہ پڑا ہوا تھا بہت تعجب کی بات ہے۔ میں جنگ میں ہر طرح کی خوفناک باتیں دیکھ چکا ہوں جس سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ میں ہر چیز کا عادی ہوں۔ لیکن نہ جانے کیوں مجھے بیحد افسوس ہوا۔ یہ اس لئے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس نے ان لوگوں کے ساتھ کیا کیا تھا۔ لیکن یہ لوگ انسان نہیں ہیں

لوگ کہتے ہیں کہ وہ اپنے باپ کا چہیتا بیٹا تھا۔ اب ادھر وہ میرے دفتر میں چلے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس ٹرین میں جگہ ملنے کی امید نہیں ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ ہجوم آپ کو کچل کر رکھ دے گا۔ میں آپ کو ایک لوکل ٹرین سے بھیج دیتا ہوں۔ ٹرین تیار ہو رہی ہے۔ لیکن اس کے متعلق میں اس وقت تک منہ سے نہ نکالئے۔ جب تک آپ ٹرین میں سوار ہونے کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔ ہو گا ٹرین تیار ہونے سے پہلے ہی اسے توڑ کر برابر کر دیں گے۔ آپ کو آج رات سونی پت میں گاڑی بدلنی ہو گی۔

(۱۳)

جب ننھی ٹرین ریلوے شیڈ میں سے نکل کر اسٹیشن پر آئی تو سامنے کی لائنوں پر آگیا۔ لوگ ریلوے کے سگنلز کی طرف لڑھکتے ہوئے آئے۔ پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے بنچوں یا بنچوں پر کود کر بیٹھنے لگے یا کھڑکیوں کے راستے اندر گھس آئے اور چھتوں پر چڑھ گئے۔ ٹرین ذرا سی دیر میں کھچا کھچ بھر گئی اور جب پلیٹ فارم پر اکیلی تنہا صرف کھچا کھچ بھری ہوئی تھی بلکہ مسافر اوپر سے نیچے تک۔ ہر طرف لٹکے ہوئے تھے۔ اور یہ معجزہ ہی تھا کہ ڈاکٹر پلیٹ فارم پر اور وہاں سے اندر ٹرین میں پہنچ گیا۔

سونی پت تک تمام راستہ وہ اسی جگہ اپنے سامان پر بیٹھا رہا۔ آسمان جس پر طوفان کے آثار تھے صاف ہو گیا تھا۔ کھیتوں میں ہمالیہ کی برف سے پھیلی ہوئی ٹھنڈی بھینگر شور مچا رہے تھے۔ جس سے گاڑی کا شور بھی ہم ہو گیا تھا۔ ان مسافروں نے جو کھڑکیوں کے پاس کھڑے ہوئے تھے باقی مسافروں کو بڑی مشکل سے بچا رکھا تھا ان کے دونوں اطراف کی کھڑکیوں کے فریم اور نیچے پر بیٹھے تھے۔ اور دونوں طرف باہر لٹکے ہوئے تھے۔ سامنے کی کھڑکیوں سے گذرتے ہوئے سلسلے میں مگن ہو گئے تھے۔ ہر طرف لوگ چلا رہے تھے گا رہے تھے اور ناچ رہے تھے۔ ٹرین کی باہر کے مسافروں کا شور اس میں اضافہ کر دیتا۔ آوازوں کی پیچیدگی سے کانوں کے پردے پھٹ جاتے تھے جیسے سمندری طوفان کا شور ہوتا ہے اور سمندر کی سطح کی مانند ہی، اچانک سکون بھی ہو جاتا۔ اس ناقابل وضاحت سکوت میں پلیٹ فارم پر تیزی سے چلتے ہوئے قدموں کی آواز، سامان کے ڈبے کے باہر بحث و مباحثہ، لوگوں کے ادھر ادھر کے جملے، دور سے آتی ہوئی خدا حافظ کی آوازیں اور اسٹیشن کے باہر پھیریوں کی گٹ گٹ اور خوانچوں کی مہر آمیز مہک سنائی دیتی تھی۔

پھر اچانک کھڑکیوں کے راستے ایک جانی پہچانی سی خوشبو آنے لگی۔ جیسے پوری آنے سے دیر کوئین پر کوئی تار بھیجا گیا ہو یا کوئی پیغام ہو جو میلیوز یو سے آیا ہو۔ یہ خوشبو ایک طرف کی جگہ سے اور نیچی جھاڑیوں کی سطح کے اوپر سے آ رہی تھی۔ اور اس کی لطافت ہر ایک چیز پر غالب آ گئی۔ کھڑکیوں کے پاس مجمع ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر درختوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن اس کا خیال تھا کہ وہ نزدیک ہی کہیں اُگے ہوئے ہیں اور ان کی بھاری ٹہنیاں ریل کے ڈبے کی چھتوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اور ان کے پتے جو گزرنے والی ٹرینوں سے اڑنے والی دھول سے اَٹے ہوئے ہیں اور چھوٹے چھوٹے چمکدار پھول ہر طرف کھل رہے ہیں۔ سارے راستے بار بار ایسا ہوتا رہا۔ ہر اسٹیشن پر چیختے چلاتے ہوئے لوگوں کا مجمع ہوتا تھا اور ہر جگہ لیموں کے درخت تھے جن پر پھول کھلے ہوئے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر جگہ موجود رہنے والی خوشبو اس سفر پر ٹرین سے آگے آگے شمال کی طرف چل رہی تھی جیسے یہ کوئی ہوا تھی جو چھوٹے سے چھوٹے مقامی اسٹیشن تک پہونچ جاتی تھی اور وہاں مسافروں کے پہونچنے کا انتظار کرتی جو اسے سنکر اس کی تصدیق کر دیتے تھے۔

(۱۴)

اس رات سوئی کچی میں ایک ریلوے قلی جس کی ہمدردی کی عادت جنگ کے زمانہ میں بھی تبدیل نہیں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر کو اپنے ساتھ لے کر اندھیرے میں ریل کی پٹریوں پر سے ہوتا ہوا ایک ٹرین کے پاس لے گیا جو اسی وقت آئی تھی۔ اور اسے سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں بٹھا دیا۔ ابھی اس نے ڈبہ کھولا ہی تھا اور ڈاکٹر کا سامان ٹھیک طرح سے اندر رکھنے بھی نہیں پایا تھا کہ گنڈ کٹر وہاں پہونچ گیا اور سامان باہر اٹھا کر پھینکنے لگا۔ ڈاکٹر کا سمجھانے بجھانے میں کامیاب ہو گیا اور وہ وہاں سے چلا گیا۔ یہ پراسرار ٹرین ایک اسپیشل تھی جس کی رفتار کافی تیز تھی اور اسٹیشنوں پر بہت کم ٹھیرتی تھی۔ ٹرین پر ایک سخت محافظ دستہ بھی سفر کر رہا تھا اور ڈاکٹر کا ڈبہ تقریباً خالی تھا۔ ڈاکٹر کے ڈبہ میں ایک موم بتی روشن تھی جو ایک چھوٹی سی میز پر رکھی ہوئی تھی۔ اس کا شعلہ کھلی ہوئی کھڑکی سے آنے والی ہوا میں کانپ رہا تھا۔ یہ موم بتی ڈاکٹر کے دستہ کا ایک سپاہی لئے ہوئے تھا جو ایک سیاہ بالوں والا نوجوان تھا۔ اور اس کے ہاتھ پیروں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ اس کا قد کافی لمبا ہے۔ اس کے ہاتھ پیروں کے بڑے زیادہ مضبوط نہیں معلوم ہوتے تھے۔ وہ کھڑکی کے قریب ایک کونے کی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن جب ڈاکٹر اندر آیا تو وہ اٹھ کھڑا ہو گیا اور پھر نہیں کر بیٹھ گیا

نرسی چادر کی قمیص کا کوئی ٹکڑا اس کی سیٹ کے نیچے رکھا ہوتا تھا۔ اس کا ایک کونا لا اور اس کے اندر سے ایک بٹے کانوں والا کتا باہر نکلا۔ اس نے پوری آندرے پیرچ کو سونگھا اور سلام کے ڈبہ میں دوڑنے لگا لیکن فوراً ہی اپنے مالک کا اشارہ پاکر وہ پھر سیٹ کے نیچے گھس کر بیٹھ گیا۔ تب اس وقت پوری آندرے ویچ کی نظر اس دونالی بندوق پر پڑی جو کیس کے اندر رکھی ہوئی تھی۔ اس کے پاس ہی چمڑے کے کارتوسوں کی پیٹی اور شکاری تھیلا بھی تھا جو ڈبہ میں ایک کھونٹی پر لٹک رہا تھا۔ یہ تھیلا شکار سے بھرا ہوا تھا جس سے ظاہر ہو گیا کہ نوجوان شکار کھیلنے گیا ہوا تھا۔ وہ بہت زیادہ باتونی تھا۔ اور مسکراتے ہوئے اس نے ڈاکٹر کو فوراً باتوں میں لگا لیا۔ باتیں کرتے وقت وہ برابر ڈاکٹر کا منہ تکے جاتا تھا۔

اس کی آواز بھاری اور کرخت تھی۔ جو کبھی کبھی بلند چیز کی طرح بھی سنائی دیتی۔ اس کی بول چال میں ایک اور خاص بات یہ تھی کہ اگرچہ وہ صاف طور پر روسی ہی معلوم ہوتا تھا لیکن وہ بعض الفاظ فرانسیسی کی طرح ادا کرتا تھا۔ بعض الفاظ ادا کرنے کے لئے اسے زور لگانا پڑتا تھا اور وہ ایسے الفاظ دوسرے لفظوں کے مقابلہ میں زیادہ بلند آواز سے ادا کرتا تھا۔ اور ایسا کرتے ہوئے "چیں" کی سی آواز نکلتی تھی۔ کبھی کبھی وہ کوشش کرکے اپنی اس خامی کو دور کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتا تھا لیکن پھر اسی طرح بولنے لگتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ ڈاکٹر نے سوچا "مجھے یقین ہے کہ میں نے اس کے متعلق پڑھا ہے۔ اور ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے مجھے معلوم ہونا چاہیئے، لیکن اس وقت مجھے خیال نہیں آرہا۔ اسکی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ بقیناً یوں چال کا نقص کسی دماغی مرض کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اسے "چیں" کی یہ آواز اتنی مضحکہ خیز معلوم ہوئی کہ وہ اپنی ہنسی مشکل ہی سے ضبط کر سکا۔ "بہتر ہے کہ اب سو جاؤں۔" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ وہ اوپر سامان رکھنے کی سیٹ پر چڑھ گیا جو لیٹنے کے کام آتی تھی۔ نوجوان نے اس سے دریافت کیا کہ اگر روشنی کی وجہ سے اسے نیند نہ آتی ہو تو وہ موم بتی بجھا دے۔ ڈاکٹر نے اس کی یہ پیشکش منظور کر لی۔ اس کا شکریہ ادا کیا اور ڈبہ میں تاریکی چھا گئی۔ "کیا میں کھڑکی بند کر دوں؟" پوری آندرے ویچ نے پوچھا۔ "تمہیں چھ دل سے ڈر تو نہیں لگتا؟" اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے اپنا سوال پھر اسی مرتبہ بلند آواز سے دہرایا۔ لیکن پھر بھی اسے کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے ماچس کی ایک تیلی یہ دیکھنے کو جلائی کہ کہیں اس مختصر سے وقفہ میں اس کا ہم سفر باہر تو نہیں چلا گیا۔ یہ بات اور بھی بعید از قیاس معلوم ہوتی تھی کہ وہ اتنی جلدی سو گیا ہو بہرحال اس نے دیکھا کہ وہ وہیں اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہے اور اس کی آنکھیں بھی کھلی ہیں۔ وہ ڈاکٹر کی طرف

دیکھ کر مسکرایا۔ جواپنی برتھ پر سے اُس کی طرف جھکا ہوا تھا۔ دیا سلائی بجھ گئی۔ پوری آدھی رات کے بعد ایک اور تیلی جلائی اور اس کی روشنی میں اپنا سوال تیسری مرتبہ دہرایا۔ فوراً جواب ملا۔ "جب آپ کی مرضی ہو۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جس کی کسی چور کو ضرورت ہو۔ لیکن بہتر ہوگا کہ کھڑکی کھلی رہنے دیں۔ اندر حبس ہو رہا ہے۔"

"کتنی عجیب و غریب شخصیت!" زوا گو نے سوچا۔ "بظاہر تو سنکی معلوم ہوتا ہے۔ اندھیرے میں بات نہیں کرتا۔ اور اب اس نے تمام الفاظ کتنی اُس تہ سے واضح طور پر بغیر کسی رکاوٹ کے ادا کئے ہیں میری تو سمجھ میں نہیں آتا۔"

(۱۵)

گذشتہ ہفتہ کے واقعات سفر کی تیاریوں اور صبح سویرے روانہ ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر تھک گیا تھا۔ اس لئے اس کا خیال تھا کہ اسے آرام سے لیٹتے ہی نیند آجائے گی لیکن اس کا پیچیدہ غلط نکلا۔ ہیجان کی وجہ سے نیند نہیں آسکی۔ اور تقریباً صبح کے وقت اس کی آنکھ لگی۔ اندھیرے میں خیالات اس کے ذہن میں گردش کرتے رہے۔ لیکن یہ تمام خیالات دو واضح حصوں میں منقسم تھے۔ دو دھاگوں کی طرح۔ جو آپس میں الجھتے اور سلجھتے رہتے ہیں۔ خیالات کی ایک رو کا تعلق تو نیا۔ ان کے مکان اور گذشتہ اطمینان کی زندگی سے تھا۔ جہاں ہر چیز میں ایک شخصیت تھی اور جو محبت اور خلوص کے جذبہ سے پُر تھی۔ ڈاکٹر کی اس زندگی کے بارے میں تشویش تھی۔ وہ اس زندگی کو محفوظ اور مکمل رکھنا چاہتا تھا۔ اور اس وقت رات کو بیل میں سفر کرتے ہوئے وہ دو سال کی دوری کے بعد اس زندگی کو دوبارہ پالینے کے لئے بے چین تھا۔ خیالات کی اس رو میں انقلاب کی تحریک سے اس کی وفاداری اور پسندیدگی کا جذبہ بھی شامل تھا۔ یہ ولیے ہی انقلاب تھا جسے متوسط طبقہ کے لوگوں نے قبول کیا تھا۔ اور جس طرح طالب علموں نے سمجھ تھا۔ ۱۹۰۵ء میں بلوک کے حامی تھے۔

۱۹۱۲ء اور ۱۹۱۴ء کے درمیان ان جذبے بچانے اور قدیم نظریات میں ایک نئے دور کی توقعات اور وعدے بھی شامل تھے جو جنگ سے پہلے افق پر طلوع ہو چکے تھے۔ جو روسی تخیل روسی آرٹ روسی زندگی کا جزو بن چکے تھے۔ اور جن کے اثرات روس پر بحیثیت مجموعی اور خود اس کے اپنے مستقبل پر پڑنے والے تھے۔ جنگ ختم ہونے پر اس ماحول میں واپس جانا بہتر ہوگا۔ تاکہ اس کی تجدید اور تسلسل کو

دیکھا جا سکے۔ اسی طرح جیسے کہ گھر واپس آنا بہتر ہوتا ہے۔ اس کے خیالات کی دوسری رو میں بھی نئی نئی چیزیں تھیں لیکن وہ پہلے خیالات سے کس قدر مختلف تھیں! یہ نئی چیزیں جانی پہچانی نہیں تھیں۔ نہ ان کا ماضی سے کوئی تعلق تھا اس نے خود ان کو اخذ نہیں کیا تھا بلکہ وہ ایک ناقابل گریز حقیقت کی شکل میں ایک زلزلہ کی مانند اچانک سامنے آ گئی تھیں۔ ان نئی چیزوں میں جنگ بھی تھی اپنی خونریزیوں اور دہشت انگیزیوں۔ اپنی تباہ کاریوں۔ بے گھری اور بربریت اپنے مصائب اور آزمائشوں اور اپنی علی سوجھ بوجھ کے ساتھ جو اس سے حاصل ہوتی تھی۔ انہی چیزوں میں وہ اداس اور چھوٹے چھوٹے قصبے بھی تھے جہاں جنگ کا دھارا انہیں بہا کر لے جاتا ہے اور وہ لوگ بھی جو ان قصبوں میں بستے ہیں۔ اور انہی نئی چیزوں میں انقلاب بھی تھا۔ مفکروں کا ۱۹۰۵ء کا تخیلی انقلاب نہیں بلکہ یہ آج کا نیا غیر جو جنگ کی پیدا وار ہے۔ خونی ہے بے رحمانہ، بہت ٹھوس فوجی انقلاب ہے جس کی قیادت پیشہ ور انقلابی یعنی بالشویک کر رہے ہیں۔ اور انہی نئے خیالات میں نرس انتی پوڈا کا خیال بھی شامل تھا جو جنگ کی وجہ سے خدا جانے کہاں بھٹکی پھر رہی تھی۔ جس کے ماضی کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا تھا، جو کبھی کسی کو الزام نہیں دیتی تھی۔ جس کی خاموشی بجائے خود ایک شکایت تھی جو پر اسرار طریقہ پر کم گو واقع ہوئی تھی اور اپنی اس عادت پر سختی سے کاربند تھی۔ انہی خیالات میں یوری اندریے وچ کی یہ دیانت دارانہ کوشش بھی شامل تھی کہ وہ اس سے محبت نہ کرے۔ اسکی یہ کوشش بھی اتنی ہی پُرعزم تھی جس طرح وہ زندگی بھر اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ مرزدی۔ درع سے محبت کرے نہ صرف اپنے گھر والوں اور دوستوں سے بلکہ تمام دوسرے لوگوں سے۔

ٹرین پوری رفتار سے چل رہی تھی۔ سامنے سے آنے والی ہوا کھلی ہوئی کھڑکی سے ڈبے میں داخل ہو رہی تھی۔ ہوا سے یوری اندریے وچ کے بال بکھر گئے۔ اور ان میں مٹی بھر گئی۔ سراسٹین پر دن کی طرح رات کے وقت بھی مسافروں کی بھیڑ ٹرین کو گھیر لیتی تھی اور ہمیوں کے درخت سرسراتے رہتے۔ کبھی کبھی ٹیلیاں دکھائی دیتیں جو کھڑکی سے نکل کر اسٹیشن تک آتیں اور مختلف دانیں اور ہتھیوں کی چڑچڑاہٹ درختوں کی سرسراہٹ میں مدغم ہو جاتی۔ ایسے لمحات میں یوری اندریے وچ کو محسوس ہوتا کہ وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ رات میں یہ سارے گیوں سرسراتے اور سرگوشیاں سی کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں کیا باتیں کرتے ہیں اکی نیند سے بوجھل پتیاں آہستہ آہستہ ہلتی ہیں۔ بالکل لڑکھڑاتی توتلی زبانوں کی طرح۔ وہ اپنی سیٹ پر بیٹھا

ہے کہ وہ یہ بتاتا ہوا اسی چیک کے متعلق سوچ رہا تھا جسے روس میں برلمیتی بے چینی اور گھبراہٹ کی خبروں کے بارے میں انقلاب کی خبروں کے بارے میں روس کی مشکلات اور فیصلہ کن لمحات اور اس کی عظمت کے بارے میں۔

(۱۶)

ڈاکٹر کی آنکھ گیارہ بجے سے پہلے نہیں کھلی۔ یہ پرنس ہرمن اس کا ہم سفر آہستہ آہستہ اپنے کتے کو پیار کر رہا تھا جو اس وقت بھونک رہا تھا۔ یوری آندریچ کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس وقت بھی وہ ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ کوئی دوسرا مسافر داخل نہیں ہوا تھا۔ اسٹیشنوں کے ناموں سے وہ پہچان سکتا تھا کہ وہ اب کلوگا کے صوبے سے نکل کر اسکو کے صوبہ میں داخل ہو چکے تھے۔ اس نے جنگ سے قبل کی مانند اطمینان سے منہ ہاتھ دھویا، شیو بنایا اور شام کے وقت تک وہ یہیں واپس آگیا۔ اس کے غریب غربا ساتھی نے اسے ناشتہ کی دعوت دی تھی جس پر اسے حیرت تھی۔ اب اس نے اسے زیادہ اچھی طرح دیکھا۔ اسے اس میں جو خاص بات نظر آئی وہ اس کا عمر سے زیادہ باتونی پن اور بے چینی تھی۔ وہ باتیں کرنا پسند کرتا تھا جس سے اس کا مقصد خیالات کا تبادلہ خیالات نہیں بلکہ محض زبان ہلانا، الفاظ ادا کرنا اور آوازیں نکالنا تھا۔ باتیں کرتے وقت وہ ہانپتا، تتلاتا جیسے وہ پرسنگ پر پہنچا ہو۔ وہ بغیر کسی وجہ کے زور زور سے قہقہے لگاتا، اپنے ہاتھ ہوا میں رگڑتا اور جب یہ دونوں طریقے اسکی خوشی کا اظہار کرنے کے لئے ناکافی ہوتے تو وہ اپنے گھٹنوں پر ہاتھ مار کر اتنا ہنستا کہ اسکی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ اس کی گفتگو کا عام انداز گذشتہ رات جیسا ہی تھا۔ اس کی بات چیت بے جوڑ بے ربط تھی۔ کبھی وہ بغیر استفسار کے انتہائی رازداری کی باتیں کرتا اور کبھی نہایت سیدھے سادے سوالوں کے جواب تک نہیں دیتا تھا۔ اس نے اپنے متعلق بہت سی ناقابل یقین اور غیر معقول باتیں بتائیں جن کا اس نے تھوڑا بہت جھوٹ بولا۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنی انتہا پسندی کے ذریعہ اور تمام عام نظریات کو مسترد کر کے اس پر اثر ڈالنا چاہتا تھا۔

اس سے فوگو کو ایک ایسی چیز یاد آئی جس سے وہ ایک عرصے مانوس تھا۔ گذشتہ صدی میں مذہب و اخلاق کے سکروپولوں نے ایسے ہی انتہا پسندانہ نظریات پیش کئے تھے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد دوستووسکی کے خصوصی کرداروں نے بھی نوعیت کے نظریات کا اظہار کیا اور پھر اس کے بعد حال ہی میں ان کے اخلاف یعنی صوبوں کے تعلیم یافتہ طبقوں نے بھی یہی نظریات پیش کئے۔ یہ لوگ دارالحکومتوں کے تعلیم یافتہ طبقوں سے

اکثر گفتگو پسند تھے۔ کیونکہ انہیں ابھی تک ہر معاملہ میں بال کی کھال نکالنے کی عادت تھی۔ جبکہ دارالحکومت میں اس طریقہ کو متروک اور فیشن کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ نوجوان نے سنا یا کہ وہ ایک مشہور انقلابی کا بھتیجا ہے لیکن اس کے والدین بچہ رجعت پسند تھے۔ محاذ کے قریب ایک جگہ ان کی خاصی بڑی جاگیر تھی جہاں اس کی پرورش ہوئی۔ ساری زندگی اس کے والدین اور چچا کے درمیان شدید اختلاف رہا۔ لیکن اسکے چچا کو ان سے ہمدردی نہیں ہے اور اب اس نے اپنے اثرات سے کام لے کر انہیں بھاری پریشانیوں سے بچا لیا ہے۔ اس کے اپنے نظریات چچا کے نظریات سے ملتے جلتے تھے۔ اس باتونی شخص نے زواگو کو بتلایا کہ وہ ہر چیز میں خواہ زندگی ہو سیاست ہو یا آرٹ ہو انتہا پسند واقع ہوا ہے۔ اس سے ڈاکٹر زواگو دوستوفسکی کے ایک کردار پیوتر ورخووینسکی کا خیال آیا۔ بائیں بازو کے نظریات کا اتنا خیال نہیں تھا کہ ہر زہ سرائی اور اتھلے پن کا۔ "اب وہ مجھے بتلائے گا کہ وہ ایک مستقل پسند ہے"، اور پیشینگوئیوں کے پورا ہونے کا منتظر ہے۔ یوری آندریوچ نے سوچا اور واقعی وہ جدید آرٹ کی باتیں کرنے لگے۔ "اب کھیل کود۔ ریس کے گھوڑوں۔ اسکیٹنگ۔ یا فرانسیسی طرز کی کشتی کی باتیں ہونگی۔ اور گفتگو کا رخ شکار کی طرف ہو گیا۔ نوجوان اپنے آبائی علاقے میں شکار کھیلنے گیا تھا۔ اس نے ڈینگ ماری کہ وہ ایک چھاتہ باز ہے اور اگر وہ اپنی جسمانی خامی کی وجہ سے فوج میں بھرتی ہونے سے رہ گیا ہوتا تو اپنی نشانہ بازی کی دھاک بٹھا دیتا۔ زواگو کی سوالیہ نظروں کو سمجھتے ہوئے اس نے کہا "کیا تم نے کچھ نہیں دیکھا؟ میرا خیال تھا کہ تم سمجھ گئے ہو گے کہ معاملہ کیا ہے؟"

اس نے اپنی جیب سے وزیٹنگ کارڈ نکالے اور پوری آندریوچ کو دیدیئے۔ ایک پر کاروباری کارڈ تھا اس کے دو نام تھے۔ وہ سیکریٹری سٹاروچ گلنزوف پوگورلیوشک یا صرف پوگورلیوشک کہلاتا تھا۔ اس نے زواگو سے کہا کہ وہ اسے اسی نام سے مخاطب کرے جو اس نے اپنے بچپن کے نام پر رکھا تھا۔

دوسرے کارڈ میں ایک جادو دل تھا جس میں چوکور خانے بنے ہوئے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک میں دو ہاتھ بنے ہوئے تھے جو مختلف طریقوں پر ملے ہوئے تھے۔ اور ان کی انگلیاں مختلف طریقوں سے بڑی ہوئی تھیں۔ یہ گینگ بیردوں کے لئے حروف تہجی تھے۔ اچانک سب بات بالکل واضح ہو گئی۔ یوگو یونیک آرٹ ٹین یا آسٹروگوتھ میڈوف کے اسکول کا ایک غیر معمولی قسم کا شاگرد تھا جو اپنے استادوں کے گھر کی نہیں دیکھ کر گفتگو کرنا اور سمجھنا سیکھ گیا تھا۔ ان تمام باتوں کو سمجھتے ہوئے جو اس نے اپنے وطن اور

شکار کے مشاغل کے متعلق بتاتی رہتی۔ ڈاکٹر نے کہا "اگر میری بات نامناسب ہو تو مجھے معاف کر دینا اب تمہیں مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا تم شیر کی جھونپڑی کے قیام سے تمہارا ابھی کچھ تعلق تھا؟"

"لیکن تم نے یہ کیسے اندازہ لگایا.... کیا تم بلازیکو کو جانتے ہو؟ کیا میرا اس سے کوئی تعلق تھا؟"

"یقیناً تھا!" پوگورلیوشنک نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اس نے قہقہے لگاتے ہوئے ادھر جھوٹا ادھر بناوٹی خام میں اپنے گھٹنوں پر زور زور سے ہاتھ مارے۔ اور ایک مرتبہ پھر اس نے ایک طویل اور بعید از عقل گفتگو شروع کر دی۔ اس نے کہا کہ بلازیکو نے موقعہ فراہم کیا تھا اور اپنے نظریات پر عمل درآمد کرنے کے لئے زوشینو نے جگہ فراہم کر دی۔ یوری آندریے وچ ان دونوں کے بارے میں اس کی تشریح کو نہیں سمجھ سکا۔ پوگورلیوشنک کا فلسفہ انارکسٹ نظریات اور شکاریوں کی ملبند بانگ کہانیوں کا مرکب تھا۔ ہاتف غیبی کے سے پراطمینان انداز میں اس نے مستقبل قریب میں تباہ کن تغیرات کی پیشینگوئی کی۔ یوری آندریے وچ نے دل ہی دل میں اس سے اتفاق کیا کہ ایسا ہونا ناممکن نہیں تھا۔ لیکن یہ خیر دلچسپ لوگ جس سکون کے ساتھ اور ذمہ دارانہ لب و لہجہ میں پیشینگوئیاں کر رہا تھا۔ اس پر اسے غصہ آگیا۔ "ذرا ایک منٹ ٹھیرو" اس نے کسی قدر تامل سے کہا۔ "یہ صحیح ہے کہ یہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جو کچھ بھی ہو رہا ہے ـــــ افراتفری، بدنظمی اور دہشت کا دباؤ ـــــ اس کے پیش نظر یہ خطرناک قسم کے تجربات شروع کرنے کا وقت نہیں ہے۔ ایک نیا انقلاب بلانے سے پہلے ملک کو ایک تیسرے سنبھلنے کا موقعہ ملنا چاہیئے۔ ہمیں کم از کم اس وقت تک انتظار کرنا چاہیئے جب تک کہ نسبتاً امن وامان بحال نہ ہو جائے۔"

"یہ سادہ لوحی ہے۔" پوگورلیوشنک نے کہا۔ "جیسے تم بدامنی کہہ رہے ہو یہ محض ایک طبعی صورت حال ہے۔ اسی نظام کی جس کے تم حامی ہو۔ یہ تمام تباہی ایک دیرینہ تخلیقی منصوبہ کا قدرتی اور ابتدائی مرحلہ ہے۔ سوسائٹی کی درجہ بندی ابھی تک پورے طور پر ختم نہیں ہوئی ہے۔ اسے بالکل ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا چاہیئے۔ پھر ایک حقیقی انقلابی حکومت ان ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک بالکل نئی بنیاد پر تعمیری کام شروع کرے گی۔" یوری آندریے وچ نے بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلا۔ وہ اٹھ کر باہر غلام گردش میں چلا گیا۔ ٹرین کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ اور اب اسکو قریب آتا ہوا تھا۔ ٹرین صنوبر کے جنگلوں میں سے ہو کر گزر رہی تھی جس میں جگہ جگہ ہموار مکان بنے ہوئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بغیر چھت کے اسٹیشن جن پر چھپیاں گذارنے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی

دکھائی دیتی تھی۔ گذرتے جا رہے تھے۔ اور ٹرین ان اسٹیشنوں کو دردآلود غبار کے بادلوں میں گھرا ہوا چھوڑ کر آگے بڑھ جاتی تھی۔ انجن بار بار سیٹی دے رہا تھا۔ اور اس کی آواز اس پاس کے جنگلوں میں گونج کر مدھم سی صدائے بازگشت کے طور پر سنائی دیتی تھی۔ اچانک گذشتہ چند روز کے اندر پہلی مرتبہ پوری آنکھ سے یہ بات واضح طور پر سمجھ گیا کہ وہ کہاں ہے۔ اسے کیا ہو رہا ہے۔ اور ایک آدھ گھنٹہ کے بعد کیا پیش آنے والا ہے۔

تبدیلیوں۔ نقل و حرکت۔ عدم تیقن اور تغیرات کے تین سال۔ جنگ۔ انقلاب اور تباہی کے مناظر۔ ہلاکت کے مناظر۔ گولہ باری۔ پلوں کا دھماکوں کے ساتھ اڑنا۔ آگ۔ کھنڈرات ۔۔۔ یہ سب کچھ اچانک ایک بہت بڑے خیالی اور بے معنی خلا میں گم ہو گئے۔ اس طویل انتظار کے بعد پہلا یہ حقیقی واقعہ تیز رفتار ٹرین میں اس کا یہ سفر تھا۔ یہ چیز کہ وہ اپنے گھر کے نزدیک پہونچ رہا تھا۔ جو صحیح سلامت تھا جس کا وجود ابھی تک قائم تھا اور جس کا ایک ایک پتھر اسے عزیز تھا۔ یہی حقیقی زندگی معنی خیز تجربہ، تمام کاوشوں کا اصل مقصد تھا۔ یہی وہ چیز تھی جو آرٹ کا مقصد تھا ۔۔۔ اپنے گھر کو مراجعت اصل خاندان کے پاس دوبارہ آمد۔ ان کو پالینا ایسا تھا جیسے خود کو پالیا۔ حقیقی زندگی کے وجود کو پالیا۔

جنگلات پیچھے رہ گئے تھے۔ ٹرین پتوں سے بنی ہوئی سرنگ سے باہر کھلے میدان میں نکلی۔ ایک ڈھلوان میدانی نشیب سے ابھر کر ایک وسیع پہاڑی کی طرف جاتی دکھائی دیتی۔ اس میدان میں آلو کے کھیت تھے۔ ان سے پرے پہاڑی کی چوٹی پر غیر ملچپ قسم کے ڈھانچے تھے۔ میدان کے دوسری طرف بل کھاتی ہوئی ٹرین سے آگے ایک زرد سا بادل آدھے آسمان پر چھایا ہوا تھا۔ سورج کی کرنیں اس میں سے ہو کر گذر رہی تھیں۔ اور پہیے کی تیلیوں کی طرح پھیل گئی تھیں۔ اچانک بادلوں سے گرم اور تیز بارش ہونے لگی جو سورج کی روشنی میں چمک رہی تھی۔ بارش تیزی سے ہو رہی تھی۔ اور بارش کے قطروں کی ٹپ ٹپ تیز رفتار ٹرین کی آواز سے مقابلہ کر رہی تھی کہ کہیں وہ گاڑی سے پیچھے نہ رہ جائے۔ ڈاکٹر کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ نجات دہندہ یسوع مسیح کا گرجا پہاڑ کے سرے پر کب نظر آنے لگا۔ اور ایک ہی منٹ بعد شہر کے گنبد، چمنیاں، چھتیں اور مکانات بھی دکھائی دینے لگے۔

• ماسکو! اس نے دبے اندر واپس آتے ہوئے کہا۔ اب تیار ہو جانا چاہیئے۔ پوگوریوشک اچھی

کر کھڑا ہو گیا۔ اسنے اپنی شکاری تھیلہ کو ٹٹول کر دیکھا۔ اور ایک موٹی سی مرغابی نکالی۔ "یہ لو" اس نے کہا "یادگار کے طور پر مجھے ایسی دلچسپ صحبتیں بہت کم نصیب ہوتی ہیں" زناگو کے انکار کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ آخر میں اس نے کہا۔ "اچھا ٹھیک ہے میں اسے اپنی بیوی کے لئے تمہاری طرف سے تحفے کے طور پر قبول کرتا ہوں ــــ"

"بہت خوب، شاندار۔ بہت خوب تمہاری بیوی" وہ بار بار خوش ہو کر کہتا رہا جیسے کہ اس نے یہ لفظ پہلی مرتبہ سنا ہو۔ اس نے اتنی اچھل کود مچائی اور قہقہے لگائے کہ کتا پرنس بھی کود کر باہر آگیا اور خوشی کے اس مظاہرے میں اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔

ٹرین اسٹیشن پر پہونچ کر رک گئی۔ ڈبہ میں اندھیرا چھا گیا۔ گونگے بہرے نوجوان نے جنگلی مرغابی جو کسی چھپے ہوئے پوسٹر کے پھٹے ہوئے ورق میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس کی طرف بڑھا دی۔

ماسکو کا مورچہ

ٹرین میں زواگو نے محسوس کیا تھا کہ صرف ٹرین حرکت میں ہے اور وقت ساکت ہے۔ اس کا اندازہ تھا کہ یہ دوپہر کا وقت ہے لیکن جب وہ گاڑی سے اتر کر بگھی میں سوار ہونے کے بعد سمولینسکی اسکوئر کے گنجان آباد علاقے سے گذر رہا تھا تو سورج غروب ہونے والا تھا۔ کئی سال بعد جب ڈاکٹر نے اس دن کو یاد کیا تو وہ اس شش و پنج میں مبتلا رہا کہ آیا یہ اس کا حقیقی تاثر تھا یا بعد کے تجربات سے بدل گیا کہ اس وقت مارکیٹ میں جو لوگ جمع تھے وہ عادتاً وہاں آ گئے تھے۔ ورنہ ان کے وہاں آنے کا کوئی جواز نہ تھا۔ کیونکہ تمام دکانیں خالی پڑی تھیں اور ان پر تالے تک نہیں ڈالے گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس پورے چوک میں خرید و فروخت کے لئے کچھ بھی تو موجود نہیں تھا۔ یہ سارا علاقہ غلاظت کا ڈھیر بنا ہوا تھا جہاں عصر سے صفائی تک نہیں ہوئی تھی۔ زواگو کو یاد تھا کہ اس وقت اس نے خاموش نہ سروں سے شرم و ندامت محسوس کرتے ہوئے ڈبلے پتلے، اور خوش پوش معمر مردوں اور عورتوں کو سکڑے ہوئے دیواروں کے ساتھ چپٹے ہوئے کھڑے دیکھا۔ یہ لوگ خاموشی کے ساتھ وہ اشیاء فروخت کرنا چاہتے تھے جن کا کوئی خریدار نہ تھا جن کی کسی کو ضرورت نہ تھی۔ ان چیزوں میں مصنوعی پھول چینی کے دستگیر والے گول مولی کافی کے برتن۔ کالی جالی کے شام کے لباس۔ اور ان وقتوں کی وردیاں شامل تھیں جو اب ختم ہو چکے تھے۔ نچلے درجے کے لوگ گھٹیا قسم کی سیاہی، مٹی روٹیاں جن کا ساسٹن تھا، گیلی شکر۔ اور ادھ پٹا نگ قسم کا تمباکو فروخت کر رہے تھے۔ ان چیزوں کی بہت مانگ تھی۔ غرضیکہ سارے مارکیٹ میں ہر قسم کی اشیاء برائے فروخت موجود تھیں مگر دکانوں میں نہیں، اور

ہر فروخت کے بعد ان چیزوں کی قیمتوں میں برابر اضافہ ہو رہا تھا۔ زواگو کی گاڑی ایک لمبے چوڑے ایک تنگ گلی میں داخل ہوئی۔ ان کے پیچھے سورج جو غروب ہو رہا تھا ان کی کمر کو قدرے حدت بہم پہنچا رہا تھا ان کے آگے ایک تیز رفتار گھوڑا ایک ٹھیلے کو کھینچے لئے جا رہا تھا جو خالی ہونے کی وجہ سے بری طرح اچھل رہا تھا۔ وہ اس ٹھیلے کے پیچھے گرد و غبار کا ایک بادل تھا جو ساری گلی میں پھیلتا جا رہا تھا۔ آخر کار زواگو کی گاڑی اس ٹھیلے سے آگے نکل گئی جس نے اس کا راستہ روک رکھا تھا۔ اب گاڑی کی رفتار پہلے سے تیز ہو گئی۔ سڑکوں کے کناروں اور خود سڑکوں پر پرانے اخباروں۔ دیواروں سے پھاڑے ہوئے پوسٹروں اور مکانوں کے گرد کی کٹی ہوئی حد بندیوں اور جھاڑیوں کے ڈھیر دیکھ کر زواگو حیران رہ گیا۔

ہوا ان چیزوں کو ایک طرف اڑا لیجاتی اور مویشیوں کے کھروں۔ گاڑیوں کے پہیوں اور کسانوں کے قدموں سے یہ دوسری طرف چلے جاتے۔ کئی چوراہوں سے گذرنے کے بعد آخر گاڑی رک گئی۔

بوڑھی آنفیسے دروازے سے اترا تو اس نے دیکھا کہ اس کا داماد بری طرح سے سڑک پار کر رہا تھا۔ وہ مکان کے دروازے پر آیا اور زور سے گھنٹی بجائی اور ابھی وہ گھنٹی بجا ہی رہا تھا کہ اس کی بیوی انتونینا الیگزینڈرونا نے دروازہ کھولا۔ دروازے کے دونوں پٹ کھولتے ہوئے اس نے اپنے دونوں بازو پوری طرح پھیلا رکھے تھے۔ دونوں کی یہ ملاقات اتنی غیر متوقع تھی کہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر چیخے مگر دونوں میں سے کسی نے بھی دوسرے کی آواز نہیں سنی لیکن جلد ہی دونوں سنبھلے اور بے قراری کے ساتھ بغلگیر ہو گئے اور بوسوں کی بعد قسمت کے بسنے والے میاں بیوی آپس میں محو گفتگو تھے۔ زواگو نے پوچھا: "پیچھے یہ بتاؤ۔ سب ٹھیک ہے نا۔؟"

"ہاں ہاں۔ کوئی فکر کی بات نہیں۔ میں نے تمہیں بہت سے لمبے سیدھے خط لکھے ہیں جن کے لئے میں معافی چاہتی ہوں۔ لیکن اس موضوع پر ہم بعد میں بات کریں گے۔ تم نے بچی آنا کیوں نہیں دیا؟ فکر کی تمہارا سامان گاڑی کے اوپر لے آئیگا۔ میرا خیال ہے نگارنہ اگیدونلنے جو تمہارے آنے پر دروازہ نہیں کھولا اس پر تمہیں مزید پریشانی ہوئی ہوگی۔ وہ گاؤں گئی ہوئی ہے۔"

"اے تم ڈبلی ہو گئی ہو۔ مگر کتنی جوان اور خوبصورت دکھائی دیتی ہو۔ ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔ میں گاڑی والے کو پیسے دے دوں۔"

"اگیدونا ذرا آملیئے گاؤں گئی ہے۔ دوسرے ملازموں کو میں نے الگ کر دیا ہے۔ اب ان

ایک ملازمہ نیو تھارہ گئی ہے جس سے تم واقف نہیں ہو۔ یہ لڑکی ہمارے بچے سانشینکا کی نگہداشت کرتی تھی بس اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ ہم نے سب سے کہدیا تھا کہ تم آنے والے ہو۔ گورتوں۔ دُورروف اور دوسرے سب دوست تمھارا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔"

"ارے یہ تو بتاؤ۔ ہمارا بچا سانشینکا کیسا ہے؟"

"خدا کے فضل سے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ ابھی سو کر اٹھا ہے مگر تم گاڑی سے گرد و غبار میں لت پت آئے ہو۔ ابھی تک نہائے دھوئے بھی نہیں۔ ورنہ ابھی جا کر اپنے بچے کو دیکھ لیتے۔"

"کیا تمھارے والد گھر پر ہیں؟"

"ارے تو کیا تمھیں ان کے متعلق کسی نے کچھ نہیں لکھا؟ وہ میونسپل کونسل کے چیئرمین ہیں اور صبح سے شام تک وہیں رہتے ہیں۔ ہاں ہاں۔ تم یقین نہیں کرتے کیا؟ ارے مائکل۔ مائکل۔ مجھی نے لے حساب چکتا کر دیا نہیں؟"

یہ لوگ مین سڑک کے بیچوں بیچ کھڑے تھے اور بہیدی کی ٹوکری اور سوٹ کیس نے راستہ روکے کھا تھا راہگیر جب وہاں سے مڑ کر گذرتے تو ان کو سر سے پاؤں تک دیکھتے اور پھر گھر کے دروازے کو۔ کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ مائکل دوڑا ہوا اپنے نوجوان آقا کے استقبال کے لئے دروازہ سے آرہا تھا۔ اس نے سوتی قمیص پر واسکٹ پہن رکھی تھی۔ اور قمیص والی اپنی ٹوپی اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ چیختا ہوا آرہا تھا "اے خدا کی قدرت کے قربان جاؤں۔ یہ تو ہمارا یوروچکا ہے۔ یہ تو ہمارا ننھا عقاب ہے۔ یوری آندرے وچ۔ ہماری آنکھوں کا نور۔ تم ہمیں اور ہماری دعاؤں کو نہیں بھولے۔ آخر تم گھر آ ہی گئے۔" اس نے ایک جنبی کو جو کھڑا ہوا گھور رہا تھا ڈانٹ کر کہا "آپ کو کیا چاہیئے۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ یہاں کیا کھڑے گھور رہے ہو۔"

"آرکل تم کیسے ہو؟ آؤ مجھ سے بغلگیر ہو جاؤ۔ ارے سکی ٹوپی تو پہن لو۔ اور سناؤ کیا نئی تازہ خبر ہے؟ تمھاری بیوی کیسی ہے۔ لڑکیوں کا کیا حال ہے؟"

"حال کیا ہوتا۔ خدا کا شکر ہے۔ جیں پھول رہی ہیں جہاں تک خبروں کا تعلق ہے سامان کا تمھیں بھی بخوبی علم ہے۔ تم جب محاذ پر محروف تھے تو ہم بھی یہاں خالی نہیں بیٹھے رہے۔ ان لوگوں نے سخت گڑبڑ مچا کر رکھدی۔ عجیب افراتفری رہی۔ یہ شیطان ذرا بھی کوئی معاملہ نہیں سنبھال

سکے۔ سڑکوں کی صفائی نہیں چھتوں کی مرمت کا تو ذکر ہی کیا۔ مکانوں پہ رنگ وروغن غائب۔ اور پیٹ خالی۔ یہ تھا واقعی امن و امان ۔۔۔ جیسے کہ ان لوگوں کا کہنا ہے۔ نہ کچھ لیا اور نہ دیا۔"

انتونیتا جل بھن کر بولی "مارکل یہ کیا تقریر ہو رہی ہے۔ یور وچکا! یہ ایسے ہی تقریریں کرتا ہے۔ میں اس کی یہ حماقت برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ اس غلط فہمی میں ہے کہ تمہیں اس کی باتیں پسند ہیں لیکن یہ تو اچھا لاک ہے۔ اچھا! اچھا! مارکل۔ مجھ سے بحث تو کرو نہیں۔ میں تمہیں خوب جانتی ہوں۔ بہت گہرے ہو مارکل۔ بعض وقت تو بہت ہونہار بنتے ہو تمہیں معلوم ہے نا آخر کہ ہم کیسے لوگ ہیں۔" اس کے بعد یہ لوگ مکان میں چلے گئے۔ مارکل نے ڈاکٹر کا سامان اندر لے جانے کے بعد دروازہ بند کیا اور بولا۔

"انتونیتا الیگزینڈروونا بہت ناراض ہے۔ تم نے سن لیا نا اس نے مجھے کیا کہا ہے۔ ہمیشہ یونہی ہوتا ہے۔ یہ کہتی ہے کہ مارکل۔ تم دل کے اتنے ہی کالے ہو جتنا کہ اسٹوو پائپ ہوتا ہے۔ کہتی ہیں آج کل تو ہر بچہ جنی کہ ہر تم کے شکاری اور دوسرے پالتو کتے بھی جانتے ہیں کہ کون کیسا ہے؟ مانا یہ سب درست ہے لیکن یور وچکا۔ تم مالونیا نہ مالونیا جن کو علم ہے انھوں نے مینن کی پینٹنگ رشیوں کی کتاب دیکھی ہے۔ یہ دوچکا یہ اکیسو چالیس سال پرانی بات ہے لیکن میری یہ طے شدہ رائے ہے کہ ہمیں بلا قیمت یا اونے پونے داموں فروخت کر دیا گیا ہے۔ تم خود دیکھ لو۔ انتونیتا مجھے اشارے کر رہی ہے وہ چاہتی ہے کہ میں چلا جاؤں۔"

"ارے تم حیران ہو۔ مارکل بس بہت ہو گیا۔ سامان رکھ دو۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔ اگر پوری آندرے وقع کو کسی چیز کی ضرورت ہوگی تو وہ تمہیں بلا لے گا۔"

(۲)

"آخر کار یہیں اس سے نجات مل گئی۔ خیر خیر۔ اگر تم چاہو تو اس کی تقریریں سن سکتے ہو لیکن میں اتنا بتا دوں کہ یہ سب گپ شپ ہی ہے۔ تم اس سے باتیں کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ سیدھا سادھا دیہاتی ہے لیکن یہ خاموشی کے ساتھ اپنے چاقو کو دھار پر رکھ رہا ہے۔ ابھی غالباً یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ یہ چاقو کس پہ چلے گا بہت بھولا بنتا ہے۔" ڈاکٹر نے بیوی کو سخت غصہ میں دیکھ کر کہا "اب تم تو نہ جلنے کہاں سے کہاں پہنچ گئیں۔ اصل قصہ یہ ہے کہ اس نے شراب بہت پی

رگوسف :

"لیکن میں کہتی ہوں وہ ہوش میں کب ہوتا ہے۔ ذرا بتاؤ تو سہی۔ میں تو اس سے عاجز آ چکی ہوں۔ مجھے تو یہ فکر ہے کہ اس سے پہلے کہ تم اسے جا کر دیکھو سانسن کا کہیں پھر نہ سو جائے۔ اگر گاڑیوں پر مائنس کا مرض نہ ہوتا ——— مجھے امید ہے تم تو ہوں لے کر نہیں آئے ہو گے۔

"میرا خیال ہے میں محفوظ ہوں۔ میں نے آرام سے سفر کیا ہے جیسے جنگ سے پہلے ہوتا تھا اس وقت میں سرسری طور پر غسل کر لیتا ہوں) بعد میں اطمینان کے ساتھ نہا لوں گا۔ لیکن غسلخانے کدھر سے جاؤں؟ کیا اب ڈرائنگ روم کا رستہ بند ہو گیا ہے؟ ——— اوہ۔ ہاں تمھیں خبر نہیں۔ میں نے اور والد نے بہت غور و خوض کے بعد نچلی منزل کا ایک حصہ زخمی اکیڈمی کو دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ سردی میں اتنے بڑے مکان کو گرم رکھنا بہت مشکل ہے۔ اور اوپر کی منزل بھی بہت بڑی ہے۔ لہٰذا یہ بھی ہم نے انہی لوگوں کو پیش کر دیا ہے۔ ابھی انھوں نے اس پر پورا قبضہ تو نہیں کیا تاہم انھوں نے اپنی لائبریری۔ جڑی بوٹیوں اور پودوں کا شعبہ اور غوطے کے بیجوں کا ذخیرہ یہاں منتقل کر دیا ہے۔ مجھے امید ہے ہم چوہوں سے بچے رہیں گے۔ اصل میں یہ تمام چیزیں اناج ہی سے تو متعلق ہیں لیکن اس وقت تک ان لوگوں نے نکروں کو بالکل صاف ستھرا رکھا ہے۔ ہاں ایک بات اور یاد آئی۔ اب ہم نکروں کے اثاثہ استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ اسے رہائش گاہ کہا جاتا ہے۔ زدہ آؤ۔ ابھی یہ نقشہ تمھاری سمجھ میں نہیں آیا۔ ہم سفلی زینے سے اوپر جاتے ہیں سمجھے یا نہیں۔ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ میں سب کچھ بتا دوں گی۔"

"میں خوش ہوں کہ تم نے وہ کمرے چھوڑ دیئے۔ میں جس ہسپتال میں کام کرتی آیا ہوں وہ بھی ایک پرائیویٹ مکان میں تھا۔ اس میں بیمار کمرے تھے اور اس میں جگہ جگہ ابھی تک لکڑی کا فرنیچر موجود تھا۔ مہوگنی پر گلوں میں سے کیلی کے بڑے بڑے پتے اس عرصہ جو ہوتے تھے جب جنگ کا سایہ ——— اور محاذ سے آنے والے زخمی تو بعض اوقات اسے دیکھ کر ہی چیخنے لگتے تھے۔ اور سو تو سے اٹھ بیٹھتے تھے۔ اس قصہ یہ ہے کہ یہ لوگ سخت مند نہیں تھے تاکہ لڑائی کے صدمے سان کے دماغ پر بری طرح متاثر تھے اور آخر ہم نے ان کے بستروں کے قریب ان گملوں کو ہٹوا دیا۔

میرا مطلب یہ ہے کہ امیر لوگ جس طرح رہتے تھے اس میں بہت سی باتیں غیر صحت مند اور ضرور تھیں۔ ان کی زندگی میں بہت سی چیزیں غیر ضروری ہوتی تھیں۔ فرنیچر کی زیادتی۔ کمروں کی زیادتی۔ اور نفاستِ جذبات و تقریر کی زیادتی۔ میں خوش ہوں کہ ہم کم کمرے استعمال کر رہے ہیں ہمیں ابھی کچھ اور کمرے چھوڑ دینے چاہئیں۔"

"یہ پارسل سا کیا ہے جو تم لائے ہو۔ اس میں سے کوئی چیز باہر نکلی ہوئی ہے کسی پرندے کی چونچ معلوم ہوتی ہے۔ ارے بطخ ہے۔ کتنی پیاری۔ جنگلی بطخ۔ لیکن تم کہاں سے لائے؟ مجھے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آتا۔ آجکل تو یہ چیز مشکل سے ملنے کے قابل ہے۔"

"ٹرین میں کسی نے مجھے بطور تحفہ پیش کی تھی۔ پوری کہانی بعد میں سنائوں گا۔ یہ بڑا طویل قصہ ہے لو۔ اسے کہاں رکھوں۔ باورچی خانہ میں؟"

"میں نیوشا کو ابھی نیچے بھیجتی ہوں۔ وہ اسے صاف کرے گی اور اس کے پر و بال کھینچے گی۔ لوگ کہتے ہیں اب کے جاڑا قیامت کا ہوگا۔ شدید ترین سردی کے ساتھ زبردست قحط بھی پڑے گا۔"

"ہاں۔ ہر جگہ لوگ یہی کہہ رہے ہیں۔ میں ٹرین کی کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ دنیا میں پُرامن گھریلو زندگی اور کام سے زیادہ قیمتی اور کوئی چیز نہیں ہے۔ ہمارے قبضہ میں اس کے علاوہ اور ہے ہی کیا؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی اکثریت کے لئے بُرا وقت ٹالنے والا ہے بہت سے لوگ مصیبت سے بچنے کے لئے یہاں سے بھاگ رہے ہیں وہ جنوب میں کاکیشیا یا اس سے بھی آگے چلے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن میں ایسا نہیں کروں گا ایک باشعور آدمی کو اپنے ملک کے بھلے برے میں برابر کا شریک رہنا چاہیئے۔ میرے لئے تو یہ اور بھی ضروری ہے۔ لیکن تمہاری بات دوسری ہے۔ کاش تم ان مصائب سے بچی رہو میں تمہیں کسی محفوظ مقام غالباً فن لینڈ بھیج دینا چاہتا ہوں۔ لیکن اگر ہم اس طرح ہر روز آدھا آدھا گھنٹہ کھڑے گپیں بانکتے رہے تو شاید اوپری منزل تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"ذرا ایک منٹ ٹھہرو۔ میں تمہیں یہ تو بتانا بھول ہی گئی تمہارے ایک خط ماموں نکولائی نکولائیوچ واپس آگئے ہیں۔"

"کیا کہا۔ کیا کہا۔ نکولائی۔ نکولائی وتچ۔ یہاں؟"

"ہاں۔ ہاں ماموں کولیا"

"تونیا! کیا کہہ رہی ہو؟ کیا واقعی؟ مجھے تو یقین نہیں آتا!"

لیکن یہ بالکل صحیح ہے۔ وہ سوئٹزرلینڈ میں تھے۔ یہاں پہنچنے کا سیدھا راستہ بند تھا تو وہ لندن اور فن لینڈ کا چکر کاٹ کر یہاں پہنچے ہیں۔

"تونیا۔ یہ مذاق تو نہیں۔؟ کیا واقعی تم نے اسے دیکھا ہے۔ وہ کہاں ہے؟ کیا ہم اس سے فوراً مل سکتے ہیں؟"

"اتنے بے صبرے نہ بنو۔ وہ گاؤں میں کسی کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہے اور کل یا پرسوں تک واپسی کا وعدہ کیا تھا۔ وہ بالکل بدلا ہوا انسان ہے تمھیں مایوسی ہوگی۔ یہاں آتے ہوئے وہ پیرز برگ میں ٹھہرا اور پورا بالشویک بن گیا۔ میرے ابا تو اس سے بحث کرتے کرتے چیخ اٹھتے ہیں۔ لیکن ہم یہ چلتے چلتے ہر قدم پر رُک کیوں جاتے ہیں۔ چلو چلیں۔ ہاں۔ تو تم نے بھی سُنا ہے کہ آگے چل کر مصیبت آنے والی ہے۔ حالات خطرناک تھے اور نہ جانے کیا ہونے والا ہے"

"ہاں خیال تو یہی ہے لیکن پھر بھی کیا ہوا؟ ہم نمٹ لیں گے۔ کوئی قیامت تو نہیں آجائے گی دوسروں کی طرح ہم بھی دیکھتے ہیں۔ انتظار کرتے ہیں۔ دیکھو کیا ہوتا ہے"

"لوگ کہتے ہیں سردی سے بچنے کے لئے اور گھروں کو گرم رکھنے کے لئے جلانے کی لکڑی نہیں ملے گی۔ پانی نہیں ملے گا۔ روشنی نہیں ملے گی۔ سڑکیں ختم کر دیا جائے گا کہیں سے کسی قسم کا سامان نہیں آئے گا۔ دیکھو ہم چلتے چلتے پھر رُک گئے۔ ادھر دیکھو سُنا ہے اسباب میں لوہے کے بہت عمدہ چولھے ملتے ہیں۔ بہت چھوٹے ہیں۔ ایک اخبار جلا کر اس میں کھانا پک سکتا ہے۔ مجھے پتہ معلوم ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ ختم ہو جائیں ہمیں ایک چولھا ضرور خرید لینا چاہیئے"

"ہاں ٹھیک ہے۔ چولھا ضرور خریدنا چاہیئے۔ لیکن ماموں کولیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا"

"پہلے میری بات سن لو۔ ہم بالائی منزل کے ایک کمرے میں دو تین کمرے ایک ساتھ رکھیں گے جو ایک دوسرے سے ملحق ہیں۔ اور ان میں ہم آمد و رفت ہو سکے گی۔ ہم یہ گھر والدہ ماسٹرنکا۔ نینا شا اور اپنے لئے رکھیں گے۔ اور باقی کے تمام گھر چھوڑ دیں گے۔ سپارٹیشن

ڈالکر اپنا الگ دروازہ نکال لیں گے۔ اور اس طرح یہ ایک بالکل الگ تھلگ فلیٹ بن جائے گا۔ سوئی کمرہ میں ہم لوہے کا بڑا چولھا رکھ دیں گے اور دھواں نکالنے کے لئے اس کا پائپ کھڑکی تک لے جائیں گے۔ کپڑے دھونے، کھانا پکانے اور مہمانوں سے ملنے اور انھیں کھلانے پلانے کا سارا کام اسی کمرہ میں ہوگا۔ اس طرح ہم کم سے کم ایندھن سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ اور کون جانے۔ خدا نے چاہا۔ ہم اسی طرح سردی کا موسم بخیریت گذار دیں گے۔"

"ہاں ہاں۔ ضرور۔ تمھاری اسکیم بہت مناسب ہے۔ اور دیکھو۔ ہم ذرا ایک چھوٹی سی دعوت بھی کریں گے۔ بطخ کا گوشت بنے گا اور ہم ماموں کو لیا کو بھی بلائیں گے۔"

"بہت خوب۔ میں گودام سے کہوں گی۔ وہ کچھ شراب لے آئے گا۔ نہ جانے وہ کسی لیبارٹری وغیرہ سے شراب لے ہی آتا ہے۔ دیکھو۔ یہ ہے وہ کمرہ جس کے بارے میں میں سوچ رہی تھی۔ اچھا سوٹ کیس رکھدو اور ذرا جاکر اپنی ٹوکری لے آؤ۔ ہم دُور رَوف اور شورا شلیسنگر کو بھی اس پارٹی میں بلائیں گے۔ تمھیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے نا! میرا خیال ہے تم غسلخانہ کو تو نہ بھولے ہوگے۔ دیکھاں ہے؟ خدا جزا تیم کش روائی چھڑک لینا۔ میں ساشینکا کے پاس جارہی ہوں اور نیوشا کو نیچے بھیجتی ہوں۔ جب ہم تیار ہوجائیں گے تو تمھیں بلالیں گے۔"

(۳)

ماسکو میں زوا گو کے لئے اہم ترین چیز اس کا ننھا منا بیٹا تھا۔ ساشینکا کی پیدائش کے تقریباً ساتھ ہی زوا گو کو فوج میں جبری طور پر بھرتی کرلیا گیا تھا لہذا بیٹا باپ سے قطعی ناواقف تھا۔ ایک دن جب تونیا ابھی زچہ خانہ ہی میں تھی تو وہ یونیفارم پہنے اپنی بیوی سے ملنے گیا تھا کیونکہ وہ ماسکو سے روانہ ہونے والا تھا۔ جب وہ ہسپتال پہنچا تو بچوں کو دودھ پلانے کا وقت تھا لہذا اسے اندر جانے کی اجازت نہ مل سکی۔ وہ ویٹنگ روم میں بیٹھ گیا۔ زچہ خانہ کے پاک کے راستہ سے آگے نرسری سے دس بارہ بچوں کے ایک ساتھ رونے اور چیخنے کی آوازیں سنائی دیں۔ دالان میں کئی نرسیں بھاگتی ہوئی آئیں تاکہ نوزائیدہ بچوں کو ہوا دنگ جائے۔ یہ بچوں کو ہر طرف سے لپیٹے ان کی ماؤں کے پاس اس طرح لے جارہی تھیں جیسے بازار سے سامان خریدنے کے بعد لوگ اپنی بغلوں میں بنڈل دبا کر چلتے ہیں۔ تمام بچے ایک ساتھ وہاں۔ وہاں مگر یہ سے تھے۔ اس طرح کہ گویا ان کا دن بھر محکام ہو لیکن

ان میں ایک آواز دوسری آوازوں سے بالکل نمایاں تھی۔ تھی تو یہ بھی "واں واں" اور اسمیں دوسروں سے زیادہ تکلیف کا اظہار بھی نہیں تھا لیکن یہ آواز قدرے بھاری تھی، معلوم ہوتا تھا کہ یہ بچہ احساس فرعن کے طور پر نہیں بلکہ واقعتہً تکلیف کی وجہ سے رو رہا ہے۔

یوری آندرے وچ پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ اپنے خسر کے اعزاز میں اس بچے کا نام ایگنیٹ رکھے گا۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ کچھ بھی ہو جس بچے کی آواز دوسروں سے نمایاں تھی وہ اس کے بیٹے کی آواز ہی تھی۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ بچہ اپنی خصوصیات رکھتی تھی اور ایک خاص انسان کے مستقبل اور اس کی شخصیت کا پتہ دیتی تھی۔ یوری نے سوچا کہ اس آواز میں ایک خاص چیز ہے جس میں ایگنیٹ کا نام بھی شامل تھا۔ اور اس کا خیال غلط نہیں نکلا۔ بعد میں اسے پتہ چلا کہ یہ واقعی اس کے بیٹے ساشنیکا کی آواز تھی۔

اپنے بیٹے کے بارے میں اسے یہ پہلی بات معلوم ہوئی۔ دوسری چیز وہ تصویریں تھیں جو تونیا نے اسے محاذ جنگ پر بھیجی تھیں۔ ان میں ایک خوش و خرم خوبصورت موٹا تازہ بچہ دکھایا گیا تھا جس کا منہ کیوپڈ کی کمان جیسا تھا۔ ایک ٹانگ آگے ایک پیچھے کئے وہ کمبل پکڑے کھڑا تھا اور مٹھیاں بھینچ کر ایسے اوپر اٹھا رکھی تھیں جیسے کسانوں کا ناچ ناچ رہا ہو۔ اس وقت ساشنیکا کی عمر لگبھگ تھی اور وہ قدم اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب۔ وہ رو رہا تھا اور باتیں کرنے لگا تھا۔

یوری آندرے وچ نے سوٹ کیس اٹھا کر کھڑکی کے قریب تاش کی میز پر رکھا اور اس میں سے سامان نکالنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پہلے اس کمرہ میں کیا تھا؟ دماغ پر زور ڈالنے سے بھی اسے یاد نہیں آیا۔ اس نے سوچا کہ شاید تونیا نے اس کمرہ کا فرنیچر بدل دیا ہے یا دیوار کا آرائشی کاغذ یا پھر اس کی پوری آرائش نئے سرے سے کی گئی ہے۔ اس نے شیو کا سامان نکالا۔ عین اسی وقت کھڑکی کے بالکل سامنے چرچ کے ستون اور مینار کے درمیان چودھویں کا چاند طلوع ہوا اور جب اس کی کرنیں سوٹ کیس میں سب سے اوپر رکھی ہوئی کتابوں اور کپڑوں پر پڑیں تو سارے کمرہ میں روشنی بالکل ہی بدل کر رہ گئی اور اس نے محسوس کر لیا کہ وہ کہاں ہے۔ یہ کمرہ کسی زمانہ میں تونیا کی والدہ اینا ایوانونا کا گودام تھا جہاں وہ ٹوٹی ہوئی کرسیاں، میزیں اور پرانے اخبارات رکھا کرتی تھی۔ یہاں وہ اپنے خاندان کی یادگار پرانی چیزیں رکھتی اور گرمیوں میں موسم سرما کے گرم کپڑوں کے صندوق۔ اس کی زندگی میں اس کمرہ کے ایک کونہ میں کباڑ کا ڈھیر چھت تک لگا ہوا تھا اور بچوں کو اس میں جانے کی

معانعت تھی۔ صرف کرسمس یا ایسٹر کے موقع پر جب کہ بیشمار بچے پارٹیوں میں شرکت کیلئے آتے اور اوپر کی پوری منزل بچوں کے لئے کھول دی جاتی اس وقت اس کمرہ کا تالا بھی کھولا جاتا اور بچے یہاں چور ڈاکو کا کھیل کھیلتے۔ میزوں وغیرہ کے نیچے چھپتے۔ اور اپنے چہروں پر سیاہی مل لیتے۔

ڈاکٹر ٹکھرا ہوا یہ سب باتیں سوچ رہا تھا اور پھر اس کمرہ سے اپنی بیدگی ٹوکری اٹھانے کے لئے عقبی زینہ سے نیچے اتر گیا۔ باورچی خانہ میں نیوشا جوتے کے سامنے آلتی پالتی مارکر بیٹھی ایک اخبار کے اوپر لٹو کے پرزے کھول رہی تھی جب وہ ٹوکری اٹھائے قریب سے گذرا تو لڑکی مارے شرم کے جھل پڑی۔ عجیب انداز دلربائی کے ساتھ اس کا چہرہ یکسر سرخ ہو گیا۔ اس نے فوراً اٹھ کر اپنے کپڑوں پر سے سفوف کے پرزے وغیرہ جھاڑے اور اپنے آقا کو خوش آمدید کہنے کے بعد ٹوکری اس کے ہاتھ سے لینے کی کوشش کی لیکن ڈاکٹر نے کہا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ ملازمہ کا شکریہ ادا کرنے کے بعد وہ اوپر چلا گیا۔ ایک دو کمروں کے پار سے اس کی بیوی اسے پکار رہی تھی۔ "یورا! اب تم آسکتے ہو۔" اور وہ اس کمرے میں گیا جو کسی زمانے میں اس کا اور تونیا کا کلاس روم تھا پنگھوڑے میں اس کا بیٹا اسے دکھائی دیا جو آنا خوبصورت تو نہیں تھا جتنا تصویروں میں دکھائی دیتا تھا تاہم اس کی شکل اپنی دادی میریا نکولیونا ذاگورسے بے حد ملتی تھی۔ اتنی کہ دادی کی تصویروں سے بھی زیادہ

"یہ لیجئے تھامے آبا۔ اب اچھے بچے کی طرح ہاتھ ہلا کر ان کا خیر مقدم کرو۔ انتونینا الیگزینڈرونا نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اس نے پنگھوڑے کی جالی ہٹا دی تاکہ باپ آسانی سے بیٹے کا بوسہ لے کر اسے گود میں لے سکے۔ ساشینکا نے جو خاصا بڑا ہو چکا تھا پہلے تو اس اجنبی کو جس نے شیونگ نہیں بنایا تھا جھک کر اپنے قریب آتے دیا۔ پھر وہ جھٹکے کے ساتھ اٹھا۔ ایک ہاتھ میں اپنی امی کے کپڑوں کو تھاما اور دوسرا ہاتھ غصہ کے ساتھ گھما کر بابا کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا۔ پھر وہ خود ہی اپنی اس حرکت سے کچھ دہشت زدہ ہو کر ماں سے لپٹ گیا اور بری طرح رونا شروع کر دیا۔

تونیا نے بچے کو ڈانٹتے ہوئے کہا: "نہیں نہیں۔ ساشینکا۔ ایسا نہیں کرتے۔ ڈیڈی کیا سوچیں گے ڈیڈی کہیں گے یہ تو بڑا برا لڑکا ہے۔ اچھا اب بتاؤ کیسے پیار لیتے ہیں۔ ذرا ابا کا پیار لو۔ رو تو نہیں ہو تو فوف کوئی بات نہیں۔"

ڈاکٹر طول اٹھا: "تونیا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ نہ اسے پریشان کرو اور نہ خود ناراض ہو۔ میں سمجھ سکتا ہوں تم کیا اوٹ پٹانگ باتیں سوچ رہی ہو گی۔ یہی نا کہ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ کوئی

بڑا گھونسہ ہے لیکن یہ سب بکواس ہے۔ قدرتی بات ہے بچے نے مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ ایک روز میں پہچاننے لگے گا اور پھر ہم میں ایک دوسرے سے کوئی الگ نہیں کر سکتا۔" ڈاکٹر نے اتنا کہا اور کمرے باہر چلا گیا۔ تاہم جب وہ باہر گیا تو خود بھی کچھ اداس تھا اور اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے آ رہے تھے۔

(۴)

اگلے چند روز میں اسے پتہ چلا کہ وہ خاصی اداسی اور تنہائی محسوس کرتا ہے۔ اسے کسی کا کوئی قصور نہ تھا۔ اس نے جو راستہ تھا وہی اسے ملا۔ اس کے پرانے دوست بہت دور کے پھیکے اور بے جان سے ہو گئے تھے۔ کسی کا اپنا ذاتی نظریہ نہیں رہا تھا۔ کسی کی اپنی الگ دنیا نہیں رہی تھی۔ دور سے وہ انھیں یاد کرتا۔ ان کے متعلق اس کی یادیں بہت خوشگوار اور جاندار تھیں۔ غالباً ماضی میں اس نے ان کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیدی تھی۔ پرانے نظام کے تحت جب کھاتے پیتے اور ہر طرح محفوظ و مامون لوگ دوسروں کے بل بوتے پر بیوقوفی اور سستی سے بے فکرے تھے اور اکثریت مصیبت کی زندگی بسر کرتی تھی اس وقت بالا اثر اقلیت کی حماقتوں اور بیکاری کی باتوں کو حقیقی کردار اور حقیقت پسندی پر محمول کرنا بہت آسان تھا لیکن جونہی نچلا طبقہ ابھرا اور اعلیٰ طبقوں کے مراعات و اختیارات ختم ہوئے یہ لوگ کتنی تیزی کے ساتھ غائب ہو گئے کتنی آسانی کے ساتھ اور بلا اظہار افسوس ان لوگوں نے اپنی آزاد خیالی کو ترک کر دیا۔ ظاہر ہے یہ خیالات و نظریات ان لوگوں میں سرے سے تھے ہی نہیں۔

لیکن آندرے وتچ! جن لوگوں کو اپنے سے قریب سمجھتا اور جن سے وہ مانوس تھا وہ اس کی بیوی۔ بیوی کے والد اور ان کے روزمرہ معمولی کام کاج کرنے والے دوست تھے جو بلند بانگ حادی اور نقاد یہ کے حامی نہیں تھے۔ ڈاکٹر کی واپسی کے چند روز بعد بطخ کے گوشت کی پارٹی طے کر دی گئی۔ اس وقت تک وہ اپنے تمام پرانے احباب سے مل چکا تھا۔ اس لئے اس ڈنر کو تقریب ملاقات تو نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ ان دنوں جب لوگ کھانے کو ترستے رہتے تھے ایک بڑی بطخ کے گوشت کی دعوت واقعی ایک نعمت غیر مترقبہ تھی لیکن اس کے ساتھ روٹی نہیں تھی۔ لہٰذا پارٹی کی ساری شان کرکری ہو کر رہ گئی اور لوگ اس عظیم دعوت میں بھی روٹی کو یاد کرتے رہے۔ شراب جو بلیک مارکیٹ میں کرنسی نوٹ کا درجہ رکھتی تھی۔ گورڈن کہیں سے لے آیا۔ وہ بھی دوائی کی ایک بوتل میں جس کا ڈھکنا شیشے کا تھا۔ انتونیا اگینزیڈ

نے اس بات کا خیال رکھا کہ بوتل اس کی نظروں سے غائب نہ ہو اور کہیں بوتل ختم نہ ہو جائے۔ وہ اپنی سمجھ کے مطابق گلاس سے گلاس جتنا پانی مناسب سمجھتی شراب کی بوتل میں برابر ڈالتی رہی۔ بعد میں پتہ چلا کہ مسلسل تلخ شراب کے ایک جیسے جام کے جام پی جانا آسان ہے۔ مگر کبھی تلخ کبھی پانی ملی شراب کے نرم جام پینا بہت تکلیف دہ چیز ہے۔ لیکن اس پارٹی کا تلخ ترین پہلو یہ تھا کہ یہ ایک قسم کی غداری معلوم ہو رہی تھی۔ سڑک پار کے مکانوں میں رہنے والے کسی شخص کے متعلق آپ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ وہ بھی اس وقت اس طرح کھا پی رہا ہوگا۔ اس کھڑکی کے سامنے خاموش تاریک اور بھوکا ماسکو تھا۔ اس کی دکانیں خالی پڑی تھیں۔ اور جہاں تک شکار کے جانوروں پرندوں اور ووڈکا شراب کا تعلق ہے سرکاری ان چیزوں کے متعلق تو سوچنا تک بھول گئے تھے۔ یہ معلوم ہوا کہ اصل زندگی وہی ہے جو ہمارے اردگرد رہنے والوں کی زندگی کے عین مطابق ہو۔ ایسی خوشی بھی کوئی خوشی ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو سکتا کہ اگر بطخ اور ووڈکا صرف آپ کے پاس ہے تو پھر یہ بطخ بطخ نہیں اور ووڈکا ووڈکا نہیں تھا۔ یہی وہ بات تھی جو سب سے زیادہ پریشان کن تھی۔

پھر اس دعوت میں مہمانوں نے بھی کچھ ناخوشگوار خیالات کا اظہار کیا۔ گورڈن اس زمانہ میں بالکل ٹھیک تھا جب وہ یاس انگیز خیالات میں ڈوبا رہتا اور بڑے بھونڈے اور اوٹ پٹانگ طریقے سے ان کا اظہار کیا کرتا تھا۔ وہ زداگو کا بہترین دوست تھا اور اسکول میں بہت سے آدمی اسے پسند کرتے تھے۔ لیکن اب اس گورڈن نے خود کو ایک بالکل نئی شخصیت کے روپ میں پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور اس کی اس کوشش کا نتیجہ بہت افسوسناک تھا۔ اب وہ خود کو بے فکرا خوش باش۔ اور مسخرا ثابت کرنے کی کوشش کرتا۔ لوگوں سے مذاق کرتا اکثر کہتا "مزا آگیا"۔ "بڑے مزے کی بات ہے"۔ اور یہ وہ الفاظ تھے جو پہلے گورڈن کبھی استعمال نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے گورڈن نے کبھی زندگی کو ایک تفریح یا مذاق نہیں سمجھا تھا۔

ہم یہ لوگ دودروف کا انتظار کر رہے تھے کہ اس نے دودروف کی شادی کا قصہ چھیڑ دیا اس کا خیال تھا کہ یہ قصہ بہت مزاحیہ ہے اور اس کے سب دوستوں کو اس کا علم ہے۔ ابھی پوری آندرے وطنے یہ کہانی نہیں سنی تھی۔ اسے بتایا گیا کہ دودروف کی شادی کوئی ایک سال رہی۔ اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ کہانی کا خلاصہ کچھ اس طرح بیان کیا گیا کہ

روروف غلطی سے فوج میں بھرتی کر لیا گیا۔ اور ابھی جبکہ وہ فوج میں تھا اور اس کے خلاف تحقیقات ہو رہی تھی۔ اسے بارہا اس الزام میں سزا دی گئی کہ وہ مخبوط الحواسی کے عالم میں راہ چلتے افسروں کو سیلیوٹ کرنا بھول جاتا۔ جب فوج سے اسے ڈسچارج کر دیا گیا تو اس کے بعد ایک عرصہ تک اس کا یہ عالم رہا کہ راستے میں کہیں بھی کوئی بھی فوجی افسر مل جاتا تو غیر ارادی طور پر اس کے ہاتھ سیلیوٹ کے لئے بلند ہو جاتے۔ اور بسا اوقات وہ ان لوگوں کے شانوں پر فوجی نشانات کا تصور کرتا مگر وہاں بیج سرے سے ہی غائب ہوتے۔ اس آخری دور میں اس کا رویہ اور باتوں میں بھی غلط ہی رہا کرتا تھا۔

ایک افواہ تو یہ بھی تھی کہ ایک مرتبہ وہ ورنگا پورٹ پر کھڑا اسٹیمر کا انتظار کر رہا تھا جہاں اس کی دو نوجوان بہنوں سے ملاقات ہو گئی۔ یہ لڑکیاں بھی اسٹیمر کی منتظر تھیں۔ یہاں بے شمار فوجیوں کو دیکھ کر اور بحیثیت ایک فوجی اپنی بدحواسیوں کی یاد سے گھبرا کر وہ ان میں سے چھوٹی بہن کی محبت میں اسیر ہو گیا اور فوراً وہیں پر شادی کی درخواست کر دی۔ کیسے مزے کی بات ہے — ہے نا؟ گورڈن نے کہا۔ لیکن اسے یہ کہانی ادھوری ہی چھوڑنی پڑی کیونکہ اس کا ہیڈ ورواڈ سے داخل ہو رہا تھا۔ دُر روف بھی ان لوگوں سے کمرہ میں آ ملا۔

گورڈن کی طرح دُر روف بھی اب پہلے سے بالکل مختلف بلکہ برعکس تھا۔ وہ ہمیشہ سے بے پرواہ گستاخ اور ہلکے دماغ کا آدمی تھا لیکن اب وہ نہایت سنجیدہ قسم کا مفکر تھا۔ اسے ایک مرتبہ جیل سے سیاسی قیدیوں کے فرار میں امداد کے الزام میں اسکول سے نکال دیا گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے کئی آرٹ اسکولوں میں پڑھنے کی کوشش کی مگر آخر کار وہ عمرانیات کا طالب علم بن گیا جنگ کے دوران وہ اپنے اسکول کے ساتھیوں کے بہت بعد یونیورسٹی سے گریجویٹ بن کر نکلا۔ اب وہ خود ورد مضامین پڑھا تا تھا۔ تاریخ روس اور جنرل ہسٹری۔ اس نے ٹرو تسکی بیسویں صدی کی ایک تو ایوان دی ٹیریبل کی زندگی پالیسیوں کے بارے میں تھی اور دوسری سینٹ جسٹ کا جائزہ تھی۔ یہاں پارٹی میں ہر شخص اور ہر چیز کے بارے میں وہ بہت اچھے انداز میں باتیں کر رہا تھا اس کی آواز ذرا بھاری تھی جیسے معلوم ہوتا تھا کہ اس پُر کام کا اثر ہے وہ شیم خوابی کے سے عالم میں دور کسی ایک خاص مرکز پر دیکھ رہا تھا جیسے وہ لیکچر دے رہا ہو۔ پارٹی کے آخری دور میں

شوراشینگر زندانی ہوئی آپہنچی اور اس کے آنے سے پارٹی کے شور و غل میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ نووتنے نے جو ڈاکٹر کپن کا دوست تھا کئی بار اس سے پوچھا کہ آیا اس نے "وار اینڈ پیس" اور یا کووسکی کی نظم "آہنگ" ۔ بنسری کے لئے" پڑھی ہے۔ لیکن وہ یہ سوال بچپن کی بے تکلفی کے "تو" کی بجائے اسے "تم" سے خطاب کر کے پوچھ رہا تھا۔ شور و غل میں وہ یوری آندرے وچ کا جواب نہ سن سکا چنانچہ اس نے تھوڑی دیر بعد پھر پوچھا کہ "آیا اس نے آہنگ ۔ بنسری کیلئے" اور "آدمی" پڑھی ہے۔

۔ "بانو کنو میں تمھیں بتا چکا ہوں۔ اب اگر شور و غل میں نہ سن سکو تو یہ میرا قصور نہیں۔ اچھا میں پھر سے بتاتا ہوں۔ میں نے مایاکووسکی کا کلام ہمیشہ پسند کیا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ دوستووسکی کے سلسلہ کی ہی ایک کڑی ہے ۔ یا یوں سمجھ لو کہ وہ دوستووسکی کا ایسا کردار ہے جو شعر کہتا ہے شاعر ہے۔ وہ اس کا باغی نوجوان" یا ہیلولائٹ ہے یا اسکولنیکوف ـــــ واہ کتنی موثر شاعری اور قوت گویائی اسے حاصل ہے۔ وہ ہمیشہ بات سیدھی کہتا ہے وہ معاشرہ کو اس کے منہ پر کتنی جرأت کے ساتھ کھری کھری باتیں کہہ دیتا ہے بلکہ اس سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔

لیکن اس دعوت کی سب سے زیادہ پرکشش شخصیت ماموں کولیا کی تھی۔ انتیونینا الیگزینڈروٹا کا یہ خیال غلط تھا کہ وہ شہر سے گاؤں گیا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے بھانجے کی آمد کے روز ہی شہر واپس آگیا تھا۔ اس دعوت سے پہلے بھی وہ دونوں دو ایک مرتبہ مل کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر چکے تھے اور ایک دوسرے سے باتیں کر کے خوب جی کھول کر قہقہے لگا چکے تھے۔ پہلی ملاقات ایک ایسی رات کو ہوئی جب کہ بھورے بادل آسمان پر چھائے ہوئے تھے اور بند اباندی ہو رہی تھی۔ یوری آندرے وچ اپنے ماموں کو ملنے اس کے ہوٹل گیا۔ ان دنوں کسی نئے آدمی کو ہوٹل میں جگہ ملنا ناممکن تھا۔ صرف سرکاری سفارشیوں کو جگہ ملتی تھی تاہم نکولائی نکولائیوچ کو ہوٹل والے اچھی طرح جانتے تھے اور انھوں نے اس کے پرانے تعلقات کا خیال کر کے اسے کمرہ دیدیا تھا۔

یہ ہوٹل ایک ایسا پاگل خانہ دکھائی دے رہا تھا جس کا عملہ کام چھوڑ کر بھاگ گیا ہو۔ نہ نیچے اور دالان خالی پڑے تھے۔ ہر طرف افراتفری اور انتشار کا نقشہ تھا۔ اس کے کمرے کی گرداگرد اور غلیظ کھڑکی سے باہر کا چوک جو کبھی بہت صاف ستھرا ہوا کرتا تھا اب سخت بھیانک دکھائی دے رہا تھا۔ یوری آندرے وچ کے لئے یہ ملاقات ایک ناقابل فراموش واقعہ تھی۔ وہ ایک ایسے شخص کو

دیکھ رہا تھا جس کی وہ بچپن میں تقریباً پوجا کرتا تھا۔ وہ اس کا ایسا استاد تھا جو شاگرد کے دل و دماغ اور اسکے خیالات پر چھایا ہوا تھا۔ اس کے بھورے بال اور اس کا خیر ملکی سوٹ اس پر خوب کھل رہا تھا۔ غرضیکہ وہ اپنی عمر کے تناسب سے کہیں زیادہ خوبصورت اور جوان دکھائی دے رہا تھا اس میں شبہ نہیں کہ حالیہ پیش آنے والے واقعات کی عظمت نے اسکی شخصیت کو ذرا ہلکا کر دیا تھا اور اس سے قطع نظر بھی اب اس کا پہلے جیسا مرتبہ نہیں رہا تھا لیکن لیوری آندرے وچ نے کبھی اسے اس پیمانہ سے ناپنے کی کوشش نہیں کی۔ نکولائی نکولائی وچ کے اطمینان۔ اور سیاسیات پر بحث کے دوران اسکی دھیمی اور پُرخلوص باتوں سے اسے بہت حیرت ہوئی۔ اسے اس زمانے کے عام روسیوں سے زیادہ خود اعتمادی موجود تھی۔ اس طرح وہ ایک جدید ترین مفکر بھی تھا اور قدامت پسند بھی جو بعض اوقات باعث پریشانی بن جاتا۔

لیکن اپنی اس ملاقات کے پہلے چند گھنٹوں میں یہ دونوں جس طرح ملنے چلائے۔ ایک دوسرے کی گردن میں اپنی باہیں ڈالیں اور بعض اوقات بالکل خاموش بیٹھے رہے یہ سیاست سے ایک بالکل ہی مختلف چیز تھی۔ یہ دو مل دو آرٹسٹوں کی ملاقات تھی۔ اور گو وہ قریبی رشتہ دار تھے اور ماضی ابھر ابھر کر ان کے درمیان آتا اور پرانی یادیں پھر تازہ ہوتیں اور ایک دوسرے کو باخبر کرتیں کہ ان کی اس طویل جدائی کے دوران کیا کچھ بیت گیا تاہم جب وہ ان موضوعات پر بات چیت کرتے جو تخلیقی دماغوں کے نزدیک بہت اہم ہوتی ہیں تو ان کے دوسرے تمام رابطے ختم ہو جاتے۔ ان کے تعلقات بے تکلفی اور ان کی عمر کا فرق بیچ میں سے غائب ہو جاتا۔ اب جو کچھ باقی رہتا وہ بنیادی طاقتوں اور اصولوں کا مقابلہ ہوتا تھا۔

نکولائی نکولائی وچ کو گذشتہ دس سال میں تخلیقی تحریک کے موضوع پر اطمینان و آزادی سے بات چیت کرنے کا کبھی سے بہتر موقع کبھی نہیں ملا تھا اور نہ ہی اس عرصہ میں لیوری آندرے وچ نے اتنی تاثر انگیز باتیں سنی تھیں۔ ان کی بات چیت حیرت و استعجاب میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ جوش میں آکر کمرہ میں ٹہل رہے تھے اور ایک دوسرے کی تیز ذہنی پر حیران تھے۔ کبھی وہ خاموشی کے ساتھ کھڑکی کے قریب کھڑے ہو کر شیشے پر انگلیوں سے باجے بجانے لگتے۔ ان پر اس احساس سے کچھ بیخودی کا سا عالم طاری تھا کہ وہ ایک دوسرے کو کتنی اچھی طرح سمجھتے ہیں یہ تھی ان کی پہلی

ملاقات۔ لیکن اس کے بعد ڈاکٹر کی اپنے ناموں سے ملاقات دوسرے لوگوں کی موجودگی میں ہوئی اور اس وقت نکولائی نکولائی وضع بالکل ہی مختلف انسان دکھائی دے رہا تھا جسے پہچاننا مشکل تھا۔ وہ محسوس کرتا تھا کہ وہ صرف ایک مہمان کی حیثیت سے ماسکو آیا ہے اور اسی قسم کا رویہ اختیار کرنے پر زور دیتا۔ معلوم نہیں وہ سٹیزر برگ کو اپنا وطن سمجھتا تھا یا کسی دوسری جگہ کو اس کے متعلق کچھ وثوق سے کہنا مشکل تھا۔ وہ ایک معاشرتی مصلح اور سیاسی مقرر کی حیثیت سے اپنے کردار سے بہت لطف اٹھا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ماسکو میں بھی سیاسی بحث و تمحیص کے پیشہ ور ایا تفریحی مراکز قائم ہو جائیں گے جس طرح پیرس میں کونیشن سے قبل مادام رولاں نے اس قسم کا ایک مرکز قائم کیا تھا۔

ماسکو کے گلی کوچوں میں وہ اپنی پرانی واقف کار خواتین سے ان گھروں پر ملنے جاتا اور انہیں اور ان کے شوہروں کو ان کی پستی اور علاقہ پرستی پر بہت چھیڑتا مگر اس طرح کہ وہ بُرا نہیں مانتے تھے۔ اسے اخباروں سے اپنی واقفیت پر اتنا ہی ناز تھا جتنا کہ کسی زمانہ میں بائبل کے قدیم مترجم شدہ حصوں اور انجیل کے متعدد ترجموں کے علم پر۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ سوئٹزرلینڈ میں ایک نئی نوبیل مجوبہ بادھور اکاروبار اور ایک ایسی کتاب چھوڑ کر آیا ہے جو ابھی آدھی لکھی گئی تھی۔ وہ مادر وطن کے طوفانی سمندر میں صرف ایک غوطہ لگانے کی نیت سے آیا تھا۔ اور وہ بھی اس امید میں کہ وہ صحیح سلامت واپس آ گیا تو پھر اپنے نصب العین اور مقصد کو جلد حاصل کر لے گا اور اس کے تمام ادھورے کام مکمل ہو جائیں گے وہ بالشویکوں کا حامی تھا اور عموماً بائیں بازو کے دو سوشل انقلابیوں کا نام لیتا جنہیں اس کے نظریات سے اتفاق تھا۔ ان میں سے ایک صحافی تھا جو میرو دشکا پوور کے قلمی نام سے لکھتا اور دوسرا پفلٹ باز سیلویا کوٹیری الیگزینڈرا الیگزینڈروونا نے ڈانٹنے کے انداز میں کہا: "کیسی بُری بات ہے۔ اب تم اس حال کو پہنچ گئے ہو۔ نکولائی۔ تمہارے اور تمہارے میرو دشکا کی ایسی تیسی۔ یہ کیا گن پھیلا رکھا ہے؟ اور یہ بھر لیبیا پکوڑی؟"

"کوٹیری" نکولائی نے تصحیح کرتے ہوئے کہا: "اور سلویا"

"پکوڑی یا پوپ ٹوری۔ اس کی کون پرواہ کرتا ہے۔ ناموں سے کوئی چیز بدل نہیں جاتی"

- بھی تو کہتا ہوں۔ اصل نام کو تیسرا ہے۔" نکولائی نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ ان کے مابین اکثر اس قسم کی بات چیت ہوتی۔

"ہم بحث کس موضوع پر کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اپنی بات کو ثابت کرو تو تمہارا چہرہ سرخ انگارہ بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ بہت بنیادی بات ہے۔ صدیوں تک دنیا میں لوگوں کی اکثریت نے ہی زندگی گذاری ہے جس کا تصور بھی انتہائی تکلیف دہ ہے۔ تاریخ کی کوئی کتاب اٹھا لو خواہ اس کا کوئی نام ہو — جاگیرداری یا غلامی یا سرمایہ داری اور صنعتی مزدور سب بنا دی باتیں تھیں یہ انصافی تھی۔ صدیوں سے لوگ اسے خوب سمجھتے تھے۔ دنیا ایک عرصے سے انقلاب کی تیاریاں کر رہی تھی۔ ایک ایسے نظام کی جو لوگوں کے لئے بصیرت اور روشن خیالی لائے گا۔ اور ہر چیز اپنے مناسب مقام پر آجائے گی۔ تمہیں بھی طرح خبر ہے کہ پرانے نظام کو معمولی تگڈ چھوڑ سے درست کرنے کی کوشش ناکام رہے گی تمہیں تو پرانے نظام کو بیچ وبن سے اکھاڑ کر پھینکنا پڑے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ پنیادوں کو گرانے سے ساری عمارت گرنے سے بچ جائے گی۔ لیکن پھر کیا ہوا؟ واقعی یہ کام خوفناک ہے۔ لیکن اس احساس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ سوال صرف وقت کا ہے۔ اب تم اسے کس طرح چیلنج کر سکتے ہو

اصل قصہ یہ نہیں۔ میں نے یہ نہیں کہا تھا۔" الیگزینڈر الیگزینڈرووچ غصہ سے کہا اور اچانک بحث میں گرمی پیدا ہو جاتی۔ "تمہارے پوٹہ توڑ اور میرو شکار دراصل سب کے سب بے ضمیر قسم کے لوگ ہیں وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔ تاہم آپ کی منطق کیا ہے؟ بالکل بے ربط۔ نہیں ذرا ٹھہرو۔ میں تمہیں ایک چیز دکھاتا ہوں۔" اور اس کے بعد وہ کوئی اخبار ڈھونڈنے لگتا جس میں کوئی قنازہ مقالہ چھپا ہوا ہوتا تھا اپنے ڈیسک کی دراز وں کو کھینچتا اور اس طرح اس گڑبڑ سے اپنی فصاحت لسانی کو جلا دینے کی کوشش کرتا۔

الیگزینڈر الیگزینڈرووچ جب باتیں کرتا تو اپنی راہ میں پیش آنے والی رکاوٹ کا ہمیشہ خیر مقدم کرتا۔ اس طرح دھیان بٹ جانے سے اسے بڑبڑانے اور بوں بال کرنے کا موقع مل جاتا اسے باتیں کرنے کا دورہ ہی دراصل اس وقت پڑتا جب وہ کسی گمشدہ شے کی تلاش میں سرگرداں ہوتا۔ مثال کے طور پر جس وقت وہ ملبوسات کے تنگ تاریک کمرہ میں برف کا جوتا ڈھونڈتا۔ یا پھر جب وہ اپنے بازو پر تولیہ ڈالے غسلخانہ کے دروازہ میں کھڑا ہوتا یا دکھانے سے بھری ہوئی ٹرے

کے قریب سے گذرتا یا جب وہ اپنے دوستوں کے لئے گلاس میں شراب ڈال رہا ہوتا یا وہ کسی آندرے وزنیسنسکی سے اپنے خسر کی باتوں سے بہت لطف اندوز ہوتا۔ وہ ماسکو کے اس سیدھے سادے اور پرانے شہری گرومیکو کو بے حد پسند کرتا تھا جس کے منہ سے کبھی کبھار خود بخود "رکی" آوازیں نکل جاتی تھیں الیگزینڈر الیگزینڈروچ کا بالائی ہونٹ اپنی چھوٹی چھوٹی ٹہنی ہوئی مونچھوں کے ساتھ نچلے ہونٹ پر اس طرح جھکا ہوا تھا جس طرح اس کی نسلی جیسی ٹائی اس کی گردن سے لٹکی ہوئی تھی۔ ہونٹ اور ٹائی میں یہ قدر مشترک تھی اور اس سے بہرحال وہ بچوں کی طرح اتنا معصوم دکھائی دیتا کہ اس پر خواہ مخواہ ترس آنے لگتا تھا۔ اس پارٹی کی رات شوراشینگ بہت دیر سے آئی۔ وہ سیدھی ایک جلسے سے آئی تھی اور مزدوروں کی ٹوپی اور سوٹ پہنے ہوئے تھی۔ وہ غسل سے کمرہ میں آئی۔ سب باری باری باہنہ ملائے اور پھر ایکدم شکایات اور الزامات کی بوچھاڑ شروع کر دی: "تو نیا کیسی ہو تم؟ الیگزینڈر تمہیں ماننا پڑے گا۔ یہ سب بہت مایوس کن ہے۔ سارے ماسکو کو خبر ہے کہ وہ آگیا۔ سب اسکی باتیں کر رہے ہیں لیکن مجھے سب سے آخر میں خبر دی گئی۔ خیر میں اسی قابل ہوں گی لیکن وہ ہے کہاں؟ زنانہ مجھے بھی تو دیکھنے دو۔ تم تو سب دیوار کی طرح اس کے گرد جمع ہو۔ کیوں بھئی کیسے ہو؟ ہم نے سب پڑھ لیا لیکن ایک لفظ نہیں سمجھ سکی۔ تاہم لکھا خوب ہے۔ ہر کسی کی بس کی ہے نہ نکولائی نکولائی وچ کیسے ہو تم؟ لیو وچکا۔ میں ایک منٹ میں آئی۔ مجھے ذرا تم سے بات کرنی ہے۔ ہاں بھئی جوان۔ تم بھی یہاں ہو۔ گوکو چکا۔ گوزی۔ گوزی۔ (یہ اس نے گرومیکو کے ایک دور کے رشتہ دار سے کہا جو تمام بھرے ہوئے فن کاروں کا دلدادہ تھا۔ اسے گوزی کا نام اس لئے دیا گیا تھا کہ وہ ہنسی سخت احمقوں کی ہنستا تھا اور دبلا پتلا ہونے کی وجہ سے ہنسا ڈھائی دیتا تھا) ہوں۔ تو تم کھانے پینے میں لگے ہوئے ہو۔ میں بھی تمہارا ساتھ دیتی ہوں۔ لیکن میرے دوستو تمہیں اس بات کا ذرا احساس نہیں ہے کہ تم خود کو کس عظیم شے سے محروم کر رہے ہو۔ تمہیں کچھ خبر نہیں۔ تم نے ابھی کچھ دیکھا ہی نہیں۔ جاؤ۔ ذرا جا کر ایک صحیح قسم کا جلسہ عام دیکھ کر آؤ۔ جس میں اصلی مزدور۔ اصلی سپاہی ہیں۔ کتانی مزدور اور سپاہی نہیں۔ ذرا ان کے سامنے سلاح کی تقریر سن کر آئی ہوں۔ تم سنتے تو تقریروں کے تپل باندھ دیتے کیا جوش تھا۔ کیا جذبہ تھا۔"

بدھ شورا کی بات کاٹی گئی۔ ہر شخص چیخ رہا تھا۔ اس نے پوری آندرے وزنیسنسکی کے ساتھ

اپنے ہاتھ میں لے کر اور اپنا منہ اس کے منہ کے قریب لے جا کر چیختے ہوئے پوری شدت سے گلا پھاڑ کر کہا "یورچکا۔ میں کسی دن تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں گی۔ میں تمہیں دکھاؤں گی کہ اہل عوام کیسے ہوتے ہیں۔ اناطولیوں کی طرح اب تمہیں بھی زمین پر قدم رکھنے چاہئیں۔ ارے تم اس طرح مجھے کیوں تک رہے ہو؟ میں ایک پرانی آزمودہ کار جنگی گھوڑی ہوں۔ یوفیودسی میں میں نے عورتوں کا بستوزہ جمع کر رسد لے رکھا تھا۔ میں بازو کے زخمیوں کے لئے مشہور تھا۔

میں قیدی کاٹ چکی ہوں۔ میں نے شہر کی سڑکوں پر مورچہ بندیوں میں بیٹھ کر جنگ بھی لڑی ہے ہاں تم سوچ کیا رہے ہو؟ اوہ! ہم لوگ عوام سے قطعی واقف نہیں ہیں۔ میں وہیں سے سیدھی آئی ہوں۔ میں ان لوگوں کے ساتھ تھی۔ میں ان کی لائبریری قائم کرنے کے لئے کتابیں جمع کر رہی ہوں۔ اس کے بعد شور و غل نے بھی پی اور ترنگ میں آ گئی۔ ادھر بوری آندرے وقع کا سر بھی چکرا رہا تھا۔ اس نے غور تو نہیں کیا البتہ جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ کمرے کے ایک سرے پر ہے اور شورا دوسرے پر۔ وہ میز کے ایک سرے پر کھڑا ہوا بالکل غیر متوقع طور پر تقریر کر رہا تھا۔ اور کافی دیر کے بعد خاموش ہوا۔

"خواتین و حضرات ——— میں چاہتا ہوں ——— میکسا۔ گورچکا۔ تونیا۔ میں کیا کروں۔ یہ لوگ سنتے ہی نہیں۔ خواتین و حضرات سمجھے دو چار باتیں تو کہنے دیجئے بعض ایسے واقعات پیش آنے والے ہیں جن کی مثال نہیں ملے گی۔ اس سے پہلے کہ یہ طوفان چھٹ پڑے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خداوند کرے ہم اپنے آپ اور اپنے جذبے سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ اور گورچکا تم بعد میں تالی پیٹ سکتے ہو۔ ابھی تو میری تقریر ختم نہیں ہوئی۔ یہ کرنے میں کھڑے ہو کر دانت کرنا بند کر دو۔ میری تقریر غور سے سنو۔ جنگ کے اس تیسرے سال میں لوگوں کو یقین ہو گیا ہے کہ جو صدا بہ یہ محاذ جنگ پر لڑنے والوں اور عقبی محاذ میں کام کرنے والوں کا امتیاز ختم ہو جائے گا۔ خون کا یہ سمندر برابر اس وقت تک بلند ہوتا رہے گا۔ جب تک کہ یہ ہم سب تک نہیں پہنچ جاتا اور ان سب کو غرق نہیں کر دیتا جو اب تک جنگ سے الگ رہے ہیں۔ انقلاب اسی سیلاب خون کا نام ہے جیسا کہ ہمیں محاذ پر معلوم ہوا تھا۔ انقلاب آنے پر آپ کو بھی معلوم ہو جائے گا آپ محسوس کریں گے گویا زندگی رک گئی ہے۔ اب کوئی کسی کی فالتو چیز باقی نہیں رہی۔ اب دنیا میں مارنے اور مرنے کے سوا اور کوئی کام باقی نہیں رہ گیا۔ اگر ہم اس دور کے نوکرے اور یادداشتیں سننے کے لئے زندہ رہے تو ہم محسوس کریں گے کہ ان پانچ یا دس سالوں

ہیں ہم نے وہ تجربات حاصل کئے ہیں جو دوسری قومیں صدیوں میں حاصل کرتی ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ قوم خود اپنے آپ ایک لہر کی طرح اچانک اٹھکر آگے بڑھے گی یا سب کچھ قوم اور عوام کے نام پر کیا جائے گا۔ اسقدر عظیم واقعہ کو اپنے دعویٰ کا کوئی ڈرامائی ثبوت درکار نہیں ہوتا۔ میں ثبوت کے بغیر ہی اس کا قائل ہو جاؤں گا۔ عظیم ترین واقعات کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کرنا بہت ہی چھوٹی بات ہے۔ ایسا کوئی خاص سبب نہیں ہوا کرتا۔ یہ تو گھریلو جھگڑوں میں ہوتا ہے کہ آپ یہ پتہ چلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جھگڑے کی ابتدا کیسے ہوئی۔ ملوک ایک دوسرے کے بال نوچنے اور پلیٹیں توڑنے کے بعد پھر اس بات پر دماغ کھپاتے ہیں کہ پہل کس نے کی تھی۔ عظیم چیز دراصل وہی ہے جس کی ابتدا ہی کچھ نہ ہو۔ جیسا کہ یہ دنیا ہے جو ہمیں ایسے معلوم ہوتی ہے جیسے ہمیشہ سے موجود ہے یا آسمان سے ٹپک پڑی ہے۔

میرا بھی یہی خیال ہے کہ ابتدائے آفرینش سے اب تک روس دنیا کا پہلا ملک ہوگا جو کوسشلسٹ مملکت بنے گا۔ جب یہ کام ہو چکے گا تو اس کے بعد ہم ایک عرصہ تک قدم بخود رہیں گے اور پھر جب ہم بیدار ہوں گے۔ ہمیں ذرا ہوش آئے گا تو ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی نصف سے زائد یا دو ثلث ضائع کر چکے ہوں گے۔ ہم بھول چکے ہوں گے کہ پہلے کیا ہوا تھا اور بعد میں کیا۔ پھر ہم اس کے اسباب و علل کی تلاش میں نہیں پھریں گے۔ ہمارے گرد ہر جانب نیا نظام ہوگا۔ اور ہم ان چیزوں سے اتنا ہی مانوس ہوں گے جتنا کہ افق کی جانب نظر آنے والے جنگل یا اپنے سروں پر منڈلانے والے بادلوں سے۔ اس کے علاوہ کچھ اور رہے گا ہی نہیں۔"

اس نے چند باتیں اور کہیں۔ اتنے میں اس کا نشہ بالکل اتر چکا تھا۔ پہلے کی طرح اب بھی وہ صاف طور سے نہیں سن سکتا تھا کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں لہٰذا وہ خود بھی انھیں الٹے سیدھے جواب دیتا رہا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ اسے داد دے رہے ہیں لیکن پھر بھی وہ اس ادا سے چھٹکارا نہ پا سکا جو اس کو وہاں سے جاری تھی۔ اس نے کہا: "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں آپ کے جذبات کا احترام کرتا ہوں مگر میں اس تحسین کا مستحق نہیں ہوں۔ جلد بازی میں اگر کسی پر محبت کی بوچھار کرنا غلط ہے۔ ورنہ بعد میں آپ کو اس کی اور زیادہ محبت ادا کرنی پڑے گی۔" سب لوگ یہ سن کر ہنسنے لگے اور انھوں نے یہ سمجھا اس نے دانستہ یہ مزاحیہ فقرے کہے ہیں تالیوں سے اس کا خیر مقدم کیا۔ لیکن اسے خود معلوم نہیں تھا

کو وہ آنے والی تباہی کا جو تصور دیکھ رہا تھا وہ اس سے بچکر کہاں جائے۔ وہ اپنا اور دوسروں کا بھلا چاہتا تھا۔ مسرت کا طلب گار تھا لیکن بہرحال مستقبل پر اس کا کچھ بس نہیں چل سکتا تھا۔ اب مہمانوں نے واپس جانا شروع کر دیا۔ سب کے چہروں پر تھکاوٹ کے آثار نمایاں تھے۔ وہ انگڑائیاں لیتے جمائیاں بھارتے تھے۔ ادھر اُدھر گھماتے ہوئے بالکل گھوڑے دکھائی دیتے تھے۔ روانگی سے قبل ان لوگوں نے پرے ایک طرف ہٹا کر کھڑکیاں کھول دیں۔ نم آلود آسمان پر صبح صادق کی زردی جھلک رہی تھی اور مٹیالے رنگ کے بادل منڈلا رہے تھے۔ کسی نے کہا: "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری پارٹی کے دوران طوفان آیا تھا۔" شوبکنے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا: "میں یہاں آتے ہوئے بارش میں پھنس گئی تھی بمشکل یہاں تک پہنچ پائی۔" سنسان گلی میں ابھی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ درختوں سے پانی کے قطرے ٹپ ٹپ ..... گر رہے تھے اور بھیگی ہوئی چڑیاں درختوں کے جھنڈ میں کبھی کبھی چوں چوں کا شور مچا دیتیں۔ اچانک پورے زور سے بجلی کڑکی۔ اور ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے آسمان پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہل چلا دیا ہو۔ اس کے بعد خاموشی۔ پھر چار مرتبہ ٹھس ٹھس کی آوازیں آئیں۔ جیسے کسی نے نرم زمین سے ہیلچہ یا کھرپا مار کر موسم خزاں کے زیادہ پکے ہوئے آلو بھونک دیئے ہوں۔ بجلی کی چمک کے ساتھ ہی گرجا لودا دھوئیں سے بھرے ہوئے کمرہ کی فضا صاف ہو گئی۔ اچانک زندگی کا عنصر بالکل واضح طور پر دکھائی دینے لگا۔ اتنا ہی قابل فہم جتنا کہ بجلی کا کرنٹ۔ ہوا اور پانی۔ مسرت و شادمانی کی خواہش، زمین اور آسمان۔ پارٹی سے جانے والے مہمانوں کی آوازیں اب گلی میں گونجنے لگیں۔ انھوں نے گھر میں ہی گرما گرم بحث شروع کر دی تھی اور اب گلی میں بھی اسی جوش و خروش کے ساتھ بحث و تمحیص کا سلسلہ جاری تھا۔ آہستہ آہستہ یہ آوازیں ہلکی پڑنے لگیں اور آخر کار دور جا کر بالکل ہی ختم ہو گئیں۔ لیوی آندریے وچ نے کہا: "بہت دیر ہو گئی۔ بس اب سونا چاہیئے۔ اس دنیا میں جن لوگوں سے میں محبت کرتا ہوں وہ تم ہو اور والدہ۔"

(۵)

اگست کے بعد ستمبر کا مہینہ بھی ختم ہونے والا تھا۔ خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا اور سرما کا بھیانک موسم تقریباً آن ہی پہنچا تھا۔ جس کے انتظار میں انسان کا رواں رواں سب سے ہی تقریباً معطل ہو چکا تھا اور ہر شخص اس

آنے والی مصیبت کی باتیں کر رہا تھا۔ لوگ مردوں کی قیامت خیزی کا مقابلہ کرنے کے لئے لکڑیاں اور اناج جمع کر رہے تھے۔ لیکن مادیت کی شمع کے ان ایام میں کسی موضوع یا کیفیت کی تجسیم یا مادی شکل میں اظہار کا وسائل ہی نہ رہا تھا۔ اعضا یہ اور ایندھن کی سپلائی نے غذا اور جلانے کی لکڑی کی جگہ لے لی تھی۔ شہروں میں رہنے والے لوگ شیر خوار بچوں کی طرح بیکس و مجبور تھے۔ اس خیر یقینی حالت نے زندگی کے ہر شعبہ کو مفلوج و معطل بنا کر رکھ دیا تھا۔ حالانکہ یہ باریں کن صورت حال خود شہر والوں کی اپنی پیدا کردہ تھی۔ ہر جانب لوگ خود فریبی کے مرض میں مبتلا تھے۔ اور بے تحاشا باتیں کرتے۔ لوگ محض عادتاً روزمرہ کی طرح زندگی کے دن پورے کر رہے تھے۔ لنگڑاتی اور گھسٹتی ہوئی زندگی لیکن ڈاکٹر نے اس زندگی کو اس کے اصلی خدوخال میں دیکھا تھا۔ اس پر واضح ہو چکا تھا کہ سزا کا فیصلہ سنایا جا چکا ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اور اس کے گرد و پیش کی کوئی چیز محفوظ نہیں رہی۔ مستقبل میں زبردست آزمائشوں سے سابقہ پڑنے والا ہے۔ اور شاید موت سے بھی۔ ان کے دن انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں اور ان کی نظروں کے سامنے دن ایک ایک کر کے گذرتے جا رہے ہیں۔ معمولات زندگی کے معمولات میں مصروف نہ ہوتا تو شاید اب تک پاگل ہو گیا ہوتا اس کی بیوی۔ اس کا بچہ۔ تلاش روزگار کی ضرورت اس کی ڈاکٹری کے روزمرہ کے حقیر معمولات۔ انہی میں اس کی نجات تھی۔ اسے اس امر کا احساس تھا کہ مستقبل کی دیو پیکر مشین کے سامنے اس کی حیثیت ایک بالشتیئے سے زیادہ نہیں ہے۔ اسے اپنے مستقبل کی فکر تھی۔ اس سے محبت تھی، اور دل ہی دل میں اسپر اسے فخر بھی تھا۔ اور جس طرح کسی کو آخری بار وداع کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس نے بڑی پرشوق نگاہوں سے درختوں۔ یادوں، اور گلیوں میں چلنے والے لوگوں پر نظر دوڑائی۔ روس کا عظیم شہر بھیانک مصیبت کا مقابلہ کرنے کی جدوجہد کر رہا تھا۔ وہ دوسروں کی خاطر اپنی قربانی پیش کرنے کو تیار تھا۔ مگر کچھ نہ کر سکتا تھا۔ روسی میڈیکل سوسائٹی کے نزدیک اولڈ کونج یارڈ روڈ کے گوشہ پر امہات کا علاقہ پار کرتے ہوئے اس نے گلی کے وسط سے بار بار آسمان پر اور لوگوں پر نظر ڈالی۔ اور اپنے پرانے ہسپتال پہنچ کر پھر کام شروع کر دیا۔ ابھی تک اس کا نام ہولی کراس (مقدس صلیب) ہسپتال ہی تھا حالانکہ اس نام کے ماننے والے جو لوگ تھے انھیں ختم کر دیا گیا تھا۔ اور ابھی تک کسی نے اس ہسپتال کا کوئی کیا نام رکھنے کے سوال پر غور نہیں کیا تھا۔ ہسپتال

کا عملہ پہلے ہی سے کئی گروہوں میں بٹا ہوا تھا۔ اعتدال پسند جن کی کند ذہنی پر ڈاکٹر برہم ہو جاتا تھا اسے خطرناک سمجھتے۔ اور جن لوگوں کی سیاست بہت "ترقی" کر چکی تھی وہ کہتے تھے کہ ڈاکٹر ابھی پورا سُرخا (کمیونسٹ) نہیں بنا۔ اس طرح اس کا کسی بھی گروہ سے تعین نہ تھا۔ وہ اوّل الذکر سے الگ ہو گیا اور آخر الذکر سے پیچھے رہ گیا تھا۔

اپنے روزمرہ فرائض کی بجا آوری کے علاوہ عام اعداد و شمار جمع کرنے کا کام بھی میڈیکل چیف نے اس پر ڈال دیا۔ اس کے ہاتھوں سے بے انتہا سوال نامے اور فارم گذرتے۔ سُرخ اموات۔ سُرخ بیماری۔ عملہ کی آمدنی۔ ان کے سیاسی شعور کی درجہ وار تقسیم۔ انتخابات میں ان کی شرکت اور پیدا شدہ غذا اور ادویات کی مسلسل قلت کے بارے میں بھی اسے جائزہ کر کے رپورٹ دینی پڑتی تھی۔ زواگو اسٹاف روم کی کھڑکی کے برابر اپنی پرانی میز پر بیٹھتا جو ہر قسم کے نقشوں اور فارموں سے پٹی رہتی تھی۔ بعض اوقات وہ ان سب کو ایک طرف سمیٹ دیتا اور اپنے طبّی پیشہ کے بارے میں کچھ لکھنے کے علاوہ اپنی نظموں کے چھوٹے چھوٹے بنڈل بھی لکھتا رہتا۔ ایک عنوان تھا "بونے اور قد آور" جو اس زمانے کی ایک حزنیہ یادداشت تھی جس میں نظم و نثر اور سبھی کچھ موجود تھا۔ جس میں اس نے یہ تاثر پیش کیا تھا کہ نصف دُنیا اپنے آپ بدل گئی اور خدا جانے لوگ اب کیا کچھ کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر کے روشن کمرہ کی دیواروں پر سفید قلعی پھری ہوئی تھی اور اس میں سنہری خزاں کی دودھیا روشنی بھری ہوئی تھی عید سعید مقدس مریم کے بعد موسم اسی قسم کا ہوتا ہے۔ صبح کے وقت کہر ہوتی ہے اور ہر روز زیادہ سے زیادہ پتوں سے محروم ہونے والے جنگلوں میں بھدّیاں اور نیلے کنٹھ سنہرے پتوں کو دیکھ کر چہچہاتے رہتے ہیں۔ ایسے ایام میں آسمان ناقابل یقین حد تک بلند دکھائی دیتا ہے۔ اور زمین آسمان کے درمیان ہوا کا جو صاف شفاف ستون ہوتا ہے اس پر شمال کی جانب سے آنے والی برفانی اور گہری نیلی شعاعیں متحرک دکھائی دیتی ہیں۔ دنیا میں ہر چیز پہلے سے زیادہ صاف دکھائی اور سُنائی دینے لگتی ہے۔ دور کی آوازیں ہم تک الگ الگ اور واضح طور پر آواز کے جمے ہوئے قتلوں یا ٹکڑوں کی طرح پہنچتی ہیں۔ افق کھل جاتے ہیں۔ جیسے آئندہ برسوں تک کی زندگی کا حال ہم پر عیاں کر رہے ہوں یہ یکتائے روزگار روشنی خزاں کا مختصر سا دن ختم ہونے پر غروب آفتاب سے ذرا قبل چند لمحوں کے لئے دکھائی دیتی ہے۔ اگر زیادہ دیر تک قائم رہے تو ناقابل برداشت ہو جائے۔

چنانچہ ڈاکٹر کا کمرہ اس وقت کچھ اسی قسم کی روشنی سے معمور تھا۔ اوائل خزاں کے غروب آفتاب کی کرنیں اتنی شاداب، نکھار اور سریلی تھیں جیسے کوئی اعلیٰ قسم کا ردی سیب۔

ڈاکٹر اپنی میز پر بیٹھا لکھ رہا تھا کبھی کبھی وہ کچھ سوچنے کے لئے یا قلم کو سیاہی میں ڈبونے کے لئے رکتا۔ اور کبھی کبھار خاموش پرندے اسکی بلند کھڑکیوں کے قریب سے اڑتے ہوئے گذرتے تو ان کے سائے اسکے متحرک ہاتھوں پر۔ میز اور اس پر رکھے ہوئے کاغذوں پر۔ فرش اور دیوار پر پڑتے۔ اور پھر اسی خاموشی کے ساتھ یہ سائے غائب ہو جاتے۔ علم الاعضا کا ماہر ڈاکٹر اندر آیا۔ وہ کافی مضبوط آدمی تھا لیکن اس کا وزن اتنا کم ہو گیا تھا کہ اب اسکی کھال اس کے جسم پر تھیلے کی طرح لٹک رہی تھی۔ اس نے آتے ہی کہا: "میپل کے پتے بالکل غائب ہو چکے ہیں۔ دیکھنا ان درختوں کے پتوں نے کس طرح جم کر بارش اور ہوا کا مقابلہ کیا لیکن اب صرف ایکدن میں صبح سویرے کی برفباری نے ان کا کام تمام کر ڈالا۔" ڈاکٹر نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ تو پتہ چلا کہ پرُاسرار پرندے جو کھڑکیوں کے قریب سے پرواز کرتے ہوئے گئے تھے وہ اصل میپل کے سُرخ پتے تھے۔ وہ درختوں سے اڑ کر ہوا میں تیرتے ہوئے ہسپتال کے لان پر جا گرتے جہاں ان کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔

"علم الاعضا کے ماہر ڈاکٹر نے پوچھا۔ کیا کھڑکیوں پر پوٹین مسالہ نہیں لگایا؟"

"نہیں" بوڑھی آندرے وف نے کہا اور پھر لکھنا شروع کر دیا۔

"کیا تمھارے خیال میں کھڑکیوں کے شیشوں کو مسالہ لگانا اب ضروری نہیں ہو گیا ہے؟"

لیکن بوڑھی آندرے وف اپنے کام میں منہمک تھا اور اس نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

"افسوس ہے تمہارا سکا چلا گیا۔" دوسرے ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ بڑے کام کا آدمی تھا۔ جوتوں کی مرمت گھڑیوں کی مرمت غرضیکہ ہر کام کر دیا کرتا تھا۔ دنیا کی ہر چیز لا کر دیدیتا تھا۔ اب ہمیں ان کھڑکیوں کی دیکھ بھال خود کرنی پڑے گی۔"

"لیکن مسالہ ہے کہاں؟"

"تم خود بنا سکتے ہو۔ نسخہ میں بتائے دیتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے بتایا کہ کھڑیا اور اڑی کو ملا کر کس طرح پٹین مسالہ بنایا جاتا ہے۔" اچھا تو اب میں چلا۔ تمھیں شاید ابھی بہت کام کرنا ہے۔" چنانچہ وہ دوسری کھڑکی کے قریب پہنچا اور اپنی بوتلوں اور مجموعوں میں لگ گیا۔ ایک منٹ بعد وہ بولا

تم اپنی آنکھیں خراب کرو گے۔" ذرا توقف کے بعد اس نے پھر کہا: "اندھیرا ہو رہا ہے۔ اور یہاں یہ لوگ، تمھارے لئے روشنی کا کوئی انتظام نہیں کریں گے۔ چلو گھر چلیں۔"

"میں کوئی بیس منٹ تک یہاں اور کام کروں گا۔"

"اس کی بیوی یہاں نرس ہے۔"

"کس کی بیوی؟"

"تارا سکا کی۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے۔"

"کسی کو کچھ علم نہیں وہ کہاں ہے۔ سارے ملک میں گھومتا پھرتا ہے۔ گذشتہ موسم گرما میں وہ دو مرتبہ اپنی بیوی سے ملنے آیا اور سنا ہے اب کسی گاؤں میں ہے۔ اور نئی زندگی کی تعمیر میں مصروف ہے وہ ان بالشویک سپاہیوں میں سے ہے جو برف سڑکوں پر چلتے اور ٹرینوں میں سفر کرتے ہوئے ہر جگہ دکھائی دیتے ہیں۔ اور معلوم ہے ان میں یہ جذبہ کیسے پیدا ہوتا ہے؟ تارا سکا ہی کا معاملہ لے لو۔ وہ تقریباً ہر کام کر سکتا ہے۔ اور جو بھی کام کرتا ہے سلیقہ سے کرتا ہے۔ فوج میں بھی اس نے ایسا ہی کیا۔ اس نے لڑنا بالکل اسی طرح سیکھا جیسے کوئی دوسرا ہنر سیکھا جاتا ہے۔ وہ رائفل کا بہترین نشانہ باز بن گیا۔ اس کی نظر اور قوتِ بازو بے پناہ ہے۔ اسے ہر تمغہ بہادری کی بنا پر نہیں بلکہ ہمیشہ نشانہ پر بھرپور وار کرنے کی وجہ سے ملا۔ وہ جو کام کرتا ہے جنونی جذبات کے ساتھ کرتا ہے اور لڑائی میں بھی اس کا یہی حال تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ آدمی کے لئے رائفل کا کیا مطلب ہے۔ یہ اسے قوت بخشتی ہے اعزازات دلاتی ہے۔ وہ خود طاقتور بنا چاہتا ہے۔ سچا آدمی وہ ہے جو آدمیوں جیسا نہیں ہوتا۔ پچھلے زمانہ میں ایسے آدمی سپاہی سے افسر بن جایا کرتے تھے۔ اب ذرا اس وقت تارا سکا سے اس کی رائفل واپس لینے کی کوشش کر کے دیکھ لو۔ فوراً غرہ سنو گے: اپنی سنگینیں اپنے آقاؤں کے خلاف ہی تان لو۔ تارا سکا نے بھی یہی کیا۔ یہ ہے سارا قصہ۔ یہی ہے وہ مارکسزم۔ ذرا اچھی طرح سمجھ لو۔"

"یہ بالکل صحیح ہے۔ سچی حقیقت دکھائی دیتی ہے۔ بالکل زندگی جیسی۔ کیا تمھیں معلوم نہیں۔؟"

علم الاعضا کا ماہر ڈاکٹر دوبازو اپنی ٹکیوں وغیرہ کے جائزہ میں مصروف ہو گیا۔ اس نے

تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"وہ چولہے کی مرمت کرنے والے کا کیا ہوا؟"

"ہاں اسے ہمارے ہاں بھیجنے کا شکریہ۔ بہت دلچسپ آدمی تھا۔ ہم گھنٹوں تک ہنگل اور کرتی پر بحث کرتے رہے۔"

"قدرتی بات ہے۔ اس نے ہیڈلبرگ یونیورسٹی سے فلسفہ میں ڈاکٹر کی ڈگری لی تھی۔ ہاں تو چولھے کا کیا بنا۔؟"

"چولھے کی حالت تو بدستور خراب ہے ہی"۔۔۔ "کیا اب تک دھواں دے رہا ہے؟"۔۔۔ "ہاں بالکل نہیں رکتا"۔۔۔ "اس نے چولھے کا پائپ ٹھیک طرح نہیں لگایا ہوگا۔ اسے ہوا دان سے ملانا چاہیئے کیا اس نے اس کو کھڑکی میں سے گذارا تھا؟"

"نہیں ہوا دان تو لگا یا تھا مگر اس کے باوجود چولھا دھواں دے رہا ہے۔"

"تب وہ ہوا کے اخراج کا صحیح سوراخ نہ ڈھونڈ سکا ہوگا۔ کاش تار آسکا یہاں ہوتا۔ بہرحال ٹھیک ہو ہی جائے گا۔ ماسکو ایکدن میں نہیں بن گیا تھا۔ چولھے سے کام لینا پیانو بجانے سے مختلف ہے اس میں ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ ہاں ۔۔۔ تم نے لکڑی تو جمع کرلی ہے نا؟"

"جمع کیسی؟ مجھے تو یہ بھی خبر نہیں کہ لکڑی ملتی کہاں ہے؟"

"میں چرتسع کے دربان کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔ وہ لکڑیاں چیرنے کا ماہر ہے۔ سڑکوں کے کنارے جنگلوں کی بلیاں کاٹ کر وہ جلانے کی بہترین لکڑیاں بنا دیتا ہے۔ لیکن تمہیں اس سے سودا چکانا پڑے گا۔ نہیں۔ نہیں۔ یہ خ کن کے پاس چلو۔"

وہ نیچے اس کمرہ میں گئے۔ اور اوورکوٹ پہن کر باہر چلے گئے۔

"یہ خ کن کی کیا ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں کوئی مکمل وغیرہ نہیں ہیں۔"

"اس کا مکھیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ میں جلانے کی لکڑی کی بات کر رہا ہوں۔ یہ خ کن ایک بوڑھی عورت ہے جو برسے برسائے پر لکڑیوں کا کاروبار کرتی ہے۔ اس نے یہ کام بہت پھیلا رکھا ہے پورے کے پورے مکان امیروں کے لئے خرید لیتی ہے۔ اندھیرا ہونے سے ذرا پہلے جب چلتے زمانے میں آنکھیں بند کرکے بھی تمہیں اس پورے علاقہ میں گھما سکتا تھا۔ میں ایک ایک پتھر سے واقف تھا۔ اس جگہ سے قریب

ہی تو میں پیدا ہوا تھا لیکن جب سے ان لوگوں نے جنگلے اکھاڑنے شروع کئے ہیں میں دن ہی میں راستہ بھولنے لگا ہوں۔ اپنا ہی شہر پردیس معلوم ہونے لگا ہے۔ اس کے برعکس عجیب و غریب قسم کی نئی جگہیں وجود میں آ رہی ہیں بسیں ایمپائر قسم کے مکانوں کو کون چاہتا تھا؟ اب اس علاقہ کے ہر مکان کے باغ میں گول میزیں اور ٹوٹی پھوٹی کرسیاں پڑی ہیں۔ کچھ دن ہوئے میں اسی قسم کی ایک جگہ سے گزر رہا تھا جہاں تین لڑکے آ کر ملے ہیں اور وہاں کوئی ایک سال کی ایک ضعیفہ لکڑی کے سہارے چل رہی تھی۔ میں نے کہا "آہا وادی اماں کیا مچھلی کے شکار کے لئے کچوے ڈھونڈھ رہی ہو۔" ظاہر ہے یہ بات میں نے مذاق میں کہی تھی لیکن اس نے اسے سنجیدگی سے لیا۔ "کچوے نہیں" اس نے کہا۔ "بلکہ خود زر بھی۔ اور یہ صحیح ہے تم جانتے ہو شہر بالکل جنگل بنتا جا رہا ہے۔ سڑے ہوئے پتوں اور جھنکاڑوں کی بو پھیلی رہتی ہے۔

"میں سمجھ گیا تم کس جگہ کی طرف اشارہ کر رہے ہو۔ سیر میرا بنی اور ریچانوڈ کا کے درمیان ——

وہی نا!۔ وہاں میں ہمیشہ بڑی حیرت انگیز باتوں سے دوچار ہوتا ہوں۔ مائو میری ملاقات کسی ایسے آدمی سے ہوتی ہے جسے میں نے برسوں سے کبھی نہ دیکھا ہو۔ یا وہاں مجھے کوئی چیز ملتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ خطرناک جگہ ہے اور کوئی تعجب کی بات بھی نہیں اس جگہ تنگ گلیوں کا جال ہے جو اسمولنسکی کے قریب پرانے چوروں کے اڈوں کے پاس جا کر نکلتی ہیں۔ قبل اس کے کہ تمہیں پتہ چلے کہ تم کہاں ہو تمہارے جسم پر ایک ناکجی نہ رہنے دیں گے اور خود غائب ہو جائیں گے۔"

"ذرا ان سڑک کی بتیوں کو دیکھو یہ کبھی روشن نہیں ہوتیں۔ شیشے صاف کرنے کی کوشش میں اوپر ان پر کھرونچیں لگا دی گئی ہیں۔ سنبھل کر چلو کہیں ٹھوکر نہ لگ جائے۔"

(۶)

اس جگہ ڈاکٹر وانتی نت نئے واقعات سے دوچار ہوتا تھا۔ ایک سرد اور تاریک رات کو اکتوبر کی لڑائی سے کچھ پہلے اس نے ایک آدمی کو فٹ پاتھ پر بیہوش پڑا پایا۔ اس کے ہاتھ آگے کو پھیلے ہوئے تھے۔ سر کے پاس ایک بڑا سا پتھر تھا جس سے اسے زخمی کیا گیا تھا۔ اور اس کے پیرنالی میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ کبھی کبھی کراہنے کی آواز نکال رہا تھا۔ جب ڈاکٹر نے اسے اٹھانا چاہا تو وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ اسے حملہ کر کے لوٹا گیا تھا اور اس کے سر پر سخت چوٹ آئی تھی جو خون سے بری طرح لت پت ہو رہا تھا لیکن سرسری جائزہ سے معلوم ہوا کہ اس کی کھوپڑی صحیح سالم تھی۔

زدگوار یات کے دواخانے گیا جہاں سے اس نے گاڑی کے لئے ٹیلیفون کیا جو ہنگامی حالت میں مریضوں کو اسپتال لانے کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ ڈاکٹر نگاڑی میں زخمی کو اسپتال لایا ایک ممتاز سیاسی لیڈر نکلا۔ ڈاکٹر نے اس کا علاج کیا اور آخر وہ صحت یاب ہو گیا۔ اس کے بعد کئی سال تک یہ آدمی ڈاکٹر کا محافظ بنا رہا۔ اس نے کئی مرتبہ ڈاکٹر کو مصیبتوں سے بچا لیا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب ہر شخص شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

(۷)

انتونینا الیگزینڈروونا کی تجویز پر پوری طرح عمل ہوا اور سردیوں کے لئے گھر کے لوگ اوپر کی منزل کے تین کمروں میں رہنے لگے۔ اس دن اتوار تھا سرد ہوائیں چل رہی تھیں اور گہرے بادل گھرے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر کو آج چھٹی تھی۔ صبح آگ جلائی گئی مگر چولھے سے دھواں اٹھنے لگا۔ نیوشا گیلی لکڑیوں کو جلانے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی اور انتونینا الیگزینڈروونا جو چولھے اور ایندھن کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی اسے برابر انتہائی مضحکہ خیز اور بے معنی مشورے دیئے جا رہی تھی۔ ڈاکٹر نے جو اس سلسلہ میں تھوڑا بہت جانتا تھا کچھ بولنا چاہا۔ لیکن اس کی بیوی نے اسے بڑی نرمی سے یہ کہتے ہوئے کمرہ سے باہر بھیج دیا کہ "تم اس میں ٹانگ نہ اڑاؤ۔ تم تو صرف جلتی آگ پر تیل ہی چھڑک سکتے ہو۔"

"تیل تو کچھ زیادہ بُرا نہیں رہے گا۔ تو نیچکا! چولھا ایکدم بھڑک اٹھے گا۔ اب تو مشکل یہ ہے کہ تیل ہے نہ آگ۔"

"مذاق مت کرو۔ بعض وقت مذاق بڑا بے موقع معلوم ہوتا ہے۔ چولہا نہ جلنے کی وجہ سے ہر ایک کے پروگرام میں خلل پڑ گیا۔ انھیں امید تھی کہ اندھیرا پھیلنے سے پہلے ہی وہ گھر کے کام کاج سے فارغ ہو جائیں گے اور شام بے فکری سے گذار سکیں گے لیکن اب کھانا بھی جلد تیار ہونے کی توقع نہیں تھی۔ گرم پانی بھی نہیں تھا۔ کئی روز سے پروگرام بھی شاذ ترک کرنے پڑ جائیں۔ کھڑکیوں سے اور دھواں اٹھنے لگا۔ اور ہوا کی وجہ سے دھواں کمرے میں گھس آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پرستان کی کہانیوں کی کوئی مہیب جادوئی گھنے جنگل میں کھڑی ہو۔ آخر کار بوری آندریے وقع سب کو دوسرے دو کمروں میں لے آیا اور ایک کھڑکی کا اوپر کا حصہ کھول دیا۔ اور چولھے سے آدھی لکڑیاں باہر

نکالیں اور ان کی جگہ چھوٹی چھوٹی پچکیاں رکھیں۔ بیچ بیچ میں اس نے چیڑ کی لکڑیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے رکھ دیئے۔ کھڑکی سے تازہ ہوا اندر آئی۔ پردہ ہوا میں لہرانے لگا۔ میز سے کاغذ وغیرہ اڑنے لگے۔ نیچے ہال میں کہیں کوئی دروازہ زور سے بند ہوا اور چودھواں باقی رہ گیا تھا ہولنے اس سے آنکھ مچولی کھیلنی شروع کر دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے لکڑیاں چٹخ چٹخ کر جلنے لگیں۔ اور چولھے سے شعلے نکلنے لگے۔ کمرے میں دھواں آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا اور پھر بالکل ختم ہو گیا۔ اب کمرہ پھر روشن ہو گیا تھا یوری آندرے وتح نے حال ہی میں اپنے دوست کے مشورے سے جو کھڑکیاں لگائی تھیں ان سے گرم گرم ہوا آ رہی تھی جس سے لوٹین جلنے کی عجیب سی بو آ رہی تھی۔

اور چولھے کے پاس پڑی ہوئی لکڑی بھی عجیب بُو دے رہی تھی۔ کھڑکی سے آنے والی ہوا کی سی تیزی کے ساتھ نکولائی نکولائی وچ کمرہ میں داخل ہوا۔ اور آتے ہی بتایا۔ گلیوں اور بازاروں میں لڑائی ہو رہی ہے۔ عارضی حکومت کے حامی کیڈٹوں اور بالشویکوں کے ساتھی فوجی سپاہیوں کے درمیان باقاعدہ جنگ ہو رہی ہے۔ سارا شہر اس لڑائی کی زد میں آ چکا ہے۔ میں یہاں آتے ہوئے دو دفعہ ان جھڑپوں میں پھنس گیا۔ پہلے تو بالشوئی دمتروکا کے قریب اور پھر نکتسکی گیٹ کے پاس۔ اب سیدھے آنے کی بجائے ادھر گھوم کر آنا پڑے گا۔ یوراجلدی سے کوٹ پہن لو۔ آؤ ذرا چل کر لڑائی دیکھیں۔ یہ تاریخی واقعہ ہے جو زندگی میں روز روز دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے بعد وہ دو گھنٹے تک یہیں پر باتیں کرتا رہا۔ انھوں نے ایک اخبار کا کھانا کھایا اور جب وہ چلنے کے لئے تیار ہوا تو اچانک گورڈون بھی اسی تیزی کے ساتھ اور وہی خبر لے کر داخل ہوا جو نکولائی لایا تھا۔ لیکن اب خبر میں ذرا تازہ اور تفصیل کے ساتھ معلوم ہوئیں۔ گورڈون نے کہا کہ رائفل فائرنگ شدت سے جاری ہے جس سے اکا دکا راہ گیر بھی ہلاک ہو رہے ہیں۔ سارا ٹریفک رک گیا ہے۔ وہ خود بڑی مشکل سے بچتا بچاتا یہاں تک پہنچا ہے لیکن اب راستہ بالکل کٹ گیا ہے۔ نکولائی نکولائی وچ نے اس کی باتوں پر یقین نہیں کیا اور تیزی کے ساتھ باہر نکلا مگر ایک ہی منٹ بعد واپس آ گیا۔ اس نے بتایا کہ گولیاں سنسناتی ہوئی گی میں کونے کی دیواروں پر لگ رہی ہیں جس سے پلستر ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر رہا ہے۔ باہر کوئی متنفس دکھائی نہیں دیتا۔ ہر قسم کی آمد و رفت بالکل بند ہے۔

اور اسی ہفتہ ساشنکا کو نزلہ اور زکام سے بخار ہو گیا۔ یوری آندرے وتح مجبوراً اپنی بیوی

سے کہہ رہا تھا میں نے ہزار مرتبہ منع کیا ہے کہ بچے کو چولہے کے قریب مت کھیلنے دیا کرو۔ سردی لگنے سے زیادہ، گرمی کے قریب بچے کو رکھنا بہت خطرناک ہے۔ ساشا شدید بخار تھا اور اس کا گلا بری طرح سوج گیا تھا۔ سے وہ دہشت زدہ ہو جاتا تھا اور بوری آندرے وقت اس کا گلا دیکھنے کی کوشش کرتا تو وہ اس کا ہاتھ ایک طرف ہٹا دیتا۔ دانت بھینچ لیتا۔ اور زور سے دھاڑتے ہوئے اپنا سانس روک لیتا۔ وسیلیں یا دھمکیوں کا اس پر ذرہ برابر اثر نہ ہوتا۔ تاہم ایک مرتبہ اس نے نادانستہ جمائی لیتے ہوئے منہ جو کھولا تو ڈاکٹر کو موقع مل گیا اور اس نے اپنے بیٹے کے منہ میں جلدی سے چمچہ ڈال کر اس سے کافی دیر تک اسکی زبان کو دبائے رکھا اور اسی اثنا میں اس نے اس کے نرخرہ اور گلے کے غدودوں کو غور سے دیکھ لیا۔ نرخرہ رس بھری کے رنگ کا ہو رہا تھا اور غدود سوجے ہوئے تھے جن پر تشویشناک حد تک بیشمار سفید دھبے پڑے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اسی طرح بچے کے گلے سے ذرا سا مواد نکال کر خوردبین سے اس کا جائزہ لیا جو اتفاق سے گھر میں ہی موجود تھی خوش قسمتی سے بچہ کو خناق کا عارضہ لاحق نہیں ہوا تھا۔ لیکن تیسرے ہی دن بچے پر گلے کے ورم کا حملہ ہوا جس سے اسکو تشویشناک قسم کی کھانسی اٹھنے لگی۔ بخار بھی بہت تیز تھا اور وہ اکھڑے اکھڑے سانس لینے لگا۔ بوری آندرے وقت بیٹے کی تکلیف دور کرنے سے معذور رہتا اور بچے کی تکلیف اس کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی۔ اس کی بیوی کا خیال تھا کہ شاید بچہ دم توڑ رہا ہے۔ دونوں باری باری بیٹے کو گودی میں بہلاتے ہوئے کمرے میں ٹہلتے رہے اور ایسا معلوم ہوتا جیسے اس سے بچہ کو کچھ آرام مل رہا ہے۔ اب انھیں بیمار بچے کے لئے دودھ۔ چشمے کے شفاف پانی یا سوڈے کی ضرورت تھی لیکن گلی کوچوں میں مسلسل جنگ ہو رہی تھی اور ہر طرف گولیاں چل رہی تھیں ایسے میں اگر آندرے وقت جان پر کھیل کر لڑائی کے علاقے سے باہر چلا بھی جاتا تو بھی اسے سارے شہر میں کوئی ایسا آدمی نہ ملتا جو اسکے کام آ سکتا۔ شہر میں صورت حال کے واضح ہونے تک ہر شعبہ زندگی کا نظام معطل ہو چکا تھا۔ لیکن نتیجہ کے متعلق کسی کو شبہ نہیں تھا۔ ہر طرف سے یہی افواہیں سننے میں آ رہی تھیں کہ مزدوروں کا پلہ بھاری ہے۔ کپڑوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ مقابلہ کر رہے تھے۔ لیکن وہ ایک دوسرے سے اور اپنی کمان سے کٹے ہوئے تھے سوشنزیو کے علاقہ پر سپاہیوں کے یونٹ کا قبضہ تھا اور وہ وسطی علاقہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جرمنی کے خلاف جنگ میں حصہ لینے والے تجربہ کار سپاہی اور ان کے ساتھ نوجوان مزدور لڑکے ایک خندق میں بیٹھے ہوئے تھے جو انھوں نے ایک گلی میں کھود رکھی تھی۔ وہ اس علاقہ میں رہنے والے لوگوں سے کافی واقف ہو گئے تھے اور جب یہ لوگ گھروں سے نکل کر دروازوں

کھڑے ہوتے تو یہ ان سے سیفٹی مذاق کر لیتے۔ شہر کے اس علاقہ میں ٹریفک بھی بحال ہو رہا تھا۔

گورڈن اور نکولائی نکولائی چوتھے تین دن تک زواگو کے گھر قید کاٹنے کے بعد آزاد ہوئے۔ تاہم زواگو خوش تھا کہ ساشنکا کی بیماری کے دوران یہ لوگ وہاں رہے اور عام گڑبڑ میں اضافہ کرنے کے الزام سے زواگو کی بیوی نے بھی انہیں بری کر دیا تھا۔ لیکن انہوں نے اس دوران اپنے میزبان کی مہمان نوازی کا بدلہ اس طرح چکایا کہ وہ مسلسل باتیں کرتے رہے۔ اس تین دن کی بے تکی باتوں سے زواگو اتنا تھک چکا تھا کہ جب یہ لوگ اس کے گھر سے گئے تو اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

(۸)

زواگو اور اس کی بیوی کو بعد میں معلوم ہوا کہ ان کے مہمان بخیریت اپنے اپنے گھر پہنچ گئے ہیں لیکن فوجی کارروائی بدستور جاری تھی۔ کئی راستے اب تک بند پڑے تھے اور ڈاکٹر اب تک اپنے ہسپتال نہیں جا سکا وہ اپنے کام پر جانے کو بے چین تھا جہاں اس کی میز کی دراز میں اس کی تصنیف کا مسودہ بھی رکھا تھا۔ لوگ صبح سویرے تھوڑی دیر کے لئے گھروں سے نکلتے اور روٹی وغیرہ خرید کر واپس چلے جاتے۔ جب لوگ کسی کو دودھ کی بوتل لے جاتے ہوئے دیکھتے تو سب اسے گھیر لیتے اور بڑے اشتیاق سے پوچھتے کہ اسے کہاں سے یہ دودھ ملا ہے۔ بعض اوقات ایکدم سارے شہر میں فائرنگ ہوتی اور تھوڑی ہی دیر بعد بازار اور گلی کوچے پھر کھل جاتے۔ لوگ کہتے کہ صلح کی بات چیت ہو رہی ہے اور فائرنگ کی کمی بیشی یہی ظاہر کرتی تھی کہ اس وقت ان مذاکرات کا کیا رنگ ڈھنگ ہے۔

اکتوبر کی ایک رات کو دس بجے کے قریب یوری آندریوچ اپنے ایک ساتھی سے ملنے اس کے گھر کی طرف چلا۔ وہ سنسان راستوں سے تیزی کے ساتھ گذر رہا تھا۔ برفباری کا پہلا مرحلہ شروع تھا جب کہ پاؤڈر کی طرح بہت باریک قسم کی برف گرتی ہے اور تیز ہوا اسے بڑی طرح بکھیرے ڈالتی تھی۔ بے شمار گلی کوچوں میں ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر ہوا ایسے طوفان میں تبدیل ہو گئی جس سے کھڑکیوں میں سیٹیوں کی سی آوازیں نکلتی ہیں مگر یہاں شہر میں یا ایسے ادھر سے اُدھر مارا مارا پھرتا ہے جیسے راستہ بھول گیا ہو۔ زمین پر لوگوں کے خلاق اور ہوا میں طبیعاتی دنیا کے ان نشانیوں کی کوئی نہ کوئی قدر مشترک تھی کہیں کہیں سے مدافعت کے محصور مورچوں سے آخری گولہ چلنے کی آوازیں سنائی دیتیں۔ اُفق پہ دم توڑتی ہوئی آگ کی لپٹیں اُبھر تیں اور منتشر ہو جاتیں اور آسمان سے گرتی ہوئی برف بھیگی ہوئی سڑکوں

اور راستوں پر بھنور اور دھوئیں کی چادریں بناتی رہتی۔

ایک اخبار فروش لڑکا اسے ایک دوہائے پر ملا جو تانہ چپہ کی ایک مولی گڈی بغل میں دبائے زور زور سے چیختا ہوا جا رہا تھا: "خبریں پڑھو تازہ ترین خبریں: ڈاکٹر نے ایک پرچہ خریدا اور جیب سے سکہ دیا اس کا بقیہ بھی لڑکے کے پاس ہی رہنے دیا۔ لڑکے نے گڈی میں سے ایک پرچہ نکال کر ڈاکٹر کو دیا اور خود یہ ڈھیر اٹھا کر بھاگتا ہوا پھر برف میں غائب ہو گیا۔ یہ صرف ایک طرف چھپا ہوا خاص ضمیمہ تھا جس کی جلی سرخیاں پڑھنے کے لئے ڈاکٹر روشنی کے ایک کھمبے کے نیچے جا کر رکا۔ ضمیمہ میں پیٹرزبرگ کا یہ سرکاری اعلان تھا کہ عارضی کونسلوں کی ایک سوویٹ بنائی گئی ہے اور یہ کہ روس میں عوام کی ڈکٹیٹرشپ قائم ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی نئی حکومت کا پہلا اعلان اور کئی دوسری خبریں تھیں جو تار اور ٹیلی فون پر موصول ہوئی تھیں۔ برفانی طوفان ڈاکٹر کی آنکھوں میں گھس آیا تھا۔ برف کے چھوٹے چھوٹے بگولوں کی اخبار کے صفحہ پر ایک تہہ سی جم گئی۔ لیکن یہ طوفان کی شدت نہیں تھی جو اس کے اخبار پڑھنے میں حائل تھی بلکہ اس لمحے کی تاریخی عظمت نے اس پر اس درجہ رقت طاری کر دی تھی کہ وہ کافی دیر کے بعد اپنے آپ کو سنبھال سکا۔

دوسری خبریں پڑھنے کے لئے اس نے ذرا بہتر محفوظ اور روشن مقام ڈھونڈھنے کے لئے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک باپھرای سحر زدہ ملاؤ یعنی سربیریائی اور مونچا فوڈوکا کے دوراہہ پر ایک بلند پانچ منزلہ عمارت کے شیشے کے دروازہ کے سامنے کھڑا ہے اور عمارت کی لابی خوب روشن ہے۔ وہ اندر پہنچا اور زینہ کے قریب بجلی کی روشنی میں اخبار پڑھنے لگا لیکن اچانک اسے بالائی منزل پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی کوئی زینے سے اتر رہا تھا مگر پھر رک جاتا جیسے گھبرا رہا ہو۔ ایک مرتبہ تو اس شخص نے واقعی فیصلہ بدل دیا اور زینے سے بھاگ کر واپس اوپر چڑھ گیا کہیں ایک دروازہ کھلا اور زور زور کی آوازیں سنائی دیں لیکن ان آوازوں میں تیزی تھی گونج تھی کہ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ آواز کسی عورت کی تھی یا مرد کی۔ دروازہ پھر زور سے بند ہوا اور یہ شخص پھر نیچے اترنے لگا۔ اب اس کے قدموں کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص عزم کے ساتھ آ رہا ہے۔ بوری آندے فرخ اخبار پڑھنے میں مصروف تھا اور اس کا اجنبی کی طرف دیکھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ لیکن زینہ اترتے ہی اجنبی اس طرح اچانک رک گیا کہ ڈاکٹر کو نگاہ اٹھا کر دیکھنا ہی پڑا۔ اس کے سامنے کوئی اٹھارہ سال کا ایک نوجوان کھڑا تھا جس نے رینڈیئر کی کھال کی ٹوپی اور پرانا کوٹ پہن رکھا تھا۔ رینڈیئر کا

یہ کوٹ اس نے سائبیریا کے لوگوں کی طرح پہن رکھا تھا جو سمور کا حصہ باہر رکھتے ہیں۔ لڑکے کا رنگ ذرا گہرا اور کرغیز کے باشندوں کی طرح اس کی آنکھیں ذرا چھوٹی تھیں۔ اس کے چہرے سے ایک شان معذورانہ رمق۔ اور سکوت پسندانہ لطافت ٹپکتی تھی جو اس کی علیحدگی پسندی کا پتہ دیتی تھی اور یہ چیز بسا اوقات ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جن کے والدین دو مختلف قومیتوں یا ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

ایسا دکھائی دیتا تھا جیسے لڑکے کو یوری آندرے وچ پر شبہ ہو گیا ہو کہ وہ اس کا کوئی مخالف ہے۔ اس نے کچھ الجھی ہوئی اور شرمیلی نگاہ سے ڈاکٹر کو دیکھا جیسے وہ اسے جانتا ہے مگر بات کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ نہیں کر پاتا۔ اس غلط فہمی کو ختم کرنے کے لئے یوری آندرے وچ نے لڑکے کو بڑی سرد مہری اور لاپرواہی کی نظر سے دیکھا۔ لڑکا کچھ پریشانی کے عالم میں دروازہ کی طرف چل پڑا اور دروازہ کھول کر باہر جانے سے قبل اُسنے پھر مڑ کر دیکھا اور شیشے کا بھاری دروازہ زور سے بند کر کے وہاں سے چلا گیا۔

اس کے چند منٹ بعد ہی آندرے وچ بھی وہاں سے چلا گیا۔ اس کے دل و دماغ پر تازہ خبریں چھائی ہوئی تھیں۔ وہ لڑکے اور اپنے اس ساتھی کو بالکل ہی بھول گیا جس کے ہاں جانے کے لئے وہ گھر سے نکلا تھا اور الٹا اپنے گھر واپس آ گیا۔ لیکن راستے میں ایک اور حادثے نے اسے مزید الجھن میں ڈال دیا۔ یہ حادثہ روزمرہ کی زندگی کی ان عام تفصیلات میں سے تھا جن کی اس دنوں بہت زیادہ اہمیت خیال کر لی گئی تھیں۔ اپنے گھر کے پاس ہی اس نے اندھیرے میں ایک موٹر کے قریب ہٹو کر کھائی جس سڑک پر کوئی ادارہ تھا جسے حکومت نے مضافات میں ایک لٹے ہوئے مکانات کے تختے بطور ایندھن سپلائی کئے تھے لیکن ان سب کو ایکدم اندر احاطہ میں نہیں لے جایا جا سکا لہٰذا ان تختوں کا کچھ حصہ باہر سڑک کے کنارے پڑا ہوا تھا اور ان کے ڈھیر کے قریب ہی ایک مسلح سنتری پہرہ دے رہا تھا۔ وہ عمارت کے احاطہ میں پہرہ دیتے ہوئے کبھی کبھار باہر سڑک پر بھی نکل آتا۔ یوری آندرے وچ کے ذہن میں اچانک ایک خیال آیا اور اس نے فوراً سنتری کے پیٹھ موڑتے ہی جبکہ تیزہوا کی وجہ سے تاریک حصے میں برف بھی اڑ رہی تھی ٹیپ کی روشنی سے ذرا بچ کر احتیاط کے ساتھ اس ڈھیر کے نیچے سے ایک سٹہتیر کھینچ لیا بمشکل تمام ڈاکٹر نے اس سٹہتیر کو اپنی پیٹھ پر رکھا اور فوراً اس کا بھاری وزن محسوس کرنے لگا (انسان کا اپنا وزن خود اس کے لئے بوجھ نہیں ہوتا۔) اور دیوار کے سائے کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا وہ بخیریت یدکڑی

لے کر گھر پہنچ گیا۔ یہ شہتیر عین ضرورت کے وقت ملا۔ کیونکہ گھر میں لکڑیاں بالکل ختم ہو چکی تھیں۔ شہتیر کو فوراً کاٹ کر چھوٹے ٹکڑوں میں تبدیل کر کے ایک طرف رکھ دیا گیا۔ اور بوڑھی آنہ نے وہ ٹکڑے جو جلا جلا کر اس کے سامنے خاموش بیٹھ گیا۔ انگیز بیندر انگیز بیندر وقت نے بھی آگ تاپنے کے لئے اپنی آرام کرسی کو ذرا آگے کھسکا لیا۔ آنہ نے وہ ٹکڑے اپنے بازو والی جیب سے اخبار نکال کر اسے دیا اور پوچھا دیکھا ہے؟ ذرا غور سے پڑھو۔ وہ خود بھی تک چنچوں کے بل بیٹھا ہوا آگ کو چمٹے سے کرید رہا تھا اور دل ہی دل میں باتیں کر رہا تھا۔

"کیا شاندار جراحی ہے۔ فشر نکالا۔ اور ایک ہی قوی العزم جنبش کے ساتھ تمام پرانے اور متعفن ناسوروں کو کاٹ ڈالا۔ بہت سادگی کے ساتھ۔ کسی قسم کی خرافات اور بیہودگی کے بغیر آپ نے ناانصافی کے پرانے عفریت کو پچھاڑا۔ جسے صدیوں سے یہ عادت پڑی ہوئی ہے کہ لوگ اس کی بندگی کریں۔ اس پر چڑھاوے چڑھائیں اور اس کے سامنے جھک کر عورتوں کی طرح کورنش بجالائیں ——— اور موت کی سزا سنا دی۔"

یہ بے باکی اور جرأت اور کسی چیز کی تہ تک پہنچ جانے کا یہ طریقہ اپنے اندر ایک مانوس قومی رنگ کا حامل ہے۔ اس میں بشکن کی معاملہ فہمی اور ٹالسٹائی کی حقائق سے غیر متزلزل وفاداری کا عنصر پایا جاتا ہے "تم بشکن کے بارے میں کہہ رہے ہو۔ ایک لمحہ ٹھہرو۔ مجھے یہ ختم کر لینے دو۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ میں پڑھنا بھی رہوں اور اس کے ساتھ ہی کسی کی بات بھی سنتا رہوں۔" انگیز بیندر انگیز بیندر وقت بول اٹھا وہ اس غلط فہمی میں تھا کہ اس کا داماد اس سے مخاطب ہے۔

"اور اسستادکاس کا اصل کمال یہی تو ہے۔ اگر تم کسی کو ایک نئی دنیا وجود میں لانے اور ایک نئے دور کا آغاز کرنے کا کام سونپو تو وہ پہلے تم سے یہ کہے گا کہ تم ذرا اس کے لئے میدان تو ہموار کر دو۔ وہ اس بات کا انتظار کرے گا کہ نئے دور کے آغاز سے پہلے صدیوں پرانا دور ختم ہو جائے۔ وہ ایک نیا باب اور ایک نیا ورق الٹنے کی کوشش کرے گا۔

لیکن یہاں لوگ اس قسم کی کسی چیز کا انتظار نہیں کرتے۔ یہاں یہ نئی چیز تاریخ کا یہ عجوبہ، یہ حیرت انگیز انکشاف، روزمرہ کی زندگی ہی میں نمودار ہوتا ہے اس بات سے بالکل بے نیاز ہو کر کہ زندگی کس راستے پر گامزن ہے۔ اس کا آغاز شروع سے نہیں بلکہ درمیان سے ہوتا ہے اور وہ بھی بغیر کسی ٹھوس پروگرام

کے مثال کے طور پر جو بھی دن ملے۔ ہفتہ کا پہلا ہی روز لے لیجئے جب کہ بازار میں ٹریفک شباب پر تھا۔ یہی ہے اُستاد کامل کا اہل کمال۔ صرف حقیقی عظمت ہی اتفاقات اور مواقع سے اتنی بے نیاز ہو سکتی ہے"۔

(۹)

آخر موسم سرما آگیا۔ اور ویسا ہی جیسا کہ پیشین گوئی کی گئی تھی۔ اس بار موسم اتنا شدید تو نہیں تھا جتنا اس کے بعد کے دو سالوں میں رہا تاہم یہ بھی تقریباً اسی قسم کا تھا۔ وہی تاریکی۔ وہی بھوک۔ اور وہی سردی کی شدت جس نے زندگی کی مانوس بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اور زندگی سے چمٹے رہنے کی وہ غیر انسانی جدوجہد شروع ہو گئی جو زندگی کو گردش سے نکلتے دیکھ کر ہر انسان کرتا ہے۔

تین سال لگاتار قیامت خیز سردی پڑی۔ یکے بعد دیگرے تین سال۔ آج جو معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۷ء اور ۱۹۱۸ء میں ہوا تھا وہ واقعی سب کچھ اس زمانہ میں نہیں ہوا — بہت سی باتیں غالباً اس کے بعد میں ہوئی ہوں۔ یہ تینوں سال ملکر ایک ہو گئے ہیں اور سب کا الگ الگ تذکرہ کرنا بہت مشکل ہے۔ پرانے اور نئے نظام ابھی ایک دوسرے سے دوچار نہیں ہوئے تھے وہ ابھی کھل کر ایک دوسرے کے مخالف بھی نہیں تھے۔ کیونکہ جب ایک سال بعد خانہ جنگی شروع ہوئی تو ان دونوں میں کوئی ربط قائم نہیں ہوا تھا۔ یہ دونوں نظام ایکدوسرے کے سامنے بالکل الگ کھڑے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کی پوری ضد۔ ہر جگہ نئے انتخابات ہو رہے تھے بلدیوں، ہر طرح کے اداروں سرکاری دفتروں اور پبلک سروسوں کے نظم و نسق کے لئے ہر جگہ کو تیار مقرر کئے گئے۔ جن کو آمرانہ اختیارات دیئے گئے تھے۔ جن کی قوت ارادی فولاد کی طرح مضبوط تھی سیاہ چمڑے کی جیکٹوں میں ملبوس لوگوں کو ڈرانے دھمکانے اور مرعوب کرنے کے تمام ہتھیاروں سے لیس۔ بندوقوں سے مسلح جو کبھی کبھار شوٹ کرتے اور اس سے بھی کم سوچتے تھے۔ وہ زوال پذیر بورژوائی نسل سے خوب واقف تھے جو سستی سرکاری تمسکات کے معمولی حصہ دار تھے یہ لوگ ان سے بہت بے رحمی سے بات کرتے اور وہ بھی ایک ایسی قہر آلود مسکراہٹ کے ساتھ جیسے کسی چور کو چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا گیا ہو۔ یہ وہ لوگ تھے جو ہر چیز کو اپنے منصوبہ کے مطابق از سر نو منظم کرتے اور اس طرح ایک کمیٹی کے بعد دوسری کمیٹی اور ایک صنعتی ادارے کے بعد دوسرا ادارہ باشوئیک نظام میں ڈھلنے لگا۔ ہوٹل کرآس کا ہسپتال اب سیکنڈ ریفارمڈ کہلانے لگا۔ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہو گئی تھیں۔ عملہ کے کچھ لوگ تو برطرف کر دیئے گئے اور کچھ خود مستعفی ہو گئے۔ کیونکہ انھیں اپنے

کام کا مناسب معاوضہ نہیں مل رہا تھا۔ یہ وہ ڈاکٹر تھے جو بڑے لوگوں کا علاج کرتے تھے جن کی فیس آسمان سے باتیں کرتی تھی اور جو بڑے چرب زبان تھے۔ انھوں نے ذاتی مفاد کے لئے کام چھوڑا تھا مگر فرد اس بات پر دیا کہ انھوں نے ایک شہری کی حیثیت سے یہ احتجاج کیا ہے۔ اور جو لوگ ہسپتال سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے وہ ان سے نفرت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ انھوں نے ان کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ زواگو ہسپتال میں کام کرتا رہا۔

شام کو میاں بیوی میں کچھ اس قسم کی بات چیت ہوئی۔ "بدھ کے دن ڈاکٹروں کی یونین کو نہ بھولنا انھوں نے ہمارے لئے تہ خانہ میں آلوؤں کی دو بوریاں رکھی ہیں۔ میں تمھیں بتا دوں گا کہ میں کب چل سکوں گا۔ ہم دونوں کو اکٹھے چل کر گاڑی کا انتظام کرنا ہوگا۔"

"بہت اچھا — یورد چکا — ابھی بہت وقت ہے۔ تم اب سوتے کیوں نہیں — بہت دیر ہو گئی۔ کاش تم کچھ آرام کرو۔ ہر کام تم خود نہیں کر سکتے۔"

"وا کھپی ہوئی ہے۔ نقاہت اور تھکاوٹ کے باعث لوگوں میں بیماری کا مقابلہ کرنے کی سکت تک باقی نہیں رہی۔ تمھاری اور ابا کی حالت بہت خراب ہے۔ ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے۔ لیکن کیا۔؟ کاش میں کچھ کر سکتا؟ ہم لوگ اپنا کچھ زیادہ خیال نہیں کر رہے۔ ارے تم سوئی نہیں؟"

"نہیں۔"

میں اپنے لئے فکرمند نہیں ہوں۔ میں تو بہت سخت جان ہوں۔ لیکن اگر اتفاق سے میں بیمار ہو جاؤں تو تم سمجھ سے کام لینا۔ سمجھیں تم مجھے گھر پر نہ رکھنا فوراً ہسپتال پہنچا دینا۔"

"ایسے کلماتِ بد زبان پر نہ لاؤ۔ خدا تمھیں ہر بلا سے محفوظ رکھے۔"

"یاد رکھو۔ اب ایماندار لوگ ختم ہو چکے ہیں۔ کوئی کسی کا دوست نہیں۔ اور کسی ماہر کا تو ذکر ترک کرنا بیکار ہے۔ اگر کوئی نیکی بدی ہو جائے تو پچھتاوں کے سوا کسی پر عمر بھر نہ کرنا بشرطیکہ وہ اس وقت موجود ہو تمھیں نیند نہیں آئی۔"

"نہیں۔"

"تنخواہ کافی نہیں تھی لہٰذا وہ کام چھوڑ کر چلے گئے۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ ان کے بھی کچھ اصول تھے۔ شہریت کے جذبات و احساسات تھے راستے میں کوئی ان سے ملے تو وہ مشکل ہی ہاتھ ملاتے ہیں۔ صرف ایک

بھوں چڑھا کر کہتے ہیں ستے ہوں! تو تم ان کے لئے کام کر رہے ہو؟ ستے ہاں؟ میں نے کہا اور اگر تم برا نہ مانو۔ میں جو دکھ سہہ رہا ہوں مجھے اس پر فخر ہے۔ اور جو لوگ ہماری قدر کرتے ہیں میں ان کی عزت افزائی اس طرح کرتا ہوں کہ ان پر بھی وہی مصائب و آلام مسلط کر دیتا ہوں۔"

(۱۰)

ایک عرصہ تک لوگ گھٹیا قسم کی چھوٹی مچھلی کے سر کے مشروبے کے ساتھ پانی میں اُبلا ہوا باجرہ کھا کھا کر گزارہ کرتے رہے۔ اکثر مچھلی کا شوربہ دوسری پلیٹ کا کام دیتا اور اس کے ساتھ ہی لوگ بغیر چھنی ہوئی گیہوں یا گھٹیا گندم کا ملغوبہ سا تیار کر لیتے۔ انتونینا الیگزیندروونا کو اس کی ایک پڑوسن سہیلی نے عارضی دلندیزی چولہے پر ڈبل روٹی بنانا سکھا دی تھی۔ اصل میں اس کا مقصد یہ تھا کہ ٹائل کے چولھے کی قیمت وصول کرنے کے لئے انتونینا اس میں سے کچھ روٹی بھی فروخت کر سکے۔ انتیوں کا چولھا لوہے کے چولھے سے بدرجہا بہتر تھا۔ نہ دھواں دیتا تھا اور نہ اس کی حدت میں ذرا بھی کمی واقع ہوتی انتونینا کی روٹی تو اچھی تھی مگر تجارتی نقطۂ نظر سے یہ سکیم بالکل بیکار ثابت ہوئی۔ لہٰذا اسے دوبارہ لوہے کا چولھا استعمال کرنا پڑا۔ اب آزاگو اور اس کی بیوی کو کافی تنگدستی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا

ایک دن صبح کے وقت جب لیوکی آندرے وچ کام چھپلا گیا تو انتونینا الیگزیندروونا نے اپنا خستہ حال گرم کوٹ اور ہیٹ شکار کی تلاش میں باہر نکل گئی۔ یہ کوٹ اس قدر بوسیدہ اور بیکار ہو چکا تھا کہ گرمی کے موسم میں بھی اسے اوڑھنے کے بعد وہ کانپتی رہتی تھی۔ گھر میں جلانے کے لئے لکڑی کے صرف دو ٹکڑے باقی رہ گئے تھے اور انتونینا لکڑی کی تلاش میں کوئی آدھ گھنٹے تک اپنے گھر کے قریب اِدھر اُدھر کی گلیوں میں گھومتی رہی جہاں اسے کبھی کبھار کوئی دیہاتی نظر آجاتا جو آلو اور دوسری سبزیاں فروخت کرنے کے لئے صبح سویرے ماسکو آجایا کرتے تھے۔ بڑے بازاروں میں اگر یہ لوگ اپنا مال بیچنے کے لئے جاتے تو انھیں گرفتار کر لیا جاتا۔ جلد ہی انتونینا کو وہ چیز نظر آگئی جس کی اسے تلاش تھی۔ ایک ہٹا کٹا نوجوان جس نے دیہاتیوں جیسا لمبا کوٹ پہن رکھا تھا۔ ایک گاڑی۔ جو کھلونے کی طرح ہلکی دکھائی دے رہی تھی۔ کھینچتا ہوا اس کے پیچھے چلتا رہا اور آخر زواگو کے مکان تک پہنچ گیا۔ اس بند گاڑی کے اندر ایک بورے کے نیچے چیڑ کی لکڑیوں کا ایک ڈھیر تھا۔ انتونینا کو اس لکڑی کی حقیقت معلوم تھی۔ یہ برائے نام چپ تھی ورنہ دراصل کسی درخت کی تازہ کٹی ہوئی لکڑی کے پتلے پتلے سے ڈنڈے تھے جنھیں ایندھن

نام دیا گیا تھا۔ بہرحال یہی چیز اس وقت مل سکتی تھی لہٰذا بحث کرنا بیکار تھا۔ نوجوان پانچ چھ پھیروں میں اپنے دونوں بازوؤں میں زیادہ سے زیادہ لکڑیاں دبا کر یہ ڈھیریاں اندر رہائشی کمرہ میں ڈال آیا اور اس کے بدلے میں تونیلے نے اسے کپڑے رکھنے کی وہ الماری بطور قیمت دیدی جس میں آئینہ بھی لگا ہوا تھا۔ نوجوان کسان اس الماری کو اپنی گاڑی میں رکھ کر لے گیا۔ وہ اپنی دلہن کو یہ الماری بطور تحفہ پیش کرنے کی سوچ رہا تھا۔ اس نے تونیلے سے کہا کہ آئندہ وہ اسے آلو لا کر دے گا مگر اس کے عیوض پیانو لے گا۔

یوری آندرے وچ گھر آیا تو اس نے اپنی بیوی کی خرید و فروخت کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ جس سے بہتر تو یہ تھا کہ کپڑوں کی الماری کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے خود ہی گھر میں جلا لیا ہوتا لیکن ان دونوں میں سے کسی کو بھی الماری کو خود توڑ کر ایندھن بنانے پر تیار نہ ہوتا۔ تونیلے نے شوہر سے کہا: "میز پر تمہارے لئے ایک تار کی پیغام رکھا ہے۔ دیکھا تم نے؟" ڈاکٹر نے جواب میں کہا "وہی نا، جو ہسپتال سے آیا ہے؟ ہاں مجھے پہلے ہی پیغام مل چکا ہے۔ اب بیمار کو دیکھنا ہے۔ ضرور جاؤں گا۔ لیکن پہلے ذرا ستا لوں۔ مگر یہ جگہ خاصی دور ہے۔ ٹرائمفل آرک کے قریب مجھے پتہ معلوم ہے۔"

"ارے ذرا غور سے تو پڑھو لو۔ سے معلوم ہے انھوں نے کیا فیس دینے کو کہا ہے؟ جرمن برانڈی کی ایک بوتل یا موزے کی جوڑی۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ کس قسم کے لوگ ہیں یہ؟ بیہودہ! انھیں اس بات کا ذرا احساس نہیں کہ آج کل ہم کیسے گذارہ کر رہے ہیں۔"

"ہاں! ہاں! یہ ایک چھوٹے دکاندار کا خط ہے۔ سپلائر کا۔"

ان دنوں حکومت نے نجی تجارت کو بالکل ختم کر دیا تھا مگر جب حکومت خود مشکلوں میں گرفتار ہو اور کوئی شے دستیاب نہ ہو تو وہ انتقادی الجھنوں سے بچنے کے لئے کچھ لوگوں کو خاص رعایات دیتی اور اور وہ حکومت کو سامان لا کر دیتے۔ انھیں سپلائرز یا تسلیم شدہ ایجنٹ کہا جاتا تھا۔ اس سے پہلے یہ لوگ نہ تو زیادہ دولت مند تھے اور نہ ہی یہ وہ لوگ تھے جنھیں بڑے بڑے کاروباری اداروں کے اعلیٰ ترین عہدوں سے برطرف کیا گیا تھا کیونکہ اس قسم کے لوگوں پر جبر طرح وار کیا گیا تھا۔ وہ تو اس سے پھر سنبھل ہی نہیں پائے۔ یہ سپلائر بہت چھوٹے اور ناٹاڑی قسم کے کاندار تھے جو جنگ اور انقلاب کے زمانہ کی پیداوار تھے حالانکہ ان کا کوئی تجارتی تھیں منظر نہیں تھا۔

آدھا گلاس گرم پانی، سکرین۔ اور برائے نام دودھ کی پتی پی اور مریضوں کو دیکھنے چل پڑا۔ سٹرک

پرد و دیہ عمارتوں کی دیواروں کے درمیان بعض اوقات نچلی منزل کی کھڑکیوں کی بلندی تک برف جمی ہوئی تھی۔ نیم مُردہ تاریک اور کمزور سے سائے معمولی سی اشیائے خورد و نوش لئے پھر رہے تھے یا برف میں چلنے والی گاڑیاں کھینچ رہے تھے۔ اس کے علاوہ اور کسی قسم کی آمد و رفت نہیں تھی۔ کہیں کہیں پرانی دکانوں کے سائن بورڈ اب تک آویزاں تھے لیکن ان کا امداد باہمی کی نئی اور چھوٹی دکانوں سے کوئی تعلق نہیں تھا جنھوں نے ان کی جگہ لے رکھی تھی اور لطف یہ ہے کہ یہ نئی دکانیں بھی خالی تھیں۔ ان میں تالے پڑے ہوئے تھے اور کھڑکیاں بند تھیں۔ یہ دکانیں صرف اس لئے بند نہیں تھیں کہ مال نہیں تھا بلکہ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ تجارت سمیت ہر شعبۂ زندگی کی تنظیم نو کی کارروائی ہنوز صرف کاغذات تک محدود تھی۔ اور نئی تنظیم کا یہ سلسلہ ان دکانوں تک نہیں پہنچا تھا جو بند پڑی تھیں۔

(۱۱)

ڈاکٹر جس مکان میں گیا وہ نوگیت کے قریب ریسٹ اسٹریٹ کے آخر میں واقع تھا۔ یہ پتھروں کی ایک بیرک نما عمارت تھی اور اندر کی طرف صحن سے دیواروں کے ساتھ ساتھ تین زینے اوپر چلتے تھے۔ اس وقت جب بلڈنگ کے کرایہ دار اپنے جلسۂ عام میں شریک تھے اور سیول کونسل کی ایک خاتون مندوب بھی اس میں موجود تھی۔ تو اچانک اسلحہ کے لائسنس کی جانچ اور بلا لائسنس اسلحہ ضبط کرنے کے لئے ایک فوجی مشن وہاں پہنچ گیا۔ تمام کرایہ داروں کو اپنے اپنے فلیٹوں میں واپس جانا پڑا لیکن کمیشن نے خاتون مندوب سے کہا کہ وہ نہ جائے اور اسے یقین دلایا کہ خانہ تلاشی زیادہ عرصہ تک نہیں رہے گی اور یہ کہ وہ جلد ہی اپنا جلسہ پھر شروع کر سکیں گے۔ جب ڈاکٹر وہاں پہنچا تو کمیشن اپنا کام پورا کر چکا تھا البتہ صرف اسی مکان کی تلاشی باقی تھی جس میں ڈاکٹر کو جانا تھا ایک رائفل بردار سپاہی نے زینے کے قریب ڈاکٹر کو روک دیا لیکن کمیشن کے سردار نے ان دونوں کی بحث سن لی اور حکم دیا کہ جب ڈاکٹر مریض کا معائنہ کر لے اس کے بعد اس مکان کی تلاشی لی جائے۔ چنانچہ گھر کے مکین نے ڈاکٹر کے لئے دروازہ کھول دیا۔ یہ ایک خوش اخلاق نوجوان تھا جس کا چہرہ سانولا اور زرد اور آنکھیں بہت اداس دکھائی دیتی تھیں۔

کئی ایک ایسی باتیں تھیں جن کی وجہ سے وہ ذرا گھبرایا ہوا تھا ـــــ اس کی بیوی کی بیماری۔ خانہ تلاشی کا ڈر۔ طب اور اس کے نمائندہ کیلئے اس کا احترام قلبی۔ ڈاکٹر کا وقت ضائع ہونے سے بچانے کے لئے اس نے مریضہ کی حالت مختصر ترین الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی اس جلد بازی سے اس کی

باتیں ادھر ادھر بکھر گئیں۔ قیمتی اور معمولی فرنیچر سے اس کا مکان پٹا پڑا تھا جو غالباً اس نے بڑھتی ہوئی مہنگائی کے پیش نظر بہترین سودا سمجھ کر خرید کر ڈال لیا تھا۔ فرنیچر کے سیٹ بھی تھے اور الگ الگ چیزیں بھی۔ فوجان لڑکی تھا کہ اس کی بیوی اعصابی صدمہ کے باعث بیمار ہے۔ اس نے بھی بیسیوں باتیں کرتے ہوئے بتایا کہ نمونوں نے حال ہی میں ایک کلاک خریدا تھا جو آثار قدیمہ میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ انتہائی سُریلی آواز نکالنے والا ایک ٹوٹا ہوا گھنٹہ تھا اور انھوں نے صرف گھڑی ساز ہی کے فن کی قدر دانی کے طور پر صرف سستے داموں اُسے خریدا تھا۔ وہ ڈاکٹر کو گھنٹہ دکھانے برابر کے کمرہ میں لے گیا۔ انھیں خیال تھا کہ اس کی مرمت تک نہیں ہو سکتی لیکن ایکدن اچانک یہ گھنٹہ جسے برسوں سے چابی نہیں دی گئی تھی اپنے آپ چلنے لگا اور اپنی سُریلی آواز سنانے کے بعد پھر بند ہو گیا۔ نوجوان نے کہا کہ اس سے اس کی بیوی دہشت زدہ ہو گئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ اس کا وقت آ گیا اور اب اس پہ ہذیانی کیفیت طاری ہے۔ اس نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور اسے پہچانتی تک نہیں۔

بوڑھی آدرے دف نے مشتبہ انداز میں پوچھا: تو تمھارا خیال ہے کہ وہ اعصابی صدمہ کی مریضہ ہے کیا اب میں مریضہ کو دیکھ سکتا ہوں:

وہ دوسرے کمرے میں گئے جہاں اپنی کا ایک بھاڑ فانوس تھا۔ ایک بہت ٹھنڈا سہ پہری تھی۔ اور سہ پہری کے قریب دو بھائی کی تنہائیاں رکھی تھیں۔ سہ پہری کے ایک کنارے پہ سیاہ آنکھوں والی ایک مغنی سی حدت لیٹی تھی اور اس نے اپنی ٹھوڑی تک کمبل اوڑھ رکھا تھا۔ مریضہ نے جب انھیں آتا دیکھا تو بستر میں سے ایک ہاتھ اٹھا کر اس طرح لہرایا کہ اس کے گون کی کھلی اور ڈھیلی آستین اس کے شانوں تک نوٹ کر آئی۔ اس نے اپنے شوہر کو بالکل نہیں پہچانا اور بالکل اس طرح جیسے وہ کمرہ میں بالکل اکیلی ہے ویسے سروں میں ایک المناک گیت گانے لگی۔ اس سے وہ اتنا متاثر ہوئی کہ آخر کار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور بچوں کی طرح روں روں کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔

"مجھے گھر جانے دو: جب ڈاکٹر اس کے قریب پہنچا تو اس نے کروٹ بدل کر منہ پھیر لیا اور اسے اپنے جسم کو چھونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا:

"مجھے اس کا معائنہ کرنا ہوگا: اس نے کہا: لیکن یہ کوئی زیادہ اہم بات نہیں ہے۔ یہ تو طے ہے کہ مریضہ شدید ہیجانی نفس میں مبتلا ہے۔ اس کی حالت کافی خراب ہے۔ میں تمھیں مشورہ دوں گا کہ اسے فوراً ہسپتال میں داخل کرا دو تاکہ تم گھر میں اس کی تمام مزدوبلت کا خیال رکھ سکے۔ ہو لیکن اس وقت یہ بہت

ضروری ہے کہ وہ پہلے کئی ہفتوں تک مسلسل طبی نگہداشت میں رہے۔

کیا تم کسی گاڑی یا ٹھیلہ وغیرہ کا انتظام کر سکتے ہو۔ اسے اچھی طرح گرم کپڑوں میں لپیٹ کر لے جانا ہیں تمہیں ہسپتال میں داخلہ کا آرڈر لکھ دیتا ہوں۔"

"میں کوشش کروں گا لیکن ٹھہریئے۔ کیا یہ واقعی ٹائفس ہے؟ اوہ کتنا خطرناک!"

"مجھے افسوس ہے لیکن یہ ٹائفس ہی ہے۔"

"دیکھو۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے اسے جانے دیا تو میں اس سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔ کیا تم اس کی یہاں نگرانی نہیں کر سکتے؟ جتنی بھی زیادہ رقم تم طلب کرو گے میں ہو سکے تم یہاں آ سکتے ہو۔ تم جو انگریز میں جو بھی دوں گا۔"

"دیکھو۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مریضہ کو مسلسل طبی نگہداشت کی ضرورت ہے۔ میں جیسے کہتا ہوں ویسا ہی کرو۔ میں تمہارے ہی فائدہ کے لئے یہ مشورہ دے رہا ہوں خواہ کسی بھی قیمت پر ہو مگر تم جاگ کر گاڑی لے آؤ میں بلڈنگ کے کمیٹی روم میں جا کر داخلہ کا آرڈر لکھتا ہوں۔ اس پر اس مکان کی مہر بھی لگانی ہوگی۔ اور کچھ دوسری باتیں بھی ہیں۔"

(۱۲)

تمام کرایہ دار شال اور سوئٹر کے کوٹ پہنے یکے بعد دیگرے تہہ خانے میں واپس آ گئے جسے گرم رکھنے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ یہاں کسی زمانہ میں انڈوں کے ایک تھوک فروش کی دکان تھی جسے اب ہاؤس کمیٹی کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ ایک کونہ میں دفتری میز اور کئی کرسیاں رکھی تھیں۔ کرسیوں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے انڈوں کی خالی پیٹیوں کو اوندھا ڈال کر ایک سرے سے لگا دیا گیا تھا اور اس طرح ان سے بنچ کا کام لیا جا رہا تھا۔ کمرے کے ایک کونہ میں خالی پیٹیوں کا ایک ڈھیر چھت سے لگا ہوا تھا۔ دوسرے کونے میں پیٹیوں کے ٹکڑوں اور چھیلن کے ڈھیر تھے جنکے اوپر ٹوٹے ہوئے انڈوں کی زردی کی تہہ جمی ہوئی تھی ان ڈھیروں میں چوہے سر سراتے ہوئے ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے اور کبھی کبھی غلطی سے کمرے کے بیچوں بیچ فرش پر بھی آ سکتے اور پھر فوراً ہی واپس بھاگ جاتے۔ ہر مرتبہ جب کوئی اس طرح باہر آتے تو ایک بوڑھی عورت چیختے ہوئے ایک خالی پیٹی پر چڑھ جاتی اور اپنے لباس کو نفاست سے ہاتھوں میں تھام کر جوتوں کی ٹھوکر پر کیسا تھ دانستہ ٹہلی نشیلی اور موٹی آواز بنا کر چلاتی۔

بائے۔ ذرا سے تو دیکھو جیسے میری بات سمجھ رہا ہے۔ مجھے غصے سے کیسے گھور رہا ہے۔ ارے۔ رے یہ تو میری پرچہ بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ اوئی۔ کہیں میرے کپڑوں پر نہ چڑھ آئے بائے۔ بائے۔ مجھے تو اس موٹے چوہے سے بہت ڈر لگتا ہے۔ دوسری طرف دیکھئے۔ جنٹلمین۔ اوہ معاف کیجئے آپ تو کامریڈ شہری ہیں۔ اب آپ جنٹلمین نہیں رہے۔ اس کی استراخانی بے آستین قبا کی دوہری جھوڑی کی تین سلوٹوں اور اس کے باہر نکلے ہوئے بھاری سینے اور پیٹ پر بڑی طرح تنگ رہی تھی جن پر ریشمی لباس چمک رہا تھا۔

وہ کسی زمانہ میں اپنے دوست تاجروں اور ان کے ملازمین کی رنگیلی حسینہ سمجھی جاتی تھی۔ مگر اب تو پکے ہوئے پپوٹوں والی اس کی خنزیر کی مانند چھوٹی چھوٹی آنکھیں بمشکل کھلی دکھائی دیتی تھیں۔ اسپر ایک رقیب نے ایک مرتبہ تیزاب پھینک دیا تھا مگر نشانہ غلط بیٹھا اور تیزاب کے صرف چند قطرے اس کے رخسار اور منہ کے قریب گرے اور ان سے اتنا ہلکا سا نشان پڑا کہ وہ پہلے سے بھی اچھی دکھائی دینے لگی۔ خانم محترم چغہ بند کرو۔ اس عورت کو رام کرنا مشکل ہو جائے گا۔ میونسپل کونسل کی مندوب نے کہا اسے جلسہ کا چیئرمین منتخب کیا گیا تھا اور وہ میز کے پچھلی طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ ڈیلیگیٹ خاتون اس گھر اور اس کے مکینوں کو سالہا سال سے جانتی تھی جلسہ شروع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے اس نے بچی فاطمہ سے بات کی تھی۔ جو کیا کی یہ بوڑھی بیوی کسی زمانہ میں اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ فلیٹ خانہ کے ایک کونے میں رہتی تھی۔ لیکن اب صرف اس کی ایک بیٹی اس کے ساتھ تھی اور وہ پہلی منزل کے دو کمروں والے ایک اپارٹمنٹ کمرہ میں منتقل ہو گئی تھی۔ ڈیلیگیٹ خاتون نے پوچھا: ہاں فاطمہ تو کیسی گذر رہی ہے؟ فاطمہ نے شکایت کی کہ وہ اتنی بڑی عمارت کا جس میں اتنے کرایہ دار ہیں اکیلی انتظام نہیں کر سکتی۔ اس کی کوئی مدد بھی نہیں کرتا۔ حالانکہ یہ طے ہوا تھا کہ ہر خاندان باری باری مکان کے احاطہ اور سڑک سے گزرنے آنے والے رستہ کی صفائی کرے گا۔ لیکن اب تک کسی نے اس فیصلہ پر عمل نہیں کیا۔

"فکر نہ کرو! فاطمہ ہم انھیں بتا دیں گے کہ ہماری یہ کمیٹی بھی کوئی چیز ہے۔ یہ لوگ بیکار ہیں۔ جرائم پیشہ لوگوں کو یہاں پناہ دیدی گئی ہے۔ مشتبہ اخلاق کے لوگ خود کو رجسٹر کرائے بغیر یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں ہم ان سے چھٹکارا حاصل کر کے نئے ممبر منتخب کریں گے۔ تم غصہ نہ کرو۔ ذرا خاموش رہو۔ دیکھو تو سہی! میں تمہیں اس عمارت کی منیجر بنوا دوں گی" چوکیدار کی بیوی نے ہاتھ جوڑ کے کہا "بابا مجھے کچھ

نہیں چاہئے لیکن مندوب خاتون نے کچھ سننے سے صاف انکار کر دیا۔

اس نے کمرہ میں ہر طرف نظر دوڑائی اور یہ دیکھ کر کہ کافی لوگ موجود ہیں ان سے خاموش رہنے کی اپیل کی اور ایک مختصر سی تقریر سے جلسہ کا افتتاح کر دیا۔ اس نے کمیٹی پر سست روی کا الزام لگایا اور تجویز پیش کی کہ کمیٹی کے نئے انتخاب کے لئے امیدوار کھڑے کئے جائیں۔ اس کے بعد اس نے دوسری باتوں کا ذکر شروع کر دیا۔ تقریر ختم کرتے ہوئے اس نے کہا: "کامریڈو۔ تو یہ صورت حال ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک بڑا مکان ہے اور ہوسٹل کے لئے بہت مناسب رہے گا۔ ذرا ان ڈیلیگیٹوں کا خیال کریں جو مختلف کانفرنسوں میں شرکت کے لئے شہر آتے ہیں۔ ہم انہیں کسی معقول جگہ نہیں ٹھہرا سکتے۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ باہر سے آنے والے مندوبین کو ٹھہرانے کے لئے ہم اس عمارت کو ڈسٹرکٹ سوویٹ ہوسٹل میں تبدیل کر دیں اور کامریڈ تیورزن کی یاد میں جن کے متعلق سب کو معلوم ہے کہ وہ جلاوطنی سے قبل یہاں رہتے تھے اس کا نام تیورزن ہوسٹل رکھ دیں۔ کسی کو اعتراض تو نہیں؟ جہاں تک تاریخوں کے تعین کا معاملہ ہے تو اسے جلدی کی ضرورت نہیں۔ پورا ایکیال پڑا ہے۔ کارکنوں اور مزدوروں کو نئے مکان دیئے جائیں گے۔ دوسرے لوگ خود اپنی رہائش کا انتظام کریں۔ انھیں ایکیال کی مہلت دی جاتی ہے۔

"ہم سب کارکن ہیں۔ ہم سب مزدور ہیں۔" ہر طرف سے نعرے بلند ہونے لگے۔ اور ایک طرف سے کسی نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا: "یہ عظیم اور جرأت انگیز روسی وطن پرستی ہے۔ اب سب تو ہیں باہر ہیں میں سمجھتا ہوں کہ تمہارا اشارہ کدھر ہے۔"

"ازراہ کرم سب لوگ ایکساتھ نہ بولیں میں پہلے کس کو جواب دوں؟ اس مسئلہ کا قومیتوں سے کیا تعلق ہے جناب شہری! والدرن ذرا غاگینا کو دیکھئے۔ میرے خیال میں اس کے معاملہ میں قومیت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ہم اسے لازمی کوارٹر پر خلل کر رہے ہیں۔"

"ہوں تم مجھے مکان سے بیدخل کرو گے؟ ذرا کہہ کے تو دیکھو۔ ابھی طرح سمجھ لوں گی۔ اور تم پچکے ہوئے صوفے۔ بستر کی چادر۔ غاغاراگینا چیختے ہوئے جواب میں آیا کہنے لگی اور ٹریلیگیٹ کو بے نقط سنانے لگی۔ کیسی شیطان عورت ہے یہ۔" فاطمہ نے کہا "تمہاری تجھے شرم نہیں آتی: اس پریسیڈیم کونسل کی نمائندہ خاتون نے کہا۔ فاطمہ تم چپ میں مت بولو۔ میں اکیلی ہی کافی ہوں غاغاراگینا!

بجو اس بند کرو۔ میں تمہیں خوب جانتی ہوں۔ ورنہ اس سے پہلے کہ وہ تمہیں قدموں کی ناجائز کشیدہ اور غیر قانونی شراب خانہ چلانے کے الزام میں گرفتار کریں میں فوراً تمہیں حکام کے حوالے کر دونگی"

جب ڈاکٹر کمرہ میں داخل ہوا تو مشروخل انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ اُسنے دروازہ میں گھستے ہی سامنے آنے والے پہلے آدمی سے پوچھا کہ وہ کسی ایسے آدمی کی طرف اشارہ کرے جو اس مکان کی ہاؤس کمیٹی کا ممبر ہو۔ اس آدمی نے اس کا ہاتھ اس طرح بلند کر کے تھاما جیسے اس کے منہ کے سامنے فقیری ہے اور زور سے چیخا: "جلی ای اولیسنا" یہاں آؤ۔ تمہاری ضرورت ہے۔ ڈاکٹر نے جو کچھ اپنے کانوں سے سُنا اسے اس پر یقین نہیں آتا تھا۔ ایک دُبلی پتلی بوڑھی عورت۔ ذرا کم عمر وہ ایک چوکیدار کی بیوی تھی ہا کے قریب آئی۔ بیٹے سے ماں کی مشابہت دیکھ کر ڈاکٹر حیران رہ گیا۔ تاہم اس نے مضیفہ کو یہ نہیں بتایا کہ وہ کون ہے۔ صرف اتنا کہا: "تمہاری بلڈنگ کے ایک کرایہ دار کو ٹائفس ہو گیا ہے۔ (اس نے مریضہ کا نام بتایا) اس مرض کو پھیلنے سے روکنے کے لئے بہت سی حفاظتی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے اور اس کے علاوہ مریضہ کو ہسپتال پہنچانا بھی ضروری ہے۔ میں ہسپتال میں داخلہ کا سرٹیفکیٹ لکھ دیتا ہوں۔ ہاؤس کمیٹی کی اس کی تصدیق کرانی ہوگی۔ یہ کام کیسے اور کہاں ہوگا؟"

فاطمہ بھی کہ شاید ڈاکٹر یہ پوچھ رہا ہے کہ مریضہ کو ہسپتال کیونکر پہنچایا جائے" اور جواب دیا۔ "کامریڈ دیتا کیلئے جو کہ لیجسلیٹو نمائندہ ہے سوویٹ سے ایک گاڑی آ رہی ہے۔ کامریڈ دیتا بہت رسوخ والی عورت ہے۔ میں اسے کہدوں گی اور امید ہے وہ اس گاڑی میں مریضہ کو ہسپتال پہنچانے کی ضرور اجازت دے دیگی۔ کامریڈ ڈاکٹر فکر نہ کرو۔ ہم اسے ہسپتال ضرور پہنچا دیں گے"

"بہت خوب ۔ دراصل میرا مطلب یہ تھا کہ میں یہ آرڈر کہاں بیٹھ کر لکھوں۔ لیکن اگر گاڑی کا انتظام بھی ہو جائے ۔ ۔ ۔ ہاں کیا میں تم سے پوچھ سکتا ہوں کہ تم لفٹننٹ جلیلین کی ماں تو نہیں ہو؟ ہم محاذ پر ایک ہی یونٹ میں تھے" یہ سنتے ہی جلیلینا فقرتیا کا چہرہ زرد پڑ گیا اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔ اس نے ڈاکٹر کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا: "باہر آؤ۔ ہم باہر صحن میں بات کرینگے" دروازہ سے باہر نکلتے ہی فاطمہ جلیلینا نے کہا: "خدا کے لئے ذرا آہستہ بات کرو۔ مجھے تباہ نہ کرو۔ یہ سب کا راہ سے بھٹک گیا ہے۔ تم خود ہی بتاؤ وہ ہے کیا؟ وہ ایک شاگرد پیشہ مزدور تھا۔ اسے سمجھنا چاہیئے تھا۔ آج کل مسیحیت سے سادھے لوگ مزے میں ہیں۔ یہ تو اندھا بھی دیکھ سکتا ہے اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ معلوم نہیں تم اپنے بارے

میں کیا محسوس کرتے ہو۔ ممکن ہے تمھارے لئے یہ ٹھیک ہو۔ لیکن یوسپکا کے لئے تو گناہ ہے خدا اسے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ یوسپکا کا باپ ایک معمولی سپاہی تھا اور مارا گیا۔ کہتے ہیں اس کا چہرہ بازو اور ٹانگیں گولہ باری سے اڑ گئیں۔" آنسو پونچھنے کے بعد ضعیفہ رقت طاری ہونے کے باعث خاموش ہوگئی۔ اپنے آپ کو ذرا سنبھالنے کے بعد اس نے پھر بولنا شروع کیا۔

"آؤ، میں گاڑی کا انتظام کر دیتی ہوں۔ میں سمجھ گئی تم کون ہو۔ وہ یہاں ایک دو دن کے لئے آیا تھا۔ اس نے مجھے سب بتا دیا اس نے یہ بھی کہا تھا کہ تم لارا گینیار کو جانتے ہو۔ وہ اچھی لڑکی تھی مجھے خوب یاد ہے وہ کبھی کبھی اسے ملنے آیا کرتی تھی۔ اب کیسی ہے؟ مجھے کچھ خبر نہیں۔ ارے تم لوگوں کی بھی کیا بات ہے؟ دیکھو نا آ جاؤں گی کے لئے تو اسیں کوئی حرج نہیں کہ وہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں لیکن یوسپکا کے لئے تو یہ گناہ ہے۔ آؤ! گاڑی دیکھیں۔ مجھے یقین ہے کامریڈ دمینا تمھیں گاڑی ضرور دیدیگی۔ جانتے ہو کامریڈ دمینا کون ہے؟ یہ اولیا دمینا ہے۔ وہ زن۔ جو لارا کی اماں کی فیکٹری میں کام کرتی تھی۔ یہ وہی لڑکی ہے۔ اس گھر میں رہتی تھی۔ چلو آؤ۔"

(۱۳)

اب رات ہو چکی تھی۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا۔ صرف دمینا کی جیبی بیٹری کی روشنی کا گول دائرہ چار پانچ قدم آگے برف کے ایک تودے سے دوسرے تودے پر ادھر اُدھر بھٹکتا ہوا راستہ دکھانے کی بجائے اور الجھن پیدا کر رہا تھا۔ ان کے ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا اور وہ اس مکان کو پیچھے چھوڑ آئے تھے جہاں لتے آدمی لارا کو جانتے تھے جہاں وہ اپنے بچپن میں آیا کرتی تھی اور جہاں کہا جاتا ہے کہ اس کا شوہر اتنی برف پلا اور بھٹا تھا۔ کامریڈ ڈاکٹر! کیا تم واقعی بیٹری کے بغیر راستہ ڈھونڈھ لوگے دمینا نے مذاحیہ اور مربیانہ انداز میں کہا۔ اگر نہیں تو میں تمھیں اپنی بیٹری ادھار دینے کو تیار ہوں۔ معلوم ہے جب ہم چھوٹی بچیاں تھیں تو وہ مجھ سے بہت مرعوب تھی ان کا طبیعات تیار کرنے کا ایک ادارہ تھا۔ اور میں ان کے ورکشاپ میں کام سیکھا کرتی تھی۔ اسی سال میں اس سے نئی تھی وہ چند دن کے لئے ماسکو آئی تھی۔ میں نے کہا: اری بیوقوف کہاں جا رہی ہو؟ یہاں قیام کرو۔ آؤ ہمارے ساتھ رہو۔ ہم تمھیں ملازمت ڈھونڈ دیں گے۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ صاف انکار کر دیا۔ خیر اب ہم کیا کریں۔ اس کا اپنا کام ہے اس نے پاشا کے ساتھ شادی دل سے محبور ہو کر

منہیں بلکہ دماغ سے کام لیکر کہا تھا اور اس وقت سے پاگلوں کی طرح مارا مارا پھر رہی ہے۔ سیدھی چلی گئی یہاں سے۔"

"اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"ذرا محتیاط سے — زمین پر بہت پھسلن ہو رہی ہے۔ ہزار مرتبہ ان لوگوں سے کہا ہے کہ بچانی اور گندا پانی دروازوں کے باہر نہ پھینکا کریں مگر کون سنتا ہے۔ ہاں تو سرد کے بارے میں میری کیا رائے ہوتی؟ کیا مطلب؟ میرے پاس سوچنے کا وقت ہی کہاں ہے؟ میں یہاں رہتی ہوں۔ ہاں میں نے اسے ایک بات نہیں بتائی۔ اس کے بھائی کے متعلق جو فوج میں تھا۔ میرا خیال ہے اسے گولی ماردی گئی ہے۔ جہاں تک اس کی والدہ کا تعلق ہے وہ کسی زمانہ میں میری مالکہ تھی۔ میں اسے ضرور بچائے رکھوں گی۔ میں نے اس کا بیتہ کر رکھا ہے۔ میں اس کا پورا خیال رکھتی ہوں۔ اچھا تو میں اب چلی۔ خدا حافظ۔"

دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ دیا کی چھوٹی ٹسی بیٹری کی روشنی کا دائرہ تنگ سنگین دروازہ پر پڑا پھر وہ اور خلیط زینے پار اور اوہرڈاکٹر گھٹاٹوپ اندھیرے میں چلا جا رہا تھا۔ اس کے دائیں طرف سادوائیہ ترویفالنائیہ اسٹریٹ اور بائیں جانب سادوائیہ کارینتنائیہ اسٹریٹ۔ برفانی تاریکی میں وہ دور سے سڑکیں نہیں بلکہ پتھر کی عمارتوں کے جنگل کی پگڈنڈیاں دکھائی دے رہی تھیں جیسے سائبیریا یا یورال کے دشوار گذار اور بیکلوں کی پگڈنڈیاں۔

گھر پہنچنے پر ڈاکٹر کو روشنی ملی اور گرمی بھی۔ انتونینا الیگزینڈروونا نے پوچھا: "تمہیں اتنی دیر کیوں ہو گئی تمہارے پیچھے یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا تھا اور اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے سلسلہ کلام جاری رکھا: "بالکل ناقابل یقین۔ واقعی! میں تمہیں بتانا بھول گئی تھی۔ کل والد سے الارم بجانے والا کلاک ٹوٹ گیا۔ گھر میں ایک ہی تو گھنٹہ تھا لہٰذا والد بہت پریشان تھے۔ انھوں نے اس کی مرمت کرنے کی کوشش کی اور بہتیرا الٹا سیدھا کرتے رہے مگر بے سود۔ یہ قریب کا گھڑی ساز مرمت کا بہت زیادہ معاوضہ مانگ رہا تھا۔ تین پونڈ وزن کی روٹیاں۔ میں پریشان تھی کہ کیا کروں اور ابا بھی بے حد مایوس تھے۔ لیکن تم مانو گے نہیں ابھی کوئی ایک گھنٹہ پہلے یہ کلاک بڑے زور سے کان کے پردے پھاڑ دینے والی آواز کے ساتھ الارم بجانے لگا۔ اتنا اچانک اور اتنے زور سے کہ ہم بدحواس اور خوفزدہ ہو کر رہ گئے۔ کیا تم مانو گے۔ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ اب یہ خود بخود پھر چلنے لگا ہے۔"

میرے ٹائفس میں مبتلا ہونے کا وقت آن پہنچا۔ بوری آندرے وچ نے ہنستے ہوئے اور اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو مریضہ اور گھڑیال کا پورا قصہ سنایا۔

(۱۴)

ٹائفس ڈاکٹر کو بھی ہوا۔ ضرور مگر کچھ دنوں کے بعد۔ دریں اثنا نوگاوا اور اس کی بیوی کو انتہائی عجلت اور سخت کٹھن حالات سے گذرنا پڑا۔ ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا اور نوبت فاقہ کشی تک آپہنچی۔ ڈاکٹر اس پارٹی ممبر سے ملنے گیا جسے اس نے ایک مرتبہ بچایا تھا مگر وہی جس کو چور لوٹ کر گئے تھے۔ اس شخص نے ڈاکٹر کی مدد کے لئے جو کچھ ممکن تھا کیا۔ لیکن اب خانہ جنگی شروع ہو چکی تھی اور یہ شخص بمشکل کبھی کبھار ہی ناکہ میں قیام کرتا۔ اس کے علاوہ اس کا خیال تھا کہ اس وقت لوگوں کو جس دور ابتلا سے گذرنا پڑ رہا ہے وہ بالکل قدرتی سی بات ہے۔ وہ خود بھی کئی مرتبہ بھوکا رہا لیکن اسنے اس حقیقت کو چھپائے رکھا بوری آندرے وچ نے بریسٹ اسٹریٹ کے سپلائر سے ربط قائم کرنے کی کوشش کی۔ مگر چند مہینوں سے وہ نوجوان غائب ہو چکا تھا اور اس کی بیوی کے متعلق بھی جو اب تندرست ہو چکی تھی کچھ علم نہ تھا کہ وہ کہاں ہے۔ آندرے وچ جلیبنا سے ملنے گیا تو وہ بھی گھر میں نہیں تھی۔ بیشتر کرایہ دار نئے تھے اور مکان خالی پڑ گئی ہوئی تھی۔

ایک دن اسے سرکاری نیت پر لکڑی کا کچھ کوٹا ملا۔ مگر اسے یہ لکڑی وغاف اسٹیشن سے لانی تھی۔ چنانچہ ایک ٹھیلے میں ان قیمتی لکڑیوں کو لاد کر جو اسے غیر متوقع خزانہ کے طور پر مل گئی تھیں وہ منیں چھنکایہ اسٹریٹ کی بیشمار گلیوں سے ہوتا اور ٹھیلے کی سخت نگرانی کرتا ہوا آرہا تھا کہ اسے یہ راستہ پہلے سے بالکل مختلف دکھائی دینے لگا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ کبھی ایک طرف کبھی دوسری طرف جھک کر چل رہا ہے اس کی ٹانگیں جواب دے رہی تھیں اسے پتہ چل گیا کہ مصیبت آگئی۔ اسے ٹائفس ہو گیا تھا۔ وہ آگے چل کر ڈاکٹر گر پڑا اور ٹھیلے والے نے اٹھا کر اسے لکڑی کے ڈھیر کے اوپر لٹا دیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر کو کچھ ہوش نہیں رہا کہ وہ گھر کیونکر پہنچا۔

(۱۵)

تقریباً دو ہفتے تک اس پر کچھ وقفوں کے ساتھ ہذیانی کیفیت طاری رہی۔ اس نے خواب دیکھا کہ تو خیانے دو گلیاں اٹھا کر اسکی میز پر رکھدی ہیں سادووا تیہ کا ذہن شمائیہ بائیں طرف اور سادووا تیہ

تریوم فانائیہ اس کے دائیں طرف اور اس نے ٹیبل لیمپ جلا دیا ہے جس کی نارنجی رنگ کی لو سے ساری گلی روشن ہو گئی اور اب وہ لکھ سکتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھنے لگا۔ اب وہ تمام ایسی باتیں لکھ سکتا جو اسے بہت عرصہ پہلے لکھ لینی چاہیئے تھیں۔ اس نے ہمیشہ کوشش کی تھی مگر لکھ نہ سکا تھا۔ اب اسے ہر بات آسانی سے سجھائی دے رہی تھی۔ وہ اشتیاق کے ساتھ بالکل وہی کچھ لکھنے لگا جو وہ کہنا چاہتا تھا۔ کبھی کبھار ایک لڑکا اس کی راہ میں حائل ہو جاتا جس کی کمر غیر قبائلیوں جیسی چھوٹی چھوٹی آنکھیں تھیں وہ ریندیئر کی کھال کا کوٹ پہنے ہوئے تھا جس کی سمور بیدار اور سائبیریا کے کوٹوں کی طرح باہر کی طرف تھی۔

اسے یقین تھا کہ یہ لڑکا اس کے لئے فرشتۂ اجل بن کر آیا ہے یا صاف صاف یوں کہئے کہ اس کی موت کا پیغام لایا ہے۔ لیکن اگر یہ لڑکا اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے آیا تھا تو وہ موت کا پیغام کس طرح ہو سکتا تھا۔؟ موت کسی کے لئے کس طرح مفید ہو سکتی تھی، کیا موت کسی کام میں مدد دے سکتی ہے؟

اس کی نظم کے موضوع کا تعلق نہ تو قبر کے ایام سے تھا اور نہ ہی حیات بعد موت سے بلکہ وہ اپنی عرصے کے متعلق وہ نظم کہنا چاہتا تھا۔ جس کا عنوان "اضطراب" تھا۔

ہمیشہ سے اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ یہ بیان کرے کہ تین دن تک کس طرح سیاہ خوفناک گرد کے طوفان نے موت کے لافانی مجسمے پر پے در پے حملے کئے تھے۔ اور اس پر کس طرح سنگریزوں اور خس و خاشاک کی بارش کی تھی۔ جس طرح لہریں بلند ہو کر ساحل کی طرف جھپٹتی ہیں اور اسے پانی سے ڈھانپ دیتی ہیں ــــ تین دن تک اس طرح اندھیرا اپنے پھیلانے والی آندھی آتی رہی۔ جو کبھی گھٹتی اور کبھی بڑھتی تھی۔

دو مصرعے اس کے ذہن میں آتے رہے۔

تمہارا قرب ہمارے لئے باعث مسرت ہے: اور اب جاگنے کا وقت ہے:

اس کے قریب جو چیز اس کو چھوتی ہوئی محسوس ہوئی وہ جہنم۔ تباہی ــ بدکرداری اور موت تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ موسم بہار اور توبہ استغفار کا تصور بھی اس کے نزدیک تھا گویا زندگی اس کے قریب تھی۔ یہ بیدار رہنے اور اٹھ بیٹھنے کا وقت تھا۔ اٹھ بیٹھنے کا وقت جیسے کہ مُردے قبر سے اٹھائے جا رہے ہوں۔

(۱۶)

وہ اب زیادہ بہتر تھا۔ پہلے پہل تو وہ کچھ احمقوں کی سی حرکتیں کرتا رہا۔ اسے کچھ یاد نہیں تھا اسے ایک چیز کا دوسری سے کوئی تعلق یا رابطہ دکھائی نہ دیتا۔ اور کسی چیز کو دیکھ کر اسے قطعی حیرت نہ ہوتی اس کی بیوی اسے حمدہ سنبوسہ روٹی اور مکھن کھلاتی اور میٹھی چائے اور کافی پلاتی۔ وہ یہ سمجھا کہ یہ سب چیزیں اس زمانہ میں ناپید ہو چکی تھیں۔ وہ ان اشیاء سے بالکل اس طرح لطف اندوز ہوتا جس طرح شاعری اور پرستان کی کہانیوں سے مزا لیا جاتا ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ دوبارہ صحت یابی کے لئے آرام کے ان دنوں میں ان چیزوں کی فراہمی صحیح اور ضروری تھی لیکن جلد ہی اس نے غور و فکر کا سلسلہ شروع کر دیا اس نے اپنی بیوی سے پوچھا۔

"تمہیں یہ سب چیزیں کیسے ملیں؟"

"تمہارا گرانیا تمہارے لئے یہ سب چیزیں لے کر آیا تھا؟"

"کون گرانیا؟"

"گرانیا زداگو۔"

"کیا کہا؟ گرانیا زداگو؟"

"ہاں۔ ہاں۔ تمہارا بھائی۔ ایوگرآف۔ جو اوسک سے آیا تھا۔ تمہارا سوتیلا بھائی ہے تمہاری بیماری کے دوران وہ روزانہ یہاں آیا کرتا تھا۔"

"کیا وہ رینڈیئر کی کھال کا کوٹ پہنے ہوئے تھا؟"

"ہاں۔ ہاں۔ بالکل ٹھیک ہے۔ تو تم نے اسے دیکھا تھا اس عرصہ میں تم تقریباً بے ہوش تھا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اس کی کسی مکان کے زینہ میں اچانک تم سے ٹکر ہوئی۔"

وہ تم سے باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن تم نے اسے اتنا ڈرا دیا کہ وہ سہم کر رہ گیا۔ وہ تو تمہاری پرستش کرتا ہے۔ تم جو کچھ لکھتے ہو وہ اس کا ایک ایک لفظ پڑھتا ہے۔ وہی یہ تمام چیزیں ہمارے لئے لایا تھا۔ جاؤ ل کیشف۔ اور جینی۔ اب وہ واپس چلا گیا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم بھی اوسک چلے جائیں۔ بہت ہی عجیب و غریب اور پراسرار ہے یہ لڑکا۔ میرا خیال ہے اس کا وہاں کی حکومت سے ضرور کوئی تعلق ہے۔ کہتا تھا کہ ہم لوگوں کو ایک دو سال کے لئے یہاں سے دور۔ بڑے شہروں

سے ذرا دور چلا جانا چاہیئے۔ کہہ رہا تھا اگر کچھ عرصہ کے لئے دیہات میں رہا جائے تو اچھا ہے۔ مجھے اپنے ننہال (کروگر) کا گاؤں یاد آگیا۔ اور اس نے بھی اسے پسند کیا۔ یہاں جدوجہد کئے بغیر پیٹر کی موت مرنا بالکل مہمل ہے۔

اس سال اپریل میں زوگوا اپنے خاندان کو لے کر واری کینو کی سابق جاگیر کی طرف چل کھڑا ہوا جو کہ وہاں سے بہت دور کوہ یورال میں یوریاتن کے شہر کے قریب واقع تھی۔

سفر

(۱)

اپریل کے مہینہ کے آخر میں موسم گرم ہو گیا، موسم بہار کی آمد کے چھوٹے آثار تھے جس کے بعد ہمیشہ کولاڈو کی سردی پڑا کرتی تھی۔ زواگو اور اس کے گھر والے تیزی سے جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ دوڑ دھوپ کو چھپانے کے لئے کرایہ داروں سے جن کی تعداد اب بہت زیادہ بڑھ گئی تھی یہ کہا گیا کہ عمارت کی اسٹیر کے لئے صفائی کرائی جا رہی ہے۔ یوری آندریے وچ نے وہاں سے جانے کی مخالفت کی تھی۔ اب تک اس نے سوچا تھا کہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا اور تیاریوں میں کوئی دخل بھی نہیں دیا۔ لیکن تیاریاں برابر جاری تھیں اور مکمل ہونے والی تھیں۔ اب وقت آگیا تھا کہ اس معاملہ پر سنجیدگی سے گفتگو کی جاتی۔ ایک موقعہ پر جب خاندان کے افراد یعنی وہ خود، اس کی بیوی اور خسر ایک جگہ جمع تھے تو اس نے اپنے شکوک و شبہات کا اظہار کیا۔ "کیا تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں غلط کہہ رہا ہوں؟" اس نے اپنے اعتراضات بیان کرنے کے بعد ان دونوں سے پوچھا۔ "کیا تم لوگ اب بھی جانے پر مُصر ہو۔۔۔؟" "تم کہتے ہو کہ اگلے دو سال تک ہم لوگ جس طرح بھی گذر بسر کریں۔" اس کی بیوی نے کہا۔ "جب تک کہ زمین کے معاملات ٹھیک نہ ہو جائیں، اور پھر ہو سکتا ہے کہ ہمیں اسکو کے قریب سبزیوں کے کھیت مل جائیں: لیکن اس وقت تک ہم کس طرح گذر کر سکتے ہیں؟" "یہی سب سے اہم بات ہے اور یہی تم نے ہمیں نہیں بتایا۔"

"ایسی چیزوں پر بحث کرنا قطعی پاگل پن ہے۔" اس کے باپ نے اس کی حمایت کرتے ہوئے کہا "بہت اچھا تو پھر آپ لوگ ہی جیتے۔" یوری آندریے وچ نے کہا۔ "مجھے تو دراصل اس بات کی پریشانی ہے

کہ ہم آنکھیں بند کر کے ایک ایسی جگہ جا رہے ہیں جس کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے۔ ان تین افراد میں سے جو داری کیوں رہتے تھے۔ وہ یعنی ماں اور نانی کا انتقال ہو چکا ہے اور نانا گرفتار خیال کے طور پر قید ہیں۔ بشرطیکہ وہ ابھی تک زندہ ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ انھوں نے جنگ کے آخری سال میں جنگلات اور کارخانے زنی نام سے زود حت کر دیئے تھے یا ان کی زود حت کی دستاویز کسی اور کے نام سے تیار کی تھیں۔ وہ کوئی بنک تھا کہ اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا۔ دراصل ہمیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔ اب یہ جاگیر کس کی ہے؟ میرا یہ مطلب نہیں کہ کس کی ملکیت ہے بلکہ کس کے پاس ہے؟ اگر یہ ہمارے ہاتھوں سے نکل بھی گئی تو مجھے کوئی پروا نہیں۔ اس کا انتظام کون کرتا ہے؟ لکڑی کاٹی جا رہی ہے یا نہیں؟ کارخانے کام کر رہے ہیں یا نہیں؟ اور پھر سب سے زیادہ یہ کہ ملک کے اس حصہ میں کون برسر اقتدار ہے۔ یا یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ جب ہم وہاں پہونچیں گے تو اس وقت کون برسر اقتدار ہوگا؟ تم لوگ پرانے منیجر میکولسن پر بھروسہ کر رہے ہو کہ وہ ہماری مدد کرے گا۔ لیکن یہ ہمیں کون بتائے گا کہ وہ ابھی تک وہاں موجود بھی ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ پھر ہم لوگ سوائے اس کے نام سے واقف ہونے کے اس کے بارے میں اور کیا جانتے ہیں۔ اور اس کا نام بھی صرف اس وجہ سے یاد رہ گیا کہ نانا کو اس کا نام لینے میں بہت دقت ہوتی تھی۔ بہرحال اب بحث کی کیا بات ہے؟ تم لوگ فیصلہ کر چکے ہو اور میں نے بھی منظور کر لیا۔ اب ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ آئندہ سفر کے لئے کیا کیا انتظامات ضروری ہوتے ہیں۔ اب اس میں تاخیر کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

(۲)

یوری آنندے پرچہ رسالہ وسکی اسٹیشن پر معلومات حاصل کرنے گیا۔ لکڑی کے جنگلوں کے درمیان بنائے ہوئے لمبوترے مکانوں کی طویل قطاریں دکھائی دے رہی تھیں۔ پتھریلے فرش پر لوگ بڑے بڑے نوجی کوٹ پہنے لیٹے گھاس رہے تھے، تھوک رہے تھے۔ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے یا ایسی آوازوں میں باتیں کر رہے تھے جو محراب دار چھت کے اندر گونج رہی تھیں۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ ایسے تھے جو پچھلے دنوں ٹائیفس بخار میں مبتلا رہ چکے تھے۔ اور جنھیں حالت ذرا بہتر ہوتے ہی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ہسپتالوں سے خارج کر دیا گیا تھا۔ ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے یوری آنندے اس صورت کو سمجھتا تھا لیکن اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ ایسے بدقسمت لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو سکتی ہے یا یہ کہ انھیں ریلوے اسٹیشنوں پر پناہ

لینے کے لئے مجبور ہونا پڑا تھا۔ "آپ کو تو سب سے پہلے جگہ ملنی چاہیئے۔ ریلوے کے ایک خلاصی نے اسے بتایا۔ "آپ کو روزانہ یہاں آکر یہ ضرور معلوم کر لینا چاہیئے کہ کوئی ٹرین جا رہی ہے یا نہیں۔ ٹرینیں آجکل بہت کم ہیں اور ٹرین کا مل جانا خوش قسمتی کی دلیل ہے۔" اور پھر اس نے دو انگلیاں آنکھ سے لگاتے ہوئے کہا۔ "تھوڑا سا آٹا یا کوئی اور چیز..... آپ تو جانتے ہی ہیں کہ پہیے تیل کے بغیر گردش نہیں کرتے، اور اس کے علاوہ اس نے اپنی مٹھی ٹھہلائی۔ "آپ بغیر دو ڈھائی کے زیادہ دور نہیں جا سکیں گے۔"

(۳)

اسی زمانہ میں الگزینڈر الگزینڈرووچ سے کئی مرتبہ کہا گیا تھا کہ وہ اعلیٰ اقتصادی کونسل کے مشیر کی حیثیت سے کام کرے۔ اور یوری آندریے وچ سے کہا گیا تھا کہ وہ حکومت کے ایک وزیر کا علاج کرے جو خطرناک طور پر بیمار تھا۔ ان دونوں کی خدمات کا معاوضہ اس وقت کے سب سے زیادہ قیمتی سکہ میں ادا کیا گیا۔ یہ ایسی پرچیاں تھیں جن کی رو سے تقسیم کے نئے کھلنے والے سب سے پہلے مرکز سے وہ چیزیں ادھار خرید سکتے تھے۔ یہ مرکز ایک پرانا نوجی گودام تھا جو سمولنوف کی خانقاہ کے قریب واقع تھا۔ ڈاکٹر اور اس کا خسر خانقاہ اور برجوں کے صحن سے گذر کر تھیر کے ایک چھوٹے سے دروازے سے ہو کر ایک محراب دار گودام میں پہنچے۔ یہ گودام ڈھلوان تھا اور آگے چل کر کشادہ ہو گیا تھا۔ جہاں سے ایک دیوار سے دوسری دیوار تک لمبے کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔ اس کاؤنٹر کے پیچھے ایک ملازم کھڑا ہوا تھا جو کسی جلد بازی کے بغیر اطمینان سے تول کر اور ناپ کر چیزیں دے رہا تھا۔ وہ نہایت ارزاں چیزوں کے سامنے کراس کا نشان لگاتا جاتا تھا اور کبھی کبھی اسٹور کے پیچھے سے اور سامان لا کر کاؤنٹر پر رکھ دیتا۔ خریدار زیادہ نہیں تھے۔ "تھیلے لاؤ۔" اسٹور کیپر نے پرچیاں دیکھ کر کہا۔ پروفیسر اور ڈاکٹر نے کئی بڑے اور چھوٹے تھیلے علاج کھول کر کے بڑھا دیئے اور پھٹی ہوئی آنکھوں سے انھوں نے دیکھا کہ اس نے وہ تھیلے لے آئے۔ اناج، سوئیوں، شکر، گڑ، کی چربی صابن، ماچسوں اور کاغذ میں لپٹی ہوئی کسی چیز سے بھر دیئے۔ جس کے متعلق بعد میں معلوم ہوا کہ کافی کا پنیر تھا۔ اسٹور کیپر کی زاندلی سے متاثر ہوتے ہوئے اور اس کا وقت ضائع نہ کرنے کے خیال سے انھوں نے تیزی سے اپنے بنڈل بڑے بڑے بوروں میں بھر کر انھیں اپنے کندھوں پر لٹکا لیا۔ جس وقت وہ گودام سے باہر نکلے اس وقت ان کے ذہنوں میں صرف غذا کا خیال ہی نہیں تھا بلکہ یہ احساس بھی موجود تھا کہ وہ کبھی دنیا میں کچھ

کام کر سکتے ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگیاں بے کار نہیں گذاری تھیں اور یقینی طور پر اس تمام تعریف اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ جس سے گھر پہنچنے پر تو نیا انھیں نوازے گی۔

(۴)

گھر کے مرد تو دن بھر سرکاری دفتروں میں سفری کاغذات حاصل کرنے اور مکان کی رجسٹری کرانے میں مصروف رہتے تاکہ واپس آنے پر مکان انھیں حاصل ہو سکے۔ ادھر تو نیا گھر کا سامان چھانٹتی رہتی تھی۔

ان تبدیلی مکروں میں جو زر اگو سرکاری طور پر چنے گئے تھے ادھر سے ادھر پلٹتے ہوئے وہ معمولی سی معمولی چیز کو بیس بیس مرتبہ ہاتھ پر رکھ کر تولتی اور پھر یہ فیصلہ کرتی کہ وہ اس چیز کو ڈبے میں رکھے یا نہ رکھے جو وہ اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔ صرف تھوڑا سا سامان وہ اپنے ذاتی استعمال کے لئے لے جا رہے تھے۔ اور باقی چیزیں وہ راستہ میں اور وہاں پہونچنے کے بعد کچھ عرصہ تک یعنی دن اور سک کے طور پر استعمال کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ نسیم واکھڑکی سے موسم بہار کی ہوا کا جھونکا آیا۔ جس میں تازہ تازہ روٹی کی سی بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی، کوے شور مچا رہے تھے اور بچے صحن میں کھیلتے ہوئے چلا رہے تھے۔ کمرے میں جتنی زیادہ ہوا آتی تھی کھلے ہوئے بکسوں میں سے نفائل کی گولیوں کی بو اتنی ہی زیادہ تیزی سے آنے لگتی جو گرم کپڑوں کے اندر رکھی گئی تھیں۔ جہاں تک ساتھ لے جانے یا چھوڑ جانے والی چیزوں کے بارے میں فیصلہ کرنے کا سوال تھا اس کے لئے ایک باقاعدہ اصول سامنے رکھا گیا تھا یہ اصول ان لوگوں نے بنایا تھا جو پہلے جا چکے تھے اور جنھوں نے اپنے مشاہدات سے وطن میں اپنے دوستوں کو آگاہ کر دیا تھا۔ اس اصول کے آسان اور ناقابل تردید قاعدے انتونیا الگزینڈرونا کے ذہن میں اس قدر واضح طور پر موجود تھے کہ وہ ایسا محسوس کرنے لگی جیسے کوئی پراسرار آواز جو باہر سے چڑیوں کی آوازوں اور بچوں کے شور کے ساتھ آ رہی تھی۔ ان قاعدوں کو بار بار دہرا رہی ہو۔ اور وہ اس آواز کو صاف سن سکتی ہو۔

"لباسوں کے لئے کپڑے کے ٹکڑے" اس نے سوچا۔ "لیکن راستہ میں سامان کی تلاشی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ چیز خطرناک ہے تاوقتیکہ انھیں ٹانک نہ لیا جائے۔ سلائی کا سامان اور سلے ہوئے کپڑے، کوٹ زیادہ بہتر ہوں گے بشرطیکہ وہ زیادہ استعمال شدہ نہ ہوں۔ بکس اور ٹرنک ٹھیک نہیں

رہیں گے (کیونکہ راستہ میں تسلی نہیں ملیں گے) اس بات کا اطمینان کرنا بھی اہم تھا کہ کیا ضروری ہے کونسی سے کار چیزیں لے جائی جائیں۔ اور ہر چیز چھوٹے چھوٹے بنڈلوں میں بندھی ہوئی ہو جسے ایک عورت یا بچہ بھی اٹھا سکے۔ نمک اور تمباکو بہت کارآمد ثابت ہوں گے۔ لیکن اس میں خطرہ ہے۔ رقم حکومت کے جاری کئے ہوئے نوٹوں کی شکل میں ہونی چاہیئے۔ دستاویزوں کو حفاظت کے ساتھ لے جانا سب سے مشکل ہے۔ اور ایسی ہی دوسرے باتیں ذہن میں آرہی تھیں۔

(۵)

جس روز یہ لوگ روانہ ہوئے۔ اس سے ایک روز قبل برف کا طوفان آیا۔ کالے برفانی بادل آسمان پر چھائے ہوئے تھے۔ برف گر رہی تھی اور اس نے تاریک سڑکوں کو سفید کفن اڑھا دیا تھا۔ تمام سامان بندھ چکا تھا۔ مکان اور اس میں چھوڑی جانے والی چیزیں ایک معتمر شخص اور اس کی بیوی کی حفاظت میں دی جا رہی تھیں۔ جو پہلے سیلز مین کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ یہ لوگ ایگرو دنا کے رشتہ دار تھے جنھوں نے گذشتہ موسم سرما میں انتونیتا الگزینڈرووناکو پرانے کپڑوں اور فرنیچر کے بدلے میں آلو اور ایندھن کی لکڑی خریدنے میں مدد دی تھی۔ مارکل پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ نوبوکاڈے پر جسے اس نے اپنے سیاسی کلب کے طور پر منتخب کیا تھا۔ اس نے یہ بات تو صاف طور پر نہیں کہی تھی کہ اس کے سابق آقا اس کا خون چوستے تھے۔ لیکن اس نے اس کی بجائے ان پر یہ الزام لگایا تھا کہ انھوں نے اس تمام عرصہ سے لاعلمی میں رکھا تھا اور جان بوجھ کر اس سے یہ بات پوشیدہ رکھی تھی کہ انسان بندروں کی نسل سے ہے۔ تو نیتا نے دونوں میاں بیوی کو سارا مکان آخری مرتبہ دکھایا، تالوں میں چابیاں لگائیں دراز اور الماریاں کھول کھول کر بند کیں اور انھیں مسلسل ہدایتیں کرتی رہی۔

میز اور کرسیاں دیواروں کے ساتھ لگا دی گئی تھیں۔ پردے اتار لئے گئے اور کونے میں بنڈلوں کا ایک ڈھیر رکھا تھا۔ برف کا طوفان جو کھلی ہوئی کھڑکیوں میں سے نظر آرہا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کو گذری ہوئی تنہائیت کی یاد دلا رہا تھا۔ یوری آندے ویچ نے اپنے بچپن اور اپنی ماں کی موت کا خیال کیا اور انتونیتا الگزینڈرووناؤ اس کے باپ کو اپنا الیوشا کی موت اور جانے کا خیال آیا۔ انھوں نے محسوس کیا کہ اس مکان میں ان کی یہ آخری رات ہے اور یہ کہ وہ اب پھر کبھی اس کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ ان کا یہ خیال غلط تھا لیکن اپنے خیالات کے زیر اثر وہ خود اپنے ہی تک محدود رکھے

تھے تاکہ دوسرے لوگ ان سے پریشان نہ ہوں۔ انھوں نے اس گذرے ہوئے زمانہ پر نظر ڈالی جو انھوں نے اس مکان کی چھت کے نیچے گزارا تھا۔ اور ان آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کرنے لگے جو ان کی آنکھوں میں اُمنڈے آئے تھے۔ اس کے باوجود انتونیا الگزینڈرووناکے اجنبیوں کی موجودگی میں اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔ وہ اس عورت سے مسلسل باتیں کرتی رہی جس کی نگرانی میں وہ ہر چیز چھوڑ رہی تھی۔ وہ دونوں میاں بیوی اسکے ساتھ جو اچھا سلوک کر رہے تھے۔ اس کا اس نے بہت بڑھا چڑھا کر اندازہ لگایا تھا۔ وہ یہ چاہتی تھی کہ وہ ناشکر گزار نہ سمجھی جائے۔ اس لئے وہ برابر معذرت کرتی رہی۔ وہ لگے دروازہ تک جاتی۔ اس عورت کو تحفے لالا کر دیتی ــــ بلاؤز سوتی کپڑے کے ٹکڑے اور چھپا ہوا ریشمی کپڑا۔ اور وہ گہرے رنگوں کے کپڑے جن پر سفید جال یا نقطے بنے ہوئے تھے۔ اور اس تاریک سڑک کی طرح معلوم ہو رہے تھے جو برف سے ڈھکی ہوئی تھی اور سفید نقطوں کی طرح دکھائی دے رہی تھی جو کھلی ہوئی کھڑکیوں میں سے اس الوداعی رات کو انھیں دیکھ رہے تھے۔

(۶)

یہ لوگ سورج نکلنے سے پہلے ہی اسٹیشن روانہ ہو گئے۔ دوسرے کرایہ دار اس وقت حسب معمول سوئے ہوئے تھے۔ لیکن ان میں سے ایک یعنی زویدوتینا نے جو کوئی بھی سوشل تقریب ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھی۔ ان سب کو چیخ چیخ کر اٹھا دیا "ہوشیار! ہوشیار! جلدی کرو اگر وکیو کے خاندان کے لوگ جا رہے ہیں۔ آ کر انھیں خدا حافظ کہو!" سب لوگ باہر عقبی پورچ میں کل آئے (صدر دروازہ بند رہتا تھا) اور نیم دائرے کی شکل میں لوگ اس طرح کھڑے ہوئے تھے جیسے فوٹو کھنچوانے کے لئے کھڑے ہوں۔ یہ سب جمائیاں لے رہے تھے۔ کانپ رہے تھے۔ اپنے بے ڈول کوٹ جو ان کے کندھوں پر پڑے ہوئے تھے۔ زیادہ مضبوطی سے اپنے جسموں پر لپیٹ رہے تھے اور بار بار پیر پٹخ رہے تھے کیونکہ انھوں نے جلدی میں بغیر موزوں کے فیلٹ بوٹ پہن لئے تھے۔ ارکل پہلے ہی کوئی تیز قسم کی ناجائز لوریل کی ہوئی شراب پی کر دھت تھا جس نے پابندی کے باوجود کہیں سے حاصل کر لی تھی۔ اور ایکارڈین کی طرح پورچ کے بوسیدہ جنگلے پر لٹکا ہوا تھا۔ جو اس کے بوجھ سے ٹوٹا جا رہا تھا۔ اس نے سامان لے کر اسٹیشن تک جانے پر اصرار کیا اور جب اسکی پیشکش مسترد کر دی گئی تو اس نے بہت برا مانا۔ آخر کار یہ لوگ اس بے ہنگم چھڑانے میں کامیاب ہو گئے۔ ابھی اندھیرا ہی تھا۔ ہوا کم ہو گئی تھی۔ اور گذشتہ رات سے

بھی زیادہ تیز برفباری ہو رہی تھی۔ برف کے بڑے بڑے گالے اوپر سے گر کر زمین پر چپک جاتے تھے۔

جتنی دیر میں یہ لوگ سڑک چھوڑ کر بائیں پہونچے، روشنی نمودار ہو گئی۔ یہاں برف تھوڑے آہستہ گھنے والے سفید پردے کی طرح گرتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی جو سڑک کی برابر چوڑا تھا اور اس کے کنارے راستہ چلنے والوں کی ٹانگوں کے گرد ناچ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا آگے بڑھنے کا احساس تک ختم ہو جاتا اور وہ یہ محسوس کرنے لگتے تھے جیسے وقت گزار رہے ہوں۔ مسافروں کے علاوہ اس وقت کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن بہت جلد ہی انھیں ایک گاڑی گزرتی ہوئی دکھائی دی جس پر برف کی تہہ جمی ہوئی تھی اور ڈرائیور ایسا دکھائی دے رہا تھا جیسے اسے خمیر میں لپیٹ دیا گیا ہو۔ ایک بڑی رقم کے عوض (جو اس زمانہ میں ایک کوچ سے بھی کم مالیت کی تھی) وہ انھیں محفوظ سامان اسٹیشن لے گیا۔ البتہ یوری آنڈریے وچ کو خود اس کے کہنے پر پیدل آنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

(۷)

اس نے تونیا اور اس کے باپ کو ایک طویل قطار میں چوبی جنگلہ کے بیچ میں کھڑے ہوئے پایا۔ تونیا اور سامان باہر ٹہل رہے تھے اور کبھی کبھی آ کر دیکھ لیتے تھے کہ اب ان کے لئے بڑوں کے پاس جانے کا موقعہ ہے یا نہیں۔ ان سے مٹی کے تیل کی تیز بو آ رہی تھی جو جوؤں سے بچانے کے لئے ان کی گردنوں، کلائیوں اور ٹخنوں پر ملا گیا تھا۔ لوگوں کی قطاریں، پلیٹ فارم کے پھاٹکوں تک چلی گئی تھیں۔ لیکن مسافروں کو پٹڑی پر تقریباً آدھ میل آگے جا کر ٹرین پر سوار ہونا تھا۔ صفائی کرنے والوں کی کمی کی وجہ سے اسٹیشن بہت غلیظ ہو رہا تھا۔ پلیٹ فارم پٹڑیوں پر گرد اور برف کے ڈھیروں کی وجہ سے ناقابل استعمال ہو گیا تھا۔ ٹرینوں کو کافی دور باہر ہی ٹھہرایا جاتا۔ تونیا نے اپنے شوہر کو دیکھ کر ہاتھ سے اشارہ کیا اور جب وہ قریب آیا تو اسے بتایا کہ اسے سفری کاغذات پر مہر کس جگہ لگوانی ہوگی۔ "مجھے دکھانا" انھوں نے کیا لکھا ہے؟" اس کے واپس آنے پر اس نے کہا۔ اس نے جنگلہ کے دوسری طرف سے کاغذات کا ایک بنڈل اس کی طرف بڑھا دیا۔ "یہ اسپیشل گاڑی کے لئے ہے۔" اس کے پیچھے قطاریں کھڑے ہوئے ایک عورت نے اس کے کندھے پر سے جھک کر پڑھتے ہوئے کہا۔

اس کے سامنے کھڑا ہوا شخص سب کچھ واضح طور پر جانتا تھا۔ وہ اس قسم کے لوگوں میں سے تھا جو دنیا کے تمام قاعدے قوانین سے واقف ہوتے ہیں۔ اور انھیں بغیر کسی اعتراض کے قبول کر لیتے ہیں۔ اس

ہمرے۔" اس نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "آپ کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ آپ ایک خاص درجہ کی گاڑی میں جگہ لے سکیں یعنی کسی مسافر گاڑی میں اگر کسی ٹرین میں مسافروں کے لئے کوئی ڈبہ موجود ہو تو۔ اب قطار میں کھڑے ہوئے سب لوگ گفتگو میں بہ یک وقت شریک ہو گئے۔

"کیا کہا مسافروں کا ڈبہ۔ ارے آجکل تو اگر بغیر بھی جگہ مل جائے تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے!"

"ان لوگوں کی بات مت سنو۔" دوسرے شخص نے کہا۔ "میں بتاتا ہوں۔ یہ تو بالکل آسان سی بات ہے۔ آج تو صرف ایک ہی قسم کی ٹرین ہے اور اس میں فوجیوں، قیدیوں، مویشیوں اور مسافروں کے ڈبے ہوتے ہیں۔ کسی کو غلط بات بتانے سے کیا فائدہ؟" اس نے مجمع سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "زبان ہلانے میں کیا لگتا ہے۔ تم جو چاہو کہہ سکتے ہو۔ مگر تمہیں صاف بات کرنی چاہیئے جسے وہ سمجھ سکے۔ تم نے تو خوب سمجھایا۔" لوگوں نے چلا چلا کر اسے خاموش کر دیا۔ "تم نے اسے یہ خوب بتایا کہ یہ مہر اسپیشل کوچ کے لئے ہے۔ بات کرنے سے پہلے تمہیں آدمی کی صورت دیکھنی چاہیئے۔ ایسا آدمی جسکی ایسی فکل ہو اسپیشل کوچ میں کیسے سفر کر سکتا ہے؟ اسپیشل کوچ میں ملاح بھرے ہونگے۔ ملاح کی نظر تیز ہوتی ہے۔ اس کے پاس بندوق بھی ہوتی ہے۔ وہ اسکی طرف دیکھتا ہے اور اسے کیا دکھائی دیتا ہے؟ ایک صاحب جائداد طبقہ کا فرد۔ بلکہ اس سے بھی بدتر: ایک ڈاکٹر۔ پہلے یہ اچھائی سمجھی جاتی تھی۔ وہ اپنی بندوق سنبھالیگا اور خدا حافظ۔"

ڈاکٹر کے معاملہ میں جو ہمدردی پیدا ہو گئی تھی وہ نہ جانے کس حد تک بڑھتی کہ مجمع کی توجہ کسی اور طرف منتقل ہو گئی۔ کچھ عرصہ سے لوگ شیشے لگی ہوئی بڑی بڑی کھڑکیوں میں سے حیرت کے ساتھ پٹریوں کی طرف دیکھ رہے تھے جن پر کئی سو گز تک چھت پڑی ہوئی تھی۔ گرتی ہوئی برف صرف چھت کے آخری سرے پر دکھائی دے سکتی تھی۔ اتنے زیادہ فاصلہ پر کہ وہ تقریباً بالکل ساکت نظر آتی تھی اور زمین پر آہستہ آہستہ اس طرح جذب ہو رہی تھی جیسے روئی کے ٹکڑے جو مچھلیوں کو ڈالے جاتے ہیں پانی میں ڈوب جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے کچھ سائے سے کافی فاصلہ پر پٹریوں کے کنارے تنہا ملے جلے گروہ کرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ پہلے خیال تھا کہ وہ ریلوے کے ملازمین تھے جو اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے تھے۔ لیکن اب ایک خاصا بڑا مجمع باہر نکلا اور جس سمت میں وہ بھاگ رہے تھے۔ ادھر دھوئیں کے بادل اٹھتے ہوئے دکھائی دیئے۔ "بدمعاشو، بھاگ کھولو۔" قطار میں کھڑے ہوئے لوگوں نے آوازیں

لگائیں۔ مجمع کو جنبش ہوئی اور وہ پھاٹک کی طرف بڑھنا شروع ہوا۔ پیچھے سے لوگ آگے والوں کو دھکیل رہے تھے۔ "دیکھو تو کیا ہو رہا ہے! انھوں نے ہمیں یہاں بند کر رکھا ہے اور ادھر کچھ لوگ راستہ پا کر قطار سے نکل گئے۔ حرامزادو! پھاٹک کھولو۔ ورنہ ہم توڑ ڈالیں گے۔ آؤ ہم سب مل کر اسے دھکا دیں۔" یہ لوگ بیوقوف ہیں۔ انھیں ان لوگوں پر رشک نہیں کرنا چاہیئے۔" ہر فن مولا شخص نے کہا "وہ جبری طور پر بھرتی کئے ہوئے لوگ ہیں جو جبری محنت کے لئے پیٹرو گراڈ سے لائے گئے ہیں اور دولگڈا بھیجے جانے والے تھے۔ مگر اب شرتی محاذ پر لے جائے جا رہے ہیں۔ وہ یہ سفر اپنی مرضی سے نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کے ساتھ محافظ دستہ ہے۔ یہ لوگ وہاں پر خندقیں کھودیں گے۔"

(۸)

یہ لوگ تین دن سے سفر کر رہے تھے لیکن ابھی تک ماسکو سے زیادہ دور نہیں پہنچے تھے۔ سارے علاقہ پر موسم سرما کے اثرات نمایاں تھے۔ ریل کی پٹریاں۔ کھیت۔ جنگل اور گاؤں کے مکانوں کی چھتیں غرضیکہ ہر چیز برف پوش تھی۔ زوا گو اور اس کے گھر والوں کی خوش قسمتی سے اوپر کی برتھ پر ایک کونہ خالی مل گیا تھا جو دھندلی سی کھڑکی کے پاس اوپر چھت کے قریب تھی۔ تونیا نے اس سے پہلے کبھی مال گاڑی میں سفر نہیں کیا تھا۔ جب وہ پہلی مرتبہ اس میں داخل ہوئی تو لوری آنندے نے اسے اوپر اٹھایا اور ڈبہ کا بھاری دروازہ اس کے لئے کھول دیا۔ لیکن بعد میں وہ خود اس پر چڑھنا اور اترنا سیکھ گئی تھی۔ انیوتا، لگزینیدروونا کو یہ ڈبہ ایک پیئے دار سور خانہ سے زیادہ بہتر دکھائی نہیں دے رہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ وہ ایک دھچکے میں ٹوٹ جائے گا۔ لیکن یہ لوگ تین دن سے برابر ٹرین کی رفتار یا سمت میں تبدیلی ہونے کے ساتھ ساتھ ادھر سے ادھر دھکے کھا رہے تھے۔ تین دن تک ان کے نیچے پہیوں کی گھڑگھڑاہٹ سنائی دیتی رہی۔ اور پھر بھی کوئی حادثہ نہیں ہوا۔ اس کا خوف بے بنیاد نکلا۔ ٹرین میں تیس ڈبے تھے زوا گو اور اس کے گھر والے چودھویں ڈبہ میں تھے۔ جب ٹرین دیہات کے کسی اسٹیشن پر ٹھہرتی تو سامنے درمیان یا آخر کے صرف چند ڈبے ہی چھوٹے سے پلیٹ فارم کے سامنے رکتے تھے۔ ملاح سامنے کے ڈبوں میں تھے۔ شہری مسافر درمیانی ڈبوں میں جو جبری طور پر بھرتی کئے ہوئے مزدور آخری آٹھ ڈبوں میں تھے۔ یہ لوگ تقریباً پانچسو تھے اور ان میں ہر عمر اور جنس اور ہر پیشے کے لوگ شامل تھے۔ یہ بھی ایک غیر معمولی منظر تھا۔ پیٹرو گراڈ کے دولت مند اور

ڈبین دکاندار، اور دلال، گاڑی بانوں، فراشوں۔ حجاموں، مفرور پاگلوں، دوکانداروں اور راہبوں کے ساتھ ایک جگہ بھر دیئے گئے تھے۔

وکیل اور دلال خالی قمیضیں پہنے ہوئے بیٹھے کی دہکتی ہوئی انگیٹھیوں کے چاروں طرف لکڑی کے کندوں پر بیٹھے تھے اور طویل کہانیاں سنا رہے تھے۔ مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ہنس رہے تھے۔ یہ لوگ ذرا پریشان نہیں تھے۔ ان کے اچھے تعلقات تھے۔ اور ان کے با اثر رشتہ داران کے لئے وطن میں سلسلہ جنبانی کر رہے تھے۔ اور دولت پڑنے پر یہ لوگ بعد میں کچھ رقم دے کر چھٹکارا حاصل کر سکتے تھے۔ دوسرے لوگ جو بوٹ اور کھدے خفتان پہنے ہوئے تھے یا ننگے پیر تھے اور پتلون کے باہر نکلی ہوئی لمبی لمبی قمیضوں میں ملبوس تھے۔ کچھ ڈاڑھی والے تھے اور کچھ بغیر ڈاڑھی کے۔ نیم دار دروازوں کے پاس کھڑے تھے اور راستوں میں کھڑے ہوئے کسانوں اور گاؤں کے بیزاری کے ساتھ تکے جا رہے تھے۔ وہ کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔ ان لوگوں کے کوئی با اثر دوست نہیں تھے۔ انھیں بہتری کی کوئی امید نہیں تھی۔ جو یہ بھرتی کئے ہوئے لوگوں کیلئے دیئے مخصوص تھے۔ اس کے تناسب سے ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور جو لوگ ان ڈبوں میں نہیں سما سکتے تھے انھیں شہری مسافروں کے ساتھ رکھا گیا تھا۔ اور ایسے کچھ لوگ چھتوں پر بھی تھے۔

(۹)

جب بھی کہیں ٹرین رکتی۔ اینتونیا الگزینڈرونا محتاط ہو کر بیٹھ جاتی کہ کہیں اس کا سر کھڑکی سے ٹکرا جائے اور دروازے میں سے جو تھوڑا سا کھلا ہوا تھا نیچے جھانک کر دیکھتی کہ باہر جانا ممنوع ہے یا نہیں۔ اس کا انحصار اسٹیشن کے چھوٹے یا بڑے ہونے، ٹرین ٹھہرنے کی مدت اور اسی کے ساتھ بعض سند لین دین کے مکانات کے جائزہ پر ہوتا تھا۔ اس دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ ٹرین کی رفتار سست ہونے سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ ٹرین کے پٹریاں بدلنے اور زیادہ دھچکے لگنے سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ اسٹیشن خاصا بڑا ہے اور یہ کہ ٹرین کافی دیر ٹھہرے گی۔ اس نے اپنی آنکھیں ملیں۔ بال ٹھیک کئے اور ایک بنڈل کی تہہ سے ٹوٹل کر ایک کڑھا ہوا تولیہ نکالا۔ ڈاکٹر جو اس عرصہ میں جاگ گیا تھا۔ سب سے پہلے اپنی جگہ سے کودا اور اپنی بیوی کو نیچے اترنے میں مدد دی۔ محافظوں کی کوٹھریاں اور روشنی کے کھمبے دروازے کے پاس سے ہو کر گذرے۔ اس کے بعد ذخیرہ دکھائی دیئے جو برف کی بھاری تہوں کے بوجھ سے جھک گئے تھے۔ اور جن کی ٹہنیاں ٹرین کی طرف اس طرح بڑھی ہوئی تھیں جیسے وہ اسے خوش آمدید کہہ رہے ہوں۔ ٹرین کے ٹھہرنے سے پہلے ہی طاح نیچے برف پر کودے

اور اسٹیشن کی عمارت کے کونے کی طرف بھاگے۔ جہاں عام طور پر کسان عورتیں کھانے پینے کی چیزیں ناجائز طور پر فروخت کرتی تھیں۔ بنی سیاہ وردیاں اور فیتہ لگی ہوئی ٹوپیاں پہنے ہوئے وہ لوگ تیزی سے بھاگ رہے تھے۔ اور دوسرے لوگ فوراً انھیں راستہ دیدیتے تھے۔

عمارت کے سرے پر قریبی دیہات کی لڑکیاں اور عورتیں آپس میں پُرجوش نظر آرہی تھیں جیسے وہ کسی نجومی سے اپنا مستقبل معلوم کررہی ہوں۔ اسٹیشن کی دیوار کے سایہ میں ایک دوسری کے پیچھے ایک قطار میں کھڑی ہوئی لڑکیاں۔ گھر کا بنا ہوا پنیر، ابلا ہوا گوشت اور گھٹیا گیہوں کی روٹیاں بیچ رہی تھیں جو رنگ بھرے موٹے کپڑوں میں لپکے جانے سے ابھی تک گرم اور خوش ذائقہ تھیں۔ یہ عورتیں شالوں میں لپٹی ہوئی تھیں جو انھوں نے اپنی بھیڑ کی کھالوں کے اندر کر رکھی تھیں۔ ملاحوں کے مذاق کرنے پر وہ شرم سے سرخ ہوجاتیں اور ساتھ ہی ساتھ ان سے خائف بھی تھیں کیونکہ عام طور پر ملاح ہی ان دستوں میں شامل ہوتے تھے جو سٹہ بازی اور خلاف قانون تجارت کی روک تھام کے لئے مقرر کئے جاتے لیکن کسان عورتوں کے اندیشے جلد ہی دور ہوگئے۔ ٹرین لگتے ہی شہری مسافر بھی مجمع میں شامل ہوگئے اور خرید و فروخت تیزی سے ہونے لگی۔ انیتونیا الگزیندروونا اس قطار کے پاس سے فروخت ہونے والا سامان دیکھتی ہوئی گذری۔ اس نے تولیہ اپنے کندھے پر ڈال رکھا تھا جیسے وہ اسٹیشن کے عقب میں برف سے منہ ہاتھ دھونے جارہی ہو۔ کئی عورتوں نے چلا کر اس سے پوچھا۔ "سنو تو، تمہیں اپنے تولیہ کے بدلے میں کیا چاہیئے؟" لیکن وہ اسی طرح چلتی رہی اس کا شوہر اس کے ساتھ تھا۔ قطار کے آخر میں ایک عورت سیاہ شال اوڑھے کھڑی تھی۔ اس کی نظر تولیہ پر پڑی تو اس کی بڑی بڑی آنکھیں چمکنے لگیں۔ احتیاط کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے وہ چپکے سے انیتونیا کے قریب آئی اور اپنا سامان دکھاتے ہوئے چپکے سے کہنے لگی۔ "یہ دیکھو۔ میں شرط لگاتی ہوں کہ تم نے ایسی چیز کافی عرصہ سے نہیں دیکھی ہوگی۔ اچھی ہے نا؟ سوچنے میں زیادہ دیر مت لگاؤ ورنہ کوئی اور خرید لے گا کیا تم اس کے آدھے کے بدلے میں اپنا تولیہ مجھے دوگی؟" لیکن انیتونیا الگزیندروونا آخری لفظ نہیں سن سکی "اچھی عورت تمہارا کیا مطلب ہے؟" اس نے پوچھا۔ عورت کا مطلب آدھے خرگوش سے تھا جو سالم بُنا ہوا تھا اور درمیان سے کاٹ کر اس کے دو ٹکڑے کردیئے گئے تھے۔ اس نے خرگوش اٹھا کر دکھایا۔ "میں تم سے کہتی ہوں کہ تمہارے تولیہ کے بدلے میں آدھا خرگوش تمہیں دیدوں گی۔ تم کیا بیک ہی ہو؟ یہ کتے کا گوشت نہیں ہے۔ میرا شوہر شکاری ہے۔ یہ خرگوش ہے خرگوش"۔ انھوں نے چیزوں کا تبادلہ کرلیا۔ ان میں سے

ہر ایک یہی سمجھ رہی تھی کہ وہ فائدے میں رہی۔ انتونیا الگزندر دونا کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے کسان عورت کو دھوکا دیا ہو۔ لیکن اس سودے سے خوش ہو کر اس عورت نے اپنی ایک سہیلی کو آواز دے کر بلایا جو اپنی چیزیں فروخت کر چکی تھی۔ اور وہ دونوں برفانی راستہ پر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اپنے گاؤں کو چل دیں۔

عین اسی وقت مجمع میں شور مچنے لگا۔ ایک بوڑھی عورت چلا رہی تھی "اے ٹھیرو! تم کہاں جا رہے ہو؟ میری رقم کہاں ہے؟ دھوکے باز! مجھے تم نے رقم کب دی ہے؟ ذرا اسے دیکھو تو سہی لالچی سؤر اسے آوازیں دیتی ہوں وہ مڑ کر دیکھنے تک کی پرواہ نہیں کرتا۔ ٹھیرو! ٹھیرو! میں تم سے کہتی ہوں۔ مسٹر کامریڈ! میں لٹ گئی! ٹھیر تو جا چور! وہ جا رہا ہے۔ وہی ہے۔ پکڑو اسے۔"

"کون ہے وہ؟"

"وہ جس کی داڑھی مونچھ صاف ہے اور دانت نکال کر ہنس رہا ہے۔"

"وہی ناجس کی آستین میں چھید ہے؟"

"ہاں ہاں، پکڑو اس ملحد کو!"

"وہی ناجس کے کوٹ کی کہنی پر پیوند لگا ہوا ہے؟"

"ہاں ہاں، ارے میں لٹ گئی!"

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

"اس آدمی نے تھوڑا دودھ اور سمور سے خرید کر کھائے اور قیمت چکائے بغیر چلا گیا۔ اس لئے بوڑھی عورت کھڑی رو رہی ہے۔"

"اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ وہ لوگ اس کا پیچھا کیوں نہیں کرتے؟"

"پیچھا کریں! اس کے پاس بندوق اور کارتوسوں کی پیٹیاں ہیں۔ اجی وہ مار ڈالے گا۔"

(۱۰)

چودھویں ڈبہ میں بھی جبری طور پر بھرتی کئے ہوئے کئی مزدور تھے۔ ان کے ساتھ ان کا محافظ ورونیک بھی تھا۔ ان میں سے تین آدمی باتوں میں سب سے الگ دکھائی دیتے تھے۔ ایک تو پرفیوری خرتیونوویچ پریوبراژنسکی تھا جو پیٹرزگراڈ میں شراب کے ایک سرکاری گودام میں خزانچی رہ چکا تھا۔ ڈبہ کے لوگ اسے خزانچی کہتے تھے۔ دوسرا واسیا بریچن تھا جو سولہ سال کی عمر کا لڑکا تھا۔ اور ایک لوہار کے پاس کام سیکھتا تھا۔ تیسرا کوستوگر

تھا جو ایک سفید بالوں والا انقلاب پرست تھا۔ یہ پچھلی حکومت کے تمام جبری محنت کے کیمپوں میں رہ چکا تھا۔ اب اب نئی حکومت کے جبری محنت کے کیمپوں کا تجربہ حاصل کر رہا تھا۔ جبری بھرتی کے مزدور جو بھرتی ہوتے وقت ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے۔ اب رفتہ رفتہ ایک دوسرے سے واقف ہوتے جا رہے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ خرانچی اور دامسیا ملک کے ایک ہی حصہ دیہات کے رہنے والے تھے اور یہ بھی پتہ چلا کہ ٹرین ان کے آبائی وطن کے گاؤں سے ہو کر گزرے گی۔ پریتولیف نامی کارکن رہنے والا تھا۔ اس کے بال سفید سے کٹے ہوئے تھے۔ اور اس کے چہرے پر جھریوں کے داغ تھے۔ وہ ایک نالائق کارکن بدصورت شخص تھا۔ اس کا بھورے رنگ کا سویٹر جو پسینے کی وجہ سے بغلوں پر سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ عورتوں کے بلاؤز کی طرح تنگ تھا۔ وہ گھنٹوں بت کی طرح خاموش اور خیالات میں غرق بیٹھا رہتا۔ اور اپنے ہاتھوں پر مسوں کو کھجاتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ان سے خون بہنے لگتا تھا۔ گذشتہ موسم خزاں میں ایک روز وہ میزسکی میں چلا جا رہا تھا کہ وہ لینن اسٹریٹ کے موڑ پر ایک فوجی کیمپ میں پہونچ گیا۔ اسے اپنے کاغذات دکھانے پڑے اور پتہ چلا کہ اس کے پاس چوتھے درجہ کا راشن کارڈ تھا۔ جو ایسے لوگوں کو دیا جاتا تھا جو کمیونسٹ پارٹی کے کارکن نہیں ہوتے تھے۔ اور جس پر کچھ نہیں خریدا جا سکتا تھا۔ لہٰذا اسے روک لیا گیا۔ اس کے علاوہ وہاں اور بھی بہت سے ایسے لوگ تھے جنھیں اسی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ان لوگوں کو مسلح نگرانی میں ہیروں تک لے جایا گیا۔ اسی جماعت کو بھی اس سے پہلے جانے والی جماعت کی طرح خندقیں کھودنے کے لئے آرک انجل کے محاذ پر بھیجا جانے والا تھا۔ لیکن راستہ میں وہاں کی بجائے اسکو کے راستہ مشرق کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ لوگا میں، جہاں وہ جنگ سے پہلے کام کرتا تھا، پریتولیف کی بیوی رہتی تھی۔ اس نے جب لوگوں سے اپنے شوہر کی مصیبت کا حال سنا تو وہ لوگا جہاں آرک انجل کے لئے گاڑی بدلی جاتی تھی) روانہ ہو گئی تاکہ وہاں اسے تلاش کر سکے اور اسے رہائی دلا سکے۔ لیکن یہ دستہ وہاں نہیں بھیجا گیا۔ اس لئے اس کی محنت بے کار گئی اور اسے اپنے شوہر کا کوئی پتہ نہ لگ سکا۔ پیر دگراڈیس پر پریتولیف ایک عورت پلاگیا نولوناتیا گوزوا کے ساتھ رہتا تھا۔ گرفتار ہونے کے وقت اس نے اسے خدا حافظ کہا ہی تھا، وہ کسی سے ملاقات کرنے کے لئے ایک مختلف سمت میں جا رہی تھی۔ وہ اسے لینن اسٹریٹ پر جاتے ہوئے اور پھر مجمع میں غائب ہوتے دیکھ سکتا تھا۔ یہ ایک گداز جسم کی عورت تھی اور پر وقار انداز میں چلتی تھی۔ اس کے ہاتھ خوبصورت تھے اور موٹی سی گندھی ہوئی چوٹی تھی جسے وہ گہرے سانس لیتے ہوئے اپنے کندھے پر ڈالتی رہتی تھی۔ وہ اس وقت

قافلے کے ساتھ تھی کیونکہ اس نے رضاکارانہ طور پر پرتوتیف کے ساتھ جانے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ ایک بدصورت شخص میں عورتوں کو کیا خوبی یا کشش نظر آسکتی تھی۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ عورتیں اسے چمٹی رہتی تھیں۔ ہمگے کے ایک امر ڈبہ میں ان کی ایک اور شناسا عورت تھی جس کا نام ادی زکووا تھا۔ وہ ایک دبلی پتلی لڑکی تھی جس کی پلکیں سفید تھیں۔ وہ کسی طرح ٹرین پر پہونچ گئی تھی تیاگونفا نے "بچکاری" اور "لوٹنی" اور ایسے ہی دوسرے توہین آمیز ناموں سے پکارتی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی رقیب اور جانی دشمن تھیں اور ایک دوسری کا سامنا کرنے میں احتیاط سے کام لیتی تھیں۔ ادگری زکووا دوسری عورت کے ڈبہ میں کبھی نہیں جاتی تھی۔ لیکن یہ بات صیغۂ راز میں تھی کہ وہ کس طرح اپنے محبوب سے ملا کرتی تھی۔ غالباً جس وقت تمام مسافروں کی مدد سے انجن میں ایندھن بھرا جاتا اس وقت وہ اسے دور ہی سے دیکھ کر اپنی آنکھوں کی پیاس بجھا لیتی ہوگی۔

(۱۱)

داسیا کی کہانی بالکل ہی مختلف تھی۔ اس کا باپ جنگ میں مارا گیا تھا اور اس کی ماں نے اسے پیٹرو گراڈ اس کے چچا کے پاس کام سیکھنے بھیجا تھا۔ اس کے چچا کی ایرکس یارڈ میں اپنی ذاتی دوکان تھی گذشتہ موسم سرما میں اسے مقامی سوویت نے پوچھ گچھ کے لئے طلب کیا۔ لیکن وہ غلطی سے دوسرے دروازہ میں داخل ہوگیا جو مزدور بھرتی کرنے والے دفتر میں پہونچ گیا۔ یہ کمرہ جبری طور پر بھرتی کئے ہوئے مزدوروں سے بھرا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سپاہیوں نے اندر آکر ان لوگوں کو گھیر لیا۔ اور انھیں سمینوف بیرکس میں لے گئے جہاں رات بھر رکھنے کے بعد صبح کو مختلف ٹولیوں کی نگرانی میں ٹرین کے ذریعہ روکوگدا روانہ کردیا گیا۔ اس قدر زیادہ گرفتاریاں ہونے کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ اور قیدیوں کے گھر والے انھیں رخصت کرنے کے لئے اسٹیشن پر پہونچ گئے۔ انھیں میں داسیا اور اس کی چچی بھی تھی۔ اس کے چچا نے محافظ سے (جس کا نام وردنیک تھا اور جو اس وقت چودھویں ڈبہ میں تھا) التجا کی کہ اسے ایک منٹ اپنی بیوی سے بات کرنے کی اجازت دیدے محافظ نے کہا کہ وہ اس وقت تک اجازت نہیں دے گا جب تک کہ وہ اپنی واپسی کی ضمانت نہ دیدے چچا اور چچی نے داسیا کو یرغمال کے طور پر پیش کردیا۔ وردنیک راضی ہوگیا۔ اس کے بعد وہ اپنے چچا اور چچی کو کبھی نہیں دیکھ سکا۔ جب اس دھوکہ بازی کا علم ہوا تو داسیا جسے کسی قسم کا شک یا شبہ نہیں تھا لٹنے لگا۔ وردنیک کے قدموں پر گر پڑا اور اس کے ہاتھ چومے اور اس سے التجا کی کہ وہ اسے جانے دے لیکن

ان تمام باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ محافظ نہایت سخت دل تھا۔ اس لئے نہیں کہ وہ ظالم تھا بلکہ اس لئے کہ اس ہنگامی دور میں ضابطے بہت سخت تھے۔ محافظ کو تمام زیر نگرانی قیدیوں کے لئے اپنی جان کی بازی لگا کر جواب دہ ہونا پڑتا تھا۔ اور قیدیوں کی باقاعدہ حاضری ہوا کرتی تھی۔ اس طرح داسیا مزدوروں کی جماعت میں شامل ہو گیا۔

انقلابی کوستو دامرسکی جس کی زار کی حکومت میں اور موجودہ حکومت کے زمانہ میں بھی جیلخانوں کے افسر عزت کیا کرتے تھے۔ اور جس کے تعلقات ان سے ہمیشہ اچھے رہتے تھے۔ بار بار قافلہ کے سربراہ سے داسیا کی پریشانی کا ذکر کرتا رہتا۔ افسر نے یہ تسلیم کیا کہ اس کے معاملہ میں سخت غلط فہمی ہو گئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ بعض ضابطہ کی دشواریوں کی وجہ سے اس کے معاملہ پر اس وقت تک غور نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ وہ لوگ اپنی منزل پر نہ پہونچ جائیں۔ اس نے وعدہ کیا کہ اس وقت وہ اس سلسلہ میں اپنی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ داسیا ایک اچھی شکل و صورت کا پرکشش لڑکا تھا۔ وہ ایک قوی شاہی خدمت گار یا تصویروں میں دیئے ہوئے آسمانی فرشتے کی مانند دکھائی دیتا تھا۔ وہ غیر معمولی طور معصوم تھا اور اس کی عادتیں بھی نہیں بگڑی تھیں۔ اس کا پسندیدہ مشغلہ یہ تھا کہ وہ فرش پر اپنے بزرگوں کے قدموں میں بیٹھا ہوا ان کی صورتیں تکتا رہے۔ اس کے ہاتھ اس کے گھٹنوں کے گرد حمائل رہتے۔ اور وہ ان کی گفتگو اور کہانیاں دلچسپی سے سنتا رہتا۔ اس کے چہرے کے تغیر و تبدل کو دیکھ کر کوئی شخص بڑی حد تک گفتگو کی نوعیت معلوم کر سکتا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے آنسو یا ہنسی مشکل سے ضبط کر سکتا تھا۔

(۱۲)

زداگو اور اس کے گھر والوں نے انقلابی کوستو کو رات کے کھانے کی دعوت دی تھی۔ وہ ان کے پاس کمرے میں بیٹھا ہوا خرگوش کی ایک ٹانگ مزے سے کتر رہا تھا۔ وہ سردی سے بہت ڈرتا تھا۔ اور اس نے کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں کئی مرتبہ اپنی جگہ تبدیل کی۔ آخر کار اسے ایک جگہ ایسی مل گئی جہاں سردی نہیں آ رہی تھی۔ "یہ بہتر ہے" اس نے کہا۔ اس نے ہڈی چوسنی بند کر دی، اپنی انگلیاں چوس کر صاف کیں، پھر رومال سے پونچھیں۔ اپنے میزبانوں کا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگا "یہ تمہاری کھڑکی ہے اسے ہمیشہ سے بند کر دینا چاہیئے۔ بات تو یہ کہہ رہا تھا کہ تم غلطی پر ہو ذرا کھڑکی بھی ہوا خوراک سے بہترین چیز ہوتی ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ کسان لوگ خوش حال ہیں جلد بازی ہو گی مجھے صاف

کرنا مگر میرا خیال یہی ہے۔"

"ارے چھوڑو بھی۔" یوری آندرے وچ نے کہا۔ "ان اسٹیشنوں کو دیکھو۔ درخت کاٹے نہیں گئے۔ جنگلے محفوظ ہیں۔ اور یہ تمام بازار! یہ عورتیں! سوچو تو سہی کتنی عجیب بات ہے! کہیں نہ کہیں زندگی کا کاروبار ابھی تک جاری ہے۔ کچھ لوگ خوش و خرم ضرور ہیں۔ ہر شخص تکلیف اور پریشانی میں نہیں ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے اس سے اس کا جواز ملتا ہے۔"

"اگر یہ صحیح ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ تم نے یہ نظریات کہاں سے لئے؟ کسی بھی ایک ایسی جگہ چلے جاؤ جو ریلوے سے ۵۰ میل کے فاصلے پر ہو۔ تمہیں پتہ چلے گا کہ ہر جگہ کسان بغاوت کر رہے ہیں۔ کس کے خلاف؟ تم پوچھو گے تو سنو، وہ ہر ایک کے خلاف ہیں۔ خواہ وہ سرخ ہو یا سفید بلکہ جو کوئی بھی برسر اقتدار ہو۔ تم کہو گے آہا! ایسا اس لئے ہے کہ کسان ہر قسم کے اقتدار کے مخالف ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ انھیں کیا چاہیئے۔ لیکن میں اس معاملہ میں تم سے اختلاف رکھتا ہوں۔ کسان یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اسے کس چیز کی ضرورت ہے۔ تم سے یا مجھ سے زیادہ بہتر طریقہ پر جانتا ہے لیکن اسے کسی بالکل مختلف چیز کی ضرورت ہے۔ جب انقلاب نے اسے بیدار کیا تو اس نے محسوس کیا تھا کہ اس کے صدیوں پرانے خواب کی تعبیر مل رہی ہے۔ اپنی محنت اور مشقت کے بل بوتے پر اپنی زمین پر مکمل آزادی کے ساتھ کسی کا پابند ہوئے بغیر زندگی گذارنے کا خواب۔ لیکن حقیقت میں اس کی بجائے اسے معلوم ہوا کہ اس نے محض پرانی حکومت کے مظالم کو نئی حکومت کے مظالم سے بدل دیا ہے جو اعلیٰ انقلابی نظام کا سب سے نازک پہلو ہے۔ کیا تمہیں اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ دیہات میں عام بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور وہ لوگ مطمئن ہو کر نہیں بیٹھ سکتے؟ اور پھر تم کہتے ہو کہ وہ لوگ خوش حال ہیں! انہیں تم بہت سی باتیں نہیں جانتے میرے دوست اور جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں تم وہ باتیں جاننا بھی نہیں چاہتے۔"

"اچھا یہ ٹھیک ہے کہ میں نہیں جانتا مجھے دنیا کی ایک ایک بات معلوم کرنے اور اس کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ تاریخ نے مجھ سے مشورہ نہیں کیا مجھے تو ہر پیش آنے والی تبدیلی کا ساتھ دینا ہے، تو پھر میں حقائق کو نظر انداز کیوں نہ کروں؟ تم کہتے ہو کہ میرے نظریات حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتے۔ لیکن آج روس میں حقیقت ہے کہاں؟ میں دیکھ رہا ہوں حقیقت کو آن

خوفزدہ کر دیا گیا ہے کہ وہ روپوش ہو گئی ہے۔ میں یہ یقین کر لینا چاہتا ہوں کہ کسانوں کی حالت اچھی ہے اور وہ خوشحال ہیں۔ اگر یہ محض خام خیالی ہے تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں؟ میں کس چیز کے بہانے سے زندہ رہ سکتا ہوں اور کس پر بھروسہ کر سکتا ہوں؟ اور مجھے بہرحال زندہ رہنا ہے کیونکہ میرے بیوی بچے ہیں۔ اس نے مایوسانہ انداز میں منہ بنایا اور بحث اپنے خسر پر چھوڑ کر وہاں سے ہٹ گیا اور اپنا سر پرتھ کے سرے پر نیچے یہ دیکھنے کے لئے لٹکا لیا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ پریتولیف تیاگونوف، داسیا اور وردنیک آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ جس وقت ٹرین اس کے آبائی صوبے میں پہونچ رہی تھی پریتولیف نے اپنے گاؤں کا راستہ اسٹیشن اور سڑک یاد کی۔ اور جلد نے پہچانے گاؤں کا نام سنکر داسیا نے آنکھیں دھو لیا۔ ایسا کرتے وقت اس کی آنکھیں اس طرح چمک رہی تھیں جیسے وہ کوئی پریوں کی داستان سن رہا ہو۔

"تم ڈرائی فوڈ پراپرتے ہو؟" اس نے پوچھا، جذبات کی شدت سے اس کی آواز اٹک گئی۔ "ہمارا اسٹیشن! واقعی! اور پھر بیوسکی جاتے ہو۔ ٹھیک ہے نا!"

"ہاں ٹھیک ہے۔ پھر بیوسکی کی سڑک پر جاتے ہیں۔"

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں ـــــ بیوسکی ـــــ بیوسکی کا گاؤں۔ میں واقعی اس سے واقف ہوں وہ اسی جگہ کو ہے۔ جہاں بڑی سڑک سے ہٹ کر دائیں طرف گھومتے ہیں اور پھر ایک مرتبہ دائیں طرف۔ اس طرح ہم درتینکی پہونچ جاتے ہیں۔ اور تمہارا راستہ دریا سے پرے بائیں کو ہے نا؟ تم دریائے پیگا سے واقف ہو؟ ہاں ضرور ہوگے! وہ ہمارا ہی تو دریا ہے۔ دیلے کے کنارے کنارے چلتے ہوئے آگے اور آگے اور پھر دائیں ہاتھ کو پہاڑی پر جو اسی دریا کے کنارے واقع ہے اور پھر ہمارا گاؤں آجائے گا۔ درتینکی! بالکل سرے پر ہے اور وہاں اتنی ڈھلوان ہے کہ چکر آجاتا ہے۔ خدا کی قسم چکر آنے لگتا ہے نیچے پتھروں کی ایک کان ہے۔ جہاں پتھروں کے پاٹ بنتے ہیں۔ میری ماں اور دو چھوٹی بہنیں وہیں درتینکی میں رہتی ہیں۔ میری بہنوں کے نام الینکا اور ارشکا ہیں..... خالہ پلاگیا میری ماں کس قدر تم میں ملتی ہے وہ نسبتاً کم عمر ہے اور اس کا رنگ بھی گورا ہے۔ چچا وردنیک! چچا وردنیک! میں آپ کو سورج میرے کا واسطہ دیتا ہوں۔ میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں..... چچا وردنیک!"

"کیا بات ہے؟ کیا چچا، چچا لگا رکھی ہے ـــــ میں جانتا ہوں کہ میں تمہارا چچا نہیں ہوں۔ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ کیا میں پاگل ہوں؟ اگر میں نے تمہیں چھوڑ دیا تو میرا خاتمہ ہو جائے گا۔ وہ لوگ مجھے

دیوار کے سامنے کھڑا کر کے گولی مار دیں گے؟

پلاگیا تیا گونو اٹھ کر کمرے سے باہر جھانکتے ہوئے کچھ سوچ رہی تھی۔ اور واسیلیسا کھرخی مائل بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھی۔ ذرا ذرا دیر بعد وہ اس کی طرف جھک کر مسکرا دیتی جیسے اس سے کہہ رہی ہو۔ "یو توفف مت۔ یہ ایسی بات نہیں ہے۔ جو سب کے سامنے ڈرونیک سے کی جائے۔ فکر مت کرو۔ صبر سے کام لو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

(۱۳)

جب وہ لوگ دسنی روس کو پیچھے چھوڑ کر مشرق کی طرف بڑھے تو عجیب و غریب باتیں ظہور پذیر ہونے لگیں۔ اب وہ ایک ایسے علاقہ سے گذر رہے تھے۔ جہاں ہر طرف بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ اور جو مسلح وحشی گروہوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ ان دیہات کے پاس سے ہو کر گزرے جہاں حال ہی میں بغاوتوں کو کچل دیا گیا تھا ٹرین اکثر راستہ میں کسی بھی جگہ پر کھڑی ہو جاتی۔ اور حفاظتی گشت دستے مسافروں کے کاغذات اور سامان کی جانچ پڑتال کرنے لگتے۔ ایک مرتبہ تو وہ رات کو ٹھہر گئے۔ لیکن نہ تو کوئی شخص آیا اور نہ کسی کو پریشان کیا گیا۔ یوری آندریے وچ نے سوچا کہ کہیں کوئی حادثہ نہ ہو گیا ہو۔ وہ صورت حال کا جائزہ لینے باہر چلا گیا باہر اندھیرا تھا۔ ٹرین بظاہر کسی وجہ کے بغیر دو اسٹیشنوں کے درمیان ایک میدان میں رک گئی تھی جہاں پٹری کے دونوں طرف سرو کے درختوں کی قطاریں تھیں۔ دوسرے مسافروں نے جو باہر نکل آئے تھے اور برف میں اپنے پیر پٹخ رہے تھے۔ یوری آندریے وچ کو بتایا کہ کوئی گڑبڑ نہیں ہے البتہ انجینئر نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ حصہ خطرناک ہے اور پہلے ہاتھ گاڑی سے لائن کا معائنہ کرنا ضروری ہے مسافروں کے نمائندے اس سے بحث کرنے گئے تھے اور ضرورت پڑنے پر اسے رشوت تک دینے کو تیار تھے۔ کہا جاتا تھا کہ ملاح بھی اس معاملہ میں دلچسپی لے رہے ہیں اور وہ یقیناً اپنی بات منوا لیں گے آگ کی بھٹی میں دہکتے ہوئے کوئلوں سے پیدا ہونے والی روشنی میں ٹرین کے آگے پڑی ہوئی برف بار بار چمک اٹھی تھی اور اس روشنی میں کئی تاریک سائے انجن کے سامنے کی طرف بھاگتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ان میں سب سے آگے والا سایہ غالباً انجینئر کا تھا جو بھاگتا ہوا آگے سر پر پہنچا۔ پلک جھپکتے ہی وہ اس طرح غائب ہو گیا جیسے زمین اسے نگل گئی ہو۔ ملاحوں نے بھی جو اس کا پیچھا کر رہے تھے ایسا ہی کیا وہ بھی ایک لمحہ روشنی میں اچھلتے ہوئے دکھائی دیئے اور پھر غائب ہو گئے۔

کئی مسافر، جن میں لیری اور اندرے فرح بھی شامل تھا، یہ معلوم کرنے کی غرض سے کہ کیا ہو رہا ہے وہاں پہونچ گئے۔ پرے سے آگے جہاں ان کے سامنے کھلی ہوئی پہاڑی تھی انھوں نے ایک حیرت انگیز نظارہ دیکھا۔ انجینئر سینہ تک برف کے اندر کھڑا ہوا تھا۔ اس کا پیچھا کرنے والے ایک نیم دائرہ کی شکل میں اسے گھیرے ہوئے تھے جیسے شکاری شکار کو گھیر لیتے ہیں۔ اس کی طرح وہ بھی سینہ تک برف میں دبے ہوئے تھے۔ "شکریہ ساتھیو! تم بھی خوب لوگ ہو۔" انجینئر چلا کر کہہ رہا تھا۔ "کتنا اچھا نظارہ ہے ملاح بندوقیں لئے ہوئے اپنے ایک ساتھی کا رگن کا پیچھا کر رہے ہیں۔ صرف اس لئے کہ میں نے کہا تھا کہ یہاں تین کا ٹھیرنا ضروری ہے۔ ساتھی مسافرو! تم میری گواہی دے سکتے ہو۔ تم دیکھ سکتے ہو کہ یہ جگہ کیسی ہے؟ ہو سکتا ہے کہ یہاں کوئی بھی ادھر ادھر گھوم رہا ہو اور پٹری کے نیچے کھول رہا ہو۔ کیا تم یہ سمجھ لیتے ہو کہ مجھے اپنی فکر نہیں؟ بدمعاشو، تم پر خدا کی لعنت ہو۔ تم جہنم رسید ہو۔ میں تو یہ تمہارے ہی لئے کر رہا تھا تاکہ تم پر کوئی آنچ نہ آئے اور اپنی اس احتیاط کا مجھے یہ معاوضہ ملا ہے! چلو آگے بڑھو۔ تم گولی کیوں نہیں چلاتے؟ میں یہاں کھڑا ہوا ہوں۔ تم لوگ میری گواہی دے سکتے ہو، ساتھی مسافرو میں بھاگ نہیں رہا ہوں۔" مجمع میں سے پرجوش آوازیں بلند ہوئیں۔ "چپ ہو جاؤ، بوڑھے آدمی..... ان کا یہ مطلب نہیں ہے..... کوئی انھیں ایسا نہیں کرنے دے گا..... ان کا واقعی یہ مطلب نہیں ہے..... دوسروں نے اس کی ہمت بڑھائی۔ "ٹھیک ہے گارڈ کھا، تم خود ہمت کرو! ان کی دھمکیوں کی پرواہ مت کرو!"

سب سے پہلے جو ملاح برف سے باہر نکل کر آیا۔ وہ سرخ بالوں والا ایک دیو قامت شخص تھا۔ اس کا سراسر ناٹا تھا کہ اس کی وجہ سے اس کا چہرہ چپٹا دکھائی دیتا تھا۔ وہ مسافروں سے مخاطب ہوا اور بھائی اور پرسکون آواز میں بات کی۔ اس کا لہجہ یورکین کے باشندوں جیسا تھا۔ وہ نیک سے ملتا جلتا ہوا اور اس نے جس سکون اور برداشت کا مظاہرہ کیا وہ اس منظر سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ "معاف کرنا، یہ سب شور کیوں ہو رہا ہے؟ شہریو، خیال رکھو کہیں اس موسم میں تمہیں ٹھنڈ نہ لگ جائے۔ ہوا کافی تیز ہے اب اپنی جگہوں پر واپس کیوں نہیں جاتے؟" مجمع آہستہ آہستہ صاف ہو گیا۔ دیو قامت شخص انجینئر کے پاس گیا جسے ابھی تک غصہ آ رہا تھا اور کہنے لگا۔ "بس بہت غصہ دکھا چکے کامریڈ انجینئر۔ اب برف سے باہر نکلو اور سفر جاری رکھو۔"

(۱۴)

اگلے روز ٹرین آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی چلی کہ کہیں پٹری پر سے نہ اتر جائے۔ کیونکہ پٹری پر برف پڑی ہوئی

تھی پھر ایک بے جان اور آتشزدہ عمارت کے ڈھیر کے سامنے رک گئی۔ نزنی نگلر اسٹیشن جل کر تباہ ہو چکا تھا اور یہ اسی عمارت کا ملبہ تھا۔ اس کا نام اب بھی سیاہ پڑی ہوئی عمارت پر فٹ مسکل کے ساتھ پڑھا جا سکتا تھا اس سے آگے ایک گاؤں تھا جس کے مکین اسے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ گاؤں برف سے ڈھکا ہوا تھا اور اسے بھی آگ سے نقصان پہنچا تھا۔ سرے کا مکان جل کر کوئلہ ہو گیا تھا، اگلے مکان کا لکڑی کا حصہ جل کر گر گیا تھا۔ ساری سڑک پر ٹوٹی ہوئی برفانی گاڑیاں، جنگلے، لوہے کے زنگ آلود ٹکڑے اور ٹوٹا ہوا زنجیر بکھرا پڑا تھا۔ برف گدلی اور کالی تھی۔ اور سیاہ زمین برف کے جمے ہوئے جوہڑوں میں سے دکھائی دے رہی تھی۔ آہن سے آدھ جلے لکڑی کے کندے باہر نکلے ہوئے تھے۔ یہ تمام علامات آگ لگنے اور ان کوششوں کی تھیں جو اسے بجھانے کے لئے کی گئی تھیں۔

وہ مقام درحقیقت بے جان نہیں تھا جیسا کہ دکھائی دے رہا تھا۔ ابھی کچھ لوگ وہاں موجود تھے۔ ملبے میں سے اسٹیشن ماسٹر نمودار ہوا اور گارڈ ڈرائیور میں سے کود کر اس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ "یہ ساری عمارت جل گئی؟"

"صبح بخیر خوش آمدید۔ ہاں آگ تو ضرور لگی تھی لیکن معاملہ اس سے بھی بدتر تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"بہتر ہے کہ کوشش بھی نہ کرو۔"

"تمہارا مطلب اسٹرلمینکوف سے تو نہیں؟"

"ہاں، اسی سے ہے۔"

"کیوں تم نے کیا کیا تھا؟"

"ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اس کے لئے ہمارے بڑے ذمہ دار تھے۔ مگر ہمیں بھی بھگتنا پڑا۔ تم وہ گاؤں دیکھ رہے ہو، نزنی نگلر۔ یہ اُست نمولنسک کے علاقہ میں ہے۔ سب کچھ انہی لوگوں کی وجہ سے ہوا۔"

"اور انھوں نے کیا جرم کیا تھا؟"

"تقریباً ساتوں کے ساتوں سنگین گناہ ایک یہ کہ اپنی غریب کسان کمیٹی توڑ دی۔ دوسرے یہ کہ سرخ فوج کو گھوڑے مہیا کرنے سے انکار کر دیا (اور تم جانتے ہو کہ گھوڑ سوار سب کے سب تاتاری ہیں) تیسرے فوج میں بھرتی ہونے کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ ان کے تین گناہ تو یہ تھے۔"

"ہاں میں سمجھ گیا۔ اچھی طرح سمجھ گیا۔ لہٰذا ان پر گولے برسائے گئے؟"

"ظاہر ہے۔"

"بکتر بند ٹرین سے؟"

"یقیناً۔"

"یہ بہت برا ہے۔ ہمیں ہمدردی ہے۔ تاہم اس میں کچھ نہیں ہو سکتے۔"

"اس کے علاوہ۔ یہ ایک پرانی کہانی ہے اور جو خبر میرے پاس ہے وہ بھی اچھی نہیں ہے۔ ہمیں دو چار روز تک یہاں ٹھہرنا پڑے گا۔"

"تم مذاق کر رہے ہو! میں متبادل آدمی لے جا رہا ہوں۔ یہ ایک فوری معاملہ ہے۔"

"میں قطعی مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ یہاں ایک ہفتہ تک برف کا سخت طوفان آتا رہا ہے۔ تمام لائن پر برف کے ڈھیر جمے ہوئے ہیں۔ اور اسے کوئی صاف کرنے والا نہیں ہے۔ گاؤں کے آدھے لوگ بھاگ گئے ہیں باقی لوگوں کو اس کام پر لگا دوں گا۔ لیکن یہ کافی نہیں ہوگا۔"

"لعنت۔ اب میں کیا کروں؟"

"یہی کہ کسی نہ کسی طرح برف صاف کراؤ۔"

"برف کتنی گہری ہے؟"

"زیادہ گہری نہیں ہے۔ کہیں زیادہ ہے۔ کہیں کم۔ سب سے زیادہ خطرناک جگہ وسط میں ہے۔ لوئی دو میل تک۔ وہاں ضرور دقت پیش آئے گی۔ آگے چل کر جنگل کی وجہ سے ریلوے لائن برف سے محفوظ رہی اور اس طرف کھلا ہوا میدان ہے۔ اس لئے کچھ برف ہوا میں اڑ گئی۔"

"اوہ کیا مصیبت ہے! میں تمام مسافروں کو اس کام پر لگا دوں گا؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"ہمیں ملاحوں اور سرخ فوج کے سپاہیوں سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ لیکن ٹرین پر جبری بھرتی کے مزدوروں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مسافر بھی ہیں اور سب ملا کر یہ لوگ سات سو کے قریب ہوتے ہیں۔"

"بہت کافی ہیں۔ بیلچے ملتے ہی ہم کام شروع کر دیں گے۔ ہمارے پاس بیلچوں کی کمی ہے۔ اس لئے ہم

نے قریب کے گاؤں سے اور منگوائے ہیں۔ ہم کام چلا ہیں لے۔"

"خدایا! کیا مصیبت ہے کیا تمہارے خیال میں ہم کامیاب ہو جائیں گے؟"

"یقیناً کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ایک بڑی فوج شہر کو فتح کر سکتی ہے اور یہ تو محض ریلوے لائن ہے۔ فکر مت کرو۔"

(۱۵)

ریلوے لائن صاف کرنے میں تین دن لگ گئے۔ اور زواگو اور اس کے سب گھر والوں نے یہاں تک کہ نیوشا نے بھی اس میں حصہ لیا۔ یہ ان کے سفر کے بہترین تین دن تھے۔ میدان میں ایک پراسراریت تھی جو پگانیف کی بغاوت کے متعلق پشکن کی کہانی اور بعض ان مقامات کی یاد دلاتی تھی جن کا ذکر اسکاٹ نے کیا تھا۔ یہ پراسراریت تباہ شدہ عمارتوں کی وجہ سے اور بڑھ گئی تھی۔ اسی طرح گاؤں کے باقی رہ جانے والے لوگوں کا مخلوط پن بھی بڑھ گیا تھا جو مجبوروں کے خوف سے مسافروں سے علیحدہ ہی رہتے تھے اور آپس میں بھی ایک دوسرے سے بات چیت نہیں کرتے تھے۔

مزدوروں کو ٹکڑیوں میں بانٹ دیا گیا تھا اور جبری بھرتی والے مزدوروں کو شہریوں سے علیحدہ رکھا گیا تھا۔ مسلح فوجی کام کرنے والوں پر مختلف حکمرانیاں ریلوے لائن کو کسی جگہ پر بیک وقت صاف کر رہی تھیں۔ دن میں مطلع صاف اور کہر آلود ہوتا تھا اور کام زیادہ دیر نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ پھاوڑے کافی نہیں تھے۔ یہ کام انتہائی دلچسپ تھا۔

لائن پر جس جگہ زواگو کام کر رہا تھا وہاں کا منظر بہت دلکش تھا۔ مشرق کی سمت نیچے جا کر ایک وادی تھی اور پھر اس سے پرے حد نظر تک پہاڑی سلسلے دکھائی دیتے تھے۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک مکان تھا جو چاروں طرف سے ہوا کے رخ پر تھا۔ موسم گرما میں اس کا پارک کافی سرسبز رہا ہوگا۔ لیکن اب اس کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ برف گرنے سے تمام نشیب و فراز غائب ہو گئے تھے لیکن نل کھلتے ہوئے چشمے کی گودی برف گرنے کے بعد بھی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہو سکی تھی۔ موسم بہار میں چشمے کا دھارا ریلوے لائن کے نیچے سے گذرتا ہوگا لیکن اس وقت وہ برف سے ڈھکا ہوا تھا۔ کیا کوئی شخص اس پہاڑی مکان میں رہتا ہے زواگو نے سوچا۔ یا وہ خالی پڑا تباہ ہو رہا ہے؟ وہ لوگ کیا ہوئے جو کبھی وہاں رہتے تھے؟ کیا وہ لوگ سمندر پار بھاگ گئے؟ یا کسانوں نے انھیں ہلاک کر دیا؟ یا وہ لوگ زیادہ ہر دلعزیز تھے اور انھیں ضلع میں فتح

ہیرن کی حیثیت سے آباد ہونے کی اجازت دیدی گئی؟ اگر وہ لوگ اپنے مکان ہی میں ٹھہرتے تو کیا اسٹریلینکوف انھیں بخش دیتا۔ یا ان کا بھی وہی حشر ہوتا جو روس کے دوسرے آزاد کسانوں کا ہوا تھا؟ مکان کا خیال اسے برابر پریشان کر رہا تھا۔ لیکن اس کی رنجیدہ خاموشی قائم تھی۔ اس زمانہ میں کسی قسم کے سوالات کرنا مناسب نہیں تھا اور کوئی شخص سوالوں کے جواب بھی نہیں دیتا تھا۔ لیکن سورج کی روشنی برف پر پڑنے سے جو چمک پیدا ہو رہی تھی وہ خیرہ کن تھی۔ اس کا ہیلچہ کس قدر صفائی سے برف کی سطح کاٹ رہا تھا! کس قدر خشک، اور چمکدار ہیروں کی طرح۔ اسے وہ دن یاد آئے جب وہ بچہ تھا اور اپنے مکان کے صحن میں چیڑ والی ٹوپی اور بھیڑ کی سیاہ کھال پہنے ہوئے جس میں کہ لگے ہوئے تھے وہ برف کاٹ کاٹ کر مختلف شکلیں بنایا کرتا تھا۔ اُن دنوں زندگی میں ایک چمک تھی اور ہر چیز جنت نگاہ بنی رہتی تھی۔

لیکن تازہ ہوا میں گزرے ہوئے یہ تین دن بھی ایک جشن کی طرح معمور ہوئے اور اس میں کوئی حیرت کی بات بھی نہیں تھی! رات کو مزدوروں کو گرم اور تازہ روٹیاں بھی ملتی تھیں۔ نہ جانے کس کے حکم سے اور کہاں سے آتی تھیں یہ روٹیاں خوش ذائقہ اور کرکری ہوتی تھیں۔

(۱۶)

ان لوگوں کو تباہ شدہ اسٹیشن سے کافی محبت ہو گئی جس طرح کسی شخص کو برف پوش پہاڑ پر چڑھائی کے دوران اس پناہ گاہ سے نسبت ہو جاتی ہے جس میں وہ دو چار روز ٹھیرتا ہے۔ اس کا نقشہ، اس کا محل وقوع اور اس کی تباہی کی تفصیلات ان کے ذہنوں پر ہمیشہ کے لئے نقش ہو گئیں۔ یہ لوگ روزانہ شام کو وہاں اس وقت واپس آتے تھے جبکہ سورج دور گزشتہ سے وفاداری کے اظہار کے طور پر ٹیلیگراف کلرک کی کھڑکی کے باہر ایک پرانے چیڑ کے درخت کے پیچھے اپنی پرانی جگہ پر غروب ہونے لگتا تھا۔ اس جگہ دیوار میں ایک بڑا خلا ہو گیا تھا لیکن کھڑکی کے سامنے کا کونہ صحیح سلامت تھا۔ وہاں دیوار پر بھورے رنگ کا کاغذ اسی طرح لگا ہوا تھا، اینٹوں کو چھپا ہوا جانے کے گول سوراخ اور زنجیر لگے ہوئے تانبے کے ڈھکن کے ساتھ اسی طرح موجود تھا اور دفتر کے فرنیچر کی نہ ختم ہونے والی فہرست میں اسی طرح دیوار پر لٹک رہی تھی پہلے ہی کی طرح ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری کرنیں اینٹوں، اور دیوار پر لگے ہوئے کاغذ پر پڑتی تھیں اور درخت کا سایہ دیوار پر پڑتا ہوا اس طرح دکھائی دیتا تھا جیسے وہ کسی عورت کا گلوبند ہو۔ عمارت کے عقب میں ویٹنگ

روم سے طبی کی طرف کھلنے والے دروازے پر اب بھی وہ اعلان پڑھنے میں آسکتا تھا جو فروری کے انقلاب کے ابتدائی دنوں میں اس سے پہلے لگایا گیا تھا۔ اس میں لکھا تھا:

"بیمار مسافروں سے عارضی طور پر درخواست کی جاتی ہے کہ وہ دواؤں اور مرہموں کے لئے زحمت گوارا نہ کریں۔ بعض وجوہات کی بنا پر دروازہ کو سربمہر کر رہا ہوں۔ اور اس کا یہ نوٹس شے رہا ہوں"

میڈیکل اسسٹنٹ

اُست نمدنسک ڈسٹرکٹ

جب آخر کار صاف کی ہوئی ریلوے لائن کے درمیان برف کی آخری تہوں کو ہموار کر دیا گیا تو پوری پٹری نظر آنے لگی جو دور تک ایک تیر کی مانند چلی گئی تھی۔ اس کے دونوں طرف برف کے سفید پہاڑ تھے اور اس کے گرد جنگل کی سیاہ دیوار جہاں تک نظر جا سکتی تھی لوگوں کی ٹولیاں پھیلے ہوئے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر لائن کے کنارے کھڑی ہوئی تھیں۔ جب سب لوگوں نے تمام آدمیوں کو پہلی مرتبہ یکجا دیکھا تو وہ اپنی تعداد دیکھ کر سخت حیرت میں رہ گئے۔

(۱۷)

مسافروں کو بتایا گیا کہ رات قریب آجانے کے باوجود ٹرین جلد ہی روانہ ہونے والی ہے۔ یوری آندریوچ اور انتونیا الگزینڈروونا صاف کی ہوئی لائن کے نظارے سے لطف اندوز ہونے کے لئے باہر چلے گئے لائن پر اور کوئی نہیں تھا۔ ڈاکٹر اور اس کی بیوی وہاں کھڑے ہوئے چند لمحوں تک دور و نزدیک میں تکتے رہے اور ایک بات کیں اور اپنے ڈبے میں واپس چلے گئے۔ واپس جاتے ہوئے انھوں نے دو عورتوں کی غصہ میں بھری ہوئی آوازیں سنیں جو آپس میں لڑ رہی تھیں۔ انھوں نے ان دونوں کو فوراً پہچان لیا۔ وہ اگرنیکوا اور یاگوڈنا تھیں جو اسی سمت میں جا رہی تھیں جدھر وہ دونوں جا رہے تھے۔ دونوں اسٹیشن کی طرف چل رہی تھیں اور ڈاکٹر اور اس کی بیوی گاڑی کے دوسری طرف تھے۔ ریل کے ڈبوں کی طویل قطاروں نے دونوں کو ایک دوسرے سے چھپا رکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ عورتیں ڈاکٹر اور انتونیا الگزینڈروونا کے ساتھ ساتھ نہیں چلتی تھیں وہ یا تو آگے نکل جاتیں یا پیچھے رہ جاتیں۔ دونوں بہت زیادہ غصہ کے عالم میں تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کی طاقت جواب دے گئی ہو۔ ان کی اترتی چڑھتی آوازوں کو سنکر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یا تو ان کی ٹانگیں ان کا بوجھ سنبھالنے سے جواب دے گئی ہیں یا پھر وہ لڑکھڑا رہی تھیں اور برف

کے تودوں پر گر رہی تھیں۔ معلوم ایسا ہوتا تھا جیسے تیا گو نوواہ اوگرز کو وا کا تعاقب کر رہی ہے۔ اور غالباً اسے کوس سے مار رہی بھی جا رہی ہے۔ وہ اپنی رقیب کو مغلظات سنا رہی تھی۔ اور اس کی تیز اور سریلی آواز کی وجہ سے گالیاں مردوں کی ٹھیٹھ اور غیر سریلی گالیوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ مخش معلوم ہوتی تھیں۔ "تو رنڈی ہے ذلیل طوائف!" تیا گو نووا نے چیخ کر کہا۔ "میں تجھے ہر وقت تکتے اور لوگوں سے نظر بازی کرتے دیکھتی ہوں۔ کیا میرا بے وقوف بڈھا تیرے لئے کافی نہیں ہے جو تو ایک شیر خوار بچے کو دیکھ کر آنکھیں مٹکاتی ہے اور ایک نابالغ لڑکے کو ورغلاتی ہے۔"

"تو وہ تیرا بھی تو شوہر ہے؟"

"میں تجھے بتاتی ہوں کہ شوہر کیا ہوتا ہے؟ ذلیل عورت! اب تو نے ایک لفظ بھی کہا تو میں تجھے مار ڈالوں گی۔ مجھے غصہ مت دلا۔"

"اچھا اچھا اپنے ہاتھ روکے رکھ۔ تو مجھ سے کیا چاہتی ہے؟"

"میں تیری لاش دیکھنی چاہتی ہوں۔ گندی جوں، گھونی بلی بے شرم کتیا!"

"تو میرے یہ نام ہیں۔ ٹھیک ہے نا؟ قدرتی طور پر میں تجھ جیسی شاندار خاتون کے مقابلہ میں ایک بلی اور کتیا سے زیادہ نہیں ہوں؛ تو غلیظ بدرو میں پیدا ہوئی، چونچے میں تیری شادی ہوئی۔"

"بچاؤ، بچاؤ، یہ مجھے مار ڈالے گی! ایک غریب یتیم کی مدد کرو! ایک کمزور لڑکی کو بچاؤ!"

"آجاؤ! اینتونیا الگزینڈرووِنا نے اپنے شوہر سے کہا۔ "میں یہ سب باتیں نہیں سن سکتی۔ یہ انتہائی قابل نفرت ہے۔ اس کا انجام بُرا ہوگا۔"

(۱۸)

اچانک ہر چیز تبدیل ہو گئی — موسم بھی اور فضا بھی۔ میدانی علاقہ ختم ہو گیا اور ریلوے لائن پہاڑی علاقہ میں ہو کر گزر رہی تھی۔ شمال کی طرف سے چلنے والی ہوائیں بند ہو گئیں اور جنوب کی طرف سے گرم ہوائیں چلنے لگیں جو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی بھٹی سے نکل رہی ہوں۔ پہاڑیوں کے ڈھلوانوں پر جنگل اُگے ہوئے تھے اور جب ٹرین ان کے درمیان سے گذرتی تو اسے ایک دم اوپر پہاڑی پر چڑھنا پڑتا اور پھر ڈھلان شروع ہو جاتا تھا۔ ٹرین چھک چھک کرتی ہوئی، جنگلوں میں سے گزر کر اپنے راستہ پر مشکل چلی جا رہی تھی جیسے وہ جنگل کی مہیب فضا جو مسافروں کے آگے آگے چل کر انھیں راستہ دکھا رہا ہو۔ مسافر اپنے مردوں

کو ایک طرف سے دوسری طرف گھما گھما کر باہر دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن انھیں ابھی کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جنگل پر ابھی تک موسم سرما کی غنودگی اور سکوت چھایا ہوا تھا۔ کبھی ایک آدھ ٹہنی ہلنے لگتی تو اس پر جمی ہوئی برف بھربھر کر نیچے گر جاتی تھی۔ پوری آندرے دچ پر غنودگی طاری تھی۔ ان تمام دنوں وہ اپنی سیٹ پر لیٹا ہوا سوتا رہتا تھا اور پھر اٹھ بیٹھتا تھا۔ سوچنے لگتا تھا اور سننے لگتا تھا۔ لیکن ابھی سننے کی کوئی بات نہیں تھی۔

(۱۹)

ادھر پوری آندرے دچ جی بھر کر سونے میں مصروف تھا۔ ادھر موسم بہار میں گرمی آتی جا رہی تھی اور برف کے ڈھیر پگھلنے شروع ہو گئے تھے جنھوں نے سارے روس کو ڈھانک رکھا تھا۔ برف پہلے اسکو میں اسی روز گرنی شروع ہو گئی تھی جس دن وہ لوگ روانہ ہوئے تھے اور پھر سارے راستہ گرتی رہی۔ برف اتنی زیادہ پڑی کہ انھیں اسٹ نمدنسک میں ریلوے لائن صاف کرنے میں تین دن لگ گئے۔ دور دور تک اسی طرح برف کی بھاری اور گہری تہیں جم گئی تھیں۔ پہلے برف اندر سے خاموشی کے ساتھ پگھلتی لیکن جب اندر سے آدھی برف پگھل چکتی تو پھر یہ چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی اور یہ معجزہ ظہور میں آجاتا تھا۔ پانی نیچے سے تیز آواز کے ساتھ زور سے بہنے لگتا تھا۔ جنگل کی اتھاہ گہرائیوں میں ہل چل پیدا ہو جاتی اور اس کے اندر ہر چیز جاگ اٹھتی۔ پانی بہنے کے لئے بہت کافی جگہ تھی۔ پانی چٹانوں پر سے ہوتا ہوا بہتا۔ تمام گڑھے اور تالاب لبریز ہو جاتے اور پھر پانی آگے پھیل جاتا۔ جنگل میں پانی کے بہنے سے شور بلند ہوتا اور بخارات اٹھتے۔ وہ جنگلوں میں سے بہتا ہوا برف کو ایک دلدل میں تبدیل کر دیتا تھا جو اس کی راہ میں حائل ہوتی تھی۔ پھر وہ ہموار زمین پر بہنے لگتا یا پھواروں کی شکل میں نیچے گرنے لگتا۔ زمین سیراب ہو گئی تھی۔ صنوبر کے پرانے درختوں کی بلند چوٹیاں بادلوں سے نمی حاصل کرتی تھیں اور پھر وہ نمی بلبلوں کی شکل میں درختوں کی جڑوں میں نمودار ہونے لگتی تھی۔ بلکہ ایسے جیسے کسی کی مونچھ پر پیڑ کی جھاگ لگ گئی ہو۔ آسمان موسم بہار کے لشکر شاداب کے بخارات سے بدست تھا اور گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ بادلوں کی ٹکڑیاں جنگلوں کے اوپر درختوں کی بلند چوٹیوں سے ٹکراتی ہوئی ادھر سے ادھر بھاگتی پھرتی تھیں۔ پھر ان میں سے بارش ہونے لگتی تھی۔ گرم اور مٹی اور پسینہ کی خوشبو میں بسی ہوئی، جو زمین پر سے برف کی آخری جمی ہوئی تہہ کو بھی بہائے جاتی تھی۔ پوری آندرے دچ جاگ اٹھا۔ اس نے ٹانگیں پھیلا دیں۔ ایک کہنی پر ٹیک کر ذرا سا

اوپر کو اٹھا اور دیکھنے اور سننے لگا۔

(۲۰)

یہ لوگ جوں جوں معدنی کانوں کے علاقہ کے قریب پہونچتے گئے۔ انھیں زیادہ بستیاں نظر آنے لگیں۔ اسٹیشن بھی جلد جلد آنے لگے اور درمیانی فاصلے بھی مختصر ہوتے گئے۔ اب چھوٹے چھوٹے اسٹیشنوں پر خاصے مسافر گاڑی میں سوار ہوتے اور اترتے تھے۔ باقاعدہ جم کر بیٹھنے اور سونے کی بجائے یہ لوگ جنھیں کہیں نزدیک ہی جانا ہوتا تھا۔ کہیں بھی جگہ تلاش کر کے بیٹھ جاتے۔ خواہ وہ دروازہ کے پاس ہو یا درمیان میں۔ اور وہاں بیٹھ کر دبی زبان میں مقامی امور پر بات چیت کرنے لگتے جو صرف خود ہی سمجھ سکتے تھے۔ گذشتہ تین روز میں ایسے مقامی مسافروں کی باتوں سے یوری آنڈے ویچ نے اندازہ لگایا تھا کہ شمال میں سفید روسیوں کو کامیابی حاصل ہو رہی تھی اور یوسیاتن پر یا تو ان کا قبضہ ہو چکا تھا یا ہونے والا تھا۔ اس کے علاوہ، البشر طیکہ اس نے غلط نہ سنا ہو یا اس کے پرانے دوست کا شاید کوئی ہمنام بھی موجود ہو۔ سفید روسی فوجوں کی قیادت جلیلین کر رہا تھا جسے اس نے آخری مرتبہ میلیوزیوو میں دیکھا تھا۔ اس خیال سے کہ وہ لوگ پریشان نہ ہوں۔ اس نے اپنے گھر والوں سے ان غیر متوقع واقعوں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

(۲۱)

کوئی آدھی رات کے وقت یوری آنڈے ویچ کی آنکھ کھلی تو وہ ایک مسرت کے انجانے جذبہ سے معمور تھا اور اسی نے اسے بیدار کیا تھا۔ ٹرین خاموش کھڑی تھی۔ اسٹیشن رات کی دودھیا چاندنی میں نہایا ہوا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کانچ بلند پر واقع ہو۔ لوگ آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے اور سایوں کی طرح چلتے ہوئے پلیٹ فارم پر ڈبہ کے قریب سے گذر رہے تھے۔ وہ لوگ سوئے ہوئے مسافروں کے لئے اسی ملاحظہ کا اظہار کر رہے تھے۔ جیسا کہ جنگ سے قبل کیا جاتا تھا اور اس چیز کا زوا گو پر کافی اثر ہوا لیکن ڈاکٹر عقلی پر تھا۔ اس پلیٹ فارم پر آوازوں کا ویسا ہی شور تھا اور لوگ اسی طرح پیر پٹخ کر چل رہے تھے جیسا کہ دوسرے اسٹیشنوں پر لیکن نزدیک ہی ایک آبشار تھا۔ اس سے چاندنی رات میں اور زیادہ تازگی اور وسعت پیدا ہو گئی تھی۔ یہی وہ چیز تھی جس نے اسے خواب کے عالم میں بھی مسرت کے جذبہ سے سرشار کر دیا تھا۔ آبشار کا مسلسل شور دوسری تمام آوازوں پر غالب تھا اور اسی سے اس نے سمجھ

یہ سکون ہونے کا دھوکا کھایا تھا۔ ڈاکٹر کو اس آہٹ کے وجود کا کوئی علم نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی اسے اس کی آواز سے سکون سا ملا اور وہ گہری نیند سو گیا۔ اس کی سیٹ کے پیچھے دو آدمی باتیں کر رہے تھے

"اچھا تو کیا اُن کی دُمیں مروڑ دی گئی ہیں؟ اب تو وہ خاموش ہیں"۔

"تمہارا مطلب دو کانداروں سے ہے؟"

"ہاں اناج کے بیوپاری"۔

"دماغ درست ہو گیا۔ جیسے ہی کچھ لوگوں کو مثال کے طور پر پکڑا گیا، دوسرے لوگ خاموش ہو گئے۔ ضلع پر جرمانہ عائد کر دیا گیا ہے"۔

"کتنا ہے؟"

"چالیس ہزار"

"جھوٹ کہہ رہے ہو"۔

"مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"چالیس ہزار ــــ یہ تو مرغیوں کے دانے کے برابر بھی نہیں ہے"۔

"چالیس ہزار روبل نہیں ــــ چالیس ہزار بُشل ــــ اناج کے بُشل"۔

"یہ عقلمندی کا کام کیا! ۔ اناج کی ڈھیریوں کی صورت میں جرمانہ کیا"

"چالیس ہزار بُشل بہترین قسم کا اناج"

"میرے تو کوئی ایسا معجزہ نہ ہوگا۔ یہ زرخیز زمین ہے۔ اناج پیدا کرنے کے لئے زرخیز ترین خطہ۔ یہاں سے دریائے رتوبہ کے کنارے کنارے چل کر یوریاتن تک چلے جاؤ۔ ایک گاؤں کے بعد دوسرا، ایک بندرگاہ کے بعد دوسری۔ ایک تھوک فروش کے بعد دوسرا تھوک فروش"۔

"چلو، مت۔ تم دوسرے لوگوں کی بھی نیند خراب کر دو گے"۔

"اچھا، ٹھیک ہے"۔ اس نے جماہی لی۔

ٹرین اسی جگہ رکی رہی۔ لیکن پیچھے سے ایک اور ٹرین کی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور یہ جو اب قریب آتی گئی۔ آہٹ کی آواز اس کے شور میں دب گئی۔ تھوڑی دیر میں قریب کی لائن پر ایک پرانے فیشن کی ایکسپریس ٹرین دوڑی۔ فراٹے تیزی کے ساتھ گذر گئی۔ اس کی عقبی روشنیاں ٹمٹماتی ہوئی نظر

تنے لگیں اور پھر غائب ہو گئیں۔ بات چیت پھر شروع ہو گئی۔

"اب ہم پھنس گئے۔ اب ہم ہرگز نہیں جا سکیں گے۔"

"ہاں جلد تو نہیں جا سکیں گے۔"

"یہ بکتر بند ایکسپریس تھی ـــــ یقیناً اسٹریلینکوف کی ہو گی۔"

"ضرور وہی ہو گا۔"

"جوابی انقلابیوں کے معاملہ میں وہ ایک جنگلی بھیڑیا بن جاتا ہے۔"

"وہ جالیئو کا تعاقب کر رہا ہے۔"

"وہ کون ہے؟"

"جلیئو۔ جالیئو کہتے ہیں کہ وہ یوریاتن کے باہر ہے۔ اور ایک چک فوج اس کی موجود ہے۔ اس آدمی نے جو عذاب الٰہی بنا ہوا ہے بندرگاہوں پر قبضہ کر لیا ہے اور ابھی ـــ یہ ـــ ہے یہی جالیئو۔"

"میں نے اس کا نام کبھی نہیں سنا۔"

"ہو سکتا ہے کہ شہزادہ جلیلف ہو۔ مجھے نام ٹھیک طور سے یاد نہیں ہے۔"

"ایسا تو کوئی شہزادہ نہیں ہے۔ یقیناً علی قربان ہو گا۔ تم نے دونوں کے ناموں کو ملا دیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ قربان ہی ہو۔"

"اسی کا زیادہ امکان ہے۔"

(۲۲)

صبح ہوتے ہوتے یوری آندے ویچ کی آنکھ دوسری مرتبہ پھر کھل گئی۔ اس نے ایک اچھا خواب دیکھا تھا۔ روحانی مسرت اور آزادی کا احساس ابھی تک باقی تھا۔ ٹرین پھر اسی طرح خاموش کھڑی تھی یا تو اسی اسٹیشن پر یا کسی دوسرے پر پھر ایک مرتبہ آبشار کی آواز سنائی دی جو یا تو کوئی دوسرا آبشار تھا یا زیادہ اغلب یہی تھا کہ وہی پہلے والا ہی تھا۔ وہ پھر فوراً ہی سو گیا اور جس وقت اس پر غنودگی کی کیفیت طاری تھی اس نے بھاگتے ہوئے قدموں اور کسی قسم کے ہنگامہ کی مدہم سی آوازیں سنیں۔ کوپے تو قافلہ کے کمانڈر سے جھگڑ رہا تھا۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے پر چیخ رہے تھے۔ ہوا پہلے سے بھی زیادہ خوشگوار تھی اس

میں کسی نئی چیز کی مہک تھی جو پہلے موجود نہیں تھی ــــ کوئی چیز جو سحر انگیز بہار آفریں۔ سفید سیاہی مائل ہلکی اور موہوم سی۔ جنوری کے مہینے میں برف کے گرتے ہوئے گالوں کی مانند جبکہ نم اور پگھلتے ہوئے گالوں کی وجہ سے زمین بجائے سفید کے سیاہ نظر آنے لگتی ہے۔ یہ کوئی شفاف، سیاہی مائل سفید اور بھینی بھینی خوشبو والی چیز تھی ــــ "جنگل کی چیر بال"۔ یوری آندریے وچ نے غنودگی کے عالم میں سوچا۔

(۲۳)

اگلے روز صبح تونیا نے کہا۔ "واقعی یورا۔ تم بھی عجیب آدمی ہو۔ تمہاری عادتیں کس قدر متضاد ہیں کبھی تو تم محض ایک مکھی کی وجہ سے جاگ جاتے ہو اور پھر صبح تک نہیں سو سکتے اور اب تم اس تمام ہنگامے اور شور کے باوجود سوتے رہے۔ اور میرے اٹھانے پر بھی نہیں اٹھے۔ پرتولیف اور دا سیا بھاگ گئے ہیں۔ ذرا سوچو تو سہی! اور تیاگونوا اور اگریزدوا بھی بھاگ گئی ہیں! کیا تم اس کا تصور بھی کر سکتے ہو؟ اور پھر یہی نہیں دودرنیک بھی بھاگ گیا۔ یہ سچ ہے۔ میں تم سے کہہ رہی ہوں وہ بھاگ گیا ہے۔ اب سنو وہ لوگ کس طرح بھاگے؟ ساتھ ساتھ یا علیحدہ علیحدہ اور پہلے کون گیا۔ یہ کسی کو خبر نہیں۔ دودنیک کی بات تو میں سمجھ سکتی ہوں۔ جب اسے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ دوسرے لوگ بھاگ گئے ہیں تو اسے بھی اپنی جان بچانے کے لئے بھاگنا پڑا ہوگا۔ لیکن دوسرے لوگوں کا کیا ہوا؟ کیا وہ لوگ واقعی خود اپنی مرضی سے بھاگ گئے یا کسی کو ختم کر دیا گیا؟ مثال کے طور پر اگر عورتوں پر شبہ کیا جائے تو کیا تیاگونوا نے اگریزدوا کو ہلاک کر دیا یا خود اس کے ہاتھوں ماری گئی؟ کوئی نہیں جانتا۔ محافظ دستہ کا کمانڈر پاگلوں کی طرح ٹرین میں ایک طرف سے دوسری طرف بھاگتا ہوا پھر رہا ہے۔ تم لوگ ٹرین نہیں چلاؤ گے۔ میں قانون کے نام پر تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اس وقت تک جنبش نہیں کرو گے جب تک کہ میں اپنے قیدیوں کو نہ پکڑ لوں۔ اور کمانڈنگ افسر جواب دیتا ہے۔ میں محاذ پر ٹینک لے جا رہا ہوں میں تمہارے قیدیوں کا انتظار نہیں کر سکتا۔ کیا مذاق ہے۔ پھر وہ دونوں کوستوریا کے پاس گئے۔ "تم سنڈیکیٹ کے آدمی ہو۔ ایک تعلیم یافتہ شخص ہو۔ تم کس طرح خاموشی سے بیٹھے ہوئے دیکھتے ہے اور ایک معمولی سپاہی اور ایک ناسمجھ بچے کو اس طرح جلد بازی سے کام لینے کی اجازت دیدی۔ اور تم اپنے آپ کو ایک حوامی کارکن کہتے ہو!" اور کوستوریا نے انھیں ایسا ہی جواب دیا: "بھئی یہ بھی خوب رہی: اس نے کہا "قیدی کو اپنے محافظ کی دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے۔ کیا وہ ایسا کر سکتا ہے؟ ہاں، واقعی جس دن ایسا ہوا اس دن مرغیاں کوؤں کی بولی بولنا شروع کر دیں گی"۔ میں

تمہیں ہلا رہی تھی جھنجوڑ رہی تھی۔ "یورائیں نے چیخ کر کہا۔ اٹھو۔ کچھ قیدی بھاگ رہے ہیں لیکن تم نہیں جاگے۔ اگر تمہارے کان پر بندوق بھی چل جاتی تو تم اس کی آواز نہ سن سکتے..... لیکن میں باقی باتیں بعد میں تمہیں بتاؤں گی..... دیکھو! ابا! یورا! دیکھو! یہ کتنا دلکش منظر ہے!"

کھلی ہوئی کھڑکی میں سے دور دور تک موسم بہار کی آمد کے آثار اور پانی ہی پانی دکھائی دے رہا تھا۔ کہیں کہیں دریا کا پانی کناروں کو توڑ کر پشتوں پر سے بہنے لگا تھا۔ گاڑی سے دیکھنے پر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ٹرین پانی میں چل رہی ہو۔ کہیں کہیں پانی کی ہموار سطح پر نیلی دھاریاں دکھائی دیتی تھیں لیکن اسکی باقی تمام سطح پر سورج سے روشنی کے دھبے پڑے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ پانی کا کوئی بہاؤ نہیں دکھائی دیتا تھا اور اس میں سفید بالوں کے ستون ڈوبے ہوئے نظر آتے تھے۔ اور ان کے کنارے کھیتوں، غلہ دانوں اور جھونپڑیوں سمیت پانی میں غرق تھے۔ اور کہیں پانی کی اس غیر محدود سطح کے درمیان زمین کا ایک تنگ سا نکرا نظر آتا تھا جس کے دونوں طرف درختوں کی قطاریں تھیں۔

"دیکھو مرغابیاں!" تونیا نے چلا کر کہا

"کہاں؟"

"جزیرے کے قریب۔ داہنی طرف۔ لعنت ہو، وہ اڑ بھی گئیں۔ ہم نے انہیں ڈرا دیا۔"

"ہاں اب میں انہیں دیکھ سکتا ہوں۔" یوری آندرے وچ نے کہا۔ "میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اگر نیند اگر نیند روچ۔ کسی اور وقت..... جہاں تک جیری بھرتی کے مزدور قیدیوں اور عورتوں کا سوال ہے۔ ان کے لئے اچھا ہی ہوا۔ اللہ مجھے یقین ہے کہ کوئی قتل نہیں ہوا۔ وہ لوگ پانی کے دھارے کی طرح آزاد ہو گئے ہیں۔"

(۲۴)

رات ختم ہو رہی تھی۔ اب ہر چیز۔ پہاڑ، جھاڑیاں اور نالے ـــــ صاف دکھائی دے رہے تھے لیکن غیر حقیقی اور مصنوعی معلوم ہوتے تھے۔ جنگل ہیں جس میں چیری کے متعدد پودے اگے تھے۔ درختوں میں کونپلیں پھوٹ رہی تھیں۔ یہ جنگل ایک اونچی ڈھلوان چٹان کے نیچے پھیلا ہوا تھا۔ آبشار زیادہ دور نہیں تھا۔ لیکن وہ صرف جھاڑیوں سے پُر نالے کے کنارے سے دکھائی دے سکتا تھا۔ دانیسیا اسے دیکھتے دیکھتے ٹھٹک گیا تھا اور اس کی عظمت و ہیبت سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔ چاروں طرف کوئی

چیز بھی آبشار کی برابری نہیں کر سکتی تھی۔ کوئی چیز اس کی ٹکر کی نہیں تھی۔ اس بے مثل دلکشی نے اسے ہیبتناک بنا دیا تھا۔ وہ ایک زندہ اور جلتی پھرتی دیوی یا دیوتا سی کی مانند تھا۔ ایک مقامی اژدہے یا پردار سانپ کی طرح جو اپنا خراج حاصل کیا کرتا ہے۔ آبشار نیچے ایک چٹان پر گرتا تھا اور وہاں سے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ وہ اوپر سے تقریباً پرسکوت تھا۔ لیکن نیچے کے دو دھارے ایک طرف سے دوسری طرف کسی قدر بہتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔

داسیا اپنی بھیڑ کی کھال زمین پر پھیلا کر جھاڑیوں کے کنارے لیٹا ہوا تھا۔ جب روشنی زیادہ ہو گئی ایک بھاری پروں والا بڑا پرندہ پہاڑ پر سے اڑا۔ اس نے جنگل کے اوپر ایک چکر لگایا اور جہاں داسیا لیٹا ہوا تھا۔ وہیں قریب ہی صنوبر کے ایک درخت پر جا بیٹھا۔ اس نے محو کر کن نظروں سے اس کی نیلی گردن اور بھورے اور نیلے سینے کو دیکھا۔ اور آہستہ سے اس کا نام لیا۔ یورال میں اس پرند کو روتزا کہا جاتا تھا۔ پھر وہ اٹھ بیٹھا۔ اپنی بھیڑ کی کھال اٹھائی۔ اسے اپنے کندھوں پر ڈالا اور صاف جگہ کو عبور کر کے اپنے ساتھی سے بات کرنے چل دیا۔

"اوہ خالہ یولیا۔ اوہ تم تو بالکل سرد پڑی ہوئی ہو۔ تمہارے دانت بجنے کی آواز صاف سنائی دے رہی ہے۔ ارے تم تک کیا رہی ہو۔ تم اتنی سہمی ہوئی کیوں ہو؟ ہمیں اب چلنا ہی پڑے گا۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ ہمیں کسی گاؤں میں پہونچنا چاہیئے۔ یہاں کے دیہاتی ہمیں چھپا لینگے۔ وہ اپنے ہم وطنوں کو کوئی نقصان نہیں پہونچائیں گے۔ اگر ہم لوگ اسی طرح چلتے رہے تو فاقوں مر جائیں گے۔ ہم نے دو روز سے کچھ نہیں کھایا۔ چچا دونیک نے بہت غل غپاڑہ مچایا ہوگا اور وہ لوگ ہمیں تلاش کر رہے ہوں گے۔ ہمیں جانا ہی ہوگا خالہ۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ اب ہمیں بھاگنا چاہیئے میری سمجھ میں نہیں آتا خالہ تمہارا کیا کروں۔ تم دو روز سے ایک لفظ بھی نہیں بولیں۔ خدا تم تم بہت فکر کرتی ہو۔ تمہیں کس بات کا رنج ہے؟ ایسا تو نہیں ہے کہ تمہارا ارادہ واقعی خالہ کا تیا اوگری نقط کو رُن میں سے دھکا دینے کا تھا وہ تو میں نے اتفاق سے تمہیں دیکھ لیا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو گھاس پر سے اٹھا لیا تھا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور بھاگ گئی۔ وہ اور چچا دونیک یقیناً ہم تک پہونچ جائیں گے اور پھر ہم سب ساتھ ہو جائیں گے۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تم فکر کرنا چھوڑ دو۔ تمہاری زبان تب ہی کھلے گی۔" تیاگو نوداٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے داسیا کا ہاتھ

تھام لیا اور نرمی سے بولی۔ "ٹھیک ہے ماں، چلیں تھنچے!"

(۲۵)

ٹرین پہاڑ پر چڑھ رہی تھی اور اس کے لکڑی کے ڈبے چرچرا رہے تھے۔ کنارے کے نیچے جھاڑیوں کا ایک سلسلہ تھا۔ لیکن ان کی چوٹی ریلوے لائن کی سطح تک نہیں پہنچتی تھی۔ پانی کا ریلا چلا گیا تھا اور گھاس پر ریت اور لکڑی کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ لکڑی کے تختے ضرور کہیں اوپر پہاڑ پر سے بہہ کر آئے ہوں گے۔ جہاں انھیں دریا میں بہانے کے لئے اکٹھا کیا گیا ہوگا۔ پشتہ کے نیچے جنگل ابھی تک ویسا ہی اجاڑ تھا جیسا کہ موسم سرما میں ہوتا ہے۔ وہ کونپلیں جو درختوں میں پھوٹ رہی تھیں، باقی تمام چیزوں سے ہم آہنگ نہیں معلوم ہو رہی تھیں۔ یہاں وہاں صنوبر کا کوئی درخت کھڑا تھا۔ اسکی ہمیشہ ہونے والی کونپلیں اس طرح معلوم ہو رہی تھیں جیسے کسی شخص کے کانٹے اور تیر چبھے ہوئے ہوں۔ اور درخت پر نظر پڑتے ہی اسکی خوشبو کا احساس ہونے لگتا تھا۔ اس کے چکمدار گوند کی خوشبو جو دارجلنگ کے کام آنے سے پہلے جلا دی۔ ریل کی پٹری اسی سطح پر آگئی جہاں سے لکڑی کے کندے پانی کے ریلے میں بہہ کر آئے ہوں گے۔ جنگل میں ایک کھلی ہوئی جگہ پر سے ریلوے لائن کا موڑ دکھائی دیتا تھا۔ اس پر لکڑی کی پھٹیاں اور چھیلن پھیلی ہوئی تھی۔ اور درمیان میں لکڑی کا ایک ڈھیر تھا۔ انجن کا بریک لگا۔ اور ٹرین ایکدم کانپ کر پہاڑی کے موڑ پر رک گئی۔ انجن نے کئی بار سیٹیاں دیں لیکن مسافروں کو یہ جاننے کے لئے ان اشاروں کی ضرورت نہیں تھی کہ انجینئر نے ٹرین اینڈ عن حاصل کرنے کے لئے روکی ہے۔ ہال سے جانے والے ڈبوں کے دروازے کھل گئے اور ایک چھوٹے سے قصبہ کی آبادی کے برابر مجمع ان میں سے باہر نکلا۔ صرف طاح اگلے ڈبوں میں بیٹھے رہے۔ انھیں ہر کام سے معافی ملی ہوئی تھی۔ انجن کی بھٹی میں جھونکنے کے لئے وہاں کافی چھوٹی لکڑیاں نہیں تھیں اور بڑی لکڑیوں کو کاٹ کاٹ کر چھوٹا کرنا ضروری تھا۔ انجن کے عملے کے پاس دوسرے سامان کے علاوہ آرے بھی موجود تھے۔ اور یہ ان لوگوں کو دیدیئے گئے جنھوں نے اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ دو دو آدمیوں کو ایک ایک آرا دیا گیا۔ ان لوگوں میں ڈاکٹر اور اس کا خسر بھی شامل تھے۔ ملاحوں نے کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے اپنے سر دروازوں سے باہر نکال لئے۔ ان میں ہر قسم کے لوگ تھے۔ درمیانی عمر کے مزدور جو ہنگامی تربیت حاصل کر کے سیدھے چلے آ رہے تھے۔ اور نوعمر لڑکے جو ابھی بحری فوج کے کالج سے نکلے تھے۔ تحقیر، دکھ کر یہ خیال

ہوتا تھا جیسے وہ غلطی سے ان بال بچوں والے آدمیوں میں آ گئے ہوں۔ جو اپنے خیالات سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان بوڑھے ملاحوں سے ہنسی دل لگی کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک یہ محسوس کرتا تھا کہ اس کی آزمائش کا وقت قریب آ گیا ہے۔ کام کرنے والی ٹولیوں کا مذاق اڑایا جا رہا تھا۔ "اے دادا ابا! میں پیچھے نہیں ہٹ رہا ہوں۔ میں ابھی بہت چھوٹا ہوں۔ میری اتنا مجھے کام نہیں کرنے دے گی۔" "او مادر! اپنے بستر پر تو آرام سے چلا، تجھے سردی لگ جائے گی۔" "او کمسن لڑکی جنگل میں مت جا۔ اس کے بجائے یہاں آ کر میری بیوی بن جا۔"

(۳۶)

اس میدان میں لکڑی کی کئی قینچی دار گھوڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ یورسی آندرے وچ اور الگزینڈر الگزینڈر وچ ان میں سے ایک کے پاس گئے اور اسے چلانے لگے۔ یہ موسم بہار کا وہ زمانہ تھا جب برف کے نیچے سے زمین تقریباً ویسی ہی نکلتی ہے جیسی کہ چھ مہینہ قبل تھی جب برف گرنی شروع ہوئی تھی۔ جنگل میں سیلن کی بو آ رہی تھی اور وہاں پچھلے سال کی پتیوں کے ڈھیر تھے۔ ایک ایسے کمرے کی طرح جہاں لوگ سالہا سال سے خط بھل اور رسیدیں پھاڑ پھاڑ کر پھینکتے رہے ہوں اور وہاں جھاڑو نہ دی گئی ہو۔ "اتنی تیزی سے کام مت کرو، تم تھک جاؤ گے۔" ڈاکٹر نے آہستہ اور رسانیت کے ساتھ آرا چلاتے ہوئے کہا "کیا خیال ہے دھم لے لیا جائے؟" دھمرے آہستہ چلنے کی سرداروں کی بازگشت جنگل میں سنائی دے رہی تھی۔ کہیں بہت دور کوئی بلبل چہک رہی تھی اور طویل وقفوں سے کوئل ایسے سیٹی بجا رہی تھی جیسے بانسری میں سے مٹی نکالنے کے لئے اس میں پھونک ماری جاتی ہے۔ انجن کا دھواں بھی بل کھاتا ہوا آسمان کی طرف اٹھ رہا تھا جیسے بچوں کی پرورش گاہ میں انگیٹھی پر دودھ ابل رہا ہو۔ "تم مجھ سے کیا باتیں کرنا چاہتے تھے؟" الگزینڈر الگزینڈر وچ نے پوچھا۔ "مجھے یاد ہے ہم لوگ جزیرے کے پاس سے گزر رہے تھے۔ مرغابیاں اڑ گئی تھیں اور اس وقت تم نے کہا تھا کہ تم مجھ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہو۔"

"اے ہاں..... میں یہ نہیں جانتا کہ مختصراً کس طرح بات کہوں۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہم لوگ دور سے دور تر چلے جا رہے ہیں۔ اس تمام علاقہ میں شورش پھیلی ہوئی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ جب ہم وہاں پہنچیں گے تو وہاں حالات کس قسم کے ہوں گے۔ غالباً یہ بہتر ہوگا کہ ہم تبادلہ خیالات کر لیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حالات..... میرا مطلب ہمارے عقائد و نظریات سے نہیں ہے۔ ان کی تشریح یہاں

اس جنگل میں پانچ منٹ کے اندر گر دینا ایک مہمل سی بات ہوتی۔ اس کے علاوہ ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ تم میں اور تونیا اور ہم جیسے اور بہت سے لوگ آجکل اپنے دنیا خود بناتے ہیں ہم سے دوسروں میں فرق آسمان زمین کا ہے۔ تم ہم اس بات سے کس حد تک واقف ہیں۔ لیکن میں اس کے متعلق بات نہیں کرنا چاہتا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ یہ شاید بہتر ہوگا کہ ہم لوگ پہلے سے یہ طے کر لیں کہ بعض خاص حالات میں ہمارا طرز عمل کیا ہوگا۔ تاکہ ہمیں ایک دوسرے کی وجہ سے شرمانا نہ پڑے۔ اور ہم ایک دوسرے کی وجہ سے ندامت نہ محسوس کریں۔"

"میں جانتا ہوں کہ تمہارا کیا مطلب ہے۔ میں تمہارا طریقہ بیان بھی پسند کرتا ہوں۔ اب سنو۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ رات تمہیں یاد ہے جب موسم سرما میں برف کا طوفان آیا ہوا تھا۔ تم میرے پاس حکومت کے پہلے احکامات لے کر آئے تھے؟ تمہیں یاد ہے کہ وہ احکامات کس قدر ناقابل اعتبار حد تک یک طرفہ اور ڈکٹیٹرانہ تھے؟ اس وقت ہم لوگوں کی ایک جتھی کام آگئی۔ لیکن ایسی چیزوں کی اصل پاکیزگی انہی لوگوں کے ذہنوں میں باقی رہتی ہے جنھوں نے انھیں سوچا ہوتا ہے اور وہ بھی صرف اسی روز جب کہ وہ پہلی مرتبہ عوام کے سامنے رکھے جاتے ہیں اگلے روز سیاست کا اجتہاد انھیں بالکل بدل کر رکھ دیتا ہے۔ میں تم سے کیا کہہ سکتا ہوں؟ ان کا فلسفہ میرے لئے اجنبی ہے۔ ان کی حکومت ہماری دشمن ہے۔ مجھ سے یہ نہیں پوچھا گیا کہ آیا میں اس تمام تبدیلی کو تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن مجھ پر اعتماد کیا گیا ہے اور میرے تمام اقدامات چاہے وہ آزادانہ طور پر نہ کئے گئے ہوں مجھ پر ایک طرح کی ذمہ داری عاید کرتے ہیں۔"

"تونیا برابر یہی پوچھتی رہتی ہے کہ کیا ہم ایسے وقت وہاں پہونچ جائیں گے کہ سبزیاں ہو سکیں۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ میں یورال کی زمین اور آب و ہوا سے بھی واقف نہیں ہوں۔ وہاں گرمی کا موسم اس قدر مختصر ہوتا ہے کہ میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ وہاں کوئی فصل وقت پر پک کس طرح جاتی ہے۔"

"لیکن پھر بھی ہم لوگ یہ طویل فاصلہ محض وہاں جا کر باغبانی کرنے کے لئے تو طے نہیں کر رہے ہیں بہتر ہوگا کہ ہم دیانت داری کے ساتھ سب باتیں سمجھ لیں۔ ہمارا مقصد بالکل مختلف ہے۔ ہم اس بات کی کوشش کریں گے جہاں تک حالات کے مطابق گنجائش ہو سکے اور بوڑھے گرد گرد کی اطراف میں کے کارخانے اور مشینیں اڑانے میں ہم بھی حصہ لے سکیں۔ ہم نے برسوں سے اسکی قسمت بنائے نہیں جا رہے لیکن تمام دوسرے لوگوں کی طرح اور اسی گندے طریقہ پر ہم بھی اسے ضائع کر دینگے۔ اور گذر اوقات کے لئے

ایک کو کچلنے کی خاطر احتیاطی طور پر ہزاروں کو نقصان کرنے میں ہاتھ بٹائیں گے۔ یہ نہیں کریں جاگیر پرانی شرائط پر واپس لے لوں گا۔ اگر تم مجھ پر حملہ کی کوشش کرو تو بھی ایسا نہیں ہوگا کیونکہ ایک ایسا ہی حماقت فعل ہوگا جیسے کوئی شخص ننگا بھاگنا شروع کر دے یا حروف تہجی بھلانے کی کوشش کرے۔ نہیں۔ روس میں نجی املاک کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ اور تاہم ہم گزشتہ کو خاندان کے لوگوں کا اکتساب کا شوق اور دولہ پچھلی نسل ہی میں جاتا رہا ہے۔"

(۲۷)

ڈبے کے اندر کافی گرمی اور حبس تھا۔ ڈاکٹر کا تکیہ پسینہ میں ڈوب گیا تھا۔ احتیاط کے ساتھ تاکہ دوسروں کی آنکھ نہ کھل جائے وہ اپنی نشست سے اترا اور ڈبے کے دروازے کھول دیئے۔ اس نے اپنے چہرے پر گرم ہوا اور چپچپاہٹ سی محسوس کی جیسے وہ کسی تہہ خانے میں چلا گیا ہو۔ "کہر" اس نے سوچا "کل بہت سخت گرمی ہوگی۔ جبھی تو اس وقت ہوا بالکل بند ہے اور گھس ہو رہا ہے۔" یہ ایک بڑا اسٹیشن تھا۔ کہرا اور سکوت کے علاوہ ایک طرح کے کھوکھلے پن اور تنفر کا سا احساس ہو رہا تھا جیسے کہ ٹرین گم ہو گئی ہو۔ اور بھلا دی گئی ہو۔ ٹرین یقیناً اسٹیشن کے سرے آخری سرے پر کھڑی ہوئی تھی اور اسٹیشن اور ٹرین کے درمیان پٹریوں کا ایک الجھا جال بچھا ہوا تھا کہ اگر یارڈ کے سرے پر زمین پھٹ جاتی اور اسٹیشن اس میں سما جاتا تو ٹرین میں بیٹھے ہوئے کسی شخص کو اس کا علم تک نہ ہوتا۔ دور ہم سی آوازیں دور فاصلے سے آ رہی تھیں۔ ان کے پیچھے سے یکساں وقفے سے چھپ چھپ کی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے کوئی کپڑے دھو رہا ہو۔ پانی سے بھیگا ہوا جھنڈا بانس سے ٹکرا رہا ہو۔ اور آگے سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی جسے سنکر ڈاکٹر نے جو محاذ پر دیکھ چکا تھا کان کھڑے کر لئے۔ "دور مار توپیں" اس نے گڑگڑاہٹ کی گونج دار آوازیں سنائی دینے کے بعد فیصلہ کیا۔ "ہوں یہ بات ہے؟ ہم تو بالکل محاذ پر پہونچ گئے۔" اس نے اپنا سر ہلایا اور ڈبہ سے نیچے کود گیا۔ وہ چلتا ہوا چند قدم آگے گیا تو دو ڈبوں کے بعد ٹرین ختم ہو گئی۔ باقی ڈبے ٹرین سے علیحدہ کر دیئے گئے تھے اور انجن کے ساتھ چلے گئے تھے۔ "ہوں تو کل اسی لئے انھیں بند رکھا گیا تھا۔" ڈاکٹر نے سوچا۔ "انھیں خیال تھا کہ وہاں پہونچتے ہی انھیں واپس بھیج دیا جائے گا۔" وہ سامنے والے ڈبے کے سامنے سے گزر کر دوسری طرف گیا۔ ڈاکٹر پلیٹ فارم عبور کر کے اسٹیشن کا اصل حصہ دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن ایک سنتری نے جو الاؤ لئے ہوئے تھا۔ اس کا راستہ روک لیا۔

"کہاں جا رہے ہو؟ اجازت نامہ ہے؟"

"پاسٹیشن کون سا ہے؟"

"اس کی فکر مت کرو۔ تم کون ہو؟"

"میں ڈاکٹر ہوں۔ ماسکو سے آیا ہوں۔ میرے گھر والے اور میں اس ٹرین میں سفر کر رہے ہیں یہ رہے میرے کاغذات۔"

"کاغذات پر لعنت بھیجو۔ میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں جو اندھیرے میں پڑھنے کی کوشش کروں۔ ہر چھلیا ہوا ہے۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا؟ مجھے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تم کس قسم کے ڈاکٹر ہو کاغذات دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہاں تم ہی جیسے ڈاکٹر بلدہ اپنے دانہ کی توپیں ہم پر چلا رہے ہیں۔ میں تمہیں ختم کر دیتا لیکن ابھی جلدی نہیں ہے۔ چلو بھاگ جاؤ تاکہ صبح سلامت یہاں سے جا سکو۔"

"اسے مجھ پر کسی اور کا دھوکا ہوا ہے۔" زواگو نے سوچا۔ ظاہر ہے کہ بحث کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ فوراً اس کے مشورے پر عمل کیا جائے۔ وہ مڑ کر دوسری طرف چل دیا۔ توپوں کی آواز اب اس کے عقب میں آ رہی تھی۔ اس کی پشت مشرق کی سمت تھی۔ ادھر سورج کے اندر طلوع ہو رہا تھا۔ اور بھٹکتے ہوئے سایوں کے درمیان سے جھانک رہا تھا جیسے نہانے کے ٹب میں کوئی برہنہ آدمی گرم پانی کی بھاپ کے اندر دکھائی دیتا ہو۔ زواگو ٹرین کے قریب چلتا ہوا آخر تک چلا گیا۔ اور آخری ڈبہ کے پاس سے گزرا اس کے پاؤں نرم مٹی میں دھنسے جا رہے تھے۔ چھپ چھپ کی آواز اب قریب سے سنائی دے رہی تھی۔ یہاں زمین ایک دم ڈھلوان ہو گئی تھی۔ وہ وہاں رک کر اپنے سامنے نظر آنے والی غیر واضح شکلوں کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔ آہستہ آہستہ وہ شکلیں غیر قدرتی طور پر بہت بڑی نظر آ رہی تھیں۔ ایک اور قدم آگے بڑھ کر اسے اندھیرے میں کشتیوں کے ڈھانچے دکھائی دیئے جو لنگر ڈالے کھڑی تھیں۔ اس کے سامنے ایک چھوٹا سا دریا تھا۔ جس میں اٹھتی ہوئی ہلکی ہلکی لہریں مچھلیاں پکڑنے والی کشتیاں اور گھاٹ کے تختوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ ایک سایہ دریا کے کنارے سے نمودار ہوا۔ "تمہیں یہاں گھومنے کی اجازت کس نے دی ہے؟" ایک اور رائفل بردار سنتری نے پوچھا۔

"یہ کونسا دریا ہے؟" یوری نے اندھیرے میں پوچھا حالانکہ وہ قطعی یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے کوئی سوال نہیں کرنے ہوگا۔ اس کے جواب میں سنتری نے اپنی سیٹی بجانے کے لئے منہ میں لی لیکن اسکے

بجلنے کی نوبت نہیں آئی کیونکہ پہلا سنتری جسے بلانے کے لئے وہ سیٹی بجانے والا تھا شدید خاموشی سے ڈاکٹر کا پیچھا کرتا ہوا اور اپنے ساتھی کے پاس پہونچ گیا تھا۔ وہ دونوں کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ ایسے شخص کو ایک نظر میں پہچانا جا سکتا ہے۔ یہ کون سا اسٹیشن ہے؟ یہ کون سا دریا ہے؟ یہ ہماری آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتا ہے۔ تم کیا کہتے ہو؟ کیا ہم اسے یہیں سے گولی پر اڑا دیں یا پہلے گرفتار کر لیں؟"

"میرے خیال میں گرفتار کر لینا چاہئے۔ دیکھو ہمارا افسر کیا کہتا ہے۔ تمہارے کاغذات" وہ زور سے چلایا۔ کاغذات کا بنڈل ہاتھ میں پکڑے ہوئے کسی کی آواز آئی۔ "اس پر نظر رکھنا۔" پھر وہ پہلے سنتری کے ساتھ اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ تیسرا شخص جسے انجن ڈرائیور کہا گیا تھا۔ زور سے چیخا۔ "زندگی نہیں بچ سکتی۔" اس نے ایک ہاتھ سے اپنا زخمی بازو تھاما ہوا تھا۔ دوسرے کندھے کے لیٹا ہوا تھا۔ لیکن یہ دوبارہ بولا۔ ادھر دیکھو ملاح اور ڈاکٹر کو صورت حال بتلاؤ۔" یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ وہ تمہیں افسر کے پاس لے جا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح تمہاری جان بچ جائے۔ لیکن ہمیں ان کو الزام نہیں دینا چاہئے۔ وہ تو صرف اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ عقل عوام کالانعام" شاید آخر میں یہ ان کے لئے بہتر ہی ہو۔ حالانکہ ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ انھوں نے غلطی کی ہے۔ یہ لوگ بہت دیر سے آپ خاص آدمی کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں اور اب یہ سمجھے کہ تم ہی وہ آدمی ہو۔ انھوں نے سوچا یہ وہی شخص ہے۔ یہی عوام کی حکومت کا کرشمہ ہے۔ یہ ہمارے ہاتھ لگ گیا ہے۔ غلط فہمی کی بس یہی بات ہے۔ اگر کچھ لڑ بڑ ہو تو افسر سے۔ میں پورے زور دینے ان دونوں کے ساتھ کہیں دھر دھرا نہ جانا۔ یہ لوگ سیاسی شور رکھتے ہیں بس یہی بدقسمتی ہے۔ خدا ہماری مدد کرے۔ یہ لوگ ہمیں محکوم کرنے میں کوئی کمی نہیں کریں گے۔ اس لئے اگر وہ کہیں کہ ہمارے ساتھ آؤ تو تم فوراً مت جانا تم انکار کر دینا۔ افسر سے ملنا چاہتا ہوں۔"

ہاں گیرسن نے آئینے دیکھ کر معلوم ہوا کہ یہ مشہور دریائے نوا تھا۔ اور دریا کے قریب والے اسٹیشن سے ازدلی کے لئے آمد و رفت ہوتی تھی جو ویرتن کا نواحی صنعتی علاقہ تھا۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ ویرتن اور دریا کے پہاڑ کی مخالف سمت میں دو میل کے فاصلہ پر واقع تھا اب سفید فوج سے دوبارہ چھین لیا گیا ہے اور یہ کہ ازدلی میں بھی گڑبڑ ہوئی تھی جسے دبا دیا گیا ہے اور چاروں طرف جو سکوت چھایا ہوا تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ اسٹیشن کا سارا تمام شہریوں سے خالی کرا کے اس کے گرد گھیرا ڈال دیا گیا ہے۔ آخری حملے میں

ہوگا۔ سیٹیں پر کرنی ٹرینیں فوجی دفاتر کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں اور انہی میں فوجی کو میسار اسٹریٹیجک پوائنٹ پر لے جایا جاتا ہے۔ دونوں سنتری وہیں رپورٹ دینے گئے ہیں۔ جس طرف وہ دونوں سنتری گئے تھے ادھر ہی سے اب ایک تیسرا سنتری آیا۔ وہ ان دونوں سے اس اعتبار سے مختلف تھا کہ اس کی رائفل پیچھے کی طرف لٹک رہی تھی جس کا دستہ زمین پر گھسٹتا جاتا تھا یا وہ اسے اپنے سامنے کر کے چلتا تھا جیسے وہ نشے کے عالم میں ہو اور اسے سہارے کی ضرورت ہو۔ یہ سنتری ڈاکٹر کو کو میسار کے پاس لے گیا۔

(۲۸)

بن دو ملے ہوئے ڈبوں کے پاس سنتری محافظ کو خفیہ اشارہ کر کے ڈاکٹر لے گیا تھا۔ ان کے اندر سے قہقہوں اور چلنے پھرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ لیکن ان ڈبوں کے اندر جلتے ہی یہ آوازیں بند ہو گئیں۔ سنتری ڈاکٹر کو ایک تنگ اہلداری کے راستہ ایک دبیز مرکزی ڈبہ میں لے گیا۔ یہ ایک صاف اور آرام دہ کمرہ تھا جہاں لوگ صاف ستھرے کپڑے پہنے مکمل خاموشی میں کام کر رہے تھے۔ ڈاکٹر کو اسٹریٹیجک کے پس منظر کے بارے میں بالکل ہی مختلف اندازہ تھا۔ وہ ایک غیر جانبدار فوجی ماہر تھا۔ جس پر سرحد علاقہ کا رعب تھا اور خوف رکھا جاتا تھا۔ لیکن حقیقت میں اسکی کارروائیوں کا اصل مرکز کسی اور ہی جگہ تھا جو اس بند بیڈ کوارٹر اور فوجی کارروائیوں کے مرکز سے زیادہ قریب تھا۔ یہ صرف اس کا ذاتی عملہ تھا۔ نجی دفتر اور رہائش گاہ تھی۔ اسی وجہ سے وہاں سکیٹ چھایا ہوا تھا اس گرم حمام کی طرح جس کا فرش کارک کا بنا ہوا ہو اور جہاں ملازم نرم اندازے آواز سلیپر پہن کر چلتے ہوں۔ دفتر جس ڈبہ میں تھا وہ پہلے کسی کی گاڑی تھی۔ اس میں تین بچھے ہوئے تھے اور لمبی میزیں لگی ہوئی تھیں۔

ایک خوبصورت نوجوان افسر نے کہ جس کی عمر بیس بائیس کے قریب تھی۔ اس نے بے خیالی میں سر ہلا کر سنتری سے واپس جانے کو کہا جو چلا گیا۔ اس کی رائفل اہلداری میں فرش پر چڑھے ہوئے دھات کے ٹکڑے سے ٹکرا کر بجی۔ اس کے بعد مسٹر جس ڈاکٹر نے باتیں بھول گیا اور اس کی طرف پر کوئی توجہ نہیں دی۔ وہ دروازے کے قریب ایک جگہ کھڑا تھا جہاں سے وہ اپنے کاغذات کو بند سے دوسرے کمرے میں ایک میز پر بیٹھے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ اس میز پر جو شخص بیٹھا ہوا تھا وہ باقی سب لوگوں کے مقابلہ میں معمر تھا۔ اور ایک پر تدبر قسم کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ وہ غالباً سٹاف کا فوجی ماہر تھا۔ آپ ہی آپ کچھ بڑبڑا رہا تھا جو سننے کی آواز میں دیکھ رہا تھا۔ جنگی نقشوں کا معائنہ کر رہا تھا اور جہاں سے اور مدد لے کر کے

بعد کچھ چیزیں کاٹ کاٹ کر چپکا رہا تھا۔ کمرے میں چاروں طرف سب کھڑکیوں کی جانب دیکھنے کے بعد اس نے نگاہ گڑی پڑنے والی ہے۔ جیسے وہ کھڑکیاں دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچا ہو۔ ایک بلی کا ننھا سا تری فرش پر ادھر ادھر گھٹنوں کے بل چل کر ایک ٹوٹے ہوئے تار کی مرمت کر رہا تھا۔ جب وہ دروازہ کے قریب والی میز پر پہنچا تو نوجوان افسر سے جگا دینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اگلی میز پر ایک ٹائپسٹ لڑکی چپڑے کی ٹوپی جیسٹ پہنے ٹائپ افسر ٹھیک کر رہی تھی۔ شیر کا رد لر ایک جگہ اٹک گیا تھا۔ نوجوان افسر اس کے قریب کھڑے ہو کر دیکھنے لگا کہ مشین میں کیا خرابی تھی۔ اور بلی کا مستری رینگ کر اس کی میز کے نیچے گھس گیا اور نیچے مشین کا معائنہ کرنے لگا۔ پرزے نکال کر تیل سے صاف کر کے پھر ان کے پیچ کس کر اس نے سر باہر نکالا اور وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ سے اٹھ کر ان کے پاس آ گیا۔ اور وہ چھوٹی سی ٹائپسٹ لڑکی سر جھکائے کام کر رہی تھی۔ اس کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ ٹپک کر ٹائپ رائٹر پر گر پڑا۔ خود اس کو بھی نہ معلوم ہوا۔ اس کے ساتھی نوجوان افسر کو بھی نہ معلوم ہوا۔ مگر بلی کے مستری کو معلوم ہو گیا۔ خود اس کو بھی نہ معلوم ہو سکتا تھا کہ ایسے لوگوں کی موجودگی میں جن کی ہمدردی کا اس کو یقین تھا وہ ایسی بے تعلقی کا اظہار کرتے اور معمولی کاموں میں اس قدر منہمک ہو جاتے۔ لیکن کیا کیا جا سکتا ہے۔ اس نے سوچا۔ یہ لوگ اتنے بے تعلق کیوں ہیں؟ تو یہیں چل رہی ہیں اور لوگ مر رہے ہیں اور یہ اطمینان کے ساتھ گرمی کی پیشینگوئیاں کر رہے ہیں۔ ہیں جنگ کی گرمی نہیں بلکہ موسم کی گرمی۔ غالباً یہ لوگ آتش دیدہ ہیں کہ اب ان میں کوئی احساس ہی باقی نہیں رہا ہے۔ اور پھر وہ سامنے کی کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھنے لگا۔

(۲۹)

اسے ریلوے لائن کا چھوٹا سا حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ اور اوپر پہاڑی پر وہ اسٹیشن اور ریلوے کالونی کا کچھ حصہ دیکھ سکتا تھا۔ پلیٹ فارم سے اسٹیشن کی عمارت تک گرانی کی تین منزلہ لوہے کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جو پرویسے آنری سے پر پہنچتی تھیں۔ انجنوں کا ایک بڑا قبرستان تھا جہاں کالے کلوٹے کوئلہ کے ڈھیر میں ٹوٹے پھوٹے انجن ایک دوسرے سے لگے کھڑے تھے۔ انجنوں کا یہ قبرستان اور پرانے لوہا کا قبرستان تھا۔ ایک طرف پرزے جڑے ہوئے پڑے تھے اور دوسری طرف ٹوٹے ہوئے انجن کالے دیو کی طرح آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ اور مضافات کی کالونی کے بوڑھے تھے یہ سب چیزیں ملکر سفید آسمان کے نیچے جڑتے سیسہ گرمی سے پگھلتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ حوالات عمری کی تصویر پیش کر رہی تھیں۔ سگریٹ ریلوے کی آندھی سے بچ بچا کر کہ دوسرے شہروں میں اب بھی دوکانوں پر بکتے ہوں گے وجود میں آتے۔ اور وہ ہاتھوں کا کتنا حصہ گھیرے ہوئے ہیں۔

اس وقت جو بورڈ وہ دیکھ رہا تھا۔ ان میں سے کچھ اتنے بڑے تھے کہ وہاں کھڑے ہوئے وہ انھیں آسانی سے پڑھ سکتا تھا اور بیک منزلہ عمارتوں کی کھڑکیوں کے اوپر وہ اس قدر نیچے لئے ہوئے تھے کہ چھوٹے چھوٹے مکانات ان سے تقریباً ڈھک گئے تھے جس طرح گاؤں کے بچوں کے چہرے اپنے بالوں کی ٹوپیوں کے نیچے چھپ جاتے ہیں۔ مغرب کی سمت کہر صاف ہو گیا تھا اور مشرق میں جو تھوڑا بہت باقی تھا وہ بھی بل کھاتا ہوا اسٹیج کے پردے کی طرح پھٹ رہا تھا۔

اور وہاں رازدلی سے اوپر ایک پہاڑ پر جس سے دو ایک میل آگے ایک بڑا شہر تھا جو ایک صوبائی دارالحکومت کے برابر تھا۔ سورج کی روشنی میں اس کے رنگ نمایاں اور فاصلہ کی وجہ سے نقوش واضح ہو گئے تھے۔ وہ پہاڑ کی چوٹی سے چمٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔ ایک ایک مکان اور ایک ایک سڑک درمیان میں چوٹی پر ایک بڑا سا گرجا تھا جیسا کہ کسی صحرائی خانقاہ کی سستی سی رنگین تصویر یا کوہ اتھوس کی رنگین تصویر میں ہوتا ہے۔ "یوریاتن" ڈاکٹر نے جوش میں آ کر سوچا۔ "وہ شہر جس کا ذکر میں اکثر اپنا ایوانوونا اور نرس انتی پووا سے سنا کرتا تھا۔ یہ بات کتنی حیرت انگیز ہے کہ میں ایسے حالات میں دیکھ رہا ہوں۔ اسی وقت فوجیوں کی توجہ ٹاپ رائٹر کے کسی اور چیز کی طرف مبذول ہو گئی جسے وہ ایک اور کھڑکی سے دیکھ سکتے تھے اور ڈاکٹر نے بھی گھوم کر اس طرف دیکھا۔ تیلیوں کی ایک جماعت کے پیچھے سے اسٹیشن کی سیڑھیوں سے اوپر لے جایا جا رہا تھا۔ ان میں ایک لڑکا بھی تھا جو اسکول کی یونیفارم پہنے ہوئے تھا اور جس کو سرزنش تھا۔ اسے ابتدائی طبی امداد دی جا چکی تھی۔ لیکن خون کی ایک دھار پٹی کے اندر سے بہہ رہی تھی اور وہ لڑکا بار بار اپنے ہاتھ سے اپنے چہرے پر مل لیتا تھا۔ جلوس کے آخر میں سرخ فوج کے دو سپاہیوں کے درمیان چلتے ہوئے وہ نہ صرف اپنے دلیرانہ انداز اچھی شکل و صورت اور اس کم عمری میں ایک باغی کی حیثیت سے مصائب کا سامنا کرنے کی دل گداز حقیقت سے بلکہ خود اپنے اور اپنے دونوں ساتھیوں کے اشاروں کی حماقت انگیزی سے دوسروں کی توجہ مبذول کرا رہا تھا۔ وہ لوگ اس کے بالکل برخلاف کر رہے تھے۔ جیسا کہ انھیں کرنا چاہیئے تھا۔ لڑکا اب بھی اپنی اسکول کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ وہ بار بار اس کے پٹیوں سے بندھے ہوئے سر پر آ جاتی اور اسے تالیے اور ہاتھ میں لے کر پہننے کی بجائے وہ سر پر تہہ سے پھر سر پر منڈھ لیتا اور اس طرح پٹی اور زخم کو چھیڑ دیتا۔ اس کام میں اسکے دونوں محافظ بھی فوراً اس کی مدد کرتے تھے۔ اس حماقت میں جو عاجلانہ فہم کے خلاف تھی۔

ڈاکٹر کو ایک گہرا شارہ نظر آیا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ بھاگ کر باہر جائے اور لڑکے کو ان الفاظ میں مخاطب کرے جو اس کے سینے میں ابل رہے تھے۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ چلا کر اس سے اور ریل کے ڈبے میں موجود لوگوں سے کہے کہ نجات کسی خاص قاعدوں سے وفاداری میں نہیں بلکہ ان تحفظات کو ترک کر دینے سے مل سکتی ہے۔ وہ مڑ گیا۔ اسٹریلینیکوف لمبے اور تیز قدموں سے چلتا ہوا اندر آیا اور کمرے کے وسط میں کھڑا ہو گیا۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ جو ایک ڈاکٹر تھا اور جس کے لاتعداد ملاقاتی تھے آج تک کبھی کوئی ایسی واضح شخصیت نہیں دیکھ سکا تھا جیسی کہ اس شخص کی تھی؟ یہ کس طرح ممکن ہوا کہ ان دونوں کا آج تک ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اور ان کے راستے ایک دوسرے سے نہیں ملے تھے۔

کسی طرح ناقابل وضاحت طور پر یہ بات صاف ظاہر تھی کہ یہ شخص قطعی ایک عزم صمیم کا مظہر تھا۔ وہ اس قدر مکمل طور پر ایک ایسی شخصیت تھا جو وہ خود بننے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اور اس کی ہر بات ناگزیر دلوکس اور مکمل معلوم ہوتی تھی۔ اس کا موزوں سر اسکے چلنے کا پرجوش انداز، اسکی لمبی ٹانگیں۔ اس کے گھٹنوں تک کے جوتے جو کیچڑ میں لتھڑے ہوئے بھی ہو سکتے تھے لیکن جو پالش شدہ نظر آتے تھے۔ اور اس کی خاکی سرج کی وردی جس پر شکنیں بھی ہو سکتی تھیں لیکن جو بہترین کپڑے کی بنی ہوئی دکھائی دے رہی تھی جس پر ابھی استری کی گئی ہو۔ اس کی ذکاوت، اس کے غیر تصنع آمیز اطمینان اور روئے زمین پر پیش آنے والے ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کر سکنے کے احساس کا اثر ناقابل مزاحمت تھا۔ پوری آندلے فرحنے سوچا کہ وہ یقیناً غیر معمولی خوبیوں کا حامل ہوگا۔ لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ خوبی جدت پسندی کی ہو۔ یہ عملیت جو اس کی ہر نقل و حرکت سے ظاہر ہوتی تھی نقالی کی صلاحیت بھی ہو سکتی تھی۔ ان دنوں ہر شخص اپنے آپ کو کسی اور کا نمونہ بنا کر پیش کرتا تھا۔ لوگ تاریخی سورماؤں کی نقل کرتے تھے۔ یا ان لوگوں کی جنھوں نے مہم یا سرکوں پر جنگ میں شہرت حاصل کر کے ان کی قوت تخیل پر اثر ڈالا تھا یا ان کی جو عوام میں مقبول تھے یا کسی نہ کسی ساتھی کی جس نے خیالی اعزاز حاصل کیا ہو یا محض ایک دوسرے ہی کی نقل کرتے تھے۔

اسٹریلینیکوف نے اگر ایک اجنبی کی موجودگی میں کسی قسم کا غصہ یا حیرت محسوس بھی کی تو وہ اس نے ظاہر نہیں ہونے دی۔ وہ اپنے عملے کے لوگوں سے باتیں کرنے لگا اور اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ زواگو کو بھی اپنے ہی عملے میں سے سمجھ رہا ہو۔ اس نے کہا۔ "مبارک ہو ہم نے انھیں مار بھگایا۔ یہ کوئی سنجیدہ معاملہ

ہیں معلوم ہوتا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم جنگ کا کھیل کھیل رہے ہوں۔ کیونکہ وہ لوگ بھی ہماری ہی طرح روسی ہیں۔ صرف ان کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ وہ باز نہیں آئیں گے اس لئے ان کی عقل درست کرنا ضروری ہے۔ ان کا کمانڈر میرا دوست تھا۔ وہ مجھ سے بھی زیادہ پرولتاری ہے۔ ہم دونوں نے ایک ہی گھر میں پرورش پائی ہے۔ اس نے زندگی میں میرے لئے بہت کچھ کیا ہے اور میں اس کا بھی شکر گذار ہوں لیکن آج میں اس بات کی خوشیاں منا رہا ہوں کہ ہم نے انھیں دریا کے پار دھکیل دیا ہے بلکہ شاید اس سے بھی بہت آگے۔ گوریاں، یہ سلسلہ جلدی سے ٹھیک کرو۔ ہمیں ٹیلیفون کی ضرورت ہے ہم صرف پیمبروں اور تاروں سے کام نہیں چلا سکتے۔ تم نے دیکھا نہیں گرمی کتنی شدید ہے؟ بہرحال میں پھر بھی ایک گھنٹہ تو سو ہی لیا ہے ہاں!" وہ ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوا۔ "یاد آگیا کہ اسے اس آدمی کے سلسلہ ہی میں سوتے سے اٹھایا گیا تھا۔ "یہ آدمی" اسٹریلینیکوف نے اسکی طرف غور سے دیکھتے ہوئے سوچا "ذہانت! یہ اس سے بالکل بھی مشابہ نہیں ہے۔ گدھے! وہ ہنسنے لگا اور پوری آنکھ سے کہا۔ "کامریڈ میں معافی چاہتا ہوں۔ انھوں نے تم پر کسی اور کا دھوکا کھایا ہے میرے سنتریوں کو غلط فہمی ہوگئی۔ تم آزادی سے جا سکتے ہو۔ کامریڈ کے کاغذات کہاں ہیں؟ اوہ! یہ ہے تمہارے کاغذات کیا میں انھیں ایک نظر دیکھ سکتا ہوں..... زواگو..... زواگو..... ڈاکٹر زواگو..... اسکو..... کیا تم ایک منٹ کے لئے میرے کمرے میں چلو گے؟ یہ دفتر کا کمرہ ہے میں اگلے دروازے میں رہتا ہوں۔ اس راستے میں تمہیں زیادہ دیر نہیں روکوں گا۔"

(۳۰)

اوریاسٹریلینیکوف کون تھا؟

وہ ایک غیر جماعتی آدمی تھا۔ اس لئے اس کا اس پوزیشن پر پہنچنا اور اس عہدہ پر قائم رہنا واقعی حیرت انگیز تھا۔ وہ بالکل غیر معروف رہا تھا، اگرچہ وہ ماسکو میں پیدا ہوا تھا لیکن یونیورسٹی سے سیدھا ایک استاد کی حیثیت سے صوبہ میں چلا گیا۔ جنگ میں اسے قیدی بنا لیا گیا۔ اس کی گمشدگی کی اطلاع ملنے پر یہ یقین کر لیا گیا کہ وہ مارا گیا اور ابھی حال ہی میں جرمنوں کی قید سے چھوٹ کر واپس آیا تھا۔ تیور زن نے جو ایک بالشویک سمجھدار شخص تھا جس کے نظریات انتہائی ترقی پسندانہ تھے اور جس کے گھر نے میں اس کا بچپن گزرا تھا اس کی سفارش کی تھی اور ضمانت دی تھی۔ جن لوگوں کے ہاتھ میں تقرریوں کا اختیار تھا وہ اس

سے متاثر ہوئے غیر صحت مند مبالغہ آمیز تقریروں اور سیاسی انتہا پسندی کے زمانہ میں اس کا انفرادی جوش بے حد ناقابل ضبط تھا۔ اپنے کھرے پن کی وجہ سے غیر معمولی نوعیت رکھتا تھا۔ اس کا جنون کسی دوسرے کی نقالی نہیں بلکہ خود اس کا اپنا تھا۔ جو اس کی سابقہ زندگی کا ایک قدرتی جزو اور رد عمل تھا۔ اور اسٹرلینیکوف پر حکام نے جو اعتماد کیا تھا اس نے اسے صحیح ثابت کر دکھایا۔ گذشتہ چند برسوں میں اس کے جنگی ریکارڈ میں نزنی نگلر اور اُست نمدنسک کے مقام پر فوجی کارروائیوں کے دوران کے سانوں کی سرکوبی جنھوں نے اناج کی تحصیل وصولی کے خلاف مسلح بغاوت کی تھی۔ اور ۱۹۱۸ء میں پیدا ہونے والے گروہ کے سپاہیوں کی سرکوبی بھی شامل تھی جنھوں نے اناج لے جانے والے دستہ کو لوٹ لیا تھا۔ اس نے ۱۹۱۹ء میں ترکستان کے سپاہیوں کے خلاف بھی کارروائی کی تھی جنھوں نے ترکستان کے قصبہ میں انقلاب برپا کر دیا تھا اور سفید فوج سے جا ملے تھے۔ اس نے "پرکن آس" کی فوجی بغاوت کو بھی کچلا تھا جہاں ایک فادر مکنڈ یار گیا تھا ہر معرکہ میں وہ اپنے دشمنوں پر اچانک ٹوٹ پڑتا تھا۔ اور ہر معاملہ کی خود تحقیقات کرتا تھا۔ یہ قدم چلنے سے پہلے سزائیں دی تھیں اور ان سزاؤں پر تیزی سختی اور سرعت کے ساتھ عمل درآمد کرایا تھا۔ اس نے اس تمام علاقہ میں فوجیوں کے فرار ہونے کی وبا پر قابو پالیا تھا اور بھرتی کرنیوالوں کو بھی نئے سرے سے منظم کیا تھا۔ اسی کے نتیجہ میں جبری بھرتی کا کام تیزی سے ہو رہا تھا۔ اور نئی فوج کے بھرتی کے مرکز زائد تعداد میں کام کر رہے تھے۔ آخر کار جب شمال کی طرف سے سفید فوج کا دباؤ بڑھ گیا اور سرحدت حال باقی سنگین ہو گئی تو اسٹرلینیکوف کو فوجی اور جنگی ذمہ داریاں سپرد کی گئیں۔ اور اس کی مداخلت کے فوری نتائج رونما ہوئے۔ اسٹرلینیکوف (شکاری) کو یہ بات معلوم تھی کہ ذاتوں کی بنا پر بس کام اسٹرلینیکوف جلا در کھ دیا گیا تھا۔ اس نے کبھی قیدیوں کو یہ کہہ کر پریشان نہیں ہونے دیا کہ تمہارا وہ سکوکا بننے والا تھا۔ اس کا باپ ایک مزدور تھا جسے ۱۹۰۵ء کے انقلاب میں حصہ لینے پر پھانسی دیا گیا تھا۔ اس نے اس زمانہ میں انقلابی تحریک میں حصہ لیا تھا۔ وہ بہت کم عمر رہا تھا اور یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ کیونکہ غریب گھرانوں کے نوجوان امیر گھرانوں کے نوجوانوں کے مقابلہ میں اعلیٰ تعلیم کی زیادہ قدر کرتے ہیں اور زیادہ محنت کرتے ہیں۔ [illegible] علوم میں [illegible] ہوئی تھی وہ اس سے متاثر نہیں ہوا۔ اس نے بہت زیادہ معلومات [illegible] دنیا قوم عام کے مضمون میں ڈگری حاصل کر لینے کے بعد اس نے بعد میں سائنس اور ریاضی میں بھی تربیت حاصل کی۔ اسے فوجی ملازمت

سے مستثنیٰ قرار دیدیا گیا تھا لیکن وہ رضاکارانہ طور پر بھرتی ہو گیا۔ اسے کمیشن مل گیا۔ محاذ پر بھیجا گیا اور وہاں جنگی قیدی بن گیا۔ روس میں انقلاب کی خبر سنتے ہی وہ ۱۹۱۷ء میں چھپ کر سمارا گیا اور گھر واپس آیا اس کی دو خوبیاں خصوصیت سے تھیں۔ واضح اور منطقی دلیلیں پیش کرنے کی غیر معمولی طاقت اور ایک عظیم اخلاقی پاکیزگی اور انصاف کا جذبہ۔ وہ ایک پرجوش اور باعزت انسان تھا لیکن وہ ایک ایسا سنداں نہیں بن سکتا تھا جو نئی باتیں دریافت کر سکتے ہوں۔ وہ ذہین تھا لیکن اس میں جرأت مندانہ اقدام کرنے کی اہلیت نہیں تھی۔ وہ اتنا دور بین نہیں تھا کہ ایک لمحہ میں غور کرنے کے بعد وہ شک مگر منطقی دلائل تک پہونچ سکے۔ اور اگر واقعی وہ کوئی نئی بات کرنا چاہتا تو ایسا کرنے کے لئے اسے اپنے اصولوں کے علاوہ ایک ایسے دل کی بھی ضرورت ہوتی جو ان اصولوں کی ملامت دور کر سکتا۔ ایک ایسا دل جو عام معاملوں کو نہیں بلکہ خاص معاملوں کو سمجھ سکتا ہو۔ معمولی معمولی معرکوں میں عظمت حاصل کر سکتا ہو۔ اپنے بچپن ہی سے وہ اعلیٰ تمنائیں رکھتا تھا اور دنیا کی نظر میں ایک وسیع اکھاڑہ تھی جہاں ہر شخص معرکہ کمال پر پہونچنے کے لئے قواعد کی پوری پابندی کے ساتھ مقابلہ میں حصہ لیتا ہے۔ جب سے معلوم ہوا کہ ایسا نہیں تھا تو یہ بات کسی سمجھ میں نہیں آتی کہ عالمی نظام کے بارے میں اس کا نظریہ ضرورت سے زیادہ سہل بھی ہو سکتا تھا۔ اس کی یہ شکایت برقرار رہی اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ خواہش بھی کہ وہ زندگی اور ان سیاہ طاقتوں کے درمیان امتیاز کر سکے جو اسے بگاڑتی ہیں اور زندگی کا مقابلہ کر کے اس سے انتقام لیں۔ وہ اپنی ناکامیوں کی وجہ سے جو تلخیاں محسوس کرتا تھا ان کے پیش نظر انقلاب نے اسے ایک اچھا موقعہ فراہم کر دیا۔

(۳۱)

"زواگو" اسٹریلنیکوف نے پھر ایک مرتبہ اس کا نام دہرایا۔ وہ دونوں اس کمرہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ "زواگو..... میرے خیال میں تجارت یا اعلیٰ طبقہ کا فرد..... اچھا، ٹھیک ہے، ماسکو کا ڈاکٹر..... واری گینو بلکہ یہ ہو یہ تعجب کی بات ہے۔ تم ماسکو چھوڑ کر ایک چھوٹے سے صوبائی مقام پر کیوں جا رہے ہو؟"

"یہی تو بات ہے۔ سکون، نہانی اور گمنامی کی تلاش میں"

"ٹھیک ہے۔ لیکن قریب ترین واری گینو میں وہاں کے زیادہ تر مقامات سے واقف ہوں۔ وہ زمیندار کی جاگیر ہے (اور اچھی ہے)۔ کیا تم اس کے رشتہ دار تو نہیں ہو؟ کہیں تم اس کے

وارث تو نہیں ہو؟"

"یہ طنز کس لئے؟ اس کا وارث ہونے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ میری بیوی....."

"اچھا تو یہ بات ہے۔ لیکن اگر تم سفید فوج کو یاد کر رہے ہو تو پھر میں تمہیں مایوس کروں گا تم دیر سے پہنچے ہو۔ ہم نے پورے ضلع کو سفید فوج سے پاک کر دیا ہے!"

"تم ابھی تک میرا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"اور پھر ایک ڈاکٹر۔ ایک فوجی ڈاکٹر۔ اور ہم لوگ جنگ کر رہے ہیں۔ اس کا یقیناً مجھ سے تعلق ہے۔ تم فوجی سفور ہو۔ انارکسٹ کسان (سبز) لوگ بھی جنگلوں میں پناہ لے رہے ہیں۔ تمہارے وہاں جانے کی وجہ کیا ہے۔ یہ سبز انارکسٹ ہمارے خلاف بھی لڑتے ہیں اور سفید روسیوں کے خلاف بھی۔ میں دو مرتبہ زخمی ہوا ہوں اور مجھے معذور سمجھ کر فوج سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔" زوگوف نے کہا

"اور اب تم مجھے تعلیم یا صحت کے عوامی کمیسریٹ کی طرف سے حوالہ کا خط دو گے۔ تاکہ یہ ثابت کر سکو کہ تم روسی شہری ہو، ہمدرد ہو اور پورے وفادار ہو۔ یہ سنگاری دور ہے جناب۔ یہ آخری فیصلہ ہے۔ اس وقت ایسے فرشتوں کی ضرورت ہے جو چمکتی ہوئی تلواریں اٹھائے ہوئے ہوں اور ایسے اڑنے والے خونخوار صندوں کی ضرورت ہے جو سخت اثر کی گولے برسا رہے ہوں۔ اس وقت ہمدردوں اور وفادار ڈاکٹروں کی ضرورت نہیں ہے۔ بہر حال میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ تم آزاد ہو۔ اور میں اپنے الفاظ سے نہیں پھروں گا لیکن یاد رکھو، یہ وعدہ صرف اسی دفعہ کے لئے ہے۔ میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ ہم دونوں پھر ملیں گے۔ اور پھر ہماری بات چیت مختلف نوعیت کی ہوگی۔ ہوشیار رہنا!"

بوری آندریوچ کو اسکی دھمکی یا چیلنج سے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ اس نے کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو۔ اپنے نقطۂ نظر سے تم ٹھیک ہی سمجھتے ہو۔ لیکن جس مسئلہ پر تم مجھ سے بات چیت کرنا چاہتے ہو۔ وہ ایسا ہے جس پر میں ایک خیالی مدعی سے عمر بھر بحث کرتا رہا ہوں۔ اور حیرت کی بات ہوتی اگر میں اب تک کسی نتیجہ پر نہ پہونچا ہوتا۔ صرف میں اسے دو لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اگر میں واقعی آزاد ہوں تو پھر مجھے اس مسئلہ پر بحث کئے بغیر جانے کی اجازت دو۔ اگر میں آزاد نہیں ہوں تو پھر یہ فیصلہ کرو کہ تم میرا کیا کرو گے۔ مجھے تم سے کسی قسم کی معذرت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے سے ان کی بات چیت کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ ٹیلیفون لائن کی مرمت ہوگئی تھی اسٹرلینیکوف نے رسیور اٹھالیا۔

"شکریہ گوریان۔ اب کسی شخص کو یہاں بھیجو تاکہ وہ کامریڈ زواگو کو ان کی ٹرین تک پہنچا آئے۔ میں نہیں چاہتا کہ اب کوئی حادثہ پیش آئے۔ اور مجھے وارزول چیکا ٹرانسپورٹ ڈپارٹمنٹ کا نمبر ملا دو۔" جب زواگو چلا گیا تو اسٹرلینیکوف نے ریلوے اسٹیشن کو ٹیلیفون کیا۔

"یہ لوگ ایک اسکول کے طالب علم کو بیکار آئے ہیں۔ جو اپنی ٹوپی کانوں پر کھینچے رہتا ہے اور اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ یہ بہت شرم کی بات ہے ــــ ہاں ٹھیک ہے۔ اگر ضرورت ہو تو اسے طبی امداد دی جائے ــــ یقیناً ــــ ہاں، بالکل اپنے کلیجے کے ٹکڑے کی طرح۔ تم ذاتی طور پر مجھے جواب دہ ہوگے ــــ کھانا بھی اگر ضروری ہو۔ ہاں ٹھیک ہے۔ اب کام کی بات کرو..... میں ابھی بات کر رہا ہوں سلسلہ منقطع مت کرو۔ کیا بہودگی ہے۔ کوئی اور شخص لائن پر بات کر رہا ہے۔ گوریان! گوریان! انھوں نے میرا ٹیلیفون کا سلسلہ کاٹ دیا ہے"۔ اس نے فی الحال ٹیلیفون پر بات مکمل کرنے کی کوشش بند کر دی۔ "وہ کوئی غیر ایرانا شاگرد بھی ہو سکتا ہے"۔ اس نے سوچا۔ "ہم سے جنگ کر رہا ہے۔ اب وہ بڑا ہو گیا ہے۔ اس نے انگلیوں پر گننا کہ مدرسین کا سلسلہ ختم کئے ہوئے اسے کتنے سال ہو چکے ہیں۔ یہ معلوم کرتے کہ لئے کہ وہ لڑکا اس کا شاگرد ہو سکتا ہے یا نہیں پھر اس نے کھڑکی میں سے دور افق کی طرف دیکھا اور یوریاتن کے حصہ کی تلاش کی جہاں وہ رہا کرتے تھے۔ فرض کرو کہ آگی، بیوی اور لڑکی اب بھی وہاں موجود ہیں۔ کیا وہ ان کے پاس نہیں جا سکتا؟ ابھی کیوں نہیں؟ اسی لمحہ؟ ہاں، لیکن وہ کیسے جا سکتا ہے۔ ان لوگوں کی زندگیاں بالکل مختلف ہیں۔ پہلے وہ یہ زندگی گذار لے ــــ یہ نئی زندگی ــــ پھر وہ اس زندگی میں لوٹ کر جا سکے گا جس میں رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی۔ کسی روز وہ ایسا کرے گا لیکن کب۔ کب؟

استقبال

(۱)

آزاد کا خاندان جس ٹرین سے آیا تھا وہ ابھی تک ریلوے اسٹیشن کی عمارت کے سامنے ذرا فاصلے پر دوسری ٹرینوں کی اوٹ میں کھڑی تھی۔ اب ان لوگوں نے پہلی بار محسوس کیا کہ ماسکو سے ان کا جو تعلق قائم تھا وہ اب قطعی طور پر ختم ہو گیا ہے۔ وہ یہاں ایک دوسرے علاقے میں، ایک دوسری دنیا میں آ گئے ہیں جس کا اپنا ایک الگ مرکز، کشش و ثقل ہے۔ صدرِ مقام کے مقابلہ پر یہاں لوگ ایک دوسرے سے زیادہ قریب تھے۔ گو اسٹیشن کے علاقے سے شہریوں کو نکالا کر ٹرینوں کے ذریعہ دوسرے اسٹیشنوں پر پہنچا دیا گیا تھا تاہم کل ٹرینوں میں سفر کیلئے متعدد افراد نہ جانے کیسے ریلوے لائن تک پہنچ گئے تھے۔ اور ڈبوں میں کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ دروازوں میں لٹکے تھے اور دوسرے پھاٹک پلیٹ فارموں میں ابھی لائن کے قریب ہی کھڑے تھے۔ جو اتفاق سے سب ایک دوسرے سے واقف تھے اور جن میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہاتھ ہلاتے۔ اشارے کرتے یا قریب سے گذرتے ہوئے سلام کر جاتے ان کی گفتگو۔ بس۔ ان کا کھانا پینا اور آداب غرضیکہ ہر چیز سے شہروں کے لوگوں سے مختلف تھی۔ ڈاکٹر سوچ رہا تھا کہ یہ لوگ روزی کیسے کماتے ہوں گے؟ ان کے ذرائع آمدنی کیا ہیں؟ وہ اس پر آشوب دور میں کیسے گذارہ کرتے ہوں گے اور کس طرح قانون کی زد میں آنے سے خود کو بچاتے ہوں گے۔ لیکن اسے جلد ہی ان تمام سوالوں کا بالکل واضح جواب مل گیا۔

(۲)

ڈاکٹر اس سنتری کی حفاظت میں جو اپنی رائفل کبھی نیچے کی طرف لڑھکا دیتا اور کبھی اس سے چلنے کی چھڑی کا کام لیتا واپس اپنے ڈبے میں پہنچ گیا۔ اس وقت کانی جس سطح پر ریلوے لائن اور گارڈ یارڈ کی چھتیں دھوپ سے تپ رہی تھیں اور زمین پر تیل کے سیاہ داغ اس طرح چمک رہے تھے کہ ان کی سطح پر سنہری پتوار کا گمان ہونے لگتا۔ سنتری کی رائفل کے کندے سے بہت پرے کیو سی کھینچ گئی۔ اور اب یہ لائن کے درمیان تختوں سے کترا رہی تھی۔ موسم میں ٹھکاؤ پیدا ہو گیا ہے موسم بہار کی فصلیں جو گیہوں اور باجرہ بونے کا بہترین وقت ہے۔ لیکن بڑی گندم کی بوائی کا وقت کچھ دنوں بعد آئے گا۔ ہمارے گاؤں میں بڑی گندم عید الخولینہ پر بوتے ہیں۔ میں اس علاقہ کا نہیں۔ مورشانسک کا رہنے والا ہوں تاموف گورنمنٹ کے علاقہ میں۔ اوہ کامریڈ ڈاکٹر اگر یہاں یہ خانہ جنگی نہ ہوتی اور یہ جوابی انقلاب کا طاعون نہ پھیلتا تو تمہارا کیا خیال ہے میں اسی طرح اس موسم اور اس غیر علاقہ میں وقت ضائع کرتا پھرتا؟ ارے یہ طبقاتی جنگ تو ہمارے درمیان یوں چھڑ گئی ہے جیسے وہ لڑائی جھگڑے کی رسوائی۔ کالی بلی نکل گئی ہو۔ دیکھو تو سہی اس نے ہمارا کیا حلیہ بنا دیا۔

(۳)

اسے ڈبے میں کھینچنے کے لئے کئی ہاتھ دروازہ سے باہر بڑھے "شکریہ۔ میں خود چڑھ جاؤں گا" یہ کہتا ہوا یہ ادھیڑ آدمی کود کر ڈبے میں آ گیا۔ اور ذرا سنبھلتے ہی اپنی بیوی سے بغلگیر ہو گیا۔

"آخر کار۔ خدا کا شکر ہے۔ بلا ٹل گئی۔" اس کی بیوی نے کہا۔ "لیکن ہمیں معلوم ہو گیا تھا کہ تم بخیریت ہو۔"

"کیا مطلب۔ تمہیں کیا معلوم تھا؟"

"ہمیں سب کچھ معلوم ہو گیا۔"

"کیسے؟"

"سنتریوں نے ہمیں بتا دیا تھا۔ ورنہ ہم تو دیوانے ہو جاتے اب تک۔ میرا اور تمہارا کا دماغی توازن تو تقریباً بگڑ ہی چکا تھا۔ وہ رہے ۔ مزے سے سو رہے ہیں۔ اس تمام ہنگامے کے بعد اب گہری نیند کا مزا لے رہے ہیں۔ کئی نئے مسافر ڈبے میں آ گئے ہیں۔ میں ابھی تعارف کراتی ہوں۔ لیکن فلاسفو

تو یہ سب لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ تمھاری خوش قسمتی پر تمھارے اس طرح بچ کر واپس آنے پر مبارکباد دے رہے ہیں۔" وہ میں ہجوم کے پیچھے کی طرف دھنسے ہوئے ایک آدمی کی طرف اپنے شوہر کو متوجہ کرتے ہوئے اس نے کہا: "یہ لوہے" اور اجنبی نے خود اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا "سمیویاتوف" اور اس نے اپنا ہیٹ لوگوں کے سروں سے اونچا کر کے لہرایا اور چیخ کر کچھ اور کہا جو آگے بڑھا "سمیویاتوف" ڈاکٹر نے سوچا۔ ہیں تم کے نام کا آدمی تو کسی روسی زمیندار نظم کا کردار ہونا چاہیے تھا۔ جس کی چار بھیڑیں دانتی ہوتی۔ وہ عورتوں کی سی قمیص پہنے اور جو اڈیٹی سگائے ہوتا مگر اس کے بجائے گھنگھریالے بالوں۔ مونچھوں اور بکرے کی سی داڑھی سے مقامی آرٹس کلب کا خیال تو آ ہی جاتا ہے۔

"ہوں! تو کیا۔ استرینیکوف نے تمھیں خوفزدہ کر دیا تھا" سمیویاتوف نے پوچھا۔ "سچ تمہارا"

"نہیں تو! کیوں؟ ہماری بہت دلچسپ بات چیت ہوئی۔ واقعی وہ زبردست شخصیت کا مالک ہے"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم تو ہے۔ آج کل کے عام برسر اقتدار لوگوں کی طرح وہ بھی اس علاقہ کا نہیں بلکہ تمھارے ماسکو ہی کا رہنے والا ہے۔ آج کل تو ہر کام کے لئے آدمی ماسکو سے درآمد کئے جاتے ہیں۔ ورنہ ہم تو کبھی ان لوگوں کا نام بھی نہ لیتے"

"یوروچکا یہ انفیم اینووچ ہے۔ اسے سب کچھ معلوم ہے" انیتونینا اگور یونیدرونا نے کہا۔ "یہ تمھیں اور تمھارے والد کو جانتا ہے یہ میرے نام سے بھی واقف تھا۔ اسے یہ تو سکھایا جاتا ہے میرے خیال سے تم اسکول ٹیچر انتی پووا سے بھی ملے ہوگے" یونہی انیتونینا کی زبان سے نکل گیا۔ اور سمیویاتوف نے بھی فوراً ہی اس کا سرسری جواب دے دیا "انتی پووا کا کیا ہوا"

یوری آندریوچ بھی یہ باتیں سن رہا تھا مگر خود خاموش رہا۔ اس کی بیوی نے کہا "انفیم اینووچ بالشویک ہے۔ یوروچکا اس سے ذرا خبردار رہنا۔ اس کی موجودگی میں اپنی زبان کو ذرا قابو میں رکھنا"

"واقعی؟ میں تو کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میں تو اسے زیادہ سے زیادہ کوئی آرٹسٹ سمجھتا"

"میرے والد کی ایک سرائے تھی" سمیویاتوف نے کہا۔ "اور اس کی سلاخ بھی تھیں۔ ہر بگھی کو تین گھوڑے کھینچتے تھے۔ لیکن میں نے یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی اور یہ صحیح ہے کہ میں

موشل ڈیموکریٹ ہوں :

"یور ریچکا ذرا سنو تو۔ نفیم انفیوو ج نے مجھے کیا کچھ بتایا ہے۔ اور ہاں ذرا جملہ معترضہ کے طور پر۔ اگر تم برا نہ مانو۔ نفیم انفیوو ج تمھارا نام تو زبان کو مروڑ کر نکلتا ہے۔ ہم بھی واقعی بہت ہی خوش قسمت نکلے۔ یور ریچکا ذرا سنو تو۔ ہم لیبیا ٹن میں گاڑی نہیں بدل سکتے۔ کیونکہ شہر کے کچھ حصہ میں آگ لگی ہوئی ہے اور پل اڑ گیا اور سب بند ہے ہماری گاڑی کو ایک دوسری لائن سے لیجایا جائے گا اور اتفاق دیکھو جس لائن سے گاڑی جائے گی اس پر ہمارا اسٹیشن تو فیانائیہ واقع ہے ہے نا خوش قسمتی کی بات۔ اب ہمیں یہ گاڑی بدلنی پڑے گی اور نہ اپنا سامان ایک اسٹیشن سے لاد کر دوسرے اسٹیشن تک لیجانا پڑے گا۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ اب ہمارے ڈبوں کو اس لائن تک پہنچانے کے لئے گھنٹوں شنٹنگ میں ادھر سے ادھر لانے لے جانے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور اس کے بعد کہیں یہاں سے روانگی کی نوبت آئے گی۔ مجھے یہ سب باتیں انفیم انفیوو ج نے بتائی ہیں۔

(۴)

انتونینا الیگزینڈروونا نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ ڈبوں کی جوڑ توڑ کا طویل سلسلہ جاری تھا۔ ٹرین کو سس ڈوبتوں سے بچی ہوئی ایک لائن سے دوسری لائن پر کانٹے بدل کر لیجانے کا جو ہنگامہ شروع ہوا تو ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔ شہر ذرا دور رہی عمارتوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا مگر کبھی کبھی کسی مکان کی چھت کسی فیکٹری کی چمنی گھنٹوں کے مینا روں کی سیمیں افق پر دکھائی دے جاتیں۔ شہر کی ایک نواحی بستی میں آگ لگی ہوئی تھی۔ دھواں آسمان کی جانب اس طرح بلند ہو رہا تھا جیسے ہوا میں گھڑے کی یا میں اڑی ہوں۔ ٹیکا کیزا اور لیبیا تو ہاں گاڑی کے ڈبے کے فرش پر آلتی پالتی مارے ایک حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ لیبیا تو [illegible] کے اشارہ [illegible] ہوا تھا کہ [illegible] نواز [illegible] ہے [illegible] وہ [illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے

پرگوئی چلا رہے ہیں۔

"مجھے تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ تم اتنی دور سے یہ سب کچھ کیسے دیکھ رہے ہو؟"

"یہ کاریگروں کا علاقہ ہے۔ کھوکھر کی۔ وہ جو سامنے جل رہا ہے مشہور بازار خوتو دیوداس کے آگے ہے۔ مجھے اس لیے دلچسپی ہے کہ ہماری سرائے وہیں پر ہے۔ خوش قسمتی سے آگ زیادہ نہیں پھیلی ابھی تک بازار بچا ہوا ہے۔"

"کیا کہا تم نے؟ مجھے کچھ سنائی نہیں دیا۔"

"میں کہہ رہا تھا بازار۔ شہر کا بڑا بازار۔ گرجا بلائبریری۔ ہمارا خاندانی نام سمرتویاتوف سان زانا تو سے بگڑ کر روسی زبان میں سمرتویاتوف ہو گیا۔ ہم دمیدوف کی نسل سے ہیں۔"

"مجھے اب بھی کچھ سنائی نہیں دے رہا۔"

"میں کہہ رہا تھا ہم شہزادہ دمیدوف سان زانا تو کی نسل سے ہیں۔ تعجب ہے یہ محض ہماری خاندانی گپ ہی ہو۔ یہ سامنے جو جگہ ہے نا! اس کا نام ہے سپر کاوین۔ یہاں بڑے بڑے ہوادار مکانات اور تفریح کے لئے کارنیوال وغیرہ ہیں لیکن نام خوب ہے اس علاقہ کا۔ ان کے سامنے ہر طرف بجلی کے لائٹوں کا ایک وسیع جال بچھا ہوا تھا۔ اور دور تک ٹیلیگراف کے کھمبوں کی قطار دکھائی دیتی تھی۔ اور فیتہ کی طرح بل کھاتی ہوئی ایک سڑک یہ سے لائن سے اپنی خوبصورتی کا مقابلہ کرتے ہوئے دکھائی دیتی تھی۔ دور اُفق کے قریب سڑک نظروں سے اوجھل ہو جاتی پھر ایک موڑ پہ اس کا تھوڑا سا حصہ دکھائی دیتا اور اس کے بعد پھر غائب۔ یہ ہماری مشہور شاہراہ ہے۔ جو پورے سائبیریا سے ہو کر گذرتی ہے کسی زمانے میں قیدی اسے کر گیت گایا کرتے تھے لیکن آج کل یہ ہنگامی فوج کی کارروائیوں کا اڈہ بنی ہوئی ہے۔ تمھیں یہاں کی عام باتیں پسند آئینگی۔ تم ان چیزوں کے عادی ہو جاؤ گے۔ تم اس شہر کی عجیب و غریب چیزوں کو پسند کرنے لگو گے۔ مثال کے طور پر ہمارے پانی کے نلکوں کو ہی لیلو دوا ہے پر عورتیں پانی بھرنے لائن لگا کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ سارے موسم سرما میں یہی جگہ ان کے کھلے کلب کا کام دیتی ہے۔"

"ہم شہر میں کہیں جگہ قاری کنوئیں میں ٹھہریں گے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تمھاری بیوی نے مجھے بتا دیا تھا۔ پھر بھی تمھیں کام کاج کے سلسلہ میں شہر

ہی پڑے گا۔ میں نے دیکھتے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ تمھاری بیوی کون ہو سکتی ہے۔ ارے وہ تو کروڑ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ وہی آنکھیں۔ وہی ناک۔ وہی پیشانی۔ بالکل اپنے نانا جیسی۔ یہاں سب اس کو یاد کرتے ہیں۔ اب وہ تیل کی سُرخ ٹنکیوں کے قریب تھے جہاں لکڑی کے بڑے بڑے بورڈوں پر اشتہارات لکھے ہوئے تھے۔ ہر ایک اشتہار کے بورڈ پر ڈاکٹر کی نگاہ ٹک کر رہ گئی لکھا تھا۔

"مورٹیا نیڈو چکن بریج بونے کی مشینیں۔ دانے الگ کرنے کی مشینیں"

"یہ بہت اچھی فرم تھی۔ ان کی زرعی مشینیں بہت ہی عمدہ ہوا کرتی تھیں"

"میں کچھ نہیں سن سکا۔ کیا کہا تم نے؟"

"بہت اچھی فرم تھی۔ سنتے ہو۔ بہت اچھی فرم تھی۔ زرعی مشینری بنتی تھی۔ ان کے ہاں۔ بہت بڑی کمپنی تھی۔ کارپوریشن۔ میرے والد کے پاس بھی اس کے کچھ حصے تھے"

"میرے خیال میں تم نے بھی کہا تھا کہ تمھارے والد کا کاروبار سارے چلا نا تھا۔"

"ٹھیک ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ کسی اور کاروبار کے حصص نہیں خرید سکتا اس نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ دیکھ بھال کر سرمایہ لگایا تھا۔ جانسٹ تو میں بھی اس کا حصہ تھا"

"لیکن تم تو ایسی باتیں کر رہے ہو جیسے تمھیں ان سب باتوں پر فخر ہے"

"بالکل۔ جہاں تک میرے والد کی کاروباری سوجھ بوجھ اور قابلیت کا تعلق ہے میں اس پر فخر کرتا ہوں"

"لیکن پھر تمھاری وہ سوشلزم کہاں گئی۔؟"

"اوہ میرے خدا۔ اس کا یہاں کیا ذکر ہے؟ کیا تعلق ہے؟ یہ کون کہتا ہے کہ اگر کوئی آدمی مارکسسٹ ہے۔ مارکس کی منطق کا قائل ہے تو اس کے لئے مجبور کی طرح سادہ لوح اور بے وقوف بننا بھی ضروری ہے۔ مارکسزم ایک مثبت سائنس ہے۔ حقیقت کی منطق ہے تاریخ کا فلسفہ ہے"

"کیا کہا؟ ۔ مارکسزم ایک سائنس ہے؟ لیکن دیکھو یہ خطرہ مول لینے والی بات ہے۔ اور پھر اس آدمی سے اس پر بحث کرنا جسے وہ جانتا بھی نہیں بہر حال خود کو ایک سائنس کہلانے کے معاملہ میں مارکسزم کی اپنی بنیادیں اور دلیلیں بہت غیر یقینی سی ہیں جن چیزوں کو سائنس کہتے ہیں وہ زیادہ متوازن اور زیادہ واقعیت پسندانہ ہوتی ہیں۔

مارکسزم سے زیادہ خود اپنے ہی مسائل میں الجھی ہوئی اور حقائق سے بعید کوئی دوسری تحریک آج تک میری نظروں سے نہیں گذری۔ عملی امور میں بحثیں، اپنا لو یا نہ اپنانے کی فکر میں ہے اور جہاں تک برسراقتدار لوگوں کا تعلق ہے تو وہ اپنی ہوو خطا سے بریت کی داستان سنوانے کی فکر میں اس درجہ منہمک رہتے ہیں کہ وہ سچائی کو نظرانداز کرنے کی ہر امکانی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سیاست مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ میں ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جنھیں سچائی کی پرواہ نہ ہو۔

ڈاکٹر کی اس تقریر کو سمدیو یاتوف بالکل ایسے سمجھا جیسے کسی ذہین جھگی نے کسی کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی ہو۔ اُسے سب باتیں مسکراتے ہوئے سُنیں اور کوئی تردید نہیں کی۔ ٹرین ابھی تک شنٹنگ میں تھی۔ ہر مرتبہ جب ٹرین روانگی کے مُحل کے قریب پہنچتی تو ایک بڑھیا جس کی پیٹی میں ٹین کا بنا ہوا چھوٹا سا روشن دان تک رہا تھا اور جو سر تیز دبلنے کی ڈبیا پر بھی اپنی بنائی کی چیزیں ایک طرف رکھ کر ذرا جھکتی اور کنڈکٹر کو بلا کر گاڑی کو تھوڑے ہٹنے پر مجبور کر دیتی۔ جب گاڑی پیچھے کو چلتی تو یہ بڑھیا سیدھی بیٹھ کر اسے مُکے دکھانے لگتی۔

سمدیو یاتوف اسے ذاتی طور پر اپنی توہین سمجھا اور کہنے لگا: "یہ بڑھیا ایسا کیوں کر رہی ہے۔ یہ کوئی جانی پہچانی عورت دکھائی دیتی ہے کہیں تم نے سیو تو نہیں۔ نہیں میرا خیال ہے۔ یہ گستاخی نہیں ہو سکتی۔ یہ تو بہت بوڑھی ہے لیکن پھر بھی یہ مجھے کسی بات پر ناراض ہے۔ میرا خیال ہے وہ اس وقت جس پُر آشوب دور سے گذر رہا ہے۔ اور ریلوے میں جو افراتفری مچی ہوئی ہے اس نے غالباً اس ضعیفہ کو بھی مصیبت و ابتلا میں ڈالا ہے۔ اور وہ اب ان حرکتوں سے اس کا غصہ مجھ پر نکال رہی ہے۔ اوہ۔ جہنم میں جائے یہ بڑھیا۔ میں اپنا مغز کیوں کھپاؤں۔"

آخرکار اس عورت نے جھنڈی ہلا دی۔ انجن ڈرائیور نے کے انجینئر سے کچھ کہا اور گاڑی کو سگنلوں سے گذر کر کھلے میں جانے کی اجازت دیدی۔ لیکن جونہی چودھواں ڈبہ اس کے قریب سے گذرا اس نے فوراً ان دونوں آدمیوں کی طرف دیکھ کر جو باتیں کر رہے تھے اور اس کے اعصاب پر سوار تھے انھیں زبان باہر نکال کر ان کا منہ چڑایا۔ سمدیو یاتوف سوچنے لگا کہ آخر یہ کیا قصہ ہے۔!

(۵)

جب اس چلتے ہوئے شہر کے مضافات۔ تیل کی گوں ٹنکیاں تار کے کھمبے اور شہتیروں کے بوڑھ

دور پیچھے رہ گئے اور ان کی جگہ جنگل اور چھوٹے چھوٹے پہاڑیوں نے قدرتی مناظر لے لی اور کبھی کبھی [illegible] پھر دکھائی دینے لگا تو سمتھ نے کہا: "ہمیں اب اپنی جگہ واپس چلنا چاہیئے تھوڑی دیر بعد مجھے گاڑی سے اترنا ہوگا اور اس کے بعد اسٹیشن پر تم لوگ اتر دگے۔ ذرا خیال رکھنا۔ ایسا نہ ہو اسٹیشن گزر جائے اور تم گاڑی میں ہی رہ جاؤ۔"

"میرا خیال ہے تم اس علاقہ سے پوری طرح واقف ہو؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"بالکل اپنے گھر کے عقبی باغ کی طرح۔ اکیس میل تک ہر طرف معلوم ہے۔ میں وکیل ہوں۔ بیس سال سے وکالت کر رہا ہوں۔ اور ہر روز کام کے سلسلہ میں مجھے کہیں نہ کہیں کا سفر کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"کیا اب بھی؟" ——— "ہاں۔ بالکل۔"

"لیکن آج کل تم وکیلوں کے لئے کس قسم کا کام رہ گیا ہے؟"

"ہر قسم کا۔ جو چاہو سمجھ لو۔ پرانے نامکمل سودے۔ تجارتی لین دین اور پھر تجارتی کھوٹوں کی خلاف ورزیاں۔ بہت کام ہے۔ بہت زیادہ۔"

"لیکن کیا اس قسم کی تمام سرگرمیوں کو ختم نہیں کر دیا گیا؟"

"ہاں ہاں۔ نام کو ہی ختم کی گئی ہیں۔ لیکن عملی طور پر لوگوں سے ہر قسم کا کام کرنے کو کہا جاتا ہے بعض اوقات تو باہم مل جل کر خاص طور پر ایسا ہوتا ہے۔ تمام صنعتوں کو قومیانے کا اعلان ہو چکا ہے لیکن اسپیشل سودیت کو اپنے معمن کی ضرورت ہے اور صوبائی اقتصادی کونسل کو بار برداری کا انتظام کرنا ہے۔ اندھا شخص زندہ رہنا بھی چاہتا ہے۔ ہم ایک عجوبی دور سے گزر رہے ہیں جبکہ منطق اور اس پر عمل میں ابھی بہت فرق ہے۔ اس زمانہ میں مجھ جیسے ہوشیار، بااثر اور بارسوخ لوگوں کی ضرورت ہے۔ زیادہ سقراط بننا بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔ میرے والد کہا کرتے تھے کہ کبھی کبھار جھڑپے پڑ جائے تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہوتا۔ اس صوبے کے آدھے آدمیوں کی روزی کا مجھ پر دارومدار ہے۔ کچھ دنوں بعد میں لکڑی کے سلسلہ میں فاریسٹ کنونشن بھی جاؤں گا۔ ابھی نہیں۔ وہاں بغیر گھوڑے کے جانا مشکل ہے اور میرا گھوڑا آج کل لنگڑا رہا ہے۔ اگر ٹھیک ہوتا تو تم لوگ مجھے اس کٹھارا ٹرین پر نہ پاتے جس کے ہیکلوں نے ہڈی پسلی ایک کر کے رکھ دی ہے۔ ذرا اس کی چوٹی چال تو دیکھو۔ اپنے آپ کو زمین کھنچتی ہے۔ میں تمہارے اس میکونتن کو خوب جانتا ہوں۔ وہاں اگر میں تم لوگوں کے لئے بھی کچھ کر سکا

"تمھیں معلوم ہے ہم وہاں کیوں جا رہے ہیں ہم وہاں جا کر کیا کریں گے؟"

"ہاں تھوڑا سا بہت اندازہ تو ضرور ہے۔ انسان کی وہی ابدی اور لازوال تمنا کہ وہ دیہات اور جنگل کے پرسکون ماحول میں رہے۔ اپنا خون پسینہ ایک کر کے محنت مشقت سے روزی کمانے کی خواہش۔"

"تو اس میں کیا برائی ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمھیں یہ ناپسند ہے۔"

"سادہ لوحی اور دیہی منظر کشی کا شوق سمجھ لو۔ مگر آخر کیوں نہ ہو۔ میری ڈھلاہے تم کامیاب رہو۔ ہاں البتہ میں ان تمام باتوں پر ایمان نہیں رکھتا۔ میں اسے بلند خیال رکھنے والوں کی بے عملی سمجھتا ہوں یہ آرٹ اور ضاحی وغیرہ۔"

"تمھارا کیا خیال ہے؟ میکولیتن ہمارا کس طرح استقبال کرے گا۔؟"

"وہ تمھیں وہاں گھسنے تک کی اجازت نہیں دے گا۔ وہ جھاڑو لے کر تمھیں مار بھگانے کے لئے پیچھے دوڑے گا۔ اور اس میں اس کا کوئی قصور بھی نہیں ہوگا۔ بحالات موجودہ وہ پہلے ہی کافی پریشان ہے۔ فیکٹریاں خالی پڑی ہیں۔ مزدور غائب۔ ذرائع آمدنی مسدود۔ آدمی گذارہ کیسے کرے؟ کھانے کو کچھ نہیں رہا۔ اور اوپر سے آپ نازل ہوں گے۔ اگر وہ تمھیں قتل کر ڈالے میں تو جب بھی اسے دوش نہیں دوں گا۔"

"ہوں یہ بات! تم بالشویک ہو۔ اور اس کے باوجود تمھیں اس کا اعتراف ہے کہ اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ حقیقی زندگی نہیں بلکہ پاگل پن اور ایک ڈراؤنا خواب ہے۔"

"بالکل یہی صورت ہے۔ مگر تاریخی اعتبار سے یہ ناگزیر تھا۔ ہمیں اس دور سے تو بہرحال گذرنا ہی تھا۔"

"کیونکر۔ یہ ناگزیر کیوں تھا؟"

"میں کہتا ہوں تم بچے ہو یا بن رہے ہو۔ کیا تم چاند سے نازل ہوئے ہو؟ لالچی۔ پیٹو۔ مفت خور اور طفیلی قسم کے لوگ مزدوروں پر سوار تھے۔ وہ انھیں موت کی طرف لے جا رہے تھے۔ اور تمھارا کیا خیال ہے؟ حالات ایسے ہی رہ سکتے تھے؟ ظلم و زیادتی کے دوسرے طریقوں کو تو خیر چھوڑو۔ قوم ہو ناراض ہے کیا اس کے غصے کو تم حق بجانب نہیں سمجھتے۔ انصاف اور صداقت کی [illegible] اس جذبے

تو کیا تم صحیح نہیں سمجھتے ۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ پارلیمنٹ کے ذریعے کوئی انقلابی تبدیلی ہو سکتی تھی؟ یا پارلیمانی طریقوں سے کیا یہ کنٹیرشپ کے سوال کا اور کوئی حل ممکن تھا؟"

"ہماری بحث بیسویں سے سینکڑوں سال تک بحث کرنے کے بعد بھی ہم ایک دوسرے سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ میں بھی کبھی بہت بڑا انقلابی تھا لیکن اب میرا خیال ہے کہ محض بے رحمانہ طاقت کے بل بوتے پر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ لوگوں کو اچھا بنکر ہی اچھائی کی طرف کھینچا جا سکتا ہے۔ لیکن اس موضوع کو اب چھوڑنا ہی بہتر ہے۔ ہاں تو بھوپی میکولیتسن ـــــ اگر ہمارا وہاں جا کر بھی حشر یہاں جیسا ہے تو پھر ہم آخر جاتی کیوں ہے ہیں۔ ہمیں واپس چلا جانا چاہیئے۔"

"یہ کیا بیہودگی ہے؟ اوّل تو یہ کہ اس حمام میں اور بھی ننگے ہیں۔ ایک میکولیتسن ہی نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ میکولیتسن رحمدل بھی ہے۔ مجرمانہ حد تک رحمدل، ابھی شور کریگا۔ انکار کریگا مقابلہ کریگا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد ہتھیار پھینکنے لگے گا۔ وہ اپنے جسم سے کپڑے اتار کر تمہیں دے دیگا۔ اور روٹی کا آخری ٹکڑا تک تمہارے ساتھ بانٹ کر کھائے گا۔ اس کے بعد سمیونوف یا توف نے زواگو کو میکولیتسن کی پوری کہانی سنائی۔

میکولیتسن کو پچیس سال قبل پیٹرزبرگ سے یہاں آیا۔ کسی زمانہ میں وہ ٹیکنو لوجیکل انسٹی ٹیوٹ میں پڑھتا تھا لیکن اسے جلاوطن کر کے پولیس کی نگرانی میں رکھا گیا۔ وہ یہاں آیا۔ کروگر کے ہاں مزدوری کرلی اور کچھ دنوں بعد اس کی شادی ہوگئی۔ ان دنوں یہاں چار مہینے تھیں ـــــ چیخوف کے ڈراموں سے ایک زیادہ ـــــ تنتے جیسیا خاندان کی لڑکیوں کے نام تھے۔ اگریپینا۔ اورونتیا۔ گلافیرا۔ اور سرافیما۔ بس یوں سمجھو کہ سبھی جوان لڑکے ان لڑکیوں کی فکر میں تھے اور میکولیتسن نے سب سے بڑی بہن سے شادی کرلی۔ جلد ہی ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کے حمق باپ نے جو آزادی کا پجاری تھا اسے لبرٹیس کا نام دیا جو بالکل ہی نئی قسم کا نام تھا۔ لبرٹیس ـــــ مختصراً لیوکا ـــــ زداشوریدہ سر نکلا لیکن اس میں ہر قسم کی خیر معمولی صلاحیتیں تھیں۔ جنگ شروع ہوئی تو وہ پندرہ سال کا تھا۔ اس نے تاریخ پیدائش کے سرٹیفکیٹ میں جعلسازی کر کے اپنی تاریخ بدل ڈالی اور رضاکار بھرتی ہو کر محاذ پر چلا گیا۔ اس کی ماں پہلے ہی ایک دائمی مریض تھی۔ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکی اور پھر بیمار پڑی کہ پھر پلٹ کر نہ اٹھی۔ انقلاب سے ذرا قبل ہی کوئی دو سال پہلے اس کا انتقال ہوگیا۔ جنگ کے خاتمہ پر لیبرٹیس لفٹننٹ بن کر لوٹ آیا۔ وہ قومی ہیرو تھا۔ اسے تین تمغے ملے تھے اور درحقیقت وہ محاذ سے بالکل سرفیدی بالشویک بن کر

آیا تھا جسے اچھی طرح تربیت دی گئی تھی۔ کیا تم نے کبھی فالیسٹ برادری کا نام سُنا ہے۔

"نہیں مجھے افسوس ہے۔ میں نے پہلے یہ نام کبھی نہیں سُنا۔"

"تو اس صورت میں تمھیں یہ کہانی سُنانے سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس طرح تو دھلطف بھی نہیں آئے گا۔ اور ہاں باہر شاہراہ پر پھلے اس طرح ننگے جسم بھی کوئی نہیں آتے آخر آج کل اس شاہراہ میں ایسی کیا خاص بات ہے۔ ہنگامی فوج۔ اور یہ ہنگامی فوج کیا ہے؟ خانہ جنگی کے دوران یہ لوگ تھوس بی فوج کی پشت پناہ ہیں۔ اس فوج میں طاقت کے لئے دو چیزیں سب سے اہم ہیں سیاسی تنظیم جس نے انقلاب کی قیادت سنبھال لی ہے۔ اور معمولی سپاہی جس نے گذشتہ جنگ کے بعد پرانے حکام کے حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ ان دونوں عناصر کی آمیزش سے اس ہنگامی فوج نے جنم لیا۔ اس کی اکثریت درمیانہ قسم کے کاشتکاروں پر مشتمل ہے۔ لیکن اس میں ہر قسم کے آدمی نظر آئیں گے غریب کاشتکار یا بعض بورژوا نیت ترک کر چکے ہیں ملک کسان جو اپنے والدین کے مقابلہ میں برسرِ پیکار ہیں۔ ان میں انتظام پسند بیت اور غریب لیگ بھی جن کے کوئی سیاسی نظریات ہی نہیں اور اسکولوں سے نکالے ہوئے وہ لڑکے جنھوں نے کسی نہ کسی میں ہی لڑکیوں کا تعاقب کرنا شروع کر دیا تھا اور پھر جرمنی اور آسٹریا کے وہ جنگی قیدی بھی ہیں جنھیں آزادی اور وطن واپس بھیجنے کے سبز باغ دکھائے گئے ہیں۔ ہاں تو اس عظیم فوج کے ایک دستہ کا نام "فالیسٹ برادری" ہے اور اسکی کمان کا مریڈ فارسیٹر کرتا ہے اور یہ کامریڈ فارسیٹر دراصل لیو کا یعنی لبرتیس آدر کیوف ہے جو آدولی استیپا فوج میکولتین کا بیٹا ہے۔"

"نہیں تو! کیا واقعی؟"

"ہاں بھئی ہاں! اچھا تو سنو۔ میکولتین نے اپنی بیوی کی وفات کے بعد پھر شادی کر لی۔ اس کی دوسری بیوی ایلینا پروکوفنا بھی اسکول میں پڑھاتی تھی کہ اس کی شادی ہو گئی۔ وہ طبعاً سادہ لوح تو ہے مگر کچھ تصنع سے بھی کام لیتی ہے۔ حالانکہ وہ کانی کم عمر ہے مگر خود کو اس سے بھی زیادہ کم عمر ظاہر کرتی ہے۔ بچوں کی طرح منہ بنا کر باتیں کرتی ہے چھپاتی ہے چھوٹی بچیوں کا سا رویہ ہے۔ بے فکری ایسی جیسے وہ باغ کی تتلی ہو۔ جونہی آپ کو دیکھے گی فوراً آپ کا امتحان لینا شروع کر دیگی۔ سوشدت کب پیدا ہوا؟ مشلتوں کی مساوات کی شرائط کیا ہیں؟ اور اگر کہیں آپ جواب نہ دے سکے تو پھر خوش ہو کر چلتے بنے گی۔ ابھی چند گھنٹوں بعد تم خود سب کچھ دیکھ لوگے۔

اور یہ بڑے میاں بھی بہت سی خصوصیات کے حامل ہیں۔ وہ دراصل ملاح بننا چاہتا تھا۔ اسی لئے اس نے جہازوں کی انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ داڑھی مونچھ صاف۔ منہ سے کبھی پائپ نہیں نکالتا۔ آہستہ دوستانہ لہجہ میں اپنے دانتوں کی درزوں میں سے آواز نکالتا ہے۔ عام پائپ والوں کی طرح اس کا نچلا جبڑا بھی باہر نکلا ہوا ہے۔ اور آنکھیں بھوری اور بے جان۔ ہاں ایک خاص بات تو بتانا بھول ہی گیا۔ خیر سے سینٹل انقلابی ہے اور سابق دستور ساز اسمبلی کا علاقائی نمبر منتخب ہوا تھا۔"

"اے واقعی؟ یہ تو بہت اہم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ باپ بیٹا ایک دوسرے کے سیاسی دشمن ہیں۔"

"کہنے کو تو ہیں لیکن عملی طور پر نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فارسیٹ کے دستے نے ذاری کینو پر کبھی حملہ نہیں کیا۔ ہاں تو کہانی پوری کرنا تو بھول ہی گیا۔ تمت سیمیونا خاندان کی باقی ماندہ ممبر نہیں یعنی پہلی شادی کی بیوی سکونتین کی سالیاں اب تک یورپ ہی میں رہتی ہیں۔ سب کی سب مسلمہ غیر شادی شدہ لیکن زمانہ بدل گیا ہے اور یہ لڑکیاں بھی۔ سب سے بڑی اور دوسری پبلک لائبریری کی لائبریرین ہے۔ رنگ گہرا خوبصورت۔ بے حد شرمیلی۔ ذرا سے اشتعال پر شرما کر رنگ گلنار کی طرح ہو جاتا ہے۔ لائبریری میں اس کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ یہاں معتبرہ کی سی خاموشی رہتی ہے اور لڑکی نزلہ زکام کی دائمی مریض۔ بعض اوقات تو چھینکوں کا وہ دورہ پڑتا ہے کہ الامان۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی مارے شرم کے زمین میں گڑی جا رہی ہے۔ سخت بدحواس۔ دوسری گلافیرا سیمیونوفا خاندان کے لئے باعث برکت ثابت ہوئی۔ بڑی چلتی پرزہ۔ بہترین کاریگر۔ عمدہ کاکن۔ اسے پرواہ نہیں۔ کوئی بھی کام کر رہی ہے کہا جاتا ہے لیوکا یعنی کامریڈ فارسیٹر اس کے پیچھے دیوانہ ہے آج وہ درزن ہے اور کبھی مزدوروں کے کارخانے میں کام کر رہی ہے اور اس سے قبل کہ آپ کو یہ بھی معلوم ہو کہ آپ کہاں ہیں وہ ہیئر ڈریسر بن چکی ہوگی۔ تم نے سوچ پر اس عورت کو دیکھا ہوگا جو ہمیں مکے دکھا رہی تھی۔ خدا کی قسم میں یہ سوچنے لگا تھا کہ کہیں گلافیرا تو ریوے میں کام کرنے نہیں آگئی۔ لیکن میرا خیال ہے یہ گلافیرا نہیں تھی وہ عورت تو بہت معمر تھی۔ اور اب رہی سب سے چھوٹی شموشکا! یہ گھر والوں کے لئے مصیبت بنی ہوئی ہے۔ تعلیم یافتہ لڑکی۔ بہت اچھا مطالعہ۔ شاعری اور فلسفے سے گہرا شغف تھا لیکن انقلاب کے بعد عام فلاح و بہبود۔ تقریروں اور مظاہروں کے باعث اس کا دماغ چل

گیا ہے۔ اسے مذہب کا جنون ہو گیا ہے۔ دوسری بہنیں جب کام پر جاتی ہیں تو اسے تالا لگا کر گھر میں بند کر جاتی ہیں۔ لیکن وہ کھڑکی کے راستے گھر سے نکلی اور یہ جا وہ جا۔ لوگوں کو جمع کیا اور لگی حضرت عیسیٰ کے ظہور ثانی اور دنیا کے خاتمہ کی تبلیغ کرنے۔

اچھا میرا خیال ہے اب مجھے باتیں بند کر دینی چاہئیں۔ یہ آ گیا میرا اسٹیشن۔ اس کے بعد تمہارا اسٹیشن ہے۔ تیار ہو جاؤ۔" سمدویا تو ف کے جانے کے بعد اینتونینا الیگزینڈروونا نے کہا "پتہ نہیں تمہاری کیا رائے ہے بہرحال میں تو سمجھتی ہوں کہ خدا کی طرف سے یہ آدمی ہماری رہنمائی کے لئے مامور تھا۔ میرا خیال ہے ہماری زندگی میں یہ کوئی بہتر کر داری ادا کرے گا۔"

"بہت ممکن ہے۔ تو نچکا لیکن مجھے اس بات کی فکر ہے کہ یہاں ہر کوئی تمہیں پہچان رہا ہے کہ تم کر دگر کی نواسی ہو۔ اور یہاں کر دگر سب کو اچھی طرح یاد ہے۔ حتیٰ کہ اسٹریلیکوف کو بھی۔ میں نے وائیکنیز کا نام لیا ہی تھا کہ ایکدم کہنے لگا کر دگر کے وارث تو نہیں ہو؟ مجھے اصل میں اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ ہم اسکیم سے اتنی دور صرف اس لئے آئے ہیں تاکہ دوسروں کی نگاہوں سے بچ کر یہاں امن اور چین سے دن گذار سکیں۔ لیکن یہاں تو ہم اسکیم سے بھی زیادہ خیالیاں رہیں گے خراب کیا ہو سکتا ہے۔ اب کھیت چگ جانے کے بعد پچھتانے سے کیا فائدہ؟ لیکن بہتر یہی ہوگا کہ ہم خاموشی میں رہیں اور خاموشی کے ساتھ۔ بحیثیت مجموعی میں کوئی زیادہ خوش نہیں ہوں۔ غالباً ہم پہنچ ہی گئے۔ چلو دوسروں کو جگا کر اترنے کی تیاری کریں۔

(۷)

اینتونینا الیگزینڈروونا تو فیا نائیہ ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر کھڑی اپنے خاندان اور سامان کے تگ بار یا گن رہی تھی کہ کہیں کوئی گاڑی میں تو نہیں رہ گیا۔ پلیٹ فارم کی بھی ہوئی برف مخملی کے ساتھ اس کے پاؤں کی گرفت میں تھی لیکن اس پر ابھی تک یہ اندیشہ مسلط تھا کہ کہیں وہ اسٹیشن پر اترنے سے رہ جائیں۔ جماعتی سامنے خاموش کھڑی تھی۔ مگر اس کے کانوں میں چلتی گاڑی کے پہیوں کی کھٹاکھٹ کی آوازیں برابر گونج رہی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ صحیح طور پر دیکھ سکتی تھی۔ نہ سن سکتی تھی اور نہ سوچ سکتی تھی گاڑی کے ڈبے میں موسا فر آگے جانے والے تھے وہ ہاتھ ہلا ہلا کر اسے خدا حافظ کہہ رہے تھے لیکن اس نے ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ نہ ہی اس نے یہ دیکھا کہ گاڑی اب چل پڑی۔ اس کا

احساس اسے اس وقت ہوا جب اس نے لائن کے پار سامنے ہرے بھرے کھیتوں اور نیلے آسمان کو دیکھتے ہوئے محسوس کیا کہ لائن خالی ہے۔ یہ سٹیشن پتھر کا بنا ہوا تھا اور دروازہ کے دونوں طرف بنچیں تھیں۔ تو فیا نیم پر نہ اگو کے خاندان کے علاوہ اور کوئی مسافر نہیں اترا۔ انھوں نے اپنا سامان ایک طرف رکھا اور خود بنچوں پر بیٹھ گئے۔

اسٹیشن کی خاموشی۔ خالی پن اور صفائی دیکھ کر انھیں بہت حیرت ہوئی۔ اسٹیشن کو گھورنے والے سینکڑوں افراد کے ہجوم میں گھرا ہوا نہ دیکھ کر انھیں عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دردوازکی اس دیہی زندگی سے ابھی تارنج بہت پیچھے ہے۔ ابھی یہاں بڑے شہروں والی بربریت نہیں پہنچی تھی۔

یہ اسٹیشن صنوبر کے ایک جنگل کے درمیان واقع تھا۔ گاڑی اسٹیشن میں آئی تو پتوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اب ساکت درختوں کا سایہ ان کے ہاتھوں، چہروں، زمین پر، اسٹیشن کی دیواروں اور چھتوں پر اور پلیٹ فارم کی صاف۔ نم اور زرد ریت پر تیر رہا تھا۔ درختوں کے اس جھنڈ میں خنکی محسوس ہو رہی تھی اور تو اور پرندوں کا کلبلاہٹ خنک محسوس ہوتا تھا۔ بالکل واضح اور معصومیت کی طرح خالص پرگانا جنگل کی خاموش فضا کو چیرتا ہوا ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنائی دے رہا تھا۔ اس گونج سے دو راستے گذرتے تھے۔ ایک ریل کا۔ اور دوسرا ایک دیہاتی سڑک کا۔ دونوں پر دور دور درختوں کی ٹہنیوں کا سایہ رہتا جو لمبی آستینوں کی طرح جھولتی رہتیں۔ اچانک انتونینا الیگزیندروونا کی آنکھیں کھل گئیں اور کان بھی۔ اسے فوراً ہر چیز کا پورا احساس ہونے لگا۔ چہچہاتے ہوئے پرندوں کی پکار جنگل کا سکون اور مسلسل بہتی ہوئی خاموشی کے سکوت کا احساس۔ اس نے دل ہی دل میں ایک تقریر تیار کر لی تھی مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ ہم واقعی یہاں تک بخیریت پہنچ جائیں گے۔ یہ جو تمھارا اسٹریلنکوف ہے نا جانتے ہو وہاں بڑی فراخدلی کا ثبوت دینے کے بعد یہاں اسٹیشن پر اترتے ہی ہماری گرفتاری کا آرڈر دے سکتا تھا۔ میرے پیارے! میں ان کے اعلیٰ جذبات کا اعتبار نہیں کر سکتی۔ یہ بالکل مصنوعی معلوم ہوتے ہیں۔" لیکن اس کے سامنے جو منظر تھا اسے دیکھتے ہی بالکل مختلف قسم کے الفاظ اس کی زبان سے نکلے۔ وہ تقریباً چیخ کر بولی: اوہ۔ کتنا خوبصورت! اس کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کے آنسو نکل آئے اور آواز اس کے گلے میں اٹک کر رہ گئی۔ وہ رونے لگی۔

اس کے رونے کی آواز سن کر ایک بوڑھا سا آدمی اسٹیشن ماسٹر کی وردی پہنے ان کے پاس آیا۔ اپنی ٹوپی کے بالائی سرے کو چھوتے ہوئے اس نے انتہائی خوش اخلاقی کے ساتھ پوچھا: "کیا نوجوان خاتون کو کوئی مسکن دوا کھائی گی؟ ہماری ادویات کی پیٹی میں کوئی نہ کوئی سکون بخش دوا ضرور نکل آئے گی۔" تو نیلے کے والد نے کہا: "بہت بہت شکریہ۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ ایک منٹ میں یہ ٹھیک ہو جائے گی۔"

"ہاں سفر کی صعوبتوں اور تشویش سے ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ سب جانتے ہیں۔ اور پھر یہ افریقہ جیسی گرمی۔ جو اس علاقہ کے لئے بالکل نئی چیز ہے۔ مزید برآں یورپ کے واقعات کا تو کہنا ہی کیا ہے:"

"ہاں ہم نے ٹرین میں وہاں سے گذرتے ہوئے آگ لگی دیکھی تھی۔"

"اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو میرا خیال ہے آپ وسطی روس کے رہنے والے ہیں:"

"ہم قلب روس کے رہنے والے ہیں۔"

"ماسکو۔ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ جبھی تو اس خاتون کے اعصاب اس بری طرح متاثر ہیں۔ کہتے ہیں وہاں تو ایک پتہ تک بھی صحیح سالم نہیں بچا۔"

"نہیں — وہاں حالت اتنی تو خراب نہیں تھی۔ لوگ مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ تاہم وہاں بھی ہم نے بہت برے دن دیکھے۔ یہ میری بیٹی ہے۔ وہ میرا داماد۔ اور یہ ان کا ننھا بیٹا۔ اور یہ ہے اس کی نرس نیوشا۔"

"کہئے کیسے مزاج ہیں۔ بہت خوشی ہوئی آپ سے ملکر۔ میں تو آپ کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ انعیم انعیموویچ سمدیوانوف نے مجھے ٹیلیفون کیا تھا کہ ماسکو سے ڈاکٹر زواگو اپنے خاندان سمیت یہاں پہنچ رہے ہیں۔ اس نے کہا تھا کہ میں آپ کی ہر طرح سے مدد کروں۔ تو آپ ہی ڈاکٹر زواگو ہیں۔ صحیح ہے نا؟"

"نہیں نہیں۔ ڈاکٹر زواگو میرا داماد ہے۔ وہ رہا۔ میں ویسے اقتصادیات کا پروفیسر ہوں میرا نام گرومیکو ہے۔"

"معاف کیجئے۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔ آپ لوگوں سے متعارف ہو کر میں بے حد مسرور ہوں:"

"تو تم بھی سمندر یا تودہ کو جانتے ہو؟"

"اسے کون نہیں جانتا۔ عجیب و غریب کارکن ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر وہ نہ ہوتا تو ہم کیا کرتے وہ نہ ہوتا تو ہم ایک عرصہ پہلے مرکھپ چکے ہوتے۔ اس نے کہا تھا کہ میں آپ کی ہر ممکن مدد کروں۔ تو کیا آپ کو گھوڑے یا کسی اور چیز کی ضرورت ہے؟ آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"واری کینو! یہاں سے کافی دور ہے۔"

"واری کینو — یہ بات ہے۔ جبھی تو میں سوچ رہا تھا کہ تمھاری بیٹی کی شکل و شباہت کو مجھ سے کس کی یاد آئی تھی — ہوں — تو واری کینو جانا ہے۔ سب سمجھ گیا۔ بوڑھے کروگر اور میں نے مل کر یہ سڑک بنائی تھی۔ میں ابھی گھوڑے کا انتظام کرتا ہوں۔ میں اپنے آدمی کو بلا کر پوچھتا ہوں اگر کوئی چھکڑا مل جائے تو بہتر ہے۔ دونات! دونات! فی الحال یہ سامان اٹھا کر ڈرائنگ روم میں رکھ دو۔ اور گھوڑے کا کیا ہوا۔ چلئے خانہ میں جا کر پوچھو تو۔ آج صبح وہ باکوس یہاں چھڑیاں ٹھونک رہا تھا دیکھنا وہ وہاں ہے یا نہیں — کہنا واری کینو جانے کے لئے چار مسافر آئے ہیں۔ نو وارد ہیں — کہنا ان کے پاس سامان بھی برائے نام ہی ہے۔ جلدی کرو۔ ہاں تو خاتون — کیا میں تمھیں کوئی برادرانہ نصیحت کر سکتا ہوں؟ میں نے دانستہ تم سے نہیں پوچھا کہ ایوان انستوف سے تمھارا رشتہ کتنا قریبی ہے اس سلسلہ میں کوئی بات کرو تو بہت محتاط ہو کر۔ آج کل کے ایسے زمانہ میں تم ہر کسی کے ساتھ کھل کر باتیں نہیں کر سکتی۔" باکوس کا نام سنتے ہی مسافروں نے حیرت کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ انھیں اس ناقابل یقین لوہار کے متعلق انیا اور دونا کی کہانیاں یاد آگئیں۔ جس نے اپنے لئے لوہے کی ایسی انٹریاں بنا رکھی تھیں جنھیں کبھی تباہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ انہوں نے انیا اور دونا سے اس کے متعلق اور بھی کئی مقامی روایات سن رکھی تھیں۔

(۸)

چھکڑے میں ایک اسفید رنگ کی گھوڑی جوتی گئی جس کے ابھی حال ہی میں بچہ ہوا تھا۔ کوچوان ایک بوڑھا آدمی تھا جس کے کان کٹے ہوئے اور بال پریشان تھے۔ وہ کچھ بہرا ہوا تھا۔ ہر چیز سفید تھی۔ پیٹر کے چھکڑے کے بنے ہوئے نئے جوتوں کا رنگ ابھی گہرا نہیں ہوا تھا اور اس کی مخمل کی قمیض اور پتلون کا رنگ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ بالکل اڑ چکا تھا۔ گھوڑی کا بچہ چھوٹے قد کا تھا۔ اس کی ایالیں

گھنگھریالی اور رات کی طرح سیاہ تھیں۔ وہ ایک رنگین کھلونے کی طرح اپنی نرم ٹانگوں سے دولتیاں چلاتا ہوا اپنی ماں کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ راستے کے کیچڑ میں گاڑیوں کے پہیوں سے جو نالی سی بنی ہوئی تھی۔ اس پار ہر آدمی پہیوں کے چلنے سے سخت بچ گئے۔ اور ان سے بچنے کے لئے مسافر گاڑی کے کناروں کو تھامے بیٹھے تھے ویسے یہ لوگ مطمئن تھے۔ ان کے خواب کی تعبیر سامنے تھی۔ اب ان کا بیڑا سفر ختم ہونے والا تھا۔ دن کے یہ آخری لمحات بہت اطمینان سے آہستہ آہستہ گذر رہے تھے۔ جیسے اس لمحہ کی شان و شوکت کو دانستہ طوالت دے رہا ہو۔ کبھی یہ لوگ گھنے جنگل سے اور کبھی کھلے کھیتوں سے گذرتے جنگل میں جب جھکڑ درختوں کی جڑوں پر سے گذرتا تو یہ شدید جھٹکا لگتا ان کے ماتھے پر بل پڑ جاتے۔ وہ دوہرے ہو جاتے۔ اور پھر ایک دوسرے سے اور قریب ہو کر بیٹھ جاتے۔ کھلے میں پہنچتے ہی وہ سیدھے بیٹھ جاتے اور اطمینان کا سانس لیتے۔ یہ علاقہ پہاڑیوں سے پٹا پڑا تھا۔ دور سے یہ پہاڑیاں سیاہ دکھائی دیتیں۔ متکبر سائیوں کی طرح۔ خاموشی کے ساتھ مسافروں کا جائزہ لیتے ہوئے۔ ایک اطمینان بخش گلابی روشنی کھیتوں میں ان کے پیچھے دکھائی دیتی جو انھیں امید کا پیغام دے رہی تھی شام کے اس خوبصورت منظر پر یہ سب لوگ حیرت زدہ ہو گئے۔ ان کے عجیب و غریب بوڑھے کوچوان کی مسلسل باتوں نے تو انھیں اور بھی حیرت میں ڈال دیا جس کی تقریر میں الفاظ کی جگہ بندش قدیم رسمی وضع داری۔ تاتاری محاورے اور مقامی بولیاں اس کی اپنی غیر واضح اختراعات کے ساتھ عجیب تاثر پیدا کر رہی تھیں۔

جب بھی گھوڑی کا بچہ پیچھے رہ جاتا تو گھوڑی رک جاتی۔ اور اس کا انتظار کرتی۔ بچہ ہر دفعہ کی طرح کودتا ہوا خوبصورت انداز میں اس سے آملتا اور اپنی بھدی لمبی ٹانگوں کے ساتھ اس کے بہت قریب آجاتا۔ اپنی لمبی گردن تان کر چھوٹے سر کو گاڑی کے بم کے نیچے سہلانے کے لئے [illegible] نہیں سمجھ سکتا۔ اینٹونیسا ایگنیز نیدرووفا نے اس ڈر سے کہ کہیں گاڑی رکے کسی اپنی تک جھٹکے اس کی زبان دانتوں میں آکر نہ کٹ جائے آہستہ سے چیخ کر اپنے شوہر سے کہا کہ یہ ہی بوڑھا ہو سکتا ہے جس کے بارے میں اتنی باتیں قصے کہانیاں سنایا کرتی تھی بچپن میں یاد ہے [illegible] بار کا قصہ جس کا ایک الائی میں پیٹ پھٹ گیا تھا اور اس نے [illegible] تھیں۔ وہی لوہے کا پیٹ والا بوڑھا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ محض [illegible]

اسی آدمی سے ت!

کیا یہ وہی بوڑھا ہے؟

نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اوّل تو جیسا کہ تم خود کہہ ہی نہیں چکے ہو یہ محض ایک روایت ہے اس کے سوا کچھ نہیں اور پھر اس نے جب ہمیں یہ کہانی سنائی تھی تو اس وقت کہا تھا کہ یہ کہانی کوئی سو سال سے بھی زیادہ پرانی ہے۔ ہاں مگر دیکھو۔ اتنا زور سے نہ بولو۔ ہم اس بوڑھے آدمی کے جذبات کو مجروح کرنا نہیں چاہتے:

"اے فیدو دور نفیدوق" بوڑھے نے گھوڑی کو مردانہ نام سے پکارا حالانکہ اسے اور تمام مسافروں کو معلوم تھا کہ یہ گھوڑا نہیں بلکہ گھوڑی ہے۔ "لعنت ہو اس گرمی پر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آلِ ابراہیم آتشِ نمرود میں جل رہی ہے۔ مجھے شیطان میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ اس کے بعد وہ اچانک پرانے نغمیت گنگنانے لگتا جو کوزہ گر کے سابق کارخانوں کے مزدور گایا کرتے تھے۔

"الوداع اے کارخانے الوداع ——

الوداع اے مشینوں اور کانوں الوداع۔

مالک کی روٹی اب ہمیں لئے باسی ہو چکی ہے

اور میں صرف پانی پیتے پیتے تنگ آچکا ہوں۔

دریا کے کنارے کے قریب ایک ہنس تیر رہا ہے۔

اس کے تیرنے سے پانی میں لہریں پڑ رہی ہیں۔

شراب میرے قدموں کو نہیں ڈگمگاتی۔

بلکہ میرے قدم لڑکھڑاتے ہوئے ہیں کہ فوجیں جا رہا ہے۔

لیکن میں کبھی غلطی نہیں کر سکتا۔

میں بیوقوف نہیں ہوں۔

میں سپاہی کے شہر جاؤں گا۔

اور وہاں سیتیتو بچھے کارخانے میں کام کروں گا۔"

"اے گھوڑے ہے۔ تم پر خدا کی مار۔ ذرا اس مردار کو تو دیکھو۔ میں اسے چابک لگاتا ہوں اور یہ منہ موڑ کر مجھے دانت دکھا رہا ہے۔ اے فیدو یا نفیدو۔ کیا بھاگنے کا ارادہ ہے؟ بینگی بہت کر لیا ہے اس کا

تمھیں کہیں سر انہیں ملے گا اس میں بسنے والے کسانوں کا شمار بھی بہت مشکل ہے۔ "فادیسٹ برادرھڈ" بھی اسی میں رہتے ہے۔ اونہوں! ۔۔۔ دنیا نفیدیا۔ تم پھر رگ گئے شیطان۔ کوچوان نے یہ خرافات بکتے بکتے اچانک مڑکر اینتونیٹا ایگزینیدروونا کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔

"نوجوان خاتون۔ کیا واقعی تمھارا خیال یہی ہے کہ میں تمھیں نہیں جانتا۔ بڑی بھولی ہو ننھی سی ہاں میں سمجھتا ہوں۔ لڑکے تمھیں نہ پہچان سکیں تو مجھے موت آجائے۔ میں نے تمھیں فوراً پہچان لیا تھا۔ لیکن مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا تھا۔ ارے تم تو گرگچوف اگر رگ کے لئے کوچوان کا دیا ہوا نام) کا جیتا جاگتا مجسمہ ہو۔ کیا تم اس کی نواسی نہیں ہو۔ ہو یا نہیں؟ ارے اگر گرگچوف کے خاندان کے لوگوں کو میں نہیں پہچانوں گا تو کون پہچانے گا؟ میں نے ساری عمر اس کے ساتھ کام کیا ہے۔ اس کے لئے ہر کام کیا۔ کانوں میں جنگل کا دارو قہ رہا۔ زمین پر دھرے کی چکر کہنی چلائی۔ اور اصطبل میں بھی کام کیا۔ او گھوڑی چھپو چلو۔ پھر رگ گئی جیسے تانکیں ٹوٹ گئی ہوں اس کی۔ ارے گھوڑی سن رہی ہو۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں:

"ہاں۔ تو بھی تم پوچھ رہی تھیں کہ کیا میں وہی لوہار باکوس ہوں۔ ننھی نینی ماں۔ تم بہت ہی بھولی ہو۔ اتنی بڑی نیلی آنکھوں والی مغرور خاتون۔ مگر نرری احمق۔ تمھارا جو باکوس۔ مطلب نانا اس کا نام تھا پوستانوگوف پوستانوگوف۔ لوہے کے پیٹ والا۔ اسے انتقال کئے کوئی پچاس سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے لیکن میرا نام میکونوشن ہے۔ ہمارے عیسائی نام وہی ہیں، البتہ خاندانی نام مختلف ہیں۔ آہستہ آہستہ اس بوڑھے سے بھی ان لوگوں کو میکونیتین اور اس کی بیوی اور بیٹے کے متعلق وہی باتیں معلوم ہوئیں جو سمندر یوناتوف بتا چکا تھا۔ وہ ان میاں بیوی کو میکونچ اور میکونیحا کہا کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ آخر الذکر مینجر کی دوسری بیوی ہے پہلی بیوی تو بالکل فرشتہ تھی فرشتہ۔ جب اس نے ہنگامی فوج کے افسر لیفرنیس کا ذکر کیا اور اسے معلوم ہوا کہ اس کی شہرت ابھی ماسکو تک نہیں پہنچی اور وہاں کوئی "فادیسٹ برادرھڈ" سے واقف نہیں ہے تو اسے اس کا یقین نہیں آتا تھا۔

"کیا کہا؟ انھوں نے کبھی کامریڈ فادیسٹ کے بارے میں نہیں سنا۔ تو پھر ماسکو والوں کے کان ہیں کس لئے؟ اب شام ہو چکی۔ ان کے سائے طویل سے طویل تر ہو کر ان سے آگے بھاگتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اسی وقت ان کا چھکڑا ایک سیاہ میدان سے گذر رہا تھا جہاں درختوں کا نام و نشان تک نہ تھا۔ کہیں کہیں کچھ جھاڑیاں دکھائی دے جاتی تھیں یا بید کے چھوٹے درخت یا گوکھرو کے پودے

چھوٹوں کے گچھوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ پہاڑی چوٹیوں پر ذرا ذرا فاصلے پر عجیب و غریب ہیئت کے نشیب و فراز کو دیکھ کر یہ گمان ہوتا تھا کہ یہ میدان کی حفاظت کرنے والے چوکیدار ہیں وہ سے ہیں ان کے سامنے بہت دور میدان اونچی پہاڑیوں کے ایک سلسلے سے ملا ہوا تھا۔ مشرق کے پار یہ پہاڑیاں بالکل دیوار کی طرح دکھائی دے رہی تھیں جس کے پار شاید کوئی گھاٹی تھی یا ندی نالہ۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے سامنے آسمان شہر پناہ کے گھیرے میں ہے اور یہ مشرق اس کے صدر دروازہ تک جاتی ہے۔ اب زمین کی سطح بلند ہو رہی تھی اور سامنے چوٹی پر قریب ہی ایک منزلہ سفید مکان دکھائی دیا۔ وہ دیکھو چوٹی پر۔ یہ ہے وہ مکان جہاں تم لوگ جا رہے ہو: باکوس نے کہا: میکولچ اور اس کی بیوی وہیں رہتے ہیں اور اس کے نیچے ایک تنگ گھاٹی ہے جسے مشتما کہتے ہیں۔ اچانک سامنے پہاڑی سے دو گولیاں چلنے کی آواز پھر پہاڑیوں میں اس کی گونج سنائی دی۔

"یہ کیا ہے۔ کہیں ہنگامی فوج والے ہم پر گولیاں تو نہیں چلا رہے۔ اچھے داداؔ"

"نہیں بیٹی نہیں ــــ یہ تو استیفانک ہے جو مشتما میں بھیڑیوں کو مارنے کیلئے گولیاں چلا رہا ہے"

(۹)

میکولچین سے ان کی پہلی ملاقات منیجر کے مکان کے احاطے میں ہوئی۔ یہ بڑا تکلیف دہ منظر تھا جو کہ خاموشی سے شروع ہو کر شور و غل اور ہنگامہ میں تبدیل ہو گیا۔ ایلینا پر دکلونا ذرا جنگل میں چہل قدمی کر کے احاطے کے گرد گھر واپس آ رہی تھی۔ جنگل میں ایک درخت سے دوسرے درخت تک کے وقت آفتاب کے وقت اس کے بالوں جیسی سبزی کرنیں اس کے ساتھ چلی آ رہی تھیں چہل قدمی کر کے اسے پسینہ آ گیا تھا اور وہ رومال سے منہ پونچھنے لگی۔ اس نے گرمیوں کا ہلکا لباس پہن رکھا تھا اور اس کی تنکوں کی ٹوپی پیچھے کی طرف۔ اس کے برہنہ گلے سے الاسٹک کے ذریعے ٹنگی ہوئی تھی۔ ادھر دوسری طرف اس کا شوہر جیالی گھاٹی پر چڑھ کر آیا تھا۔ اس سے ملنے کے لئے ادھر آ رہا تھا۔ بندوق اس کے ہاتھ میں تھی جس میں کوئی خلل محسوس کر کے وہ اس کی صفائی کرنا چاہتا تھا اور اس پرسکون پس منظر میں اچانک اپنا نگ ہوا دھماکہ اور اس پر سوار نوواردو مسافروں کو لے کر گاڑی وہاں پہنچا جس کو میکولچ ــــ اس کی بیوی دونوں حیران رہ گئے۔ مسافر پھاٹک سے نیچے اترے اور اگر بینہ

الیگزیئی رودتزوف کھنکارتے، ہنستے کبھی ہیٹ اتارتے اور پھر دوبارہ سر پر رکھتے ہوئے صورت حال کی وضاحت شروع کی۔

نوواردوں کو دیکھ کر ان کے میزبانوں کے تو ہوش جاتے رہے۔ اور وہ واقعی کئی منٹ تک خاموش کھڑے اجنبیوں کا منہ تکتے رہے۔ یہی حال ان کے پُرخلوص، بےتکلف اور عزیز مہمانوں کا بھی تھا۔ جو مارے شرم کے ڈوبے جا رہے تھے۔ جولوگا اس عجیب و غریب منظر سے بزعم خود متعلق تھے ان کے علاوہ ساشنکا۔ نیوشا اور باکوس کا بھی کچھ یہی حال تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھڑی کو بھی ان کی اس تکلیف دہ پریشانی کا علم ہو گیا۔ اس کے بچے کو بھی عزیب بنتے ہوئے سورج کی کرنوں کو۔ اور ان مچھروں کو بھی جو ایلیا پیدکو ذلک کے گرد چکر کاٹ کر اس کے چہرے اور گردن پر بیٹھے مستانہ ہے تھے۔ آخر کار میکو یتین نے اس سکوت کو توڑا "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ میں کبھی نہیں سمجھوں گا۔ تم اس علاقہ کو کیا سمجھتے ہو؟ یہ جنوبی علاقہ جہاں سفید روسی آباد ہیں کیا یہاں روٹی بہت ملتی ہے؟ تم لوگوں نے ہمارے یہاں ہی آنا کیوں پسند کیا؟ ساری دنیا کو چھوڑ کر آخر تم لوگ یہاں کیوں آن کر مرے ہو؟"

"ہاں! کیا تم نے یہ بھی سوچا کہ اب بچارے ایوکی استیپانووتح پر کتنی ذمہ داری عائد ہو جائے گی؟"

"بیچ میں مت بولو۔ لینوچکا۔ ہاں وہ ٹھیک تو کہتی ہے۔ تم نے سوچا ہے کہ تم لوگ ہمارے لئے کتنا زبردست بار ثابت ہو گے؟"

"خدا کے لئے۔ ذرا ہماری بھی تو سنو۔ تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم تمھاری زندگی میں مداخلت کرنے نہیں آئے۔ ہم تمھاری پُرسکون زندگی کو تباہ کرنے تو نہیں آئے۔ ہمیں تو بہت ہی چھوٹی سی چیز چاہیئے۔ بس کسی خالی یا شکستہ عمارت کا ایک ذرا سا کونا۔ اور تھوڑی سی افتادہ اراضی جسے بنجر سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہو جس کی اب کسی کو ضرورت نہ ہو۔ تاکہ ہم اس میں سبزیاں اُگا سکیں۔ اور ہم چھپ کر ذرا جنگل سے لکڑیوں کا ایک گٹھا بھر کر لے آئیں گے۔ کیا اتنی سی درخواست کوئی بہت بڑا مطالبہ ہے۔ کیا اس سے تمھیں پریشانی ہوگی؟"

"سچ کہتے ہو۔ لیکن یہ دنیا بہت وسیع ہے۔ اس کا ہم سے تعلق؟ کسی دوسرے کی

بجائے آخر یہ اعزاز مہمان نوازی ہمیں ہی کیوں جتلایا جا رہا ہے؟"

"کیونکہ ہم نے تمہاری تعریف سنی تھی۔ اور ہمیں امید تھی کہ تم نے بھی ہمارے بارے میں سنا ہوگا ہم سمجھے تھے کہ ہم بالکل ہی اجنبیوں کی طرح یہاں نہیں آئے۔"

"ہوں! تو یہ اشارہ کروگر کی طرف ہے۔ کیونکہ تم اس کے رشتہ دار ہو۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اس نازک زمانہ میں تم کروگر کے رشتہ دار ہونے کا اعتراف تک کیسے کر سکتے ہو؟"

"میرا خیال ہے تم سمجھے نہیں۔ یہی تو بات ہے۔ تم لوگ چونکہ کروگر کے رشتہ دار ہو اس لئے تمہیں تو بطور خاص یہ چاہیئے کہ ہمیں یہ مہمان نوازی کا اعزاز بخشنے کی کوشش نہ کرو۔"

"لیونچکا بیچ میں مت بولو۔ لیکن ہاں۔ میری بیوی ٹھیک تو کہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تم چونکہ کروگر کے رشتہ دار ہو اس لئے تمہارا یہاں آنا تو اور بھی غلط ہے۔"

سمدویاتوف نے سیکولنسن کی جو تصویر کھینچی تھی ابھی تک اسے اس سے ملنے کی آئندہ توقع کو فرصت ہی نہیں ملی تھی۔ تیز گفتاری کے درمیان ڈاکٹر کو اس کا خیال ہی نہیں رہا۔ لیکن جب ذرا بات ٹھنڈی پڑ گئی تو وہ حیران تھا کہ واقعی سمدویاتوف نے اس بوڑھے کی کتنی اچھی تصویر الفاظ میں پیش کی تھی تاہم اس تصویر کشی میں جو تھوڑی بہت خامی رہ گئی تھی اسے بعد میں لیدی آندرے وتر نے پورا کر دیا۔ اپنی کی استیپا نووچ "ل" کی آواز کو پلیسٹر ڈالیوں کی طرح "و" کی آواز سے بولتا تھا۔ پائپ اس کے چہرہ کا جزو لازم تھا جس سے وہ ایک لمحہ کے لئے الگ نہیں ہوتا تھا۔ اور اسی کی وجہ سے اس کے انداز گفتگو پر اثر پڑتا تھا کیونکہ وہ ساری باتیں اور الفاظ پائپ کو دوبارہ سلگاتے ہوئے یا اسے سلگاتے ہوئے سوچنے کا عادی تھا۔ اس کے نقوش بہت واضح اور باقاعدہ تھے۔ وہ بال پیچھے کی طرف رکھتا۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اور زمین پر اپنے پاؤں پورے کے پورے اور بہت مضبوطی سے جما کر رکھتا۔ گرمیوں میں وہ ریشمی دھاگے کی جھاروالی روسی قمیص پہنتا۔ کچھ اس قسم کا آدمی تھا جو اگر پہلے زمانہ میں پیدا ہوتا تو ریشمے دانگا پر بحری قزاق بن جاتا لیکن اتنی قریب میں اس قسم کے لوگوں کو خلیفہ خرونگا وہ طبقہ پیدا کیا جو ہمیشہ معمولی علم کے خواب دیکھتے دیکھتے خود ہی اچانک ماسٹر بن بیٹھے۔ یہ کولنسن نے اپنی جوانی تحریک آزادی اور انقلاب کی نذر کر دی تھی اسے ہمیشہ یہی خوف رہتا کہ جب انقلاب کی کامیابی کے بعد آزادی ملے گی تو شاید وہ اس دن کو دیکھنے کے لئے خود زندہ نہ رہے گا۔ اور زندہ رہا بھی تو کہیں یہ انقلاب زبردست اور خونیں ہونے کی بجائے ایسا ہی معمولی سا انقلاب

بن کر رہ جائے۔ لیکن اب اسنے انقلاب دیکھ لیا۔ اس کے بدترین خوابوں سے بھی زیادہ بھیانک لیکن مزدوروں کے حقوق کے اس پیدائشی علمبردار کو جینے سویا تو گرنگا تر میں سب سے پہلے فیکٹری کمیٹی قائم کی تھی اور پورا کارخانہ کارکنوں کے حوالے کر دیا تھا۔ کچھ نہ ملا۔ سب نے اسے نظر انداز کر دیا۔ انقلاب کا ایک سرگرم کارکن ہونے کی بجائے وہ اس دور دراز کے گاؤں میں گمنامی کی زندگی گذار رہا ہے جہاں سے سارے کارکن جن میں کچھ منشویک بھی تھے بھاگ گئے۔ اور اب سونے پر سہاگہ۔ یہ کیا نئی حرکت؟ کروگر خاندان کے بیچے کھچے افراد اسے اپنی قسمت کا سب سے بڑا مذاق سب سے بڑا طنز دکھائی دے رہے تھے۔ ایک دانستہ شرارت جو اس کے لئے قطعی ناقابل برداشت تھی۔

"یہ حرکت منطق اور ہر دلیل کی رو سے غلط ہے معلوم ہے تم مجھے کتنے خطرہ میں ڈال رہے ہو؟ فرض کر دیں پاگل ہو جاؤں۔ اوہ! میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ میری سمجھ میں کبھی کچھ نہیں آئے گا۔"

"تعجب ہے تم لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ہم تمھارے بغیر ہی یہاں پہلے سے ایک آتش فشاں پر بیٹھے تھے۔"

"ذرا ایک منٹ لینو چکا۔ ہاں میری بیوی ٹھیک ہی کہتی ہے۔ تمھارے بغیر ہی یہاں ہماری حالت بہت خراب تھی کتے کی زندگی۔ پاگل خانہ میں کنونخیں اور کھائی کے درمیان پھنس کر رہ گیا ہوں۔ ایک طرف وہ لوگ جنھوں نے زندگی میرے لئے عذاب بنا دی ہے کیونکہ میرا بیٹا سوخ ہے بالشویک ہے۔ اور لوگوں میں مقبول ہے۔ اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں دستور ساز اسمبلی کا ممبر کیوں منتخب ہوا تھا۔ مجھ سے تو کوئی بھی خوش نہیں۔ میں مدد کے لئے کس کے پاس جاؤں۔ اور اب تم یہ نئی مصیبت بن کر آئے ہو۔ اے تمھاری وجہ سے تو مجھے وہ سامنے کھڑا کر کے گولیوں کی باڑھ مار دیں گے۔"

"اے یہ کیا کہہ رہے ہو عقل سے کام لو۔ آخر تمھیں ہو کیا گیا ہے۔" اور تھوڑی دیر بعد وہ واقعی اپنی باتوں پر پچھتا رہا تھا۔ کہنے لگا: "خیر! لیکن یہاں باہر کھڑے ہو کر جھگڑنے سے کیا فائدہ؟ چلو اندر چلیں۔ اس لئے نہیں کہ میں اندر چلنے میں کچھ بھلائی دیکھ رہا ہوں۔ مجھے تو مستقبل میں ریک روشنی دے رہا ہے لیکن پھر بھی ہم ظالم نہیں ہیں۔ ہم دہریے نہیں ہیں۔ ہم تمھیں ریچھوں کا نوالہ بنانے کے

لئے باہر جنگل میں نہیں نکال دیں گے۔ میرا خیال ہے لیتیو چکا فی الحال کام کے گھر کے برابر والے کمرہ میں ان کی رہائش کا انتظام کر دیں۔ وہی بہتر رہے گا۔ ان کے مستقل قیام کے بارے میں پھر سوچیں گے۔ عارضی جگہ میں جگہ نکالی جا سکتی ہے۔ اندر آجاؤ۔ باکوس ذرا مہمانوں کا ہاتھ بٹاؤ۔ ان کا سامان اندر لے آؤ۔"

باکوس سے جو کہا گیا تھا۔ اس نے بڑبڑاتے ہوئے ایسا ہی کیا: "اوہ۔ مقدس مریم۔ ان لوگوں کے پاس تو زائرین سے بھی کم سامان ہے۔ ایک ٹرنک تک نہیں۔ سب چھوٹی چھوٹی گٹھریاں۔"

(۱۰)

رات خنک تھی۔ نہانے دھونے کے بعد عورتوں نے کمرہ سونے کے لئے تیار کر دیا۔ ساشنکا کی طفلانہ حرکتوں اور اشاروں پر سارے گھر والے عش عش کر اٹھتے تھے لیکن آج وہ بھی پریشان تھا کیونکہ اس کی دلچسپ حرکتوں پر کسی نے بھی توجہ نہ دی اسے زیادہ مایوسی اس بات سے ہوئی کہ گھوڑی کے سیاہ بچہ کو گھر میں کیوں نہیں لایا گیا اور جب اسے ڈانٹ کر خاموش رہنے کو کہا گیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس ڈر کے مارے کہ اسے کسی بچوں کی اس دکان میں واپس نہ بھیجا جائے جس کے بارے میں اسے باور کرایا گیا تھا کہ اسے وہیں سے خرید کر لایا گیا تھا۔ اس کی یہ تشویش کچھ بے بنیاد بھی نہیں تھی۔ وہ سب کا ساتھ دے رہا تھا لیکن اس موقع پر اس کی دلچسپ خرافات بے اثر ثابت ہوئیں۔ نئے گھر میں پہنچ کر اس نے محسوس کیا کہ اس کے بڑے بہت تیز کے ساتھ چل پھر رہے ہیں۔ اور خاموشی سے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں ماشنکا کو اس سے بہت دکھ پہنچا وہ روٹھ گیا۔ اسے بمشکل کھانا کھلا کر زبردستی سلایا گیا۔ اور جب آنکھ لگ گئی تو میکولنسن کی ملازمہ اوستینیا۔ نیتوخا کو اپنے کمرہ میں لے گئی اسے کھانا کھلایا اور پھر اسے اس گھرانے کے راز بتانے بیٹھ گئی۔ ادھر میکولنسن اور اس کی بیوی نے اینتونیا اور مردوں کو چائے پینے کے لئے بلا لیا۔

الیگزینڈر الیگزینڈرووچ اور یوری اندر آنے سے پہلے باہر تازہ ہوا کھانے برآمدہ میں گئے الیگزینڈر نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا: "اوہ، کتنے بیشمار ستارے ہیں: باہر سخت اندھیرا دونوں آدمی چند قدم کے فاصلے پر کھڑے ایک دوسرے کو بالکل دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ان

نیچے ایک کھڑکی سے لیمپ کی روشنی چھن چھن کر نیچے گھاٹی کی طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے عمودی حصہ میں جھاڑیاں۔ درخت اور دوسری شکلیں خنک لہر میں بادل کی طرح ابھر و بیٹھ رہی تھیں۔ لیکن یہ دونوں آدمی اس روشنی کے حلقے سے باہر تھے جو اس تاریکی کو اور بھی گہرا بنا رہی تھی۔ کل صبح سب سے پہلے تو ہم اس حصہ کو دیکھیں گے جو وہ ہمیں دینا چاہتا ہے اور اگر یہ جگہ ٹھیک ہوئی تو ہم اس کی فوراً ہی مرمت شروع کر دیں گے۔ اس کی مرمت مکمل ہونے تک زمین پر سے برف بھی پگھل چکی ہوگی اور ہم بلا تاخیر کھیا بانا شروع کر دیں گے۔ اس نے ہمیں آلو کے بیج دینے کے لئے بھی تو شاید کہا تھا:

ہاں! کہا تھا۔ اور یہی بیج دینے کا وعدہ کیا تھا۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔ جو جگہ دینے کی اس نے کہا ہے اسے ہم نے چلتا پار کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہاں ہے یہ؟ یہ گھر کے عقبی حصہ سے ملی ہوئی ہے۔ گھر کی چھت سے ہی تم اسے مشکل سے ہی دیکھ سکتے ہو۔ یہ مکان تو پتھر کا ہے۔ مگر جو حصہ وہ ہمیں دینا چاہتا ہے وہ لکڑی کا بنا ہوا ہے تمہیں یاد نہیں۔ میں نے اس حصہ کی طرف تمہیں متوجہ تو کیا تھا۔ میرا خیال ہے یہ جگہ تخم ریزی کے لئے بہتر ہے۔ غالباً یہاں کسی زمانہ میں پھولوں کی کیاریاں ہوں گی۔ دور سے تو بہرحال ایسا ہی معلوم ہوتا تھا ممکن ہے میں غلطی پر ہوں۔ پھولوں کی کیاریوں کی کھاد ابھی تک اچھی ہوگی:

"کچھ کہہ نہیں سکتے۔ صبح دیکھیں گے میرا خیال ہے زمین جڑوں وغیرہ کی وجہ سے سخت ہوگئی ہوگی اس گھر میں کبھی کہیں سبزیوں کا کھیت تو ہوگا۔ ممکن ہے ہم اسے استعمال کر سکیں۔ صبح پتہ چلائیں گے۔ غالباً آج کل ہی صبح کے وقت پالی جم جاتی ہے۔ آج رات یقیناً پالا پڑے گا۔ خیر آخر کار ہم یہاں آ ہی گئے۔ بسکہ کا مقام ہے۔ جگہ بہت اچھی ہے۔ میں تو اسے بہت پسند کرتا ہوں:

"یہ لوگ اور خاص طور پر وہ بڈھے میاں تو بہت اچھے آدمی ہیں۔ بیوی کا دماغ ٹھیک نہیں اسے غالباً اپنی بھی کوئی بات پسند نہیں ہے۔ اسی لئے وہ اتنی باتیں کرتی ہے اور خود کو جتنی وہ ہے اس سے بھی زیادہ بیوقوف ظاہر کرتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل کہ کوئی اس کے چہرہ کو غور سے دیکھ کر اس کے بارے میں بری رائے قائم کرے وہ لوگوں کا دھیان بٹانے کی فکر میں رہتی ہے۔ اور وہ جو اس نے ٹوپی سر پر اوڑھنے کی بجائے گلے میں لٹکی چھوڑ دی تھی نا سو وہ کوئی محفوظ الحواس نہیں تھی وہ دانستہ بن رہی تھی:

"میرا خیال ہے ہمیں اندر چلنا چاہیئے کہیں وہ ہمیں بدتمیز نہ سمجھنے لگیں"

کھانے کے کمرہ میں جاتے ہوئے جہاں چھت سے لٹکتے ہوئے ایک لیمپ کے نیچے گول میز پر ان کے میزبان اور نیتو نہیں چائے پی رہے تھے۔ وہ میکولنسن کے کام کے کمرے گذرے جس میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس میں گھاٹی کی طرف پوری دیوار کے برابر طویل ایک بہت بڑی کھڑکی تھی۔ اس سے پہلے جب ہزار روشنی تھی تو ڈاکٹر نے اس کھڑکی سے جھانک کر اس کھنڈر کو اور دور دور تک کے علاقہ کا منظر دیکھا تھا جسے وہ باکوسن کے ساتھ پار کر کے آئے تھے۔ کھڑکی کے ساتھ دیوار کی چوڑائی کے برابر ایک نقشہ نویسی کی بڑی میز رکھی تھی۔ اور اس پر لمبائی کے رُخ ایک بندوق پڑی تھی جس کے بعد بھی میز کے دونوں طرف بہت جگہ تھی اور اس سے میز کی بے پناہ لمبائی کا اندازہ ہوتا تھا۔ اب واپس اندر جاتے وقت پوری آندرے وتچ نے بڑے رشک کے ساتھ کھڑکی کے نظارہ۔ اس کے پاس رکھی ہوئی بڑی میز۔ اور اس کمرہ کی وسعت پر نگاہ ڈالی اور اپنے میزبان کے پاس جا کر سب سے پہلے اسی کمرہ کا تذکرہ کیا۔

"بڑی شاندار جگہ ہے۔ واہ یہ کام اور مطالعے کا کمرہ تو خوب ہے۔ ارے یہاں بیٹھ کر تو خواہ مخواہ ہی کام کرنے کو طبیعت چاہتی ہوگی"

"گلاس چلیئے یا پیالہ۔ ہاں چائے تیز چوگے یا ہلکی؟"

"یور دچکا۔ ذرا یہ دیکھو۔ تصویروں کی دو رہبن ایستیپانووچ کے بیٹے نے اپنے بچپن میں بنائی تھی"

جو اس نے سوویٹ کے لئے منظور فتح کرلئے اور کوچ کو بے درپے شکستیں دی ہیں لیکن وہ ابھی تک بچہ ہے۔ ٹک کر بیٹھ ہی نہیں سکتا کہیں"

"یہ کوچ کیا ہے؟"

"حکومت سائبیریا کی فوج۔ جو دستور ساز اسمبلی کی بحالی کے لئے لڑ رہی ہے"

"ہم سارے رستے تمہارے بیٹے کی تعریفیں سنتے آئے ہیں۔ تمہیں تو اس پر بہت فخر ہوگا؟"

"وہ دو رہبن میں تیوال کی جو تصویریں ہیں وہ بھی اسی کا کارنامہ ہے۔ اسے گھر کے بنے ہوئے ایک کیمرہ سے یہ تصویریں اتاری تھیں"

"اوہ! یہ مٹھائی بہت مزیدار ہے۔ کیا اسکرین سے بنائی ہے؟"

"توبہ کرو توبہ۔ اس جنگل میں ہمیں اسکرین کہاں سے ملیگی۔ یہ تو خالص شکر ہے۔ کیا تم نے مجھے اپنی چائے میں شکر ڈالتے نہیں دیکھا؟"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ میں تصویروں کی طرف دیکھ رہی تھی لیکن چائے واقعی چائے ہے۔ ہے نا؟"

"بالکل — یاسین کی چائے ہے۔ یاسین یہیں ہوئی:"

"لیکن یہ یہی چائے یہاں کیسے مل گئی؟"

"یہ ایک جادوگر کا کام ہے۔ ہمارا ایک دوست ہے۔ جو آج کے دور کا بہت اہم آدمی ہے بہت زیادہ بائیں بازو کا۔ وہ صوبائی اقتصادی کونسل کا سرکاری نمائندہ ہے۔ وہ ہمارے ہاں سے لکڑیاں شہر لے جاتا ہے اور اپنے دوستوں کے ذریعے ہمیں آٹا اور مکھن وغیرہ بھجوا دیتا ہے۔ سبزیوں کا ذرا فکر وہ ان مجھے دینا: زدہ آلو کی کو سبزیوں کا کے نام سے پکارتی تھی)۔ اور ہاں اب مجھے ذرا یہ بتا دو کہ گریبوئیدوف کا کون سے سن میں انتقال ہوا تھا: میزبان کی بیوی نے ڈاکٹر سے پوچھا اور ڈاکٹر نے کہا۔!

"وہ غالباً ۱۷۹۵ء میں پیدا ہوا تھا۔ مگر کب مارا گیا مجھے یاد نہیں:"

"اور چائے چلیئے: ——— نہیں بہت بہت شکریہ:"

"ہاں ذرا ایک سوال اور۔ مجھے معاہدہ نیم دلکان کی تاریخ بتاؤ اور یہ کہ اسپر کون کون سے ملکوں نے دستخط کئے تھے؟"

"میری پیاری ——— ان لوگوں کو پریشان نہ کرو۔ ابھی تو ان کے سفر کی تکان بھی نہیں اتری:"

"اور اب میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ خوردبین یا کیمرہ کے کتنی قسم کے شیشے ہوتے ہیں۔ اور ان میں تصویروں کا عکس۔ اصلی۔ الٹا۔ قدرتی اور اوندھا عکس ہوتا ہے؟"

"لیکن تمہیں طبیعات کی اتنی باتیں کہاں سے معلوم ہوگئیں؟"

"یہ باتیں میں ہمارا ایک بہت ہی اچھا سائنس ٹیچر تھا۔ وہ لڑکیوں اور لڑکوں دونوں کے اسکولوں میں پڑھاتا تھا۔ بہت ہی اچھا آدمی تھا۔ حیرت انگیز۔ جب وہ کوئی چیز سمجھاتا تو ہم

ایک ایک بات سمجھ جاتے۔ اس کا نام تھا انی پوف اس کی بیوی بھی بیچہ تھی۔ سب لڑکیاں اس استاد پر عاشق تھیں اور اس کے لئے دیوانی تھیں۔ یہ بیچارہ ناکارہ طور پر فوج میں بھرتی ہو کر محاذ پر چلا گیا اور وہاں مارا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جو ہمارا خدائی تازیانہ ہے نا! کومیاد اسٹریلنیکوف۔ یہ وہی انی پوف ہے جس کے متعلق خیال تھا کہ مارا گیا۔ لیکن یہ محض افواہ ہے بہت ہی غیر ممکن سی بات۔ ہاں مگر کیا کہہ سکتے ہیں۔ سب کچھ ممکن ہے۔ اور چالیس دن؟

واری کینو

(۱)

جاڑے کے موسم میں جب تیوری کو زیادہ وقت ملا تو اس نے ڈائری لکھنا شروع کی۔ اس کا آغاز اس نے نوشیف کے ایک اقتباس سے کیا۔

"موسم گرما! یہ بھی کتنا پرلطف ہے!!
گویا کسی نے جادو کر دیا ہو۔۔۔۔
میں تم سے پوچھتا ہوں۔ یہ نعمت ہمیں کیسے میسر آئی جو ہم اس کے نہ متلاشی تھے نہ مستحق۔"

گذشتہ موسم گرما میں بھی میں اکثر ایسے ہی محسوس کیا کرتا تھا۔ اپنے خاندان کے لئے اور اپنے لئے صبح صادق سے جھٹپٹے کے وقت تک کام کرنے۔ ان کے سر پر چھت کا انتظام کرنے۔ ان کے پیٹ بھرنے کے لئے زمین جوتنے۔ رابنسن کروزو کی طرح اپنی ایک علیحدہ دنیا بنانے اور اپنی زندگی کو یوں گنوانے میں گویا تم خود اپنی ماں کا کردار انجام دے رہے ہو۔ ایک بار نہیں بار بار کتنا مزا ہے۔

"محنت میں مصروف ہونے کے بعد کتنے خیالات ذہن میں آتے ہیں۔ جب تم نے خود کو ایسے کام پر لگا دیا ہو جو محنت سے پورا ہو سکتا ہے۔ اور جو خوشی و کامیابی کی صورت میں اپنا انعام پیش کرتا ہے جب چھ گھنٹے تک مسلسل تم زمین کی کدائی کرتے رہو یا ہتھوڑا چلاتے ہو اور آسمان کی زندگی بخش حرارت تمہارے جسم کو جلاتی ہے۔ اور یہ کوئی نقصان نہیں کہ وہ خیالات جو ذہن میں آکر چلے

جاتے ہیں۔ وہ مثالیں و تشبیہات اور تخیلات کاغذ پر نہیں لکھے جاتے بلکہ بھلا دیئے جاتے ہیں یہ تو دراصل ایک نعمت ہے۔ شہر کا بسنے والا مفکر اپنے خیالات کے گھوڑے دوڑانے کے لئے کافی اور سگریٹ کا سہارا لیتا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ سب سے زیادہ نشیلی چیز اچھی صحت اور حقیقی ضرورت ہے۔

میں اس سے آگے نہیں بڑھوں گا۔ میں سادہ زندگی اور دوبارہ زمین کی طرف لوٹ جانے کے نعروں کی تلقین نہیں کروں گا جو ٹالسٹائے نے پیش کئے تھے۔ میں زرعی مسائل کے سلسلے میں یا ان کے متعلق سوشلسٹوں کے نظریہ کی صحت کے لئے اپنا کوئی حل پیش نہیں کر رہا ہوں۔ میں تو حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ میں خود کسی نظام کی بنیاد نہیں ڈال رہا ہوں۔ یہ نظام بہت پیچیدہ ہے اور ہماری معیشت ملی جلی ہے۔ ہم درحقیقت خود مکتفی نہیں۔ ہم جو کچھ خود پیدا کرتے ہیں — آلو اور سبزیاں — وہ ہماری ضرورت کا ایک مختصر حصہ ہے۔ باقی سب کچھ ہمیں دوسری جگہ سے حاصل کرنا پڑتا ہے۔

ہم زمین کا ناجائز طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ ہم نے قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے اور جو کچھ ہم کرتے ہیں اسے حکومت سے پوشیدہ رکھتے ہیں ہم جو لکڑی کاٹتے ہیں وہ چوری کی ہوتی ہے۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ ہم حکومت سے چوری کرتے ہیں یا کرنگر کی جاگیر سے۔ میکولنین ہمیں بچائے رکھتا ہے (وہ خود بھی اسی طرح رہتا ہے جس طرح ہم رہتے ہیں) اور شہر سے دور ہونے کے باعث خدا کا شکر ہے کہ کسی کو علم نہیں ہوتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

میں اپنے ڈاکٹر ہونے کو راز بنائے ہوئے ہوں کیونکہ میں اپنی آزادی پر کسی پابندی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن کسی طرح کسی نہ کسی کو پتہ چل ہی جاتا ہے کہ واری کنو میں ایک ڈاکٹر موجود ہے اس لئے وہ بیسیوں میل چل کر میری تلاش میں آتے ہیں۔ اور کبھی مرغی، کبھی انڈے یا مکھن فیس کے طور پر لے آتے ہیں۔ اور میں ان چیزوں کو قبول کرنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ لوگ مفت کی دوا کو غیر موثر سمجھتے ہیں۔ اس طرح میری پریکٹس بھی کچھ نہ کچھ کمائی کا ذریعہ ہوتی ہے لیکن ہمارا سہارا — میرا اور میکولنین کا — سمندر یا لوف ہے۔

وہ ایک عجیب و غریب شخص ہے۔ میرے لئے اس کو سمجھنا مشکل ہے۔ وہ انقلاب کا حامی ہے اور بولیوا تن سوویت کے اعتماد کا مستحق ہے۔ اس کو جو خفیہ باتیں ملے ہیں ان کے باعث وہ واری کنو کی پوری لکڑی مجھے یا میکولنین کو بتائے بغیر لے سکتا ہے اور اسے علم ہے کہ ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

اس کے علاوہ اگر حکومت کو لوٹنا چاہے تو اپنی جیبیں بھر سکتا ہے۔ اور کسی کے لبوں کو جنبش بھی نہ ہوگی اسے کسی کو رشوت دینے یا حصہ بٹانے کی ضرورت نہیں ــــ پھر کیا بات ہے کہ وہ ہم سب کا ــــ میکونتن کا۔ میرا۔ اسٹیشن ماسٹر کا اور ضلع کے دوسرے لوگوں کا اس قدر خیال رکھتا ہے؟ کوئی نہیں گذرتا کہ وہ کہیں جاتا نہ دکھائی دے اور ہمارے لئے کسی چیز کا انتظام نہ کرتا ہو۔ وہ روتوسکی کے ناول پہلی قدر ہادی ہے جسقدر کمیونسٹ منشور پر کیونکہ وہ دونوں کے متعلق برابر کے وثوق کے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر وہ اس وسیع پیمانے پر فیاضی اور اندھا دھند زندگی میں خود کو نہ پھنساتا تو وہ زندگی سے تنگ آجاتا۔

(۳)

کچھ عرصے بعد یوری نے لکھا۔

ہم پرانے مکان کے عقب میں لکڑی کے ایک مکان میں رہتے ہیں جس میں دو کمرے ہیں اپنا ایوانوف کے بچپن میں کروگر گھرانے کے خاص ملازمین کے لئے اسے استعمال کیا جاتا تھا ــــ درزی۔ ملازمہ اور بڑی آیا کے لئے۔ جب ہم یہاں آئے تو اس کی حالت خستہ تھی مگر ہم نے جلد ہی اس کی مرمت کرلی۔ کچھ ایسے لوگوں کی مدد سے جو کام جانتے ہیں ہم نے چولھے کی مرمت کی جو دونوں کمروں کو گرم رکھتا ہے۔ ہم نے دھوئیں کی نکاسی کا بہتر انتظام کیا اور اب چولھا ٹھیک کام کرتا ہے زمین کے اس حصے میں پرانا باغ غائب ہو چکا ہے اور نئے پودوں نے اسے مٹا دیا ہے۔ لیکن اب جاڑے نے ہر چیز کو مار دیا ہے اور زندہ پودے مرجھائے ہوئے پودوں کو چھپا نہیں سکتے برف کے درمیان پرانے باغ کے آثار نمایاں ہیں۔ ہم خوش قسمت ہے کہ خزاں میں گرمی اور خشکی تھی۔ اور ہمیں بارش اور سردی سے پہلے آلو کھود لینے کا وقت مل گیا میکونتن کو ہم نے کچھ آلو واپس کر دیئے۔ یہ کتنے تھے اس کا اندازہ تو نہیں لیکن اس کے بعد ہمارے پاس بیس بوری بچ رہے۔ ہم نے انھیں تہہ خانے میں رکھ کر کمبلوں اور سوکھی گھاس سے ڈھانک دیا۔ نمک لگی ہوئی لکڑیوں کے دو پیپے اور توبیا کے بنائے ہوئے اچار کے دو پیپے بھی ہم نے یہاں رکھ دیئے۔ تازہ گوبھی کو باندھ کر لکڑیوں کے ساتھ لٹکا دیا گیا ہے۔ گاجریں خشک ریت میں دبا دی گئی ہیں۔ اور مولی چقندر۔ شلغم۔ مٹر اور دوسری پھلیوں کا ذخیرہ کرلیا گیا ہے۔ ہمارے پاس اتنی لکڑی موجود ہے کہ موسم بہار تک چلانے

کوکانی ہو سکتی ہے۔

تہہ خانے کے اندر سردیوں کے دنوں میں جو گرمی اور خشکی ہوتی ہے وہ مجھے بہت پسند ہے۔ جاڑے میں صبح سویرے ٹھٹھرتا ہوا دیا سلائی ہاتھ میں لئے تہہ خانے کا دروازہ کھول کر نیچے جاتے ہوئے مٹی۔ جڑوں اور برف کی جو ملی جلی بُو آتی ہے وہ مجھے ایک خاص لطف دیتی ہے۔ تہہ خانے سے باہر آؤ تو اندھیرا ہوتا ہے۔ دروازہ کھولنے سے آواز ہوتی ہے ـــــ یا چھینک آجاتی ہے۔ یا پیروں تلے برف کے کچلے جانے کی صدا آتی ہے اور باہر گوبھی کی کھیت سے خرگوش کودتے ہوئے بھاگتے ہیں اور برف میں آڑے ترچھے نشانات چھوڑ جاتے ہیں۔ اور کہیں کتے بھونکنے لگتے ہیں اور دیر تک بھونکنے کے بعد خاموش ہو جاتے ہیں۔ مرغوں نے بانگ دینی بند کر دی ہے اور جب ان کے پاس کہنے کو کچھ نہیں رہا۔ تب اُجالا ہونے لگتا ہے۔

خرگوش کی طرح کبھی نہ ختم ہونے والے برفیلے میدان میں سیاہ گوش کے پیروں کے نشان بھی پڑے ہوئے ہیں۔ یہ نشانات صفائی سے موتی کی لڑیوں کی طرح دور تک چلے گئے ہیں۔ سیاہ گوش بلی کی طرح چلتی ہے اور ایک پنجہ دوسرے کے سامنے رکھتی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ رات میں میلوں تک اسی طرح چلتی جاتی ہے۔ ان کو پکڑنے کے لئے جال لگائے جاتے ہیں مگر عجیب خرگوش ان میں پھنس جاتے ہیں۔ اور رات بھر وہ برف میں رہتے ہیں۔ جب انھیں نکالا جاتا ہے تو وہ جم کر اکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔

شروع میں بہار اور موسم گرما کے ایام ہم نے نہایت دقت سے گذارے ہم نے اس وقت سخت محنت کی اور اب جاڑے کی شام آرام سے گذارتے ہیں۔ سرما یا توقف ہمیں تیلی فاکہ دے گیا ہے ہم چراغ کے گرد بیٹھ جاتے ہیں۔ عورتیں بُنتی یا سیتی ہیں۔ الیگزینڈر الیگزینڈرووچ یا میں بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ چولھا گرم ہوتا ہے اور میرا کام اس کو گرم رکھتے رہنا اور صحیح وقت پر کھڑکی بند کر دینا ہے تاکہ ذرا سی بھی حدت ضائع نہ جائے۔ اگر کوئی جلا ہوا لکڑی کا ٹکڑا آگ کو بھڑکنے نہیں دیتا تو میں اس لکڑی کو جس سے دھواں نکلتا ہوتا ہے ہاتھ میں لئے باہر جاتا ہوں اور اسے دور بہت دور برف میں پھینک دیتا ہوں۔ مشعل کی طرح ہوا میں اڑتی۔ چنگاریاں اڑاتی اور سوئے ہوئے باغ کے چوکور قطعات کو روشن کرتی بدھ میں جا گرتی ہے اور چٹ چٹ کے شور کے ساتھ خود

کو روشن کر لیتی ہے۔

ہم بابا جنگ اور رامن سے "یوجین اونیگن" اور پشکن کی دوسری نظمیں پڑھتے ہیں۔ اسٹانڈال کے "سرخ و سیاہ" کا روسی ترجمہ۔ ڈکنس کی "دو شہروں کی کہانی" کا ترجمہ اور کلیسٹ کے افسانے پڑھے جاتے ہیں۔

(۳)

موسم بہار قریب پہنچا تو ڈاکٹر نے لکھا۔ میرے خیال میں تو نیا حاطہ ہے۔ میں نے اس سے کہا لیکن اسے یقین نہیں آیا مگر مجھے اس کا پورا یقین ہے شروع کے آثار و قرائن مجھے صاف دکھائی دیتے ہیں اس لئے مجھے بعد کے زیادہ یقینی آثار و قرائن کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس حالت میں عورت کے چہرے پر تمتماہٹ ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ اس کی دلکشی کم ہو جاتی ہے لیکن اپنی شکل و صورت کے اظہار و نمود پر اس کا کوئی تخت یا نہیں رہتا۔ اس حالت میں اس پر مستقبل کی حکمرانی ہوتی ہے جو وہ اپنے جسم کے اندر چھپائے پھرتی ہے۔ اب وہ کسی وقت تنہا نہیں ہوتی۔ شکل و صورت کے اظہار و نمود پر تخت یا تخم ہو جانے سے وہ جسمانی طور پر کمزور دکھائی دیتی ہے، اس کا چہرہ پیلا پڑ جاتا ہے۔ بھال سخت ہو جاتی ہے۔ آنکھوں میں ایک نئی طرح کی چمک آجاتی ہے۔ وہ اس طرح نہیں چمکتی جیسا کہ وہ چاہتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ یہ تمام باتیں برداشت نہ کر سکتی ہو اور اس نے اپنی طرف سے غفلت برتی ہو۔ تو نیا کے اور میرے فطری رجحان میں کبھی اختلاف نہیں ہوا ہے لیکن اس سال کام کے سلسلہ میں ہم دونوں ایک دوسرے کے اور بھی قریب آگئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ کس قدر کانگذار مضبوط طاور انتھک ہے، وہ اپنے کام کے منصوبے کتنی ہوشیاری سے بناتی ہے تاکہ دو کاموں کے درمیان کم سے کم وقت ضائع ہو سکے۔ میرا ہمیشہ یہی خیال رہا ہے کہ ہر عمل بے فراغ ہوتا ہے۔ اور مقدس مریم کے بارے میں اس مذہبی عقیدے سے مادرانہ جذبہ کے نظریئے کا اظہار ہوتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے وقت ہر عورت کو طفولیت کا یکساں احساس ہوتا ہے جیسے اسے تنہا چھوڑ دیا گیا ہو۔ اس اہم موقعہ پر مرد کا کردار اتنا غیر متعلق ہوتا ہے جیسے کہ اس سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ رہا ہو اور جیسے کہ یہ سب کچھ آسمان سے ٹپک پڑا ہے۔ یہ عورت ہی ہے جو خود اپنی اولاد پیدا کرتی ہے اور اسے لے کر کسی دور دراز کونے میں چلی جاتی ہے جو ایک بچھوڑ سے کے لئے پرسکون اور محفوظ جگہ ہو سکتی ہے۔ تنہائی میں خاموشی اور انکساری کے ساتھ وہ بچے کو دودھ

پڑتی ہے اور اس کی پرورش کرتی ہے۔

یسوع مسیح کی والدہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے اور خدا سے دعا کرے اور وہ زبور کے الفاظ میں دعا مانگتی ہیں۔

"میری روح یسوع مسیح کی بڑائی کرتی ہے اور میری روح کو خداوند کریم نے روشنی عطا کی ہے کیونکہ اس نے اپنی بندی کی پست حالی پر نظر کی اور دیکھ اب سے لے کر ہر زمانہ کے لوگ مجھ کو مبارک کہیں گے۔" وہ اپنے بچے کی وجہ سے ایسا کہتی ہے۔ خداوند کریم اسے روشنی عطا کرے گا۔ (کیونکہ اس قادر مطلق نے میرے لئے بہت بڑے بڑے کام کئے ہیں۔) وہی اس کی روشنی ہے۔ خدا کا پرتو اس کے بچے میں موجود ہے۔"

عظیم انسانوں کی ماؤں کو ضرور اس جذبہ کا احساس رہا ہوگا۔ لیکن پھر بھی تمام عورتیں عظیم انسانوں کی مائیں ہوتی ہیں۔ اگر بعد میں زندگی انھیں مایوس کر دیتی ہے تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں۔"

(۴)

"ہم برابر یوجین اونیگن۔ اور نظمیں پڑھتے رہتے ہیں۔ سمدیو یا توف کل آیا اور کئی تحفے لایا۔ کھانے کی اچھی اچھی چیزیں اور لیمپوں کے لئے مٹی کا تیل۔ ہم آرٹ پر مسلسل گفتگو کرتے رہتے ہیں۔

"میرا ہمیشہ یہی خیال رہا ہے کہ آرٹ کوئی صنف نہیں ہے۔ کوئی مملکت نہیں ہے جس میں لاتعداد نظریات اور اخذ کئے ہوئے مظاہرات ہوں۔ لیکن اس کے برخلاف یہ ایک طرح کی مجتمع اور نہایت محدود چیز ہے۔ یہ ایک ایسا اصول ہے جو آرٹ کے ہر نمونہ میں موجود رہتا ہے۔ ایک طاقت جس سے اس میں کام لیا جاتا ہے اور ایک حقیقت جو اس میں پیش کی جاتی ہے۔ اور میں نے کبھی آرٹ کو کسی وجود کی حیثیت سے نہیں دیکھا بلکہ مافیہ کے ایک پوشیدہ اور خفیہ جزو کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ یہ سب کچھ مجھ پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ میں اسے اپنے جسم کی ہر ہڈی میں محسوس کرتا ہوں۔ لیکن اس نظریہ کا اظہار یا تشریح نہایت مشکل ہے۔ ایک ادبی تخلیق ہمیں مختلف طریقوں سے متاثر کر سکتی ہے۔ اپنے عنوان سے موضوع سے حالات سے اور کرداروں سے لیکن سب سے بڑھکر یہ ہمیں اس لئے متاثر کرتی ہے کہ اس میں آرٹ موجود ہوتا ہے۔ جرم و سزا میں آرٹ کی موجودگی کی وجہ سے ہی ہم اس قدر زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اس تاثر کی وجہ رسکولینکوف کے

جوم کی داستان نہیں ہے۔ قدیم آرٹ مصر کا آرٹ، یونان کا آرٹ، یا ہمارا اپنا آرٹ ۔ میں سمجھتا ہوں ہزاروں سال سے یہ سب آرٹ ایک ہی ہیں اور یکساں ہیں۔ آپ اسے ایک تخیلی زندگی کے متعلق ایک اظہارِ خیال کہہ سکتے ہیں۔ جو آپس میں اتنا زیادہ ہم آہنگ ہوتا ہے کہ اس کے الفاظ ایک دوسرے سے جدا نہیں کئے جا سکتے۔ اور اگر اس کا ایک ذرہ بھی کسی ایسے نمونہ میں موجود ہوتا ہے جس میں دوسری چیزیں بھی شامل ہوں تو پھر یہ تمام دوسرے اجزا پر غالب رہتا ہے اور یہی اس نمونہ کا جوہرِ قلب اور روح ثابت ہوتا ہے۔"

(۵)

"کسی قدر سردی کا اثر، کھانسی اور شاید ہلکا بخار۔ دن بھر سانس پھولتا رہتا ہے۔ جیسے میرے حلق میں کوئی چیز پھنس رہی ہو میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ آثار و قرائن سے پہلی مرتبہ یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مجھے بھی دل کی بیماری اپنی ماں سے ورثہ میں ملی ہے۔ وہ زندگی بھر اسی مرض میں مبتلا رہیں۔ کیا واقعی یہی بات ہے؟ اس قدر جلد؟ اگر ایسا ہے تو پھر میری زندگی کم رہ گئی ہے۔ کمرے میں کوئلہ کی ہلکی سی بو ہے جیسے کوئی استری کر رہا ہو۔ تو تیا استری کر رہی ہے اور وہ بار بار چولھے میں سے کوئلے نکال کر استری بھرتی ہے اور استری کا ڈھکن اوپر سے اس طرح بند ہو جاتا ہے جیسے دانت بھینچے لئے گئے ہوں۔ ہمرو یا تو جو صابن تحفتہً لایا تھا۔ اس کی خوشی میں دو دن برابر کپڑے دھلتے رہے ہیں اور ساشنکا شرارتیں کرتا پھر رہا ہے۔ اس وقت جبکہ میں لکھ رہا ہوں وہ میز کے نیچے گھسا بیٹھا ہے اور سمو یا تو کی نقلیں اتار رہا ہے جو اسے اپنی گاڑی میں لے جاتا ہے اور نقلیں اتارتے ہوئے یہ ظاہر کر رہا ہے جیسے وہ اسے گاڑی میں لے جا رہا ہو۔ میری طبیعت جیسے ہی ذرا بہتر ہوگی میں قصبہ کی لائبریری میں جاؤں گا اور اس علاقہ کی قوموں کے حالات اور تاریخ پڑھوں گا۔ لوگ کہتے ہیں کہ لائبریری کو بعض بڑے بڑے عطیات ملے ہیں اور یہ بہت ہی اچھی لائبریری ہے۔ مجھے لکھنے کی خواہش ہو رہی ہے۔ لیکن مجھے جلد ہی یہ کام کرنا ہوگا۔ موسم بہار بغیر اطلاع کے آجائے گا۔ اور پھر پڑھنے لکھنے کے لئے کوئی وقت نہیں رہے گا

"میرے سر کا درد برابر بڑھتا جا رہا ہے۔ مجھے نیند اچھی طرح نہیں آئی میں نے ایک الجھا ہوا سا خواب دیکھا تھا۔ ویسا ہی خواب جسے آنکھ کھلتے ہی بھول جاتے ہیں۔ مجھے خواب کا صرف وہی حصہ یاد رہ سکا جس سے میری آنکھ کھل گئی تھی۔ یہ ایک عورت کی آواز تھی جو میں نے اپنے خواب

میں ہوا کے ساتھ سنی تھی۔ مجھے وہ آواز یاد رہ گئی اور میرا ذہن برابر اسے سُنتا رہا ہے۔ ان عورتوں کی آوازوں پر غور کرتا رہا جو ہماری دوست تھیں۔ میں نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ وہ کونسی عورت ہے جس کی آواز میں بھاری پن، نرم اور کھلی آواز میں بولتی ہے۔ یہ آواز میری دوستوں میں سے کسی کی نہیں تھی۔ میں نے سوچا ممکن ہے یہ تو فا کی آواز ہو اور یہ کہ میں اس کی آواز سننے پہنے کا اسقدر عادی ہو گیا ہوں کہ اب اس کے لہجہ پر کوئی غور نہیں کرتا۔ میں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ وہ میری بیوی ہے اور اسی طرح بے تعلقی کے ساتھ یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ اس کی آواز بھی نہیں تھی۔ یہ چیز ابھی تک ایک راز ہے۔ خوابوں کے متعلق، عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ہم اسی چیز کے بارے میں خواب دیکھتے ہیں جس کا دن کے اوقات میں ہم پر بہت گہرا اثر پڑا ہو لیکن میرا خیال اس کے بالکل برعکس ہے۔ اکثر یہ کوئی ایسی چیز بھی ہو سکتی ہے جس پر آپ نے اس وقت کوئی توجہ نہ دی ہو۔ ایک ایسا مبہم سا خیال جس کے متعلق آپ نے آخر تک سوچنے کی پرواہ نہ کی ہو۔ ایسے الفاظ جو بغیر کسی مقصد کے ادا کئے گئے ہوں اور جن پر کوئی توجہ نہ دی گئی ہو۔ یہی وہ چیزیں ہوتی ہیں جو رات کو گوشت پوست میں سامنے آتی ہیں۔ اور ہمارے خوابوں کا موضوع بن جاتی ہیں جیسے کہ وہ اس بے توجہی کا ازالہ کرنے کی ہوں جو جاگتے وقت کی گئی تھی۔

(۶)

• صاف اور کہر آلود رات۔ ہر دکھائی دینے والی چیز غیر معمولی طور پر روشن اور واضح نظر آ رہی ہے۔ زمین، آسمان، چاند، ستارے۔ کہر کی وجہ سے یہ سب ایک دوسرے پر پیوست دکھائی دیتے ہیں۔ درختوں کے سائے راستوں پر پڑ رہے ہیں اتنے گہرے کہ وہ ابھرے ہوئے اور تراشے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ برابر یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ آپ گہرے سایوں کو مختلف مقاموں پر سڑک پار کرتے دیکھ رہے ہیں۔ بڑے بڑے ستارے جنگل میں درختوں کی ٹہنیوں کے درمیان نیلی روشنی کی قندیلوں کی طرح لٹک رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ستارے سارے آسمان پر اس طرح بکھرے ہوئے ہیں جیسے گرمی کے موسم میں گل بہار کھیتوں میں بکھرے ہوتے ہیں۔ ہم برابر پشکن کے بارے میں تبادلۂ خیالات کرتے رہتے ہیں۔ اس روز رات کو ہم آگی ان ابتدائی نظموں کے متعلق باتیں کر رہے تھے جو اس نے اسکول کے ایک غالب علم کی حیثیت سے لکھی تھیں۔ اس کے اوزان کے انتخاب پر کتنی چیزوں کا انحصار

تھا، طویل مصرعوں کی نظموں میں اس کی انگیں اوتھاس کے قصبے سے آگے نہیں بڑھیں۔ نہ پڑھنے کا ساتھ دینا چاہتا تھا اور اپنے چچا کو اپنی خرافات، بچی چوڑی باتوں، فلسفہ اور تصنع سے متاثر کرنا چاہتا تھا اور اس نے قبل از وقت نشوونما پائے ہوئے خیالات پیش کئے۔ لیکن جیسے ہی اس نے اوسین اور پارنل کی نقل کرنی ختم کردی اور سارسکوئی مسیلو کی یاد یا" ایک چھوٹا قصبہ" یا "اپنی بہن کے نام خط" یا "اپنی دوات کے نام" (جو بعد میں کشمیت میں کھو گئی تھی) یا "یورپ کے نام" جیسی نظمیں لکھنی شروع کردیں تو مستقبل کا شکن صاف دکھائی دینے لگا۔

"ہوا، روشنی، زندگی کا ہنگامہ اور حقیقت سترگدن پر سے اس کی نظموں میں اس طرح داخل ہوجاتی تھیں جیسے کھلی ہوئی کھڑکی کے راستہ یہ چیزیں گھس آئی ہوں۔ بیرونی دنیا اور زمرہ کی چیزیں اور نام اس کی نظموں کے مصرعوں میں اکٹھے ہوجاتے اور ان میں سے مبہم اضافہ کو خارج کردیتے تھے۔ غرضیکہ زندگی کی چیزیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں صفحے کے منظوم کالموں میں جمع ہوجاتی تھیں۔

"گویا یہی ــــ پشکن کی چار مصرعوں کے بند والی نظمیں جو بعد میں اتنی زیادہ مشہور ہوگئیں کہ روسی زندگی کو ناپنے کا بہترین آلہ بن گئیں۔ گویا اس کا نمونہ روس کے کل وجود کے مطابق بنایا گیا تھا جس طرح ہیرکا ناپ لیا جاتا ہے یا ہاتھ کا سائز تایا جاتا ہے تاکہ دستانہ یا جوتا ٹھیک آسکے۔ بعد میں برسوں تک اسی طرح روسی بول چال کے اوزان اور معمولی بول چال کی لحن آمیزیاں، تیکراسوف کے تین مصرعوں کی نظموں میں بھی بیان کی گئیں۔

(۷)

"میں ایک ڈاکٹر یا ایک کسان کی حیثیت سے کارآمد بننا چاہتا ہوں۔ اور ساتھ ہی ساتھ کوئی ایسا زندہ رہنے والا کام بھی کرنا چاہتا ہوں جو سُبیادی ہو جیسے کوئی سائنسی مقالہ یا کوئی ادبی تصنیف ہر انسان پیدائشی فاؤسٹ ہوتا ہے جو اس خواہش کے ساتھ دنیا میں آتا ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز کو سمجھ سکے، تجزیہ کرسکے اور بیان کرسکے۔ فاؤسٹ اپنے شائقین اور اپنے ہم عصروں کی غلطیوں کی وجہ سے سائنسدان بن گیا۔ سائنس کی ترقی ہمیشہ کے قوانین کے تحت ہوتی ہے۔ ہر اگلا قدم موجودہ غلطیوں اور غلط نظریات کی تردید کرکے اٹھایا جاتا ہے۔ فاؤسٹ ایک آرٹسٹ تھا اس کے لئے اس کے اساتذہ کی الہامی مثال اس کے سامنے تھی۔ آرٹ میں جو قدم آگے بڑھایا جاتا ہے وہ قانون

کشش کے مطابق بڑھایا جاتا ہے۔ اور یہ اقدام آرنسٹ کے پسندیدہ سابقین کی نقالی یا تعریف کا نتیجہ ہوتا ہے۔ آخر وہ کونسی چیز ہے جو میرے ڈاکٹر یا مصنف بننے میں حارج ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ ہماری تنگدستی، آوارہ گردی یا ہماری تغیر پذیر زندگیاں نہیں ہیں بلکہ بلند بانگ اور مبالغہ آمیز تقریروں اور تحریروں کی موجودہ روش ہے جو ہر جگہ پھیل گئی ہے۔ "مستقبل کے سورج کا طلوع"۔ "نئی دنیا کی تعمیر"۔ "بنی نوع انسان کے مشعل بردار" جیسے فقرے۔ جب آپ پہلی مرتبہ ایسے فقرے سنتے ہیں تو سوچنے لگتے ہیں کہ کس قدر وسیع تخیل اور شاندار خیال ہے! لیکن حقیقت میں یہ بہت زیادہ برخود غلط چیز ہے کیونکہ یہ قصہ غیر تخیلی اور گھٹیا چیز ہوتی ہے۔ صرف وہی جانی پہچانی چیزیں جنہیں کوئی غیر معمولی ذکاوت کا انسان تبدیل کر کے پیش کرتا ہے حقیقی معنوں میں عظیم ہوتی ہیں۔ اس کی بہترین مثال پشکن ہے۔ اس کی تصانیف دیانت دارانہ محنت اور سچی فرض اور روزمرہ زندگی کی شان میں ایک طویل قصیدہ ہیں! "آج" "بوڑھا" اور "چھوٹے سرمایہ دار" کے الفاظ ایک گالی بن گئے ہیں لیکن پشکن نے اس قسم کی نکتہ چینی کی پیش بندی پہلے ہی اپنی نظم "خاندانی شجرہ" میں کر دی تھی جس میں اس نے فخر کے ساتھ کہا ہے کہ وہ متوسط طبقہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی نظم "اونیگن کا سفر" میں ہم پڑھتے ہیں۔

"اب میرا مطمح نظر گھر والی ہے۔ میری سب سے بڑی تمنا، پرسکون زندگی اور کوبھی کے شوربے کا ایک بڑا پیالہ"۔

اب جب سارے روسی ادب میں جو چیز سب سے زیادہ پسند کرتا ہوں وہ پشکن اور چیخوف کا بچوں جیسا روشن انداز بیان، اور بنی نوع انسان کے جعلی یا خود ان کی اپنی نجات جیسے بلند بانگ معاملوں میں ان کی انکسار پسندی اور تجاہل عارفانہ ہے۔ یہ نہیں کہ انہوں نے ان چیزوں کے بارے میں سوچا ہی نہیں اور اچھی طرح نہیں سوچا بلکہ ایسی چیزوں کا ذکر کرنا بظاہر ان کے نزدیک محض تصنع یا تکبر تھا گوگول تالستائی اور دوستووسکی جیسے کے ساتھ زندگی کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرتے رہے، موت کی تیاری کرتے رہے اور نتائج اخذ کرتے رہے۔ اور پشکن اور چیخوف اپنی زندگیوں کے آخری حصہ تک موجودہ اور واقع کاموں میں مصروف رہے جن کا پورا کرنا مصنفوں کی حیثیت سے ان کے لئے ضروری تھا اور ان کاموں کو پورا کرتے ہوئے وہ اپنی زندگیاں خاموشی کے ساتھ یہ سمجھ کر گذارتے

رہے کہ ان کی زندگیاں اور تصانیف دونوں ان کے نجی اور ذاتی معاملے ہیں جن سے کسی اور شخص کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ اور یہی انفرادی معاملے اس وقت کے بعد ہر شخص کے لئے باعث توجہ بن گئے ہیں اور ان کی تصانیف ان سیپوں کی طرح جو کچے ہی توڑے گئے ہوں، اب سخنہ ہو گئی ہیں اور رفتہ رفتہ ان میں چاشنی اور معنوی لذت بڑھتی جا رہی ہے۔

(۸)

موسم بہار کے ابتدائی آثار تھے۔ برف پگھلنے لگی ہوا میں نمکین کی تلی خستہ کلیوں، دوڑوں کی بو بسی ہوئی تھی جب کہ شروڈ ٹائیڈ میں ہوتا ہے۔ سورج اپنی نیم وا آنکھیں جنگل میں جھپکا رہا تھا۔ صنوبر کے درختوں کے کانٹے پنکھوں کی طرح جھپک رہے تھے جو بڑھتی کی روشنی سطح دوپہر میں چمک رہی تھی اور میدانوں پر ایک غنودگی سی طاری تھی۔ یہ جین اوسٹین کے ساتویں باب میں موسم بہار کا ذکر کیا گیا ہے۔ اوسٹین کا مکان اس کی غیر موجودگی میں خالی پڑا ہے اور بہار کے دامن میں ندی کے کنارے سسکی کی قبر ہے۔

بلبل، موسم بہار کا عاشق

رات بھر گاتا ہے جنگلی گلاب کھل جاتے ہیں۔

عاشق کیوں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ تشبیہ قدرتی اور موزوں ہے بلبل واقعی موسم بہار کا عاشق ہے اس کے علاوہ اسے وزن میں لانے کے لئے بھی اسکا نر ہونا ضروری ہے میں سوچتا ہوں کہ آیا ریس کے مشہور لوک گیت میں اور بکی آنتی کے روپ کے لئے بلبل کی عرفیت ایک استعارہ تو نہیں ہے جو آواز کی یکسانیت کی وجہ سے استعمال کیا گیا ہو۔ گیت میں اس کا نقشہ کس طرح کھینچا گیا ہے۔

جب وہ بلبل کی طرح سیٹی بجاتا ہے۔
جب وہ جنگل میں زور سے آواز لگاتا ہے
گھاس کلبلانے لگتی ہے۔
پھولوں کی پنکھڑیاں بکھر جاتی ہیں
تاریک جنگل زمین پر جھک جاتا ہے۔
اور تمام نیک لوگ بے جان ہو کر گر پڑتے ہیں۔

ہم لوگ موسم بہار کے شروع میں واری کینو آئے تھے۔ جلد ہی درخت سرسبز ہو گئے۔ صنوبر اور اسپرس کے درخت اور جنگلی چیریوں کے جھاڑ خاص طور پر شتاکا کی وادی میں جو میکونتن کے مکان کے پیچھے تھی اور اس کے فوراً بعد ہی بلبلوں نے نغمہ گانے شروع کر دیئے۔ پھر ایک مرتبہ جیسے میں ہمیشہ سنتا رہا ہوں، میں نے بلبل اور دوسرے تمام پرندوں کے گانوں کے ذوق پر غور کیا کہ قدرت نے ان کے گانے کو کتنا حسن اور انفرادیت عطا کی ہے۔ کتنا تنوع، طاقت اور گونج، ترنگینف نے کسی جگہ ان کی سیٹیوں کو بانسری کی آواز سے مشابہت دی ہے۔ ان آوازوں میں دو فقرے خاص طور پر نمایاں تھے۔ ایک تیوں، تیوں، تیوں کی سُریلی اور مسلسل آواز جیسے سُن کر شبنم سے بھیگی ہوئی گھاس اور درخت مسرت سے جھومنے لگتے تھے۔ دوسرا دو لفظوں پر مشتمل ایک سنجیدہ اور التجا آمیز فقرہ تھا جس میں ایک پپی یا تنبیہ تھی۔ جاگ جاؤ! جاگ جاؤ!!

(۹)

موسم بہار۔ ہم موسم بہار کی بوائی کی تیاری کر رہے ہیں ڈائری لکھنے کا وقت نہیں ملتا یہ بھی ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ اب مجھے یہ سلسلہ آئندہ موسم سرما تک بند کرنا پڑے گا۔

"اس روز۔ سارا دن اب یہ واقعی شروع ہوتا ہے" تھا۔ موسم بہار کے سیلابوں کے دوران ایک ہمسایہ کسان اپنی گاڑی کیچڑ اور دلدل میں چلاتا ہوا صحن میں آیا۔ میں نے اسے دیکھتے ہی انکار کر دیا۔ میں نے یہ پیشہ ترک کر دیا ہے۔ میں نے کہا میرے پاس نہ تو دوائیں ہیں اور نہ سامان ہے لیکن اس نے اصرار کیا۔ میری مدد کرو۔ میری گھاس خراب ہو گئی ہے مجھ پر رحم کھاؤ۔ میں بیمار ہوں! میں کیا کر سکتا تھا؟ میرا دل پتھر کا نہیں ہے۔ میں نے اس سے کپڑے اتارنے کو کہا جس وقت میں اس کا معائنہ کر رہا تھا؟ میری نظر کاروک۔ اسٹیڈ کی سیٹیشن پر پڑی جو کھڑکی میں رکھی ہوئی تھی مجھے میت پر چھپے گروہ کہاں سے آئی تھی۔ اس کے اندر بعض دوسری چیزوں کے بغیر میں نہیں رہ سکتا تھا۔ اور ہر چیز سمویا تو نے کے پاس سے آتی تھی۔ تب میں نے دیکھا کہ صحن میں ایک اور گاڑی کھڑی ہے۔ پہلے میں نے سوچا کہ کوئی دوسرا مریض ہوگا لیکن وہ میرے بھائی ایوگراف تھا جو بغیر اطلاع کے کہیں سے ٹپک پڑا تھا۔ گھر والوں میں تو نیا سا شناسا۔ الگزینڈر الگزینڈرووچ نے اس کا خیر مقدم کیا۔ بعد میں میں بھی ان لوگوں کے پاس چلا گیا۔ ہم نے اس سے سوالات کی بھرمار کر دی۔ وہ کہاں سے

آیا ہے؟ کس طرح آیا ہے؟ لیکن وہ حسب معمول ٹال مٹول کرتا رہا۔ وہ سکراتا رہا۔ کندھے جھٹک دیتا اور ہم سے تقریباً پہیلیاں بوجھوا تا رہا۔ وہ ہفتہ بھر اکثر وہ یوں ہی آتا جاتا کرتا اور پھر اچانک اس طرح غائب ہو گیا جیسے زمین سے نکل گئی ہو۔ جب وہ ہمارے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا تو میں نے اندازہ لگایا کہ اس کے اثرات کم ہو گئے ہیں۔ وہ بیمار پڑ گیا تھا اور اس کے تاثرات اور بھی زیادہ پیچیدہ ہو گئے تھے۔ وہ کیا ہے؟ وہ کیا کرتا ہے؟ وہ اتنا زیادہ طاقتور کیوں ہے؟ اس کے اندر کمال بالا سے لے ہوتا پیدا کرنے، نکاتا کو دنیا کو تشدد کے لئے اور [illegible] کے لئے زیادہ وقت مل سکے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ وہ کیسی طرح آئے۔ وہ کیسی وہ صرف مسکرا دیا۔ تاہم اس نے اپنے وعدہ پر ثابت قدمی سے آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے حالات میں تبدیلی ہو رہی ہے۔ یہ واقعی غیر معمولی بات ہے وہ میرا سوتیلا بھائی ہے۔ ہمارے خاندانی نام ایک سے ہیں۔ لیکن پھر بھی میں اس کے متعلق تقریباً کچھ بھی نہیں جانتا۔ وہ دوسری بار میری زندگی میں میرے لئے ہمدرد اور نجات دہندہ کی حیثیت سے میری تمام دشواریوں کو دور کرنے کے لئے داخل ہوا ہے۔ شاید ہر زندگی میں دوسرے خاص لوگوں کے علاوہ ایک خفیہ اور نامعلوم طاقت کا موجود ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ ایک تقریباً ایسی علامتی ہستی جو طلب کئے بغیر مدد کے لئے پہنچ جاتی ہے اور غائب ہے کے معاملہ میں میرا بھائی الیوگراف اس پرستیہ محسن کا کردار ادا کرتا ہے؟

یہاں پہنچ کر پوری آندے وزع کی ڈائری ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد اس نے پھر کبھی ڈائری نہیں لکھی۔

(۱۰)

پوری آندے وزع نے وہ کتابیں دیکھیں جو اس نے یوریاتان پہنچنے کے بعد لائبریری کے دارالمطالعہ سے نکلوائی تھیں۔ دارالمطالعہ میں کئی گھڑکیاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک پر سے لمبی میزوں کی قطاریں گزر کر دیوار کے پاس جا کر ختم ہوتی تھیں۔ لائبریری عموماً آفتاب کے غروب کے وقت بند ہوتی تھی موسم بہار میں اس قصبہ میں روشنی نہیں کی جاتی تھی۔ شفق گو ہمیشہ اندھیرا ہونے سے پہلے ہی واپس آجایا کرتا تھا اور تب میں رات کے کھانے کے وقت کے بعد نہیں ٹھہرتا تھا۔ کتابوں کے جو ڈھیر اس نے لگا رکھے تھے وہ سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیتا۔ صبح کا سارا وقت مطالعہ میں گذرتا اور دوپہر میں

واری کینو واپس آجاتا۔ جب سے اس نے لائبریری جانا شروع کیا تھا اس سے پہلے وہ ری آنے سے وضع
صرف کبھی کبھار ہی یہ یاترا کیا تھا اب وہاں کوئی خاص کام نہیں تھا اور وہ قصبہ سے بہت کچھ
اب جب کہ وہ دارالمطالعہ رفتہ رفتہ مقامی لوگوں سے بھرتا جا رہا تھا جن میں سے کچھ لوگ اس کے نزدیک
اور کچھ دور بھی رہتے تھے۔ وہ یہ محسوس کرنے لگا تھا کہ وہ قصبہ کے ایک اہم مرکز پر کھڑے رہ کر
اس سے واقف ہوتا جا رہا ہے اور نہ صرف قصبہ کے لوگ بلکہ ان کے مکانات اور سڑکیں بھی مکمل
میں نظر آ رہی ہیں۔ تاہم کھڑکیوں میں سے نہ صرف یہ باتیں بھی دکھائی دے سکتی تھیں بلکہ حقیقی
سب سے بڑی اور مرکزی کھڑکی کے سامنے لمبے پانی کی ایک ٹنکی تھی جو قارئین مطالعہ میں وقفے
خاصے مند ہوتے وہ اٹھ کر باہر چلے جاتے اور وہاں یا تو ٹہلا کرتے یا پانی پینے کے لئے ٹنکی کے گرد جمع
ہو جاتے اور آخر میں چپڑاسی کا بچا ہوا پانی پھینک کر کھڑکی میں کھڑے ہوئے قصبہ کا منظر دیکھتے رہتے تھے۔
قارئین دو قسم کے تھے۔ زیادہ تعداد ان طلبہ کی تھی جو کالج کے نوٹس تیار کرتے ہوتے تھے۔ پہلی قسم کے
لوگوں میں زیادہ تر عورتیں تھیں جن کے لباس گھٹیا ہوتے تھے اور ان کی شکلیں اتری ہوئی اور بیمار سی نظر
آتی تھیں جو کسی وجہ سے یا تو بھوک یا یرقان کی وجہ سے پھولی ہوئی ہوتی تھیں۔ مستقل طور پر آنے
میں آنے والوں میں سے تھیں اور وہاں کے عملے سے دوستانہ طور پر واقف تھیں اور وہاں بیٹھا گپ سی محسوس
کرتی تھیں۔

عام لوگ صحت مند اور خوش شکل دکھائی دیتے تھے اور بہترین لباس میں نظر آتے۔ وہ لوگ اس
قدر احترام کے ساتھ وہاں آتے جیسے کسی گرجا میں داخل ہو رہے ہوں۔ وہ دوسروں سے زیادہ چل
پھر سکتے تھے اس لئے نہیں کہ انھیں وہاں کے قاعدے نہیں معلوم تھے بلکہ اس کوشش میں کہ ان
کی نقل و حرکت سے آواز پیدا نہ ہو وہ اپنے چلنے پھرنے اور آواز دینے پر کنٹرول نہیں رکھ سکتے تھے
مہتمم کتب خانہ اور اس کی دو نائب کھڑکی کے مقابل دیوار کے اندر بنے ہوئے خلا میں ایک ڈیسک
پر بیٹھتی تھیں۔ یہ حصہ باقی کمرے سے ایک کاؤنٹر کے ذریعہ علیحدہ کر دیا گیا تھا ان میں سے ایک نائب
خصوصی قسم کی عورت تھی جو اونی شال اوڑھے رہتی اور اپنا ایک آنکھ کا چشمہ بار بار چڑھاتی اور اتارتی رہتی
تھی۔ وہ یہ کام محض دیکھا نہیں بلکہ اپنے موڈ کے مطابق کرتی تھی۔ دوسری عورت سیاہ ریشمی بلاؤز
پہنتی تھی، اس کا سینہ کمزور معلوم ہوتا تھا کیونکہ سانس لیتے وقت اور بات چیت کرتے وقت بھی

اس کا رومال منہ اور ناک پر ہی رکھا رہتا اور وہ اسے کبھی نہیں ہٹاتی تھی عملے کے چہرے بھی ڈیسے لٹکے ہوئے اور مرعوب تھے جیسے زیادہ تر قائدین کے تھے اور انہی کی طرح ان کی کھال بھی ڈھیلی ڈھالی میلے اور سبزی مائل رنگ کی تھی۔ عملے کی تینوں خواتین باری باری نئے آنے والے لوگوں کو سرگوشی کے انداز میں وہاں کے قواعد سمجھاتی تھیں، کتابوں کی پرچیاں بھانتیں، کتابیں نکال کر دیتیں اور پھر واپس رکھ دیتیں اور وقفے کے دوران کسی رپورٹ کی تیاری یا ایسے ہی کسی اور کام میں مشغول ہو جاتیں۔ خیالات کی ناقابل جواز ہم آہنگی جو کھڑکی سے باہر اصل قصبے کے منظر اور کمرے کے اندر کے خیالی منظر اور اس کے چاروں طرف پھیلے ہوئے سجے چہروں سے شروع ہوئی تھی اور اب سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہر شخص کو نگاہڑ ہو گیا ہو اور اس سے اس اکل کھری عورت کا چہرہ اس کی نظروں کیسامنے پھر جاتا جو اس کے یورپا تن پہنچنے والے روز ریلوے سوئچ پر کام کر رہی تھی۔ یوری آندرے وچ کو قصبہ کا ذرہ سے نظر آنے والا منظر اور گاڑی کے فرش پر بچھا ہوا کمبل یاد آگیا۔ جو ہر چیز پر تبصرہ کرتا جاتا تھا اور اسے ہر بات بتاتا جاتا تھا۔ اس نے ان تمام باتوں کا جو قصبے کے بارے میں اسے قصبے کے باہر ہی معلوم ہوئی تھیں اپنے موجودہ حالوں سے سلسلہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے یاد نہیں رہا تھا کہ سمہ پاتوف نے اسے کیا بتایا تھا اور اس کے بارے میں اس کے خیالات زیادہ دیر تک ساتھ نہیں دے سکے۔

(۱۱)

یوری آندرے وچ کمرے کے آخری سرے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے مقامی زمینوں کے حدود شمار کے بارے میں کئی رپورٹیں، وہ علاقہ میں بسنے والی قوموں کے متعلق حوالہ کی کتابیں رکھی ہوئی تھیں جن سے پچاشیف کی بغاوت کی تاریخ پر بھی روشنی پڑتی تھی لیکن ریشمی بٹائو والی لاجہ بریدے رومال منہ پر رکھے ہوئے اسے سرگوشی کے انداز میں بتایا تھا کہ کسی شخص کو ایک وقت میں تین زیادہ کتابیں دیجا سکتی اور یہ کہ اپنی دلچسپی کی دوسری کتابیں حاصل کرنے کے لئے اسے ان میں سے کچھ کتابیں واپس کرنی ہوں گی۔ اس نے اپنے سامنے رکھی ہوئی کتابوں کے ڈھیر میں سے کتابیں نکال کر مزید تیزی سے ان کا مطالعہ شروع کر دیا تاکہ ان میں سے وہ کتابیں چھانٹ کر نکال سکے جن کی اسے واقعی ضرورت تھی اور باقی کتابوں کے بدلے میں وہ تاریخی کتابیں حاصل کرے جو ان کتابوں کے ورق الٹ

رہا تھا۔ اور اب کی سرخیوں پر سُرخیاں رہا تھا وہ کام کیا اتنا مصروف تھا کہ اور طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ پڑھنے والوں کے مجمع کی وجہ سے اس کا کوئی حرج نہیں ہو رہا تھا۔ وہ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو اچھی طرح دیکھ چکا تھا۔ اس کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگ اس کے ذہن میں موجود تھے۔ آنکھیں اوپر اٹھائے بغیر اسے اس بات کا علم تھا کہ وہ لوگ وہاں موجود تھے اور اس کا خیال تھا کہ وہ اس سے پہلے وہاں سے نہیں جائیں گے۔ وہ لوگ اسی طرح جمے ہوئے بیٹھے تھے جب کھڑکی کے باہر مکانات اور گرجا اپنی اپنی جگہوں سے حرکت نہیں کر سکتے تھے لیکن سورج غروب ہو گیا تھا۔ وہ کمرے کے مشرقی کونے سے بیت کر اب جنوبی دیوار کی کھڑکیوں میں سے چمک رہا تھا اور اس کی روشنی نزدیک بیٹھے ہوئے لوگوں کی آنکھوں پر پڑ رہی تھی۔ لائبریرین جسے سردی کا اثر تھا، اس سے اُتر کر کھڑکیوں کے نزدیک گئی۔ ان پر سفید پردے پڑے ہوئے تھے جن کی وجہ سے روشنی ناگوار نہیں گذرتی تھی۔ اس نے آخری کھڑکی کے سوا جو ابھی تک سارے کی ساری باقی تمام کھڑکیوں کے پردے کھینچ دیئے۔ اس کھڑکی کے پاس پہنچ کر اس نے سردی کھونے کے لئے ذرا سی کھینچی لیکن اسی وقت اسے کھینچیں آنے لگیں اس کے منہ سے بارہ بجنے کا گھنٹہ بجنے سے پہلے کی آواز نکلی۔ اس کو خیال آیا کہ وہ بیچاری تقریباً سارا دن کی سالی تھی اور تقریباً ہر گھنٹے میں ایک آدھ کا ذکر سمجھ کر یا تو فلسفے کی بات سمجھ کر لوگوں کی طرف سے کوئی سوال آنے کی توقع کر رہی تھی۔ عورت نے اس کی طرف دیکھا۔ اب اسے کمرے میں ایک تبدیلی نظر آئی۔ اس کے آخری سرے پر بیٹھی ہوئی عورت بھی تھی۔ یورنی آندرے نے اس عورت کو قریب سے پہچان لیا۔ وہ اس کی طرف پشت کئے بیٹھی تھی اور کھینچنے والی، لائبریرین سے دھیمی آواز میں گفتگو کر رہی تھی جو اس کے اوپر جھکی ہوئی کھڑی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لائبریرین پر گفتگو کا اچھا اثر پڑ رہا تھا۔ اس سے اسے آرام مل گیا نہ صرف پریشان کرنے والے ذکام سے بلکہ اعصابی کھچاؤ سے بھی اس نے شکر گذار نظروں سے لائبریرین کی طرف دیکھا۔ اس نے دوسری عورت کی طرف سے منہ اور ناک پر رکھا ہوا رومال ہٹا لیا۔ اسے جیب میں رکھا اور آرام سے پیچھے اپنی جگہ پر چلی گئی وہ خوش پرستار اور مسکراتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ یہ واقعہ کرنے کے فوراً بعد عورتوں نے دیکھا۔ وہ جھک گئے اور انھوں نے پسندیدگی کی نظروں سے انیتی پوڈا کو دیکھا۔ ان معمولی سی باتوں سے یورنی آندرے وجرنے اندازہ لگایا کہ قصبہ کے لوگ انیتی پوڈا سے واقف

تھے اور اسے پسند کرتے تھے۔

(۱۳)

ایکدم اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اپنی کرسی سے اُٹھ کر جائے اور اس سے بات کرے۔ لیکن اس میں اینی تپوا کے ساتھ اس کے تعلقات میں ایک طرح کی شرم اور ہچکچاہٹ سی پیدا ہو گئی تھی جو اس کی فطرت کے خلاف تھی اور اس کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر سکا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اسے پریشان نہیں کرے گا۔ اور وہ اپنا کام چھوڑے گا۔ اسے دیکھنے کی خواہش پر قابو پانے کی غرض سے اس نے اپنی کرسی کا رُخ اس طرح تبدیل کر لیا کہ اب اس کی پشت تقریباً میز سے لگی ہوئی تھی۔ اس نے کتابوں پر دھیان دینے کی کوشش کی اور ایک کتاب گھٹنے پر رکھ کر دوسری ہاتھ میں اٹھائی۔ لیکن اب اس کا دھیان کتابوں میں نہیں تھا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ اس نے ایکمرتبہ واری کینو میں خواب میں جو آواز سُنی تھی وہ اینی تپوا کی تھی۔ یہ خیال آتے ہی وہ مبہوت سا رہ گیا۔ اور اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی کرسی کا رُخ پھر ایکمرتبہ تبدیل کر دیا تاکہ وہ اینی تپوا کو دیکھ سکے۔ اس کے کرسی کھسکانے سے اس کے قریب بیٹھے ہوئے لوگ چونک پڑے اور وہ اس کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ پیچھے سے اس کا صرف چوتھائی رُخ دیکھ سکتا تھا۔ وہ ہلکے خانوں کا بلاؤز پہنے ہوئے تھی جس پر بیل کسی ہوئی تھی۔ وہ ایک بچہ کی طرح اپنا سر کسی قدر داہنے کندھے پر جھکائے ہوئے مکمل استغراق کے ساتھ مطالعہ کر رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ رُک کر کچھ سوچنے لگتی اور چھت کی طرف یا اپنے سامنے دیکھنے لگتی اور پھر بائیں ہاتھ پر ٹکا کر اس کتاب میں سے جو وہ پڑھ رہی تھی اقتباسات نقل کرنے لگتی۔ ایسا کرتے ہوئے اسکی پنسل نوٹ بک پر تیزی سے چلتی تھی۔ بوری آندرے وزخ کو وہی چیز پھر دکھائی دی جو اس نے عرصہ ہوا میلیو زیوویں دیکھی تھی: وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ حسین دکھائی دے یا لوگ اسے دیکھ کر خوش ہوں: اس نے سوچا: وہ عورت کی فطرت کے اس پہلو سے نفرت کرتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ اپنے آپ کو خوبصورت ہونے کی سزا دے رہی ہے لیکن اس چیز نے اسے اور بھی دس گنا زیادہ حسین بنا دیا ہے۔ وہ ہر کام کتنی خوبی کے ساتھ کرتی ہے! وہ پڑھتی ہے اس طرح نہیں جیسے کہ مطالعہ سے اعلیٰ انسانی مشغلہ ہو بلکہ اس طرح جیسے یہ سب سے آسان کام ہو۔ ایسا کام جو جاندار بھی کر سکتے ہوں۔ بالکل اس طرح جیسے وہ کنویں سے پانی لینے

جاری ہو یا آ و پھیل رہی ہو۔ ان خیالات سے اسے بہت سکون ملا۔ اس کی روح ایک انوکھے قسم کا سکون محسوس کرنے لگی۔ اس کا ذہن ایک مضمون سے دوسرے مضمون پر بھٹکنے سے رک گیا۔ وہ اپنی، سکراہٹ نہیں روک سکا۔ اینٹی پووا کی موجودگی کا اس پر بھی ویسا ہی اثر ہوا جیسا کہ اس لائبریرین پر ہوا تھا۔

اب اسے نہ تو اپنی کرسی کے رخ کی فکر تھی نہ وہ اپنے خیالات بھٹکنے کی وجہ سے پریشان تھا۔ وہ تقریباً ایک گھنٹہ تک اس سے زیادہ توجہ سے کام کرتا رہا جتنا کہ اس کے آنے سے پہلے کر رہا تھا۔ اس نے ان کتابوں میں سے دو اہم مضامین بھی چن ڈالے۔ پھر یہ فیصلہ کرتے ہوئے کہ اس نے کافی کام کر لیا ہے، اس نے اپنی کتابیں بھی کیں، اور میز پر واپس لے گیا۔ صفائی ضمیر کے ساتھ اور کسی برے ارادے کے بغیر اس نے سوچا کہ صبح کو پورے وقت محنت سے کام کرنے کے بعد اسے یہ حق حاصل تھا کہ وہ وقت نکال کر ایک پرانی دوست سے ملاقات کرے اور یہ کہ وہ اتنی تفریح تو کر ہی سکتا تھا۔ لیکن جب اس نے مڑ کے ہو کر کمرے میں چاروں طرف نظر ڈالی تو اسے معلوم ہوا کہ اینٹی پووا وہاں موجود نہیں تھی۔ لالٹینیں جو کتابیں واپس کی تھیں وہ ابھی تک کاؤنٹر پر اسی کتابوں کے پاس رکھی ہوئی تھیں۔ وہ مارکس کے نظریہ پر درس کتابیں تھیں۔ وہ یقیناً پڑھانے کا کام شروع کرنے سے پہلے اپنے آپ کو سیاسی تعلیم دے رہی ہوگی۔ اس نے کتابوں کے لئے جو پرچیاں لکھی تھیں، اور جو کتابوں کے صفحوں کے درمیان رکھی ہوئی تھیں۔ ان پر اس کا پتہ موجود تھا۔ یوری آندرے وتز نے پتہ لکھ لیا جسے پڑھ کر اسے سخت حیرت ہوئی کیونکہ یہ ایک خاص قسم کا پتہ تھا۔ مرچنٹ اسٹریٹ اس مکان کے سامنے جس پر پتھر کے مجسمہ بنے ہوئے ہیں؟ اس نے ایک اور شخص سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ اور اس کے جواب میں اسے بتایا گیا کہ یہ عمارتیں سنگ تراشی کے کام کا مکان ہیں۔ کاغذ پر اسی طرح مشہور تاجیسے ماسکو میں سڑکوں کے نام ان پر نصب پتھر کے نام پر رکھے جاتے ہیں یا جس طرح پیٹرز برگ میں لوگ پتھ کونوں سے واقف ہیں۔ وہ مکان جس کا پتہ میں ذکر کیا گیا تھا۔ ایک گہرے بھورے رنگ کا مکان تھا جس پر عورتوں کے مجسموں سے سنگتراشی کا کام لیا گیا تھا اور شاعروں کے تخیل کی جیتی جاگتی مجسمے بنے ہوئے تھے جو اپنے ہاتھوں میں جھانجھ بربط اور مصنوعی چیزیں اٹھائے ہوئے تھیں۔ یہ مکان گذشتہ صدی میں ایک تاجر نے اپنے نجی تھیٹر

کے طور پر بنوایا تھا۔ لیکن اس کے وارثوں نے اسے تاجروں کی جماعت کے ہاتھ فروخت کر دیا جس کے نام پر اس سڑک کا نام رکھا گیا تھا اور وہ تمام علاقہ اس مکان کے نام ہی سے مشہور تھا۔ اب اس مکان میں پارٹی کی شہری کمیٹی کا دفتر تھا اور اس کے نچلے حصہ پر جہاں پہلے پوسٹر اور پروگرام آویزاں کئے جاتے تھے اب حکومت کے اعلان اور احکامات چسپاں نظر آتے تھے۔

(۱۳)

مئی کے ابتدائی دنوں کی یہ سہ پہر کافی سرد تھی اور تیز ہوا چل رہی تھی۔ یوری آندرے وتچ نے وہ کام ختم کیا جو اسے فقیہ میں کرنا تھا۔ اور کتب خانہ کے اندر ایک نظر ڈالنے کے بعد اس نے جانے کا پانا ارادہ بدل دیا اور انتیتی پوولسے ملنے کے لئے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ہوا کی تیزی، برفباری اور سڑک کے بجوں کی وجہ سے راستے میں رک جانا پڑا اس نے اپنا منہ پھیر لیا، آنکھیں بند کر لیں اس انتظار میں کھڑا رہا کہ دھول اڑنی بند ہو جائے اور پھر اپنے راستہ پر چل دیا۔ لاما مرچیٹ اسٹریٹ کے نکڑ پر گہرے بھورے رنگ کے مکان کے سامنے رکی تھی جس پر سفید کے حصے بنے ہوئے تھے۔ اس نے یہ مکان پہلی مرتبہ دیکھا۔ مکان ویسا ہی تھا جیسا کہ اس کا نام تھا اور اس میں کوئی عجیب و غریب اور پریشان کن سی بات محسوس ہوتی تھی۔ اس کی اوپری منزل کے سامنے حصہ پر زمانہ قدیم کی عورتوں کی شکلیں بنی ہوئی تھیں جو انسانی قد کے نصف کے برابر تھیں۔ ریت کے دو بگولوں کے درمیان اسے یہ محسوس ہوا جیسے مکان کی تمام عورتیں باہر بالکونی میں نکل آئی ہوں اور اوپر سے اسے جھانک کر دیکھ رہی ہوں۔ لاما کے مکان میں جانے کے دو دروازے تھے، ایک دروازہ مرچیٹ اسٹریٹ میں تھا اور دوسرا مرکز گلی میں تھا۔ آندرے وتچ نے صدر دروازہ نہیں دیکھا، وہ گلی والے دروازہ سے اندر گیا۔ وہ جیسے ہی پھاٹک کے اندر داخل ہوا کوا کر کت ہوا سے اڑنے لگا اور صحن ڈاکٹر کی نظروں سے چھپ گیا۔ اس سیاہ پردے کے اندر سے مرغیاں کڑکڑاتی ہوئی اسکی ٹانگوں کے بیچ میں سے ہو کر بھاگیں۔ ایک مرغا ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ جب گردا ڈنی بند ہو گئی تو ڈاکٹر نے لارا کو کنوئیں کے پاس کھڑے دیکھا، اس نے دو بالٹیاں بھر کر اپنے بائیں کندھے پر ایک ڈنڈے میں لٹکائی تھیں۔ اس نے اپنے بال لاپرواہی سے ایک رومال سے باندھ رکھے تھے جس میں آگے کی طرف ایک گانٹھ لگی ہوئی تھی تاکہ وہ خاک دھول سے محفوظ رہ سکیں۔ اس نے اپنا اڑتا ہوا سایہ گھٹنوں کے نیچے

میں دیا رکھا تھا۔ وہ گھر کی طرف روانہ ہوئی لیکن ہوا کے ایک آدھ جھونکے نے اسے روک دیا جس سے اس کا رومال سر سے اتر کر اڑتا ہوا احاطے کے آخری سرے پر جا پڑا جہاں مرغیاں ابھی تک کڑکڑا رہی تھیں۔ زوا گور رومال کے پیچھے بھاگا اور اسے اٹھا کر کونین کے نزدیک اس کے پاس لے گیا۔ اپنا عام قدرتی انداز برقرار رکھتے ہوئے لارا نے اپنے منہ سے حیرت کا کوئی جملہ تک ادا نہیں کیا جس سے کسی قسم کی الجھن یا حیرت کا اظہار ہو سکتا۔ اس نے صرف یہی کہا: زوا گور!

"لاریسا فیودرونا!"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"اپنی بالٹیاں رکھ دو۔ یہ میں پہنچا دوں گا۔"

"میں آدھے رستہ میں نہیں رکتی، اپنا کام ادھورا نہیں چھوڑتی۔ اگر تم مجھ ہی سے ملنے آئے ہو تو چلیں۔"

"اور کس سے ملنے آیا ہوں؟"

"یہ میں کس طرح جان سکتی ہوں؟"

"بہرحال یہ بالٹیاں مجھے اٹھا لینے دو۔ میں اس طرح کھڑے رہ کر تمہیں کام کرتے نہیں دیکھ سکتا۔"

"تم اسے کام کہتے ہو؟ بالٹیوں کو چھوڑ دو۔ تم سیڑھیوں پر پانی گرا دو گے۔ بہتر یہ ہے کہ مجھے یہ بتاؤ تم یہاں کیسے آئے ہو۔ تمہیں آئے ہوئے ایک سال سے زیادہ ہو گیا لیکن اس وقت تک تمہیں یہاں آنے کے لئے وقت نہیں مل سکا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"بات پھیل ہی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ میں نے تمہیں دارالمطالعہ میں بھی دیکھا تھا۔"

"تم نے مجھ سے بات کیوں نہیں کی؟"

"اب مجھ سے یہ تو مت کہو کہ تم نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔"

بالٹیوں کے بوجھ سے کمر جھکائی ہوئی وہ اس کے آگے آگے نیچی سی داخلی محراب سے اندر داخل ہوئی۔ یہاں اس نے جلدی سے دونوں بالٹیاں نیچے رکھ کر بالٹیاں مٹی کے فرش پر رکھیں، بالٹیاں لٹکانے کا ڈنڈا

کندھے پر سے اتارا، اٹھ کر سیدھی کھڑی ہوئی اور اپنے ہاتھ ایک چھوٹے سے رومال سے صاف کئے "آؤ میں تمہیں اندر کے راستہ میں سامنے والے ہال کمرے میں لے چلوں۔ وہاں تمہیں ایک منٹ انتظار کرنا ہوگا میں بالٹیاں پچھلے زینے سے اوپر لے جاؤں گی اور ذرا اپنا حلیہ ٹھیک کر لوں گی مجھے دیر نہیں لگے گی۔ ذرا ہماری یہ سیڑھیاں تو دیکھو۔ ڈھلے ہوئے لوہے کی بنی ہوئی ہیں اور کتنی خوبصورت ہیں اوپر کی ان سیڑھیوں میں سے ہر چیز دکھائی دیتی ہے۔ یہ پرانا مکان ہے۔ گو یہ باری سے یہ کچھ مل گیا ہے۔ جہاں جہاں سے پستر اکھڑ گیا ہے۔ وہ تو تم دیکھ ہی سکتے ہو۔ یہ دیکھو یہاں اینٹوں میں دراڑ پڑ گئی ہے۔ جب کانتا اور میں باہر جاتے ہیں تو نلیٹ کی کنجی یہیں رکھ دیتے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھنا ہو سکتا ہے کہ تم کسی ایسے وقت آؤ۔ جب کہ میں باہر ہوں۔ تم دروازہ کھول کر اندر جا سکتے ہو اور بے تکلفی کے ساتھ میری واپسی تک بیٹھ سکتے ہو۔ دیکھ رہے ہو یہ چابی لیکن ابھی مجھے اس سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم پچھلے رستے سے باہر جاؤ گی اور اندر سے دروازہ کھول دو گی۔ یہاں صرف چوہوں کی وجہ سے ہی پریشانی ہے۔ بے شمار چوہے ہیں باہر اور ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہے۔ تمام دیواریں شکستہ ہیں۔ سارے مکان میں دراڑیں اور چھید ہیں۔ میں چوہوں کے بلوں میں سیمنٹ بھر آتی ہوں بند کر دیتی ہوں لیکن اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا۔ کیا تم کسی روز آکر میری مدد کرنے کو تیار ہو؟ ہم مل کر فرش کے تختوں اور کچے فرش کے درمیان کے سوراخ بند کرنے ضروری ہیں۔ ٹھیک ہے نا؟ اچھا۔ تم یہیں ہال میں ٹھیرو۔ اور اس کی ترکیب سوچو۔ مجھے دیر نہیں لگے گی میں تمہیں ایک منٹ میں بلاتی ہوں: وہاں انتظار کرتے ہوئے اس نے چاروں طرف شیشہ دیواروں اور ڈھلے ہوئے لوہے کی سیڑھیوں کو دیکھا اس نے اپنے آپ سے کہا۔ دارالمطالعہ میں مجھے خیال ہوا تھا کہ وہ مطالعہ میں بے انتہا ذوق شوق سے منہمک ہے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ دوسری بات بھی ٹھیک ہے۔ وہ کنوئیں سے پانی بھی اسی قدر ہلکے پن اور کوشش کے بغیر لے آتی ہے جیسے کہ وہ مطالعہ کر رہی ہو۔ وہ جو کام بھی کرتی ہے اس میں ایک خوش اسلوبی ہوتی ہے۔ جیسے کہ اس نے ابتدائی زندگی میں جلد ہی کام کرنا شروع کر دیا ہو اور بچپن سے عادی ہو اور اب وہ جو کچھ بھی کرتی ہے وہ اسی عادت کی بنا پر آسانی کے ساتھ اور قدرتی طور پر کرتی ہے یہ محنت اس کی پشت کی ہڈی سے جب وہ جھکی ہوتی ہے اور اس کی مسکراہٹ سے جب اتنے

لب کھلتے ہیں، اور مٹھی میں گولائی آجاتی ہے، اور اس کے الفاظ سے اور خیالات سے بھی عیاں ہے۔

"تو اگو! اپنی پوٹلی اوپر سے آواز دی۔ اور وہ دوڑ چلا گیا۔

(۴)

"اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو اور بتی کر دو جیسی کہوں۔ ہمیں دو تاریک کمروں سے ہو کر گزرنا ہے جن میں فرنیچر بھرا ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز سے ٹکرا جاؤ اور تمھارے چوٹ لگ جائے۔"

"ٹھیک ہے ارے یہ تو بالکل بھوتوں کی طرح ہے۔ میں رستہ کسی طرح نہیں معلوم کر سکتا تھا۔ مگر آپ کیوں؟ کیا فلیٹ کی نئے سرے سے آرائش ہو رہی ہے؟"

"ارے نہیں یہ بات نہیں۔ یہ فرنیچر کسی اور کا ہے۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کون سے کمرے کی عمارت میں میرا اپنا فلیٹ تھا لیکن جب سکوں پر شہر کے محکمہ مکانات کا قبضہ ہو گیا تو مسٹر کا اور مجھے اس مکان کا ایک حصہ دیدیا گیا۔ اس کے مالک جا چکے تھے اور اپنا تمام فرنیچر چھوڑ گئے تھے۔ بہت کا فی فرنیچر تھا جسے دوسرے لوگوں کا سامان رکھنا اچھا نہیں لگتا اس لئے میں نے سارا سامان ان دو کمروں میں رکھ دیا اور کھڑکیوں پر سفیدی کر دی تاکہ دھوپ نہ آسکے میرا ہاتھ مت چھوڑنا ورنہ تم کھو جاؤ گے۔ لو ہم لوگ پہنچ گئے۔ اب ہم دائیں طرف مڑیں گے ہم بھوں بھیوں سے نکل گئے یہ میرے کمرے کا دروازہ ہے۔ ذرا دیر میں روشنی ہو جائے گی سنبھل کر قدم بڑھانا:

اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہوتے پر وہ دروازہ کے سامنے والی کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کھڑکی میں سے باہر صحن اور مکانوں کی نیچی چھتیں اور اس سے پرے دریا کے کنارے خالی میدان نظر آرہا تھا۔ وہاں بھیڑیں اور بکریاں چر رہی تھیں اور ان کی اونی گولیں ہنگوں کی طرح زمین پر چسپٹ رہی تھیں۔ سامنے ہی ایک بورڈ بھی دکھائی دے رہا تھا جس پر لکھا تھا۔ موریزو سگن بیچ ٹرانے اور پھٹکنے کی مشین۔ اس بورڈ کو دیکھ کر اسے وہ دن یاد آگیا جب وہ اسکو سے یہاں پہنچا تھا اور ڈاکٹر نے اس کا حال تارا کو بتانا شروع کر دیا۔ وہ یہ بالکل بھول گیا۔ کہ یہ افسانہ بھی گرم تھی کہ اسٹریلینکوف تارا کا شوہر تھا۔ اس نے لاریا کو ٹرین میں کیمارسے اپنی ملاقات کا حال سنایا۔ اس کی کہانی کے اس حصہ کا اس پر بہت زیادہ اثر ہوا۔ "تم نے اسٹریلینکوف کو دیکھا تھا؟ اس نے بیتابی کیساتھ پوچھا۔ میں ابھی تمھیں نہیں بتاؤں گی۔ لیکن واقعی یہ ایک عجیب سی بات ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے

ہماری ملاقات پہلے سے مقدر میں لکھی ہوئی تھی۔ میں کسی وقت اس کے متعلق تمھیں سب کچھ بتا دوں گا اور تم حیران رہ جاؤ گے۔ اگر میں غلطی نہیں کر رہی ہوں تو تم نے اس کے بارے میں بُری نہیں بلکہ اچھی رائے قائم کی ہے۔"

"ہاں۔ مجموعی طور پر۔ مجھے اس سے نفرت کرنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ ہم اس علاقہ میں سے ہو کر گئے تھے جہاں اس کے ہاتھوں موت اور تباہی نازل ہوئی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ کوئی سفاک قسم کا سپاہی یا انقلابی رہنما ہوگا لیکن وہ ان میں سے کچھ بھی نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص تمھاری توقع کے برعکس ہو تو اچھا ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دلیر نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا ہوتا تو انسان کی حیثیت سے اس کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن اگر تم اسے کسی خاص قسم میں نہیں رکھ سکتیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کم از کم وہ کسی حد تک ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک انسان کو ہونا چاہیئے۔ وہ اپنے وجود سے بلند ہو جاتا ہے اور اس میں کسی قدر غیر فانیت آ جاتی ہے۔"

"تو کہتے ہیں کہ وہ پارٹی کا ممبر نہیں ہے۔"

"ہاں میرے خیال میں ایسا ہی ہے۔ آخر کیا بات ہے کہ بعض لوگ اس کی حریف بن جاتے ہیں۔ اس کا کوئی معقول نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا انجام برا ہوگا۔ وہ ان تمام گناہوں کا خمیازہ بھگتے گا جو اس نے کیے ہیں۔ وہ انقلابی جو انون اپنے ہاتھ سے لیتے ہیں۔ خطرناک ہوتے ہیں۔ اس لیے نہیں کہ وہ مجرم ہوتے ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ ایسی مشینوں کی مانند ہوتے ہیں جن پر قابو نہ پایا جا سکتا ہو۔ اسٹالینکوف، رتنا بھی پاگل ہے حتیٰ کہ روسکو بھی۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ اس کا یہ پاگل پن عقریت کی حد تک پہنچا نہیں ہوا بلکہ ان تکالیف سے پیدا ہوا ہے جو اس نے برداشت کی ہیں مجھے اس کا پورا علم نہیں ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ کوئی نہ کوئی بھید ضرور ہے۔ مایاکوسکی کے ساتھ اس کا تعلق ان ایک امر اتفاقی ہے۔ جب تک انھیں اس کی ضرورت ہے وہ اسے برداشت کریں گے اور اتفاق سے وہ ان کے راستہ پر ہے لیکن جس وقت بھی انھیں اس کی ضرورت باقی نہیں رہے گی وہ کسی قسم کے افسوس کے بغیر اسے علیحدہ کر دیں گے اور کچل دیں گے جیسا کہ انھوں نے دوسرے فوجی ماہرین کے ساتھ کیا ہے۔"

"تمھارا یہی خیال ہے؟"

مجھے اس کا یقین ہے۔

"کیا اس کے لئے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے؟ کیا وہ بھاگ نہیں سکتا؟"

"وہ بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے۔ لاریا فیوردونا؟ پرانے زمانہ میں ایسا ہو سکتا تھا جبکہ زاروں کی حکومت تھی۔ لیکن اب ذرا کوشش کر کے تو دیکھو!"

"یہ تو بہت بُری بات ہے۔ تمہاری باتیں سُن کر مجھ پر ترس آ رہا ہے۔ ایک بات بتاؤ تم بدل گئے ہو۔ تم انقلاب سے قبل زیادہ۔ کون سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ تم اس کے متعلق اتنی سخت باتیں نہیں کہتے تھے۔"

"یہی تو اصل بات ہے۔ لاریا فیوردونا۔ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ اس تمام عرصہ میں کوئی ٹھوس کام ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن اب پتہ چلا کہ جن لوگوں نے انقلاب برپا کیا تھا وہ سوائے تباہی اور ہنگامہ کے اور کچھ پسند نہیں کرتے۔ وہ کسی ایسی چیز سے خوش نہیں ہوتے جو عالی سطح پر نوجوان کے لئے عبوری زمانہ، ——— زیر تعمیر دنیا بجائے خود ایک مقصد ہیں۔ انھیں کسی اور چیز کی تربیت ہی نہیں ملی۔ اس کے علاوہ اور کچھ جانتے ہی نہیں۔ اور کیا تم جانتی ہو کہ یہ کبھی نہ ختم ہونے والی تیاریاں اتنی بیکار اور لاحاصل کیوں ہوتی ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں صحیح صلاحیتیں نہیں ہیں یہ لوگ نااہل ہیں۔ انسان زندہ رہنے کے لئے پیدا ہوا ہے زندگی کا سامان اور اسکی تیاریاں کرنے کے لئے نہیں۔ خود زندگی، زندگی کا منظر، زندگی کا تحیر حیرت انگیز حد تک سنجیدہ چیز ہے۔ پھر آخر غیر پختہ دماغوں کے بچگانہ سخنوروں کی مرکتوں اور نہ طالب علمی سے بھاگ جانے جیسی حرکتوں کو کیوں اہمیت دیا جائے؟ بس بہت ہو چکا۔ اب سوالات کرنے کی میری باری ہے۔ ہم لوگ اسی دن رات کو یہاں پہنچے تھے جب یہاں ہنگامی سنسنی ہوئی تھی کیا تم اس دن تم شہر ہی میں موجود تھیں؟"

"ہاں! ہمارے چاروں طرف آگ لگی ہوئی تھی۔ مجھے حیرت ہے کہ یہ مکان جلنے سے بچ گیا تاہم یہ بری طرح ہل کر رہ گیا۔ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ آج تک ایک بغیر چھت کے گرجا گھر کے اندر میں رہ رہا ہے۔ لوٹ مار۔ بربادی۔ ہر طرح کی دہشت انگیزی ——— جیسا کہ ہر حکومت کے بدلتے وقت ہوا کرتا ہے۔ لیکن اس وقت تک ہم اس کے عادی ہو چکے تھے یہ پہلا موقعہ نہیں تھا۔ اور سفید روسی فوج نے کیا کچھ نہیں کیا! پرانے حسابات چکانے کے لئے قتل، استحصال بالجبر، بلیک میل

سے حقیقی خرمستیاں! لیکن میں نے تمہیں سب سے زیادہ حیرت انگیز بات نہیں بتائی۔ ہمارا جلیکن! وہ چیک فوجوں کے ساتھ ایک انتہائی اہم شخصیت کی حیثیت سے آیا ہے۔ ایک طرح کا گورنر جنرل" میں جانتا ہوں۔ میں اس کے متعلق سن چکا ہوں۔ کیا تم اس سے ملیں؟"

ڈاکٹر تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس کی وجہ سے میرے کتنے لوگوں کو بچایا اور کتنوں کو چھپایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا طرزِ عمل بہت اچھا اور بہادرانہ تھا۔ ان شٹ پو مجھے تارک پاکستانوں پیس والوں اور روسی کمیونسٹوں جیسا نہیں سمجھتی سے حالات اچھے لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ انہی ٹن پوٹنجیوں کے ہاتھوں میں تھے جلیکن نے میری بہت مدد کی۔ تم تو جانتے ہو کہ ہم پرانے دوست ہیں جب میں چھوٹی سی بچی تھی تو میں اکثر اس مکان میں جایا کرتی تھی جہاں وہ رہتا تھا، زیادہ تر کریہ دار اور ملیے سے رنگ کے ہنگیرین میں میرے بہت اخلاص اور عزت کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انقلاب کے بارے میں میرا نظریہ تمہارے نظریہ سے مختلف ہے۔ میں اس سے زیادہ قریب رہی ہوں۔ میں اس کی بہت سی اندرونی باتیں جانتی ہوں۔ لیکن یہ کہ جلیکن ایک چوکیدار کا بیٹا سفید فوج کا کرنل بلکہ شاید جنرل بن جائے۔ میرے خاندان میں کوئی فوجی نہیں تھا اس لئے میں فوجی عہدوں کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی اور پیشے کے اعتبار سے میں تاریخ کی معلمہ ہوں ــــ بہرحال یہاں ہم دونوں نے بہت کہانی لوگوں کی مدد کی۔ میں اس سے ملنے جایا کرتی اور ہم تمہارے متعلق باتیں کیا کرتے۔ ہنگری میں میرے دوست اور تعلقات بہت ہیں ــ اور ان سب سے مجھے تکلیفیں اور ہوسیاں ملی ہیں۔ یہ صرف دقیانوسی کتابوں میں لوگوں کو دو گروہوں میں بانٹ دیا گیا ہے جن کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا حقیقی زندگی میں ہر چیز خلط ملط ہو جاتی ہے! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم عمر بھر ایک بے حقیقت انسان رہو گے اور ایک ہی کردار ادا کرتے رہو گے؟ میں تمہارا بس ایک ہی مقام رہے گا اور تم ایک ہی چیز کی حمایت کرتے رہو گے؟ اوہ۔ لو وہ آگئی!

ایک لڑکی اندازاً جس کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی اس کے بالوں کی بیڈھیاں گندی ہوئی تھیں اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں شرارت ٹپکتی تھی اور جب وہ ہنستی تھی تو اس کی آنکھیں بھیچ جاتی تھیں اسے معلوم تھا کہ کوئی اس کی ماں سے ملنے آیا ہے کیونکہ اسنے آواز دروازہ کے باہر ہی سن لی تھی لیکن پھر بھی اس نے حیرت کا اظہار ضروری سمجھا۔ وہ آداب بجا لائی۔ اور ڈاکٹر کو بے خوفی کے ساتھ ٹک ٹک بغیر دیکھتی رہی۔ ایک ایسی تنہا بچی کی طرح جس نے سڑوع زندگی ہی میں غور و فکر شروع کر دیا ہو۔

"میری بیٹی — کاتنکا — میں امید کرتی ہوں کہ تم دونوں دوست بن جاؤ گے۔"

"تم نے مجھے اس کی تصویر میلیو زیو میں دکھائی تھی، اب یہ کتنی بڑی سی ہو گئی ہے اور جل بھی گئی ہے۔"

"میں سمجھتی تھی کہ تم باہر گئی ہوئی ہو میں نے تمہارے آنے کی آواز بھی نہیں سنی۔"

"واہ میں نے دروازے میں سے چابی نکالی اور اس میں ایک بہت بڑا سا چوہا تھا — اتنا بڑا! تم دیکھتیں کہ میں کتنے زور سے چیخی! خوف کے مارے میری تو جان ہی نکل گئی ہوتی۔"

اس نے برا سا منہ بنایا، آنکھیں پھیلائیں اور منہ سکوڑ لیا۔

"اچھا اب تم جاؤ میں تمہارے چچا کو کھانے کے لئے روک رہی ہوں اور جب کھانا تیار ہو جائیگا تو تمہیں آواز دے لوں گی۔"

"شکریہ! کاش میں ٹھہر سکتا لیکن جب سے میں نے شہر آنا شروع کیا ہے ہم لوگ رات کا کھانا چھ بجے کھا لیتے ہیں اور میں کوشش کرتا ہوں کہ مجھے دیر نہ ہو جائے مجھے گھر پہنچنے میں تین گھنٹے سے زائد لگ جاتے ہیں۔ تقریباً چار گھنٹے۔ یہی وجہ ہے میں اتنے سویرے آتا ہوں۔ افسوس ہے مجھے جلد جانا ہوگا۔"

"تم آدھ گھنٹہ تو اور ٹھہر سکتے ہو؟"

"ہاں۔ ہاں۔ خوشی سے۔"

(۱۵)

"اور اب کیونکہ تم نے مجھ سے اس قدر صاف گوئی سے کام لیا ہے اس لئے میں بھی تمہارے ساتھ صاف گوئی سے کام لوں گا اسٹیپکوف جس سے تم ملے تھے میرا شوہر ہے، پاشا — پاول پاولوچ انیتی پوف جسے تلاش کرنے کے لئے میں محاذ پر گئی تھی اور جس کی موت کا یقین کرنے سے میں نے انکار کر دیا تھا!"

"تم نے جو کچھ کہا اس سے مجھے تعجب نہیں ہوا۔ میں اسی قسم کی کوئی بات سننے کو تیار تو تھا۔ میں نے یہ افواہ سنی تھی لیکن اس پر یقین نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ میں نے اس کے متعلق تم سے اس قدر صاف گوئی سے بات کی۔ افواہ کو نظر انداز کرتے ہوئے جو محض بکواس ہے۔ میں نے اس آدمی کو دیکھا ہے کون یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کا تم سے کوئی تعلق ہوگا؟ تم میں اور اس میں کونسی چیز مشترک ہے؟ — لیکن۔"

پھر بھی صحیح ہے۔ اسٹریلنیکوف، میرا شوہر انیتی پوف ہے۔ میں بھی اس عام خیال سے اتفاق کرتی ہوں۔ یہ بات کاتنکا بھی جانتا ہے اور اسے اپنے باپ پر فخر ہے۔ اسٹریلنیکوف اس کا فرضی نام ہے ۔۔۔ تمام سرگرم انقلابیوں کی طرح اس نے بھی ایک نام خود تیار کر لیا ہے کسی وجہ سے اسے ایک فرضی نام خود تیار کر کے زندگی گذارنا اور کام کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ وہی تھا جس نے یوریاتن پر قبضہ کیا تھا اور ہم پر گولے برسائے تھے۔ یہ جانتے ہوئے کہ ہم لوگ یہاں تھے۔ اور اگر تم بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ہم زندہ بھی ہیں یا نہیں تاکہ اس کی اصلیت ظاہر ہو سکے۔ یہ واقعی اس کا فرض تھا۔ اگر وہ مجھ سے پوچھتا تو میں بھی اس سے ایسا ہی کرنے کو کہتی۔ ممکن ہے تمہارا خیال ہو۔ کہ میرے بھائی تھے اور شہری سروسیت کے مجھے لینے کے لئے جگہ دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خفیہ طور پر ہماری دیکھ بھال کر رہا ہے لیکن یہ بات نہ تھی یہاں آیا تھا اور ہم سے ملے بغیر چلا گیا۔ ناقابل یقین سی بات! یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی فیڈرکی چیز نہیں ہے۔ یہ تو ہم میں جیسی بات ہے لیکن مجھے تمہارے نقطۂ نظر سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔ میرے اور تمہارے خیالات واقعی یکساں نہیں ہیں۔ جہاں ناقابل فہم چیزوں کا سوال ہوتا ہے ہم ایک دوسرے کو سمجھ سکتے ہیں لیکن جب اہم مسائل اور زندگی کے بارے میں ہمارے نقطۂ نظر کا سوال آتا ہے تو ہم ایک دوسرے کو اتفاق نہیں کرتے تو اسٹریلنیکوف کی بات ہو رہی تھی۔ اب وہ سائبیریا میں ہے اور تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ دنیا کو کہ اس پر ایسے الزامات لگائے گئے ہیں جن سے میرا خون خشک ہونے لگتا ہے اور وہ وہاں سب سے اگلے محاذ پر چلا رہا ہے جلیلین کو جنگ کے میدان میں جوان کا بچپن کا دوست اور جنگ کی لڑائیوں میں اس کا ساتھی رہ چکا ہے جلیلین جانتا ہے کہ وہ کون ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ میں اس کی بیوی ہوں۔ لیکن اس نے معاملہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ اسٹریلنیکوف کا نام سن کر وہ غصہ سے پاگل ہو جاتا ہے۔ ہاں وہ سائبیریا میں ہے لیکن یہاں وہ کافی عرصہ تک رہا۔ نکاس ریل کے ڈپو میں رہتا تھا جہاں تم نے اسے دیکھا تھا۔ مجھے برابر یہ امید رہی کہ کبھی اتفاق سے میری اس سے مڈبھیڑ ہو جائے گی۔ کبھی کبھی وہ اسٹاف ہیڈ کوارٹر جایا کرتا تھا جو اس عمارت میں تھا جہاں کور نمبر ۔۔۔ دستور ساز اسمبلی کی فوج ۔۔۔ کا ہیڈ کوارٹر ہوا کرتا تھا۔ اتفاق سے داخلہ کا رستہ عمارت کے اسی حصہ میں ہو کر جاتا تھا۔ جہاں جلیلین مجھ سے ملا کرتا تھا۔ میں ہمیشہ وہاں جاتی رہتی تھی اس سے یہ کہنے کے لئے کہ وہ کسی کی مدد کرے یا کوئی خطرناک قسم کی کارروائی روک دے۔ مثال کے طور پر فوجی کمیٹی کا ایک معاملہ تھا جو اس وقت کافی شور مچا تھا۔ اگر کوئی انسٹرکٹر مشورہ دیتا تو کیڈٹ اسے ٹھہر کر گولی مار

دیتے اور یہ کہتے کہ یہ باشندوں کا جمعہ ہے۔ اور پھر یکبارگی لوگوں نے یہودیوں کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ اتفاق سے اگر تم کسی قسم کا ذہنی کام کرتے ہو اور شہر میں رہتے ہو جیسے ہم رہتے ہیں تو تمھارے آدھے سے زیادہ دوست یقینی طور پر یہودی ہوں گے۔ پھر بھی ایسے موقعوں پر جب منظم یا عامی قتل عام ہوتا ہے اور جب اسی طرح کی عورتوں اور قابل نفرت حرکتیں ہونے لگتی ہیں تو ہم نہ صرف افسوس، غصہ، اور شرم محسوس کرتے ہیں بلکہ ہم آپس میں تقسیم ہو جاتے ہیں جیسے ہماری ہمدردی دل سے نکلی ہوئی نہیں بلکہ ذہنی ہوں اور بعد میں ریاکاری معلوم ہونے لگے۔ یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ جنھوں نے یکبارگی متبنی نوع انسان کو بت پرستی کی لعنت سے نجات دلائی تھی اور جن میں سے ایک بڑی تعداد اب بنی نوع انسان کو ذہنی غلامی سے آزادی دلانے کے لئے کام کر رہی ہے خود اپنے آپ کو اس وفاداری سے نجات نہ دلا سکیں جو انھیں اتنی متروک اور دقیانوسی ہستیاذات سے ہے، اور جس کی تمام اہمیت ختم ہو چکی ہے اور یہ کہ وہ اپنی موجودہ حیثیت سے بلند ہو کر ان تمام باتی لوگوں میں گھل مل نہ سکیں جن کے مذہب کی مبنیاد انھوں نے رکھی ہے۔ اور جو ان سے زیادہ قریب آسکتے ہیں بشرطیکہ وہ انھیں زیادہ بہتر طریقہ پر سمجھ سکیں۔ یہ واقعی سچ ہے کہ امیدوار سانیوں کی وجہ سے وہ لوگ بیوقوف اور تباہ کن روایتی اختیار کرنے اور اسی طرح بے شرمی اور نفس کشی کے ساتھ عیسوی قبول کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں جس سے انھیں بدنصیبی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ یہ صورت حال کسی حد تک ایک طرح کی اندرونی کہن سالی اور صدیوں پرانی تاریخی اکتاہٹ کی وجہ سے بھی پیدا ہوئی ہے۔ میں ان لوگوں کا تاریکی میں طعن آمیز طریقہ پر سیٹیاں بجانا، ان کا پیش پا افتادہ اور سطحی نظریہ اور ان کے خیالات کا بوجھل پن پسند نہیں کرتی۔ یہ اسی قدر پریشان کن ہے جیسا کہ پڑھے لکھے آدمیوں کا بڑھاپے کی باتیں کرنا یا بیمار آدمیوں کا اپنی بیماری کا ذکر کرنا۔ کیا تمھارا بھی یہی خیال ہے؟

"میں نے اس پر زیادہ غور نہیں کیا۔ میرا ایک دوست ہے۔ میشا گورڈن۔ اس کا بھی یہی خیال ہے جو تمھارا ہے۔"

"خیر تو میں وہاں اس امید میں جایا کرتی تھی کہ پاشا سے آتے جاتے ہوئے ملاقات کر سکوں گی۔ شکایات: کیا تم نے یہ نوٹس دیکھا ہے؟ یہ شہر کی حسین ترین جگہ ہے۔ اس کے سامنے چوک میں لکڑی کے تختے پڑے ہوئے ہیں اور چوک کے دوسری طرف شہر کا پارک ہے جو اس

علاقے کے خوبصورت ترین درختوں سے بھرا ہوا ہے۔ دروازے کے باہر سڑک پہ ہمیشہ قطار لگی رہتی تھی میں وہاں انتظار کیا کرتی تھی نے کبھی زبردستی اندر گھسنے کی کوشش نہیں کی میں نے یہ نہیں کہا کہ میں اس کی بیوی ہوں۔ ہمارے نام تو مختلف ہیں ہی۔ اور پھر یہ سوچنا بھی غلط ہوگا کہ وہ لوگ کسی مشترک جذباتی اپیل سے متاثر ہو جائیں گے! ان کے طریقے بالکل مختلف ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ خود اس کا باپ پاول فیرانیوتو وچ، جو ایک سابق سیاسی جلاوطن اور پرانا کارکن ہے یہاں سے قریب ہی بڑی شاہراہ کے کنارے ایک بستی میں موجود ہے جہاں وہ ایک جلاوطن کی حیثیت سے رہا کرتا تھا۔ اور اس کا دوست تیخون بھی وہیں پہ ہے دونوں مقامی انقلابی عدالت کے رکن ہیں کیا تم یقین کر سکتے ہو کہ پاشا اپنے باپ سے ملنے تک نہیں گیا اور اس نے اسے یہ تک نہیں بتایا کہ وہ کون ہے۔ اور اس کے باپ کو اس بات کا یقین ہے۔ اسے ذرا سا بھی صدمہ نہیں ہے۔ اگر اس کا بڑا کارنامہ معروف رہنا چاہتا ہے تو پھر ایسا ہی ہونا چاہیئے وہ اس سے نہیں مل سکتا اس بات پہاں ختم ہو جاتی ہے۔ ارے یہ لوگ پتھر کے بنے ہوئے ہیں پتھر کے ۔۔۔ اپنے تمام اصولوں اور ضابطوں کے باوجود یہ لوگ انسان ہرگز نہیں ہیں۔ اگر میں یہ ثابت بھی کر دیتی کہ میں اس کی بیوی ہوں تو بھی اس سے مجھے کوئی فائدہ نہ ہوتا! ایسے زمانہ میں بیویوں کی ان کے لئے کیا حقیقت ہوتی ہے؛ یہ عالمی کارکن ۔ کائنات کی تخلیق تو ۔۔۔ یہ ہے اصل بات! لیکن بیوی محض ایک انفرادی روپایہ ۔ ان کے لئے ایک جوں یا پسو سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی! اسکا ایڈی کانگ باہر آکر لوگوں سے پوچھا کرتا تھا کہ وہ اس سے کر سکے ملنا چاہتے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کو اندر جانے کی اجازت بھی دے دیتا تھا۔ لیکن اس نے کبھی اسے اپنا نام نہیں بتایا اور جب اس نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے کیا کام تھا تو میں نے ہمیشہ یہی کہہ دیا کہ ذاتی کام ہے۔ میں یہ جانتی تھی کہ میں اپنا وقت ضائع کر رہی ہوں۔ ایڈی اپنے کندھے ہلا دیتا اور مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ بھی اسکی شکل نہیں دیکھی۔ میں سمجھتی ہوں تمہارا خیال ہے کہ اسے ہماری فکر نہیں ہے وہ ہم سے محبت نہیں کرتا اور ہمیں بھول گیا ہے؟ لیکن تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ میں اسے بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ وہ کیا چاہتا ہے اور ایسا محض اس لئے ہے کہ وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ دراصل وہ ہمارے پاس سے خالی ہاتھ واپس آنا برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ ہمارے پاس ایک فاتح کی حیثیت سے واپس آنا چاہتا ہے ۔۔۔ اعزاز و اکرام کے ساتھ اور اپنے تمام اعزازات ہمارے قدموں میں ڈال دینا چاہتا ہے ۔۔۔ ہیں

زندہ جاوید بنانے کے لئے، ہماری آنکھوں کو خیرہ کر دینے کے لئے! بالکل ایک بچے کی طرح؛

اتنے میں کانٹا پھر اندر آئی۔ لاریسا فیوڈروونا نے لپک کر اسے پکڑ لیا اور اسے اٹھا کر چاند کی طرف گھمانا، گدگدی کرنا اور چومنا شروع کر دیا جس سے بچی بھی حیرت زدہ ہو کر رہ گئی۔

(۱۶)

یوری آندریے وچ گھوڑے پر داری کینیو واپس جا رہا تھا۔ وہ اسی رستہ سے لاتعداد مرتبہ گزرا تھا۔ وہ سڑک سے اتنا واقف تھا کہ نہ رستہ کا خیال کرتا تھا اور نہ آگے دیکھتا تھا۔ وہ جلد ہی جنگل کے اندر چوراہے پر پہنچ جائے گا جہاں سے راستہ داری کینیو جاتا تھا اور ایک اور رستہ ساہی گیروں کی بستی کیوسکوئی کو جاتا تھا جو دریائے سکما پر واقع تھا۔ یہاں ایک تیسرا سائن بورڈ لگا ہوا تھا جس پر زرعی مشینوں کا اشتہار تھا معمول کے مطابق وہ غروب آفتاب کے وقت چوراہے پر پہنچ گیا۔ اس دن کے بعد اب دو مہینے گذر چکے تھے جب یوریاتن سے گھر واپس جانے کی بجائے اس نے رات لاریسا فیوڈروونا کے یہاں گذاری تھی اور اپنے گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ کسی کام سے شہر رک گیا تھا اور رات کو سمرکیوپاتوف کی سرائے میں ٹھہرا تھا وہ کافی عرصے سے آرا کہکر پکارتا اور رم کی بجائے "تو" کہتا تھا۔ حالانکہ وہ اچانک اسے زداگری کہتی تھی۔ یوری آندریے وچ تونیا کو دھوکا دے رہا تھا — اس کا یہ یقین زیادہ سنگین ہوتا جا رہا تھا۔ یہ چیز نفرت انگیز اور غلط تھی۔ کیونکہ وہ تونیا سے محبت کرتا تھا وہ اس کی پرستش کرتا تھا۔ اس کا ذہنی سکون اسے دنیا میں ہر چیز سے زیادہ عزیز تھا۔ وہ اس کی عزت بچانے کے لئے اس کے باپ بلکہ خود اس سے بھی زیادہ کر گزرنے کو تیار تھا۔ اگر کوئی شخص اس کی بے عزتی کرتا تو وہ خود اپنے ہاتھوں سے اس کی ناک چپیر کر بھینک دیتا لیکن پھر بھی اب وہ خود ہی خطاوار تھا۔ گھر پر وہ اپنے آپ کو مجرم محسوس کرتا۔ گھر والوں کی لاعلمی اور ان کی محبت میں کوئی تبدیلی نہ ہونے سے اسے دلی اذیت ہوتی بات چیت کے دوران وہ اچانک اپنے جرم کا خیال کر کے خاموش ہو جاتا تھا اور پھر اسے کچھ سنائی نہ دیتا۔ اگر کھانا کھاتے وقت ایسا ہوتا تو نوالہ اس کے حلق میں اٹک کر رہ جاتا۔ وہ اپنا چمچہ رکھ دیتا اور پلیٹ سامنے سے ہٹا دیتا اپنے آنسو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کا دم گھٹنے لگتا تھا۔ "تمہیں کیا تکلیف ہے؟" تونیا حیران ہو کر پوچھتی۔ "جب تم شہر گئے تھے تو تم نے یقیناً کوئی بری خبر سنی ہے گی۔ کیا کسی کو گرفتار کر لیا گیا؟ یا گولی ماری گئی؟ مجھے بتاؤ تو سہی۔ اس کا خیال مت

کر دکہ میں پریشان ہو جاؤں گی۔ مجھے بتا دینے سے تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ کیا اس کی بے وفائی کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک اور عورت کو پسند کرتا تھا؟ نہیں اس نے کوئی مقابلہ کر کے نہیں دیکھا تھا اپنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ آزادانہ محبت: کا خیال اور محبت کے جائز مطالبات: جیسے فقرے اس کے لئے اجنبی تھے اس قسم کی بات چیت اس کے لئے ذلت آمیز تھی۔ اس نے کبھی اپنے آپ کو فوق البشر نہیں سمجھا تھا جنہیں خصوصی حقوق اور مراعات حاصل ہوں۔ اب وہ اپنے مجرم ضمیر کے بوجھ سے دبا جا رہا تھا

"اب کیا ہوگا؟" اس نے اکثر سوچا تھا اور یہ امید کی تھی کہ کوئی ناممکن اور غیر متوقع صورت حال پیدا ہو کر اس کا یہ مسئلہ حل کر دے گی۔ لیکن اب وہ غور نہیں کرتا تھا۔ اس نے اس گتھی کو سلجھانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور وہ ایک حل سوچ کر گھر جا رہا تھا۔ وہ تو نیا سے ہر چیز کا اقبال کرے گا۔ اس سے معافی مانگے گا اور اب کبھی لارا سے نہیں ملے گا۔ یہ نہیں کہ ہر بات ویسی ہی تھی جیسی کہ ہونی چاہیئے تھی۔ اس نے اب محسوس کیا کہ اس نے لارا سے یہ بات صاف صاف نہیں کہی تھی کہ وہ اس سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلق کر رہا ہے بس وہ صحیح اس لئے تنہا تھا کہ وہ سب باتیں تو نیا سے کہہ دینا چاہتا ہے اور یہ کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے نہیں ملنا چاہیئے لیکن اب اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس نے یہ بات نرم الفاظ میں کہی تھی اور ٹھیک طور پر واضح نہیں کی تھی۔ لارا کو معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کتنا پریشان تھا اور وہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ تکلیف دہ باتیں کر کے اس کی پریشانی میں اضافہ کرے۔ اس نے اس کی تمام باتیں سکون کے ساتھ سننے کی کوشش کی دونوں سامنے کے ایک ہال کمرے میں باتیں کر رہے تھے۔ رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے لیکن اسے ان کا کوئی احساس نہیں تھا جیسے سڑک کے پار مکان پر بہتے ہوئے محبتوں کو اپنے چہروں پر بارش کا پانی بہنے کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ وہ نرم لہجہ میں بار بار یہی کہتی رہی: "وہی کرو جو تم مناسب سمجھتے ہو۔ میری پرواہ مت کرو۔ میں اپنے پر قابو پا لوں گی۔" وہ یہ بات خلوص کے ساتھ کہہ رہی تھی اور اس میں کسی قسم کا تصنع نہیں تھا۔ اسے یہ تک معلوم نہیں تھا کہ وہ رو رہی ہے اور اس نے اپنے آنسو نہیں پونچھے۔ یہ سوچ کر کہ شاید لارا نے اس کی بات غلط سمجھی ہو۔ اور یہ کہ وہ اس کے دل میں غلط خیال اور جھوٹی امیدیں چھوڑ آیا ہے اس نے تقریباً گھوڑے کا رخ موڑ کر اسے واپس بھگا دیا ہوتا وہ تمام باتیں کہنے کے لئے جو اس نے نہیں کہی تھیں، اور اس کے علاوہ اس سے زیادہ پُرجوش اور محبت بھرے انداز میں نیست ہونے کے لئے ایک ایسے طریقہ پر جو اس موقعہ کے لئے زیادہ مناسب ہوتا۔ لیکن اس نے

ارادہ بدل دیا اور وادیٔ کیئو کی طرف اپنا سفر جاری رکھا۔ جب سورج مغروب ہوا تو جنگل میں سڑی اور تاریکی پھیل گئی۔ ہوا میں سڑی ہوئی پتیوں کی بُو بسی ہوئی تھی۔ لاتعداد مچھر ہوا میں بھنبھنا رہے تھے جو کر اس کے پسینے میں شرابور چہرے اور گردن پر بیٹھ جاتے اور وہ انھیں اُڑاتا رہتا۔ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز کے ساتھ اس کے سفر پڑوں کی آواز بھی آ رہی تھی، دور فاصلہ پر جہاں شفق پھیلی ہوئی تھی ایک بلبل نے چہکنا شروع کر دیا: "جاگ جاؤ! جاگ جاؤ!" بلبل بار بار کہہ رہا تھا یہ تقریباً ویسا ہی تھا۔ جیسا کہ ایسٹر کی شام کو کہا جاتا ہے: "جاگ اے میری روح، تو کس لئے خوابیدہ ہے؟"

اچانک یوری آندریے ویچ کو ایک سیدھا سا خیال آیا۔ آخر جلدی بھی کیا ہے؟ وہ اس قصے سے منہیں پھیرے گا جو اس نے اپنے آپ سے کیا ہے۔ اعترافِ جُرم کیا جائے گا۔ یہ کس نے کہا تھا کہ یہ آج ہی ہونا ضروری ہے؟ اس نے ابھی تک تونیکا سے کچھ بھی نہیں کہا اور یہ کام شہر کے اگلے سفر تک ملتوی ہو سکتا ہے۔ وہ لارا سے اپنی بات حیپت ختم کرے گا، اسی قدر جوش اور محبت کے ساتھ کہ اسے ان کی تمام بے چینیوں کی تلافی ہو جائے گی۔ یہ کتنی اچھی بات ہے! اور کس قدر تعجب کی بات ہے کہ یہ خیال اسے پہلے نہیں آیا تھا۔ لارا سے پھر اکیلے ملنے کے خیال سے اس کا دل خوشی میں زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے دل ہی دل میں اس سے اپنی ملاقات کا تصور کیا۔ شہر کے مضافات میں لکڑی کے مکانات اور فٹ پاتھ ——— وہ اس سے ملنے جا رہا ہے۔ ذرا سی دیر میں وہ فٹ پاتھ چھوڑ کر کچی سڑک پر چلنے لگے گا۔ مضافات کے چھوٹے چھوٹے مکان کتاب کے ورقوں کی طرح اس کی نظروں کے سامنے سے گذر گئے۔ اس طرح نہیں جب کہ انگلی سے ایک ایک ورق ملا جاتا ہے بلکہ اس طرح جب کتاب کا سرا انگوٹھے سے دبا کر تمام ورق یکجا حفاظت دیئے جاتے ہیں رفتار اور تیز ہو جاتی ہے اور وہ اس کا ٹھہرے۔ سڑک کے آخری کونے پر پانی سے لدے ہوئے بادلوں کے درمیان سفید سے خلا کے نیچے جہاں آسمان صاف ہوتا جا رہا ہے، وہ سڑک کے ان چھوٹے مکانوں سے کتنی محبت کرتا ہے جو اس کے مکان کے راستے میں پڑتے ہیں! وہ ان مکانوں کو اٹھا کر چوم لینا چاہتا ہے! — وہ یہ چشمی کھپریل کی چھتوں والے مکان جن کی چھتیں ٹوپی کی طرح نیچے کو جھکی ہوئی ہیں اور جو بادلوں میں لپٹی کی روشنی کا جھلکتا ہوا عکس! اور آسمان کے سفید شگاف کے نیچے اس کا مکان! وہاں وہ پہنچ کر تم خدا کا بنایا ہوا خیرہ کن حسن کا تحفہ خداوند کے خالق کے ہاتھوں سے قبول کرے گا۔ ایک تاریک اور کپڑوں

میں لپٹا ہوا سایہ دروازہ کھولے گا اور اس کی قربت کا وعدہ جو دنیا میں کسی کی ملکیت نہیں اور شمالی علاقے کی رات کی مانند محفوظ اور سرد۔ اس تنگ سمندر کی اس پہلی لہر کی مانند پہنچے گی جو تارکیی میں سمندر کے کنارے ریت پر چلتے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔ یوری آندرے وچ نے راسیں چھوڑ دیں۔ رکابوں میں تنگ کے جھک کر بیٹھ گیا، اپنے بلند گھوڑے کی گردن میں ڈال دیئے اور اپنا چہرہ اس کی ایالوں میں چھپا لیا اس کی اس حرکت کو محبت کا اظہار سمجھ کر گھوڑا جوش میں سرپٹ بھاگنے لگا۔ گھوڑے کے بھاگتے وقت جبکہ اس کے سم مشکل سے زمین سے لگ رہے تھے، یوری آندرے وچ کو ایسا معلوم ہوا جیسے اپنے دل کی مسرت انگیز دھڑکن کے علاوہ وہ کسی کے چلانے کی آوازیں بھی سن رہا ہو۔ لیکن اس نے اسے محض واہمہ قرار دیا۔ اچانک اس کے بالکل نزدیک ہی گولی چلنے کی تیز آواز سنائی دی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا، رکابیں ہاتھ میں پکڑیں اور انھیں گھسیٹنے لگا۔ تیز رفتاری کے دوران اچانک رک جانے سے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا وہ واپس شہر آ گیا تھا۔ اس کے سامنے چوراہا تھا۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی مدھم روشنی میں "مورینوا نیڈ وچنکن بوائی اور کمپنی کی مشین" کا بورڈ چمک رہا تھا۔ تین مسلح گھوڑ سواروں نے اس کا راستہ روک لیا ان میں سے ایک لڑکا تھا جو اسکول کی ٹوپی پہنے تھا اس نے کارتوسوں کی دو پیٹیاں باندھ رکھی تھیں۔ ایک گھوڑ سوار فوج کا آدمی تھا جس نے افسروں کا لمبا کوٹ اور سور کی ٹوپی پہن رکھی تھی اور ایک موٹا آدمی تھا جس کا لباس مضحکہ خیز تھا جیسے وہ کہیں "فینسی ڈریس" — رقص میں جا رہا ہو۔ اس نے روئی بھرا پتلون اور ایک چوڑے چمکتے کی کلغیوں والی ٹوپی پہن رکھی تھی جو اس کی پیشانی پر کھسکی ہوئی تھی۔

"جنٹس مت کرو، کامریڈ ڈاکٹر" گھوڑ سوار فوج کے آدمی نے جو سموری ٹوپی پہنے ہوئے تھا اس سے کہا جو ان تینوں میں سب سے بڑا تھا۔ "اگر تم حکم مانو گے تو ہم اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اگر تم حکم نہیں مانو گے تو — بُرا نہ مانو — تو ہم تمھیں گولی مار دیں گے۔ ہماری یونٹ کا سرجن مارا گیا ہے اور ہم تمھیں طبی کارکن کے طور پر جبریہ بھرتی کر رہے ہیں۔ اپنے گھوڑے سے اُتر آؤ اور اس کی راسیں اس نوجوان کو دے دو اور میں پھر ایک مرتبہ تمھیں خبردار کر دوں۔ اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو ہم تمھیں فوراً ٹھکانے لگا دیں گے۔"

"کیا تم کامریڈ نوورسٹرہو۔ میکنٹش کے بیٹے لیبرئیس؟"

"نہیں، میں اس کا اعلیٰ رفسر الطبع ہوں۔ میرا نام کامنو ورسکی ہے۔

شاہراہ

(۱)

شاہراہ پر قصبے گاؤں اور قازقوں کی بستیاں واقع تھیں۔ یہ پرانی ڈاک کی سڑک تھی سائبیریا کی سب سے پرانی شاہراہ۔ یہ قصبوں کے درمیان سے چاقو کی طرح گزرتی تھی اور انھیں اس طرح تقسیم کر دیتی تھی جیسے ڈبل روٹی کے توس کاٹے جاتے ہیں۔ اور گاؤں کے درمیان سے یہ ان پر نظر ڈالے بغیر گزر جاتی تھی اور مکانوں کی قطاریں اپنے پیچھے چھوڑ جاتی تھی یا ان کے گرد ایک چوڑے توس کی طرح گزرتی تھی۔ اس کے دونوں طرف گاؤں بکھرے ہوئے تھے۔ ماضی قدیم میں جب کہ خود اسکو ئی ٹک ٹک میں نہیں آئی تھی، اس وقت ڈاک یکوں کے ذریعہ شاہراہ کے ساتھ بھی جایا کرتی تھی۔ ایک طرف چائے، روئی اور کچے لوہے کے کارواں جاتے تھے اور دوسری طرف سے زیر حفاظت قیدی پیدل لائے جاتے تھے۔ وہ لوگ قدم ملا کر بیڑیاں ہلاتے ہوئے چلتے تھے۔ گمشدہ روحیں، مایوس انسان جنھیں دیکھ کر دل پر ایک دہشت سی طاری ہو جاتی اور ان کے ارد گرد تاریک اور دشوار گزار جنگل میں درخت سرسراتے رہتے تھے۔ شاہراہ کے کنارے بسنے والے ایک خاندان کی مانند تھے۔ دوستوں اور شادیوں کے ذریعہ قصبے اور گاؤں آپس میں ایک دوسرے سے منسلک ہو گئے تھے۔ خود اسکو ئی ایسی جگہ واقع تھا جہاں سڑک ریل کی پٹری کو کاٹتی ہوئی گزرتی تھی۔ وہاں انجنوں کی مرمت کے کارخانے اور دوسری ورکشاپیں تھیں جن کا تعلق ریلوے لائن کی دیکھ بھال سے تھا۔ وہاں گنجان بارکوں میں مفلس ترین انسان بستے تھے۔ افلاس اور تنگی میں زندگی گذارتے اور مر جاتے تھے۔ سیاسی تارکین وطن جو فنی صلاحیتیں رکھتے تھے اور قید با مشقت کی میعاد پوری کر چکے ہوتے

تھے شاق کاریگروں کی حیثیت سے کام کرنے آتے اور یہاں آباد ہو جاتے۔ ابتدائی سو دو سو برس جولائی کے ساتھ ساتھ قائم تھیں، عرصہ ہوا ختم کر دی گئی تھیں۔ کچھ عرصہ تک یہ علاقہ سائبیریا کی عارضی حکومت کے تحت رہا لیکن اب اس پر ایڈمرل کولچک کا قبضہ تھا جس نے اپنے آپ کو "اعلیٰ حکمراں" کا خطاب دیا تھا۔

(۲)

ایک جگہ سڑک طویل چڑھائی سے گذرتی تھی جہاں سے اور بھی وسیع منظر دکھائی دیتا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ چڑھائی کبھی ختم نہ ہوگی اور افق کی وسعت بھی بڑھتی جائے گی۔ لیکن جب تھکے ہوئے گھوڑے اور مسافر ستانے کے لئے ٹھیرے تو انھیں معلوم ہوا کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے تھے سڑک ایک پل پر سے ہو کر گزرتی تھی جس کے نیچے دریائے کزنا بل کھاتا ہوا بہہ رہا تھا۔ دریا کے پار ایک اس سے بھی زیادہ ڈھلوان چڑھائی پر وہ لوگ نادویزنسکی کی خانقاہ کی اینٹوں کی دیواریں دیکھ سکتے تھے سڑک خانقاہ کی پہاڑی کے گرد گھوم کر چکر کھاتی ہوئی نقب کے مضافات میں ہو کر گزرتی تھی۔ قصبہ کے وسط میں پہونچ کر وہ پھر ایک مرتبہ خانقاہ کے قریب سے ہو کر گزرتی تھی۔ خانقاہ کا دروازہ جس پر سبز روغن کیا ہوا تھا بڑے پوک میں کھلتا تھا۔ محراب دار دروازہ کے اوپر بنی ہوئی بزرگوں کی تصویروں کے گرد یہ مقولہ سنہرے الفاظ میں لکھا ہوا تھا "خوشی مناؤ۔ زندگی بخش صلیب! القدس کی ناقابل تسخیر فتح دکھائی دی" یہ ایسٹر کا مقدس ہفتہ تھا اور روزوں کے آخری ایام تھے۔ موسم سرما تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ سڑکوں پر پڑی ہوئی برف سیاہ پڑتی جا رہی تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ برف پگھلنی شروع ہو گئی تھی لیکن چھتوں پر پڑی ہوئی برف ابھی تک سفید تھی۔ جیسے چھتوں نے لمبی لمبی ٹوپیاں اوڑھ رکھی ہوں۔

ان لڑکوں کو جو۔ گھنٹے بجانے والوں کو دیکھنے کے لئے گھنٹہ گھروں پر چڑھ گئے تھے نیچے کے مکان چھوٹے چھوٹے سفید جگوں اور بکسوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے سیاہ سائے جو نقطوں سے کچھ ہی بڑے ہوں گے مکانوں کی طرف جا رہے تھے۔ ان میں سے کچھ کو ان کے چلنے کے انداز کی وجہ سے پہچانا جا سکتا تھا۔ لوگ اعلیٰ حکمراں کے احکامات پڑھنے کے لئے ٹھیر جاتے جو دیواروں پر چسپاں تھے اور جن میں اعلان کیا گیا تھا کہ تین عمروں کے لوگوں کو بھرتی کیا جائے گا۔

(۳)

رات میں کئی غیر متوقع باتیں ہوئی تھیں۔ موسم کے اعتبار سے غیر معمولی گرمی تھی۔ لہٰذا بانسری کی

تھی۔ اس قدر ہلکی کہ بوندیں زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی ہوا کے جھونکوں کی طرح ہوا میں تحلیل ہوتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن یہ محض ایک واہمہ تھا۔ حقیقت میں بارش کا اتنا پانی تھا کہ وہ زمین پر پہنچتے ہی تھا جاتا تھا۔ سیاہ پڑ گئی تھی اور چمک رہی تھی۔ یہ پانی بچی کچی گرد کو صاف کر رہا تھا۔ سیب کے درخت جو شگوفوں سے لدے ہوئے تھے باغ کی باڑوں کے اوپر جھک گئے تھے۔ ان میں سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے اور لکڑی کے فرش پر ان کے ٹپ ٹپ کرتے ہوئے گرنے کی آواز سارے قصبہ میں سنی جا سکتی تھی۔ کتے کا پلا "ٹومک" جو رات بھر کے لئے فوجو گرافر کے مکان کے صحن میں زنجیر سے باندھ دیا گیا تھا، بھونک رہا تھا اور گاؤن کے باغیچہ میں گو جو شاید اس شور سے گھبرا گیا تھا، اتنے زور زور سے کائیں کائیں کر رہا تھا کہ اس کی آواز سے سارا قصبہ رات بھر جاگتا رہا ہوگا۔ قصبہ کے نچلے حصہ میں سامان سے لدی ہوئی تین گاڑیاں لمبرٹوف تاجر کے پاس پہنچیں۔ جس نے ان کا سامان وصول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ غلطی سے ان کے پاس بھیجی گئی ہیں اور اس نے اس سامان کے لئے کوئی آرڈر نہیں دیا تھا۔ گاڑی بانوں نے یہ کہہ کر رات کاٹنی چاہی کہ اب اس سے درخواست کی کہ وہ انہیں رات بھر کے لئے ٹھہر جانے دے لیکن اس نے انہیں برا بھلا کہہ کر جہنم میں جانے کو کہا۔ اور پھاٹک کھولنے سے انکار کر دیا۔ ان کی کا جگانے بھی قصبہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سنا جا سکتا تھا۔ سات گھنٹے بعد جبکہ گھڑی میں رات کا ایک بجاتا نقارے گھنٹل سے ایک دھیمی اور سریلی آواز پیدا ہوئی۔ یہ آواز ہوا میں مینہ برسنے کی آواز سے ہم آہنگ ہو گئی اور گھنٹے سے بلند ہو کر ہوا میں پھیل گئی جس طرح دریا کے کنارے سے ٹکرا ہوا دھیرے موسم بہار کے طوفانی پانی میں ڈوب کر گھل جاتا ہے۔

آج اسٹیر سے قبل آخری جمعرات کی رات تھی۔ بارش کی بوچھار سے پرے دم بیاں جن سے کہیں کہیں ایک آدھ چہرہ دکھائی دینے لگتا تھا۔ خانقاہ کے صحن میں گردش کر رہی تھیں، اور چل رہی تھیں لیکن فاصلے سے وہ ٹھیک طور پر نظر نہیں آ رہی تھیں۔ پندرہ منٹ بعد گرجا سے آنے والے چوبی نٹ پاتھ پر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ پنساری کی بیوی گاؤ زینا تھی جو گھر جا رہی تھی۔ حالانکہ عبادت ابھی شروع ہوئی تھی۔ اس کے قدموں میں لغزش تھی۔ کبھی بھاگنے لگتی، کبھی آہستہ ہو کر رک جاتی۔ اس کا دل سر پر بندھا ہوا تھا۔ اور اس کے سموری کوٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ گرجا کی گھنٹی ہوئی فضا میں اس کا دم گھٹنے لگا تھا اور وہ باہر تازہ ہوا میں نکل آئی تھی۔ لیکن اب اسے افسوس اور شرم محسوس ہو رہی تھی کہ وہ

آخر تک نہیں سمجھی اسے اس کا بھی افسوس تھا کہ اس نے دو سال سے ایسٹر کے ان مقدس ایام کے روزے نہیں رکھے تھے لیکن اس کی پریشانی کا اصل سبب یہ نہیں تھا۔ بھرتی کا جو حکم اس روز لگایا گیا تھا اس کا اثر اس کے غریب اور بھولے لڑکے تریوشکا پر بھی پڑتا تھا۔ وہ اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دینا چاہتی تھی۔ لیکن تاریکی میں سیاہ دھبے سے ہر موڑ پر یہ بات یاد دلاتے تھے۔

اس کا مکان موڑ پر واقع تھا۔ لیکن وہ باہر رہ کر بہتر محسوس کر رہی تھی۔ اور اندر ان کمروں میں واپس جانے کی اسے کوئی جلدی نہیں تھی جہاں ہوا کا گذر بہت کم تھا۔ وہ غمگین خیالات کی وجہ سے پریشان تھی۔ اگر وہ ان خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنانے کی کوشش کرتی تو ایسا کرنے کے لئے نہ تو اسے کافی الفاظ ملتے اور نہ صبح تک کا وقت اس کے لئے کافی ہوتا۔ لیکن یہاں باہر سڑک پر یہ تکلیف دہ خیالات مجتمع ہو کر اس کے ذہن میں آ رہے تھے اور وہ اس مختصر عرصہ میں جو اسے خانقاہ کے پھاٹک سے پوک کے موڑ تک کئی مرتبہ جانے اور آنے میں لگتا ان سب خیالات کے متعلق ایک ساتھ سوچ سکتی تھی۔ البیٹر بالکل قریب آ گیا تھا۔ گھر میں کوئی کمی نہیں تھا۔ سب لوگ اسے تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ تو کیا وہ ایسی نہیں تھی؟ یقیناً تھی۔ اسی نہ بولی بیوی کو شاکی اس معاملہ میں کوئی امید نہیں تھی۔ تاہم وہ کون تھی؟ کسی کے دل کا حال کیا معلوم؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی دوست ہو یا شاید دشمن یا پوشیدہ رقیب ہو۔ اسے اس کے شوہر کی پہلی بیوی کی لڑکی سمجھا جاتا تھا؟ اس کے پہلے شوہر سے تھی۔ اس کے شوہر ڈاکس نے کہا تھا کہ اس نے اسے متبنیٰ کر لیا تھا۔ لیکن فرض کرو کہ وہ واقعی اس کی حقیقی بیٹی تھی؟ یا پھر فرض کرو کہ وہ اسکی لڑکی نہیں بلکہ کچھ اور تھی؟ کیا کبھی کوئی مرد کے دل کا حال پڑھ سکتا ہے؟ اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ کوشا میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ وہ دلچسپ، اچھی صورت اور سلیقہ رکھتی تھی۔ وہ غریب بیوقوف تریوشکا یا اپنے متبنیٰ کرنے والے باپ سے زیادہ ہی عقل رکھتی تھی۔ تو اس طرح وہ ایسٹر کے مقدس ہفتہ میں بالکل تنہا رہ گئی تھی۔ اور دوسرے لوگوں کے جدھر سینگ سمائے چلے گئے۔ اس کا شوہر شاہراہ پر راستہ میں نئے رنگروٹوں کے سامنے تقریر کرتا پھر رہا تھا اور انھیں جنگ میں بہادری کے ساتھ دست کارنامے انجام دینے پر ابھار رہا تھا۔ وہ بیوقوف خود اپنے لڑکے کی دیکھ بھال کرنے اور اسے موت کے خطرے سے بچانے کی بجائے یہ کارروائی کرتا پھر رہا تھا۔ ادھر تریوشکا بھی اس تہوار کے موقعہ پر گھر سے کئی میل گاؤں میں اپنے رشتہ داروں کے پاس چلا گیا تھا تاکہ وہاں تفریح کر سکے۔ اور اپنی پریشانیوں کو بھلا سکے بے چارے لڑکے کو اسکول سے نکال دیا گیا تھا۔ پہلے تقریباً ہر جماعت میں اس نے ایک ایک سال زائد

لگایا تھا اور اب جبکہ وہ آٹھویں جماعت میں تھا تو اسے اسکول سے نکال دیا گیا۔ اوہ! یہ سب کچھ کتنا پریشان کن تھا! اوہ۔ خدا ہر کام الٹا کیوں ہو گیا تھا! یہ سب اس قدر مایوس کن تھا کہ اب وہ اکتا گئی تھی۔ اب اسے زندہ رہنے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔ یہ سب آفتیں کس وجہ سے آئی ہیں؟ کیا انقلاب کی وجہ سے؟ نہیں نہیں! اس کی وجہ جنگ تھی۔ جنگ میں روس کے گل بائے نو شگفتہ مرجھا چکے تھے۔ اور اب سوائے ناکارہ آدمیوں کے ملک میں کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اس کے باپ کے زمانہ میں حالات کس قدر مختلف تھے! اس کا باپ ایک تھیکیدار تھا۔ سنجیدہ اور تعلیم یافتہ۔ وہ لوگ زمین کی پیداوار سے توت لایموت حاصل کیا کرتے تھے۔ وہ اور اس کی دو بہنیں پولیا اور اولیا نہایت اچھی اور حسین لڑکیاں تھیں۔ ان کے نام کی علاوہ ان کی شکلیں بھی ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں۔ اور شاق بڑھتی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک خوبصورت اور طرحدار تھا۔ ان کے باپ کے پاس رشتے آیا کرتے تھے۔ ایک زمانہ میں وہ اور اسکی بہنیں کیا کیا باتیں سوچا کرتی تھیں! ان کے ذہنوں میں یہ بات سمائی تھی کہ وہ چھ زنگوں کے اون سے رومال بنیں اور یقین کیجئے کہ وہ اتنی اچھی بنائی کرتی تھیں کہ ان کے بنے ہوئے رومال سارے صوبہ میں مشہور ہو گئے تھے۔ اور اس زمانہ میں ہر چیز کتنی خوبصورت دلکش اور دلنواز معلوم ہوتی تھی۔ اس کا دل مسرتوں سے معمور تھا۔ حالانکہ اس کے اپنے گھر والے سیدھے سادے لوگ تھے جو کسان اور مزدور طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اس کی مثال بھی ان دنوں ایک ایسی جوان لڑکی کی تھی جو شادی کی عمر کو پہونچ گئی ہو۔ اور ایسے لوگ جو صحیح معنوں میں مرد تھے۔ اس سے شادی کرنے کے خواہشمند تھے۔ اور اس کے لئے سب کچھ کر گزرنے کو تیار تھے۔ روس کے وہ عشاق آجکل کے لوگوں کی طرح بزدل نہیں تھے۔ اب ہر چیز کی نظر فریبی اور کشش ختم ہو چکی ہے اور سوائے شہریوں کے اور کچھ باقی نہیں بچا وکیل اور ٹراٹسکی کے ماننے والے ہیں۔ جن کی زبانیں دن رات چلتی رہتی ہیں۔ بیچارہ دلکاس اداس کے دوست یہ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگ وہ پرانا سنہری دور دعوتوں اور تقریروں کے ذریعہ واپس لا سکتے ہیں۔ لیکن کیا شکست خوردہ محبت کو جیتنے کا یہی طریقہ ہے؟ اس کے لئے تو پہاڑوں سے ٹکر لینی پڑتی ہے!

(۴)

اب وہ چوک کو عبور کر چکی تھی اور کئی بار بازار تک گئی۔ وہاں سے اس کا مکان بائیں ہاتھ کو سڑک پر تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ لیکن ہر مرتبہ جب وہ اس کے قریب پہونچتی تو اندر جانے کا ارادہ تبدیل کر دیتی اور خانقاہ کے قریب گلیوں کے جال میں غائب ہو جاتی تھی۔ کرسٹوروفسکی کا بازار ایک بہت بڑے میدان کے

برابر تھا۔ کسی زمانہ میں یہ بازار کسانوں کی گاڑیوں سے بھرا رہتا تھا۔ اس کے ایک سرے پر ایلینکایہ اسٹریٹ تھا اور دوسرے سرے پر ایک دائرہ تھا جس کے کنارے کئی منزلہ یادو منزلہ عمارتیں بنی ہوئی تھیں جو گودا موں، دفتروں اور کارخانوں کے طور پر استعمال ہوتی تھیں۔ اسے یاد تھا کہ پرامن زمانہ میں برونیاوف جو سخت بدتمیز اور زن بیزار قسم کا آدمی تھا عینک لگاتا اور لمبا فراک کوٹ پہنتا تھا۔ چمڑے، جو اور چمڑے کی پٹیوں اور گھوڑے کے ساز و سامان کی تجارت کیا کرتا تھا۔ وہاں لوہے کے بڑے دروازے کے باہر ایک کرسی پر شان سے بیٹھا ہوا اخبار پڑھا کرتا تھا۔

اور وہاں ایک چھوٹی سی نیم تاریک کھڑکی میں کچھ شادی کی بن داروم تیاں اور نگینے کندہ مقرر گتے کے ڈبوں میں رکھے ہوئے تھن پر گرد جم رہی تھی۔ اور پشت پر ایک چھوٹے کمرے میں جہاں موم کے بڑے بڑے ٹکڑوں کے ڈھیر کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر سامان نہیں تھا ایک کروڑ پتی موم بتیاں بنانے والے تاجر کے کنام ایجنٹ ہزاروں روبل کے سودے چکایا کرتے تھے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی کہ یہ کروڑ پتی رہتا کہاں ہے۔ اُدھر دکانوں کی قطار کے وسط میں گاؤزن کی کرانہ کی بڑی دکان تھی جس میں تین کھڑکیاں تھیں اس کا کچوں والا فرش صبح، دوپہر اور رات کو چائے کی استعمال شدہ پتیوں سے صاف کیا جاتا تھا۔ گاؤزن اور اس کے اسسٹنٹ دن بھر چائے پیتے رہتے تھے۔ اور یہاں گاؤزنیا جب وہ جوان تھی اور نئی نویلی شادی شدہ عورت تھی اکثر اپنی مرضی سے گولک پر بیٹھا کرتی۔ اس کا مرغوب رنگ ارغوانی تھا یہی رنگ بعض متبرک دنوں پر گرجا کے مذہبی لباسوں کا، لگائن کی گلی کا۔ اس کے بہترین مخملی لباس کا اور اس کے شراب کے بلوریں پیالوں کا بھی تھا۔ یہ اسکی مسرت اور خوشگوار یادوں کا رنگ تھا۔ اور اس کے خیال میں نقاب سے پہلے ردس کا رنگ بھی نوخیز ارغوانی کلی کی مانند تھا۔ اسے گولک پر بیٹھنا اچھا معلوم ہوتا تھا کیونکہ دوکان کے اندر ارغوانی جھپٹا جس میں نشاستہ، شکر اور شیشے کے مرتبانوں میں رکھی ہوئی مٹھائیوں کی بو بسی رہتی تھی اس کے پسندیدہ رنگ سے ملتا جلتا تھا۔

اِدھر موچی پرلکڑی کے گودام کے قریب ایک پرانا بھورے رنگ کا لکڑی کا مکان تھا۔ جو چار دیواری سے ایک بوسیدہ گاڑی کی طرح سے بیٹھ گیا تھا۔ اس کی دو منزلیں تھیں اور دونوں طرف ایک ایک دسوارہ تھا۔ ہر منزل دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ نیچے دائیں طرف ذلقند کا دواخانہ اور بائیں طرف ایک عدالتی افسر کا دفتر تھا۔ دواسان کے اوپر بوڑھا شملیوچ جو لیا ریز سٹیر تھا اپنے بڑے خاندان کے ساتھ رہتا تھا۔ اسکے

سامنے اور عمارتی افسر کے دفتر کے اوپر والے فلیٹ میں بہت سے کرایہ دار بھرے ہوئے تھے جن کے نام اور پتے ان کارڈوں اور بورڈوں پر لکھے ہوئے تھے جو سامنے دروازہ پر لگے ہوئے تھے۔ یہاں گھڑیوں کی مرمت ہوتی تھی، جوتے ٹھیک ہوتے تھے۔ یہاں کمسکی کی دوکان تھی جو کندہ کاری کا کام کرتا تھا۔ اور دو فوٹوگرافر زنک اور شتر و داغ سا جھے میں کام کرتے تھے۔

کیونکہ پہلی منزل کے مکانوں میں بہت زیادہ لوگ بستے تھے۔ اس لئے فوٹوگرافروں کے نوجوان اسسٹنٹوں نے جن میں سے ایک طالب علم بلازین تھا اور دوسرا میگدمسن تھا جو تصویروں کی اصلاح کرتا تھا صحن میں کھڑکیاں لکھنے کے بڑے سائبان کے ایک سرے پر اپنا تاریک کمرہ بنا رکھا تھا۔ تاریک کمرے کی کھڑکی میں جلتے ہوئے سرخ لیمپ کی روشنی سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اس وقت وہاں کام کر رہے تھے۔ اسی کھڑکی کے نیچے کتے کا پلا لوگ زنجیر سے بندھا ہوا بھونک رہا تھا۔ اور اس کی آواز ایلنگ کا یا اسٹریٹ کے آخر تک سنی جا سکتی تھی۔

"وہاں یہ سب لوگ ریوڑ کی طرح سے بھرے ہوئے ہیں۔ سامنے کا سارا قصبہ" گالونز نیاتے اس مکان کے قریب سے گزرتے ہوئے سوچا۔ "یہ گندے بھیک منگوں کا اڈا ہے"۔ اور پھر ایک دم اسے خیال آیا کہ یہودیوں کے لئے اس کے شہر کی نفرت حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ کچھ بھی ہو۔ یہ لوگ اتنے اہم نہیں ہیں جو روس کے مستقبل پر اثر انداز ہو سکیں۔ حالانکہ اگر بوڑھے شلیوچ سے پوچھا جائے کہ اس کے خیال میں ملک کے اندر سات ہنگامہ اور بدامنی کیوں ہے تو وہ مڑ کر اپنے بدصورت چہرے کو کھسیانی ہنسی ہنس کر اور زیادہ بگاڑتے ہوئے کہے گا۔ "یہ سب ٹراٹسکی کی چالیں ہیں"۔ اے، لیکن وہ کیا واہیات باتیں سوچنے میں اپنا وقت ضائع کر رہی ہے؟ کیا ان کی بھی کوئی حقیقت ہے؟ کیا وہی روس کی بدنصیبی کا باعث ہیں؟ اس کی اصل بدنصیبی شہر ہیں۔ یہ نہیں کہ ملک کی ترقی یا تنزل کا دارومدار شہروں پر ہے۔ لیکن شہر کے لوگ تعلیم یافتہ ہیں اور دیہات کے لوگوں کے سر پھر گئے ہیں وہ شہر کے لوگوں کی تعلیم پر رشک کرتے ہیں۔ ان کے طور طریقوں کی نقل کرتے ہیں لیکن ان کے برابر نہیں پہونچ سکتے۔ اس لئے اب ان کا اپنا کوئی مقام نہیں رہا۔ یا شاید معاملہ اس کے برعکس ہے۔ غالباً اصل خرابی عدم واقفیت کی وجہ سے ہے۔ ایک تعلیم یافتہ آدمی پہلے سے سمجھ سکتا ہے کہ آگے چل کر کیا پیش آنے والا ہے۔ وہ ہر بات پہلے ہی سے جان جاتا ہے۔ جبکہ ہم میں سے باقی لوگ کی مثال ایسے انسانوں کی سی ہے جو تاریک جنگل میں بھٹک گئے ہوں۔ ہمیں اپنی لوپیاں اس وقت یاد آتی ہیں جب ہمارے سر کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ دیکھو تو وہ لوگ قحط سے تنگ آکر کس طرح شہروں کی طرف بھاگ

ہے ہیں! یہ سب باتیں کس قدر الجھی ہوئی ہیں۔ شیطان بھی ان کا سر پیر نہیں سمجھ سکتا۔ اور پھر بھی یہ دیہات ہی کے لوگ ہیں جو جینے کا طریقہ جانتے ہیں۔ اس کے رشتہ دار دل۔ سلیون۔ شیلا بورن۔ پھل پلنج اور نیتر پنکراٹ مورخ کو دیکھو جو سب بھائی ہیں۔ یہ لوگ اپنی محنت اور دماغوں پر بھروسہ رکھتے ہیں اور خود اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ شاہراہ کے کنارے نئے کھیت ایک حسین منظر پیش کرتے تھے۔ چالیس ایکڑ قابل کاشت زمین جس پر بھیڑیں، گھوڑے، سؤر اور گائیں تھیں اور کھلیانوں میں اتنا اناج تھا جو آئندہ تین سال کے لئے کافی تھا۔ اور ان کی کھیتی باڑی کی مشینیں! ان کے پاس نصیں کاٹنے تک کی مشینیں موجود تھیں! کولچک انکو خوشامد درآمد سے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہا تھا اور کولیسار بھی یہی کوشش کر رہے تھے تاکہ انھیں جنگل کی فوج میں بھرتی کر سکیں۔ وہ لوگ سینٹ جارج کراس کے تمغے حاصل کر کے جنگ سے واپس آئے تھے اور ہر شخص ان کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ اور انھیں انسٹرکٹروں کی حیثیت سے مدنم رکھنا چاہتا تھا۔ کسی نے فوجی وردی پہن لی ہوئی تھی۔ اگر تم اپنے کام سے واقف ہو تو تمہاری مانگ ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ تم ہمیشہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکتے ہو۔

لیکن اب گھر جانے کا وقت ہو چکا تھا۔ ایک عورت کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اتنی رات گئے سڑکوں پر گھومتی پھرے۔ اگر وہ اپنے بائیسکل میں ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی لیکن وہاں اتنی زیادہ کیچڑ تھی کہ پاکل دلدل سی معلوم ہو رہی تھی، تاہم اس نے سوچا کہ اب اسکی حالت بہتر ہے۔ اس طرح اپنے خیالات میں الجھی ہوئی جن کا کوئی چھور تک نہیں مل رہا تھا۔ گاڑی نیا گھر چلی گئی لیکن اندر جانے سے پہلے وہ ایک لمحہ پورچ میں کھڑی ہوئی کچھ اور باتوں پر غور کرتی رہی۔ اس نے ان لوگوں کے بارے میں سوچا جو ان دنوں خود کو کسی نہ کسی حکومت کے لئے تھے۔ وہ انھیں تھوڑا بہت جانتی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جنھیں دارالخلافوں سے یہ کہہ کر جلاوطن بنا کر نکال دیا گیا تھا۔ تیورزن۔ اینی یوف۔ "سیاہ بھنڈا" ردوچیکو۔ جو انارکسٹ تھا۔ اور مقامی سترہ "پاگل کتا" گورشنی۔ یہ سب انتہائی چالاک تھے اور خوب جانتے تھے کہ انھیں کیا کرنا ہے انھوں نے اپنے زمانہ میں کافی گڑبڑ کی تھی اور یقینی طور پر اب پھر کوئی سازش کر رہے تھے۔ کچھ کئے بغیر وہ لوگ زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ ان لوگوں کی زندگیاں مشینوں پر کام کرتے ہوئے گزری تھیں اور اتنے ہی بے رحم تھے جتنی کہ مشینیں ہو سکتی ہیں۔ یہ لوگ اپنی جیکٹوں کے نیچے سوئٹر پہنے پھرتے تھے۔ ہنسی کرتے ہوئے سگریٹ ہولڈروں میں لگا کر سگریٹ پیتے۔ اور اس خوف سے کہ کہیں انھیں کوئی بیماری نہ لگ جائے ابلا ہوا

پالی پیا کرتے تھے۔ خوب دل کھول کر پیسہ برباد کرتا تھا۔ یہ لوگ ہر چیز کو تباہ کر ڈالیں گے اور وہی کہنے جو وہ چاہتے ہیں۔ پھر اس نے خود اپنے متعلق سوچنا شروع کیا کہ وہ ایک اچھی عورت ہے، عقل اور ذہین ہے اس نے دو کو سنبھال رکھا ہے۔ مودی کو بیوقوف ایک بڑی عورت ہیں تھی۔ لیکن اس عقل مقام پر اس کی کسی سلامت کی قدر نہیں کی جاتی تھی۔ اسے ہوتو، موٹی عورت سے سینٹور یچ کے متعلق وہ بے ہودہ گیت یاد آیا جو سارے یونان میں گایا جاتا تھا۔ لیکن اس کے صرف دو مصرعے ہی نقل کئے جا سکتے ہیں:

سینٹور یچ نے اپنی گاڑی بیچ دی

اور ایک بال لینکا خرید لیا . . . . . ؟

اس کے بعد سارا گیت نہایت فحش تھا۔ اسے سوچ سوچ کر سیتو دو روز روتا رہے گا۔ اس کو خاطب کرکے یہ فحش گیت گایا کرتے ہیں۔ اس نے تلخی کے ساتھ ایک گہری سانس لی اور مکان کے اندر چلی گئی۔

(۵)

وہ سیدھی اپنی خواب گاہ میں چلی گئی۔ وہاں میں پنا گوٹ اتارنے کے لئے بھی نہیں رکی۔ کمرے میں سے باغیچہ دکھائی دیتا تھا۔ کمرے کے اندر دروازے کے سامنے پڑتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ پردوں کے سلکے ہوئے دھبے دھندلے سائے باغ کے درختوں سے لٹکتے ہوئے دھبے دھندلے سایوں کی طرح تھے جن کے خطوط واضح نہیں تھے۔ باغ کی دھندلی تاریکی جہاں سردی کا موسم قریب قریب ختم ہو چکا تھا، انوائے موسم بہاریں گہری زرد یوں سے تمازت حاصل کر رہی تھی یونین کے اندر سے پھوٹ رہی تھی۔ اور گرد و پیش کے سکوت کے اندر بھی جہاں گھٹی ہوئی تاریکی کے اثرات آنے والے تھے تو سے گہرے ارغوانی رنگوں سے متاثر ہو رہے تھے وہ منٹ دعا مانگنے کی طرح تقابل ہو رہا تھا۔ میں کنواری مریم اپنے دبلے پتلے ہاتھوں کو بندگی کے ڈھنگ سے اوپر کر کے اوپر اٹھائے ہوئے تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ہر ہاتھ میں یونانی زبان میں اپنے نام "بندہ عیسیٰ" کا ایک ایک لفظ پڑھے ہوئے ہو۔ یاقوتی رنگ کا شعلہ کہ یہ جو ہمیشہ قندیل میں رکھی ہوئی بندگی کی دیوانت کے اندر یاد تھا ستاروں کی اندر اپنی روشنی محراب گاہ میں بچھے ہوئے قالین پر پھیلا رہا تھا اپنا گھٹ اور روشنی اٹھاتے ہوئے گانوینیا کو مکمل دیکھا سکا۔ اور وہ اپنا ہی پرندہ دیکھ کر کہتی گئی ہو اس کے شانے کے پیچھے ایک سدھائے ہوئے زرم کے ہاتھوں کو اس نے محسوس کیا تو وہ اس کے بہت ایک دم سے سیدھی ہو گئی اور وہ آہستہ آہستہ بڑبڑا کر کہنے لگی۔ "ہمیں انسانوں کی طاقتور محافظ یسوع

مسیح کی پاکدامن ماں، مصیبت زدوں کا سہارا، کائنات کی پناہ....." دعا دھوری ختم کر کے دھلنے لگی۔ جب دھلنا ہو گیا تو اس نے اپنا لباس، تانا شروع کیا لیکن پشت پر لگے ہوئے کھٹکے میں انگلیاں سے پھسل جاتے تھے اور نرم کپڑے کی سلوٹوں میں گم ہو جاتے تھے۔ انھیں تلاش کرنے میں اسے دقت ہو رہی تھی۔

اس کی سوتیلی بیٹی موتشا جاگ گئی اور کمرے میں آئی۔

"ماں تم اندھیرے میں کیوں ہو؟ میں لیمپ لے آؤں؟"

"نہیں لیمپ مت لاؤ۔ کافی روشنی ہے۔"

"میں تمہارا لباس اتار دوں ماں۔ تم تھک جاؤ گی۔"

"میری انگلیاں سُن ہو گئی ہیں۔ اور اس دھندلی میں اتنی بھی عقل نہیں تھی کہ وہ ان ہُکوں کو اس طرح ستیا کہ انھیں آسانی سے لگایا اور کھولا جا سکتا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں ان سب کو نوچ کر اس کے بدصورت چہرے پر مار دوں۔"

"خانہ بدوش کتنے اچھے گیت گاتے ہیں۔ چاندوں طرف اس قدر سکوت ہے کہ وہ گیت گھر کے اندر سے سنے جا سکتے ہیں۔"

"گانا تو ٹھیک ہے لیکن میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ مجھے وہ درد پھر پریشان کر رہا ہے۔ یہاں اور وہاں ہر جگہ..... کتنا تکلیف دہ ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"

"ہومیوپیتھ اسٹیدولیگی کے علاج سے پچھلی مرتبہ فائدہ ہوا تھا۔"

"لیکن وہ ہمیشہ کوئی ناممکن بات بتائے گا۔ عطائی ہے یہ تمہارا ہومیوپیتھ۔ یہ تو ایک بات۔ دوسرے یہ کہ وہ یہاں سے چلا گیا ہے۔ اس نے شہر چھوڑ دیا ہے۔ نہ صرف وہی نہیں بلکہ سب لوگ پھٹیوں سے پہلے ہی چلے گئے ہیں۔ جیسے ان کے خیال میں زلزلہ آ رہا ہو یا کچھ اور ہونے والا ہو۔"

"آپ تو پھر وہ ہنگری کا ڈاکٹر کیوں نہیں لیتے گا وہی جو جنگی قیدی ہے! اس کے علاج سے تمہیں فائدہ ہوا تھا۔"

"وہ بھی بیکار ہے۔ میں تم سے کہتی ہوں کہ کوئی باقی نہیں رہا۔ کریمیا جو اس ہنگری کے دوسرے باشندوں کے ساتھ جنگ بندی لائن کے دوسری طرف ہے۔ انھوں نے اسے جبری طور پر سرخ فوج میں بھرتی کر لیا ہے۔"

"لیکن ماں تم جانتی ہو کہ تم اسے بہت زیادہ اہمیت دے رہی ہو۔ تمہیں دل کا مرض ہے، تمہارے

پیسے کیس میں مشورے سے بہت زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے۔ آرنگسان لوگ بھی تو یہی کرتے ہیں مگر میں تمہیں وہ نوجی کی بیوی یاد ہے۔ جس نے جادو کی بڑ سے تمہارا درد بند کر دیا تھا؟ اس کا نام کیا تھا؟"

"ہاں واقعی! تم مجھے ایک بدھو اور بیوقوف سمجھتی ہو! اگر تم میری پیٹھ پیچھے مسز بیچ سے کلک لگوا سکتی ہو تو مجھے کوئی تعجب نہیں ہوگا۔"

"ہاں تم ایسی باتیں کہہ سکتی ہو۔ یہ تو گناہ ہے۔ تمہیں شرم آنی چاہیئے۔ بہتر ہوگا کہ تم اس عورت کا نام یاد کرنے میں مدد دو۔ وہ میری زبان کی نوک پر رکھا ہے۔ جب تک وہ مجھے یاد نہیں آئے گا۔ مجھے چین نہیں ملے گا۔"

"اس کے نام بیچ کو ڑوں سے بھی زیادہ ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ تم کونسا نام یاد کروگی ہو۔ لوگ اسے کبار بیچا اور میڈیڈ بیچا اور زلدا بیچا کہتے ہیں۔ اور میں نہیں جانتی کہ اس کے علاوہ اور کتنے نام ہیں۔ لیکن وہ بھی اب کبھی یہاں نہیں ہے۔ اب جن بن کر کبھی نہیں آتی۔ وہ جا چکی ہے۔ غائب ہو گئی جب سے دوستوں کے عمل گرانے کی قسم کی گولیاں اور پاؤڈر بنانے کے جرم میں کمسک جیل میں قید کر دیا گیا تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ جیل میں پڑے پڑے اکتا جاتی وہ وہاں سے فرار ہو گئی۔ اور مشرق بعید میں کسی جگہ چلی گئی۔ میں تم سے کہتی ہوں کہ یہ شخص بھاگ گیا ہے۔ ولاس ترویشکا اور تمہاری خالہ پولیا۔ محبت بھرے دل والی خالہ پولیا ہم دونوں کے علاوہ کیونکہ ہم بیوقوف ہیں۔ شہر میں کوئی بھی سمجھدار عورت باقی نہیں رہی ہے۔ میں مذاق نہیں کر رہی ہوں اور کسی طرح کی ذہنی امداد نہیں ہے۔ اگر کچھ ہو جائے تو کوئی ڈاکٹر بھی نہیں ملے گا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یوریتن میں ایک ڈاکٹر ہے۔ سائبیریا کے ایک بہت مشہور ملک انجار کا رہنے والا ہے جس نے خودکشی کر لی تھی۔ لیکن جب اس نے بلانے کا ارادہ کر لیا تھا تو سرخ فوج نے سڑک بارہ جگہ سے کاٹ دی..... اب تم سونے کے لئے جاؤ اور میں بھی سونے کی کوشش کروں گی۔ ہاں، تمہارے اس طالب علم بلاتین نے تمہاری عقل خبط کر دی ہے انکار کرنے سے کیا فائدہ ہوگا ــــ؟ تم چقندر کی طرح مسخ پڑی جا رہی ہو۔ وہ بے چارہ لڑکا رات بھر ان تصویروں پر عرق ریزی کرتا رہا جو میں نے اسے تیار کرنے کو دی ہیں۔ اس مکان کے لوگ سمجھتے نہیں ہیں اور دوسروں کو بھی نہیں سونے دیتے۔ ان کا کتا تو مسلسل بھونکے جا رہا ہے۔ اسکے بھونکنے کی آواز سارے شہر میں سنائی دیتی ہے اور یہ بدنصیب کو آسیب کے درخت پر بیٹھا ہوا کائیں کائیں کر کے دماغ اڑائے دے رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آج رات بھر نہیں سو سکوں گی..... اب تمہیں کس بات پر غصہ آ رہا ہے؟ اتنی زود رنج

مت پوچھ کہ کیا ہم سے تمہیں ہوتے کہ لڑکیاں الفت میں محبت کریں دھوکے ہی دیتے ہیں!

۶

یہ کتا کیوں بھونک رہا ہے؟ جاکر دیکھو کیا بات ہے۔ وہ بادبہ تو اتنا شور نہیں مچا سکتا۔ ایک منٹ ٹھہرو۔ مدد چکا۔ خاموش رہو۔ نہیں معلوم کر سکتا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ وہ پھر اس سے پوچھے گا کہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ "نہیں یہاں ٹھہرو اور تم بھی سو دیلی۔ وہ تمہارے بغیر کام چلا لیں گے۔" مرکزی کمیٹی کے نمائندے سڑک چکانے والے ٹھیکیدار کو یہ کہتے ہیں سنا گیا۔ وہ خاموش ہو گیا اور اپنے آسامیوں والی باتیں سنانے لگا۔ "وہ مارچ کریں گے۔ ہتھیار لے کر چلیں گے۔ اور ہم سے پہلے ہی پہنچ جائیں گے۔ ہم پر ہوائی جہاز سے بم برسائیں گے۔ ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ ہم ان کو ہلاک کر دیں گے۔ ہم ان کو ہلاک کر دیں گے۔" وہ ہانپنے لگا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کی آنکھیں ابل پڑیں۔ اس کی رگیں تن گئیں۔ اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اس کے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ گر پڑا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگا۔ اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ اس کا دل دھڑکنا بند ہو گیا۔ اس کی روح پرواز کر گئی۔

"آہ! کیا ہوا؟ کیا ہوا؟" ان لوگوں نے کہا جو اس کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ اس پر ہنگامی فوج کا ایک رکن ہنس پڑا۔ "یہ سب شور و غل کس لئے ہے؟ ہر چیز ٹھیک ہو گئی ہے۔ بگل بجنے دو۔ ہم کھڑکی پر کھڑے ہوں گے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ہم لوگ پوسٹ پر سجدہ ریز ہی کیوں نہ رکھیں۔ اپنی بات جاری رکھو۔ کامریڈ دپکا۔ فوج کے ارکان نے کہا۔ "ہم لوگ اپنے صحن میں پٹ کھیلا کریں گے۔ ہم لوگ اپنے صحن میں کھیلا کریں گے۔ ہم لوگ اپنے صحن میں کھیلا کریں گے۔" اور ہنگامی فوج کا ایک رکن ہنس پڑا۔ اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کی رگیں تن گئیں۔ اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اس کے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ گر پڑا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگا۔ اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ اس کا دل دھڑکنا بند ہو گیا۔ اس کی روح پرواز کر گئی۔

"آہ! کیا ہوا؟ کیا ہوا؟" ان لوگوں نے کہا جو اس کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ اس پر ہنگامی فوج کا ایک رکن ہنس پڑا۔ "یہ سب شور و غل کس لئے ہے؟ ہر چیز ٹھیک ہو گئی ہے۔ بگل بجنے دو۔ ہم کھڑکی پر کھڑے ہوں گے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ہم لوگ پوسٹ پر سجدہ ریز ہی کیوں نہ رکھیں۔ اپنی بات جاری رکھو۔ کامریڈ دپکا۔ فوج کے ارکان نے کہا۔ "ہم لوگ اپنے صحن میں پٹ کھیلا کریں گے۔ ہم لوگ اپنے صحن میں کھیلا کریں گے۔ ہم لوگ اپنے صحن میں کھیلا کریں گے۔" اور ہنگامی فوج کا ایک رکن ہنس پڑا۔ اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کی رگیں تن گئیں۔ اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اس کے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ گر پڑا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگا۔ اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ اس کا دل دھڑکنا بند ہو گیا۔ اس کی روح پرواز کر گئی۔

"آہ! کیا ہوا؟ کیا ہوا؟" ان لوگوں نے کہا جو اس کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ اس پر ہنگامی فوج کا ایک رکن ہنس پڑا۔ "یہ سب شور و غل کس لئے ہے؟ ہر چیز ٹھیک ہو گئی ہے۔ بگل بجنے دو۔ ہم کھڑکی پر کھڑے ہوں گے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ہم لوگ پوسٹ پر سجدہ ریز ہی کیوں نہ رکھیں۔ اپنی بات جاری رکھو۔ کامریڈ دپکا۔ فوج کے ارکان نے کہا۔ "ہم لوگ اپنے صحن میں پٹ کھیلا کریں گے۔ ہم لوگ اپنے صحن میں کھیلا کریں گے۔ ہم لوگ اپنے صحن میں کھیلا کریں گے۔" اور ہنگامی فوج کا ایک رکن ہنس پڑا۔ اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کی رگیں تن گئیں۔ اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اس کے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ گر پڑا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگا۔ اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ اس کا دل دھڑکنا بند ہو گیا۔ اس کی روح پرواز کر گئی۔

"آہ! کیا ہوا؟ کیا ہوا؟" ان لوگوں نے کہا جو اس کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ اس پر ہنگامی فوج کا ایک رکن ہنس پڑا۔ "یہ سب شور و غل کس لئے ہے؟ ہر چیز ٹھیک ہو گئی ہے۔ بگل بجنے دو۔ ہم کھڑکی پر کھڑے ہوں گے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ہم لوگ پوسٹ پر سجدہ ریز ہی کیوں نہ رکھیں۔ اپنی بات جاری رکھو۔ کامریڈ دپکا۔ فوج کے ارکان نے کہا۔ "ہم لوگ اپنے صحن میں پٹ کھیلا کریں گے۔ ہم لوگ اپنے صحن میں کھیلا کریں گے۔ ہم لوگ اپنے صحن میں کھیلا کریں گے۔" اور ہنگامی فوج کا ایک رکن ہنس پڑا۔ اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کی رگیں تن گئیں۔ اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اس کے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ گر پڑا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگا۔ اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ اس کا دل دھڑکنا بند ہو گیا۔ اس کی روح پرواز کر گئی۔

کیا جاسکتا ہے۔ جیسے بھی ہو سائبیریا کے کسان اب اس مقصد کے حصول کے لئے کوشش جاری رکھیں گے جس کے لئے سائبیریا نے بہت عرصہ قبل جدوجہد شروع کی تھی۔ ان کا مشترکہ مقصد یہ ہے کہ جرنیلوں اور ایڈمرلوں کی نفرت انگیز استبدادی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے اور مسلح بغاوت کے ذریعہ کسانوں اور فوجیوں کی عارضی سوویتیں قائم کی جائیں۔ سرمایہ داروں کے فسردں اور بھاری سے بھاری ٹیکسوں سے جو بوجھ عوام پر ہے ہیں باغیوں کو بڑے پیمانہ پر جنگ کرنی ہوگی۔ جدوجہد طویل اور سخت ہوگی۔ وہ ایک مرتبہ پھر کھڑا ہوا اپنا چہرہ صاف کیا اور آنکھیں بند کرلیں۔ قاعدے کے خلاف حاضرین میں سے کوئی شخص اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا ہاتھ اوپر کو اٹھایا جس کا یہ مطلب تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔

ہنگامی فوج کا لیڈر یا یہ زیادہ صحیح ہوگا کہ کرانس یول کے ہنگامی فوج کے دستور کے گروپ کا کمانڈر مقررہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ انگیز اپروانہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ برابر بدتمیزی کے ساتھ اور خیر مہذب طریقہ پر اسکی بات کاٹ دیتا تھا۔ یہ یقین کرنا واقعی مشکل تھا کہ ایک تنومند عمر میں سے جوان لڑکا ہی سا معلوم ہوتا تھا۔ تمام فوجوں کا کمانڈر ہو سکتا تھا اور یہ کہ اس کے سپاہی اس کا سلام کرتے تھے اور اسکی عزت اور احترام کرتے تھے۔ وہ اپنے ہاتھ اور پیر لمبے فوجی کوٹ کے دامن میں لپیٹے ہوئے بیٹھا تھا۔ کوٹ کے اوپر کا حصہ کرسی پر پڑا ہوا تھا جس پر اس کے فوجی نشانات دکھائی دے رہے تھے اور شانوں پر سیاہ دھجے تھے جہاں سے فوجی بچے علیحدہ کر دیئے گئے تھے۔

اس کے دونوں طرف ایک ایک ذی وقار خاموش فوجی افسر اتحادہ آسی کے ہم عمر تھے۔ وہ سیز کی سفید کھال کا لباس پہنے ہوئے تھے جو کسی قدر بھورے پر گیا تھا۔ ان کے خوبصورت اور سنگین چہروں سے اس کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنے کمانڈر سے اندرونی عقیدت رکھتے ہیں اور اس کے سب کچھ کرگزرنے کو تیار ہیں۔ وہ لوگ بحث میں کوئی حصہ نہیں لے رہے تھے اور ان تین مرتبہ پر غور کیا جارہا تھا ان سے قطعی غیر متاثر تھے۔ وہ نہ تو بات کر رہے تھے اور نہ مسکرا رہے تھے۔ کمرے میں کوئی ایک درجن کے قریب اور لوگ بھی تھے جو کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور پیچھے کی دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ لکڑی کے گول تختوں سے بنی ہوئی دیوار سے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی ٹانگیں آگے کو پھیلی ہوئی تھیں یا انہوں نے اپنی کھوریاں گھٹنوں پر سنبھال رکھی تھیں۔ تین یا چار نہایت سوسی تھے جو کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ پرانے کارکن اور ۱۹۰۵ء کے انقلاب کے زمانہ کے ہم لوگ تھے۔ انہی میں تیونداں تھا جو اس وقت کے مقابلہ میں جب وہ ماسکو میں رہتا تھا کافی بدل گیا تھا۔

اور اس کے اندر رد کھاپن آگیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دوست اپنی پوف بھی تھا جو اس کی ہر بات سے ہمیشہ اتفاق کیا کرتا تھا۔ ان کا شمار ان دیوتاؤں میں ہوتا تھا جن کے قدموں پر انقلاب نے اپنے تحائف اور خاکستر نذر لے چڑھائے تھے۔ یہ لوگ بتوں کی طرح خاموش اور سنجیدہ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اتنے زیادہ مغرور ہو گئے تھے کہ اب ان کے اندر عام انسانی جذبات بھی ختم ہو چکے تھے۔ سائبان میں اور بھی قابل ذکر ہستیاں موجود تھیں۔ مثال کے طور پر انھیں میں روسی انارکزم کا ستون "سیاہ جھنڈے والا" دوبوچنسکو تھا جو ایک منٹ نچلا نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ وہ فرش پر بیٹھا رہتا، پھر اٹھ کھڑا ہوتا۔ یا ادھر ادھر ٹہلنے لگتا اور پھر سائبان کے ستون کے نیچے رجاتا۔ وہ ایک موٹا اور دیو قامت شخص تھا۔ اس کا سر اور دہانہ بہت بڑا تھا اور شیر کی سی ایالیں تھیں۔ اگر ترکی کے ساتھ نہیں تو جاپان کے ساتھ جنگ میں وہ افسر فرد رہ چکا تھا وہ ایک مفکر تھا جو ہمیشہ اپنے توہمات میں کھویا رہتا تھا۔ اپنی حد سے زیادہ اچھی فطرت اور غیر معمولی جسامت کی وجہ سے وہ اپنے سے چھوٹی چیزوں پر نظر نہیں ڈالتا تھا اور اسی لئے اس نے وہاں جو کچھ ہو رہا تھا، اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ ہر بات کو ضد سمجھا اور اپنے مخالفوں کے خیالات کو غلطی سے اپنے خیالات کے موافق سمجھتے ہوئے ان کی ہی ہوئی ہر بات سے اتفاق کرتا رہا۔ اس کے پاس ہی فرش پر اس کا دوست سوئیڈ بیٹھا تھا۔ اگرچہ وہ بن مونے والا کان نہیں تھا لیکن اس کی ارضی فطرت اس کی گہرے رنگ کی گھلی ہوئی تیز کے کالر کے اندر سے ظاہر ہو رہی تھی جسے اس نے اس صلیب کے ساتھ جو اس کی گردن میں لٹک رہی تھی، دبا رکھا تھا۔ وہ صلیب کو بار بار کھینچتا تھا اور اس سے اپنا سر کھجلانے لگتا تھا۔ وہ ایک نرم دل اور خوانخواہ شخص تھا۔ اس کے سر کے بال پتلی پتلی چوٹیوں میں گندھے ہوئے تھے اور چھدری مونچھیں اور ان سے زیادہ چھدری داڑھی تھی۔ اپنے منگولی خدوخال کی وجہ سے اس کے چہرے سے بڑھاپا ظاہر ہوتا تھا اور اس پر ہمیشہ ایک ہمدردانہ مسکراہٹ دکھائی دیتی تھی۔

مقررہ وقت پر مرکزی کمیٹی کی طرف سے ایک فوجی مشن پر سائبیریا کا دورہ کر کے آتا تھا۔ اپنے ذہن میں وہ بہت سی باتیں دہرا رہا تھا جو اسے بولنا تھا۔ اپنے مخاطبوں میں سے زیادہ تر لوگوں میں اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن ایک پرانا انقلابی اور کمیون سے عوام کا ہمدرد ہونے کی حیثیت سے اس نے نوجوان کمانڈر کی طرف بھی کئی بار دیکھا تھا۔ تعریفی نظروں سے دیکھا۔ اس نے نہ صرف اس کی بدتمیزی کو معاف کر دیا تھا بلکہ اس کی نظروں میں صحیح انقلابی فطرت کی نشانی بھی تھی۔ بدتمیزی کو دیکھ کر خوش ہوا۔ اس طرح ایک

محبت زدہ عورت ایک خود سر عاشق کے گستاخانہ طرزِ عمل سے خوش ہوتی ہے۔ ہنگامی فوج کا کمانڈر سیکرٹری کامریڈ کا پیرس تھا۔ مقرر اجلاس مزدور تحریک کا سابق ممبر کوستوڈیمر سکی تھا جو کبھی ایک سماجی انقلابی رہ چکا تھا۔ اس نے اپنے نظریات حال ہی میں تبدیل کر دیئے تھے۔ اپنی سابقہ غلطیوں کو تسلیم کر لیا تھا اور کئی مفصل بیانات میں ان کا اعتراف کر چکا تھا۔ اسے نہ صرف کمیونسٹ پارٹی میں شامل کر لیا گیا تھا بلکہ فوراً ہی اجلاس یہ موجودہ ذمہ داری کا کام سپرد کر دیا گیا تھا۔ اسے اس کام کے لئے منتخب کیا گیا تھا حالانکہ وہ کسی طرح بھی فوجی نہیں تھا۔ اسکی وجہ کسی حد تک اس کی طویل انقلابی خدمات اور زار کے جیل خانوں میں برداشت کی ہوئی صعوبتوں کا اعتراف کرنا تھا۔ اس کے علاوہ اس خیال کے تحت بھی ایسا کیا گیا تھا کہ اجتماعی تحریک کے سابق ممبر کی حیثیت سے وہ مغربی سائبیریا کے باغی علاقہ میں کسانوں کے موڈ کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس کے مشن کے لئے اس کی معلومات کو فوجی تربیت سے زیادہ اہم سمجھا گیا تھا۔ اس کے سیاسی عقائد کی تبدیلی کی وجہ سے اسکی صورت و شکل اور طور طریقے اتنے زیادہ بدل گئے تھے کہ اب مشکل سے پہچانے جا سکتے تھے۔ کسی شخص کو یہ یاد تک نہیں تھا کہ پچھلے دنوں میں اس کا سر گنجا تھا۔ زیادہ ڈاڑھی رکھتا تھا لیکن پھر شاید یہ سب کچھ بھیس بدلنے کی وجہ سے تھا۔ اسے پارٹی کی طرف سے سخت احکامات ملے ہوئے تھے کہ وہ اپنی سابقہ شخصیت ظاہر نہ کرے۔ اس کے خفیہ نام برنیڈی اور کام بریڈ ڈرچکا تھے۔ ڈوڈ یچیف کو کے قبل از وقت یہ کہنے پر کہ وہ ان تمام ہدایات سے اتفاق کرتا ہے جو ابھی پڑھ کر سنائی گئی تھیں۔ ایک لمحہ کے لئے تھوڑا سا ہنگامہ ہوا جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو کوستوف نے اپنی تقریر جاری رکھی: "کسانوں کی بڑھتی ہوئی تحریک کا ساتھ دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پارٹی کی صوبائی کمیٹی کے علاقہ میں تعینات کرنے والی ہنگامی فوج کے تمام دستوں کے ساتھ فوراً رابطہ قائم کیا جائے: پھر اس نے خفیہ جھنڈوں، خفیہ اشاروں اور مواصلات کے ذرائع کے سلسلہ میں انتظامات کا ذکر کیا اور تمام باتیں تفصیل سے بتائیں۔ "یونٹ کو سفید فوج کے اسلحہ خوراک اور سامان کے ذخیروں کے متعلق یہ اطلاع بھی جاننی ضروری ہے کہ وہ کس جگہ واقع ہیں اور انھیں یہ بھی بتایا جائے کہ وہ لوگ اپنی بڑی بڑی رقمیں کہاں رکھتے ہیں اور ان چیزوں کی حفاظت کے لئے کیا کیا انتظامات کرتے ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہنگامی فوج کے دستوں کی تنصیم ان کے کمانڈر اور پروپیگنڈا تنظیم تخریبی کارروائیوں بیرونی ذخیرے کے ساتھ ابتدائی آبادی کے ساتھ طرزِ عمل، انقلابی فوجی عدالتوں اور دشمن کے علاقہ میں تخریبی کارروائیوں کے متعلق تمام امور کی مکمل تفصیل تیار کی جائے۔ مثال کے طور پر تخریبی کارروائیوں

میں پلوں، ریلوے لائنوں، دخانی جہازوں، کشتیوں، اسٹیشنوں، دکانوں، تارگھروں، کانوں اور خوراک کے ذخیروں کا تباہ و برباد کرنا شامل ہے۔" لیبر پیس اب زیادہ برداشت نہیں کر سکتا تھا جو کچھ بھی کہا گیا تھا، وہ اس کے خیال میں غیر متعلق اور ناتجربہ کاری پر مبنی تھا۔

"بہت اچھی تقریر ہے۔" اس نے کہا۔ "میں اسے ذہن نشین کروں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کسی قسم کے احتجاج کے بغیر یہ سب کچھ منظور کر لینا چاہئے۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم سرخ فوج کی حمایت کرنے لگیں۔"

"ہاں یقیناً منظور کرنا چاہئے۔"

"اور میرے عجیب و غریب لڑکے! اب مجھے بتلاؤ کہ اس بچوں جیسی تقریر کا کیا کرنا ہے جبکہ میری فوجیں — تین رجمنٹیں جن میں توپ خانہ اور گھوڑ سوار فوج بھی شامل ہے — جرمنوں سے لڑ رہی ہیں اور دشمن کا صفایا کر رہی ہیں۔"

"کتنی بہترین بات! کتنی زبردست طاقت!" کوستوگلوتوف نے سوچا۔

تومسن نے بحث میں مداخلت کی۔ "لیبر پیس کا گفتگو کا لہجہ پسند نہیں آیا تھا۔" معاف کرنا کامریڈ اسپیکر۔ ایک ایسی بات ہے جو میں سمجھ نہیں سکا۔ ہو سکتا ہے کہ میں نے ہدایات میں ایک آدھ بات غلط طریقے پر لکھ دی ہو۔ کیا میں اسے پڑھ سکتا ہوں۔ میں آپ کو اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ چیز زیادہ مناسب ہوگی اگر جنگ کے تجربہ کار سپاہی یا انقلاب کے وقت محاذ پر تھے یا فوجی جماعتوں میں شامل تھے کمیٹی میں شامل کر لئے جائیں۔ یہ مناسب ہوگا کہ کمیٹی کے ممبروں میں دو ایک نان کمیشنڈ افسر اور ایک فوجی ماہر بھی شامل ہو۔ کیا میں نے یہ بات ٹھیک کہی ہے، کامریڈ اسپیکر؟"

"قطعی طور پر۔ ایک ایک لفظ۔"

"تب مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے۔ فوجی ماہروں کے متعلق جن کے یہ بات سنی ہے، معلوم ہوتا ہے ہم کارکن ممبروں نے شروع انقلاب میں حصہ لیا تھا فوج کے آدمیوں پر بھروسہ کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ ان میں ہمیشہ جوابی انقلاب برپا کرنے والے عناصر شامل ہوتے ہیں۔ سلیبی آواز زیادہ بلند ہوتی ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ اقرار داد! اقرار داد پیش کرو! اب دیر ہو رہی ہے۔ گھر جانے کا وقت ہو گیا ہے۔"

"میں کمرنیت سے اتفاق کرتا ہوں۔" وڈوچینکو نے جلدی سے آواز لگائی۔ "شاعرانہ طور پر بات اس طرح کہی جا سکتی ہے کہ شہری اداروں کی بنیاد جمہوریت پر رکھی جانی چاہئے۔ انھیں نیچے سے بڑھانا چاہئے اور

بچوں کی طرح جو دوسرے بچوں کو دیکھ کر ہنستے ہیں، دوستوں میں جرأت پیدا کرنے کے لئے ہم اپنے دوستوں کی طرح اپنے سے کمزوروں پر ہنستے ہیں۔ تم انہیں چار دیواری کے اندر

بھری ہوئی پیشین چنی ہوئی تھیں۔ یہ ایسٹر کے انڈے تھے جو گلابی یا ہلکے نیلے رنگ کے ہوتے تھے۔ میزوں کے گرد نئی اگی ہوئی گھاس پر انڈوں کے گلابی یا ہلکے نیلے رنگ کے چھلکے جن میں اندر کی طرف سفیدی لگی ہوئی تھی پھیلے پڑے تھے۔ نوجوان گلابی اور ہلکے نیلے رنگ کی قمیصیں پہنے ہوئے تھے۔ اور لڑکیوں کے لباس بھی انہیں رنگوں کے تھے۔ اور نیلے آسمان پر گلابی بادل تیر رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آسمان بھی ان کے ساتھ تیر رہا ہو۔

گلابی قمیص اور ریشمی پٹ پہنے ہوئے اور اپنے نچلے دائیں بائیں رکھتا ہوا وہ لمبا خوبرو نوجوان گلوز کھٹ پٹ کرتا ہوا پینتکن کے مکان کی سیڑھیوں پر سے اترا۔ وہ میزوں اور شاہراہ کے اوپر ڈھال پر واقع تھا وہ دوڑتا ہوا میزوں تک آیا اور تقریر شروع کر دی۔

"کیونکہ پیشین موجود نہیں ہے۔ اس لئے میرے بچو میں گھر میں کشمیدی ہوئی دودھ کا سے تمہاری صحت کا جام پیتا ہوں۔ جو نوجوان آج جائے ہیں ان کے لئے طویل سفر اور سرد زندگی کی دعا کرتا ہوں۔ میں اور بھی کئی جام تجویز کرنا چاہتا ہوں۔ شریف رنگروٹ! یا تم میری طرف توجہ دو گے۔ سوار فوج جو ہمارے سامنے پھیلی ہوئی ہے۔ ان لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کے خلاف اپنی اور وطن کے دفاع کا فرض ہے۔ اس کے کھیتوں کھیانے کھائیوں کے خون سے گلنار بنتے ہیں۔ عوام کو یہ امید تھی کہ وہ انقلاب کی فتوحات سے ان کے لئے لطف اندوز ہو سکیں گے لیکن بالشویکوں کی جماعت نے جو غریبوں کی سرپرستی کی ہے دستور سالا آسمانی کو توڑ دیا ہے۔ عوام کی بہت زیادہ اکثریت نے ان کو ووٹ دیا تھا۔ انہوں نے ایسا کرنے کے لئے سنگینوں کی طاقت استعمال کی۔ اور اب نہتے لوگوں کے خون کے دریا بہہ رہے ہیں۔ وہ نوجوان جو آج روانہ ہو رہے ہیں انہیں وہی فوجیں کی لوٹی ہوئی عزت کا بدلہ لینے کا کام سونپا جا رہا ہے۔ اہم ذلیل ہو چکے ہیں اور اپنے بہادر ساتھیوں کے شرمندۂ احسان ہیں۔ کیونکہ نہ صرف سرخ فوج بلکہ جرمنی اور آسٹریا بھی ہمارے ایک مرتبہ پھر قبضے کے ہاتھ اپنے سر اٹھاتے ہیں لڑکو خدا ہمارے ساتھ ہے....." وہ بولے جا رہا تھا لیکن اس کی آواز کہیں کے نعروں میں گم ہو گئی۔ اس نے مئی اور گلہریوں کشمیدی ہوئی دودھ کا گلاس ہونٹوں تک لگا کر اس کا ایک گھونٹ پیا۔ اس سے اسے کوئی سرور حاصل نہیں ہوا۔ وہ انگور کی شراب کا عادی تھا لیکن اسے اس خیال سے اطمینان ہو گیا کہ وہ عوام کے فائدے کے لئے قربانی دے رہا تھا۔

"یہ ہمارا بڑھاپا بھی اثر کرتا ہے" اوپی سیلو کوف اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے" کونسکا یانچ

نے نشیلی آواز میں اپنے دوست ترنبی گوزن سے کہا جو اس کے قریب بیٹھا تھا۔ "وہ یقیناً ایک بہترین شخص ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ بغیر کسی وجہ کے اتنی محنت نہیں کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اپنی تقریروں کی لوہے مہتیں بھرتی ہونے سے بچالے گا۔"

"گوشکا شرم کرو۔ تم ایسی بات کیسے سوچ سکتے ہو! مجھے بھرتی سے ضرور بچالے گا۔ میں دیکھوں گا وہ ذرا کوشش تو کرے! مجھے میرا حکم اسی روز ملے گا جس روز تم اپنا حکم حاصل کرو گے۔ اور بالکل ایسا ہی ہوگا۔ ہم دونوں ایک ہی یونٹ میں ہوں گے۔ ان بدمعاشوں نے مجھے اسکول سے نکال دیا ہے۔ ماں بہت زیادہ پریشان ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے ابھی کمیشن نہیں ملے گا..... جہاں تک ابا کا تعلق ہے وہ واقعی تقریر کرنا جانتے ہیں۔ وہ ہر مرتبہ بہترین تقریر کرتے ہیں اور غیر معمولی بات یہ ہے کہ ان کے لئے یہ ایک فطری چیز ہے۔ انھوں نے باقاعدہ کوئی تعلیم حاصل کی تھی؟"

"کیا تم نے سنا کہ پنکن کے متعلق سنا ہے؟"

"ہاں، کیا یہ واقعی ایسی ہی خطرناک بیماری ہے؟"

"ناقابل علاج۔ یہ اس کی ریڑھ کی ہڈی تک پہنچ جائے گی۔ یہ اس کی اپنی غلطی ہے۔ ہم نے اسے خبردار کر دیا تھا کہ وہ نہ جائے۔ ہمیں اس بارے میں احتیاط کرنی چاہیئے کہ کس سے ملیں؟"

"اب اس کا کیا ہوگا؟"

"یہ بہت افسوسناک بات ہے۔ وہ اپنے آپ کو گولی مار لینا چاہتا تھا۔ اب اسے بھرتی کر لیا گیا ہے اور اب اسے ہوائی میں اس کا طبی معائنہ ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اسے بھرتی کر لیں گے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ہنگامی فوج میں شامل ہو جائے گا۔ تاکہ سماج کی برائیوں کا بدلہ لے سکے۔"

"تم جانتے ہو گوشکا کہ تم ہوت کی بیماری کی بات کر رہے ہو۔ لیکن اگر تم ان کے پاس نہ جاؤ تو ہو سکتا ہے کہ تمہیں کوئی اور بیماری ہو جائے۔"

"میں جانتا ہوں کہ تمہارا مطلب کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم یہ بات ذاتی تجربے سے جانتے ہو۔ لیکن وہ کوئی بیماری نہیں بلکہ ایک پوشیدہ عیب ہے۔"

"گوشکا۔ اگر تم نے ایسی باتیں کیں تو میں تمہاری ناک توڑ دوں گا۔ وہ بھی تیسرے آدمی کے ایک دوست سے باتیں کرنے کا یہ اچھا طریقہ ہے۔"

ممکن سے کام دیا تو محض ایک مذاق تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ یہ تھا۔ میں لیکسٹر پیرزنگ کے یہاں گیا تھا اور وہاں ایک مسٹر رچمان آیا ہوا تھا جو ایک انارکسٹ اور ایک پکا آدمی تھا۔ اس نے شخصیت کی آزادی کے متعلق باتیں کیں۔ کہنے لگا کہ اس کی باتیں پلے نہ پڑیں۔ یہ بہت اچھی باتیں تھیں۔ میں انارکسٹوں کے ساتھ مل جاؤں گا۔ اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر لعنت ہے۔ اس نے کہا کہ ہمارے اندر ایک پوشیدہ طاقت ہے۔ اس نے کہا کہ جنس اور کیریر دونوں بری رد کرنے کی نظر ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ ایک انتہائی ذہین آدمی تھا۔۔۔۔ لیکن میرا دماغ کافی سمجھ رہا ہے۔ لوگ پاگلوں طرح سلی چھلا کر چلا رہے ہیں۔ یہ شور کسی شخص کو بھی ہرا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتا اس لئے خاموش ہو جاؤ یا تو میں کہتا ہوں چپ ہو جاؤ۔"

"تم اس بڑی رو کے متعلق کیا کہہ رہے تھے۔ میں اس کے بارے میں سن چکا ہوں۔ یہ پیرزبرگ سے بجلی کی پنکھا لانے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ جس کی قیمت کی نقد ادائیگی رچمان پر ڈالی جانی تھی۔ میں نے اس کا ایک اشتہار دیکھا تھا۔ اپنی قوت میں اضافہ کرنے کے لئے۔ تمہارا دماغ کیا تھا۔ پھر ایک اور اسلا آگیا اور سارا پروگرام درہم برہم ہو گیا۔ دوسرے ہی مسائل پیدا ہو گئے۔ میں نے ابھی اپنا جلد ختم بھی نہیں کیا تھا کہ شرابی آوازوں کا شور ایک تیز اور گونج دار دھماکے کی آواز میں دب گیا جو قریب ہی لگا۔ ایک لمحے کے لئے یہ باتیں کرنے والوں کا شور بند ہو گیا۔ پھر پہلے سے بھی زیادہ شور مچنے لگا۔ کچھ لوگ اچھل کر اپنی کرسیوں پر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جو لوگ ذرا دور تھے وہ بیٹھے تھے اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے۔ دھوئیں نے لڑکھڑاتے ہوئے وہاں سے جانے کی کوشش کی لیکن میزوں کے نیچے ڈھیر ہو گئے اور فوراً اٹھنے لگے۔ عورتیں چیخنے لگیں۔ ہر طرف ایک شور سا مچ گیا۔ والاس یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اپنی بائیں طرف اس نے ہجوم کو تلاش کر رہا تھا۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ گرنے کی آواز کہاں سے کس جگہ سے آئی تھی۔ غالباً میزوں کے بالکل نزدیک ہی کسی جگہ سے۔ اس کی گردن کی نسیں پھول گئیں۔ اس کا چہرہ لال پڑ گیا اور وہ زور سے دھاڑا "ہم لوگوں میں سے کوئی ہے جو یہ شرمناک حرکت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ وہی ہم پاگلوں کی طرف کس نے پستول پھینکا ہے؟ میں اس سانپ کو گلا گھونٹ کر اپنے ہاتھوں سے مار ڈالوں گا۔ چلاؤ۔ دھیرا اپنا ہاتھ نیچے کر لو۔ ہم کسی شخص کو اپنے ساتھ ایسا مذاق کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ ہم لوگ کا خاتمہ کر دینا چاہتے ہیں۔ ہم اس ترکیب کو ڈھونڈ نکالیں گے۔ ہم اسے بھاگنے نہیں دیں گے پہلے وہ

اس کی بات سنتے ہی۔ پھر ان کی توجہ سیاہ دھوئیں کے اس ستون کی طرف منتقل ہو گئی جو مالی اور ملاح کے ضلع کے دفتر کی عمارت سے اٹھ کر آسمان کی طرف بڑھ رہا تھا اور وہ سب کے سب یہ دیکھنے کے لئے دوڑ پڑے کہ وہاں کیا ہنگامہ ہو گیا ہے۔ ہیلو ہمارے تمبو میں آگ لگی ہوئی تھی کئی لڑکے ان میں سے آ پہنچے تھے اور سوائے پتلون کے اور کچھ نہیں پہنے ہوئے تھے۔ کوئی سوئیٹر اور کھدر کی کرتے ملے ہوئے دوسرے کپڑوں کے ساتھ غلامت سے نکل کر باہر بھاگے۔ گھوڑ سوار تازق اور میشائے۔ پاتر اپنے گھوڑوں کی پشت پر بیٹھے ہوئے اور اپنے چابک لہراتے ہوئے گاؤں میں ادھر سے ادھر کی تلاش کرتے پھر رہے تھے بہت سے لوگ سڑک پر یکتینی کی طرف سب کے سب بھاگ رہے تھے۔ ان کے چیخنے گرجنے کی آوازیں آ رہی تھی جو خطرے کا اعلان کرتے ہوئے بجائے جا رہے تھے۔ یکے بعد دیگرے واقعات خوفناک تیزی کے ساتھ پیش آتے چلے گئے۔ تھوڑے سے وقت کے اندر اندر ہی اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ اس کا شکار تو نہیں جا چکا ہے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھوڑے پر پہنچ آیا۔ محافظوں نے گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ اور سرکاں اور فارم کی تلاشی بھی شروع کر دی۔ اس وقت تک آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔ وہ لوگ دعوت میں کھیرے ہوئے۔ اور اپنے زمین پر بچھے ہوئے بستروں پر مرے پڑے ہوئے تھے۔ جب تک یہ معلوم ہوا کہ میشا گاؤں میں پہنچ گیا ہے۔ اس وقت تک اندھیرا اچھا خاصا ہو چکا تھا۔ وہاں پہاڑ کے اوپر کی طرف سے بڑے بڑے زیتون کے درختوں میں سے ہوتے ہوئے گئے۔ اور ایک دوسرے کو دھکیلتے ہوئے دیوار کے نیچے ایک تنگ کی کھلی جگہ میں سے ہو کر اندر کی طرف رینگے۔ اندھیرے اور گہرائی کی وجہ سے انہیں یہ نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ وہ کھلیان کس کا تھا لیکن اب مچھلی اور مٹی کے تیل کی بو سے انہیں یہ اندازہ ہو گیا کہ ایک ایسا کھلیان تھا جہاں مچھلی کا کاروبار کرنے والے کا گودام کے علاوہ استعمال کرتا تھا۔ ان دونوں کو تیز رفتار تھے اور دل اس قدر تیز تھا کہ اس سے پہلے اس ان کی حالت اتنی زیادہ تر پاگل آخری وقت میں بھی نہیں تھی کیونکہ وہ نشے کے سامان تھے۔ وہاں کے سرغنہ بنے ہوئے تھے۔ ان سے کچھ دیر کے لئے تھے اور انہیں یہ بات اب مناسب نہیں معلوم ہو رہی تھی انہیں یہ اندازہ لگا کہ اپنے پیچھے پر شاید انہیں اس سے نقصان ہو رہا ہے یہ معلوم کرنے کے دست قریب قریب خالی ہی تھے لیکن کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ وہ جانتے تھے کہ اس زمانے میں چیز کو بیچنا زیادہ آسان تھا۔ خریدنے کی بہ نسبت علاقے میں تاڑی کی حالت پسندیدگی علامت سمجھا جاتا تھا اور سنیدھ نہ کے علاوہ تربیت یافتہ نہیں معلوم ہوا کہ وہ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔ [illegible]

لوگ ان سے پہلے ہی وہاں داخل ہو چکے تھے۔ کھلیان کے فرش اور دیوار کے درمیان کی جگہ دونوں گاؤں کے لوگ بھرے ہوئے تھے۔ کتنے ہی لوگ نشہ میں دھت تھے۔ ان میں سے کچھ خراٹے لے رہے تھے۔ دانت کڑکڑا رہے تھے اور سوتے میں بڑبڑا رہے تھے۔ کچھ لوگوں کو متلی ہو رہی تھی۔ اندر سخت تاریکی تھی، ہوا بالکل بند تھی اور بدبو ناقابل برداشت تھی۔ اپنے چھپنے کی جگہ کو پوشیدہ رکھنے کی غرض سے بعد میں آنے والوں نے داخلہ کی جگہ کو مٹی اور پتھروں سے بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد خراٹے اور بڑبڑاہٹ بند ہو گئی اور مکمل خاموشی چھا گئی جو لوگ نشے میں تھے وہ اب خاموشی سے سو رہے تھے۔ صرف ایک کھانسنے سے برابر گھر گھر کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یہاں ترنتی اور گوشکا خوف کے عالم میں کوسکا تخوار تنگ سے چپٹے ہوئے پڑے تھے جو مولانی کا ایک لڑاکا اور بدقماش شخص تھا۔

"اتنے زور سے مت بولو" گوشکا کہہ رہا تھا "شیطان تم ہمیں پکڑوا دو گے۔ کیا تم سن نہیں رہے ہو۔ سنتریں کے آدمی چاروں طرف ہمیں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ وہ لوگ سڑک کے آخری سرے تک ہو آئے ہیں اور اب واپس آ رہے ہیں۔ وہ دیکھو وہ آ گئے۔ اگر تم نے سانس بھی لیا تو میں تمہارا گلا دبا دوں گا..... یہ تمہاری خوش قسمتی تھی کہ وہ لوگ پاس سے گذر گئے..... تم آخر یہاں کیوں آ گئے؟ یہ وقت تمہیں چھیڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ تم سے اوپر کون انگلی اٹھا سکتا تھا؟"

"میں نے گوشکا کو چلاتے ہوئے سنا۔ چپ جاؤ۔ اس لئے میں یہاں گھس آیا۔"

"گوشکا کے پاس چھپنے کے لئے معقول وجہ ہے۔ اس کا پورا خاندان مصیبت میں ہے۔ یہ سب لوگ مشتبہ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے رشتہ دار خود سکو کے ریلوے یارڈ میں کام کرتے ہیں..... بلیوت بیوقوف سیدھے بیٹھے رہو۔ لوگ یہاں اوپر کوڑا کرکٹ اور غلاظت پھینکتے رہیں گے۔ اگر تم ہوئے تو تم غلاظت ہمارے اوپر گر جائے گی۔ کیا تمہیں بدبو نہیں آ رہی ہے؟ جانتے ہو کہ سنتریں گاؤں میں چاروں طرف کیوں بھگدڑ مچ رہی ہے؟ وہ باہر سے آئے ہوئے لوگوں — پرزنک سے آئے ہوئے لوگوں — کو تلاش کر رہے ہیں۔"

"یہ سب کچھ کس طرح ہوا گوشکا؟ اس ہنگامہ کی ابتدا کیسے ہوئی؟"

"اس کی ابتدا سنکا نے کی — سنکا پینکن نے۔ ہم سب لوگ بھرتی کے دفتر میں برنہ قطار کھڑے ہوئے ڈاکٹر کا انتظار کر رہے تھے۔ جب سنکا کی باری آئی تو اس نے اپنے کپڑے اتارنے سے انکار

گویا جب وہ وہاں آیا تو کسی قدر نشے کے عالم میں تھا۔ کلرک نے شرافت کے ساتھ اس سے کہا کہ وہ اپنے کپڑے اتار دے۔ یہاں تک کہ اسے "آپ" کہہ کر مخاطب کیا۔ سنکا کا دماغ چل گیا۔ "میں کپڑے نہیں اتاروں گا" اس نے کہا۔ "میں اپنے جسم کے پوشیدہ حصے کسی کو نہیں دکھاؤں گا۔" ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے شرم آ رہی ہو۔ پھر وہ بڑبڑاتا ہوا کلرک کے پاس گیا اور اس کے جبڑے پر مکا مارا۔ اور پھر تم یقین کرو یا نہ کرو، پلک جھپکتے سے پہلے سنکا نے دفتر کی میز پایہ پکڑ کر اٹھالی اور الٹ دی۔ میز فرش پر زور سے گری اور اس پر لکھی ہوئی سب چیزیں قلم۔ دوات، فوجی ہرستیں وغیرہ سب گر گئیں! تب اسٹریس چیختا ہوا نمودار ہوا۔ "میں غنڈہ گردی برداشت نہیں کروں گا۔ میں یہاں بغیر خون بہائے انقلاب نہیں لا رہا ہوں۔ میں تمہیں سکھاؤں گا کہ ایک سرکاری جگہ پر قانون کی بے حرمتی کرنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ تمہارا سرغنہ کون ہے؟"

سنکا نے چلا کر کہا۔ "کامریڈ! اپنے کپڑے اٹھاؤ۔ ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔" اور وہ کھڑکی کے پاس گیا اس میں سے کودا گیا۔ میں نے جوتے اٹھا لئے اور اس کے پیچھے بھاگا۔ بھاگتے ہی میں کپڑے میں نے پہن لئے۔ وہ بھاگتا ہوا سڑک پر گیا اور ہوا کی طرح دوڑنے لگا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ دو ایک آدمی اور بھی تھے۔ ہم سب لوگ اتنے تیز دوڑے کہ جتنی ہماری ٹانگیں ہمارا ساتھ دے سکتی تھیں۔ اور وہ لوگ چیختے اور شور مچاتے ہوئے ہمارے پیچھے آئے لیکن اگر تم مجھ سے یہ پوچھو کہ یہ سب معاملہ کیا ہے۔ تو اس کی وجہ کوئی شخص بھی نہیں بتا سکتا۔"

"لیکن وہ بم؟"

"کیا مطلب؟"

"وہ کس نے پھینکا تھا؟ بم یا دستی بم یا کچھ بھی تھا؟"

"اوہ میرے خدا! تم یہ تو نہیں سمجھ رہے ہو کہ ہم نے پھینکا تھا؟"

"تو پھر کس نے پھینکا تھا؟"

"میں کیسے جان سکتا ہوں؟ یقیناً کوئی اور شخص ہوگا۔ کسی نے یہ سب گڑبڑ دیکھی ہوگی اور سوچا ہوگا کہ اس وقت جبکہ یہ گڑبڑ ہو رہی ہے میں اس جگہ کو کیوں نہ اڑا دوں۔ یہ لوگ دوسروں پر شبہ کریں گے۔ وہ یقیناً کوئی سیاسی آدمی ہوگا۔ یقیناً کوئی سیاسی آدمی۔ یہ جگہ ان سے بھری ہوئی ہے"..... خاموش! چپ ہو! کیا تم سن نہیں رہے۔ اسٹریس کے آدمی واپس آ رہے ہیں۔ بس اب ہمارا خاتمہ ہے۔ خاموش رہو۔ تم

سے آتی ہوں۔ سڑک پر سے آوازیں آتی ہوئی سنائی دے رہی تھیں۔ بوٹوں کی چرمراہٹ اور مہیز کی آواز۔

"بحث مت کرو۔ تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتے۔" کرنل کی کھنکتی ہوئی آواز سنائی دی جس کا لہجہ پیر و گراڈ کے باشندوں جیسا تھا۔ "مجھے یقین ہے کہ اس جگہ کوئی شخص باتیں کر رہا تھا۔" ارمولائی کے میئر اور پارلیمنٹ کے جو ایک بوڑھا ماہی گیر تھا کہا۔ "یور ایکسیلنسی، آپ کو وہم ہوا ہوگا۔ اور پھر گاؤں میں لوگ بات چیت کیوں نہ کریں۔ کریب بیچ سے گھر کا احاطہ تو نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ لوگ باتیں کر رہے ہوں۔ وہ آخر جانور دل کی طرح گونگے تو نہیں ہیں۔ یا ہو سکتا ہے کہ شیطان کسی شخص کو خواب میں پریشان کر رہا ہو۔"

"اچھا اچھا گنوار دل جیسی باتیں چھوڑو، شیطان' واقعی! تم لوگ اپنے حامہ سے باہر ہوتے جا رہے ہو۔ تم آگے چل کر اتنے چالاک ہو جاؤ گے کہ بالشیوزم کی باتیں کرنے لگو گے۔"

"خدا رحم کرے یور ایکسیلنسی مسٹر کرنل آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں! ہم سے گاؤں کے لوگ اتنے سیدھے سادے ہیں کہ وہ دعا کی کتاب تک نہیں پڑھ سکتے۔ بالشیوزم سے انھیں کیا حاصل ہوگا؟"

"پکیے بات سے پہلے تم سب لوگ ایسی ہی باتیں کرتے ہو۔ اس دوکان کی اوپر سے نیچے تک تلاشی لو۔ ہر چیز کا الٹ پلٹ کر دیکھو اور اس کا خیال رکھو کہ کاؤنٹر کے نیچے بھی تلاشی لی جائے۔"

"اچھا یور ایکسیلنسی۔"

"یہ پنشن دلیل سخ اور نخواہ خور کو پکڑنا چاہتا ہوں۔ زندہ یا مردہ۔ مجھے اسکی پروا نہیں خواہ تمہیں ان لوگوں کو سمندر کی تہہ سے گھسیٹ کر باہر نکالنا پڑے۔ وہ کلورین کا پلا بھی۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ اس کا محب وطن باپ کتنی تقریریں کرتا ہے وہ زین آسمان کے قلابے ملا سکتا ہے لیکن میں دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ اگر کوئی دوکاندار تقریریں کرنی شروع کرے تو اسکی ضرور کوئی خاص وجہ ہوگی۔ یہ شبہ کی بات ہے غیر قدرتی چیز ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ گونن اور اس کے گھر والے سیاسی مجرموں کو پناہ دیتے ہیں اور کہ سودوزدونک میں اپنے مکان میں غیر قانونی جلسے کرتے ہیں۔ مجھے اس پھریرے کو پکڑنا ہے۔ میں ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا ہوں کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کروں گا لیکن اگر اس کے خلاف کوئی بات ہوئی تو میں دوسروں کو سبق دینے کے لئے اسے پھانسی دینے سے بھی گریز نہیں کروں گا۔" تلاشی لینے والے آگے بڑھ گئے۔ جب وہ کافی دور نکل گئے تو گوشکا نے کھسر پھسر کرتے ہوئے تیرتوشکا سے کہا جو خوف کی وجہ سے نیم جان ہو رہا تھا۔ "تم نے سنا؟"

"اس نے بدلی ہوئی آواز میں زیر لب کہا۔" تو پھر اب میرے، ہمارے، منگا اور گونگا کے لئے صرف ایک ہی جگہ ہو سکتی ہے ــــ اور وہ جنگل ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمیں ہمیشہ وہیں رہنا پڑے گا۔ صرف اس وقت تک جب تک کہ حالات بہتر نہ ہو جائیں۔ پھر ہم غور کریں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت واپس لوٹ آئیں۔

فارلیسیٹ کی فوج

(۱)

یوری آندرے ویچ کو ہنگامی فوج کے ہاتھوں قید ہوئے ایک سال سے زائد ہو چکا تھا۔ اس کی آزادی کی حدود نہایت غیر واضح تھیں۔ جہاں وہ قید کیا گیا تھا۔ وہاں چاروں طرف دیواریں نہیں تھیں۔ محافظ نہیں تھے اور کوئی شخص اس کی نقل و حرکت کی نگرانی نہیں کرتا تھا۔ ہنگامی فوج برابر نقل و حرکت کرتی رہتی تھی۔ یوری آندرے ویچ اس کے ساتھ جاتا تھا۔ فوج مقامی آبادی سے الگ نہیں رہتی تھی۔ جن کی زمینوں اور بستیوں میں سے وہ ہو کر گزرتی تھی۔ اس کے سپاہی ان لوگوں سے گھل مل جاتے تھے۔ بظاہر اس کی یہ قید، قید نہ ہونے کے برابر معلوم ہوتی تھی جیسے کہ ڈاکٹر آزاد ہو اور وہ اس آزادی کا فائدہ نہ اٹھا سکا ہو۔ اس کی یہ قید و بند زندگی کی دوسری مجبوریوں سے مختلف نہیں تھی جو اکثر اسی طرح نہ تو نظر آتی ہیں اور نہ کوئی انھیں سمجھ سکتا ہے اور جو نہ ہی کی برابر اور محض ایک واہمہ معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اگرچہ نہ تو اس کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ نہ اسکی نقل و حرکت کی نگرانی ہوتی تھی۔ لیکن پھر بھی ڈاکٹر کو یہ عدم آزادی قبول کرنی پڑتی تھی جو بظاہر خیالی ہی معلوم ہوتی تھی۔ اس نے تین مرتبہ ہنگامی فوج کی قید سے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہر مرتبہ پکڑ لیا گیا تھا۔ اسے کسی قسم کی سزا نہیں دی گئی تھی۔ لیکن وہ آگ سے کھیل رہا تھا۔ اور پھر اس نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی۔ ہنگامی فوج کا اعلیٰ افسر لیبرٹس ہیگوٹن اس کی حمایت کرتا تھا۔ کیونکہ وہ اس کا ساتھ پسند کرتا تھا اور اسے اپنے ہی خیمہ میں سلاتا۔ یوری آندری ویچ کو یہ زبردستی کا ساتھ پرلیٹ ان کن معلوم ہوتا تھا۔

(۳)

اس زمانہ میں ہنگامی فوج برابر مشرق کی طرف بڑھ رہی تھی۔ بعض موقعوں پر فوج کی یہ نقل و حرکت کوچک کو مغربی سائبریا سے ملا دینے کی عام مہم کا ایک حصہ ہوتی۔ دوسرے موقعوں پر جب سفید فوج عقب سے حملہ کرتی اور ہنگامی فوج کے گھر جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا تو مشرق کی طرف یہ فوج پسپا ہونے کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ کافی عرصہ تک ڈاکٹر ان باریکیوں کو نہیں سمجھ سکا۔ ہنگامی فوج شاہراہ کے ساتھ ساتھ چلتی اور کبھی کبھی اسے استعمال بھی کرتی۔ اس کے کنارے بسے ہوئے گاؤں اور چھوٹے چھوٹے قصبے جنگ میں کامیابی یا ناکامی کے مطابق سرخ فوج یا سفید فوج کی حمایت کرتے تھے۔ ان پر سرسری نظر ڈالنے پر یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ اس وقت وہ کس کے قبضۂ اختیار میں ہیں۔ جب کسان فوج گاؤں اور چھوٹے قصبوں میں ہو کر گزرتی تو اس کے علاوہ ان کی ہر چیز غیر مسلح دکھائی دینے لگتی۔ سڑک کے دونوں طرف کے مکانات زین سے لگتے ہوئے معلوم ہوتے اور گھوڑ سوار گھوڑے۔ توپیں اور انفلیں لے کر چلنے والے پیادہ مکانوں سے اونچے معلوم ہونے لگتے تھے۔ ایک روز ایک ایسے ہی چھوٹے قصبہ میں ڈاکٹر کو حکم دیا گیا کہ وہ برطانوی ادویات کے اس اسٹاک پر قبضہ کر لے جو جنرل کیپل کے ماتحت سفید فوج کے افسروں کی یونٹ چھوڑ گئی تھی اور جو ہنگامی فوج کے ہاتھ لگ گئی تھیں۔ اس وقت ایک اداس اور ابر آلود سہ پہر تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ وہاں صرف دو ہی رنگ دکھائی دے رہے تھے۔ جہاں کہیں بجلی لپکی تھی وہاں سفید رنگ دکھائی دیتا۔ باقی ہر جگہ سیاہی نظر آتی۔ ڈاکٹر کا موڈ بھی ویسا ہی اداس تھا اور اس میں اس بڑھتی ہوئی سفیدی اور سیاہی سے کوئی کمی نہیں ہو رہی تھی۔

سڑک جو فوجوں کی متواتر نقل و حرکت سے بالکل تباہ ہو گئی تھی محض یہ کیچڑ مکا ایک دلدل معلوم ہوتی تھی اسے چند مقامات پر عبور کیا جا سکتا تھا جن تک مکانوں کے سہارے سینکڑوں گز کا فاصلہ طے کر کے پہنچا جا سکتا تھا۔ پرنسک میں ایسے ہی حالات میں ڈاکٹر کی ملاقات پلیگیا تیاگو نووا سے ہوئی جو اسکوے ٹرین میں اس کی ہمسفر رہ چکی تھی۔ پہلے اس نے ڈاکٹر کو پہچانا۔ اسے اس عورت کو پہچاننے میں دیر لگی۔ جو سڑک کے پار سے اسے دیکھے جا رہی تھی جیسے کسی نہر کے کنارے پر کھڑی ہوئی ہو۔ اس کے چہرے کے انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ اگر وہ پہچانتا ہو تو وہ اسے خوش آمدید کہے گی اور اگر نہ جانتا ہو تو اسی طرح گم سم رہے گی۔ آخر کار وہ اسے پہچان گیا اور لدی پھندی مال گاڑی جبری بھرتی کے مزدوروں اور ان کے محافظوں اور اس عورت کی تصویر کیا تھ

جس کی چوٹی اس کے شانہ پر پڑی رہتی تھی۔ اس کے ذہن میں اپنے گھر والوں کی شکلیں پھر گئیں۔ سفر کی ایک بات اور اپنے پیاروں کی شکلیں اسے یاد آنے لگیں جن کی جدائی اب اسے بہت شاق گزر رہی تھی اس نے اشارے سے اس عورت سے کہا کہ وہ سڑک پر اور آگے کی طرف ایک ایسے مقام تک جائے۔ جہاں اسے کیچڑ میں سے باہر نکلے ہوئے پتھروں پر چل کر عبور کیا جا سکتا ہو اور پھر خود بھی اسی سمت میں چلتا ہوا دوسری طرف گیا اور اسے خوش آمدید کہا۔

اس عورت نے اسے گذشتہ دو سال کی بہت سی باتیں بتائیں۔ اسے واسیا کی یاد دلائی۔ وہی خوبصورت لڑکا جسے غیر قانونی طور پر جبریہ بھرتی کر لیا گیا تھا اور جو اس ڈپو میں ان کے ساتھ تھا۔ اس نے ان گاؤں در تنیکی میں اس کی ماں کے ساتھ اپنے قیام کا حال بتایا۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ بہت خوش تھی لیکن گاؤں کے لوگ اس کے ساتھ اجنبیوں کا سا سلوک کرتے تھے۔ اس پر واسیا کے ساتھ عشق بازی کرنے کا غلط الزام لگایا گیا اور آخر میں اسے وہ گاؤں چھوڑنا پڑا تھا ورنہ وہ جان سے ماردی جاتی۔ وہ اپنی بہن اولگا کو زینیا کے ساتھ کر ستودوزدنسک میں بسنے لگی تھی۔ وہ یہ افواہیں سن کر پازنسک آئی تھی کہ پریتولیف کو وہاں تربوجوار میں کہیں دیکھا گیا ہے۔ لیکن یہ افواہیں غلط ثابت ہوئیں۔ اور وہ اپنے آپ کو اس چھوٹے سے قصبہ میں تنہا پاتی تھی جہاں بعد میں اسے کام مل گیا تھا۔ اس عورت کی دوستوں کی بدقسمتی نے گھیر لیا۔ خوراک کی فراہمی روک لینے کی پاداش میں در تنیکی پر حملہ کیا گیا۔ کہا جاتا تھا کہ واسیا کا مکان جلا دیا گیا۔ اور اس کے خاندان کا ایک ایک فرد جل کر مر گیا تھا۔ اور کر ستودوزدنسک میں پلیگیا کے بھوتوں نے گاؤں کو زیر کیا تو جس میں ڈال دیا گیا تھا گولی ماردی گئی تھی۔ اولگا کا بھی یہ پتہ ہو گیا تھا۔ اسکی بہن نے کچھ عرصہ فاقے کئے تھے لیکن اب اپنی گزر اوقات کرنے کے لئے سرسٹ دوتر سکایا کے گاؤں میں کسانوں کے ایک گھرانے میں ملازمت کر لی تھی جو اس کے رشتہ دار تھے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ تیاگونوف پازنسک کے دواخانہ میں اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام کر رہی تھی جس کے اسٹاک پر ڈاکٹر قبضہ کرنے والا تھا۔ اس قدم سے دو سازکے سب متعلقین کو جن میں وہ بھی شامل تھی بربادی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن ڈاکٹر مجبور تھا جب ڈاکٹر نے اسٹاک پر قبضہ کیا تو اس وقت تیاگونوف بھی وہاں موجود تھی۔ ڈاکٹر کی گاڑی دوکان کی پشت پر رکی۔ تھیلے بکس اور بوتلیں باہر نکال کر لائی گئیں۔ طارین نے یہ سب کچھ یاوی کے ساتھ دیکھا اصل معلوم ہوتا تھا جیسے ان کے جذبات کا اثر دواساز کی مریل گھوڑی پر بھی پڑ رہا تھا جو افسوس کے ساتھ اپنے اصطبل

سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ بارش کا دن ختم ہونے والا تھا۔ آسمان کسی قدر صاف ہو گیا تھا۔ بادلوں کے درمیان سے ڈوبتے ہوئے سورج نے جھانکا اور اس کی کرنیں صحن پر پڑیں۔ کیچڑ کے ڈھیر بہت بھاری تھے اور ہوا سے ان میں جنبش نہیں ہو سکی۔ لیکن سڑک بارش کے پانی میں عجیب ہریں کھاتی اور سائے چمکتی دکھائی دے رہی تھی۔ فوج سڑک پر چلتی رہی۔ وہ لوگ زیادہ گہرے گڑھوں کے گرد گھوم کر پیدل یا گھوڑوں پر چل رہے تھے حاصل کی ہوئی ادویات میں کونین کا ایک مرتبان بھی تھا۔ جس کی ہنگامی فوج کے سربراہ کو حال ہی میں لت پڑ گئی تھی۔

(۳)

ڈاکٹر بہت مصروف تھا۔ موسم سرما میں معاندی بخار اور گرمی کے موسم میں پیچش پھیل گئی تھی۔ اور پھر اسکے علاوہ زخمی بھی تھے جن کی تعداد جنگ دوبارہ شروع ہو جانے سے بہت بڑھ گئی تھی۔ ناکامیوں اور پسپائیوں کے باوجود ان بستیوں میں سے جہاں سے کسان فوج گزرتی تھی لوگ برابر آکر ہنگامی فوج میں شامل ہوتے تھے اور اس کے علاوہ مفرور فوجی بھی اس میں آکر شامل ہو جاتے تھے۔ ڈاکٹر نے جو اٹھارہ مہینہ کا عرصہ ہنگامی فوج کے ساتھ گزارا تھا اس میں اسکی تعداد دس گنا بڑھ گئی تھی۔ اور اس کی تعداد اتنی ہی ہو گئی تھی جو لیبر نیس اور کیوچ نے کرستو دوزولسک کے حفیہ جلسہ میں ڈینگ مارتے ہوئے بتائی تھی۔ یوری آندے وچ کے ساتھ کئی نئے بھرتی کئے ہوئے ڈاکٹر اور دو چیف اسسٹنٹ بھی تھے۔ وہ دونوں سابق جنگی قیدی تھے۔ ان میں سے ایک جس کا نام کریچ نیجوس تھا ہنگری کا ایک کمیونسٹ تھا جو آسٹریا کی فوج میں ڈاکٹر رہ چکا تھا اور دوسرے کا نام ہینگ تھا جو کرونشا کا رہنے والا تھا جس نے ابھی حال ہی میں ڈاکٹری کی ٹریننگ حاصل کی تھی۔ نیجوس کے ساتھ ڈاکٹر جرمنی زبان میں بات چیت کرتا تھا۔ دوسرا تھوڑی بہت روسی زبان سمجھ لیتا تھا۔

(۴)

ریڈ کراس کے بین الاقوامی کنونشن کے مطابق فوج کے طبی عملے کو فوجی کارروائیوں میں حصہ نہیں لینا چاہیئے۔ لیکن ایک موقعہ پر ڈاکٹر کو اس قاعدے کی خلاف ورزی کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ وہ محاذ پر تھا کہ لڑائی شروع ہو گئی اور اسے لڑنے والوں کے ساتھ جنگ میں حصہ لیتے ہوئے ذاتی دفاع میں گولی چلانی پڑی۔ محاذ جہاں وہ دشمن کی گولہ باری میں گھر گیا تھا ایک جنگل کے سرے پر تھا۔ وہ یونٹ کے ٹیلیفون افسر کے پاس زین پر لیٹ گیا۔ جنگل ان کی پشت پر تھا۔ ان کے سامنے ایک میدان تھا۔ اطراف کھلے ہوئے میدان

کے پار سفید فوجیں حملہ کر رہی تھیں۔ سفید فوج کے سپاہی ایسا تنے قریب تھے کہ ڈاکٹر ان کی شکلیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ لوگ لڑکے ہی سے تھے جو دارالمحافظ کی شہری آبادی سے حال ہی میں رضا کارانہ طور پر شامل ہوئے تھے اور زیادہ عمر کے سپاہی بھی تھے جو محفوظ فوج میں سے بھرتی کئے گئے تھے۔ اصل لڑنے والے کم عمر فوجی تھے جو نیویارٹیوں کے پہلے سال کے اور فرسٹ گاہوں کے چوتھے سال کے طالب علم تھے۔ ڈاکٹر ان میں سے کسی کو نہیں جانتا تھا۔ لیکن پھر بھی ان میں سے آدھے سپاہیوں کے چہرے اسے مانوس معلوم ہوتے تھے۔ ان [illegible] اپنے پرانے ہم جماعت لڑکے یاد آ گئے اور وہ سوچنے لگا کہ وہ شاید ان کے چھوٹے بھائی ہوں۔ دوسرے [illegible] اسے یہ خیال ہوا کہ انھیں اس نے ان لوگوں کے مجمع میں دیکھا تھا جو کالی عورت کو تیر دیکھنے کی غرض سے سڑک پر جمع تھے۔ ان کا پر معنی اور خوبصورت شکلیں دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اسی طبقے کے لوگ ہوں۔ اپنی سمجھ کے مطابق فرض کی تکمیل کرتے ہوئے انھوں نے جوش و خروش اور غیر معمولی جرأت کا اظہار کیا۔ بالکل بے موقع تھا۔ پھیل کر منظم طریقہ پر آگے بڑھتے ہوئے وہ لوگ پریڈ کرتے ہوئے شاہی محافظوں سے بھی زیادہ چست اور چالاک دکھائی دیتے تھے اور خود دارانہ طریقہ پر سر اٹھا کر چل رہے تھے۔ وہ لوگ نہ تو بھاگتے تھے اور نہ زمین پر لیٹتے تھے اور علاقے کے نشیب و فراز کو نظر انداز کئے ہوئے تھے۔ جس سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنے آپ کو آسانی سے چھپا سکتے تھے۔ سنگامی فوج کی گولیاں انھیں کھیت کی طرح کاٹ رہی تھیں۔ وسیع اور اجاڑ میدان کے درمیان میں ایک بے جان درخت تھا۔ جو بجلی گرنے سے یا آگ لگنے سے جل گیا تھا۔ یا اس سے قبل کسی لڑائی کے دوران گولہ باری سے تباہ ہو گیا تھا۔ ہر رضا کار آگے بڑھتے ہوئے اس درخت کی طرف دیکھتا تھا اور اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ وہ اس کی آڑ میں ٹھہر جائے تاکہ وہاں حفاظت کے ساتھ زیادہ بہتر طریقہ پر نشانہ لگا سکے۔ لیکن وہ اس خواہش کو ترک کر کے آگے بڑھ جاتا تھا۔ سنگامی فوج کے پاس کارتوسوں کی سپلائی بہت محدود تھی اور ان کو حکم ملا ہوا تھا کہ صرف نزدیک کی چیزوں پر جو صاف دکھائی دے رہی ہوں فائر نہ لگائیں۔ پوری آندھے درخت کے پاس کوئی رائفل نہیں تھی۔ وہ گھاس پر لیٹا ہوا لڑائی کا رخ دیکھ رہا تھا اس کی تمام تر ہمدردیاں ان بچوں کے ساتھ تھیں جو بہادروں کی طرح مر رہے تھے۔ اس کی دلی خواہش تھی کہ جنگ میں انہی کو کامیابی ہو۔ وہ ایسے گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے جو روحانی، تعلیمی، اخلاقی اور دوسرے اعتبار سے شاید اسی جیسے تھے۔

اسے خیال آیا کہ اٹھ کر میدان کی طرف بھاگ جائے اور اپنے آپ کو ان کے سپرد کر کے رہائی حاصل کرے لیکن

ایسا کرنا خطرناک تھا۔ بہت زیادہ خطرناک۔ کیونکہ اپنا ہاتھ سر سے اونچا اٹھا کر بھاگتے ہوئے اسے دونوں طرف سے گولی لگ سکتی تھی سینہ پر بھی اور پشت پر بھی۔ ہنگامی فوج کے سنسنی خیز غداری کی سنسنی خیز گرمی اور سفید فوج اس کے مقصد کو نہ سمجھ پائے گولی مار دیتی۔ وہ اس قسم کی صورت حال سے واقف تھا پہلے بھی اس سے گذر چکا تھا۔ اس نے اس بارے میں تمام منصوبوں پر غور کر لیا تھا۔ اور انھیں ناقابل عمل قرار دے کر رد کر چکا تھا۔ لہٰذا اپنے متضاد جذبات دبائے ہوئے وہ وہیں گھاس پر پڑا رہا۔ اس کا رخ میدان کی طرف تھا اور وہ نہتا وہاں لیٹا ہوا جنگ کا نظارہ دیکھ رہا تھا۔ لیکن ان حالات میں جبکہ چاروں طرف موت اور زندگی کی کشمکش ہو رہی تھی اس طرح کا کارہ بیٹھے ہوئے دیکھتے رہنا تاکہ اور انسانی شعور کے خلاف تھا۔ سوال ان لوگوں کے ساتھ وفاداری کا تھا جنھوں نے اسے قید کر رکھا تھا۔ یا اپنی حفاظت کا نہیں تھا بلکہ حالات کے مطابق عمل کرنے کا تھا۔ ایسے متعلق شخص کی طرح رہنا قاعدہ کے خلاف تھا۔ اس کے لئے بھی وہی کرنا ضروری تھا جو ہر شخص کر رہا تھا۔ جنگ ہو رہی تھی۔ اس پر اور اس کے ساتھیوں پر گولیاں چلائی جا رہی تھیں۔ اسکے جواب میں گولی چلانا ضروری تھا۔ اسی لئے جب اس نے قریب ہی ٹیلیوں افسر تڑپنے کے بعد ٹھنڈا ہو گیا تو وہ رینگتا ہوا اس کے قریب گیا۔ اس کا کارتوسوں کا تھیلا اور رائفل اٹھائی اور اپنی جگہ پر واپس جا کر لگاتار گولیاں چلانے لگا۔ ان نوجوانوں پر جنھیں وہ پسند کرتا تھا اور جن سے اسے ہمدردی تھی گولی چلاتے ہوئے اسے ترس آتا تھا اور اس کا ہوا میں گولی چلانا انتہائی احمقانہ فعل ہوتا اسی لئے اس نے جلے ہوئے درخت کا نشانہ لیا اور اس وقت گولی چلاتا جب اس کے اور درخت کے درمیان کوئی شخص ہوتا وہ خود اپنے طریقے کے مطابق کام کر رہا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کا نشانہ بہتر ہوتا گیا۔ وہ آہستہ سے لمبی دباتا جیسے اس کا ارادہ گولی چلانے کا نہ ہو اور گولی خود بخود غیر متوقع طور پر چل جاتی۔ وہ دراصل نہایت صفائی کے ساتھ بے جان درخت کی نچلی شاخوں پر گولی چلا رہا تھا جس سے وہ ٹوٹ ٹوٹ کر درخت کے چاروں طرف گر رہی تھیں لیکن انوس اگر وہ بہت احتیاط سے کام لے رہا تھا کہ اس کی گولی کسی شخص کے نہ لگے۔ لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی نوجوان حملہ آور سپاہی عین موقعہ پر اس کے نشانہ کی زد میں آ ہی جاتا تھا۔ اس نے دو کو زخمی کر دیا اور ایک درخت کے نزدیک ڈھیر ہو گیا، وہ شاید مر گیا تھا۔ آخر کار سفید فوج کے کمانڈر کو جب یہ یقین ہو گیا کہ گھر لینے کا نتیجہ ہوگا تو اس نے پسپا ہونے کا حکم دے دیا۔

ہنگامی فوج کے سپاہی بہت کم تھے۔ ان کی اصل فوج کا کچھ حصہ مارچ کر رہا تھا۔ اور دوسرا

نے کچھ فاصلہ پر دشمن کی ایک بڑی فوج کو گھیر رکھا تھا۔ اپنی کمزوری ظاہر کرنے کے خیال سے انھوں نے بھاگتے ہوئے سفید فوج کے سپاہیوں کا تعاقب نہیں کیا۔ اسٹیگر دو ڈاکٹروں کے ساتھ جاسٹر کیمپ لئے ہوئے تھے میدان میں ڈاکٹر کے پاس پہونچ گیا۔ ڈاکٹر نے اس سے کہا کہ وہ زخمیوں کی دیکھ بھال کرے۔ اور وہ خود اس سفید ٹیلیفون افسر پر جھک گیا کہ شاید وہ ابھی سانس لے رہا ہو اور اسے بچایا جا سکے لیکن جب اس نے اس کی قمیض کھول کر اس کے دل پر ہاتھ رکھا تو معلوم ہوا کہ اسکی دھڑکن بند ہو چکی تھی۔ مردہ آدمی کی گردن میں ریشم کی دوری میں ایک تعویذ پڑا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے وہ تعویذ اتار لیا اس کے اندر ایک پرانا اور پھٹا ہوا سا کاغذ تھا جو کپڑے کے ایک ٹکڑے میں رسلا ہوا تھا۔

ڈاکٹر کے کھولتے ہی وہ کاغذ تقریباً ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کاغذ پر انجیل مقدس کی ۹۱ ویں مناجات کے آٹھ سات تھے جن کے الفاظ کسی قدر بدلے ہوئے تھے جیسے کہ بار بار دہرانے سے دعاؤں کے الفاظ میں ردوبدل ہو جایا کرتا ہے اور وہ اصل عبارت سے مختلف ہو جاتے ہیں۔ یہ دراصل سلاوزبان کی انجیل کا مروجی ترجمہ تھا۔ مناجات کے یہ الفاظ "وہ جو ارفع و اعلیٰ ہستی کے خفیہ مقام پر رہتا ہے" بدل کر یہ عنوان بن گئے تھے۔ "ملہ بیوں پر رہتا ہے" یہ شعر "تم نہ تو رات کو کسی بیبنک چیز سے خوفزدہ ہو گے اور نہ دن کے وقت چلنے والے تیر سے"۔ اس طرح تبدیل ہو گئے تھے۔ "جنگ میں چلنے والے تیروں سے خود مت کھاؤ"۔ جہاں مناجات میں کہا گیا ہے۔ "وہ میرا نام جانتا ہے"۔ اسکی جگہ کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ "وہ میرا نام نہیں جانتا"۔ اور یہ الفاظ "میں مصیبت میں اس کے ساتھ ہوں گا میں اسے بچاؤں گا" بدل کر اس طرح ہو گئے تھے۔ "میں اسے تاریکی سے بچاؤں گا"۔ اس مناجات کے بدلے ہوئے یہ عام عقیدہ تھا کہ وہ ایک معجزاتی پیغام تھا جو بندوق کی گولیوں سے بچاتی ہے شہنشاہیت کی گذشتہ جنگ میں سپاہی اسے تعویذ بنا کر پہنتے تھے۔ برسوں بعد قیدی اسے اپنے پتروں میں سی کرتے تھے اور جب رات کو انھیں پڑھنے کے لئے طلب کیا جاتا تھا تو وہ اسے زیر لب پڑھا کرتے تھے۔

یوری اندریوچ ٹیلیفون افسر کو چھوڑ کر باہر میدان میں سفید فوج کے اس مکم عر سپاہی کے پاس گیا جسے اس نے ہلاک کر دیا تھا۔ لڑکے کے چہرے پر معصومیت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ "میں نے اسے کیوں مار ڈالا؟" ڈاکٹر نے سوچا۔ اس نے لڑکے کا کوٹ کھول کر دیکھا۔ کسی مشاق ہاتھ نے۔ جو غالباً اس کی ماں کا تھا۔ اس کا نام سیرویزا نزاویوچ اندراستر پر خوبصورت الفاظ میں کاڑھ رکھا تھا سیرویزا

کی کھلی ہوئی قمیض کے اندر سے ایک صلیب ایک لاکٹ اور ایک اور سونے کا چپٹا سا کیس جو تسمہ کی ڈبیا جیسا تھا باہر نکل پڑا۔ اس میں ایک ایسا چھید ہوا تھا جیسے کسی کو گولی مار کر بنایا گیا ہو ایک کاغذ اس میں سے نکل پڑا۔ ڈاکٹر نے اسے کھول کر پڑھا اور اسے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آیا۔ یہ وہی انجیل مقدس کی ۹۱ ویں مناجات تھی لیکن اس مرتبہ وہ مکمل اور صحیح عبارت میں لکھی ہوئی تھی۔ سلاو زبان میں۔ اسی وقت میسر فریڈ نے کراہ کر جنبش کی۔ وہ زندہ تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسے ایک معمولی قسم کے اندرونی زخم کی وجہ سے سکتہ ہو گیا تھا۔ گولی اس کی ماں کے تعویذ نے روک لی تھی اور اس طرح وہ بچ گیا۔ لیکن اب اس بیہوش آدمی کا کیا بنے گا؟

یہ وہ وقت تھا جب کہ وحشت دہر بربیت پورے شباب پر تھی۔ قیدی زندہ یا سلامت ہیڈ کوارٹر تک نہیں پہونچتے تھے اور دشمن کے زخمی ہونے والے سپاہیوں کو میدان جنگ ہی میں چاقو مار کر ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ ہنگامی فوج کی موجودہ حالت میں جبکہ اس میں سے کافی لوگ فرار ہو کر دشمنوں سے جا ملتے تھے اور دشمنوں کے سپاہی اس میں شامل ہو جاتے تھے۔ یہ ممکن تھا کہ انتہائی خفیہ طریقہ پر نزلیو وچ کو ایک ایسا ساتھی ظاہر کیا جائے جو حال ہی میں بھرتی ہوا ہو۔ یوری آندریے وچ نے مردہ ٹیلینون افسر کا بھاری لباس اتار لیا۔ اینگلر کی مدد سے اس نے سب معالجہ بتا دیا تھا۔ اسے اس لڑکے کے لباس سے تبدیل کر دیا۔ وہ اور اینگلر لڑکے کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ صحت یاب ہو گیا۔ جب وہ ٹھیک ہو گیا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا حالانکہ اس نے ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں رکھی تھی کہ وہ کوچک کی فوج میں واپس جا کر سرخ فوج سے جنگ جاری رکھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

(۵)

موسم خزاں میں ہنگامی فوج نے ایک ایسی جگہ ڈیرہ جما لیا۔ جو ایک ڈھلوان پہاڑی کے اوپر ایک چھوٹا سا جنگل تھا۔ جس کے تین طرف ایک تیز رفتار نالہ زمین کو کاٹتا ہوا بہتا تھا۔ سفید فوج نے گذشتہ سال موسم سرما کا زمانہ اس میں گزارا تھا۔ اور وہاں آس پاس کے گاؤں والوں کی مدد سے خندقیں کھودی تھیں لیکن وہ لوگ موسم بہار میں اپنی قلعہ بندیوں کو تباہ کئے بغیر وہاں سے چلے گئے تھے۔ اب ان کی کھودی ہوئی خندقیں ہنگامی فوج کے کام آ رہی تھیں۔ ڈاکٹر ایک خندق میں لیفٹیننٹ میگولتن کے ساتھ رہتا تھا جس نے دو رات سے برابر باتیں کر کے اسے سونے نہیں دیا تھا۔ "نہ جانے میرے محترم والد صاحب قبلہ اس وقت کیا کر رہے

ہوں گے۔"

"خدایا! میں اس مسخرے سے کتنی نفرت کرتا ہوں۔" ڈاکٹر نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر سوچا اور پھر بھی وہ اپنے باپ کی بھیتی جاگتی تصویر ہے۔"

"ہم پہلے جو بات چیت کر چکے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ان سے اچھی طرح واقف ہو گئے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ان کے متعلق خراب رائے قائم نہیں کی ہے۔ کہو اب تم اس معاملہ میں کیا کہتے ہو؟"

"لبرٹس ایڈورڈ کیوپر۔ کل ہمارا انتخاب سے پہلے کا جلسہ ہے اور پھر ان لوگوں کا مقدمہ بھی آ رہا ہے جو دو دفعہ کا شدید کرنے لگے ہیں۔ ابھی میری ادریجوں کی گواہی باقی ہے۔ کل اسی سلسلہ میں مجھے اس سے ملنا ہے میں دوراتوں سے نہیں سویا ہوں۔ کیا ہم یہ بات چیت ملتوی نہیں کر سکتے؟ میں بہت زیادہ تھکا ہوا ہوں۔"

"خیر مجھے تو بتا دو کہ اس پورٹ ہوسٹ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

"اول تو تمہارے والد کی عمر ایسی زیادہ نہیں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم ان کا ذکر ایسے الفاظ میں کیوں کرتے ہو۔ خیر میں تمہیں بتاتا ہوں۔ جیسا کہ میں تم سے اکثر کہتا رہا ہوں۔ میں سوشلزم کے مختلف نظریات میں تمیز کرنے کے معاملہ میں کمزور ہوں۔ اور مجھے بالشویکوں اور دوسرے سوشلسٹوں میں زیادہ فرق نظر نہیں آتا۔ تمہارے والد ان لوگوں میں سے ہیں جو روس کی حالیہ گڑبڑ اور فسادات کے ذمہ دار ہیں۔ وہ ایک انقلابی قسم کے شخص ہیں۔ ایک انقلاب پسند شخصیت۔ تمہاری طرح وہ بھی روس میں ہنگامہ کے اصول کی نمائندگی کرتے ہیں۔"

"یہ تعریف ہے یا برائی؟"

"میں تم سے پھر ایک مرتبہ درخواست کرتا ہوں کہ یہ بات چیت کسی زیادہ مناسب وقت تک کے لئے اٹھا رکھو۔ اور میں تمہاری توجہ اس طرف بھی دلانا چاہتا ہوں کہ تم اب حد سے زیادہ کوکین استعمال کرنے لگے ہو۔ تم جان بوجھ کر وہ اسٹاک ختم کرتے جا رہے ہو جو میرے چارج میں ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اس کی دوسرے کاموں کے لئے ضرورت پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ایک زہر ہے اور میں تمہاری صحت کا ذمہ دار ہوں۔"

"تم کل رات پھر اسٹڈی گروپ میں نہیں آئے تم ایک طرح کا کمزور سماجی نظریہ رکھتے ہو۔ ایک خانہ کسان عورت یا ایک سخت قسم کے ورکر جیسا۔ اور پھر بھی تم ایک ڈاکٹر ہو کافی پڑھے ہوئے ہو اور میں

سمجھتا ہوں کہ تم لکھتے بھی ہو۔ کیا تم اسکی وضاحت کر سکتے ہو؟"

"کچھ نہیں۔ بظاہر میں اس معاملہ میں بالکل بے بس ہوں۔ ہمیں کچھ پراقدام کرنا چاہیئے۔"

"یہ مصنوعی شرم مس لئے؟ اگر ایسا طنزیہ لہجہ استعمال کرنے کی بجائے تم یہ معلوم کرنے کی تکلیف اٹھاتے کہ ہم اپنی کلاسوں میں کیا کرتے ہیں تو پھر تم اتنی خود بینی سے کام نہ لیتے۔"

خدایا! لیزمس ایلور گیو دچ! میں خود بینی سے کام نہیں لے رہا ہوں۔ میں تمہارے تعلیمی کام کی بہت زیادہ قدر کرتا ہوں۔ میں نے مباحثہ کی وہ تفصیلات پڑھی ہیں جو تم مشتہر کرتے ہو۔ سپاہیوں کے اخلاق کو بہتر بنانے کے متعلق جو تمہارے خیالات ہیں میں ان سے واقف ہوں۔ یہ خیالات بہترین ہیں۔ میں بارے میں تم جو کچھ بھی کہتے ہو کہ ایک سپاہی کا اور یہ عوامی فوج اپنے ساتھیوں، کمزوروں، بے سہارا گھروں اور عورتوں کے ساتھ ادب و عفت و پاکیزگی کے متعلق کیا ہونا چاہیئے۔ تقریباً ویسا ہی ہے جس کی تعلیم دخو پورنے دی ہے۔ تالستائی کے ایسے ملحوظ نظر ہیں مجھے حفظ ہیں۔ اپنی جوانی کے زمانہ میں میں بھی ایک بہتر زندگی کے متعلق ایسے ہی تصورات رکھتا تھا۔ میں ایسی چیزوں کا تمسخر کس طرح اڑا سکتا ہوں؟

"لیکن اول تو سماجی بھلائی کا نظریہ جو اکتوبر کے انقلاب کے بعد سے قائم کیا گیا ہے میرے اندر کسی قسم کا جوش و خروش پیدا نہیں کرتا۔ دوسرے یہ اتنا زیادہ ناقابل عمل ہے۔ اور اس پر محض بحث کرنے ہی سے اتنا کشت خون ہوا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ اسی سلسلہ میں جو کچھ بھی کوششیں کی جاری ہیں وہ کارآمد بھی ثابت ہوسکینگی۔ اور آخر میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب میں لوگوں کو زندگی کو نئے سانچے میں ڈھالنے کی بات چیت کرتے ہوئے سنتا ہوں تو مجھے اپنے اوپر قابو نہیں رہتا اور میں مایوس ہو جاتا ہوں۔

"زندگی کو نئے سانچے میں ڈھالنا! جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ کبھی زندگی کو سمجھ ہی نہیں سکے ہیں۔ وہ نہ تو اسکی سانسوں کو محسوس کر سکے ہیں اور نہ دل کی دھڑکنیں سن سکے ہیں۔ خواہ وہ زندگی میں کچھ ہی کیوں نہ دیکھ اور پڑھ چکے ہوں۔ وہ اسے ایک ایسی خام چیز سمجھتے ہیں جس پر جلا کی ضرورت ہو اور جسے وہ اپنے لمس سے بہتر بنا سکیں لیکن زندگی کوئی ایسی مادی چیز ہرگز نہیں ہے جسے سانچے میں ڈھالا جا سکے۔ اگر تم جاننا ہی چاہتے ہو تو زندگی ذاتی احیاء کا ایک اصول ہے۔ اسکی برابر تجدید ہوتی رہتی ہے، از سر نو بنتی رہتی ہے، تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ تمہارے اور میرے ان منفرجہ نظریات سے کہیں بلند ہے جو ہم نے اس کے بارے میں قائم کر رکھے ہیں۔"

اور پھر بھی تم جانتے ہو کہ اگر تم ہمارے جلسوں میں آؤ۔ اگر تم ہمارے عوام سے میل جول قائم رکھو تو پھر تم اتنی مایوسی محسوس نہیں کرو گے۔ تم اس مایوسی میں گرفتار نہیں ہو گے میں جانتا ہوں کہ کیسی طرح پیدا ہوتا ہے۔ تم ہمیں ہارتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اور تمہیں امید کی کوئی کرن تک نہیں دکھائی دیتی۔ لیکن میرے دوست آدمی کو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ میں تم کو اس سے بدتر باتیں بتا سکتا ہوں۔ جن کا خود مجھ سے تعلق ہے اور جو اس وقت ظاہر نہیں کی جا سکتیں ۔۔۔ اور پھر بھی میرا سر نہیں پھرتا۔ ہماری ناکامیاں محض عارضی ہیں۔ آخر میں کو چک کو شکست ہونی لازمی ہے۔ تم میرے الفاظ یاد رکھو۔ تم دیکھ لو گے کہ آخر کار ہمیں ضرور فتح ہو گی۔ لو اب خوش ہو جاؤ۔"

"یہ باتیں بیان سے باہر ہیں۔" ڈاکٹر نے سوچا "آخر کوئی شخص اتنا باغی اور بچوں کی مانند کیسے ہو سکتا ہے۔ میں اپنا وقت لے یہ سمجھانے میں ضائع کرتا ہوں کہ ہمارے نظریات ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اس نے مجھے زبردستی پکڑ رکھا ہے۔ اور مجھے میری مرضی کے خلاف روکے ہوئے ہے لیکن پھر بھی وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسکی ناکامیوں سے مجھے یا وی ہو گی اور اس کی امیدیں مجھے خوش کر سکیں گی۔ کوئی شخص اتنا اندھا کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کے لئے دنیا کا مستقبل انقلاب کی فتح سے کم اہمیت رکھتا ہے۔"

لیری آنڈرے وچ نے کچھ نہیں کہا۔ اس نے محض اپنے کندھے جھٹک دیئے اور لبریس کی سادہ لوحی پر اپنے ناقابل برداشت غصہ کو دبانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ یہ چیز لبریس سے بھی پوشیدہ نہیں رہ سکی۔

"تم ناراض ہو، جو سٹیر، اس لئے تم یقیناً غلطی پر ہو گے۔" اس نے کہا۔

"خدا کے لئے ایک مرتبہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ چیز میرے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ جو سٹیر اور گھر اور دنیا اور یوکوئی بھی الف بکتا ہے وہ ضرور کہے گا: اور مور پانا کام کر چکا ہے۔ اب مور جا سکتا ہے۔ یہ فقرے اور یہ گھٹیا باتیں مجھے کبھی پسند نہیں آ سکتیں۔ یہ الف بکواس کا لیکن آب نہیں کہوں گا خواہ تم کچھ بھی کیوں نہ کرو۔ میں یہ تسلیم کروں گا کہ تم روس کے نجات دہندہ اور روشن شمع ہو اور یہ کہ تمہارے بغیر روس ختم ہو جائے گا۔ افلاس اور جہالت کے سمندر میں ڈوب جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود میں تم میں سے کسی کو بھی ذرا سی اہمیت نہیں دوں گا۔ میں تم لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ تم سب جہنم میں جاؤ۔ جن لوگوں کی تم پرستش کرتے ہو وہ ضرب المثال دہراتے ہیں۔ لیکن وہ ایک ضرب المثل بھول چکے ہیں۔ تم گھوڑے کو پانی کے قریب تو لے جا سکتے ہو لیکن اسے پانی پینے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ اور وہ لوگ ایسے لوگوں کو آزادی دلانے اور فائدہ

پہنچانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں جنھوں نے ان سے ایسا کہنے کے لئے نہیں کہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں شاید تمہارا یہ خیال ہے کہ مجھ سے کچھ اور تمہاری محبت سے زیادہ دنیا کی کوئی چیز اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں مجھ تم کو دعا دینی چاہئیں کہ تم نے مجھے قید کر رکھا ہے اور تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ تم نے مجھے میری بیوی، میرے بیٹے، میرے گھر، میرے کام اور ان تمام چیزوں سے آزاد کر دیا ہے جو مجھے عزیز ہیں اور جنھوں نے مجھے زندگی کا سبق دیا ہے۔ یہاں ہر طرف ایک افواہ گشت کر رہی ہے کہ کسی نامعلوم فوج نے ــــ جو روسی نہیں ہے ــــ فارلیٹ کی فوج پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا ہے۔ کیونکہ روسی اس کی تردید نہیں کرتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ تمہارے افسر [illegible] لوگ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ بظاہر کوئی چھوٹی آنکھوں والے جنگجو سپاہی تھے جو [illegible] کوٹ اور سموری ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے سخت برفباری کے دوران دریائے رونا کو عبور کر کے پل [illegible] پہنچ گئے اور اطمینان کے ساتھ وہاں ہر زندی روح کو گولی مار کر ہلاک کر دیا اور اسی قدر پراسرار طریقہ پر غائب [illegible] جس طرح وہ وہاں آئے تھے۔ کیا تم اس کے متعلق کچھ جانتے ہو۔ کیا یہ صحیح ہے؟"

"بکواس۔ سب جھوٹ ہے۔ بے بنیاد افواہیں"

"اگر تم اتنے ہی مہربان اور فراخ دل ہو جیسا کہ تم دعویٰ کرتے ہو ــــ جس وقت تم سپاہیوں کا اخلاقی معیار بند کرنے پر تلے ہوئے ہو ــــ تو پھر مجھے چلا جانے دو۔ میں جا کر اپنے گھر والوں کو تلاش کروں گا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ بھی ہیں یا مر چکے ہیں۔ اور اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو پھر خدا کے لئے خاموش رہو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ مجھے اور کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو پھر میں اپنے کسی فعل کے لئے جوابدہ نہیں ہوں گا۔ عجب مذاق ہے۔ کیا مجھے سونے تک کا حق نہیں ہے۔"

یوری آندریے وچ اپنے پلنگ پر اوندھا لیٹ گیا۔ اس نے اپنا منہ تکیہ میں چھپا لیا اور اس بات کی پوری کوشش کرنے لگا کہ وہ لیبرنیس کی باتیں نہ سن سکے جو اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔ اور پھر ایک مرتبہ اسے اطمینان دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ موسم بہار تک انھیں سفید فوج کے مقابلہ میں ضرور فتح حاصل ہو جائیگی۔ خانہ جنگی ختم ہو جائے گی۔ امن، آزادی اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا اور پھر کسی شخص کو اتنی جرات نہیں ہوگی کہ وہ ڈاکٹر کو ایک منٹ بھی روک سکے۔ لیکن ایسا ہونے تک اسے صبر کرنا چاہیئے۔ وہ جن حالات سے گزر چکے ہیں۔ جو قربانیاں دے چکے ہیں۔ اور انتظار میں جتنا وقت گذار چکے ہیں اس کے بعد اب چند مہینہ کی مدت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اور پھر بھی موجودہ حالات میں ڈاکٹر کہاں جا سکتا ہے؟ خود اس کی اپنی بہتری اسی میں

ہے کہ اسے تنہا کہیں نہ جانے دیا جائے۔ سنگی! بالکل اس طرح بولے چلا جاتا ہے جیسے فونوگراف پر ریکارڈ بج رہا ہو۔ یوری آندرے وچ نے خاموشی کے ساتھ غصہ کے عالم میں سوچا" وہ اپنی بکواس بند نہیں کر سکتا؟ آخر اسے سالہا سال سے برابر یہی بکواس کرتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی؟ وہ آخر اسی طرح خود اپنی آواز برداشت کرتے رہنا کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ اسکی بکواس دن اور رات جاری رہتی ہے۔ خدایا! میں اس سے کتنی نفرت کرتا ہوں! خدایا میرا گواہ ہے، میں کسی روز اسے جان سے مار ڈالوں گا۔ تو نیا! میری پیاری۔ میرا غریب بچہ۔ تم کہاں ہو؟ کیا تم زندہ ہو؟ خدایا! اس کے تو بہت دن پہلے ہی بچہ ہونے والا تھا۔ اس کا وضع حمل کا زمانہ کس طرح گذرا؟ ہمارے لڑکا ہوا یا لڑکی؟ میرے پیارو تم سب پر کیا گزر رہی ہے؟ تو نیا! میں تم سے ہمیشہ شرمندہ رہوں گا۔ لارا! میں تمہارا نام اس لئے لینے کی ہمت نہیں کر سکتا کہ کہیں ایسا کرتے ہوئے میرا دم نہ نکل جائے۔ اوہ خدا! اوہ خدا! ۔۔۔ اور وہ ذلیل بے حس ظالم شخص اب بھی بکواس کئے جا رہا ہے! کسی دن اسکی باتیں ناقابل برداشت ہو جائینگی۔ اور میں اسے جان سے مار ڈالوں گا ہلاک کر دوں گا۔"

(۶)

موسم گرما ختم ہو چکا تھا۔ موسم خزاں کا صاف اور سہانا دن تھا۔ جنگل کے مغربی سرے پر سفید فوج کی بنائی ہوئی لکڑی کی عمارت کی برجی دکھائی دے رہی تھی۔ یہاں یوری آندرے وچ نے ڈاکٹر بجوس سے ملنے کے لئے کہا تھا۔ انھیں بعض سرکاری معاملوں پر بات چیت کرنی تھی۔ وہ وقت پر پہونچ گیا اور اپنے دوست کا انتظار کرتا ہوا مٹی کے برتن بنانے والی شکستہ بھٹیوں کے کنارے کنارے چلتا ہوا دیکھ بھال کی چوکی پر چڑھ گیا۔ اور شمشن گنوں کے مورچوں میں سے دریا کے پار جنگل کی طرف دیکھنے لگا۔ موسم خزاں کی آمد سے سدا بہار اور پیڑ درختوں کا فرق نمایاں ہو گیا تھا۔ سیاہ صنوبر کے درختوں کی قطاروں کے درمیان سنہرے قرمزی رنگ کی سرسبز جھاڑیاں پرانی وضع کے شہروں کی طرح دکھائی دے رہی تھیں جن کے رنگدار سنہری چھتوں والے محل دور ہی سے دکھائی دیتے ہوں۔ ڈاکٹر کے قدموں کے نیچے، خندقوں اور جنگل کی سڑک کی مٹی زمین کی رطوبت سے سخت ہو گئی تھی اور اس پر سوکھی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ ہوا میں بھوری اور تلخ پتیوں اور بہت سی دوسری چیزوں کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ اس نے ایک گہرا سانس لے کر اس کی ہلکی خوشبو کو محسوس کیا لیکن اس نے اپنے پیچھے بجوس کو آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ "تمہارا کیا حال ہے دوست؟" بجوس نے جرمن زبان میں کہا۔ پھر وہ کام کی باتیں کرنے لگے۔ "تین باتیں ہیں۔ اول تو دو ڈکا شراب کشید کرنے

والوں کا کورٹ مارشل) دوسرے میدان جنگ کی طبی امداد کی گاڑی اور دو اتحاد کی نئے سرے سے تنظیم اور تیسرے ذہنی بیماریوں کے علاج کے سلسلہ میں میری تجویز۔ میں نہیں جانتا کہ تم مجھ سے اتفاق کرتے ہو یا نہیں لیکن میرے نتیجوں میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ پاگل ہوتے جا رہے ہیں۔ اور پاگل پن کا یہ جدید مرض متعدی بیماریوں کی طرح پھیلتا ہے۔ یہ ایک نہایت دلچسپ سوال ہے۔ میں ابھی اس کے متعلق بات کرنا نہیں چاہتا لیکن پہلے میں اور کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ کیمپ میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ لوگوں کی ہمدردیاں دوڈ کا شکار فوجیوں کے ساتھ ہیں۔ اس کے علاوہ سپاہیوں کو اپنے گھر والوں کی فکر ہے۔ جو سفید فوج سے بچ کر بھاگ رہے ہیں۔ جیسا کہ تم جانتے ہو ایک قافلہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو لے کر آ رہا ہے اور ہنگامی فوج کے بہت سے سپاہیوں نے اس وقت تک جانے سے انکار کر دیا ہے جب تک قافلہ یہاں نہ پہنچ جائے۔"

"میں جانتا ہوں۔ ہمیں اس قافلہ کا انتظار کرنا ہوگا۔"

"اور یہ سب کچھ ایسے موقعہ پر ہو رہا ہے جبکہ ہم اپنی یونٹ اور کئی دوسری یونٹوں کے لئے ایک مشترکہ کمانڈر کا انتخاب کرنے والے ہیں جو ابھی تک ہم سے علیحدہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کامریڈ نمبر تین ہی واحد امیدوار ہے۔ لیکن کچھ نوجوان لوگ ووڈ ویچ کو کا نام پیش کر رہے ہیں۔ اسکی حمایت ایک ایسا گروپ کر رہا ہے جو ذہنی طور پر ہم سے قریب ہے اور جس کا تعلق ووڈ کا شکار کرنے والوں سے ہے۔ ووڈ کا نداروں اور سرمایہ داروں کے لڑکے کو لچک کی فوج سے بھاگے ہوئے سپاہی۔ ان لوگوں میں خاص طور پر بچپنی پائی جاتی ہے۔"

"تمہارے خیال میں ووڈ کا شکار کرنے والوں کا کیا ہوگا؟"

"میں سمجھتا ہوں انھیں گولی مار کر ہلاک کرنے کی سزا دی جائے گی۔ اور پھر معاف کر دیا جائے گا۔"

"اچھا اب ہم کی بات کریں۔ اول وہ میدان جنگ میں طبی امداد کی گاڑی کا معاملہ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ تم نے جو پاگل پن کے مرض کو دور کرنے کی تجویز پیش کی ہے اس پر مجھے تعجب نہیں ہوا۔ میں خود اسے ٹھیک سمجھتا ہوں۔ ہم دماغی بیماری پھیلنے کے خطرہ سے دوچار ہیں جس کا تعلق موجودہ دور اور حالات سے ہے۔ ایسا ہی ایک کیس ہمارے کیمپ میں بھی ہے۔ پہلی پلاٹون جو پہلے نارکی فوج میں سپاہی تھا جو تباہی کی تشریق کے متعلق واضح نظریات رکھتا ہے اور انقلاب پر اعتقاد رکھتا ہے اس کی بیماری کی وجہ اس کے یہ خیالات ہیں کہ اگر وہ مر گیا تو اس کے گھر والوں کا کیا حشر ہوگا۔ اور کہیں وہ سفید فوج کے ہتھے نہ چڑھ جائیں۔ اور انھیں اس کے اپنے افعال کے لئے جواب دہی کرنی پڑے۔ یہ ایک بہت ہی الجھا

ہوا کیس ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ قافلے جو لوگ آ رہے ہیں۔ ان میں اس کے گھر والے بھی ہیں یا نہیں میں روسی زبان سے اتنا واقف نہیں ہوں کہ اس سے بات چیت کر سکوں۔ تم انگلش یا کمیندروسکی سے معلومات کر سکتے ہو۔ اس کا جاننا ہونا چاہیئے۔"

"میں پاکو کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ فوجی سوویت میں ہم دونوں کی اکثر مڈبھیڑ ہو چکی ہے۔ وہ سیاہ فام، ظالم اور نیچی پیشانی والا آدمی۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمھیں اس میں کیا خوبیاں نظر آتی ہیں۔ وہ ہمیشہ حد سے زیادہ تند مزاج اور چڑچڑا رہا ہے۔ میں نے اسے کبھی پسند نہیں کیا۔ اچھا ٹھیک ہے۔ میں دیکھوں گا کہ اس معاملے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

(۷)

آج مطلع بالکل صاف تھا۔ اور سورج چمک رہا تھا۔ پورے ہفتہ موسم پرسکون اور خشک رہا تھا۔ دسمبر کیمپ میں حسب معمول شور ہو رہا تھا جیسے دور سے سمندر کی لہروں کا شور سنائی دے رہا ہو۔ لوگوں کے چیخنے چھپنے، کلہاڑیوں سے لکڑی کاٹنے۔ فولادی سندان کی گئے گھوڑوں کے ہنہنانے، کتوں کے بھونکنے، مرغوں کے بانگ دینے کی ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں۔ سانولی رنگت کے آدمی مسکراتے ہوئے جنگل میں پھر رہے تھے۔ جو لوگ ڈاکٹر کو جانتے تھے وہ اسے دیکھ کر سلام کے لئے سر ہلاتے تھے۔ اور دوسرے بغیر کسی سلام دعا کے گزر جاتے۔ پاسبانی نے اس وقت تک ان جھاڑیوں کے علاقہ سے جانے سے انکار کر دیا تھا۔ جب تک ان کے گھر والے وہاں نہ پہونچ جائیں۔ لیکن اب تاکین دلن کا قافلہ جلد ہی وہاں پہونچنے والا تھا۔ اور فوج کی روانگی کے انتظامات ہو رہے تھے چیزیں صاف کی جا رہی تھیں۔ مرمت ہو رہی تھی۔ لکڑی کی پیٹیاں [illegible] تھیں۔ گھوڑوں کی جوڑی تیار کی جا رہی تھی۔ گنتی اور جانچ ہو رہی تھی۔ جنگل کے [illegible] کی ہوئی [illegible] ہمیشہ کی طرح جلتے ہوئے کوئلے تھے وہ ایک طرح کا ٹیڑھا ساتھا۔ جس پر لوہے کی گھنٹی [illegible] اس [illegible] کے [illegible] بلایا گیا تھا۔ جنگل میں بہت سے درخت ابھی تک سبز پتوں سے [illegible] تھے۔ [illegible] تازہ اور سرسبز تھے۔ سرد ہوا کا سورج جنگل کے کچھ غروب ہو رہا تھا۔ اس کی [illegible] پتیاں دھوپ میں سبز [illegible] شیشہ کی [illegible] اعلیٰ افسر الطہ کمیندروسکی کا غذات جلا رہا تھا۔ یہ وہ روسی کاغذات تھے [illegible] کے کاغذات تھے جو اس نے چھانٹے تھے جو اس کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ ان میں ہنگامی فوج کی فائلوں کے بھی کاغذات تھے غروب

ہوتے ہوئے سورج کی روشنی میں آگ بھی پتوں کی مانند شفاف دکھائی دیتی تھی۔ اس کے بھڑکتے ہوئے شعلے دکھائی نہیں دے رہے تھے اور صرف گرم لپٹوں کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی چیز جل رہی ہو۔ یہاں وہاں جنگل میں پکی ہوئی بیریاں اور مختلف قسم کے پھول چاروں طرف پھیلے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اور تتلیاں آہستہ آہستہ ادھر سے ادھر اڑتی پھر رہی تھیں۔ ان کے پر بھی شعلوں اور پتوں کی طرح شفاف تھے۔

اپنے بچپن ہی سے یوری اندرے وچ کو شام کے وقت غروب آفتاب کے ساتھ جنگل کا منظر بہت پسند تھا۔ ایسے لمحات میں وہ محسوس کرتا تھا جیسے روشنی کی نوکیلی کرنیں اس کے جسم سے بھی پار ہو رہی ہوں جیسے زندگی اس کے سینہ میں ابل رہی ہو۔ اور اس کے جسم کو پھاڑتی ہوئی پروں کی طرح اس کے شانوں پر نمودار ہو رہی ہو۔ ہر بچے میں ساری عمر کے لئے جس ابتدائی نمونہ کی تخلیق ہوتی ہے۔ اور جو جبلتی شخصیت اور اندرونی پرتو کا جزو بن جاتا ہے۔ اس میں یہ رسمی شدت سے بیدار ہو گیا۔ اور اسے قدرتی منظر، جنگل شفق، غرضیکہ ہر چیز ایک لڑکی کی ایسی ہی بنیادی اور جاذب نظر شبیہ میں تبدیل ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے زیر لب کہا اور اپنے تمام تر وجود کے ساتھ اس کا تصور کرنے لگا۔ اور تمام روئے زمین اور سورج کی روشنی میں جگمگاتی ہوئی نضفت بسیط اس کی نظروں کے سامنے گھوم گئی۔ لیکن روزمرہ کی زندہ حقیقت پھر بھی اس کے سامنے تھی۔ روس، اکتوبر کے انقلاب سے گذر رہا تھا اور وہ ہنگامی فوج کی قید میں تھا ایسی ہی کھوئی ہوئی حالت میں وہ کینڈروسکی کے ساتھ لگائے ہوئے الاؤ تک گیا۔

"اپنے کاغذات جلا رہے ہو۔ ابھی ختم نہیں ہوئے؟"

"کاغذات اتنے زیادہ ہیں کہ کئی روز تک جل سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے کاغذات کے ایک ڈھیر کو پیر سے ٹھوکر لگائی۔ وہ سفید فوج کے اسٹاف ہیڈ کوارٹر کی خط و کتابت تھی۔ اسے خیال آیا کہ شاید اسے ان کاغذات میں رستروپچ کا کوئی ذکر مل سکے لیکن اسے صرف فضول قسم کے پرانے اعلانات ہی دکھائی دیئے جو خفیہ زبان میں تھے۔ اس نے ایک اور ڈھیر میں ٹھوکر ماری۔ وہ بھی ہنگامی فوج کے جلسوں کی کارروائیوں سے متعلق ویسے ہی فضول سے کاغذات تھے۔ ڈھیر کے اوپر کے ایک کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ "سخت ضروری۔ فرلو کے متعلق۔ بھرتی کرنے والے افسر کے عہدوں کا دوبارہ انتخاب جمالیہ کارروائی کیونکہ موضع کی اسکول کی استانی کے خلاف الزامات کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے۔ اس لئے فوجی سنسر یہ تجویز پیش کرتی ہے کہ.....؟"

کمانڈر سکی نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر ڈاکٹر کو دیدیا۔

"یہ تمہاری میڈیکل یونٹ کے روانگی کے احکامات ہیں۔ سنگاپور فوج کے خاندانوں کو لے کر قافلہ قریب پہونچ چکا ہے۔ اور کیمپ کے اندر کے اختلافات کا آج شام تک تصفیہ ہو جائے گا۔ لہٰذا اب ہم کسی روز بھی روانہ ہو سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر نے ایک نظر کاغذ پر ڈالی اور شکایتی انداز میں بولا

"لیکن تم نے اس مرتبہ پچھلی مرتبہ کے مقابلہ میں مجھے کم گاڑیاں دی ہیں۔ اور زخمیوں کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے۔ جو لوگ پیدل چل سکتے ہیں وہ پیدل جائیں۔ مگر لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ جن زخمیوں کو اسٹریچر پر لے جانا ہے ان کا کیا ہوگا؟ اور پھر تمام سامان، بستر ے اور دوسری چیزیں"

"تمہیں کسی نہ کسی طرح کام چلانا ہوگا۔ حالات کے مطابق کام کرنا چاہیئے۔ ایک بات اور ہے یہ ہم سب کی طرف سے درخواست ہے۔ کیا تم ہمارے ایک کامریڈ کو دیکھو گے۔ جو ایک آزمودہ شخص تحریک کا ممبر ہے اور ایک بہترین سپاہی ہے۔ اسے کچھ ہو گیا ہے"

"ہاں! لیجوس نے مجھے بتایا تھا"

"ہاں اسے جاکر دیکھ لو۔ اس کا معائنہ کرو"

"لیکن وہ تو دماغی مریض ہے نا؟"

"ہاں میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اسے پرچھائیاں اور عجیبی شکلیں دکھائی دیتی ہیں۔ نیند نہیں آتی۔ سر میں درد ہوتا ہے"

"اچھا ٹھیک ہے۔ تو پھر میں ابھی اسے کیوں نہ جاکر دیکھ لوں۔ اس وقت مجھے فرصت ہے۔ جلسہ کس وقت شروع ہوگا؟"

"میرے خیال میں وہ لوگ اب آرہے ہیں۔ لیکن پریشانی کس بات کی ہے۔ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ میں بھی نہیں جارہا ہوں وہ لوگ ہمارے بغیر بھی کام چلا لیں گے"

"تو پھر میں جاکر مفلس کو دیکھتا ہوں۔ حالانکہ میں اپنی آنکھیں بھی مشکل ہی سے کھلی رکھ سکتا ہوں۔ مجھے اتنی زیادہ نیند آرہی ہے۔ پیرس ایکسپریس رات کو خطرناک حملہ ہے اور میں اسکی وجہ سے تنگ آگیا ہوں مفلس مجھے کہاں ملے گا؟"

تم نے کوڑے کے ڈھیر کے آگے وہ درختوں کا جھنڈ دیکھا ہے نا؟"

"ہاں میں سمجھتا ہوں۔ مجھے وہ جگہ معلوم ہے۔"

"وہاں تمہیں ایک کھلی جگہ پر کمانڈروں کے کچھ خیمے دکھائی دیں گے۔ ہم نے ان میں سے ایک خیمہ ممفل کو دیدیا ہے۔ اس کے گھر والے آرہے ہیں۔ وہ لوگ اس قافلے میں ہیں۔ وہ تمہیں وہیں ملے گا۔ ان میں سے کسی ایک خیمے میں۔ اسے انقلابی سرگرمیوں کے انعام میں ٹرالین کمانڈر کا عہدہ دیدیا گیا ہے۔"

(۸)

ممفل کے پاس جاتے ہوئے ڈاکٹر پر یکمان غالب آگئی۔ یہ کئی روز راتوں کو متواتر جاگتے رہنے کا نتیجہ تھا۔ وہ اپنی خندق میں جاگزیں ہو سکتا تھا لیکن وہ وہاں ٹھیرتے ہوئے ڈرتا تھا۔ کیونکہ لیبر مین کسی وقت بھی وہاں آکر اسے پریشان کر سکتا تھا۔ وہ ایک کھلی ہوئی جگہ پر رک گیا جہاں سنہری پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ پتیوں کا زمین پر فرش بچھا ہوا تھا اور وہ سورج کی روشنی میں ایک سنہرے قالین کی طرح چمک رہی تھی۔ ایسی چمک سے انسان کا سر چکرانے لگتا ہے اور اسے نیند آنے لگتی ہے۔ ڈاکٹر ان نرم اور کھڑکھڑاتی ہوئی پتیوں پر لیٹ گیا اس کا سر اس کے بازو پر ٹکا ہوا تھا جس کے نیچے ایک درخت کی کائی لگی ہوئی جڑ تکیہ کا کام دے رہی تھی۔ اس پر ایک دم غنودگی طاری ہو گئی۔ روشنی اور سایہ کی تیزی جس نے اسے سلا دیا تھا اب سے ڈھانکے ہوئے تھی۔ اوپر اس کا زمین پر پھیلا ہوا جسم سورج کی کرنوں اور پتیوں کی چمک میں بالکل غیر مرئی معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے جادو کی کوئی لوئی اوڑھ رکھی ہو۔

لیکن فوراً ہی اسکی زبردست خواہش اور نیند کی ضرورت نے اسے بیچین کر دیا۔ براہ راست اسباب محض ایک حد کے اندر ہی کام کرتے ہیں۔ ان حدود سے باہر نکل کر ان کے اثرات بالکل مختلف ہوتے ہیں اسکی بیدار حس کو کوئی سکون نہیں مل رہا تھا۔ وہ وہ برابر کام کر رہی تھی۔ خیالات اس کے دماغ میں گردش کر رہے تھے اور اس کا ذہن ایک بگڑے ہوئے انجن کی طرح چل رہا تھا۔ اس اندرونی انتشار سے وہ پریشان ہو گیا اور اکتا گیا "وہ بدمعاش لیبر مین" اس نے غصہ میں بھر کر سوچا۔ "جیسے لوگوں کو پاگل کر دینے کے لئے اور چیزیں کافی نہ ہوں۔ اس لئے وہ ایک صحیح الدماغ شخص کو تنہا میں رکھ کر اصلی اپنی دوستی اور ہمدردی سے پریشان کر کے پاگل بنا دینا چاہتا ہے۔ کسی روز میں اسے جان سے مار ڈالوں گا۔" اپنے رنگین پروں کو کھولتی اور بند کرتی ہوئی ایک حسین سی تتلی کھلی ہوئی جگہ پر اڑتی ہوئی پھر رہی تھی وہ غنودگی کے عالم میں اسے دیکھتا رہا۔ وہ بھورے رنگ کی تتلی اپنے

لئے ہم رنگ جگہ تلاش کر کے صنوبر کے ایک بھورے تنے پر بیٹھ گئی اور اس ہم رنگی کی وجہ سے نظروں سے بالکل غائب ہو گئی جس طرح یوری آندے پر چھ دھوپ اور چھاؤں کے اس تانے بانے میں کھو گیا تھا۔

اس کے ذہن میں وہی پرانے خیالات گردش کرنے لگے۔ وہ اپنے کام کے سلسلے میں ان سے دوچار ہو چکا تھا۔ ان خیالات کا تعلق عزم اور مقصدیت نقالی اور طبع سازی سے ہونے والی تعلق زندگی اور اس مفروضہ سے تھا کہ قدرتی انتخاب کا راستہ ہی وہ راستہ ہے جو شعور کو بیدار کرتا ہے۔ اور موضوع کیا ہے؟ مقصد کیا ہے؟ ان کی تشریح کس طرح ہو سکتی ہے؟ ڈاکٹر کے خیال میں ڈارون کا نمبر شیلنگ کے بعد آتا تھا اور اس تسلی کا نمبر جدید آرٹ کے بعد۔ اس نے تخلیق، مخلوق، قوتِ تخلیق، تخلیق اور بناوٹ کے جذبہ کے متعلق سوچا۔ وہ پھر سو گیا۔ لیکن ایک لمحہ بعد ہی اٹھ بیٹھا۔ قریب ہی کسی کے آہستہ آہستہ دبی زبان میں باتیں کرنے سے اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس نے بات چیت کے جو چند الفاظ سنے تھے ان سے وہ یہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا تعلق کسی خفیہ اور ناجائز منصوبہ سے تھا۔ اسے کسی نے دیکھا نہیں تھا اور سازش کرنے والوں کو اس کی وہاں موجودگی کا علم نہیں تھا۔ اگر اس کے ذرا بھی ہلنے جلنے سے اس کی موجودگی ظاہر ہو جاتی تو ممکن تھا کہ اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ یوری آندے پر اسی طرح خاموش لیٹا ہوا سنتا رہا۔

ان میں سے کچھ آوازیں وہ پہچانتا تھا۔ وہ ہنگامی فوج کی ٹکھٹ اور آدارہ آدمی گوشکا۔ سنکا کوسکا اور ان کے ساتھی ترینتی گلوزن کی آوازیں تھیں۔ یہ سب وہی نکمے قسم کے نوجوان تھے جو ہمیشہ ہر قسم کے ہنگاموں میں حصہ لیتے رہتے تھے۔ ذاکر گورازدخ بھی وہاں موجود تھا۔ وہ ان لوگوں سے بھی زیادہ خبیث آدمی تھا جن کا وہ دوست کا شید رہنے کے معاملے سے تعلق تھا۔ لیکن اس پر اس لئے مقدمہ نہیں چلایا جا سکا تھا کیونکہ اس نے اصل مزدوں کی پول کھول دی تھی۔ البتہ یوری آندے پر کو سوائے کی موجودگی سے ضرور حیرت ہوئی۔ ہنگامی فوج کی "سلور کمپنی" میں شامل تھا اور کمانڈر کا باڈی گارڈ تھا۔ ان روایات کے بموجب اسٹینکا رازن اور پگاشیف کے وقت سے قائم تھیں۔ یہ شخص کمانڈر کا منظورِ نظر اور رازدار تھا اور اس کا نام "کمانڈر کا کان" پڑ گیا تھا۔ اور پھر جب وہ اس سازش میں شریک معلوم ہوتا تھا۔ یہ سازشی پوشن کی فوج کے ہر دل دستوں کے نمائندوں سے مذاکرات کر رہے تھے۔ ان نمائندوں کی آوازیں سنائی نہیں دے رہی تھیں کیونکہ وہ ان خلاروں سے نہایت دھیمی آوازیں بات چیت کر رہے تھے۔ اور جب بھی کمر شپر کی آوازوں کے بعد

کچھ دیر کے لئے خاموشی ہو جاتی تو یوری آنڈرے دیچ سمجھ لیتا کہ اب وہ لوگ بات کر رہے ہیں۔ زیادہ تر باتیں ڈی شرلی ذاکر گورا رنج کر رہا تھا جو اپنی بھاری آوازیں بار بار گالیاں بکنے لگتا۔ وہی ان سازشوں کا سرغنہ معلوم ہوتا تھا۔

"اب تم لوگ میری بات سنو۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیں بالکل خاموش رہنا ہے۔ اگر کسی نے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو پھر ــــ تم یہ جا تو دیکھ رہے ہو؟ میں اسکی آنتیں نکال لوں گا۔ سمجھ گئے ہو نا؟ میری طرح تم سب لوگ بھی جانتے ہو کہ ہم لوگ پھنس گئے ہیں۔ اب ہمارے لئے اور کوئی راستہ نہیں ہے ہمیں معافی حاصل کرنی ہے۔ ہم کو ایسی چال چلنی ہے جو آج تک کسی نے نہ چلی ہو۔ دوسرے زندہ گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ اب وہ کہتے ہیں کہ ان کا افسر گلیوائے آرہا ہے۔" (انھوں نے اسے بتایا کہ صحیح نام جلیلن ہے ــــ لیکن یہ نام اسکی سمجھ میں نہیں آسکا۔ اور وہ "جنرل غالب" کہتا رہا۔) ہمارے لئے بس یہی موقعہ ہے ایسا موقعہ پھر نہیں آئے گا۔ ان کے نمائندے یہاں موجود ہیں۔ وہ تمہیں اس کے متعلق سب کچھ بتا دینگے وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں اسکو زندہ پکڑنا ہے۔ اب تم لوگ انھیں بتا دو۔"

اس کے بعد دوسرے آدمیوں یعنی نمائندوں نے بولنا شروع کیا۔ یوری آنڈرے دیچ ایک لفظ بھی نہیں سن سکا۔ لیکن خاموشی کا وقفہ طویل ہونے سے وہ سمجھ گیا کہ ان لوگوں نے پوری تجویز مفصل طور پر سمجھا دی ہے۔ پھر گورا رنج بولنے لگا۔ "لڑکو تم نے سن لیا؟ دیکھتے ہو کہ وہ کتنا اچھا آدمی ہے۔ ہم اس کا خمیازہ کیوں بھگتیں؟ وہ انسان نہیں۔ ایک طرح کا نجوطا لحواس، ایک تارک الدنیا یا درویش قسم کا آدمی ہے۔ تم دانت مت نکالو تیر تو شکا گدھے ورنہ میں تمہارے دانت توڑ دوں گا۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ وہ ایک درویش ہے۔ اگر تم نے اسے من مانی کرنے دی اور وہ تم سب کو درویش بنا لے گا۔ بیچڑے۔ وہ تم سے کیا کہتا ہے؟ گالیاں ست بکو شراب مت پیو۔ (غور تو لو اسے اس تم کا سلوک کرو۔ تم آخر اس طرح کیسے زندہ رہ سکتے ہو؟ آج رات کو ہم سے کھاڑی تک لے جائیں گے۔ اس کا انتظام میں کرلوں گا۔ پھر ہم سب ایک ساتھ مل کر اس پر ٹوٹ پڑینگے۔ یہ کچھ مشکل نہیں ہوگا۔ بالکل نہیں۔ مشکل بات تو یہ ہے کہ لوگ اسے زندہ چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسے باندھ کر لاؤ۔ اچھا تو پھر اگر ایسے کام نہیں چلے گا تو میں خود اس سے نمٹ لوں گا۔ میں خود اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا گھونٹ دوں گا۔ یہ لوگ مدد کے لئے اپنے آدمی بھی بھیجینگے وہ سارا منصوبہ سمجھاتا رہا۔ لیکن آہستہ آہستہ آوازیں دور ہوتی گئیں! اور ڈاکٹر انھیں نہیں سن سکا۔

"اسے یہ تو یقین تھا کہ پکڑ کر سفید فوج کے حوالہ کرنے یا ہلاک کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔ مگر وہ اس غصہ کے عالم میں سوچا۔ وہ یہ بھی بھول گیا کہ وہ خود کتنی مرتبہ یہ خواہش کر چکا تھا کہ اسے اذیتیں پہنچانے والا یہ شخص مر جائے۔ اسکی روک تھام کی جائے۔ اس نے کمیندر کی کے پاس واپس جانے کا فیصلہ کر لیا تاکہ اسے سازش کے متعلق بتائے کہ کسی شخص کا نام ظاہر نہ کرے اور لیبرئیس کو بھی آگاہ کر دے۔ لیکن جب وہ واپس پہنچا تو کمیندر کی جا چکا تھا۔ صرف اس کا اسسٹنٹ سلگتی ہوئی آگ کی نگرانی کر رہا تھا تاکہ وہ کہیں پھیل نہ جائے۔ اس سازش کی تکمیل نہیں ہو سکی۔ اس کا پہلے ہی سے تدارک ہو گیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سازش کا پتہ لگ گیا تھا۔ اسی روز اس کی تفصیلات کا انکشاف کیا گیا تھا۔ اور سازشی پکڑ لئے گئے تھے سیوڈی نے ان لوگوں کو اکسانے کا کام کیا تھا۔ آندرے نے اور بھی زیادہ بوڑھا محسوس کرنے لگا۔

(۹)

صبح پتہ چلا کہ ہنگامی فوج کے سپاہیوں کے گھر والے کیمپ کے نزدیک پہونچ گئے ہیں۔ اور صرف دو روز کا سفر باقی رہ گیا ہے۔ ہنگامی فوج کے لوگ ان کے استقبال کی تیاری کر رہے تھے اور اس کے فوراً بعد ہی انھیں آگے بڑھنا تھا۔ یوری آندرے وچ مچفل پارٹی کی تلاش میں چل دیا۔ وہ اسے اپنے خیمہ کے دروازے پر مل گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کلہاڑی تھی۔ اس کے سامنے صنوبر کے کٹے ہوئے تنوں کا ایک اونچا سا ڈھیر پڑا ہوا تھا۔ اس نے وہ درخت کاٹے تھے لیکن ان کی چھال نہیں اتاری تھی۔ کئی درخت تو وہیں گرے تھے جہاں وہ کھڑے ہوئے تھے اور پورے بوجھ کے ساتھ گرنے کی وجہ سے ان کی ٹوٹی ہوئی ٹہنیاں نم زمین کے اندر گھس گئی تھیں۔ کچھ درخت وہ کچھ فاصلے سے کھینچ کر لایا تھا اور ان کا وہیں ڈھیر لگا دیا تھا۔ یہ درخت اس طرح نہ تو بالکل زمین پر پڑے ہوئے تھے اور نہ ایک دوسرے کے قریب تھے۔ اب معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے بازو پھیلا کر مچفل کو روک رہے ہوں جس نے انھیں کاٹا تھا۔ اور ان کی ٹہنیوں اور پتیوں نے اس کے خیمہ کا راستہ روک رکھا تھا۔

"یہ میرے پیارے بھائیوں کے لئے ہے۔" مچفل نے بتایا۔ میری بیوی اور بچے خیمہ بہت نیچے ہے باش کا پانی اندر آتا ہے۔ میں نے یہ چھت بنانے کے لئے کاٹے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ وہ تمھیں اس بات کی اجازت دیں گے کہ تم انھیں اپنے خیمہ میں رکھ سکو۔ یہ کہیں نہیں سنا کہ شہریوں، عورتوں اور بچوں کو فوجی کیمپ میں رہنے کی اجازت دی گئی ہو؟ وہ لوگ اپنی گاڑیاں

کے ساتھ کہیں باہر ٹھیریں گے۔ تم اپنے فرصت کے اوقات میں جب بھی چاہو گے ان سے مل سکو گے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ انھیں تمہارے خیمہ میں رہنے کی اجازت دی جائے گی۔ ہاں! میں اس لئے تو نہیں ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ تم دبلے ہوتے جا رہے ہو۔ نہ تمہیں بھوک لگتی ہے نہ نیند آتی ہے۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ تم اچھے بھلے دکھائی دے رہے ہو۔ مگر تمھیں اپنے بال ضرور کٹوانے چاہئیں۔" پمفل ایک لمبا تڑنگا آدمی تھا۔ اس کے لمبے سیاہ بال اور داڑھی تھی اور اٹھی ہوئی پیشانی تھی جو دوہری معلوم ہوتی تھی۔ سامنے کی ہڈی چوڑی تھی جیسے کوئی فولادی گول سی کڑی اس کی کنپٹیوں پر دبا دی گئی ہو۔ جب انقلاب کے شروع میں یہ اندیشہ تھا کہ ۱۹۰۵ء کی طرح یہ جدوجہد صرف تعلیم یافتہ اعلیٰ طبقوں کی تاریخ میں مختصر ہی رہے گی اور سوسائٹی کی جڑوں تک نہیں پہنچے گی تو عوام میں انقلابی پروپیگنڈا پھیلانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی تھی تاکہ انھیں بیدار کیا جا سکے۔ جھنجھوڑا جا سکے۔ اور جوش دلایا جا سکے۔ ان ابتدائی دنوں میں پمفل پائے جیسے لوگوں کو جنھیں ذہین لوگوں اور اعلیٰ طبقہ کے افراد کے خلاف نفرت دلانے کے لئے کسی کوشش کی ضرورت نہیں تھی۔ جائیں بازو کے پرجوش اور ذہین لوگ ایک نادر اور قابل قدر شخصیت سمجھتے تھے۔ ان کی اس انسانیت دشمن طبقاتی تفریق کے سماس کا مظہر ان کی بربریت۔ پرولتاری طاقت اور انقلابی شعور کا نمونہ سمجھی جاتی۔ الفی خصوصاً یہ تو کی بنا پر پمفل نے شہرت حاصل کی اور سنگامی فوج کے اعلیٰ افسر اور پارٹی لیڈروں کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے بوری آنکھ سے دیکھا کہ یہ آدم بیزار بے روح اور تنگ نظر دیو قامت انسان عام انسانوں سے گھٹیا بلکہ تقریباً ذلیل معلوم ہوتا تھا۔

"خیمہ کے اندر آجاؤ۔" پمفل نے کہا

"نہیں یہ کیوں؟ باہر فضا زیادہ خوشگوار ہے۔ میں اندر نہیں آسکوں گا۔"

"اچھا ٹھیک ہے جو تم چاہو وہی کرو۔ یہ جگہ بھی گندی ہے اور تاریک ہے۔ ہم یہاں درختوں پر بیٹھ سکتے ہیں۔"

وہ دونوں صنوبر کے کٹے ہوئے درختوں پر بیٹھ گئے اور پمفل نے ڈاکر کو اپنی داستان حیات سنائی۔ "لوگ کہتے ہیں کہ کہانی سنانے سے ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن میری کہانی بہت طویل ہے۔ میں اسے تین سال میں بھی ختم نہیں کر سکوں گا۔ میں نہیں جانتا کہ شروع کہاں سے کروں۔

"بہرحال میں کوشش کروں گا۔ میری بیوی اور میں جوان تھے۔ وہ گھر کی دیکھ بھال کرتی تھی میں

کھیتوں میں کام کرتا تھا۔ ہماری زندگی بری نہیں گزر رہی تھی۔ ہمارے بچے بھی تھے۔ انھوں نے مجھے فوج میں بھرتی کر لیا۔ اور پھر جنگ پر بھیج دیا۔ جہاں تک جنگ کا سوال ہے میں تمہیں جنگ کے متعلق کیا بتاؤں؟ تم دیکھ ہی چکے ہو کامریڈ ڈاکٹر۔ پھر انقلاب آیا۔ مجھے روشنی کی کرن دکھائی دی۔ سپاہیوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ جن ہمارے دشمن نہیں تھے بلکہ بہیمیت سے کچھ لوگ ہمارے دشمن تھے۔ عالمی انقلاب کے سپاہیو! اپنی رائفلیں رکھ دو گھر جاؤ۔ بورژوازی کو پکڑو! اور ایسی ہی باتیں تم یہ سب کچھ تو دیکھتے ہو۔ کامریڈ فوجی ڈاکٹر۔ بہرحال پھر خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ میں بھگدی فوج میں شامل ہو گیا۔ اب مجھے بہت سی باتیں چھوڑنی پڑیں گی۔ ورنہ میں یہ بات ختم نہیں کر سکوں گا۔ ان تمام باتوں کے بعد اب میں اس وقت کیا دیکھ رہا ہوں؟ وہ ڈاکو لیٹرا وہ روسی محاذ سے دوستاروپوسکی رجمنٹیں لایا ہے اور اورنبرگ قازق رجمنٹ۔ اس کے علاوہ ہے میں کوئی بچہ تو نہیں ہوں؟ کیا میں سمجھتا نہیں ہوں؟ کیا میں فوج میں نہیں رہ چکا ہوں؟ ڈاکٹر ہم لوگ مصیبت میں گرفتار ہیں۔ ہم ختم ہو چکے ہیں۔ وہ سؤر یہی چاہتا ہے کہ ان رجمنٹوں کی مدد سے ہم پر ٹوٹ پڑے۔ وہ ہمیں گھیرے میں لینا چاہتا ہے لیکن میری بیوی اور بچے ہیں۔ اگر فتح اسکی ہوتی ہے تو پھر وہ لوگ کس طرح بھاگ سکیں گے؟ وہ لوگ بے قصور ہیں۔ ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن وہ یہ کچھ نہیں سوچے گا۔ وہ میری بیوی کو رسی سے باندھ دے گا اور میری بجائے اسے ایذائیں پہونچا کر ہلاک کرے گا۔ وہ میرے بچوں کی ہڈیاں پسلیاں ایک کر دے گا۔ ان کا ایک ایک عضو جسم سے علیحدہ کر دے گا۔ اور تم پوچھتے ہو کہ میں سوتا کیوں نہیں؟ آدمی فولاد کا بھی ہو سکتا ہے لیکن ایسی چیزوں سے تمہارا دماغ بھی خراب ہو سکتا ہے۔"

"تم بھی کیسے عجیب آدمی ہو۔ میں۔ میں تمہیں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ تم ان سے برسوں سے علیحدہ رہے ہو تم یہ تک نہیں جانتے تھے کہ وہ کہاں ہیں اور تمھیں کوئی پریشانی نہیں تھی۔ اب تم دو ایک روز میں ان سے ملنے والے ہو اور اس پر خوش ہونے کی بجائے تم اس قسم کا مظاہرہ کر رہے ہو جیسے ان کے جنازہ میں شریک ہو۔"

"یہ پہلے کی باتیں ہیں۔ اب معاملہ مختلف ہے۔ وہ ہمیں دبا رہا ہے۔ سفید فوج کا سؤر میں اپنے متعلق بات نہیں کر رہا ہوں۔ میں جلد ہی مر جاؤں گا۔ لیکن میں اپنے بچوں کو تو دوسری دنیا میں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا یا لے جا سکتا ہوں؟ وہ یہیں رہیں گے اور وہ اس کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔ وہ ان کے جسموں کا سارا خون قطرہ قطرہ کر کے نچوڑ لے گا۔"

"کیا تمہیں اسی لئے مخوس شکلیں دکھائی دیتی ہیں؟ مجھے بتایا گیا تھا کہ تمہیں ایسی شکلیں نظر آتی ہیں۔"

"ڈاکٹر، میں نے تمھیں سب کچھ نہیں بتایا ہے۔ میں نے سب سے اہم بات پوشیدہ رکھی ہے۔ اب اگر تم چاہو تو میں تمہیں تمام باتیں صحیح صحیح بتا دوں گا۔ میں تمہارے منہ پر کہوں گا لیکن تم اسے میرے خلاف استعمال مت کرنا۔ میں نے تم جیسے بہتوں کو ختم کر دیا ہے۔ میرے ہاتھ بہت سے انسانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ بہت سے سرمایہ داروں کے خون سے اور میں اسکی وجہ سے کبھی پریشان نہیں ہوا۔ میں خون پانی کی طرح بہاتا رہا ہوں۔ ان لوگوں کے نام اور تعداد بھی بھول گیا ہوں۔ لیکن ایک ایسا بھی شخص ہے جسے میں اپنے ذہن سے نہیں بھلا سکتا۔ میں نے اس نوعمر شخص کو ہلاک کر دیا تھا اور میں یہ بات نہیں بھول سکتا۔ میں نے اسے آخر کیوں مار ڈالا؟ اس نے مجھے قہقہے لگانے پر مجبور کیا اور میں نے مذاق ہی مذاق میں ہیوتوفوں کی طرح اسے فضول ہی مار ڈالا۔ یہ واقعہ فروری کے انقلاب کے بعد جو کرنسکی کے تحت ہوا تھا۔ ہم نے بغاوت کر دی تھی۔ ہم ایک ریلوے اسٹیشن کے قریب تھے ہم محاذ سے آگئے تھے۔ انھوں نے ایک نوجوان، ایک انتشار پسند کو ہم سے بات چیت کر کے واپس جانے پر آمادہ کرنے کے لئے بھیجا تاکہ ہم آخر دم تک لڑ سکیں۔ تو وہ نوجوان کیڈٹ ہم سے یہ کہنے کے لئے آیا کہ ہم معقولیت کا ثبوت دیں۔ وہ بالکل بھولا بھالا سا تھا۔ آخر دم تک لڑتے رہو۔" یہی اس کا نعرہ تھا۔ وہ پانی کے ایک پیپے پر یہ نعرہ لگا ہوا چڑھ گیا۔ پیپے پانی کا پیپے پلیٹ فارم پر تھا۔ وہ وہاں چڑھ گیا تاکہ زیادہ بلندی پر سے جنگ کا نعرہ لگا سکے اور اچانک ڈھکن الٹ گیا اور وہ اندر جا پڑا۔ پانی کے اندر تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ کس قدر مضحکہ خیز دکھائی دے رہا تھا۔ میرے پیٹ میں ہنستے ہنستے بل پڑ گئے میں ایک رائفل تھامے ہوئے تھا اور ہنستے ہنستے بیوقوف سا چکر کھانے لگا تھا۔ ہنسی کے مارے میں ہی نہیں آتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ میرے گرد گھوم رہا ہو۔ اور پھر میں نے نشانہ باندھ کر اسے وہیں ہلاک کر دیا۔ میں نہیں جانتا کہ کیسے طرح ہوا۔ جیسے کسی نے مجھے دھکا دے دیا ہو۔ اور یہی ہے میرا وہ بھیانک خواب جو مجھے دکھائی دیتا رہتا ہے۔ مجھے اسٹیشن راتوں کو دکھائی دیتا ہے۔ اس وقت یہ سب مذاق تھا لیکن اب مجھے افسوس ہے۔"

"کیا یہ واقعہ میلوزیوو کے شہر کے قریب بروچی اسٹیشن پر پیش آیا تھا؟"

"یاد نہیں۔"

"کیا تم زیوشنو کی بغاوت میں شریک تھے؟"

"یاد نہیں۔"

"تم کون سے محاذ پر تھے؟ کیا وہ مغربی محاذ تھا؟ کیا تم مغرب میں تھے؟"

"ہاں کچھ ایسا ہی تھا۔ ہو سکتا ہے کہ مغرب ہی ہو۔ مجھے یاد نہیں۔"

فرار

(۱)

ہنگامی فوج کے سپاہیوں کے گھر والوں کا قافلہ جس کے ساتھ بچے اور سامان بھی تھا کافی عرصہ سے ہنگامی فوج کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ قافلہ کے ساتھ گاڑیوں کے پیچھے مویشیوں کا ریوڑ تھا جس میں زیادہ تر گائیں تھیں ان کی تعداد کئی ہزار تھی۔ عورتوں کے آنے کے بعد کیمپ میں ایک نئی ہستی داخل ہوئی یہ زلدنیکا بیا کیا نیکا تھی جو ایک فوجی کی بیوی تھی اور مویشیوں کا علاج کرتی تھی اور خفیہ طریقہ پر جادو ٹونے بھی کیا کرتی تھی۔ وہ ایک چھوٹا سا بیٹ اڈھے جو اس کے سر پر ایک طرف کو ٹیکا رہتا تھا۔ اور مائل اسکاٹ فزیلیر کا لمبا کوٹ پہنے ہوئے جو اس سامان میں سے تھا جو برطانیہ نے اتحادی حکمراں کو دیا تھا ادھر ادھر گھومتی پھرتی تھی۔ وہ ہر شخص کو یہ یقین دلاتی رہتی تھی کہ اس نے وہ دونوں چیزیں ایک قیدی کی ٹوپی اور یونیفارم میں سے بنائی تھیں اس نے کہا کہ سرخ فوج نے اسے فرسک کی جیل سے رہا کرایا تھا۔ جہاں کسی نامعلوم وجہ کی بنا پر کوچک نے اسے رکھ چھوڑا تھا۔ ہنگامی فوج نے اب اپنا کیمپ ایک نئی جگہ منتقل کر لیا تھا۔ خیال تھا کہ وہ اس وقت تک وہاں ٹھیریں گے۔ جب تک کہ اس پاس کے علاقہ کا جائزہ لیا جائے اور موسم سرما کے لئے رہنے کے واسطے موزوں جگہ تلاش نہ کر لی جائے۔ لیکن غیر متوقع حالات کی بنا پر اب انھیں سردیوں کا موسم اسی جگہ گزارنا تھا۔ نیا کیمپ کسی طرح پرانے کیمپ جیسا نہیں تھا۔ اس کے چاروں طرف گھنا جنگل تھا۔ اور ناقابل عبور جھاڑیاں تھیں ایک طرف کیمپ اور شاہراہ سے ہٹ کر جنگل کا کافی فاصلہ تک چلا گیا تھا شروع زمانہ میں جب خیمے گاڑے جا رہے تھے۔ اور یوری آندریوچ کے پاس آرام کرنے کے لئے زیادہ وقت تھا وہ مختلف سمتوں میں جنگل کے اندر گھومتا پھرا تھا اور اسے معلوم ہو گیا تھا کہ کوئی شخص بھی اس کے اندر غائب ہو سکتا ہے جنگل

میں گھستے ہوئے اسے دو جگہیں خاص طور سے پسند آئی تھیں اور وہ اس کے ذہن میں باقی رہ گئی تھیں۔ ایک جگہ تو جھاڑیوں کے بیچ کیمپ کے بالکل باہری تھی۔ موسم خزاں کی وجہ سے جنگل میں تمام درختوں کا پت جھڑ ہو گیا تھا۔ اور اس میں گھستے ہوئے پھانک کی طرح دور دور تک دیکھا جا سکتا تھا۔ البتہ صرف ایک برفانی درخت ایسا دکھائی دے رہا تھا۔ جس کے پتے نہیں جھڑے تھے۔ یہ درخت دلدل کے کنارے ایک نیلے پرگا ہوا تھا اور اسکی ٹہنیاں آسمان کی طرف کافی بلندی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ چمکدار اور رنگین پروں والی ننھی ننھی چڑیاں درخت پر آ کر بیٹھی تھی اور گردن آگے کو بڑھا کر اس کی سب سے بڑی ٹہنی پر چونچ مارتی تھیں اور پھر چونچ اوپر اٹھا کر اسے نگلنے کی کوشش کرتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان چڑیوں اور اس درخت کے درمیان کوئی پرانا رشتہ قائم ہو اور وہ عرصے انھیں دیکھتا رہا ہو اور ان کے لئے کچھ کرنے سے انکار کر دیا ہو لیکن آخر کار بعد میں اسے ان پر ترس آ گیا ہو۔ اور اس نے ان کے لئے خوراک بہم پہنچانے کا انتظام کر دیا ہو جیسے کوئی دایہ بلاؤز کے بٹن کھول کر بچہ کو دودھ پلا رہی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ درخت مسکرا مسکرا کر کہہ رہا ہو۔ "اچھا اچھا۔ مجھے کھا کر اپنا پیٹ بھر لو" دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ دلکش تھی۔ یہ مقام بلندی پر واقع تھا جس کے ایک طرف ڈھلوان تھا۔ نیچے دیکھنے پر یہ محسوس ہوتا تھا جیسے وہ جگہ چوٹی سے بالکل مختلف ہوگی اور وہاں یا تو کوئی نالہ ہوگا یا نشیب ہوگا اور کوئی گھیت ہوگا جس میں جنگلی گھاس اگ رہی ہوگی۔ لیکن دراصل وہاں اس بے پناہ گہرائی میں بھی وہی منظر تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جنگل اور اسکے تمام درخت نیچے کو دھنس گئے ہوں۔ اور اب ان درختوں کی چوٹیاں قدموں کے نیچے دکھائی دے رہی ہوں۔ وہاں کسی زمانہ میں زمین یقیناً نیچے کو دھنس گئی ہوگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ وہ زبردست جنگل بادلوں کی سطح پر چلتے ہوئے لڑکھڑا گیا ہو اور بغیر سنبھلتے ہوئے نیچے لڑھک گیا ہو اور محض کسی بھونچال کی بنا پر زمین کے اندر دھنس جانے سے بچ گیا ہو۔ یہی وجہ تھی جو اب وہ جنگل نیچے صحیح سلامت موجود تھا۔

لیکن جنگل کے اندر اس بلند مقام کی دلکشی کا باعث کوئی اور ہی چیز تھی۔ چاروں طرف اس کے کناروں پر پتھر کی چٹانیں تھیں جو ماقبل تاریخ کے غاروں میں رہنے والے انسانوں کی طرح دکھائی دیتی تھیں۔ جب پوری آندرے پرچ پہلی بار اس پتھریلی سطح پر پہنچا تو وہ یہ قسم کھانے کو تیار تھا کہ وہ قدرتی نہیں تھی اور اس میں انسان کی صناعی دکھائی دے رہی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جنگلوں کی کسی قدیمی عبادت

گاہ کے آثار ہیں۔ جہاں کسی زمانہ میں نامعلوم افراد نے عبادت کی ہو اور قربانیاں دی ہوں۔ اسی جگہ ایک سردار اور اکیس سپاہ کو سارجنٹ کے گیارہ سرغنوں اور دو مرد نرسوں کو گولی مار دی گئی تھی۔ جنھیں ناجائز طور پر دودھ کا شراب کشید کرنے کے جرم میں سزا دی گئی تھی۔ بیس ایسے انتہائی وفادار سپاہی جن میں کمانڈر کے باڈی گارڈ کا ایک دستہ بھی شامل تھا سزا یافتہ مجرموں کو یہاں لے کر آئے تھے۔ پھر دستہ کے سپاہی ان کے گرد نیم دائرہ کی شکل میں رائفلیں لے کر کھڑے ہو گئے اور تیز قدموں سے ان کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے انھیں چبوترے کے کنارے تک لے گئے تھے۔ جہاں ان کے لئے سوائے لامحدود گہرائیوں کے بچاؤ کا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ جواب دہی۔ طویل قید اور سخت مرتاذکی وجہ سے وہ لوگ شکل وصورت سے انسان نہیں دکھائی دیتے تھے۔ ان کے چہرے سیاہ پڑ گئے تھے۔ بال بڑھ گئے تھے اور وہ لوگ صورت سے بالکل بھوت دکھائی دیتے تھے۔

گرفتاری کے وقت ان کے اسلحہ ان سے لے لئے گئے تھے اور کسی شخص کو سزائے موت دینے سے پہلے ان کی دوبارہ تلاشی لینے کا خیال تک نہیں آیا تھا۔ اس قسم کی تلاشی فضول ہوتی اور اس کا یہ مطلب ہوتا جیسے ان لوگوں کا جو موت سے اس قدر قریب تھے مذاق اڑایا جا رہا ہو۔ لیکن اب اچانک دو دن پہلے کے ایک دوست زانتیسکی نے جو اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور جو اسی کی طرح پرانا نارگسٹ تھا محافظوں پر تین مرتبہ گولی چلا کر سوالی کو نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ وہ ایک اچھا نشانہ باز تھا لیکن جوش کی وجہ سے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اس لئے نشانہ ٹھیک نہیں بیٹھ سکا۔ پھر ایک مرتبہ سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے اور پرانے ساتھیوں پر ترس کھا کر محافظوں نے اس کی اس حرکت پر نہ تو مار کر نیچے گرایا اور نہ گولی مار کر ہلاک کیا۔ زانتیسکی کے لیا اور میں تین گولیاں اتھیں لیکن اپنی ناکامی پر غصہ میں پاگل ہو کر یا شاید زیادہ جوش کی وجہ سے وہ یہ بھول گیا کہ وہ لوگ ہاں موجود تھے اور اس نے اپنا لیا اور چٹانوں پر دے مارا۔ ریوالور چونکہ مرتبہ چل گیا اور اس کے چلنے سے ایک قیدی بچکو لیا کا پیر زخمی ہو گیا۔ بچکو لیا کی چیخ نکل گئی۔ اس نے اپنا پاؤں پکڑ لیا اور درد کی وجہ سے چیختا ہوا زمین پر گر گیا۔ اس کے قریب کھڑے ہوئے دو آدمیوں پنشکن گورازچنے اسے اٹھایا اور بازوؤں سے سہارا دے کر چلنے لگے تاکہ وہ کہیں خود اپنے ساتھیوں کے پیروں تلے آ کر نہ کچل جائے کیونکہ اب ان لوگوں کو یہ احساس تک نہیں رہا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں وہ اپنا پیر نیچے نہیں رکھ سکتا تھا اس لئے وہ کودتا اور لنگڑاتا ہوا تھرپلے کنارے کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں سزا یافتہ مجرموں کو دھکیلا جا رہا تھا اور وہ برابر درد کی وجہ سے چیخے جا رہا تھا۔ آگ دھواں چیخیں بھیانک معلوم ہو رہی تھیں جیسے کوئی اشارہ کیا گیا ہو اور اشارے ہوتے ہی ہر شخص کی قوت

برداشت جواب دے گئی ہو۔ اس کے بعد کا منظر ناقابل بیان تھا۔ ان لوگوں نے زور زور سے گالیاں بکنا، رحم کی التجائیں کرنا اور دھائیں دھائیں مچانا شروع کر دیا۔

نوجوان گھوڑین ابھی تک اپنی اسکول کی زرد کنارے والی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ اس نے ٹوپی اتار کی گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور اسی طرح دوزانو بیٹھے ہوئے باقی لوگوں کے پیچھے ان خطرناک چٹانوں کی طرف کھسکنے لگا۔ وہ بار بار محافظوں کے سامنے زمین پر جھک کر اور چیختے ہوئے بغیر رحم کے سمجھے کے جا رہا تھا "ساتھیو مجھے معاف کر دو۔ مجھے افسوس ہے۔ اب پھر کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ مہربانی کر کے مجھے چھوڑ دو۔ مجھے مت مارو ابھی تو نے زندگی میں دیکھا ہی کیا ہے۔ میں ابھی کچھ عرصہ اور زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی ماں سے ایک دفعہ اور ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے چھوڑ دو ساتھیو مہربانی کر کے مجھے معاف کر دو۔ میں تمہارے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ میں تمہارے قدموں کے نیچے کی زمین کو بوسہ دوں گا۔ اے مدد مدد، ماں میں ختم ہو گیا۔" ان میں سے کوئی اور شخص جو بھیڑ میں چھپا ہوا تھا برابر کہے جا رہا تھا۔ "اچھے ساتھیو، مہربان ساتھیو کیا یہ ممکن ہے؟ دو جنگوں میں ہم ساتھ ساتھ لڑتے تھے۔ ہم ایک ہی مقصد کے لئے اٹھے تھے اور اسی کے لئے لڑے تھے۔ ہمیں چھوڑ دو ساتھیو، ہم پر ترس کھاؤ۔ ہم تمہاری عنایتوں کا بدلہ چکا دیں گے۔ ہم ساری عمر تمہارے احسانمند رہیں گے ہم تمہیں یہ بات ثابت کر کے دکھا دیں گے۔ کیا تم بہرے ہو۔ پھر کیا بات ہے؟ تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ کیا تم لوگ عیسائی نہیں ہو؟"

دوسرے لوگ چلا چلا کر سوائی سے کہہ رہے تھے۔ اوہ یہودا! یسوع مسیح کے قاتل! اگر ہم لوگ باغی ہیں تو تم ہم سے تین گنا زیادہ باغی ہو سکتے۔ خدا کرے کہ تجھے گلا گھونٹ کر مارا جائے۔ تو نے اپنے زار کو مارا تھا جس کی وفاداری کی تو نے قسم کھائی تھی۔ تو نے ہم سے بھی وفادار رہنے کی قسم کھائی تھی اور تو نے ہمیں دھوکہ دیا۔ جا اپنے اس شیطان نورسٹر کو بھی دھوکہ دینے سے پہلے بوڑھے یہوداہ کو بھی دھوکا دے گا!" تو ان کو سامنے دیکھتے ہوئے بھی درد چیچنیا نے ضبط تحمل کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اس نے اپنا سر اونچا اٹھا رکھا تھا۔ اس کے سفید بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔ اس نے ایک انارکسٹ کی طرح دوسرے انارکسٹ سے باتیں کرتے ہوئے ذاتسکی کو مخاطب کیا۔ اسکی آواز تیز تھی جو ہر شخص سن سکتا تھا۔ "اپنے آپ کو ذلیل مت کرو۔ تمہارا احتجاج ان پر کوئی اثر نہیں کرے گا۔ یہ خونی درندے سینٹ ڈوک کے علاوہ تمہاری بات نہیں سمجھیں گے لیکن ہمت مت ہارو۔ تاریخ یہ بات ثابت کرے گی کہ کون سچائی پر تھا۔ آنے والی نسلیں ان خونی بھیڑیوں

انسان کے کرتوتوں پر تھوکیں گی۔ ہم لوگ عالمی انقلاب طلوع ہوتے وقت اپنے مقاصد کی خاطر شہیدوں کی طرح جائیں گے۔ روح انقلاب زندہ باد! عالمی انار کی زندہ باد!" بیس گولیوں کی باڑھ کسی قابل سماعت حکم پر چلائی گئی جو صرف محافظ سپاہی سُن سکے تھے۔ اور آدھے قیدی گولی کھا کر نیچے گر گئے۔ ان میں سے کچھ فوراً ہی ہلاک ہو گئے۔ باقی قیدیوں کو دوسری باڑھ چلا کر مار ڈالا گیا۔ کم عمر تیرنوسکا گولی زیادہ دیر تک تڑپتا رہا لیکن آخر میں وہ بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔

(۳)

سردی کے موسم میں مشرق کی سمت منتقل ہونے کے خیال کو آسانی سے ترک نہیں کیا گیا گشتی دستے جائزہ لینے کے لئے شاہراہ کے دوسری طرف بھیجے گئے۔ بیریئیں اکثر غائب رہتا اور ڈاکٹر اکیلا رہ جاتا لیکن اب ہنگامی فوج کے منتقل ہونے کا وقت نہیں رہا تھا۔ اور پھر کوئی ایسی جگہ بھی نہیں تھی۔ جہاں وہ جا سکتے یہاں کی ہر نعمت کا بدترین وقت تھا۔ سفید فوج نے انھیں مکمل طور پر تباہ کرنے سے پہلے ان کے جنگل کے دستوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا اور ہر طرف سے دباؤ ڈال رہے تھے۔ اگر گھیرا اتنا وسیع نہ ہوتا تو ہنگامی فوج کے لئے صورت حال نہایت نازک ہو گئی ہوتی۔ گھیرا وسیع ہونے کی وجہ سے وہ لوگ بچ گئے کیونکہ آنے والے موسم سرما کی وجہ سے جھاڑیوں کو عبور کرنا مشکل ہو گیا تھا اور دشمن اپنا گھیرا تنگ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن وہاں سے منتقل ہونا ناممکن ہو گیا تھا۔ اگر فوجی اعتبار سے کوئی منصوبہ مفید معلوم ہوتا تو وہ یقیناً گھیرے کو توڑ کر نکل گئے ہوتے۔ لیکن ایسا کوئی منصوبہ تیار نہیں کیا گیا تھا۔ سپاہیوں کی قوت برداشت جواب دے رہی تھی۔ چھوٹے افسر ہمت ہار چکے تھے اور سی کے ساتھ ماتحتوں پر ان کا اثر بھی ختم ہو چکا تھا۔ روزانہ رات کو اعلیٰ کمانڈروں کا جلسہ ہوتا اور مختلف قسم کے حل پیش کئے جاتے آخر میں کیمپ کو منتقل کرنے کا خیال ترک کر دیا گیا۔ اور اسکی بجائے یہ طے کیا گیا کہ جھاڑیوں کے بیچ میں دفاعی مورچوں کو مضبوط بنایا جائے۔ انھیں ایک یہ فائدہ حاصل تھا کہ برف کی گہری تہہ جم جانے کی وجہ سے جھاڑیوں کو عبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ خاص طور پر اس لئے کہ سفید فوج کے پاس برف پر پھسلنے کا سامان نہیں تھا فوری ضرورت اس بات کی تھی کہ خندقیں کھود کر مورچہ بندی کر لی جائے اور زیادہ سامان اکٹھا کر لیا جائے کیمپ کے کھانے کے انچارج افسر بسورین نے رپورٹ پیش کی کہ آٹے اور آلوؤں کی شدید قلت پیدا ہو گئی ہے تاہم مویشی بہت کافی تعداد میں موجود تھے اور اس کا خیال تھا کہ موسم سرما میں اعلیٰ خوراک دودھ اور گوشت ہوگی

گرم کپڑوں کی بھی کمی تھی۔ بہت سے سپاہیوں کے پاس پورا لباس تک نہیں تھا۔ کیمپ میں تمام کتوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ اور جن لوگوں کو کتوں کے جلوسات بنانے کا تجربہ تھا انھیں کتوں کی کھال کی جیکٹیں بنانے کے کام پر لگا دیا گیا جو بالوں والا حصہ اوپر رکھ کر پہنی جا سکتی ہوں۔ ڈاکٹر کو گاڑیاں استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ گاڑیاں زیادہ اہم ضرورتوں کے لئے رکھی گئیں۔ آخری مرتبہ جب ہنگامی فوج کا کیمپ منتقل ہوا تھا تو زخمیوں کو تین میل تک اسٹریچروں پر لے جایا گیا تھا۔ اس کے پاس جو دوائیں باقی بچی تھیں ان میں صرف کونین، کچھ نمک اور آیوڈین تھا۔ آیوڈین بنڈیجوں کی شکل میں تھا اور اسے استعمال سے پہلے شراب میں حل کرنا ضروری تھا۔ دودھ کشید کرنے کی بھٹی کو برباد کر دینے پر اب افسوس کیا جا رہا تھا اور جن کشید کرنے والوں کو مقدمے میں چھوڑ دیا گیا تھا، ان سے کہا گیا کہ وہ اس بھٹی کی مرمت کریں یا ایک نئی بھٹی بنائیں۔ ڈاکٹری ضرورتوں کے لئے شراب کی کشید پھر شروع کر دی گئی۔ جب کیمپ میں یہ بات مشہور ہوئی تو لوگوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز انداز میں دیکھ کر سر ہلائے۔ لوگ پھر شراب کے نشہ میں بدمست نظر آنے لگے۔ اور اخلاقی معیار پھر گر گیا۔ اس مرتبہ جو شراب تیار کی گئی تھی وہ آیوڈین کو حل کرنے اور کونین کا ٹنکچر تیار کرنے کے لئے موزوں تھی۔ موسم سرما کی آمد پر جب ٹائیفس بخار پھر پھیلا تو کونین کا ٹنکچر ہی اس کے علاج کے لئے کام میں لایا گیا۔

(۳)

اس وقت ڈاکٹر، ٹمپل اور اس کے گھر والوں کو دیکھنے گیا۔ اس کے بیوی اور بچوں نے گرمی کا سارا موسم گرد آلود سڑکوں پر کھلے آسمان کے نیچے گزارا تھا۔ انھیں جن خطرناک حالات سے گزرنا پڑا تھا اور جن حالات کے اب پیش آنے کی توقع تھی ان کی وجہ سے وہ نہایت خوفزدہ ہو گئے تھے۔ ان کی نہ ختم ہونے والی آوارہ گردی کے اثرات ان پر باقی رہ گئے تھے۔ ٹمپل کی بیوی، دو لڑکیوں اور چھوٹے لڑکے کے بال گہرے بھورے رنگ کے تھے جن کا رنگ دھوپ کی تمازت سے اڑ گیا تھا۔ ان کے چہروں پر موسمی تغیرات اپنے نقوش چھوڑ گئے تھے لیکن بچے ابھی اپنے تجربات کو سمجھنے کے لئے قابل نہیں تھے۔ مگر ان کی ماں کا چہرہ بالکل بے جان ہو گیا تھا۔ یکسانی اور خوف کی وجہ سے اس کے ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئی تھیں اور وہ بالکل کمزور ہو گئے تھے اور اس کے چہرے پر تکلیفوں اور مصائب برداشت کرنے کی وجہ سے ایک طرح کی سختی اور روکھا پن ظاہر ہونے لگا تھا۔ ٹمپل کو اپنی بیوی اور بچوں سے بے پناہ محبت تھی۔ اس نے اپنی کلہاڑی کو تیز کر کے اسی کی مدد سے ان کے کھیلنے کے لئے لکڑی کے خرگوش مرغ اور بچھو بنائے تھے اور ڈاکٹر اسی یہ صنعت کاری دیکھ

کر حیران رہ گیا۔ اپنے گھر والوں کے آجانے سے اس میں بھی بشاشت آگئی تھی اور اس کی صحت اب بہتر ہوتی جارہی تھی۔ لیکن اب یہ خبر گشت کر رہی تھی کہ گھر والوں کی موجودگی کو ضابطے کے اعتبار سے برا سمجھا جارہا ہے اور ان لوگوں کو حفاظتی دستے کے ساتھ کیمپ سے کچھ فاصلے پر موسم سرما کی رہائش گاہ پر بھیجا جارہا ہے۔ اور اس طرح ان لوگوں کے چلے جانے سے کیمپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ تیاریوں کے مقابلے میں باتیں زیادہ ہو رہی تھیں اور ڈاکٹر کا خیال تھا کہ اس منصوبہ پر کبھی عمل نہیں کیا جائے گا۔ لیکن پھر بھی یہ خبریں سنکر کمپال کا دل بجھ گیا اور اسے خیالی سائے پھر دکھائی دینے لگے۔

(۴)

سردی کے شباب پر پہونچنے سے قبل کیمپ کے لوگوں کو ہنگامہ کے ایک دور سے گزرنا پڑا۔ جو پریشانیوں، بغیر یقینی کیفیتوں، الجھنوں اور خطرناک حالات سے بھرپور تھا۔ اور اس دوران متعدد حادثات بھی پیش آئے سفید فوج نے منصوبہ کے مطابق محاصرہ مکمل کر لیا تھا۔ ان کی قیادت تین جنرل ولسن، قادری، اور سالیگو کر رہے تھے جو اپنے پختہ عزم اور سختی کے معاملوں میں دور دور تک مشہور تھے اور جن کے نام ہی سنکر کیمپ کے پناہ گزیں اور محاصرہ کرنے والی فوج کے عقب کے گاؤں کے پرامن باشندے خوفزدہ ہو گئے۔ دشمن کے پاس اپنا گھر تنگ کرنے کے ذرائع نہیں تھے۔ اس لئے ہنگامی فوج کو اس وجہ سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تھی دوسری طرف ان کے لئے یہ بھی ناممکن تھا کہ وہ بے کار بیٹھے رہیں۔ انھیں اس بات کا احساس تھا کہ اگر انھوں نے اپنی صعوبتوں کو خاموشی سے تسلیم کر لیا تو اس سے دشمن کی ہمتیں بلند ہو جائیں گی۔ وہ اس جال کے اندر خواہ کتنے ہی محفوظ کیوں نہ ہوں۔ ان کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ ایک آدھ ایک حملہ ضرور کریں خواہ وہ حملہ فوجی مظاہرے کے طور پر ہی کیوں نہ کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے فوج کا ایک مضبوط حصہ علیحدہ کر لیا گیا۔ اور اسے دائرے کے مغربی قطر پر لگا دیا گیا۔ کئی روز کی شدید جنگ کے بعد ہنگامی فوج نے سفید فوج کو شکست دیدی اور گھیرا توڑ کر ان کے عقب میں پہنچ گئی۔ یہ راستہ کھل جانے سے جھاڑیوں کے اندر کیمپ تک پہونچنے کا راستہ نکل آیا۔ اور اس راستے سے مزید پناہ گزیں اندر داخل ہو گئے۔ یہ سب لوگ ہنگامی فوج کے آدمیوں کے عزیز نہیں تھے۔ سفید فوج کی تعزیری کارروائیوں سے خوفزدہ ہو کر اس پاس کے دیہات کے تمام کسان اپنے گھروں سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور اب ہنگامی فوج سے آکر مل گئے تھے جنھیں وہ اپنا قدرتی محافظ سمجھتے تھے۔ لیکن کیمپ والے پہلے ہی اپنے متعلقین کو وہاں سے بھیج دینا چاہتے تھے اس لئے ان

کے پاس ان نئے لوگوں اور اجنبیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ ان پناہ گزینوں کے پاس کچھ لوگوں کو بھیجا گیا تھا کہ وہ ان سے ایک گاؤں کی طرف جانے کو کہیں جو دریائے چمبل کا پرواقع تھا۔ گاؤں کا نام وہی تھا کیونکہ اس کے گردفام واقع تھے۔ پناہ گزینوں کو موسم سرما میں وہیں بسانے کی تجویز تھی اور وہیں ان کو وہ سامان پہنچانا تھا جو ان کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ جس وقت یہ اقدامات کئے جارہے تھے اس وقت واقعات معمول کے مطابق پیش آرہے تھے اور کیمپ کی کمان بیشتر ان واقعات کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی۔ دشمن کی فوجوں میں جو رخنہ پیدا ہوگیا تھا اسے پُر کردیا گیا اور جو ہنگامی فوج اس رخنہ کو عبور کرکے دوسری طرف پہونچ گئی تھی وہ اب جھاڑیوں کے علاقہ میں نہیں آسکی تھی۔ پناہ گزیں عورتیں بھی قابو سے باہر ہوئی جارہی تھیں۔ ان جھاڑیوں کے اندر کوئی شخص بھی کھو سکتا تھا۔ جن آدمیوں کو پناہ گزینوں کو واپس کرنے کے لئے بھیجا جاتا تھا وہ اکثر انھیں ڈھونڈنے میں ناکام رہتے اور عورتیں جنگل کے اندر پھیل جاتی تھیں۔ جہاں وہ درخت کاٹتی تھیں، پل اور سڑکیں بناتی تھیں اور کارآمد کام کرتی تھیں۔ یہ سب کچھ ہنگامی فوج کی کمان کے منصوبہ کے خلاف تھا اور لیبر کیمپ کے بنائے ہوئے منصوبہ میں اس سے خلل پیدا ہورہا تھا۔

(۵)

یہی وجہ تھی کہ اسے اتنا سخت غصہ آرہا تھا۔ وہ ایک شخص سویرید سے شاہراہ کے قریب کھڑا ہوا باتیں کررہا تھا۔ وہاں شاہراہ جھاڑیوں کے جنگل کے پاس سے ہوکر گذرتی تھی۔ اس کے کئی افسر شاہراہ پر کھڑے ہوئے اس بات پر بحث کررہے تھے کہ آیا تار کی اس لائن کو کاٹ دیا جائے یا نہیں جو سڑک کے کنارے کنارے ہوکر گزرتی تھی۔ اس کا آخری فیصلہ لیبر کیمپ کو کرنا تھا لیکن وہ اس شخص سے باتیں کرنے میں مشغول تھا اور دوسرے لوگوں کو برابر یہ اشارے کررہا تھا کہ وہ اس کا انتظار کریں۔ سویرید کو دو دن پیچش کی گولی دیدئے جانے کا بہت افسوس تھا۔ اس کا جرم صرف اتنا تھا کہ وہ بھی لیبر کیمپ کے برابر اثر رکھتا تھا۔ اور اس کی وجہ سے کیمپ میں مخالفتیں پیدا ہوگئی تھیں۔ سویرید کی خواہش تھی کہ وہ ہنگامی فوج کو چھوڑ کر اپنی پرانی بنجمی اور آزاد دنیا میں واپس چلا جائے لیکن اس کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ اس نے خود اس کا انتخاب کیا تھا اور اگر وہ فارسیٹ کی فوج کو چھوڑ کر جاتا تو اسے غدار قرار دیکر گولی ماردی جاتی۔ موسم بے انتہا خراب تھا تیز اور کاٹتی ہوئی ہوا چل رہی تھی۔ اور آسمان پر سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے تیز بارش بس ہونے ہی والی تھی۔ پھر ایک ہی لمحہ کے اندر وسیع میدان میں ایک سفید چادر پھیل گئی۔ دوسرے لمحہ میں یہ سفید چادر غائب ہوگئی اور سیاہ

آسمان کے نیچے کوئلہ جیسی سیاہ زمین نکل آئی جس پر دور بارش ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اب زمین زیادہ پانی جذب نہیں کر سکتی تھی۔ پھر بادل اس طرح چھٹ گئے جیسے کھڑکی کھول دی گئی ہو تاکہ آسمان کو ہوا لگ سکے جو بادل چھٹ جانے پر چمکتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس وقت زمین پر ٹھیرے ہوئے پانی کے گڑھوں میں بھی ہلکے ہلکے بلبلے اٹھتے تھے جو کہ آسمان کی طرح چمک رہے تھے۔ پانی سے اٹھتے ہوئے بخارات دھوئیں کے بادل کی طرح جنگل پر چھا گئے۔ ان درختوں کے کانٹوں اور تاروں کے سلسلوں پر پانی کے قطرے موتیوں کی طرح ٹھیرے ہوئے تھے۔ سویرید ان لوگوں میں سے تھا جنھیں پناہ گزیں عورتوں کے پاس بھیجا گیا تھا۔ وہ اپنے اعلیٰ افسر کو وہ تمام باتیں بتا دینا چاہتا تھا جو اس نے دیکھی تھیں، اس گڑبڑ کے بارے میں جو متضاد احکامات کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی۔ ایسے احکامات جن میں سے کسی پر عمل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس ان مظالم کے بارے میں جو عورتوں کے قافلے کی کمزور ترین عورتوں تک نے توڑے تھے کیونکہ سب سے پہلے مایوسی کا احساس انھیں کے دلوں میں پیدا ہوا تھا۔ پیدل چلتے ہوئے بھاری بوریاں، بنڈل اور اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے نوجوان ماؤں نے جن کا دودھ خشک ہو چکا تھا اور جو سفر کی صعوبتوں کی وجہ سے اپنا ذہنی توازن تک کھو بیٹھی تھیں اپنے بچوں کو راستہ میں پھینک دیا تھا۔ اپنی بوریوں میں سے اناج پھینک کر وہ واپس پلٹ گئی تھیں انھوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ فاقوں سے بیماریاں پھر گولہ باری سے فوری موت کہیں بہتر ہوگی۔ بجائے اس کے کہ جنگل میں کوئی وحشی درندے انھیں پھاڑ ڈالیں دشمن کے ہتھے چڑھ جانا زیادہ بہتر تھا۔ دوسری عورتیں جو زیادہ مضبوط تھیں۔ ہمت اور ضبط کا ایک ایسا نمونہ تھیں کہ مرد بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ سویرید اپنے اعلیٰ افسر کو اور بھی بہت سی باتیں بتا سکتا تھا۔ وہ اسے ایک نئی بغاوت کے خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا جو جرمنی کی جدید تھی اور جو اس بغاوت سے کہیں زیادہ خطرناک ہوگی جسے کچل دیا گیا تھا لیکن لیبرتیس نے اس سے کہا کہ وہ جلد جلد تمام باتیں بتائے اور اسی لئے اس کی قوت ختم ہو گئی۔ لیبرتیس بار بار سویرید کی بات صرف اس لئے نہیں کاٹ رہا تھا کہ اس کے دوست شاہراہ پر سے اسے اشارہ کر کر کے بلا رہے تھے بلکہ اس لئے بھی کہ پچھلے دو ہفتوں میں اسے ایسی ہی تنبیہ بار بار کی جا چکی تھی اور اسے سب باتیں زبانی یاد ہو گئی تھیں۔

"کامریڈ چیف مجھے وقت دیجئے۔ مجھے صحیح الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔ الفاظ میرے حلق میں اٹک رہے ہیں اور میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ پناہ گزینوں کے کیمپ تک جائیے اور ان عورتوں

سے کہیئے کہ وہ یہ نعوت بند کر دیں۔ ورنہ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان تمام باتوں کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ سب کو تحفظ کے خلاف ہیں یا عورتوں کے اندر خانہ جنگی پھیلی ہوئی ہے؟"

"تم باکو سوریدہ، تم دیکھ رہے ہو کہ مجھے کام ہے۔ الفاظ چبا دو مت۔"

"اور پھر وہ بھینی زلیدہ یخا بھی تو ہے۔ تجھ ہی کو علم ہے کہ وہ کیا ہے۔ وہ کہتی ہے۔ "مجھے مویشیوں کی حفاظت کے لئے رہنے دو....."

"تمہارا مطلب مویشیوں کے ڈاکٹر سے ہے۔"

"ہاں میرا یہی مطلب ہے۔ مویشیوں کی عورت ڈاکٹر لیکن اب وہ مویشیوں کی دیکھ بھال نہیں کرتی ہے۔ وہ تو بالکل چڑیلوں کا غشر معلوم ہوتی ہے۔ وہ گایوں کے لئے دعائیں کرتی ہے اور جان پناہ گزیں عورتوں کو ان کے کام سے روکتی ہے۔ تم پر جو بیتیں آ رہی ہیں ان کے ذمہ دار تم لوگ خود ہی ہو۔ وہ ان سے کہتی ہے اپنے پائنچے چڑھا کر سرخ چمڑے کے پیچھے بھاگنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ اب الیاست کرنا۔"

"تم کن پناہ گزینوں کے متعلق بات کر رہے ہو۔ ہمارے کیمپ کے پناہ گزینوں کے متعلق یا کسی اور قسم کے پناہ گزینوں کے بارے میں؟"

"نئے پناہ گزیں۔ وہ ہی جو ابھی ہیں۔"

"لیکن انھیں تو دوسری جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"دوسری! یہ بھی خوب رہی۔ تمہارا دوسری تو جل گیا۔ پل وغیرہ سب کچھ جل گئے اور جل کر راکھ ہو گئے جب وہ لوگ ادھر آ رہے تھے تو انھوں نے ایسا ہی دیکھا تھا۔ وہاں ایک بھی متنفس نہیں تھا ان میں سے آدھے پاگل ہو گئے اور چیخنے چلانے لگے اور سیدھے سفید فوج کی طرف واپس چلے گئے اور باقی آدھے ادھر چلے آئے۔"

"لیکن وہ لوگ جھاڑیوں، جنگل اور دلدلوں میں سے کیسے گزرے۔"

"کسے اور کلہاڑیاں کس کام آتی ہیں؟ ہمارے کچھ آدمیوں نے جان کی نگرانی کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے ان کی تھوڑی بہت مدد کی۔ وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے ۲۵ میل لمبی سڑک بنائی ہے۔ پل وغیرہ سب کچھ! رہا عورتوں کا سوال، تو انھوں نے ایسے کام کئے ہیں جس کے لئے پورے تیس دن چاہئیں۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ بیس میل لمبی سڑک! اور تم گدھے، تم اتنے خوش کیوں نظر آتے ہو؟

سفید فتح ہی تو چاہتی ہے۔ جھاڑیوں کے جنگل میں سے گذرنے کا راستہ! اب انھیں صرف اتنا ہی کرنا ہوگا کہ وہ اپنی توپیں لے آئیں!"

"سڑک کی حفاظت کے لئے فوج بھیجدیجئے۔"

"شکریہ میں وہی کروں گا جو میری سمجھ میں آئے گا اور مناسب سمجھوں گا۔"

(۶)

اب دن چھوٹے ہوتے جا رہے تھے۔ شام کو ۵ بجے ہی اندھیرا ہو جاتا تھا۔ جھٹپٹے کے وقت لیری آندے ریچ نے شاہراہ کو اسی مقام پر عبور کیا جہاں چند روز قبل ہیرئیس سوریدہ سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ کیمپ واپس جا رہا تھا۔ اس کھلی جگہ کے قریب جہاں ٹیلہ اور برفانی درخت واقع تھا اور جہاں سے کیمپ کی حد شروع ہوتی تھی۔ اس نے بولشیوں کی معالج کبارنیجا کی کھنک دار تیز آواز سنی جسے وہ مذاق میں اپنا "حریف" کہا کرتا تھا وہ ایک دلچسپ گیت گا رہی تھی اور اس کی آواز میں ایک خاص قسم کی کھنک تھی۔ اس کے گیت کے درمیان میں تعریفی فقروں کی آوازیں سنکر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہاں مردوں اور عورتوں کا مجمع تھا جو اس کا گیت سن رہے تھے۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ لوگ یقیناً چلے گئے ہوں گے۔ اپنے آپ کو تنہا سمجھتے ہوئے کبارنیجا نے ایک مختلف گیت گانا شروع کیا۔ وہ اس طرح گا رہی تھی جیسے وہ خود ہی سن رہی ہو۔ لیری آندے ریچ جو اس جھٹپٹے میں احتیاط کے ساتھ تنگ راستہ پر چل رہا تھا جو دلدل کے گرد گھوم کر برفانی درخت کے سامنے سے گزر رہا تھا چلتے چلتے ٹھیر گیا۔ کبارنیجا ایک پرانا روسی گیت گا رہی تھی لیکن وہ اس سے واقف نہیں تھا۔ پھر وہ اس میں تبدیلیاں کر رہی تھی؟ ایک پرانا روسی لوک گیت ایسا ہوتا ہے جیسے پانی کو بند باندھ کر روک دیا جائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ پرسکوت ہو اور بہہ نہ رہا ہو لیکن گہرائیوں میں وہ بند کے پھاٹک سے ہو کر گزر رہا ہو اور اس کی پرسکون سطح محض ایک دھوکا ہو۔ ہر کہن طریقہ پر تکرار اور شبیہات کی مدد سے گیت کا تار چڑھاؤ رفتہ رفتہ واضح پر جاتا ہے اور اس کا ترتیبی سُر واضح ہونے لگتا ہے۔ گیت کے دردناک جذبات اسی طرح ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ ایسا گیت دراصل اپنے بولوں کے ذریعہ وقت کو روکنے کی ایک مجنونانہ کوشش ہوتی ہے۔

کبارنیجا یہ گیت بہ یک وقت گا بھی رہی تھی اور پڑھ بھی رہی تھی۔

"ایک خرگوش وسیع دنیا میں دوڑتا پھر رہا تھا!

وسیع دنیا میں، سفید برف پر،
وہ بھاگا، لمبے کانوں والا خرگوش، ایک برفانی درخت کے پاس سے،
ایک برفانی درخت کے پاس سے، اداس سے شکایت کی،
اس نے کہا، کیا میرا دل نازک نہیں ہے؟
ایک نازک دل، اتنا ننھا سا اور کمزور؟
اس نے کہا، مجھے جنگلی درندوں سے ڈر لگتا ہے،
جنگلی درندوں سے، بھیڑیئے کے بھوکے پیٹ سے،
مجھ پر ترس کھا، اے برفانی جھاڑ! او خوبصورت برفانی درخت!
اپنا حسن بدطینت دشمن کو نہ دے،
بدطینت دشمن کو، بدطینت پہاڑی کوّے کو،
اپنے سرخ پھل ہوا میں منتشر کر دے،
ہوا میں، وسیع دنیا میں، سفید برف پر،
انھیں پھینک دے، لڑھکا دے میرے آبائی شہر تک
سڑک کے دوسرے سرے تک، آخری مکان تک،
سڑک کے آخری مکان تک، آخری کھڑکی تک، آخری کمرے تک
جہاں وہ سو گئی ہے،
میری محبوبہ، میری عزیز محبوبہ۔
میری سوگوار محبوبہ سے سرگوشی کر، میرے ننھے پرند
ایک گرم اور پرجوش لفظ۔
میں ایک سپاہی، قید و بند میں پڑا ہوں۔
وطن کی یاد میں، میں ایک غریب سپاہی ہوں، جو غیر ملک میں آ گیا ہوں۔
میں اس قید و بند سے آزاد ہو جاؤں گا،
میں اپنے ننھے سے سرخ پھل کے پاس جاؤں گا۔ اپنے ننھے پرند کے پاس؛

(۷)

پمفل کی بیوی اگیسنا فیتونا اپنی بیمار گائے کو کبار سنچا کے پاس لے کر آئی تھی۔ گائے کو گلہ سے علیحدہ کر کے اس کے سینگوں میں ایک رسی ڈال کر ایک درخت سے باندھ دیا گیا تھا۔ اس کی مالکہ گائے کے پاس ہی ایک درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھی تھی اور کبار سنچا گائے کی پچھلی ٹانگوں کے پاس ایک وقت دوہنے کے اسٹول پر بیٹھا گلہ کے لاتعداد جانور ایک چراگاہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ چاروں طرف گھنا جنگل تھا جس کے درخت پہاڑیوں کی طرح بلند تھے اور ان کی پھلی ڈالیاں اس طرح پھیلی ہوئی تھیں جیسے وہ زمین پر پھیلے ہوئے بیٹھے ہوں۔ گائیں زیادہ تر سیاہ رنگ کی تھیں اور ان پر سفید سفید چتے تھے یہ گائیں سوئیزرلینڈ کی نسل کی تھیں جو سائبیریا میں بہت مقبول تھیں۔ گائیں بھی اپنے مالکوں کی طرح غذا کی کمی زیادہ چلنے اور جگہ کی کمی کی وجہ سے پست ہمت ہو رہی تھی وہ ایک دوسری پر چڑھ جاتی تھیں۔ ان کے تھنوں کو کھینچتی تھیں اور سانڈوں کی طرح ڈکرانے لگتی تھیں۔ ان کے بچھڑے جو ان کے نیچے دبے ہوئے ہوتے تھے نیچے سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگ کھڑے ہوتے۔ بھاگتے ہوئے ان کی دمیں ہوا میں کھڑی رہتی تھیں اور ان کے کھُردل سے تمام گھاس اور ٹہنیاں کچل جاتی تھیں۔ ان کے گلہ بان۔ لڑکے بچے۔ چیختے چلاتے ہوئے ان کے پیچھے بھاگتے تھے جیسے وہ بھی ایک تنگ دائرے میں محدود کر دیئے گئے ہوں۔ سیاہ اور سفید بادل بھی درختوں کی چوٹیوں کی درمیان گایوں کی طرح بھاگتے پھرتے تھے۔ جو لوگ دیکھنے کے شوق میں کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوئے تھے ان پر گایوں کی معالجہ کو غصہ آ رہا تھا اور وہ انھیں سر سے پیر تک غصہ کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن ایک فنکار کی مانند وہ یہ بھی سمجھتی تھی کہ یہ چیز اس کے وقار کے منافی ہوگی کہ وہ اس بات کو تسلیم کرے کہ وہ اسے پریشان کر رہے ہیں۔ وہ یہ ظاہر کر رہی تھی جیسے اس نے انھیں دیکھا تک نہ ہو۔ ڈاکٹر مجم کے پیچھے سے اسے دیکھ رہا تھا جہاں سے وہ اسے نہیں دیکھ سکتی تھی یہ پہلا موقعہ تھا کہ اس نے اسے غور سے دیکھا وہ معمول کے مطابق اپنی انگریزی ٹوپی اور سبز رنگ کا لمبا کوٹ پہنے ہوئے تھی جس کا کالر سلا ہوا تھا لیکن اس کے چہرے کے تند اور جذبات انگیز اثرات سے اس عورت کی جوانی کی حدوں سے گزر رہی تھی، آنکھوں میں جوانی کی گرمی اور شوخی پیدا ہو گئی تھی جس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی تھی کہ وہ اس بات کی مطلق پرواہ نہیں کرتی کہ وہ کیا پہنے ہوئے تھے اور کیا نہیں پہنے ہے پوری آنکھ مچ کو جس چیز پر حیرت ہوئی وہ پمفل کی بیوی میں پیدا ہونے والی تبدیلی تھی۔ وہ اسے شکوہی

سے پہچان سکا گذشتہ چند روز کے اندر ہی اس کی عمر بہت زیادہ معلوم ہونے لگی تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں باہر کو نکلی پڑتی تھیں اور اس کی گردن گاڑی کے دھرے کی طرح پتلی اور لمبی تھی۔ اس کے اندرونی اعضا پر بھی اس کا اثر پڑا تھا۔ "یہ بالکل دودھ نہیں دیتی ہے" وہ کہہ رہی تھی۔ "میں سمجھتی تھی کہ شاید وہ گیابھن ہو لیکن پھر بھی اب تک اس کے دودھ ہو جانا چاہیئے تھا۔ مگر اب بھی نہیں ہوا"

"وہ گیابھن کیسے ہو سکتی ہے۔ تم اس کے تھنوں پر یہ کھرنڈ دیکھ سکتی ہو۔ میں تمہیں جڑی بوٹیوں کا ایک مرہم اس پر ملنے کے لئے دوں گی اور پھر میں اس پر ٹوٹکا بھی کر دونگی"

"اس کے علاوہ مجھے دوسری فکر اپنے شوہر کی طرف سے ہے"

"میں اس پر منتر پھونک دونگی۔ پھر وہ نہیں بھٹکے گا۔ یہ آسان سی بات ہے۔ وہ تمہارے لئے دیوانوں کی طرح پھرے گا۔ تم اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکو گی۔ تمہاری تیسری پریشانی کیا ہے؟"

"بات یہ نہیں ہے کہ وہ بھٹکنے لگتا ہو۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ بدقسمتی تو یہ ہے کہ وہ مجھ سے اور بچوں سے اتنا زیادہ مانوس ہے کہ اس سے اس کا دل ٹوٹنے لگتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہ کیا سوچتا رہتا ہے اس کا خیال ہے کہ کیمپ توڑ دیئے جائیں گے اور ہم لوگوں کو ایک طرف اور اسے دوسری طرف بھیج دیا جائے گا اور یہ کہ ہم لوگ لیاگیر کے آدمیوں کے ہتھے چڑھ جائیں گے اور وہ خود وہاں نہیں ہوگا اور ایسی صورت میں کوئی شخص ہماری حفاظت نہیں کر سکے گا۔ میں اس کے خیالات سے واقف ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ خودکشی کر لے گا"

"میں اسکے متعلق سوچوں گی۔ میں تمہاری پریشانی کو دور کرنے کا طریقہ نکالوں گی۔ تمہاری تیسری پریشانی کیا ہے؟"

"مجھے اور کوئی پریشانی نہیں ہے۔ بس یہی دو پریشانیاں ہیں — میری گائے اور میرا شوہر"

"پیاری تم عزیزوں سے نڈھال ہو رہی ہو۔ دیکھو خدا تم پر کتنا مہربان رہا ہے۔ تم سمجھ بھی نہیں سکتیں تمہیں صرف دو غم ہیں۔ ان میں سے ایک اپنے چاہنے والے شوہر کا ہے! اچھا تو اب بات کرو۔ تم مجھے گائے کے لئے کیا دو گی؟"

"تم کیا لو گی —؟"

"میں ایک رسی اور تمہارے شوہر کو لونگی" وہاں کھڑے ہوئے لوگ قہقہے لگانے لگے۔

"کیا تم مذاق کر رہی ہو؟"

"کیا یہ بہت زیادہ ہے؟ اچھا ٹھیک ہے۔ میں روٹی نہیں لوں گی۔ میں صرف تمہارے شوہر ہی حاصل کروں گی۔" قہقہے اور تیز ہو گئے۔

"کیا نام ہے؟ تمہارے شوہر کا نہیں، گلے کا۔"

"حسینہ"

"آدھے گلے کی گایوں کا یہی نام ہے۔ اچھا ٹھیک ہے۔ اب ہم پہلے دعا کریں گے۔"

اس نے گلے کے لئے منتر پڑھا۔ شروع میں وہ واقعی گائے کی وجہ سے پریشان تھی۔ لیکن کچھ دیر بعد وہ بہک گئی اور اس نے اگنیا کو جادو ٹونوں کے بارے میں تفصیلی ہدایات دیں۔ لیڈی آندرے وچ دم بخود ہو کر سنتا رہا۔ اسی طرح جیسے یورپی روس سے سائبیریا پہونچنے پر اس نے کوچوان باکوس کی بکواس سنی تھی۔ عورت کہہ رہی تھی، "مخالف لشکر اگر کوئی ہماری جہان جو بعد دھ کے دن آ دھمکیڑے کو سے جاؤ، اثر کو ختم کر دو۔ کھرنڈ کو لے جاؤ۔ دادر کے جراثیم بچھڑے کے تھنوں کو چھوڑ دو۔ خاموش کھڑی رہو، حسینہ، اپنا کام انجام دو۔ باٹی مت لڑھکاؤ۔ پہاڑ کی طرح ساکت کھڑی رہو۔ دودھ کی دھاریں بہنے دو۔ خوف دہشت، اپنا زور دکھاؤ۔ کھرنڈ کو لے جاؤ۔ انھیں گانٹے دار جھاڑیوں میں پھینک دو۔ جادو گر کے الفاظ میں بہت طاقت ہوتی ہے۔"

"تم دیکھتی ہو اگنیا۔ تمہیں سب کچھ جاننا ضروری ہے۔ حکم دینا اور منع کرنا بچنے کے الفاظ اور حفاظت کرنے کے الفاظ۔ مثال کے طور پر اب تم ادھر دیکھو اور اپنے آپ ہی کہو: وہاں ایک جنگل ہے لیکن وہاں کی شیطانی فوجیں ہیں جو فرشتوں سے لڑ رہی ہیں وہ اسی طرح لڑ رہی ہیں جیسے تمہاری فوج کے لوگ لیا لیگ کے آدمیوں سے لڑ رہے ہیں۔ یا تم ایک اور مثال لو۔ ادھر دیکھو جدھر میں اشارہ کر رہی ہوں۔ پیاری تم غلط سمت میں دیکھ رہی ہو۔ اپنی آنکھوں سے کام لو۔ انگلی کو پوری سے نہیں۔ دیکھو میری انگلی کدھر اشارہ کر رہی ہے۔ ہاں اب ٹھیک ہے۔ اب بتاؤ تمہارے خیال میں وہ کیا ہے؟ تم کچھ رہی ہو کہ وہ درشاخیں ہیں جو ہوا کی وجہ سے آپس میں پھنس گئی ہیں یا کوئی چڑیا ہے جو اپنا گھونسلہ بنا رہی ہے؟ تو ان دونوں میں سے کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ وہ حقیقی معنوں میں شیطان کا کارنامہ ہے۔ ایک بار جو سندری چڑیں نے اپنی بیٹی کے لئے گھونسلہ شروع کیا تھا اس نے لوگوں کو اتنے سنا اور ڈر گئی۔ لہٰذا اس نے اسے ادھورا چھوڑ دیا۔ لیکن وہ اسے آج ہی کل میں رات کو پورا کرے گی تم دیکھ لوگی یا پھر اپنا سر خ جھنڈا۔ تم سمجھتی ہو کہ یہ جھنڈا ہے؟ جو تم سمجھ رہی ہو یہ وہ نہیں ہے۔ یہ جھنڈا نہیں ہے۔ یہ موت کی دیوی کالی

ارغوانی لباس ہے۔ وہ اسے لوگوں کو بہکانے کے لئے استعمال کرتی ہے۔ اور بہکانے کے لئے کیوں؟ وہ اسے اہلاتی ہے اشتعال کرتی ہے۔ سرخ اور آنکھوں سے اور نوجوانوں کو رجھاتی ہے وہ آئیں اور اسے لے جائیں۔ پھر وہ قحط اور طاعون بھیجتی ہے۔ وہ یہی تو ہے اور تم چلی گئیں اور اس پر یقین کر لیا تم نے سوچا کہ وہ جھنڈا تھا۔ تم نے سوچا کہ یہ وہی تھا۔ دنیا کے تمام غریب اور پرولتاریہ میرے پاس آؤ۔ اگنیفیا، میری بچی۔ تمہیں آہستہ آہستہ سب کچھ جاننا ہوتا ہے۔ ہر ایک بات۔ ہر پرند، پتھر اور جڑی بوٹیوں کے متعلق۔ مثال کے طور پر وہ پرندہ نقلیں اتارنے والا ہے اور وہ جنگلی جانور بجو کی قسم کا ہے۔ اب ایک اور بات۔ فرض کرو کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔ تم بس مجھے بتا دو۔ میں اسے تمہارا غلام بنا دوں گی۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ تمہارا نور سٹر جو فوج کا افسر اعلیٰ ہے یا اگر تم پسند کرو تو لچک یا اگون نارایوچ ــــ کوئی بھی سہی۔ تم سمجھتی ہو کہ میں ڈینگیں مار رہی ہوں؟ میں ڈینگیں نہیں مار رہی ہوں۔ اچھا اب دیکھو۔ میں تمہیں بتاتی ہوں جب سردی کا موسم آئے گا۔ بھیڑیے جھنڈ بنا چلیں گے۔ برف باری ہو گی اور میدان میں برف جم جائے گی تو میں برف کے ایک تودے میں چاقو بھونک دوں گی دستے تک، اور پھر جب میں اسے باہر نکالوں گی تو وہ خون میں ڈوبا ہوا ہو گا۔ کیا تم نے ایسی بات کبھی سنی ہے؟ تو دیکھ لینا! اور تم سمجھ رہی تھیں کہ میں ڈینگ مار رہی تھی۔ اب تم مجھ سے کہو گی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ برف کے تودے میں سے خون نکلے؟ یہی تو بات ہے پیاری، وہ برف کا تودا نہیں ہو گا۔ وہ ایک جادو کا بھیڑیا ہو گا جو برف میں تبدیل ہو گیا ہے جس کا بچہ کھو گیا ہے اور وہ اسے تلاش کر رہا ہے، دھاڑتا ہوا اور روتا ہوا میدان میں جاتا ہے۔ میں اپنا چاقو اسی میں تو بھونکتی ہوں اور یہی وجہ ہے کہ اس پر خون ہوتا ہے۔ اب اس چاقو میں سے کسی بھی آدمی کے پیر کا نشان کاٹ سکتی ہوں، اسے ریشمی دھاگے سے تمہارے قمیض کے دامن پر سی سکتی ہوں، اور وہ آدمی، خواہ وہ کوئی بھی ہو، کوچک یا استر لیٹیکوف۔ یا کوئی نیا زار جسے وہ تخت پر بٹھائیں۔ تمہاری پیچھے پیچھے پھرے گا، خواہ تم کہیں بھی جاؤ۔ اور تم سوچ رہی تھیں کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں! تم سمجھ رہی تھیں کہ یہ وہ تھا۔ "دنیا کے تمام غریب اور پرولتاریہ میرے پاس آؤ۔" اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جیسے کہ آسمان سے پتھر برسنے لگیں جیسے کہ کوئی شخص اپنے مکان سے باہر جائے اور اس پر پتھروں کی بارش ہونے لگے جیسا کہ اکثر لوگوں نے دیکھا ہے۔ آسمان پر سرخ گھوڑے دوڑنے لگیں گھوڑوں کے سُم مکانوں کی چھتوں کے اوپر ہوں یا جیسا کہ پرانے زمانہ میں جادوگروں نے پیشینگوئی کی تھی۔ اس عورت میں اناج ہے۔ اس میں شہد اور تیسری میں سمور اور فوجی سردار نے عورت کا شانہ اس طرح کھول دیا جیسے وہ

کوئی منہ توڑ جواب دیا اور اپنی تلوار سے اس کے شانے کے اندر سے ایک پیالہ نما چیز تلپ کر نکال لیا، یا ایک گلہری یا آمد کی یا شہد کا چھتا۔"

کبھی کبھی ہمارے اندر گہرے اور طاقت ور جذبات پیدا ہوتے ہیں ایسے جذبہ میں توس کا جذبہ بدرجہ اولیٰ شامل ہوتا ہے۔ ہم جتنی زیادہ محبت کریں اتنا ہی زیادہ ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا محبوب مظلوم ہے۔ بعض آدمیوں کے متعلق میں ایک عورت کے لئے ہمدردی کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور وہ اسے ایک غیر حقیقی اور تخیلی عالم کی مخلوق سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسے آدمی اس ہوا تک سے حسد کرتے ہیں جس میں وہ سانس لیتی ہے قدرت کے قوانین سے اور ان تمام واقعات سے جو اسکی پیدائش سے قبل رونما ہوئے تھے۔ یوری آنیدے وچ اتنا پڑھا لکھا تھا کہ اسے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ کہیں کہیں نے جو آخری الفاظ کہے تھے وہ کسی قدیمی کتاب کے ابتدائی الفاظ تھے لیکن نقادوں اور عوامی گویوں نے انھیں اتنا زیادہ تبدیل کر دیا تھا کہ صدیوں سے اداکرتے کرتے ان کا اصل مطلب بالکل خبط ہو گیا تھا۔ پھر وہ اس داستان سے اتنا زیادہ متاثر کیوں ہو گیا تھا؟ اس بیہودہ اور لغو بحوس کا اس پر یہ اثر کیوں ہوا تھا جیسے اس میں حقیقی واقعات بیان کئے گئے ہوں؟ لڈا کا بایاں شانہ کاٹ کر کھول دیا گیا تھا۔ اس طرح جیسے چابی سے کسی خفیہ تجوری کا تالا کھولا جاتا ہو۔ تلوار نے اس کے شانے کی ہڈی کو کاٹ دیا تھا اور اسکی روح کی گہرائیوں میں جو راز پوشیدہ تھے وہ ظاہر ہو گئے تھے غیر مانوس شہر، سرکیں، کمرے، دیہات ایک فلم کی طرح نظروں کے سامنے سے گزر رہے تھے جس کی ریلوں کے ساتھ ساتھ ان کے مناظر سامنے آنے لگتے تھے۔ وہ اس سے کتنی محبت کرتا تھا! وہ کتنی حسین تھی! بالکل اسی طرح جیسے وہ ہمیشہ سوچا کرتا تھا۔ خواب میں دیکھتا رہا تھا اور خواہش کرتا رہا تھا! پھر بھی وہ کیا چیز تھی جس نے اسے اتنا حسین بنا دیا تھا؟ کیا وہ کوئی ایسی چیز تھی جس کا کوئی نام ہو اور جس کی تشریح کی جا سکے؟ نہیں ہزار بار نہیں! وہ ان سادے اور ہمیشل خطوط کی وجہ سے حسین تھی جو خالق نے بیک جنبش قلم اس کے چاروں طرف کھینچ دیئے تھے اور اسی مرئی شکل میں وہ اسکی روح کی گہرائیوں میں داخل ہو گئی تھی۔ اور اب اسے کیا ہو گیا تھا وہ کہاں تھا؟ سائبیریا کے ایک جنگل میں ہنگامی فوج کے ساتھ جسے گھیرے میں لے لیا گیا تھا اور جس کے انجام میں اسے بھی شریک ہونا تھا! کس قدر ناقابل یقین اور لغو اندیشہ! پھر ایک مرتبہ اس کے دماغ اور اس کی نظروں کے سامنے ہر چیز الجھ کر رہ گئی اور صندلی پڑ گئی۔ اسی طرح برفباری ہونے کی بھاپ سے جیسا کہ خیال تھا بارش شروع ہو گئی۔ ایک بہت بڑے جھنڈے کی طرح جو شہر کی سڑک کے

ایک طرف سے دوسری طرف پھیلا ہوا تھا۔ اس کی نظروں کے سامنے ہوا میں جنگل سے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک دھندلا سا حیرت انگیز سایہ سا نظر آنے لگا۔ وہ سایہ رہا تھا اور بارش جو اب زیادہ تیز ہو گئی تھی اس کے پیسے لے رہی تھی اور اسے دھو رہی تھی۔

"اچھا اب جاؤ" ساحرہ نے اگنیفیا سے کہا۔ "میں نے تمہاری گاڑی پر ٹوٹکا کر دیا ہے۔ وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ مقدس ماں سے دعا کرو جو روشنی کا سرچشمہ ہے اور زندہ دعا دیدہ ہدایتوں کا مجموعہ۔"

(۸)

جنگل کے مغربی سرے پر لڑائی ہو رہی تھی۔ لیکن جھاڑیاں اتنی گھنی تھیں کہ یہ لڑائیاں ایسی ہی معلوم ہوتی تھیں جیسے کہ کسی بڑی مملکت کی سرحدوں پر ہو رہی ہوں اور جنگل کے وسط میں پیچھے ہوئے کیمپ میں اتنے زیادہ لوگ تھے کہ خواہ ان میں سے کتنے ہی لڑنے کے لئے چلے جاتے پھر بھی وہاں ہمیشہ زیادہ ہی لوگ دکھائی دیتے تھے۔ لڑائی فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے اس کا شور مشغل ہی سے کیمپ میں سنائی دیتا تھا اچانک جنگل میں کئی بار گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ گولیاں یکے بعد دیگرے بہت کم وقفوں سے چلائی گئی تھیں اور پھر اچانک ایک بھگدڑ سی مچ گئی۔ لوگ گھبرا کر اپنے اپنے خیموں یا گاڑیوں کی طرف بھاگنے لگے اور ایک عام ہلچل سی مچ گئی۔ ہر شخص لڑائی کے لئے تیار ہو گیا۔ لیکن یہ خطرے کا جھوٹا اعلان ثابت ہوا۔ پھر ایک بڑا ہجوم اس مقام کی طرف بڑھنے لگا جہاں گولیاں چلائی گئی تھیں۔ یہ لوگ ایک شخص کے قریب گھیرے ہوئے تھے جو زمین پر پڑا تھا اور جس کا داہنا بازو اور بائیں ٹانگ کاٹ دی گئی تھی۔ یہ بات ناقابل فہم تھی کہ وہ شخص ایک بازو اور ایک ٹانگ کے ساتھ کس طرح گھسٹتا ہوا کیمپ تک آ گیا تھا۔ کٹا ہوا بازو اور ٹانگ جن سے خون ٹپک رہا تھا اس کی پشت پر بندھی ہوئی تھی اور لکڑی کا ایک چھوٹا سا تختہ بھی ان سے منسلک تھا اس تختہ پر ایک طویل عبارت لکھی ہوئی تھی جو گالیوں سے بھرپور تھی اور وہ عبارت یہ تھی کہ یہ ظلم و تشدد ویسے ہی ظلم و تشدد کے بدلے میں کیا گیا تھا جو سرخ فوج کے ایک دستے نے کیا تھا۔ ایک البانی دستہ جس کا فاریسٹ کی فوج سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ ایسی ہی سلوک ہنگامی فوج کے تمام سپاہیوں سے کیا جائے گا تاوقتیکہ وہ ایک مقررہ تاریخ تک ہار نہ مان لیں اور اپنے اسلحہ جنرل ڈکسن کے فوجی دستوں کے نمائندوں کے حوالے نہ کر دیں۔

زیادہ خون ضائع ہو جانے کی وجہ سے اس پر غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ مرتے ہوئے آدمی نے

انھیں لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں اس ظلم و تشدد کی داستان سنائی جو دستن کے تحقیقاتی اور سزا دینے والے دستوں نے اس پر توڑے تھے۔ اس کی اپنی موت کی سزا میں تخفیف کر دی گئی تھی اور بجائے پھانسی دینے کے انھوں نے اس کا بازو اور ٹانگ کاٹ دی تھی تاکہ اسے کیمپ میں بھیجکر جنگی فوج میں دہشت پھیلا سکیں۔ وہ لوگ اسے کیمپ کے سرے تک لے آئے تھے جہاں انھوں نے اسے اتار دیا تھا اور گھٹنے کا حکم دیا تھا۔ انھوں نے ہوائی فیئر کر کے اسے آگے گھسٹنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ اپنے ہونٹ بھی مشکل سے ہلا سکتا تھا۔ اسکی ناقابل سماعت آواز سننے کے لئے مجمع کے لوگ اس کے چاروں طرف نیچے کو جھک گئے تھے وہ کہہ رہا تھا۔ "ساتھیو، جو کتے رہو، وہ اندر گھس آیا ہے"

گشتی دستے کافی تعداد میں بھیج دیئے گئے ہیں۔ بڑے پیمانہ پر لڑائی ہو رہی ہے۔ ہم اسے روک دینگے"

"وہاں ایک خلا بھی ہے۔ وہ اچانک حملہ کرنا چاہتا ہے۔ میں جانتا ہوں.... اب میں زیادہ نہیں بول سکتا۔ میں خون تھوک رہا ہوں۔ میں ایک لمحے کے اندر مر جاؤں گا"

"تھوڑا آرام کرو۔ خاموش رہو۔ کیا تم لوگ یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ یہ اس کے لئے بُرا ہے۔ بے رحم درندو!"

اس آدمی نے پھر کہنا شروع کیا۔" اس نے مجھ پر عمل شروع کر دیا۔ شیطان! اس نے کہا "تم اپنے خون میں نہاؤ گے تاوقتیکہ تم مجھے یہ نہ بتا دو کہ تم کون ہو۔ اور میں اسے کیسے بتا سکتا تھا۔ میں بھی ایک مفرور کی طرح ہوں؟ میں اس کے پاس سے بھاگ کر یہاں آ رہا تھا"

"تم یہی کہے جا رہے ہو کہ "وہ" وہ کون تھا جس نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا؟"

"مجھے ذرا سانس تو لینے دو... میں تمہیں بتاؤں گا۔ ہٹ مین بجشن۔ کرنل اسٹریس دستن کے آدمی یہاں تم لوگ نہیں جانتے کہ حالات کیا ہیں۔ سارا شہر کراہ رہا ہے۔ وہ لوگوں کو زندہ ابال لیتے ہیں۔ وہ انکی بوٹیاں کھا لیتے ہیں۔ وہ تمہاری گردن پکڑ کر اندر دھکیل دیتے ہیں تم یہ بھی نہیں جانتے کہ کہاں ہو، وہاں سخت اندھیرا ہوتا ہے۔ تم چاروں طرف ٹٹولتے ہو اور اپنے آپ کو ایک پنجرے میں پاتے ہو۔ ایک مال گاڑی کے ڈبے کے اندر۔ اس پنجرے میں چالیس سے زیادہ آدمی ہوتے ہیں اور سب صرف جانگیوں میں۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوگ دروازہ کھولتے ہیں اور جو کوئی سامنے پڑتا ہے اسے نکال لیتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے چڑیے کو حلال کرنے کے لئے پکڑا جاتا ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کچھ کو وہ پھانسی دیدیتے ہیں

کچھ کو گولی مار دیتے ہیں۔ کچھ سے سوالات کرتے ہیں۔ وہ مار مار کر بھرکس نکال دیتے ہیں۔ وہ زخموں میں نمک بھر دیتے ہیں اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالتے ہیں۔ جب کوئی تنے کرتا ہے یا کسی کو اجابت ہو جاتی ہے تو وہ اسے کھا لینے پر مجبور کرتے ہیں۔ اور جہاں تک بچوں اور عورتوں کا سوال ہے۔ اوخدا!"

وہ بدنصیب شخص ہمدردی سانس لے رہا تھا۔ اس نے ایک چیخ ماری اور جملہ ختم کئے بغیر مر گیا۔

کسی نہ کسی طرح ان سب کو یہ بات فوراً ہی معلوم ہو گئی اور سب نے اپنی ٹوپیاں اتار لیں اور سینوں پر صلیب کا نشان بنایا۔ اسی طرح رات کو ایک اس سے بھی زیادہ دہشتناک حادثہ کی خبر کیمپ میں پھیل گئی۔ تمثل اس مجمع میں موجود تھا جو مرتے ہوئے آدمی کے گرد جمع تھا۔ اس نے اسے دیکھا تھا۔ اس کے الفاظ سنے تھے اور تختے پر لکھی ہوئی عبارت پڑھی تھی۔ اسے جو برابر یہ خوف تھا کہ اس کے مرجانے پر اس کے گھر والوں کا کیا ہوگا، اب اس میں اور اضافہ ہو گیا۔ اس نے تصور کے عالم میں دیکھا کہ انھیں اذیتیں پہنچائی جا رہی ہیں۔ اس نے ان کے چہروں پر تکلیف اور کرب کی علامتیں دیکھیں اور مدد کے لئے ان کے چیخنے چلّانے کی آوازیں سنیں انتہائی یاس انگیز کرب کے عالم میں ان کی آئندہ کی تکالیف کو روکنے اور اپنی تکلیفوں کا خاتمہ کرنے کے لئے اس نے انھیں خود ہلاک کر دیا اور اپنی بیوی اور تین بچوں کو اسی تیز دھار کلہاڑی سے ہلاک کر دیا جس سے وہ اپنی دو چھوٹی لڑکیوں اور لڑکے کے لئے کھلونے بنایا کرتا تھا۔ یہ تینوں بچے اسے بہت عزیز تھے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس نے خود اس کے فوراً بعد ہی خودکشی نہیں کی۔ وہ کیا سوچ رہا تھا؟ اب وہ کس چیز کی توقع رکھتا تھا؟ اس کے کیا ارادے اور کیا منصوبے ہو سکتے تھے؟ یہ خرابیٔ دماغ کا کھلا ہوا کیس تھا اور اب اسے کسی طرح نہیں بچایا جا سکتا تھا۔ لیبر مین، ڈاکٹر اور فوجی سوویت کے ممبر اس سوال پر غور کر رہے تھے کہ اس کے ساتھ کیا کارروائی کی جائے۔ اور وہ آزادی کے ساتھ کیمپ میں گھومتا پھرتا تھا اس کا سر نیچے کو بڑھا ہوا تھا۔ اور اسکی گدلی اور زرد آنکھیں چمکتی رہتی تھیں۔ غیر انسانی اور ناقابل تسخیر کرب و اذیت کے اثرات اس کے چہرے پر ہمیشہ موجود رہتے تھے۔ کسی شخص کو اس پر ترس نہیں آتا تھا۔ ہر شخص اس سے بچتا تھا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے لیکن ان کا یہ مشورہ قبول نہیں کیا گیا اب اس کے لئے دنیا میں کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ صبح سویرے وہ کیمپ سے غائب ہو گیا جیسے کوئی پاگل کتا خود اپنے آپ سے ڈر کر بھاگ جاتا ہے۔

(۹)

سردی کا سخت موسم آ گیا۔ اور شدید برف گرنے لگی۔ برفانی گھر یں سے غیر متعلق آوازیں اور شکلیں اجنبے

گئیں بے ساکت رہتی تھیں پھر نقل و حرکت کرتی تھیں اور غائب ہو جاتی تھیں۔ سورج اب وہ سورج نہیں تھا جس کی زمین عادی تھی۔ وہ اس کی تبدیل شدہ شکل معلوم ہوتی تھی۔ اس کا سرخ گولا جنگل کے اوپر لٹک رہا تھا اور اس کے اندر سے آہستہ آہستہ دبی دبی کرنیں خواب آلود کیفیت یا پریوں کی داستان کی طرح درختوں پر پھیلتی رہتی تھیں۔ نظر آنے والے قدم جنوں نے فیلٹ بوٹ پہن رکھے تھے اور جو زمین سے زمین پر چل رہے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے چلنے سے ہر قدم پر برف پھٹنے لگتی تھی۔ ہر طرف پھر رہے تھے جبکہ ان کے ہٹ لگے ہوئے سر اور سمور کی جاکٹوں میں ملبوس جسم بالائی فضا میں غیر ارضی وجودوں کی مانند تیرتے پھر رہے تھے۔ دوست رک کر آپس میں باتیں کرتے تھے۔ ان کے چہرے ایک دوسرے کے قریب ہوتے تھے اور وہ جذبات کی شدت سے اس قدر سرخ ہوتے تھے جیسے تیز گرم پانی سے غسل کیا ہو۔ ان کے منہ سے تیز بھاپ نکلتی تھیں جو ان الفاظ کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہوتی تھیں جو وہ اپنے منہ سے ادا کرتے تھے۔ فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے ڈاکٹر کی ملاقات لیبرنیں سے ہو گئی۔

"ہیلو! اجنبی! آج شام کو میری خندق میں آؤ۔ رات وہیں گذارنا۔ ہم باتیں کریں گے۔ کچھ خبریں بھی ملی ہیں؟"

"کیا ہرکارہ واپس آگیا؟ واری کینو سے کوئی خبر آئی؟"

"تمہارے یا میرے گھر والوں کے متعلق کوئی خبر نہیں ملی۔ اسی سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ یقیناً وقت پر بچ کر نکل گئے ہوں گے۔ ورنہ ہمیں ضرور کچھ نہ کچھ خبر ملتی۔ ہم آج رات کو اس کے متعلق باتیں کریں گے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔" اسی روز شام کو لیبرنیں کی خندق میں جا کر ڈاکٹر نے اپنا سوال دہرایا۔ "تم نے ہمارے گھر والوں کے متعلق کیا سنا ہے؟ بس مجھے اتنا بتا دو۔"

"تم اپنی ناک سے آگے کچھ نہیں دیکھنا چاہتے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں وہ لوگ محفوظ اور بخیریت ہیں۔ لیکن اصل بات تو یہ ہے کہ یہ خبر بہت بین ہے۔ کچھ ٹھنڈا گوشت کھا لو۔"

"نہیں شکریہ۔ اچھا اب بتا دو بھی، ٹالو مت۔"

"کیا تم واقعی نہیں کھاؤ گے؟ خیر میں تھوڑا سا کھا لوں گا۔ اگرچہ ہمیں اصل میں روٹی اور سبزیوں کی ضرورت ہے۔ فسادخون کا مرض کافی پھیلا ہوا ہے۔ ہمیں گرمیوں میں زیادہ اخروٹ اور بیریاں اکٹھی کر لینی چاہیئے تھیں جبکہ یہاں عورتیں بھی پھل وغیرہ توڑنے کے لئے موجود تھیں۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا ہمارے حالات

بہت اچھے ہیں۔ میں ہمیشہ جو پیشینگوئی کرتا رہا ہوں۔ وہ صحیح ثابت ہو رہی ہے۔ تکلیف کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ سلسلے وار فوجیں کو لچک کی فوجیں پسپا ہو رہی ہیں۔ انھیں بالکل تباہ کر دیا گیا ہے۔ بچے کھچے میں ہمیشہ تم سے کہا کرتا تھا۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ تم کس طرح بسور اکرتے تھے؟"

"میں کب بسورتا تھا؟"

"ہمیشہ۔ خاص طور پر جب دشمن کی فوجیں ہیں دبا رہی تھیں۔"

ڈاکٹر کو خزاں کا وہ موسم یاد آگیا جب غداروں کو گولی ماری گئی تھی۔ پمفل نے اپنی بیوی اور بچوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ قتل و غارت گری کا سلسلہ جس کا کوئی خاتمہ ہوتا نظر نہیں آتا تھا۔ سفید اور سرخ فوجیں مظالم کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتی تھیں۔ ایک ظلم سے دوسرا ظلم پیدا ہوتا تھا۔ خون کی بو اسکی ناک میں بھر گئی تھی۔ اس سے اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ متلی ہونے لگی تھی، وہ اس کے دماغ کو چڑھ گئی تھی اور اس کا سر چکرانے لگا تھا۔ وہ بسورتا تو نہیں تھا۔ وہ ایک بالکل ہی مختلف چیز تھی لیکن وہ یہ سب کچھ لبریس کو کس طرح سمجھا جا سکتا تھا۔ خندق میں لکڑی کی بنی ہوئی مشعلوں سے روشنی ہو رہی تھی جو ایک دھات کے بنے ہوئے ہولڈر میں لگی ہوئی تھیں۔ ان میں سے تارکول کی بو آ رہی تھی۔ جب ایک مشعل جل جاتی اور اس کا بجھا ہوا انگارہ نیچے پانی کے بھرے ہوئے ایک برتن میں گر جاتا، تو لبریس ایک نئی مشعل جلا دیتا تھا۔

"دیکھتے ہو مجھے کیا جلانا پڑتا ہے؟ تیل بالکل نہیں ہے۔ لکڑیاں بالکل سوکھ گئی ہیں اور بہت جلد جل جاتی ہیں۔ کیا تم داتی یہ گوشت نہیں کھاؤ گے؟ دنا و خون کے متعلق تم اسٹاف نیگ بلاکر ہیں اس کے متعلق کچھ کیوں نہیں دیتے اور یہ کیوں نہیں بتاتے کہ اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے؟"

"خدا کے لئے مجھے پریشان مت کرو۔ تم ہمارے گھوڑوں کے متعلق کیا جانتے ہو؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ رپورٹ سے کوئی یقینی بات معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن میں نے تمہیں وہ پوری بات نہیں بتائی جو مجھے تازہ ترین اطلاعات سے معلوم ہوئی ہے۔ خانہ جنگی ختم ہو چکی ہے۔ کو لچک کی فوجیں تباہ کر دی گئی ہیں۔ سرخ فوج کا دوسرا حصہ تیزی کے ساتھ اس طرف آ رہا ہے۔ اس ہم ان کے ساتھ مل کر عقب میں کافی تعداد میں سفید فوج کا صفایا کر دیں گے جو منتشر ہو چکی ہے۔ تمام جنوبی روس کا علاقہ دشمن سے پاک ہو چکا ہے۔ ارے، تم خوش کیوں نہیں ہو؟ کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے؟"

"میں تو خوش ہوں۔ لیکن ہمارے گھر والے کہاں ہیں؟"

"داری کینو میں نہیں ہیں اور یہ خوش قسمتی کی بات ہے۔ یہ نہیں کہ اس مجنونانہ کارروائی کی تصدیق ہوگئی ہے جس کے متعلق کینہ ورسکی نے ہمیں بتایا تھا۔ تم نے گذشتہ گرمیوں میں وہ افواہ سنی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ پراسرار قسم کے اجنبی لوگوں نے داری کینو پر حملہ کر دیا تھا؟ میرا ہمیشہ یہی خیال رہا تھا کہ وہ سب بکواس تھی۔ لیکن گاؤں خالی پڑا ہے اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کچھ نہ کچھ ہوا ضرور تھا اور یہ بہت اچھی بات ہے کہ وہ لوگ بروقت وہاں سے نکل گئے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعی چلے گئے۔ وہاں جو چند لوگ باقی رہ گئے ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق ان لوگوں کا یہی خیال ہے!"

"اور یوریاتن؟ وہاں کیا ہوا؟ وہاں کس کا قبضہ ہے؟"

"یہ ایک اور نعومیت ہے۔ یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔"

"کیا؟"

"سنتے ہیں کہ سفید فوج ابھی تک لڑ رہی ہے۔ لیکن یہ بات قطعی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ میں یہ ثابت کر دوں گا۔ تم خود دیکھ لوگے۔" اس نے ہولڈر میں ایک اور شعل لگائی اور ایک ٹیڑھا سا نقشہ نکال کر اسے اس طرح تہہ کیا کہ جس ضلع کا وہ ذکر کر رہا تھا وہ اوپر کی طرف رہا۔ پھر اس نے پنسل ہاتھ میں لے کر صورت حال سمجھائی۔

"دیکھو۔ یہ وہ حصے ہیں جہاں سفید فوج کو پیچھے دھکیل دیا گیا ہے۔ یہاں، اور یہاں، اور یہاں۔ اس تمام علاقہ میں کیا تم سمجھ رہے ہو؟"

"ہاں"

"تو ان لوگوں کے یوریاتن کے قریب پہنچنے کا امکان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ان کا مواصلاتی نظام کٹ جانے کی وجہ سے وہ لوگ ضرور پکڑ لئے جاتے۔ یہ بات تو ان کے کمانڈ بھی سمجھ سکتے ہیں۔ خواہ وہ کتنے ہی نااہل کیوں نہ ہوں۔ تم اپنا اوٹ کیوں پہن رہے ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟"

"میں ابھی واپس آتا ہوں۔ یہاں بہت دھواں ہے اور میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ میں ذرا باہر ہوا میں سانس لینے جا رہا ہوں۔" باہر نکل کر ڈاکٹر نے لکڑی کے اس کندے پر سے برف جھاڑی جو خندق کے دروازے پر رکھا ہوا تھا اور اس پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی کہنیاں گھٹنوں پر ٹکا کر اپنا

سر ہاتھوں سے تھام لیا۔ جنگلی جھاڑیاں، کیمپ اور اٹھارہ مہینہ کا وہ زمانہ جو اس نے ہنگامی فوج کے ساتھ گزارا تھا۔ یہ سب اس کے ذہن سے نکل گئے۔ وہ ان کے بارے میں سب کچھ بھول گیا۔ اس کا ذہن محض اپنے پیاروں کی یاد سے معمور تھا اور تمام دوسرے خیالات اس کے دماغ سے نکل گئے تھے اس نے ان کے انجام کے بارے میں سوچا اور ان کی شکلیں اس کی نظروں کے سامنے پھر گئیں ہر ایک شکل پہلی شکل سے کہیں زیادہ بھیانک تھی۔ اس نے تونیا کو برف کے شدید طوفان میں ایک کمیت میں چلتے ہوئے دیکھا، وہ ساشا کو گود میں لئے ہوئی تھی۔ اور اسے بار بار کمبل میں لپیٹتی جاتی تھی اور اس کے پیر گہری برف میں دھنسے جاتے تھے، وہ بمشکل چل سکتی تھی۔ وہ اپنا پورا زور لگاتی لیکن برف کا طوفان اسے آگے نہیں بڑھنے دیتا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑتی پھر اٹھ کھڑی ہوتی۔ کمزوری کی وجہ سے وہ پیروں پر کھڑی بھی نہیں ہو سکتی تھی، ہوا کے جھکڑ اسے گرائے دیتے تھے اور برف اسے ڈھانکے دیتی تھی اسے لیکن وہ بھول رہا ہے، اس کے ساتھ دو بچے ہیں اور وہ چھوٹے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ گھرے ہوئے ہیں، چلکاش کے ان مفرور قیدیوں کی طرح جو تھک کر گر گئے تھے اور سرد اور تکان کی وجہ سے پاگل ہو گئے تھے۔ اس کے دونوں ہاتھ گھرے ہوئے ہیں اور قریب میں کوئی بھی اس کی مدد کرنے کو نہیں ہے۔ ساشا کا باپ غائب ہو گیا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔ وہ کہیں گیا ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ ہی غائب رہتا ہے۔ تمام عمر وہ ان لوگوں سے علیحدہ رہا۔ وہ کیسا باپ ہے؟ کیا ایک حقیقی باپ کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ ہمیشہ علیحدہ رہے؟ اور اس کے اپنے باپ کا کیا ہوا؟ الیگزینڈر الیگزینڈرووچ کہاں ہے؟ اور نیوشا! یہ سب لوگ! نہ پوچھو تو بہتر ہی۔ بہتر ہے کہ اس کے متعلق سوچا ہی نہ جائے ڈاکٹر اٹھ کھڑا ہوا اور خندق میں واپس جانے کے لئے مڑا۔ اچانک اس کے خیالات نے دوسرا رخ اختیار کیا اور اس نے لیبر کیمپ کے پاس واپس جانے کا ارادہ بدل دیا۔

کافی عرصہ قبل اس نے برف پر پھسلنے کے تختے۔ لیسکوں کا ایک تھیلا اور دوسری چیزیں چھپا کر رکھی تھیں جن کی اسے چھپ کر فرار ہونے کی صورت میں ضرورت پڑ سکتی تھی۔ اس نے یہ سب چیزیں کیمپ کے باہر ایک درخت کی جڑ میں برف میں گاڑ دی تھیں۔ اس نے وہاں ایک نشان بھی بنا دیا تھا تاکہ انہیں آسانی سے تلاش کر سکے۔ اب وہ مڑ کر پگڈنڈی پر ہوتا ہوا اس طرف گیا جہاں اس نے اپنا یہ خزانہ دفن کیا تھا۔ آسمان بالکل صاف تھا اور چاند نکلا ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ سنتری کس جگہ تعینات تھے اور

شروع میں وہ کامیابی کے ساتھ ان سے بچ کر نکل گیا۔ لیکن جب وہ اس کھلی ہوئی جگہ پر پہنچا جہاں وہ ٹیلہ اور برفانی درخت واقع تھا تو ایک سنتری نے کچھ فاصلہ سے اسے للکارا۔ وہ اپنے برف پر پھسلنے والے تختوں پر بھاگتا ہوا ادھر آیا اور ان پر سیدھا کھڑا ہو کر اس کی طرف بڑھا۔

"ٹھہر جاؤ ورنہ میں گولی مار دوں گا۔ تم کون ہو؟ شناخت کا لفظ؟"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے بھئی؟ کیا تم مجھے نہیں جانتے؟ میں کیمپ کا ڈاکٹر ہوں، نروا گو"

"معاف کرنا۔ کامریڈ زیلوک۔ میں نے تمہیں پہچانا نہیں تھا۔ میرا مطلب بدتمیزی کرنا نہیں تھا پھر بھی تم زیلوک ہو یا نہیں ہو، میں تمہیں اس سے آگے جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ حکم تو حکم ہی ہے"

"جیسا تم چاہو۔ شناخت کا لفظ "سرخ سائبیریا" ہے اور اس کا جواب ہے "ملاحت کرنے والوں کی تباہی"

"اب ٹھیک ہے۔ جاؤ آگے جاؤ۔ تم اتنی رات گئے کس لشکر میں ہو؟ کیا کوئی ہیلمے ہے"

"میں پیاسا تھا اور مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ باہر جا کر ہوا میں سانس لوں اور تھوڑی سی برف کھاؤں۔ پھر میں نے یہ برفانی درخت اور اس کی برف میں دبی ہوئی بیریاں دیکھیں میں جا کر تھوڑی بیریاں توڑنی چاہتا ہوں"

"جیسے یہ بھی شریف آدمیوں کا سا نظریہ ہو! کبھی کسی کو سردیوں کے موسم میں بیریاں توڑتے ہوئے نہیں سنا! ہم لوگ تین سال تم سب لوگوں کی عقلوں کا فتور دور کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ لیکن تم لوگ اب بھی ویسے ہی ہو۔ اچھا ٹھیک ہے۔ جاؤ اور جا کر اپنی بیریاں توڑو۔ پاگل آدمی میں اس کی کیا پرواہ کرتا ہوں"

اور جس تیزی سے وہ آیا تھا اتنی ہی تیزی کے ساتھ بھاگتا ہوا سنتری واپس چلا گیا اور اپنے برف پر پھسلنے والے تختوں پر سیدھا کھڑا ہو کر برف پر چلتا ہوا دور فاصلہ پر غائب ہو گیا۔ ڈاکٹر پگڈنڈی پر چلتا ہوا برفانی درخت تک پہنچا جس کا ابھی اس نے ذکر کیا تھا۔ آدھا درخت برف میں دبا ہوا تھا اور آدھا برف میں جمی ہوئی پتیوں اور بیریوں سے لدا تھا اور اسکی دو سفید شاخیں اسکی طرف پھیلی ہوئی تھیں جنھیں دیکھ کر اسے لارا کی توانا اور سفید بانہیں یاد آ گئیں اور اس نے وہ ٹہنیاں پکڑ کر اپنی طرف کھینچیں۔ اس کے جواب میں درخت نے برف کو اس کے اوپر جھاڑ دیا۔ بغیر یہ محسوس کئے

کہ وہ کیا کہہ رہا تھا، وہ بڑبڑایا۔ "میں تمہیں ڈھونڈھ لوں گا، میری حسینہ، میری محبوبہ، میری برفانی دیوی میری زندگی۔" آسمان بالکل صاف تھا۔ اور چودھویں کا چاند چمک رہا تھا۔ وہ جھاڑیوں کے گھنے جنگل میں دور تک چلا گیا۔ نشان لگے ہوئے درخت تک گیا۔ اپنی چیزیں کھود کر نکالیں اور کیمپ سے فرار ہو گیا

اس گھر کے سامنے

(۱)

مرچنٹ اسٹریٹ پوریاتن کے بالائی حصہ میں مکانوں اور گرجا گھروں کے قریب سے ہوتی ہوئی سانپ کی طرح بل کھاتی گذرتی تھی۔ ایک کونے میں وہ سنسیا ہی مائل عمارت تھی جس پر عورتوں کے مجسمے بنے ہوئے تھے۔ اس عمارت کے نچلے حصے کے چکور پتھروں پر حکومت کے تازہ اعلانات اور اخبارات کے صفحات چسپاں تھے۔ اور قریب ہی کچھ لوگ خاموش کھڑے ان اعلانات کو بغور پڑھنے میں مصروف تھے۔ برف پگھلنے کے بعد اب موسم خشک اور کہر آلود تھا۔ اب دن کے اس حصہ میں بھی روشنی ہوتی تھی جبکہ چند ہفتے قبل اس وقت سخت اندھیرا ہوا کرتا تھا۔ موسم سرما کے خاتمے سے جو خلا پیدا ہوا تھا اسے شام کی اس روشنی نے پُر کر دیا۔ لیکن یہ روشنی لوگوں کے دلوں میں عجیب بے چینی سی پیدا کر دیتی۔ ایسا معلوم ہوتا کہ دور سے کسی کی پکار سن کر ہر کوئی چوکنا سا ہو جاتا ہے۔ سفید روسی حال ہی میں شہر کا قبضہ چھوڑ کر گئے تھے اور اب شہر سُرخ فوج کے قبضہ میں تھی۔ بمباری، خون خرابہ اور زمانہ جنگ کے تفکرات ختم ہو چکے تھے۔ لیکن لوگ موجودہ صورت حال سے بھی پریشان تھے بالکل اسی طرح جیسے موسم سرما کے خاتمہ پہ دن طویل ہو جانے کے بعد لوگوں کو ایک نئی فکر دامنگیر ہوتی ہے۔ دیوار پر جو اعلانات چسپاں تھے ان میں سے ایک میں کہا گیا تھا:

"مستحق افراد مزدوری کی کتابیں (ورک بک) پچاس روبل فی کس ادا کر کے دفتر خوراک۔ پوریاتن سوویٹ۔ ۵ اکتوبر اسٹریٹ (سابق گورنر اسٹریٹ) کمرہ ۱۳۵ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ جس کسی کے پاس

وِلک بُک نہیں ہوئی یا جو کوئی اس میں غلط اندراج کرے گا یا (اور بھی مصیبت میں پھنسنے کے لئے) دانستہ غلط بیانی سے کام لے گا یا فراڈ کرے گا اسے زمانہ جنگ کے قوانین کے تحت سخت ترین سزا دی جائے گی۔ وِلک بُک کے صحیح استعمال کی ہدایات سالِ رواں کے گزٹ ۸۶ (۱۰۱۳) میں شائع کر دی گئی ہیں اور یورپیاتن کے دفتر خوراک کمرہ ۱۳۷ میں آویزاں ہیں: ایک اور مکتوب میں کہا گیا تھا کہ شہر میں کافی اشیائے خوراک موجود ہیں لیکن بعض بورژوا (سرمایہ دار) نے تقسیم اجناس کا کام روک کر افتقار پھیلانے کے لئے اناج چھپا رکھا ہے۔ مکتوب کے آخری الفاظ یہ تھے: "اگر کوئی خوراک کو چھپا کر جمع رکھنے کا مجرم پایا گیا تو اسے فوراً موقع پر ہی گولی ماردی جائے گی"۔

ایک تنبیہ میں کہا گیا تھا: "جن لوگوں کا تعلق سرمایہ دار طبقے سے نہیں ہے انہیں عارضی کی انجمن کا ممبر بنایا جائے گا۔ تفصیلات دفتر خوراک۔ یورپیاتن سوویٹ۔ ۱۵ اکتوبر اسٹریٹ (سابق گورنر سٹریٹ) کمرہ ۱۳۷" سے حاصل کی جا سکتی ہیں: سابق فوجیوں کی اعلان میں خبردار کیا گیا تھا: "جو لوگ اپنے اسلحہ حکام کو واپس نہیں کریں گے یا نئے اجازت ناموں کے بغیر اسلحہ لے کر چلیں گے ان کے خلاف سخت ترین قانونی کارروائی کی جائے گی۔ نئے اجازت نامے دفتر یورپیاتن انقلابی ملٹری کمیٹی۔ ۱۵ اکتوبر اسٹریٹ کمرہ ۱۳۷ سے حاصل کئے جا سکتے ہیں"۔

(۳)

اس عمارت کے سامنے جو لوگ جمع تھے ان میں ایک ایسا آدمی بھی آکر شامل ہو گیا جو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی جنگل سے آیا ہے۔ سوکھ کر کانٹا سا لمبے خلاصت کے اس کا رنگ سیاہ پڑا ہوا تھا۔ اس نے کندھے پر ایک ہتھیار ڈال رکھا تھا اور ہاتھ میں ایک چھڑی لئے ہوئے تھا۔ اس کے سر کے گندے اور گھنے بالوں میں ابھی کوئی سفید بال نمودار نہیں ہوا تھا تاہم اسکی داڑھی کے سرخی مائل نوکیلے اور سخت بال کہیں کہیں سے رنگ بدل رہے تھے۔ یہ تھا بوڑھا آندرے وزنح اس کی پوستین یا تو کسی نے راستے میں چھین لی تھی یا پھر اس نے کھانے پینے کی اشیا حاصل کرنے کے لئے خود ہی اس کا سودا کر ڈالا تھا۔ اس کا پتلا چھیتڑے لگا اور آدھی آستینوں کا کوٹ جاڑے سردی تک سے نہیں بچا سکتا تھا غالباً اسی تبادلہ اجناس کی بدولت اس کے تھیلے میں ایک روٹی کی بچی کھچی اور زرا سی گردے کی چربی رہ گئی تھی۔ ڈبل روٹی شہر کے قریب ہی کسی نے اسے بطور خیرات دی تھی۔ وہ کوئی ایک گھنٹہ قبل یورپیاتن کے مضافات میں پہنچ گیا تھا مگر

وہاں سے یہاں تک پہنچنے میں اسے اتنا وقت لگ گیا۔ گذشتہ چند روز کی تھکاوٹ کے بعد اب نقاہت کا یہ عالم تھا کہ اس کے لئے ایک ایک قدم سو سو من کا ہو رہا تھا۔ وہ جگہ جگہ رکا۔ اور گھنے سے بال بال بچا۔ بار بار اس کے دل میں خیال آیا کہ وہ گھٹنوں کے بل جھک کر اس شہر کے پتھروں کو بوسہ دے جسے دوبارہ دیکھنے سے وہ تقریباً مایوس ہو چکا تھا۔ اس شہر کو دیکھ کر وہ مارے خوشی کے پھولا نہیں سمایا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے اس کا عزیز ترین دوست مل گیا ہو۔ اپنے طویل پیدل سفر میں آدھا رات اس نے ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چل کر طے کیا۔ لائن زیر استعمال نہیں تھی اور برف میں دبی پڑی تھی۔ جگہ جگہ اسے ریل گاڑیاں ملیں جو سفید ریتی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ یہ گاڑیاں بیکار کھڑی تھیں۔ کوئلے کی کمی سے انجن کی قلت اور برف کے طوفان نے انھیں بیکار کر دیا تھا۔ اب یہ گاڑیاں بعض اوقات میلوں تک برف تلے دبی ہوئی تھیں۔ ان میں سے بعض ریچھوں کی کمین گاہ بنی ہوئی تھیں یا بھاگے ہوئے مجرموں یا سیاسی مفروروں کی پناہ گاہ۔ یہ آخالذکر طبقہ اس زمانہ میں آوارہ گردی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھا لیکن بیشتر برف پوش گاڑیاں اس علاقہ میں سردی اور ٹائفس سے مرنے والوں کا قبرستان بنی ہوئی تھیں۔ ٹائفس لائن کے ساتھ ساتھ دیہات کے دیہات کا صفایا کر چکا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جس نے اس قدیمی محاورہ کی واقعی تصدیق کر دی تھی کہ "انسان۔ انسان کیلئے بھیڑیئے کی حیثیت رکھتا ہے"۔ مسافر دوسرے مسافر کو دیکھ کر فوراً سڑک سے ہٹ جاتا۔ اجنبی دوسرے اجنبی کو دیکھتے ہی ہلاک کر دیتا تاکہ کہیں دوسرا اسے قتل نہ کر ڈالے۔ کہیں کہیں مردم خوری کے واقعات بھی پیش آئے تھے۔ انسانی تہذیب کے قوانین معطل ہو چکے تھے، ہر طرف جنگل کے قانون کا دور دورہ تھا۔ آج انسان قبل از تاریخ کے دھات اور پتھر کے زمانے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ کہیں کہیں بیری آندرے وزع کو بھی خندق پار کرتے یا سڑک سے گذرتے ہوئے کوئی تاریک انسانی سایہ دکھائی دے جاتا۔ جہاں تک ممکن ہوتا وہ ان سے بچ کر نکلنے کی کوشش کرتا۔ مگر بعض اوقات ان میں کوئی جانی پہچانی صورت دکھائی دے جاتی۔ اسے خیال آتا کہ اس نے ان میں سے اکثر کو بیگانی فوج کے کیمپ میں دیکھا ہے۔ بسا اوقات اسے دھوکا ہوتا لیکن ایک مرتبہ تو وہ بالکل صحیح نکلا۔ برف میں دبی ہوئی ایک ریل گاڑی کے ڈبہ سے ایک لڑکا برآمد ہوا تو یوری نے اسے پہچان لیا کہ وہ تو فارسیٹ

کی فوج کا سپاہی تارینی گاوزین ہے جس کے متعلق عام خیال یہ تھا کہ اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے دراصل وہ گولی لگنے سے صرف شدید زخمی ہو کر بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ رینگتا ہوا اس جگہ سے کھسک گیا جہاں اسے اور اس کے ساتھیوں کو گولی ماری گئی تھی۔ وہ زخموں کے بھرنے تک جنگل میں روپوش رہا اور اب اپنا ایک فرضی نام رکھ کر کریستووو زروزنسک جا رہا تھا۔ وہ دور سے کسی انسان کی آہٹ سنتا تو برف میں دبی ہوئی ریل گاڑی میں چھپ جاتا۔ یہ مناظر اور یہ واقعات ایک مبہم سی اجنبیت کے حامل تھے جیسے کسی ایسے سیارہ کی زندگی کی جھلکیاں ہوں جو اب کسی نہ کسی طرح لڑھکتا ہوا کرۂ ارض پر آ گیا ہو۔ صرف فطرت ہی تاریخ کی کسوٹی پر پوری اتری اور اس نے جدید آرٹ کا روپ دھار لیا۔

کبھی کبھی پُرسکون شام آتی جبکہ شفق چھولتی صنوبر کے درخت جو جھٹپٹے میں سیاہ سایوں کی طرح دکھائی دیتے اور سیاہ زمخت کے نالے میں سیاہی مائل برف، بڑے بڑے سفید برف کے تودوں کے درمیان بہتی اور بہتے ہوئے پانی سے ان تودوں میں جس جگہ کٹاؤ پیدا ہوا تھا وہ سیاہ ہو گئی تھی۔ ایک آدھ گھنٹہ کے اندر ہی یہ تمام میں اسی ہی شام ہونے والی تھی۔ کہر آلود، بھوری، شفاف اور نرم جیسے بی بی کا ملگجا حلیہ۔ ڈاکٹر کا ارادہ مجسموں والے مکان پر چسپاں کئے ہوئے نوٹس پڑھنے کا تھا لیکن اس کی نظریں برابر بھٹک کر سڑک کے پار والے مکان کی تیسری منزل کی کھڑکیوں پر پڑتی رہیں یہ کمرے کرایہ دار کی تھیں جن میں سابق کرایہ دار دروں کا چھوڑا ہوا فرنیچر بکھرا تھا اب ان کھڑکیوں کے شیشوں پر سفیدی نہیں تھی بلکہ ان میں سے دوسری طرف کی چیزیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اس کا کیا مطلب؟ کیا پرانے کرایہ دار واپس آ گئے ہیں؟ کیا لاراچلی گئی؟ دوسری جگہ کوئی دوسرے لوگ آ گئے جنہوں نے کمروں کی اس ترتیب کو بدل ڈالا؟

آدمی کے لئے یہ غیر یقینی ناقابل برداشت ہو گئی۔ وہ فوراً سڑک پار کر کے لارا کے مکان تک پہنچنے کے لئے تیزی کے ساتھ زینہ چڑھنے لگا جو اسے بے حد پیارا تھا۔ جب وہ جنگل کے کیمپ میں بار بار اس فولادی قد مچھوں والے زینہ کو یاد کیا تھا۔ تہہ خانہ کا کمرہ زینہ سے دکھائی دیتا تھا جہاں ٹوٹی ہوئی کرسیاں پرانے برتن اور ٹین کے ٹب وغیرہ ٹھونسے ہوئے رکھے تھے۔ یہ سب چیزیں جوں کی توں رکھی تھیں ان میں اس دوران کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ زینہ نے اس طرح ماضی سے جس وفاداری کا اظہار کیا تھا

اس پر ڈاکٹر زینہ کا واقعی شکر گذار تھا۔ کسی زمانے میں دروازہ پر گھنٹی بھی تھی مگر ڈاکٹر کی گرفتاری سے قبل ہی اس گھنٹی نے کام کرنا بند کر دیا تھا۔ وہ کنڈی کھٹکھٹانے ہی والا تھا کہ اس نے دیکھا کہ دروازہ پر ایک تالا پڑا ہوا ہے جو خستہ حال دروازہ کے نقشین تختوں میں زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے۔ پرانے زمانہ میں اس قدر مکمل تباہی کا کوئی تصور تک نہیں کر سکتا تھا تالے ہوتے تو دروازے میں باقاعدہ لگے ہوتے اگر خرابی ہوتی تو دوبارہ مرمت کرالی جاتی۔ لیکن یہاں تالا زنجیروں میں لٹک رہا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اس کی عدم موجودگی میں یہاں صورت حال اور بھی کتنی خراب ہو گئی۔ ڈاکٹر کو یقین تھا کہ لارا اور کاتنکا گھر پر نہیں ہیں۔ ممکن ہے وہ یوریاتن ہی میں نہ ہوں اور کیا خبر زندہ بھی ہیں یا نہیں؟ وہ بدترین خبر سننے کو تیار تھا۔ تاہم اس نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھنے کا فیصلہ کرتے ہوئے دیوار کے شگاف میں چابی تلاش کرنا شروع کر دی جہاں کسی زمانہ میں کاتنکا ایک بڑے چوہے کی موجودگی سے بری طرح خوفزدہ ہو گئی تھی۔ اس نے زور سے دیوار پر ٹانگ ماری تاکہ اگر اب بھی دیوار کی دراڑ میں کوئی چوہا ہو تو وہ وہاں سے بھاگ جائے۔ اسے یہاں کسی قسم کی کامیابی کی کوئی امید نہیں تھی۔ دیوار کے شگاف میں ایک اینٹ رکھی تھی جسے اس نے ہٹا دیا اور اندر ہاتھ ڈال کر ٹٹولنے لگا۔ اوہ! معجزہ۔ واقعی معجزہ۔ شگاف سے چابی نکل آئی اور اس کے ساتھ ایک رقعہ بھی۔ یہ رقعہ بہت طویل تھا۔ زینہ کے قریب کھڑکی کے پاس کھڑے ہو کر اس نے رقعہ پر نظر ڈالی تو ایک اور معجزہ دکھائی دیا۔ یہ خط اس کے اپنے نام تھا۔ اس نے تیزی سے پڑھنا شروع کیا۔

"اوہ میرے خدا! کس قدر مقام مسرت ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ تم زندہ ہو۔ واپس آ گئے ہو۔ ایک آدمی نے مجھے شہر کے قریب دیکھا اور فوراً بھاگتا ہوا میرے پاس بتانے آیا۔ میرا خیال ہے تمہیں واپسی کینو جانا ہوگا۔ لہٰذا میں بھی کاتنکا کو ساتھ لے کر واپسی کینو جا رہی ہوں لیکن اگر ضرورت پڑی تو چابی میں اس جگہ رکھے جا رہی ہوں جہاں یہ ہوتی ہے۔ میرا انتظار کرنا یا وہرا دُہرا نہ ہو جانا۔ تم دیکھو گے کہ اب میں سامنے والے کمرے استعمال کر رہی ہوں۔ فلیٹ کا ہر کمرا خالی پڑا ہے کیونکہ مجھے بہت سا فرنیچر فروخت کر دینا پڑا۔ میں کچھ کھانے کی چیزیں خاص طور پر لیتے ہوئے آؤں چھوڑے جا رہی ہوں۔ پتیلی کے ڈھکن کو وزن رکھ کر دبائے رکھنا ورنہ چوہے کھا جائیں گے۔ میں خوشی سے دیوانی ہوئی جا رہی ہوں۔"

اس نے یہ خط صفحہ کے آخر تک پڑھا مگر الٹ کر دوسری طرف نہیں دیکھا حالانکہ دوسری طرف بھی کچھ

لکھا ہوا تھا۔ اس نے رقعہ کو بوسہ دے کر لپیٹا اور چابی کے ساتھ اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اس خوشی کے عالم میں اس نے شدید درد و کرب بھی محسوس کیا۔ کیونکہ آرا دا آری کینو تو جا رہی ہے مگر اس نے رقعہ میں تو بتایا ہی نہیں کہ وہاں کیوں جا رہی ہے۔ غالباً اس کا خاندان وہاں نہیں تھا۔ یہ سوچتے ہی کہ اس کے بیوی بچے وہاں نہیں ہیں آزو اگو کچھ اداس سا ہو گیا اور اسے ایک قسم کی تشویش دامنگیر ہو گئی۔ اس نے سوچا آخر لارا نے ان لوگوں کے بارے میں کیوں نہیں لکھا؟ اس نے تو ایسا سمجھا ہے جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو۔ لیکن اب تاریکی بڑھنے لگی تھی اور اسے دن کی روشنی ختم ہونے تک دو چار ضروری کام کرنے تھے۔ ایک ضروری کام تو یہ تھا کہ وہ سامنے دیوار پر چسپاں سرکاری اعلانات پڑھنا چاہتا تھا۔ اس زمانہ میں ان نئے قواعد و ضوابط سے بے خبر رہنا بڑی مہلک بات تھی۔ ریگولیشن سے بے خبری کی وجہ سے آپ کسی وقت بھی مصیبت کے گھاٹ اتارے جا سکتے تھے۔ وہ نہ مکان میں گیا اور نہ اُسنے تھیلا اپنے شانوں سے اتارا بلکہ سیدھا زینہ اُتر کر سڑک کی دوسری جانب پہنچا اور سرکاری اعلانات پڑھنے لگا۔

دیوار پر اخبارات کے مضامین جلسوں میں تقریروں کے متن اور اعلانات چسپاں تھے۔ لوری آندرے وچ نے سرخیوں پر نظر ڈالی: صاحب املاک افراد کی جائداد پر قبضہ۔ قیمت کا تخمینہ اور ٹیکس۔ مزدوروں کے کنٹرول کا قیام۔ فیکٹری اور پلانٹ کمیٹیاں۔ یہ تھے وہ ریگولیشنز جنہیں حکام نے شہر میں داخل ہوتے ہی اس وقت کے رائج قواعد کی جگہ نافذ کیے تھے۔ لوری آندرے وچ نے سوچا کہ نئے قواعد کا نفاذ اس لئے عمل میں آیا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ نئی حکومت اپنے اصولوں پر کوئی مفاہمت نہیں کریگی اور اگر سفید روسیوں کے دور حکومت کے بعد لوگ یہ حقیقت بھول گئے ہیں تو یاد دہانی کرا دی جائے لیکن یہ ایک ہی جیسے اعلانات بار بار پڑھ کر اس کا سر چکرا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا آخر ان کا کس دور سے تعلق ہے؟ یہ پہلی شورش کے زمانہ کے اعلانات ہیں یا کہ سفید روسیوں کی بغاوت کے بعد کی سکومت کے؟ کیا یہ اعلانات سالِ گذشتہ مرتب کیے گئے تھے یا اس سے بھی ایکسال قبل۔ زندگی میں صرف ایکبار اس نے عقیدہ کی اس سختی اور یکسوئی پر خود کو پُرجوش پایا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ صرف اتنے سے جُرم کی پاداش میں؟ اب اعلانات و مطالبات کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔ وقت کے ساتھ یہ بلند بانگ نعرے اور دعوے پہلے سے بھی زیادہ کھوکھلے ہوتے جا رہے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اس نے صرف ایک لمحے کے لئے اس نظریہ کی حمایت کی تھی اس کی بنا پر اب اسے ساری زندگی اس کی غلامی

کرنی ہوگی۔ تقریر کے ایک حصہ پر پہنچ کر اسکی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہوگئی تھی لکھا تھا۔

"قحط کی رپورٹوں سے مقامی اداروں کی ناقابل یقین ناکارکردگی کا پتہ چلتا ہے۔ وسیع پیمانہ پر سستہ کھیلا جارہا ہے۔ بدعنوانیاں کی جارہی ہیں لیکن ہماری علاقائی مینیجمنٹ کمیٹیاں کیا کررہی ہیں۔ یہ ایٹن اور آزدیلی کے صنعتی علاقہ میں بڑے پیمانہ پر تلاشیوں، دہشت گردی کی انتہا۔ اور سستہ بازوں کو فوراً موقع پر گولی مارنے سے ہی ہمیں اس قحط سے نجات مل سکتی ہے" ڈاکٹر نے یہ پڑھکر دل ہی دل میں سوچا: قابل رشک اندھا پن! عرصہ ہوا روٹی اس سوئے زمین سے ناپید ہوچکی۔ اور یہ لوگ ہیں کہ اب روٹی کی باتیں کررہے ہیں۔ اب سستہ بازوں اور صاحب املاک لوگوں کا ذکر ہورہا ہے جبکہ اس سے پہلے ہی قانونی علمبردار لوگوں کا وجود ختم کیا جاچکا ہے۔ اب کسانوں اور دیہاتوں کا چرچا ہے۔ حالانکہ عرصہ ہوا ان کا وجود تک نہیں رہا کیا ان لوگوں کو اپنے منصوبوں اور اقدامات کا بھی علم نہیں ہے جس نے زندگی کی ہر چیز کو تباہ کرکے رکھدیا ہے؟ آخر یہ کس قسم کے لوگ ہیں جو برسہا برس سے ان باتوں کی رٹ لگائے ہوئے ہیں۔ جن کا وجود تک نہیں رہا۔ عرصہ ہوا یہ موضوعات ختم ہوگئے۔ یہ لوگ کچھ جاننے اور دیکھنے کی کوشش تک نہیں کرتے۔ ڈاکٹر کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ آخر وہ وہیں سڑک کے کنارے بے ہوش ہوکر گر پڑا جب اسے ذرا ہوش آیا تو لوگوں نے اس کی مدد کرنا چاہی اور کہا کہ وہ جہاں جانا چاہتا ہے وہ اسے وہیں پہنچادیں گے لیکن اس نے شکریہ کے ساتھ ان کی یہ پیشکش رد کرتے ہوئے کہا کہ اسے صرف سڑک پار جانا ہے

(۴)

آدم گو پھر اوپر گیا اور اب کے اس نے لارا کے مکان کا تالا کھول لیا۔ زینہ میں ابھی تک معمولی روشنی تھی۔ ڈاکٹر خوش ہوا کہ سورنج محبوب کے معاملہ میں جلد بازی سے کام نہیں لے رہا۔ دروازہ کھولنے کی چرچراہٹ کے ساتھ ہی مکان میں زبردست ہنگامہ شروع ہوگیا۔ اس ویران فلیٹ میں اس کے داخلہ پر استقبال اس طرح ہوا کہ کئی جگہ سے ٹین کے برتن کھڑکھڑائے۔ چوہوں نے برتنوں کی الماریوں سے فرش پر چھلانگیں لگاتے ہوئے ایک افراتفری مچادی۔ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ یہ چوہے یہاں ہزاروں کی تعداد میں پروان چڑھ رہے ہیں۔ ڈاکٹر نے خود کو چوہوں کے اس طوفان کا مقابلہ کرنے میں بالکل بے بس محسوس کرکے ایک برابر کے کمرہ میں خود کو محصور کرنے کا فیصلہ کرلیا جس کے دروازے اچھی طرح بند ہوسکتے تھے۔ اور جہاں وہ چوہوں کے بلوں کو شیشے کے ٹکڑوں سے بند کرسکتا تھا۔

زوا گو اب مکان کے بائیں حصّے کی طرف گیا جس نے اب تک نہیں دیکھا تھا۔ ایک راستہ سے گذر کر وہ ایک روشن کمرہ میں آیا جس کی دو کھڑکیاں سڑک کی طرف کھلتی تھیں۔ ایک کھڑکی کے بالکل سامنے وہ عورتوں کے مجسموں والی بھوری عمارت تھی اور بہت سے آدمی اس کی طرف پشت کئے اعلانات پڑھنے میں مصروف تھے۔ کمرہ میں بھی وہی روشنی تھی جو باہر تھی۔ نئی تازہ اور اوائل بہار کی مسحور کن روشنی اس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کمرہ بھی سڑک کا ہی ایک حصّہ ہے فرق صرف یہ تھا کہ آلار کے سونے کے کمرہ میں جہاں وہ کھڑا تھا سڑک سے بھی زیادہ سردی تھی اس دن بعد دوپہر ایک دو گھنٹے قبل جب وہ پیدل چلتا شہر میں داخل ہوا تھا اور اس وقت اس پر نقاہت کا جو دورہ پڑا تھا اس پر غور کر کے اکثر نے سوچا کہ وہ بیمار ہو گیا ہے۔ یہ سوچتے ہی وہ اچانک سہم کر رہ گیا لیکن کمرہ اور سڑک پر ایک جیسی روشنی کے احساس سے وہ کچھ پُرجوش سا ہو گیا۔ وہ خود کو ان لوگوں میں سے ہی ایک سمجھنے لگا جو باہر کھڑے سردی میں ٹھٹھر رہے تھے۔ وہ اس دور میں دنیا کی عام زندگی اور اس شہر کے مزاج سے خود کو زیادہ قریب محسوس کرنے لگا اور اس طرح اس کے دل سے خوف دور ہو گیا۔ اب اس کے ذہن سے یہ بات نکل گئی تھی کہ کہیں وہ بیمار نہ ہو جائے۔ موسم بہار کی صاف شفاف شام۔ روح میں سرایت کرنے والی روشنی کو اس نے نیک فال سمجھا اور محسوس کیا کہ اس کی دور رس اور موہوم امیدیں ضرور پوری ہوں گی۔ اس نے سوچا کہ تعجب ہو جائے گا۔ زندگی میں اس کی تمام تمنائیں پوری ہوں گی۔ اسے تمام اسباب راحت حاصل ہوں گے وہ بُرے خیالات کو دل و دماغ سے نکال کر خوش آئند باتیں سوچے گا۔ اور اپنے ان خوابوں کی صحیح تعبیر دیکھنے کے ثبوت میں وہ اب لآرا کو دیکھنے کے لئے بُری طرح بے چین تھا۔ اب نقاہت اور مایوسی کی جگہ وہ بہت جوش اور ناقابل برداشت بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ دراصل یہ صورت حال ذرا دیر پہلے کی نقاہت سے بھی زیادہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ بیمار پڑنے والا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک بار پھر محسوس کیا کہ اس کا دل گھر سے باہر جانے کو چاہتا ہے۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ آرام کرنے سے قبل حجامت بنوا لے تاکہ اسے بڑھی ہوئی داڑھی سے نجات مل سکے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی اس نے باربر کی دکان تلاش کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ تمام دکانیں جہاں پہلے باربر تھے۔ اب خالی دکھائی دیں یا پھر ان میں دوسرے دکاندار تھے یا ان میں تالے پڑے ہوئے تھے اس کے پاس اپنا کوئی استرا نہیں تھا۔ وہ قینچی سے بھی داڑھی کاٹ لیتا لیکن لآرا کے مکان اور ڈریسنگ ٹیبل کو اس نے

چلان مارا مگر کوئی قیمتی نہیں ملی۔ اچانک اسے خیال آیا کہ اسپاسکی اسٹریٹ میں ایک درزی کی دکان ہوا کرتی تھی اگر اب بھی یہ دکان ہوئی اور وہ دکان بند ہونے سے پہلے وہاں پہنچ گیا تو ممکن ہے اسے وہاں قینچیوں کا جوڑا مل جائے۔ یہ سوچ کر وہ دکان سے چل پڑا۔

(۵)

ڈاکٹر کی یادداشت نے اسے دھوکا نہیں دیا تھا۔ درزی کا کارخانہ اب تک وہیں تھا جس کا راستہ سڑک کی طرف تھا اور ایک بہت لمبی کھڑکی بھی اس طرف کھلتی تھی۔ راہگیروں کو تو جاتے جاتے درزنیں کام کرتی ہوئی صاف دکھائی دیتی تھیں اور تو اور کارخانہ کا آخری کمرہ تک سڑک سے دکھائی دے رہا تھا ہر طرف درزنوں کی ریل پیل تھی۔ ان کے علاوہ کچھ بوڑھی عورتیں بھی تھیں جو غالباً ہاتھ کی سلائی جانتی تھیں اور صرف اسلئے یہاں آکر کام کرنے لگی تھیں تاکہ وہ بھی اس "ورک بک" کی مستحق ہو جائیں جس کا ذکر سامنے کی بھوری عمارت کی دیوار پر چسپاں حکمنامہ میں کیا گیا تھا۔ یہ عورتیں باقاعدہ کام کرنے والی درزنوں سے الگ صاف پہچانی جاتی تھیں۔ اس کارخانہ میں صرف فوجی کپڑے۔ موٹی موٹی پتلونیں عام کوٹ یا رنگ کے خاص رنگ کے کوٹ بنتے تھے۔ یہ آخر الذکر مختلف قسم کے کتوں کی کھالوں سے بنتے تھے اور اندر کے وقت نے ہنگامی فوج کے سپاہیوں کو ایسے کوٹ پہنے دیکھا تھا۔ یہ کام دراصل سمور پوشوں کا تھا جو اب یہاں اناڑیوں سے لیا جا رہا تھا جن کی انگلیاں ان کپڑوں کی مڑی ہوئی مغزی اور حاشیہ کو سینے سے گذارتے گذارتے سوج کر رہ گئی تھیں۔ یوری آندرے وقت نے کھڑکی کھٹکھٹائی اور اشارے کئے کہ وہ اندر آنا چاہتا ہے۔ عورتوں نے اندر سے اشاروں میں ہی جواب دیا کہ پرائیویٹ آرڈر قبول نہیں کئے جاتے۔ ڈاکٹر نے پھر بھی اصرار کیا۔ لیکن عورتوں نے اشارتاً اسے سمجھایا کہ وہ یہاں سے چلا جائے کیونکہ انھیں فوری کام مکمل کر کے دینا ہے۔ ان میں سے ایک عورت نے ناراض ہو کر عجیب و غریب شکل بنائی۔ ہاتھ اوپر اٹھا کر پوچھا کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے؟ اس نے دو انگلیوں سے قینچی کی شکل بنا کر اس پر اپنا مقصد واضح کیا لیکن عورت کچھ نہیں سمجھی۔ عورتوں نے سمجھا کہ یہ شخص کچھ بدتمیزی کر رہا ہے۔ سمور پوش کی حرکتوں سے انھیں چھیڑ رہا ہے۔ باہر عجیب حلیہ بنے پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور اس طرح اشارے کرتے ہوئے وہ بالکل پاگل دکھائی دے رہا تھا۔ لڑکیاں اب قہقہے لگا کر اس کی طرف اشارے کرنے لگیں اور آخر کار ڈاکٹر نے عقبی حصے سے صحن کے اندر جا کر دروازہ کھٹکھٹانے کا فیصلہ کر لیا۔

(۶)

گندمی رنگ۔ دراز قامت اور ایک سخت رو عورت نے جو گہرے رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھی اور غالباً بڑی درزن معلوم ہوتی تھی آکر دروازہ کھولا "تم تو جنگ بن گئے ہو۔ کیا چاہیئے تمہیں۔ جلدی بتاؤ کیا مصیبت ہے"۔ اس نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ زواگو نے فوراً کہا "مجھے قینچی چاہیئے۔ ہاں لیکن حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ مجھے اپنے سر کے بال اور داڑھی کاٹنے کے لئے دو قینچیوں کی ضرورت ہے۔ میں اس جگہ بال بنا کر قینچیاں واپس کر دوں گا۔ بس ایک منٹ لگے گا۔ بڑے مہربانی ہوگی تمہاری"۔ عورت نے شک اور حیرانی کی نظر سے اسکو دیکھا۔ وہ اسے بالکل دیوانہ سمجھ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے بھانپ لیا اور بولا "میں بہت طویل سفر کے بعد ابھی یہاں پہنچا ہوں۔ میں بال بنوانا چاہتا تھا مگر ایک بھی حجام کی دکان کھلی نہیں ہے۔ میں خود بال کاٹ لیتا مگر میرے پاس قینچی نہیں۔ کیا تم میری مدد نہیں کرو گی؟"

"اچھا اچھا۔ میں تمہارے بال بنا دیتی ہوں۔ لیکن ایک بات اچھی طرح سمجھ لو۔ اگر تمہارے دل میں کچھ اور ہے۔ یعنی تم سیاسی وجوہات کی بنا پر اپنا حلیہ بدلنا چاہتے ہو یا اسی قسم کی کوئی اور حرکت کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہاری رپورٹ کر دیں گے۔ پھر ہمیں برا بھلا مت کہنا۔ ہم تمہاری خاطر اپنی جانیں خطرہ میں نہیں ڈال سکتے"۔ "اوہ خدا کے لئے یہ بھی خوب رہی"۔ ڈاکٹر نے جواب دیا اور اس کے بعد درزن اسے ایک بغلی کمرہ میں لے گئی جہاں ایک بڑی الماری سے ذرا ہی بڑا ہوگا۔ وہ کرسی پر بیٹھ گیا اور درزن نے اس کی گردن کے گرد کپڑا لپیٹ کر اس کا آخری حصہ تھوڑی کے نیچے کپڑوں میں بالکل حجاموں کی طرح ٹھونس دیا اب درزن باہر گئی اور قینچیاں۔ کنگھا۔ استرا اور دھار دینے والی چمڑے کی پٹی لے کر آئی۔ اپنے گاہک کی حیرانی کو دیکھ کر اس نے کہا "میں نے اپنی زندگی میں ہر کام کیا ہے۔ ایک زمانہ جوانی میں حجام کا کام کرتی تھی۔ دوسری جنگ کے دوران نرس کا کام کرتے ہوئے میں نے بال کاٹنا اور شیو بنانا سیکھا تھا۔ پہلے میں ذرا اس لمبی داڑھی کے بال قینچی سے کاٹ لوں۔ بعد میں شیو کر دینگے"۔

"میں بہت ہی چھوٹے بال چاہتا ہوں۔ مہربانی کر کے"۔

"میں پوری کوشش کروں گی۔ لیکن تم ایک پڑھے لکھے معقول آدمی ہو کر ایسے جاہل کو دکھائی دینے کی کوشش کیوں کر رہے ہو۔ کیا تمہیں خبر نہیں کہ اب ہم وقت کا حساب دس روز کے تناسب سے کرتے ہیں ہفتے سے نہیں۔ اور آج مہینے کی سترھویں تاریخ ہے اور باربروں کی ہر اس تاریخ کو چھٹی

ہوتی ہے جبکہ آخری ہندسہ سات کا ہو۔"

"ارے واقعی۔ مجھے اس کا بالکل علم نہیں۔ میں نے بتایا نا! میں ابھی لمبے سفر سے واپس آیا ہوں مجھے کسی معاملہ میں بننے" یا بہانہ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"اب پیچھے بیٹھے رہو۔ ورنہ استر الگ جائے گا۔ ہوں تو تم بھی ابھی آئے ہو۔ لیکن آئے کیسے؟"

"اپنے پاؤں سے چل کر۔"

"اس بڑی شاہراہ پر؟"

"ہاں کچھ رستہ شاہراہ کے ساتھ اور کچھ ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ طے کیا ہے۔ نہ جانے میں نے راستے میں کتنی ٹرینیں دیکھیں لیکن سبھی سب برف میں دبی ہوئی شاندار گاڑیاں۔ اسپیشل مینیں غرضیکہ ہر قسم کی ٹرین کا یہی حال تھا۔"

"بس لیکے ہاتھ رہ گیا۔ پھر سخاوت ختم۔ کیا کاروباری خاندان سے تعلق ہے؟"

"اوہ نہیں۔ میں امداد باہمی کی ایک سابق یونین کا ٹریولنگ انسپکٹر تھا۔ انھوں نے مجھے مشرقی سائبیریا کے دورہ پر بھیجا تھا اور میں وہاں اٹک کر رہ گیا۔ تم جانتی ہو۔ ٹرین ملنے کا تو سوال ہی نہیں تھا۔ لہٰذا مجبوراً پیدل ہی سفر کرنا پڑا۔ چھ ہفتے ہیں یہاں پہنچا ہوں۔ اوہ۔ راستہ میں جو کچھ دیکھا ہے وہ بتانا مشکل ہے۔ حالانکہ میں بتانا چاہتا ہوں۔"

"اگر میں تمھاری جگہ ہوتی تو اس قسم کی کوئی بات نہ کرتی۔ میرا خیال ہے تمھیں ایک دو باتیں ضرور بتانی پڑیں گی۔ پہلے ذرا اپنے آپ پر ایک نظر تو ڈال لو۔ یہ رہا آئینہ۔ ذرا کپڑے کے نیچے سے ہاتھ نکال کر آئینہ لے لو۔ ٹھیک ہے نا؟"

"میرا خیال ہے بال زیادہ چھوٹے نہیں کٹے۔ کچھ اور بال کم نہیں ہو سکتے؟"

"اگر اور چھوٹے کئے تو بال صاف نہیں رہیں گے۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ اب کچھ اور بتانے کی کوشش نہ کرنا۔ خاموش ہی رہو تو اچھا ہے۔ امداد باہمی کی انجمن۔ شاندار گاڑیاں۔ انسپکشن کے دورے ان سب چیزوں کو بھول جاؤ۔ اب ان باتوں کا وقت نہیں رہا۔ کہیں مصیبت میں نہ پھنس جانا۔ تم تو یہ بہانہ بناؤ کہ تم ڈاکٹر ہو یا اسکول ٹیچر۔ ہاں تو ڈاڑھی کے بال کٹ گئے۔ اب شیو بنائیں گے۔ بس اس کے بعد تم اپنی عمر سے دس سال چھوٹے دکھائی دینے لگو گے۔ میں جا کر ذرا برتن میں پانی گرم

کرلی ہوں ؟

بوری آندرے وچ سوچ رہا تھا: آخر یہ کون عورت ہو سکتی ہے؟ اسے محسوس کیا کہ اس کا اس عورت سے کوئی تعلق ضرور ہے۔ اس نے کچھ دیکھا ہے یا اس کے بارے میں کچھ سنا ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی یاد آ رہا ہے — تاہم وہ یہ نہیں سوچ سکا کہ وہ ہے کون۔ اتنے میں وہ گرم پانی لے کر وہاں آ گئی۔ اور آتے ہی بولی: ہاں۔ تو اب ہم شیو بنائیں گے۔ میں کہہ رہی تھی کہ خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ بات چاندی ہے تو خاموشی سونا ہے۔ اور یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ اے اپنی امداد باہمی کی انجمنوں اور اسپیشل ٹرینوں کی جگہ کوئی اور بات سوچو۔ یہ کہو کہ تم ڈاکٹر یا ٹیچر ہو۔ جو کچھ بھی ہو بس دیکھ کر خاموش ہو جاؤ۔ اس زمانے میں تم کس کو متاثر و مرعوب کرنا چاہتے ہو۔ کیا تمھیں تکلیف ہو رہی ہے؟

"ہاں — کچھ۔ کچھ"

"ہاں ذرا کھرونچ لگتی ہے۔ مگر کیا کروں۔ عزیز دوست ذرا صبر سے کام لو۔ تمھاری جلد ہمارے کی عادی نہیں ہے اور تمھاری داڑھی ویسے بھی بہت سخت ہے۔ بس اب زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ ہاں اب کوئی ایسی بات نہیں رہ گئی جو لوگوں نے نہ دیکھی ہو۔ لوگ ہر قسم کے مصائب و آلام سے گذر چکے ہیں ہماری بھی خاصی مصیبتیں کٹیں۔ سفید روسیوں کے زمانہ میں بھی ہم نے بہت مصیبتیں جھیلیں۔ قتل ز نا بالجبر۔ اغوا۔ تلاشیاں اور پکڑ دھکڑ۔ ایک افسر تھا جو ایک علمبردار سے ناراض ہو گیا۔ اس نے سپاہیوں کو اس کے پیچھے بھیجا تاکہ اسپرشہر کے باہر کاپوسکی کے مکان کے قریب حملہ کیا جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسے گرفتار کر کے نہتہ کر دیا اور مسلح پہرہ میں اسے راز ویلی لیگئے۔ ان دنوں راز ویلی سے وہی کام لیا جاتا تھا جو آج کل علاقۂ چیکلے سے یعنی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا۔ اے تم اپنی گردن کو اس بری طرح کیوں جھٹک رہے ہو؟ استرے کی کھرونچ لگ رہی ہے نا؟ عزیز دوست مجھے معلوم ہے مگر کیا کروں؟ تمھارے بال تو سور جیسے نوکیلے اور سخت ہیں۔ بس ذرا اس جگہ مشکل پڑ رہی ہے۔ ہاں تو علمبردار کی بیوی پر تو دورے پڑنے لگے۔ وہ چیخنے لگی "کولیا۔ کولیا۔ میرے کولیا کا کیا ہے گا" وہ سیدھی اعلیٰ ترین افسر جنرل عبلین کے پاس فریاد لے گئی۔ بس یوں سمجھو کہ وہ اس تک سیدھی پہنچ سکی۔ اس کے لئے تو قطار لگانے پڑتے ہیں نا! وہاں سامنے۔ اس گلی میں کوئی جانتا تھا کہ اس جنرل تک کیسے پہنچا جاتا

ہے۔ بہت ہی رحمدل۔ ہمدرد و احساس انسان ہے وہ۔ دوسروں کی طرح نہیں۔ اس نے ہمیشہ لوگوں کا ساتھ دیا۔ تمھیں خبر نہیں یہاں کیا کچھ ہوا۔ لوگوں کو سنگسار کیا گیا۔ مظالم۔ حسد و رقابت کے ڈرامے بالکل ہسپانیہ کے ناولوں کی طرح "

یوری آندرے وچ نے سوچا: ارے یہ تو لارا کے بارے میں کہہ رہی ہے۔ لیکن وہ جان بوجھ کر خاموش رہا۔ اور تفصیلات کے سلسلہ میں سوال تک نہیں کیا لیکن اس نے ہسپانیہ کے ناولوں کا جو حوالہ دیا تھا اس سے پھر اسے کوئی بات یاد آنے لگی۔ اس فقرہ کی حماقت اور غیر متعلقہ پن سے لیکن وہ اب تک نہیں سمجھ سکا کہ بات کیا تھی؟ لیکن اب حالات بالکل مختلف ہیں۔ یہ تو ماننا پڑے گا کہ کسی حد تک تفتیش۔ مخبری۔ اور ٹوٹنگ وغیرہ کا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن اب مقصد بالکل مختلف ہے اول تو یہ کہ یہ ایک نئی حکومت ہے۔ ابھی ابھی برسر اقتدار آئی ہے ابھی اس کا کام ٹھیک طرح سے نہیں چلا۔ اور پھر خواہ تم کچھ بھی کہو بہرحال یہ حکومت عوام کا ساتھ دے رہی ہے۔ یہی در اصل ان کی طاقت ہے۔ ہم چار نہیں ہیں۔ مجھ سمیت۔ اور چاروں کی چاروں محنت کش طبقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ قدرتی بات ہے کہ ہمارے لئے ان میں کشش ہے۔ ایک بہن مر گئی۔ اس کا شوہر ایک سیاسی جلاوطن تھا جو ایک مقامی فیکٹری میں منیجر تھا۔ ان کا بیٹا یعنی میرا بھتیجہ ہنگامی فوج کا سردار ہے۔ بہت بڑا اور مشہور آدمی ہے "

"ہوں تو یہ وہی ہے: یوری آندرے وچ نے دل میں کہا: "لیمرٹس کی خالہ۔ میکولتین کی سالی۔ اور سالی بھی وہ جو شیطان کی طرح ہر کام کرنے میں ماہر کی حیثیت سے مشہور ہے۔ بارہ ہے۔ وزن ہے سگنل پر ڈیوٹی دیتی ہے۔ ہر فن مولا۔ لیکن اپنا راز رکھنے کے لئے اس نے کچھ نہ کہنے کا فیصلہ کر لیا۔ عورت نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا: "میرا بھانجہ مہینہ عوام کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ بچپن سے ہی اس کے دل میں عوام کے لئے بہت درد تھا۔ وہ فیکٹری میں مزدوروں کے درمیان پلا اور بڑھا۔ غالباً تم نے وارسی کینو کی فیکٹریوں کے بارے میں تو ضرور کچھ سنا ہوگا: ارے ارے۔ دیکھو مجھ بیوقوف نے کیا کر ڈالا۔ آدھی بھوڑی تو بالکل صاف ہے مگر آدھی کھردری رہ گئی۔ باتیں کرنے سے یہی تو ہوتا ہے۔ تم نے مجھے کیوں نہیں روکا۔ اب صابن کے جھاگ خشک ہو گئے اور پانی بھی ٹھنڈا پڑا ہے۔ اب دوبارہ پانی گرم کرنا پڑے گا "

جب وہ واپس آئی تو یوری آندرے وچ نے پوچھا: وارسی کینو تو یہاں شہر سے چند میل کے فاصلہ پر

ہی واقع ہے نا؟ اس پُر آشوب دور میں یہ جگہ تو محفوظ رہی ہوگی؟"

"نہیں۔ بالکل محفوظ تو نہیں رہی۔ بعض اوقات بارے تو وہاں شہر سے بھی زیادہ مصیبت نازل ہوئی۔ وہاں کچھ مسلح گروہوں نے حملے کئے تھے۔ لیکن کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ یہ حملہ آور کون تھے۔ یہ لوگ ہماری زبان تک نہیں بولتے تھے۔ گھر گھر میں گھس کر انھوں نے جو بھی سامنے آیا اسے گولی ماردی اور بھاگ نکلے۔ لاشیں برف میں عرصہ تک پڑی رہیں۔ سردیاں تھیں نا! لیکن یہ گردن کے جھٹکے بند کردو۔ میں نے تقریباً تمھاری کھال کاٹ ہی ڈالی تھی۔"

"تم کہہ رہی تھیں کہ تمھارا بہنوئی واری کینو میں رہتا تھا۔ جب یہ قیامت آئی تو کیا اس وقت بھی وہ وہاں پر ہی تھا؟"

"نہیں۔ خدا بڑا رحیم و کریم ہے۔ وہ اور اس کی بیوی عین وقت پر وہاں سے نکل بھاگے۔ میرا مطلب ہے اس کی دوسری بیوی۔ اب کہاں ہیں کسی کو معلوم نہیں لیکن یہ بات تو یقینی ہے کہ وہ بال بال بچے۔ وہاں کچھ اجنبی بھی رہتے تھے۔ ماسکو سے آئے تھے۔ وہ ان سے بھی پہلے واری کینو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ان میں تو مرد تھے جن میں سے چھوٹا آدمی جس کے بیوی بچے بھی تھے۔ وہ اب تک غائب ہے۔ لیکن وہ تو ایک بات بنانے کا طریقہ ہے۔ لوگوں کا خیال کہ کے گمشدہ" ہی بتایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے وہ کبھی کا مر چکا قتل کر دیا گیا ہوگا اس کے گھر والے عرصہ تک اس کا انتظار کرتے رہے مگر وہ لوٹ کر نہیں آیا۔ دوسرے کو جو دونوں میں بڑا تھا ماسکو واپس بلا لیا گیا۔ وہ دیہی اقتصاد کا پروفیسر تھا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ حکومت نے اسے واپس بلا لیا ہے۔ سفید روسیوں کے دوبارہ شہر پر قبضہ سے کچھ روز پہلے ہی یہ لوگ ماسکو جا چکے تھے یورپ تان آئے تھے۔ لو۔ اب تم نے پھر گردن ہلانی شروع کر دی۔ تم تو میرے ہاتھوں اپنا گلا کٹوا دو گی۔ میرے عزیز۔ تم نے جو خرچ کیا ہے وہ پورا وصول کر لیا ہے اس بار بر سے۔"

ہوں۔ تو وہ ماسکو میں ہیں۔

فولادی زینہ کے ہر تند مچھ پر تیسری مرتبہ اوپر جاتے ہوئے بار بار اس کے دل میں یہ الفاظ گونج رہے تھے۔ ماسکو میں۔ خالی مکان میں وہ داخل ہوا تو چوہوں نے چڑ چڑاہٹ کے ساتھ دھم مچا کر اس کا استقبال کیا۔ یوری آندریوچ سمجھ رہا تھا کہ گو وہ بہت تھکا ہوا ہے لیکن جب تک وہ اس چوہا اچھل کے خلاف اپنی نفرت کا خیال دل سے نہیں نکال دے گا اسے ہرگز نیند نہیں آئے گی۔ لہٰذا چھلا

کام یہ تھا کہ چوہوں کے بل بند کئے جائیں خوش قسمتی سے دوسرے کمروں کے مقابلہ میں سونے کے کمرے میں چوہے کے بلوں کی تعداد بہت کم تھی۔ دوسرے کمروں میں فرش کے تختوں اور ان کے کناروں کی حالت بے حد خستہ تھی مگر اندھیرا ہو رہا تھا۔ اسے جلدی سے کام کرنا چاہیئے۔ صبح ہے کہ باورچی خانہ کی میز پر ایک لیمپ رکھا تھا جو غالباً اس کی آمد کی توقع میں بریکیٹ سے اتار کر مٹی کا تیل بھرنے کے بعد یہاں رکھا گیا تھا اور قریب ہی ایک ماچس اور چند تیلیاں رکھی تھیں۔ لیکن مٹی کا تیل اور ماچس کو سنبھالنا ہی بہتر تھا۔ ڈاکٹر نے سوچا سونے کے کمرہ میں ایک چھوٹا سا دیا رکھا تھا جس کا تیل چوہے سپنگ گئے تھے تاہم ابھی تھوڑا سا تیل باقی تھا۔ فرش پر کئی جگہ سے کونے اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر کو بلوں اور سوراخوں کو شیشے کے ٹکڑوں سے بھرنے میں کوئی ایک گھنٹہ لگ گیا۔ دروازہ پورا بند ہونے کے بعد کمرہ چوہوں سے محفوظ ہو گیا۔ کمرہ کے ایک کونے میں دلچسپی طرز کا آتش دان تھا جس کی خاصی بلند کارنس تھی۔ باورچی خانہ میں لکڑیوں کی ایک ڈھیری لگی تھی۔ ڈاکٹر نے سوچا کہ چلو لا کر کچھ لکڑیاں ہی ضائع کی جائیں۔ لہٰذا اس نے کچھ لکڑیاں اٹھائیں اور انھیں آتشدان کے پاس رکھ کر آتشدان میں جھانکنے لگا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ کیس حالت میں ہے۔ وہ کمرہ کو مقفل کرنا چاہتا تھا مگر چٹخنی ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس نے دروازے میں کاغذ ٹھونس کر اسے ٹھیک طرح بند کیا۔ پھر اطمینان کے ساتھ آتشدان میں آگ روشن کر دی۔ جب وہ بعد میں اور لکڑیاں چولھے میں ڈال رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ بعض لکڑیوں پر ٹ ۔ ڈ کے حروف پڑے اسے سخت حیرت ہوئی مگر وہ پہچان گیا۔ کروگر خاندان کے زمانہ عروج میں جب فیکٹریوں کی بنی ہوئی لکڑی عام ایندھن کے طور پر فروخت ہوتی تھی تو تنے پر لکڑی کٹنے سے پہلے مہر لگا دی جاتی تھی تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ یہ لکڑی کہاں سے آئی ہے۔ "ک ۔ ڈ" کا مطلب ڈارکی کینو کا کلڈ ٹین ڈویژن تھا۔ ڈاکٹر یہ بات معلوم کر کے سخت پریشان ہو گیا۔ لارا کے گھر میں ان لکڑیوں کا مطلب یہ ہے کہ اس کا سمدیو یاتوف سے تعلق ہے اور اسی نے یہ لکڑیاں لارا کو دی ہیں جیسا کہ وہ ڈاکٹر اور اسکے گھر والوں کو بھی تمام ضروریات زندگی فراہم کرتا رہا ہے۔ اور اسے سمدیو یاتوف سے مدد قبول کرنا بہت ہی تکلیف دہ معلوم ہوتا۔ سمدیو یاتوف کے زیر بار احسان ہونے کے ساتھ ساتھ اب اس کے لئے کچھ اور الجھن بھی پیدا ہو گئی تھی۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ سمدیو یاتوف صرف ہمدردی کے جذبہ میں آ کر لارا کی مدد کرتا رہا ہے۔ اس نے سمدیو یاتوف کے آزاد اور معمن طور طریقوں پر نظر ڈالی۔ اور بحیثیت ایک عورت کے

لاما کی تیزی پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی تعلق ضرور ہے۔ دال میں کچھ کالا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن وہ ہر طرف سے اتنا پریشان تھا۔ اسے اتنے دکھوں نے گھیر رکھا تھا کہ ایک کے بعد دوسرا خیال اسے پریشان کرتا رہا۔ وہ اپنے شکوک و شبہات سے نجات حاصل نہ کر سکا۔ اس کا دماغ ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف برابر منتقل ہو رہا تھا کبھی اسے اپنے خاندان کا خیال آتا اور پھر ناقابل یقین قیامت جذبات اس کے دل و دماغ پر چھا جاتے۔ ہوں۔ تو میرے پیارو۔ تم سب ماسکو میں ہو۔ اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے اس ورزن نے اسے یقین دلا دیا ہے کہ وہ سب خیریت سے ماسکو پہنچ گئے ہیں گو تم نے بحر پھر وہ طویل مسافت طے کی ہے۔ لیکن اب کے اس سفر میں تمہارے ساتھ میں نہیں تھا۔ تمہارا یقین سفر کیسے کٹا؟ الیگزینڈر الیگزینڈروچ کو واپس کیوں بلایا گیا؟ کیا وہ الیگزیمی میں پھر واپس بلا لیا گیا ہے؟ تم لوگوں نے گھر کو کس حالت میں پایا؟ ارے میں بھی ایک بے وقوف ہوں؟ مجھے تو یہ تک خبر نہیں کہ وہ مکان ابھی تک موجود بھی ہے یا نہیں۔ او میرے خدا! یہ سب کتنا تکلیف دہ ہے۔ کاش میں سوچنا بند کر سکتا۔ میں کوئی بات ٹھیک سے نہیں سوچ سکتا۔ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ تونیا؟ میرا خیال ہے میں بیمار ہوں۔ ہمارا کیا حشر ہوگا؟ تمہارا کیا بنے گا تونیا میری جان تونیا؟ اور ساشنکا۔ الیگزینڈر الیگزینڈروچ؟ اور میں؟ او میرے نور ابدی۔ تو نے مجھے فراموش کیوں کر ڈالا؟ او میرے پیارو! بتاؤ۔ بتاؤ۔ ہم ہمیشہ ایک دوسرے سے دور کیوں رہتے ہیں جدا کیوں رہتے ہیں؟ تمہیں ہمیشہ مجھ سے الگ کیوں کر دیا جاتا ہے؟ نہیں نہیں۔ ہم پھر ملیں گے ہم یکجا پھر مل کر رہیں گے۔ ٹھیک ہے نا؟ میری جان۔ میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا خواہ مجھے ساری دنیا میں پیدل ہی کیوں نہ چلنا پڑے۔ میں تمہیں ڈھونڈ کر رہوں گا۔ ہم ایکدوسرے کو ضرور دیکھیں گے۔ ہم ضرور ملیں گے۔ ہم پھر پہلے کی طرح رہیں گے۔ ٹھیک ہے نا؟ لیکن یہ زمین مجھے نگل کیوں نہیں لیتی۔ میں بھی کتنا ظالم ہوں کہ بار بار یہ بھول جاتا ہوں کہ تونیا کے دوسرا بچہ بھی ہونے والا تھا۔ اور یقیناً یہ بچہ ہو چکا ہے۔ یہ پہلا موقع نہیں کہ میں اسے بھول گیا ہوں۔ اس نے اپنے ایام زچگی کیسے گذارے ہوں گے؟ وہ سب ماسکو جاتے ہوئے یہاں یورپاتن میں بھی ٹھہرے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ لارا ان سے واقف نہیں تھی لیکن یہ ایک بالکل اجنبی اور غیر متعلق سی عورت یہ ورزن۔ یہ ہیڈ ڈریسر۔ اس نے ان کے متعلق سب کچھ سن رکھا ہے۔ حیرت ہے لارا نے اپنے

خط میں ان کا ذکر تک نہیں کیا۔ لارا اتنی بے پرواہ اور اتنی بے فکر کیسے ہو سکتی ہے یہ بھی اسی قدر حیرت انگیز ہے جتنا کہ سمیویاتوف سے اس کی واقفیت۔

یوری آندرے وچ نے اب ایک نئی مہم دلچسپی کے ساتھ کمرہ میں چاروں طرف نظر دوڑائی اس کا تمام ساز و سامان اس نامعلوم کرایہ دار کا تھا جو عصر سے غائب اور شاید روپوش ہے اس میں لارا کا کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ سامان اسے اس کے ذوق کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتا سکتا۔ دیواروں پر تصویریں اجنبیوں کی تھیں غالباً یہی وجہ تھی کہ وہ ان اجنبی مردوں اور عورتوں کی محکوم کی تاب نہ لا کر کچھ پریشان سا ہو رہا تھا۔ اسے بے ڈھنگے فرنیچر سے مخالفت کے آثار دکھائی دینے لگے وہ اس سونے کے کمرہ میں خود کو اجنبی اور بن بلایا مہمان محسوس کرنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ میں بھی کتنا بے وقوف ہوں۔ ہمیشہ اس گھر کو بری طرح یاد کرتا رہا۔ میں کتنا احمق ہوں۔ اس کمرہ میں اس طرح نہیں آیا جیسے کسی عام کمرہ میں آیا جاتا ہے۔ بلکہ میں نے تو اس میں قدم رکھتے ہوئے کچھ ایسے محسوس کیا ہے جیسے لارا کی یاد سے معمور دل میں قدم رکھا ہو میں نے کسی دوسرے کو معلوم ہو جائے کہ میں کس طرح سوچتا ہوں تو وہ کیا کہے گا؟ سمیویاتوف جیسے مضبوط عملی۔ محنتی اور خوبصورت آدمیوں کے ذہن سہن۔ بولنے اور کام کرنے کا طریقہ کتنا مختلف ہے۔ تو پھر لارا سے یہ توقع کیونکر کی جا سکتی ہے کہ وہ مجھ جیسے آدمی کو ترجیح دے جو کمزور و ضعیف۔ مبہم۔ تاریک اور غیر قدرتی زبان میں اظہار محبت کرتا ہو؟ کیا لارا کو ان سب پیچیدگیوں اور الجھنوں کی کوئی ضرورت ہے؟ میرے لئے جو کچھ لارا ہے کیا وہ خود بھی وہی کچھ بننا چاہتی ہے؟ اور پھر وہ میری ہوتی کون ہے؟ اوہ۔ اس سوال کا تو میں ہر وقت جواب دے سکتا ہوں۔

موسم بہار کی شام ہر طرف بکھری ہوئی آوازوں سے معمور تھی۔ دور نزدیک ہر طرف سے کھیلتے ہوئے بچوں کی صدائیں آتی رہی تھیں جو اس امر کا ثبوت تھیں کہ ابھی اس خطہ میں زندگی کے آثار باقی ہیں۔ اور یہ وسیع خطہ ماورروس ہے۔ فقید المثال۔ جس کا شہر و چار دانگ عالم میں ہے روس۔ شہیدوں کا گہوارہ۔ سخت جان۔ سخاوت کی انتہا۔ پاگل پن اور غیر ذمہ داری اور محبت کا گہوارہ۔ وہ روس جو ابدی طور پر شان و شکوہ۔ تباہی و بربادی اور غیر متوقع حادثات فکا رگذاریوں کا مرکز بنا رہا ہے۔ اوہ! زندہ۔ ہنا بھی کتنی پیاری چیز ہے۔ زندہ رہنے اور زندگی سے محبت

کرنے میں بھی کتنا لطف آتا ہے؟ زندگی کا شکریہ ادا کرنے کی ابدی تمنا۔ خود اپنے وجود سے اظہارِ تشکر بالکل ایسے جیسے ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کا شکریہ ادا کر رہا ہو۔ اور یہی وہ چیز تھی جس کا نام تھا لارا۔ زندگی اور اپنے وجود سے باتیں نہیں کی جا سکتیں۔ لیکن یہ لارا ان کی نمائندہ تھی۔ ان کا اظہار تھی۔ اسی کی ذات میں زندگی گویا بے زبان اصول حساس اور قابلِ تخاطب صورت اختیار کر گیا تھا۔ اس نے ابھی دل ہی دل میں اسے جو برا بھلا کہا تھا وہ صحیح نہیں تھا۔ یہ شکوک و شبہات ہزار مرتبہ غلط تھے۔ اس کی توہر بات مکمل۔ ہر بات تمام خامیوں سے مبرا تھی۔

زوا گو کی آنکھوں میں محبت اور پچھتاوے کے آنسو بھر آئے۔ اس نے آتشدان کا در کھول کر آگ کو ہلایا جو لکڑیاں پوری طرح جل کر کوئلہ بن رہی تھیں انھیں اس نے کھینچ کر پیچھے ہٹایا اور کم آنچ دینے والی لکڑیوں کو آگے کی طرف کھینچ کر۔ آتشدان کا در کھلا چھوڑ کر وہ شعلوں کے سامنے آگ تاپنے بیٹھ گیا۔ وہ اس روشنی کے کھیل اور اپنے چہرہ اور ہاتھوں کی تمازت سے خوب محظوظ ہو رہا تھا۔ اس حدت و روشنی سے وہ پوری طرح ہوش میں آگیا۔ اسے لارا ناقابلِ برداشت حد تک یاد آنے لگی اور لارا سے اپنی فوری ملاقات کے خیال سے وہ بُری طرح بیتاب ہو کر رہ گیا۔ اس نے لارا کا لکھا ہوا رقعہ جو اب چُرمُر ہو چکا تھا اپنی جیب سے نکالا۔ مڑا ہوا رقعہ اس طرح تھا کہ اس کا کچھ حصہ باہر اور دوسرا حصہ جو وہ پڑھ ہو چکا تھا اندر کی طرف تھا۔ اب اس نے دیکھا کہ رقعہ کی دوسری طرف بھی کچھ لکھا ہوا ہے۔ رقعہ کو سیدھا کر کے اس نے لکڑیوں کی پھڑپھڑاتی روشنی میں اسے پڑھنا شروع کیا۔ لکھا تھا۔

"یقیناً تمھیں معلوم ہوگا کہ تمھارے خاندان پر کیا گذری۔ یہ سب لوگ ماسکو میں ہیں۔ تونیا کے مُنّی سی بیٹی پیدا ہوئی تھی۔" اس کے بعد کئی سطریں لکھ کر کاٹ دی گئی تھیں اور پھر لکھا تھا۔ "میں نے جان کر یہ سطریں کاٹی ہیں کیونکہ اس قسم کی باتیں لکھنے بے وقوفی ہوگی۔ ملاقات ہونے پر ہم پوری طرح بات کریں گے۔ میں جلدی میں ہوں۔ باہر جا رہی ہوں۔ مجھے گھوڑے کی سخت تلاش ہے۔ اگر گھوڑا نہ ملا تو کیا ہوگا؟ کا تنکا کا مسئلہ بھی تو ہے۔" باقی کا فقرہ پڑھا نہیں جا سکا۔ یوری آندریے وچ نے اطمینان سے سوچا۔ سمدیویاتوف سے اسکو گھوڑا مل گیا ہوگا۔ اگر وہ کچھ چھپانا چاہتی تو وہ اس کا تذکرہ ہرگز نہ کرتی۔

(۸)

جب آتشدان گرم ہوگیا تو اس نے ہوا دان بند کر دیا اور کچھ کھانے کی فکر کی۔ اس کے بعد اسے اتنی زور کی نیند آئی کہ وہ کپڑے بدلے بغیر ہی صوفے پر لیٹا اور فوراً ہی سو گیا۔ دیوار اور دروازے کے پار اسے چوہوں کا پریشان کن شور وغل قطعاً سنائی نہیں دیا۔ اور اس عرصے میں اسے یکے بعد دیگرے دو بھیانک خواب آئے۔ اس نے دیکھا کہ وہ ماسکو میں ایک ایسے کمرہ میں ہے جس کا دروازہ شیشے کا ہے۔ اور اس میں تالا لگا ہوا ہے۔ زائد حفاظت کے طور پر اس نے ہینڈل سے اسکو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رکھا تھا۔ دوسری طرف اس کا ننھا سا بیٹا سا شنکا ایک ملّاح کی وردی اور ٹوپی پہنے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے اندر آنے کے لئے منت وسماجت کر رہا تھا۔ بچے کے پیچھے ایک آبشار تھا جس کا پانی اوکر بچے اور دروازہ کو تر بتر کر رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی زبردست شور بھی ہو رہا تھا۔ یا تو یہ پانی کسی پھٹے ہوئے پائپ سے آرہا تھا جیسا کہ اس زمانہ میں ایک عام بات تھی یا پھر یہ دروازہ کسی خوفناک جنگل یا پہاڑی غار سے مکان کو جدا کرتا تھا۔ ایسے غار سے جس میں پانی کی گھڑگھڑاہٹ سردی اور تاریکی انتہا کو پہنچی ہوئی ہو۔ بلندی سے گرتے ہوئے پانی کے شور سے لڑکا بہت سہما ہوا تھا اور کس شور میں لڑکے کی چیخیں گم ہو کر رہ گئیں۔ بیوی آندرے دتچ انداز سے دیکھ رہا تھا کہ وہ بار بار کچھ اس طرح منہ بنا رہا ہے کہ اسے "ڈیڈی۔ ڈیڈی" کہہ کر پکار رہا ہے۔ دل شکستہ آندرے دتچ پوری شدت کے ساتھ چاہتا تھا کہ وہ لڑکے کو اپنے بانہوں میں لے کر اسے بھینچ کر سینے سے لگائے اور جتنا بھی تیز ہو سکے اسے اپنے ساتھ لے کر بھاگ جائے لیکن اس کے باوجود آنسو اس کی آنکھوں سے بہتے رہے۔ اس نے مقفل دروازہ کا دستہ مضبوطی سے اپنے ہاتھوں میں تھامے رکھا۔ باہر کھڑے ہوئے بچے کو اس نے عزت وعبرت کے جھوٹے تصور پر اور ایک دوسری عورت کی طرف سے اپنے آپ پر عائد ہونے والی مبتذل ذمہ داری پر قربان کر دیا۔ اس عورت کی خاطر جو اس بچے کی ماں نہیں تھی اور جو غالباً کسی بھی وقت دوسرے کمرہ سے اس کے کمرہ میں داخل ہو سکتی تھی۔ اتنا خواب دیکھ کر اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ پسینے اور آنسوؤں میں تر بتر تھا۔ اس نے سوچا "مجھے بخار ہو گیا ہے۔ میں بیمار ہوں۔ یہ ٹائفس نہیں ہے۔ یہ تو ایک قسم کی انتہائی نقاہت ہے جو کسی خطرناک بیماری کی صورت اختیار کر سکتی

ہے۔ بیماری بھی ہذیانی نوعیت کی۔ کسی بھی سنگین چھوت کی بیماری کی طرح۔ اور سوال صرف یہ ہے کہ جیتے گا کون۔ زندگی یا موت؟ لیکن مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔ اب میں کچھ نہیں سوچ سکتا۔ اور وہ پھر سو گیا۔

اس نے پھر خواب دیکھا۔ سڑک کے ایک مصروف بازار میں موسم سرما کی تاریک صبح کا وقت تھا علی الصبح کے ٹریفک۔ ٹرالیوں کی گھنٹیوں۔ اور ہفت پوش میلے بازار پر لیمپ کی زردی مائل روشنی سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ انقلاب سے پہلے کا زمانہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا مکان ہے جس کی بے شمار کھڑکیاں ہیں جو سب مکان کی ایک ہی جانب کھلتی تھیں۔ مکان کی بلندی سہ منزلہ عمارت سے زیادہ نہیں تھی اور اس کے بڑے نیچے فرش تک کھینچے ہوئے تھے۔ مکان کے اندر لوگ بالکل مسافروں کی طرح پورے کپڑے پہنے سوئے ہوئے تھے۔ اور یہ کمرے ریل کے ڈبہ کی طرح غلیظ تھے جس میں مُردنی کی چھٹی ہوئی ٹانگیں اور دوسری ہڈیاں۔ کھانے پینے کی بچی کھچی اشیا اخباروں کے چکنے کاغذوں پر ادھر اُدھر بکھری پڑی تھیں۔ اس مکان میں بسیرا کرنے والے تمام دوستوں۔ رشتہ داروں۔ ملاقاتیوں اور بے گھر لوگوں کے جوتے جو انھوں نے رات کے وقت سونے کے لئے کھول دیئے تھے فرش پر پھیلے ہوئے تھے۔ میزبان لارا جس نے جلدی میں اپنی کمر کے گرد گاؤن باندھ لیا تھا ایک سے دوسرے کمرے میں تیزی اور خاموشی کے ساتھ آ جا رہی تھی۔ وہ برق رفتاری سے گھر کے کام کاج کر رہی تھی اور وہ (ڈاکٹر) اس کے پیچھے پیچھے واہیات اور بے تکی باتیں بڑبڑاتا ہوا پھر رہا تھا اور بالکل مسخرہ دکھائی دیتا تھا۔ لیکن لارا کو اس بات کی ذرا بھی فرصت نہ تھی کہ وہ اس کی غیر متعلق بڑبڑاہٹ کو سنتی یا اہمیت دیتی۔ ہاں البتہ کبھی کبھی وہ اس کی طرف ذرا مڑ کر دیکھتی یا پھر بہت اطمینان کے ساتھ کچھ الجھی ہوئی نظر سے اس کی طرف دیکھ کر ایک بے مثال۔ مخلصانہ اور نقرئی قہقہہ بلند کر دیتی۔ دونوں کے درمیان اگر کوئی بے تکلفی باقی رہ گئی تھی تو بس صرف اسی حد تک۔ اور یہ عورت۔ اُف۔ خدا کی پناہ۔ اس سے کتنی دور تھی۔ کتنی سرد مہر تھی۔ کتنی خوبصورت اور پُرکشش تھی۔ اس نے اس عورت پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ اس نے دنیا کی ہر چیز پر اس عورت کو ترجیح دی تھی اس کے سامنے اس عورت کے مقابلہ پر دنیا کی ہر چیز ہیچ تھی۔

(۹)

اس کے اندر جو چیز دوڑ رہی تھی بے سکیاں بھر رہی تھی وہ خود اس کی ذات نہیں تھی بلکہ اس کی ذات سے بھی کوئی عظیم تر چیز تھی جو تاریکی میں فاسفورس کے سے روشن الفاظ میں چمک رہی تھی۔ اس گریہ کناں لمحے کے ساتھ اس نے بھی رونا شروع کر دیا۔ اسے اپنے آپ پر ترس آنے لگا۔ نیند۔ ہذیان۔ اور بے ہوشی کے درمیان جب اسے ذرا دیر کے لئے ہوش آتا تو وہ محسوس کرنے لگتا: "میں بیمار ہوں۔ مجھے کسی خاص قسم کا انفلوئنس ہو گیا ہے جس کا کتابوں میں ذکر نہیں ہے جس کے بارے میں ہم نے کچھ نہیں پڑھا۔ مجھے کچھ کھانا چاہئے ورنہ میں بھوکا مر جاؤں گا۔" لیکن جونہی وہ اپنی کہنیاں ٹیک کر اٹھنے کی کوشش کرتا اسے پتہ چلتا کہ وہ تو حرکت تک کرنے کے قابل نہیں ہے اس کے بعد وہ بے ہوش ہو جاتا یا اسے پھر نیند آ جاتی۔ اسی طرح ایک دفعہ جاگ کے ہوش آیا تو اس نے سوچا: "میں یہاں کتنی دیر سے لیٹا ہوا ہوں؟ کتنے گھنٹے سے؟ کتنے دنوں سے؟ جب میں لیٹا تھا تو موسم بہار کا آغاز تھا لیکن اب کھڑکیوں پر اتنی گہری برف کی تہہ جمی ہوئی ہے کہ کمرہ میں تاریکی ہو گئی۔ ادھر باورچی خانہ سے چوہوں کے دوڑنے بھاگنے کی آوازیں آ رہی تھیں جو دیواروں اور فرش پر اچھلنے کودنے کا تاثر دینے والی عورت جیسی مہین آوازیں نکال رہے تھے۔ وہ پھر سو گیا۔ اور جب دوبارہ آنکھ کھولی تو دیکھا کہ برف سے ڈھکی ہوئی کھڑکی سے گلابی روشنی چھن چھن کر آ رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شیشے کے گلاس میں سرخ شراب چھلک رہی ہے۔ وہ سوچ رہا تھا یہ صبح سویرے کا وقت ہے یا شام کا جھٹپٹا۔ ایک مرتبہ اس نے محسوس کیا جیسے اس کے قریب سے آوازیں آ رہی ہوں۔ وہ سہم کر رہ گیا۔ اس نے سمجھا کہ وہ پاگل ہو رہا ہے۔ اپنے آپ پر ترس کھاتے ہوئے اس نے بے آواز سرگوشی کے انداز میں شکایت کی کہ قدرت نے اسے اکیلا چھوڑ دیا ہے "اے نورِ ابدی۔ تو نے مجھے بھٹکنے کے لئے کیوں چھوڑ دیا ہے۔ تو نے مجھے جہنم کی اس تاریکی میں کیوں دھکیل دیا ہے؟" معاً اس نے محسوس کیا کہ اس پر ہذیان کی کیفیت طاری نہیں ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ اس نے وہ کپڑے نہیں پہن رکھے تھے جو اس نے لیٹتے وقت پہن رکھے تھے۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کا منہ ہاتھ دھلایا گیا ہے۔ اس کو نئی قمیص پہنائی گئی ہے۔ وہ صوفہ پر نہیں بلکہ ایک نئی مسہری پر لیٹا ہوا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کے قریب۔ اس پر جھکے ہوئے۔ اس کے بالوں سے اپنی دراز زلفوں کو مس کرتے ہوئے اور اپنی آنکھوں سے آنسو ٹھلکاتے ہوئے

لارا وہاں بیٹھی تھی۔ مارے خوشی کے وہ غش کھا گیا۔

(۱۰)

اس نے ابھی ابھی شکایت کی تھی کہ قدرت نے اسے بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ لیکن اب قدرت کے تمام ترکش اس کے بستر علالت پر جلوہ گر تھے۔ زمین و آسمان اس پر جھکے ہوئے تھے۔ اور یہ بھی اس صورت میں کہ ایک حسینہ کے سفید اور مضبوط بازو اسے تھامے ہوئے تھے۔ مارے خوشی کے اس کا سر چکرا گیا۔ غش کھا جانے والے آدمی کی طرح وہ سکون و اطمینان کے اتھاہ سمندر میں ڈوب کر رہ گیا۔ اس نے ساری زندگی بے حد مصروف گذاری تھی۔ گھر کے کام کاج کئے۔ مریضوں کی دیکھ بھال کی۔ سوچتا رہا۔ پڑھتا رہا اور لکھتا رہا۔ لیکن اب سارے کام ترک کر کے۔ جدوجہد اور سوچنے کی زحمت گوارا کرنے سے نجات حاصل کر کے کتنا اطمینان نصیب ہو رہا تھا۔ ہر کام قدرت پر چھوڑنے میں بھی کتنا مزا ہے۔ یہ ساری دنیا قدرت کی بنائی ہوئی اور اسی کی ذمہ داری ہے۔ یہ ساری دنیا اسی کے خوبصورت۔ شاندار اور مترحم ہاتھوں کا کارنامہ ہے۔

زواگو نیزی کے ساتھ صحت مند ہو گیا۔ لارا اسے کھانا کھلاتی۔ اس کے آرام و آسائش کا انتظام کرتی۔ لارا چوبیس گھنٹے اسکی تیمارداری میں گذارتی۔ وہ ہر وقت چہکتا ہوا کر دینے والے حسن کے جلو لئے کبھی سوال کرتی۔ کبھی جواب دیتی۔ یا پھر کبھی اپنی ملائم اور گرم سانسوں کی آواز میں سرگوشیاں کرتے ہر وقت اس کے ارد گرد منڈلاتی رہتی۔ ان کی دبی دبی باتیں جو کبھی کبھار ہوتی تھیں اتنی ہی معنی خیز تھیں جتنے کہ افلاطون کے مکالمات۔ ان کی بہت سی باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں۔ باقی دنیا سے وہ جتنے مختلف تھے اتنے ہی وہ آپس میں مشترک تھے۔ انھیں آج کے روایتی جدید انسان سے نفرت تھی۔ طوطے کی رٹ کی طرح ان کے تعریف کرنے کے طریقہ سے نفرت تھی۔ ان کے چیخ پکار سے اپج جوش و خروش سے نفرت تھی۔ وہ ادب کے میدان میں اور سائنس کے میدان میں جس طرح متضاد قول و فعل کی علمبرداری کرتے تھے اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ صحیح معنوں میں جنیس قسم کے افراد کی تعداد کو بے حد محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے سے گہری محبت تھی بیشتر افراد اس جذبہ کی خصوصیات سے باخبر ہوئے بغیر ایک دوسرے سے محبت کرنے لگتے ہیں لیکن زواگو اور لارا عام لوگوں سے بہت مختلف تھے۔ ان پر جب جوش محبت غالب

آنا ۔ اور ابدیت کے ایک سانس کی طرح ان کے انسانی وجود پر چھا جاتا تو ان کے لئے یہ ایک الہام دور ثابت ہوتا وہ اس مختصر سے وقفہ میں مسلسل اپنے آپ اور زندگی کے متعلق نئی نئی باتیں دریافت کرتے۔

(۱۱)

"ہاں ہاں۔ ضرور تمھیں اپنے خاندان کے پاس واپس جانا چاہیئے۔ میں ضرورت سے زیادہ تمہیں ایکدن بھی یہاں نہیں روکوں گی۔ لیکن ذرا یہ تو غور کرو کہ ہو کیا رہا ہے؟ جونہی ہم سوویت روس کا حصہ بنے ہمیں اسکی تباہیوں نے چوس لیا۔ خود کو زندہ رکھنے کے لئے وہ ہم سے سب کچھ لے جاتے ہیں۔ تمھیں نہیں معلوم کہ تمھاری بیماری کے دوران ہی یوریاتن کا شہر کتنا بدل گیا ہے۔ ہماری رسد کا سارا سامان ماسکو بھیجدیا جاتا ہے اور ان کے لئے تو یہ سمندر میں ایک قطرہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ سارا سامان ایک گہرے گڑھے میں گر جاتا ہے اور ادھر ہمارے لئے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ ڈاک غائب۔ مسافروں کی آمد و رفت کا سلسلہ بند۔ ساری کی ساری گاڑیاں روٹی اِدھر سے اُدھر پہنچانے کے لئے استعمال کی جارہی ہیں۔ شہر میں ایکبار پھر اسی طرح چیخ و پکار کر رہے ہیں جس طرح ہیدا کی بغاوت کے زمانہ میں ہوا تھا۔ اور ایک بار پھر ٹاٹائی کے شاگرد معمولی سی بے چینی کو کچلنے کے لئے آمادہ ہیں۔ لیکن تم سفر کیسے کر سکتے ہو۔ تم تو ہڈیوں کا پنجر بنے ہوئے ہو۔ کیا تم پیدل سفر کرنے کی سوچ رہے ہو؟ کبھی نہیں پہنچ پاؤ گے۔ ذرا جان آجائے پھر چلے جانا۔ میں تمھیں نصیحت تو نہیں کر سکتی۔ تاہم پھر بھی یہ ضرور کہوں گی کہ اگر میں تمھاری جگہ ہوتی تو فی الحال کہیں کام کاج کی تلاش کرتی۔ تم ڈاکٹری کرو۔ یہاں یہ لوگ ابھی اسے پسند کریں گے ممکن ہے تمھیں علاقائی محکمہ صحت میں کوئی کام مل جائے۔ تمھیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا تمھارا باپ سائبیریا کا ایک کروڑپتی تھا جس نے خودکشی کر لی۔ تمھاری بیوی ایک مقامی زمیندار اور صنعت کار کی بیٹی ہے۔ تم ہنگامی فوج کے ساتھ تھے اور وہاں سے بھاگ آئے۔ تمھارا مسئلہ بہت ٹیڑھا ہے۔ تم انقلابی فوج سے بھاگ کر آئے ہو۔ تم مفرور فوجی ہو۔ تمھیں تو کسی بھی صورت میں بے کار نہیں پھرنا چاہیئے۔ میری حالت خود کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے۔ مجھے بھی کوئی کام ضرور کرنا ہوگا۔ یوں سمجھو کہ میں تو ایک آتش فشاں کے دہانہ پر بیٹھی ہوں۔"

"تمھارا کیا مطلب ہے اس سے؟ اسٹریلنیکوف کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟"

"اسی کے باعث تو یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ میں نے تمھیں پہلے ہی کہا تھا کہ اس کے بہت سے دشمن ہیں۔ اب جب کہ سُرخ فوج کو فتح حاصل ہو چکی ہے وہ سپاہی اور افسر جو کمیونسٹ پارٹی کے ممبر نہیں تھے مگر فوجی لیاقت اور فتوحات کے باعث چوٹی تک پہنچ گئے تھے اور جنھیں سب کچھ معلوم تھا اب ان کی مصیبت آگئی ہے۔ ان کی تو یہی خوش قسمتی ہوگی کہ انھیں صرف برطرف کر دیا جائے۔ خطرہ ہے کہ کہیں ان کا نام و نشان مٹانے کے لئے انھیں قتل نہ کر دیا جائے۔ پاشا کی حالت تو اور بھی خراب ہے۔ اسے زبردست خطرہ کا سامنا ہے۔ تمھیں معلوم ہے وہ مشرقی محاذ پر آگیا تھا۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ بھاگ کر کہیں روپوش ہو گیا ہے۔ اور یہ لوگ اس کی تلاش میں ہیں۔ مگر نہیں۔ ہمیں اس کا تذکرہ بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ مجھے رونے سے سخت نفرت ہے۔ لیکن اگر میں نے اب اس کے بارے میں ایک بھی بات اور کی تو میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگوں گی۔"

"تمھیں اس سے بے حد محبت تھی۔ اب بھی ہے نا؟"

"میں نے اس سے شادی کی۔ یورووچکا! وہ میرا شوہر ہے۔ وہ ایک صاف گو آدمی اور تابناک شخصیت کا حامل ہے۔ سارا قصور میرا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے اسے کبھی کوئی نقصان پہنچایا۔ یہ کہنا تو بالکل غلط ہوگا وہ ایک ممتاز۔ منفرد۔ اور عظیم آدمی ہے۔ وہ بہت مضبوط کردار کا آدمی ہے۔ لیکن میں بہت بُری ہوں۔ اس کے مقابلہ میں میری تو کوئی حیثیت ہی نہیں یہی دراصل میرا قصور ہے۔ لیکن نہیں نہیں۔ ہمیں اس کے بارے میں باتیں کرنے کی ضرورت نہیں میں وعدہ کرتی ہوں۔ پھر کبھی میں تمھیں اس سلسلہ میں سب کچھ بتا دوں گی۔ اور ہاں! تمھاری تونیا کتنی پیاری ہے۔ تمھارے بچہ کی پیدائش کے موقع پر میں وہاں گئی تھی۔ ہم دونوں میں خوب گاڑھی چھنی۔ لیکن میرا خیال ہے فی الحال ہمیں اس موضوع پر بھی بات نہیں کرنی چاہیئے۔

ہاں! تو میں کہہ رہی تھی کہ ہم دونوں کو ملازمت ڈھونڈنی چاہیئے۔ ہم ہر روز صبح کام پر جایا کریں گے اور مہینے کے آخر میں ہم کروڑوں اربوں روبل کی تعداد میں تنخواہیں وصول کیا کریں گے۔ جانتے ہو ابھی کچھ دن پہلے تک سائبیریا کے پرانے بنک نوٹ یہاں چل رہے تھے پھر انھیں

منسوخ کر دیا گیا اور اس پورے عرصہ میں جب کہ تم ہمارے پاس نام کو بھی کرنسی نہیں تھی۔ ذرا سوچو تو لیکن ہم نے پھر بھی کسی نہ کسی طرح گذارہ کر ہی لیا۔ اب ان لوگوں کا کہنا ہے کہ نئے نوٹوں سے لدی ہوئی ایک پوری ریلوے ٹرین یہاں پہنچ گئی ہے۔ ریل کے چالیس ڈبوں میں یہ نوٹ بھرے ہوئے تھے۔ یہ نوٹ کاغذ کے بڑے بڑے پرچوں پر سرخ اور نیلے رنگوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور ان پر ڈاک کے ٹکٹوں کی طرح چھوٹے چھوٹے چار خانے بنے ہوتے ہیں۔ ہر نیلے خانے کی قیمت پچاس لاکھ روبل ہے اور ہر سرخ خانے کی مالیت ایک کروڑ روبل۔ چھپائی بے حد خراب ہے۔ اور رنگ جلد ہی اڑنے لگتا ہے۔"

"ہاں۔ ہاں۔ میں نے یہ نوٹ دیکھے ہیں۔ اسکو سے ہماری روانگی سے چند روز قبل ہی یہ نوٹ جاری کئے گئے تھے۔"

(۱۲)

"تم واری کینو میں اتنی دیر تک کیوں رہیں۔؟ وہاں کوئی رہتا ہے کیا؟ میرا خیال تو تھا کہ وہاں اب کوئی بھی نہیں بسا۔ یہ جگہ سنسان پڑی ہے آخر تمہیں وہاں اتنی دیر کیوں لگی؟"

"میں کاتنکا کے ساتھ مل کر وہاں تمہارا مکان صاف کر رہی تھی۔ میرا خیال تھا سب سے پہلے تم وہاں جاؤ گے اور نہیں چاہتی تھی کہ تم اسے ناگفتہ بہ حالت میں دیکھو۔"

"کیا مطلب؟ ناگفتہ بہ حالت۔ آخر کیوں؟"

"اس لئے کہ یہ مکان بہت خراب خستہ اور گندہ تھا۔ میں نے جا کر اسے صاف کر دیا۔"

"تم اس اختصار سے کام لیتے ہوئے مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔ کوئی بات ہے جو تم مجھے بتلانے سے گریز کر رہی ہو۔ بہر حال جو تمہاری مرضی۔ میں تمہیں کوئی بات بتلانے پر مجبور نہیں کروں گا۔ مجھے تو نیا کے بارے میں تو بتاؤ۔ ننھی منی بیٹی کا انھوں نے کیا نام رکھا ہے؟"

"ماشا۔ تمہاری والدہ کی یاد میں۔"

"اسے مجھے ان لوگوں کے متعلق ذرا تفصیل سے بتاؤ۔"

"نہیں نہیں۔ ابھی نہیں۔ میں پہلے ہی بتا چکی ہوں۔ ابھی تک میں روئے بغیر اس موضوع پر بات نہیں کر سکتی۔"

"یہ سمدیوا توف۔ جس نے تمہیں گھوڑا دیا تھا۔ بہت ہی دلچسپ آدمی ہے۔ کیا رائے ہے

تمھاری؟"

"ہاں۔ بہت دلچسپ"

"معلوم ہے میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں جب ہم وہاں رہتے تھے تو وہ اکثر آتا تھا۔ ہم نئے نئے آئے تھے اور اس نے وہاں ہمیں آباد کرنے میں بہت مدد دی۔"

"مجھے خبر ہے۔ اس نے مجھے سب کچھ بتا دیا تھا۔"

"تم دونوں ایک دوسرے کے بہت قریبی دوست ہو گئے۔ کیا وہ تمھاری بھی مدد کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟"

"ہاں۔ اس نے مجھ پر عنایتوں اور مہربانیوں کی بارش ہی کر رکھی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے بغیر میرا کیا حشر ہوتا۔"

"میں سمجھتا ہوں۔ میرا خیال ہے تمھارے اس سے بہت بے تکلفانہ اور کامریڈوں جیسے تعلقات ہیں۔ کیا وہ ہر وقت تمھارے پیچھے بھاگتا ہے۔ تمھاری خدمت کرتا ہے؟"

"ہر وقت۔ قدرتی بات ہے۔"

"اور تم بھی اسے پسند کرتی ہو۔ معاف کرنا۔ مجھے تم سے یہ سوال نہیں پوچھنا چاہیئے تھا۔ مجھے اس قسم کے سوالات کرنے کا کوئی حق نہیں ہے بہت زیادتی ہوئی مجھ سے۔ میں معافی چاہتا ہوں۔"

"ایسے نہیں۔ کوئی بات نہیں۔ میرا خیال ہے تم دراصل یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ ہمارے تعلقات کس نوعیت کے ہیں؟ کیا ہمارے درمیان محض دوستی سے زیادہ بھی کوئی بات ہو سکتی ہے؟ یقین کرو اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اس نے میرے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ میں اس کی ممنونِ احسان ہوں لیکن اگر وہ میرے وزن کے برابر تول کر سونا بھی دے۔ اگر وہ اپنی جان بھی دے دے تو بھی میں اس سے زیادہ ایک قدم اس کے اور قریب نہیں ہونگی۔ میں نے اس قسم کے لوگوں کو ہمیشہ ناپسند کیا ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے میری کوئی بات مشترک نہیں ہے۔ یہ بالاتر۔ خود اعتمادی سے پُر اور کامیاب قسم کے افراد کی طور پر بہت عمدہ و اچھے ہوتے ہیں مگر احساسات کے معاملوں میں اس گستاخی اور جارحانہ برتری سے زیادہ بھیانک کسی دوسری شے کو نہیں سمجھتی۔ لیکن یہ کچھ لونا زندگی اور محبت کے متعلق یہ میرا فلسفہ نہیں

ہے۔ ہاں خلاق عت بارے نفیس کے ذکر سے مجھے کسی اور کی یاد آگئی۔ ایک ایسے آدمی کی بات جس سے مجھے اوبھی نفرت ہے۔ یہ اسی کا تصور ہے کہ آج میری یہ حالت ہے جو تم دیکھ رہے ہو:

"میں سمجھا نہیں۔ تم اپنے آپ کو کیا سمجھتی ہو؟ تمھارے دل میں ہے کیا؟ مجھے بتاؤ تم تو دنیا کی بہترین شخصیت ہو:"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ نوید چچا! میں سنجیدگی سے بات کر رہی ہوں۔ اور تم میری تعریفیں کر رہے ہو۔ جیسے ہم کوئی رسمی ملاقات کرنے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوں۔ میں ہوں کیا؟ میں کیسی ہوں؟ میرے اندر احساس شکست انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ میری ساری زندگی کچھ شکست خوردہ سی ہو کر رہ گئی ہے۔ ٹوٹ کر رہ گئی ہے۔ میں نے زندگی کی اصل کو وقت سے پہلے ہی پا لیا۔ مجھے اس پر مجبور کر دیا گیا تھا مجھے زندگی کو اس کے بدترین پہلو سے دیکھنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ زندگی کا گھٹیا اور مسخ پہلو — اور وہ بھی ایک خود پرست، متعفن مفت خورے کی آنکھوں سے جس نے ہر چیز سے پورا فائدہ اٹھایا اور جو اس کے جی میں آیا اس کے ساتھ کیا:"

"میرا خیال ہے میں سمجھ گیا ہوں۔ سچ کہا تھا کہ کچھ نہ کچھ ہے ضرور۔ ہاں لیکن ذرا ٹھہرو۔ میں تمھارے بچپن کے آلام کا تصور کر سکتا ہوں۔ ایک ایسا ابتلا جو اس وقت تمھاری عمر سے کہیں زیادہ تھا۔ تمھاری ناتجربہ کاری کی تباہ کاریاں۔ ایک نوعمر لڑکی کے جذبہ عفت شعاری کے لئے بدترین صدمات مجھے ان سب کا احساس ہے۔ میں جانتا ہوں۔ مگر یہ سب گئی گذری باتیں ہیں۔ میں اب صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اب تمھیں ان پرانی باتوں کو سوچ کر اداس نہ ہونا چاہیئے۔ خود کو رنج و غم میں مبتلا نہ کرنا چاہیئے۔ یہ کام تو ان لوگوں کا ہے جو تم سے محبت کرتے ہیں۔ مجھ جیسے لوگوں کا۔ اے لارا یہ تو مجھے چاہیئے کہ میں اپنے بال نوچ لوں۔ اس بات کا تصور کر کے کہ اگر تم واقعی ماضی سے پریشان ہو تو اس وقت میں کیوں نہ وہاں ہوا۔ میں کیوں نہ وہاں پہنچ کر تمھیں بچا سکا۔

عجیب بات ہے یہ بھی۔ میرا خیال ہے میں انتہائی خطرناک حد تک حاسد و رقیب ہو سکتا ہوں۔ لیکن اپنے سے گھٹیا لوگوں سے۔ ان لوگوں سے جن کی مجھ سے کوئی بات مشترک نہیں ہے۔ ان لوگوں سے جن کو دیکھ کر مجھ میں عجیب و غریب جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے اگر کوئی ایسا آدمی جسے میں جانتا ہوں اور پسند کرتا ہوں اس عورت سے محبت کرے جس سے مجھے بھی محبت ہے تو پھر مجھے زیبا

شکایت نہ ہوگی۔ میں اس سے کبھی جھگڑنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ بلکہ اس کے برعکس میں اس کو ایک اندوہناک بادوارہ تعلق محسوس کروں گا۔ اور یہ بات تو قدرتی طور پر واضح ہے کہ میں اس عورت کی محبت میں جسے میں چاہتا ہوں دوسرا حصہ دار یا شریک برداشت نہیں کروں گا۔ لیکن میں اسے چھوڑ سکتا ہوں۔ اور پھر میری جو حالت ہوگی وہ ایک رقیب سے بالکل مختلف ہوگی۔ اس میں غصہ اور جوش کا عنصر بہت کم ہوگا۔ اسکی ایک مثال یوں سمجھ لو کہ میری ملاقات ایک ایسے آرٹسٹ سے ہوتی ہے جو وہی کام کر رہا ہے جو میں کر رہا ہوں۔ بلکہ وہ یہ کام مجھ سے بہتر کر رہا ہے غالباً اس کے بعد میں اپنی کوششوں کو ترک کر دوں گا۔ میں اسکی کاوشوں کو دہرانا پسند نہیں کروں گا اور اگر وہ آرٹسٹ تصویر مجھ سے بہتر بنا رہا ہے تو ویسے بھی میرے لئے یہ کہاں کی عقلمندی ہوگی کہ میں اس تصویر پر دماغ سوزی کرتا رہوں؟ لیکن ہم اس موضوع پر تو بات نہیں کر رہے تھے۔ اگر تم اس قسم کی شکایات نہ کرتیں اور اتنا افسوس ظاہر نہ کرتیں تو شاید میں تم سے اتنی محبت نہ کرتا جتنی کہ اب کرتا ہوں۔ میں ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جنھوں نے کبھی کوئی غلطی نہ کی ہو جو کبھی ٹھوکر کھا کر نہ گرے ہوں۔ ایسے لوگوں کی خوبیاں بے جان ہیں۔ ان کی کوئی قیمت نہیں۔ زندگی نے ان پر اپنے جمال و رعنائی کو آشکار نہیں کیا۔"

"اسی حسن و رعنائی کے بارے میں تو میں سوچ رہی تھی۔ مجھے خیال ہے اسے دیکھنے کے لئے مضبوط قوت خیال کی ضرورت ہے۔ بصیرت بچے کی سی ہونی چاہیئے۔ اور اسی چیز سے مجھے محروم کر دیا گیا تھا۔ اگر میں شروع ہی سے کسی کے بیہودہ نظریات کے تصور کا شکار نہ ہوتی تو شاید پھر میں ابتدا ہی سے زندگی کے متعلق اپنا کوئی معقول نظریہ قائم کر سکتی۔ اور پھر یہی نہیں۔ میری عمر کے پہلے حصہ میں ایسے غلط، مخرب اخلاق اور خود غرض عناصر کے نفوذ پا جانے کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ بعد میں جب میں نے ایک ایسے آدمی سے شادی کی جو واقعی ایک بڑا آدمی تھا اور خوبیوں کا مالک تھا اور جو مجھ سے محبت کرتا تھا اور جس سے میں محبت کرتی تھی تو ہماری شادی پھر بھی ناکام ہو کر رہ گئی۔"

"اس سے پہلے کہ تم اپنے شوہر کی مجھ سے بات کرو۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ میں اس سے قطعاً نہیں جلتی۔ میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میں صرف ان لوگوں سے جلتا ہوں جو مجھ سے گھٹیا ہیں

اپنے برابر والوں سے میں کبھی نہیں جلتا - ہاں تو ذرا مجھے اس آدمی کے متعلق بتاؤ -

"کون سے آدمی کے متعلق ؟"

"وہ خبیث جس نے تمھاری زندگی کو تباہ کیا - کون تھا ؟"

"ماسکو کا ایک خاص مشہور وکیل - میرے باپ کا ایک دوست - جب ہمارے والد کا انتقال ہوگیا اور ہماری حالت بہت خراب ہوگئی تو اس نے میری والدہ کو مالی امداد پہنچائی - یہ آدمی حیز شادی شدہ اور امیر تھا - میں نے اسکی اتنی بڑائیاں کر کے غالباً اسے کہیں زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے جتنا کہ وہ واقعی ہے لیکن وہ کوئی عام آدمی بھی نہیں تھا - اگر تم چاہو تو میں تمھیں اس کا نام بھی بتا دوں "

"اسکی ضرورت نہیں - مجھے معلوم ہے - میں نے اسے ایک مرتبہ دیکھا تھا "

"واقعی ؟"

"ہوٹل کے ایک کمرہ میں جب تمھاری ماں نے زہر کھایا تھا - بہت رات گئے کا واقعہ ہے - تم اور میں دونوں ان دنوں اسکول میں پڑھتے تھے "

"اوہ - مجھے یاد آیا - تم کسی دوسرے شخص کے ساتھ وہاں آئے تھے - اور ہال کے راستے میں تم لوگ ذرا سایہ میں کھڑے تھے - شاید میں خود یہ یاد نہ رکھ سکتی لیکن میرا خیال ہے کہ تم نے ایک مرتبہ غالباً مجھے اس کی یاد دلائی تھی - شاید یہ میوکیز یو کی بات ہے "

"کوما روو سکی تھا وہاں پر "

"کیا واقعی ؟ بہت ممکن ہے ہم دونوں کے لئے ایک ہی جگہ موجود ہونا کوئی انوکھی بات نہیں تھی - ہم اکثر ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہا کرتے تھے "

"لیکن تم شرما کیوں رہی ہو ؟"

"کوما روو سکی کا نام تمھاری زبان سے سن کر - میں اب یہ نام سننے کی عادی نہیں ہوں - میں تو حیرت میں رہ گئی "

"اس رات میرا ایک ہم جماعت میرے ساتھ گیا تھا اور اس نے ہوٹل میں مجھے یہ سب کچھ بتایا تھا - اس نے کوما روو سکی کو پہچان لیا اور کہا کہ اس نے پہلے بھی اس شخص کو دیکھا ہے - اس لڑکے

نے اپنے بچپن میں ایک ریل گاڑی میں سفر کرتے ہوئے میرے کروڑ پتی صنعت کار والد کو خودکشی کرتے دیکھا تھا۔ اس لڑکے کا نام میشا گارڈن تھا۔ وہ بھی اسی گاڑی میں تھے۔ میرے والد دفعتہ چلتی ریل گاڑی سے کودے اور ہلاک ہو گئے۔ اس سفر میں کم آرووسکی ان کے ساتھ تھا۔ یہ شخص میرے والد کا وکیل تھا۔ اس نے میرے باپ کو خوب شراب پلائی۔ اس کے کاروبار کو تباہ کرایا۔ اسے دیوالیہ پن کی حد تک پہنچایا۔ اور آخر کار اسے خودکشی پر مجبور کر دیا۔ یہ اس شخص کم آرووسکی کا قصور تھا کہ میرے والد نے خودکشی کی اور میں یتیم ہو کر رہ گیا۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ناممکن ہے۔ کیا واقعی یہ صحیح ہے؟ تو تمھاری مصیبتوں کے باعث بھی یہی شخص ہے۔ اب ہم ایک دوسرے سے اور بھی قریب آ گئے ہیں۔ قدرت کو یہی منظور تھا۔"

"ہاں یہی وہ آدمی ہے جس سے میں ہمیشہ ہمیشہ جلتا رہوں گا۔ اس کا کوئی علاج نہیں۔ میں پاگل پن کی حد تک اس سے نفرت کرتا رہوں گا۔"

"تم ایسی باتیں نہیں کہہ سکتے۔ صرف یہی نہیں کہ میں اس سے محبت نہیں کرتی بلکہ میں تو اس سے نفرت کرتی ہوں۔"

"کیا تم اپنے آپ سے اتنی ہی واقف ہو؟ انسانی فطرت اور خاص طور پر عورت کی فطرت تو بے حد پُراسرار ہے۔ متضاد باتوں سے لبریز۔ غالباً تمھاری اس نفرت میں کوئی ایسی بات بھی پوشیدہ ہے جو تمھیں اس سے مرعوب کیے رکھتی ہے۔ اس شخص سے بھی زیادہ تم اس کی غلام ہو جس سے تم بغیر کسی دباؤ کے اپنی مرضی سے محبت کرتی ہو۔"

"کیسی خوفناک باتیں کر رہے ہو تم۔ لیکن تم جس طرح اطمینان کے ساتھ یہ باتیں کہہ رہے ہو خواہ یہ کتنا ہی غیر قدرتی کیوں نہ ہو۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ تم بالکل صحیح ہو۔ لیکن کتنی بھیانک ہے یہ حقیقت!"

"گھبراؤ نہیں۔ میری باتوں پر نہ جاؤ۔ میرا مطلب یہ تھا کہ میں ایک تاریک۔ بے خبر اور غافل عنصر خلاف عقل و منطق۔ اور کسی انتباہ پر چیز سے جلتا ہوں۔ خار کھاتا ہوں۔ میں تمھارے سامان آرائش کا نقیب ہوں۔ تمھاری جلد پر پسینے کے قطروں کو دیکھ کر جلتا ہوں۔ میں ان حیاتیم سے جلتا ہوں جو تمھاری سانسوں کے ساتھ تمھارے جسم میں جا کر تمھارے خون میں گھل مل جاتے ہیں اور زہریلا مادہ پیدا

کرتے ہیں اور میں کو مار دوں گی سے حسد کرتا ہوں ایسے سمجھ کر جیسے وہ متعدی مرض ہو۔ ایک نہ ایک دن وہ تمھیں مجھ سے چھین کر لے جائے گا۔ اتنے ہی یقین کے ساتھ جتنے یقین کے ساتھ موت ایک نہ ایک دن ہمیں ایکدوسرے سے الگ کر دیگی۔ اس وقت یہ امکان بہت دھندلا اور الجھا ہوا دکھائی دے رہا ہوگا لیکن میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ اسے بیان نہیں کر سکتا۔ میں جنون کی حد تک تم سے محبت کرتا ہوں۔ میرا عشق عقل منطق کے خلاف ہے بے پایاں اور بے حد و حساب ہے۔

(۱۳)

"مجھے اپنے شوہر کے متعلق کچھ اور بتاؤ ——

"وہ میری بدقسمتی کا نوشتہ بن گیا ہے" —— جیسا کہ شیکسپیئر نے کہا ہے۔

"اس نے یہ کہاں کہا ہے؟"

"رومیو جولیٹ میں"

"میں نے ملیز یو میں تمھیں بہت کچھ بتا دیا تھا جب کہ میں اسکی تلاش میں تھی۔ اور پھر دوبارہ یہاں جب مجھے معلوم ہوا کہ کس طرح اس کے آدمیوں نے تمھیں گرفتار کیا اور تمھیں اس کی ٹرین میں لے گئے میں تمھیں بتانا چاہتی ہوں اور شاید میں تمھیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میں نے ایکبار کیسے اسے دور سے اس وقت دیکھا جبکہ وہ اپنی کار میں سوار ہو رہا تھا۔ مگر تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کے گزر کتنے بار دی گا رڈینیز گے۔ میں نے دیکھا اور محسوس کیا کہ اس میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ وہی خوبصورت۔ ایماندارانہ اور پُرعزم چہرہ۔ میں نے اپنی زندگی میں اس سے زیادہ ایماندار چہرہ نہیں دیکھا۔ وہی مردانہ اور باعزت کردار۔ اور قد و قامت۔ کسی سے عقیدت مندانہ لگاؤ یا تضحیک نام کو نہیں۔ اس کے باوجود میں نے ایک فرق محسوس کیا جس سے میں پریشان ہو کر رہ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی غیر مرئی یا خیالی چیز اس کے چہرہ سے گذر گئی ہو۔ اور اس کا چہرہ اب بالکل بے رونق ہو کر رہ گیا تھا۔ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ کسی انسان کا ایک زندہ چہرہ کسی اصول کا مظہر یا کسی نظریہ کا مجسمہ بن گیا ہے یہ دیکھتے ہی میرا دل ڈوبنے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کا یہ حشر اس لئے ہوا ہے کیونکہ اس نے خود کو ایک اعلیٰ طاقت کے سپرد کر دیا ہے۔ ایک ایسی طاقت کے سپرد جو بے رحم اور ہلاکت خیز ہے اور آخر کار اسے بھی نہیں بخشے گی مجھے ایسا دکھائی دیا کہ اسے پہلے ہی سے منتخب کر لیا گیا ہے۔ اور یہ کہ اسکی قیمت پر مہر لگ چکی ہے لیکن

ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں میرے خیالات کچھ الجھے ہوئے ہوں۔ ممکن ہو مجھ پر ان باتوں کا اثر ہو جو تم نے اس سے اپنی ملاقات کے بارے میں مجھے بتائی تھیں۔ بہرحال یہ تو ایک حقیقت ہے کہ ہم ایک دوسرے کے بارے میں جو محسوس کرتے ہیں اس سے قطع نظر میں بہت سی باتوں میں تم سے متاثر ضرور ہوتی ہوں۔"

"مجھے یہ بتاؤ کہ انقلاب سے پہلے تم نے اس کے ساتھ اپنی زندگی کس طرح گذاری؟"

"شروع شروع میں جب کہ میں بالکل ہی بچہ تھی پاکدامنی اور نیکی میرا نصب العین اور میرا نظریہ تھا۔ اور وہ ان خوبیوں کا مظہر تھا۔ تمہیں شاید معلوم نہیں ہم تقریباً ایک ہی گھر میں پروان چڑھے وہ جلیلین سا دمیں۔ وہ اچھی بہت کمسن لڑکا تھا کہ مجھ پر دل و جان سے فریفتہ ہو گیا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ تقریباً بیاعش کھا جاتا۔ مجھے شاید اس طرح باتیں نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن یہ ظاہر کرنا اور بھی برا ہوگا کہ مجھے ان باتوں کا علم نہیں تھا۔

یہ دراصل بچپن کا ایک انتہائی معصوم جذبۂ محبت تھا جو بچے صرف اسلئے چھپائے رکھتے ہیں تاکہ ان کی خودداری پر حرف نہ آئے۔ ہم اکثر ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ اس میں اور مجھ میں اتنا ہی فرق تھا جتنا کہ ہم اور تم ایک دوسرے سے قریب تر ہیں۔ میں نے اسکو اسی وقت اپنے دل میں جگہ دیدی میں نے فیصلہ کر لیا کہ ذرا سیانی ہوتے ہی میں اس سے شادی کروں گی۔ میں نے اسی وقت سے یوں محسوس کرنا شروع کر دیا جیسے میری اس شاندار لڑکے سے منگنی ہو چکی ہے۔ تمہیں غالباً اس کی قابلیت کا علم نہیں ہے اس کا باپ ریلوے میں سگنل مین یا کراسنگ کا رڈ تھا۔ اس نے محض اپنی محنت اور خداداد قابلیت کی بدولت اتنی کامیابی حاصل کی کہ تحصیل علم کے میدان میں وہ انتہا کو پہنچ گیا اور کلاسکیس اور ریاضیات میں نام پیدا کر لیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔"

"لیکن پھر تمہاری شادی کا یہ حشر کیوں ہوا جبکہ تم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔؟"

"آہ! اس کا جواب دینا بہت مشکل ہے۔ بہرحال میں کوشش کروں گی۔ لیکن کیا عجیب سی بات نہیں ہے کہ مجھ جیسی ایک معمولی عورت تمہارے سامنے اس کی وضاحت کرے۔ تم جو ایک انتہائی ذہین و عقلمند آدمی ہو اسے یہ بتاؤں کہ آج روس میں عام انسانی زندگی اور خاص طور پر زندگی کی اعلیٰ قدروں کا کیا حشر ہو رہا ہے اور کس طرح خاندان کے خاندان تباہ ہو رہے ہیں

اس میں تمھارے اور میرے دونوں کے خاندان شامل ہیں۔ آہ! یہ افراد کا سوال نہیں ہے کہ وہ مرد میں ایک جیسے ہیں یا مختلف جنس کے قابل ہیں یا نہیں۔ اس معاشرہ کی اس تنظیم نو اور ہنگامہ آرائی میں ہر چیز خاک میں مل گئی ہے۔ اسی رسم و رواج۔ ہماری طرز زندگی اور ہمارے گھر اور زندگی سے متعلق ہر چیز شامل ہے۔ پوری انسانی زندگی کا ڈھانچہ تباہ و برباد ہو گیا ہے اب جو کچھ باقی رہ گیا ہے وہ محض ایک بے ہنگم نوع انسانی ہے جس کے جسم سے تار تار اتار لیا گیا ہے جس کے لئے کوئی فرق نہیں پڑا کیونکہ یہ ہمیشہ سے ٹھٹھرتا اور کانپتی ہوئی تھی اور اپنے قریب ترین ہی ہمسایہ کے پاس پہنچ جاتی تھی جو خود بھی اتنا ہی اداس اور ٹھٹھرا ہوا ہوتا۔ تم اور میں ہم دونوں تو آدم و حوا کی طرح ہیں۔ اس کرہ ارضی کے قیام کے بعد پہلے دو انسان جن کے پاس تن ڈھانپنے تک کچھ موجود تھا۔ اور آج جب کہ دنیا کا خاتمہ قریب ہے اس وقت بھی ہم اتنے ہی برہنہ اور بے گھر ہیں۔ آدم و حوا سے لے کر ہمارے اس دور تک ہزاروں سالوں کے درمیان دنیا میں جتنی بے پناہ ظلمت پیدا ہوئی ہے ہم اور تم اس کی آخری یادگار، آخری نشانی ہیں اور ان تمام غائب ہو جانے والے عجائبات کی یاد میں ہم زندہ ہیں۔ محبت کرتے ہیں، لڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے چمٹ جاتے ہیں۔"

ایک لمحہ کیلئے وہ خاموش رہا۔ اس کے بعد اس نے پھر زیادہ اطمینان کے ساتھ بولنا شروع کر دیا۔

"میں تمھیں بتاتی ہوں۔ اگر اسٹرینگوف دوبارہ پاشنکا بن جائے۔ اگر وہ اپنا جوش و خروش اور بغاوت ختم کر دے اگر پھر پہلا وقت لوٹ آئے۔ اگر کسی معجزہ کی بنا پر میں دوبارہ اپنے گھر کی جمتی ہوئی کھڑکی دیکھ لوں۔ پاشائی میز اور اس کی کرتابوں پر لیمپ کی روشنی دیکھ لوں۔ تو خواہ پھر یہ زمین کا دوسرا سرا ہی کیوں نہ ہو۔ میں اپنے گھٹنوں کے بل رینگتی ہوئی وہاں تک پہنچ جاؤں گی۔ میرے جسم کا ہر حصہ میرا روم غیر ضروری سمجھ میں ہر چیز پوری طرح مستعد ہو جائے گی۔ تاتیانا اور دفادار کی پکار کے سامنے سمجھ نہیں رہ سکتی۔ اس پکار میں اپنی قیمتی سے قیمتی چیز بھی قربان کر دوں گی۔ حتیٰ کہ میں تمھیں بھی۔ اس پر قربان کر دوں گی۔ اپنی محبت کو بھی اس پر بھینٹ چڑھا دوں گی جو کہ اتنی بے نیاز اتنی اچانک اور اتنی قدرتی سی چیز ہے اوہ لیکن مجھے معاف کر دو۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد اس نے سسکیاں لیتے ہوئے خود کو اس کے بازوؤں کے درمیان گرا دیا۔

لیکن جلد ہی اسنے خود کو سنبھالا اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی "کیا یہی وہ احساس فرض نہیں ہے جو تمھیں واپس تو نیا طرف لے جا رہا ہے؟ اور پھر کہتے ہیں کہ مصیبت زدہ ہیں ہم لوگ۔ ہمارا کیا حشر ہوگا۔ ہم کیا کریں؟ لیکن وہ فوراً ہی سنبھل گئی اور پھر کہنے لگی "لیکن میں نے ابھی تمھارے اس سوال کا جواب نہیں دیا کہ آخر وہ کونسی چیز تھی جسنے ہماری مسرتوں کو پامال کر دیا۔ مجھے کچھ عرصہ بعد اس کا واضح طور پر احساس ہوا اور میں تمھیں ضرور بتاؤں گی لیکن یہ صرف ہماری ہی کہانی نہیں۔ یہ ہماری ہی بپتا نہیں۔ دوسرے بھی بہت سے لوگوں کا یہی حشر ہوا ہے۔

"مجھے بتاؤ میری جان تم کتنی ذہین اور عقلمند ہو۔

"جنگ سے دو سال پہلے ہماری شادی ہوئی۔ ہم نے ابھی اپنی زندگی کا آغاز ہی کیا تھا۔ ہم نے ابھی اپنا گھر آباد ہی کیا تھا کہ جنگ چھڑ گئی۔ اب میرا یہ ایمان ہے کہ یہ سب تباہی اس جنگ کی وجہ سے ہم پر نازل ہوئی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اور مستقبل کے لئے ہمیں جو مصائب دکھائی دے رہے ہیں ان کی ذمہ داری بھی اس جنگ پر عائد ہوتی ہے۔ ابھی تو ہماری آئندہ نسلوں کو بھی اس کے نتائج بھگتنے پڑیں گے۔ مجھے اپنے بچپن کا زمانہ خوب یاد ہے۔ جب ہم گذشتہ صدی کے پر امن ماحول پر نظریں ڈال کر اپنی جگہ خود کو بہت مطمئن پاتے تھے ہر شخص سمجھتا تھا کہ لوگ عقل و دلائل کی باتوں کو سمجھتے ہیں۔ اپنے ضمیر کے مطابق سوچنے اور کام کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ کسی شخص کے دوسرے کے ہاتھوں قتل ہونے کی وارداتیں کبھی کبھار سننے میں آتی تھیں۔ قتل کی وارداتیں زیادہ تر اخباروں یا سنسنی ناولوں میں ہوتی تھیں۔ روزمرہ زندگی میں نہیں۔ اور پھر ہم ایک ہی بہت ہی پر امن، پرسکون اور روادار سی دنیا میں رہتے تھے جو خون آشام پاگل پن۔ اور بربریت اور ہر طرح کی ذہنی قتل و غارت گری کی دنیا سے بچ گئی جس کا انعام ملنے والا ہے۔ میرا خیال ہے لوگوں کو ایسی چیزوں کی بہت قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ تم جانتے ہو کہ اس انتشار کی اس کے بارے میں تمھیں مجھ سے زیادہ علم ہونا چاہیئے۔ تم جانتے ہو کہ کس طرح اچانک ہر شعبہ زندگی غلط ہو گیا۔ ریلوے کی پٹریں۔ شہروں میں کشیدہ فرد و نوش۔ خاندانوں کی اساسیں اور بنیادیں اور معیار اخلاق۔ سبھی کچھ تباہی کی نذر ہونے لگا۔

"سسٹر نظام جاوی کہ مجھے معلوم ہے اسکے بعد تم کیا کہنے والی ہو۔ ان تمام حالات پر تمھاری گہری نظر ہے۔ اور تمھاری باتیں سن کر طبیعت کو خوشی ہوتی ہے۔

چنانچہ یہ تھا وہ وقت جبکہ ہماری اس سرزمین پر جھوٹی باتوں نے قدم جمائے۔ ہماری سب سے بڑی بدقسمتی ان سب برائیوں کی جڑ یہ تھی کہ لوگوں کی انفرادی لالچ اور اس کے نتیجے سے اعتماد اٹھ گیا۔ لوگ یہ سوچنے لگے کہ ان کی اپنی اخلاقی قدروں پر عمل کرنا اب فرسودہ بات ہوگئی۔ کہ ان سب کو کس کی شکل میں ڈھلنا چاہیئے اور دوسرے لوگوں کے نظریے کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے اور نظریات بھی ایسے جو مالدار لوگوں کے حلق سے نیچے اتارے جا رہے تھے۔ اور پھر چمکدار فقروں اور مرعوب کرنے والے نعروں کا دور شروع ہوا۔ پہلے زار کے زمانہ میں اور پھر انقلابی دور میں۔ یہ سماجی بلائی ایک وبا کی صورت اختیار کرگئی جو تیزی کے ساتھ پھیلنے لگی۔ چھوت کی بیماری کی طرح۔ اس نے ہر چیز پر اثر کیا قومی زندگی کا کوئی شعبہ کوئی عنصر یا کوئی فرد اس سے محفوظ نہیں رہا۔ ہمارے اپنے گھر میں بھی یہ وبا پھیل گئی۔ ہمارے گھرانے میں اچانک کچھ گڑبڑ ہونے لگی۔ ہم قدرتی حالات کے مطابق زندگی بسر کرنے کے عادی تھے مگر اب ہم نے احمقانہ طور پر ایک دوسرے کے ساتھ بزور غلط قسم کا رویہ اختیار کرلیا۔ ہماری بات چیت پر تکلف سے بناوٹ اور حالات کے دباؤ کا ملمع چڑھ گیا۔ بعض عالمی امور میں بات چیت کے دوران ہر کوئی محسوس کرتا تھا کہ اسے بہت ہوشیاری کے ساتھ بات کرنی چاہیئے۔ ہماری زندگیوں میں یہ جو بناوٹ اور فریب داقعی پیدا ہوگیا تھا۔ آخر پاشا جیسا آدمی انھیں محسوس کئے بغیر کیسے رہ سکتا تھا؟ وہ پاشا جو اتنا محتاط۔ روادار اور ظاہر و باطن میں اتنا یکساں کرنے کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔

لارا نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ اور اسی موقعہ پر اس نے ایک بھیانک غلطی کی۔ اس نے زمانہ کو اسپرٹ۔ معاشرہ اور عالمی برائی کو ایک پیرایہ اور رضا کی معافی سمجھ لیا۔ وہ ہماری ادبی تراش خراش سمجھتا تھا۔ وہ ہمارے سرکاری سب دیجکٹ کو دیکھتا رہا۔ اور اس نے سمجھ کہ چونکہ وہ اعلیٰ پایہ کا آدمی نہیں۔ وہ کوئی بڑی شخصیت نہیں لہٰذا اسی لئے ہم اس سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ میرے خیال میں تم اس بات پر یقین بھی نہیں کروگے کہ اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی باتیں ہماری شادی شدہ زندگی میں اتنی زیادہ اہمیت اختیار کرگئی تھیں۔ تم تصور بھی نہیں کرسکتے کہ یہ بات کتنی اہم تھی۔ ان احمقانہ باتوں نے اسے کس حد تک بچوں جیسی بیوقوفانہ باتیں کرنے پر مجبور کردیا۔ اسے کسی نے جنگ پر جانے کو نہیں کہا تھا۔ وہ محض اس لئے لڑائی پر گیا کیونکہ وہ اپنے آپ کو ہم پر

ایک بوجھ سمجھتا تھا۔ اور ہمیں اس سے نجات دلانا چاہتا تھا اور اس سارے پاگل پن کی ابتدا یہی تھی — عنفوانِ شباب کی بے راہ روی اور خود نمائی کے جذبہ سے مغلوب ہو کر وہ ان باتوں سے برہم ہو گیا جن پر اسے کبھی غصہ نہیں آیا کرتا تھا۔ وہ حالات و واقعات کی رفتار سے بہت آزردہ اور پریشان تھا۔ اس نے تاریخ سے جھگڑا مول لیا۔ وہ آج تک تاریخ سے اپنا حساب چکانے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پاگل پن کی حد تک آمادہ بغاوت ہے۔ یہی وہ احمقانہ خواہش ہے جو اسے موت کے منہ میں دھکیل رہی ہے۔ اوخدا! کاش میں اسے بچا سکتی:

"اس کے لئے تمہاری محبت کتنی قوی اور کتنی پاکیزہ ہے۔ محبت کرتی رہو۔ اس سے محبت کرتی رہو۔ میں خود کو اس کا رقیب نہیں سمجھتا۔ کبھی نہیں سمجھوں گا۔ میں تمہاری راہ میں کبھی حائل نہیں ہوں گا:

(۱۵)

موسم گرما آیا اور آنکھ جھپکتے ہی گذر بھی گیا۔ ڈاکٹر صحت یاب ہو گیا۔ اسکو جانے کا منصوبہ تیار کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے نہ صرف ایک ملّہ تین جگہ بیک وقت ملازمت اختیار کر لی سکونکی قیمت روز بروز گرنے کی وجہ سے گزارہ کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ ہر روز وہ علی الصبح اٹھ بیٹھتا۔ گھر سے چل کر مرچنٹ اسٹریٹ پہنچ جاتا۔ سنیٹ کے قریب سے گذر کر بیورلی کاسک آرمی کے چھاپہ خانہ تک جاتا۔ اب جس کا نام "ریڈ کمپوزیٹر" تھا۔ سٹی اسٹریٹ کے کونے پر ٹاؤن ہال کے دروازہ پر شکایات: کانوٹس آویزاں تھا۔ وہ چوک پار کر کے بیانو کا اسٹریٹ کی طرف مڑا اور ہسپتال پہنچتے ہی صدر دروازہ سے فوجی ہسپتال کے بیرونی مریضوں کے شعبہ میں چلا گیا جہاں وہ کام کرتا تھا۔ یہی اس کا اصل اور بڑا کام تھا۔ لارک کے گھر سے ہسپتال تک بیشتر راستہ پھلدار درختوں کا سایہ تھا۔ اور گوتھک وضع کی لکڑی کے مکان ہوتے۔ ان کی کھڑکیاں دونوں طرف ڈھلوان ہوتیں۔ دروازے سجے ہوئے اور کھڑکیوں کے گرد کچھ نقش و نگار دکھائی دیتے ہسپتال کے برابر والا مکان جو ایک بانیچے کے وسط میں تھا۔ ایک تاجر کی بیوی گورنیگیا نامی کا تھا۔ اسکو کے قدیمی مکانوں کی طرح اس کا سامنے کا حصہ صاف شفاف اور چمکیلی ٹائلوں کا بنا ہوا تھا۔ ہفتہ میں تین یا چار مرتبہ بیوی آندے وتے۔ میاسکی اسٹریٹ میں یوریاتن ہیلتھ

سروں کے بورڈ کے اجلاس میں شریک ہوتا۔ شہر کے دوسرے کنارے عورتوں کی بیماریوں کی سابق انسٹی ٹیوٹ کی عمارت تھی جو سمیویا توف کے والد نے اپنی بیوی کی یاد میں قائم کی تھی۔ وہ ایک بچہ کی پیدائش کے وقت مر گئی تھی۔ اب اس عمارت کا نام روز اسکیمبرگ انسٹی ٹیوٹ تھا جہاں یوری آندرے وچ بیماریوں کی ابتدا اور کچھ دوسرے موضوعات پر لیکچر دیتا جو میڈیکل اور سرجری کے ایک مختصر کورس کا ایک حصہ تھا یہ گئے تھکا ماندہ اور بھوکا۔ جب وہ گھر پہنچتا تو لارا گھریلو کاموں میں مصروف پاتا۔ وہ پکانے یا دھلائی میں مصروف ہوتی۔ ہر روز گھر کے کام کرتے ہوئے جب وہ اسے بے کیف اور غیر شاعرانہ حالت میں دیکھتا یعنی اس کے بال الجھے اور پھیلے ہوئے ہوتے۔ وہ اپنی آستینیں چڑھا لیتی، اپنا سایہ ذرا اوپر کو اٹھا لیتی۔ اور ڈاکٹر اس کے اس شاہانہ جلال سے سہم کر رہ جاتا۔ اگر وہ رقص کی کسی محفل میں جانے کے لئے اونچی ایڑی کا جوتا اور تنگ طویل اور کھڑکھڑاتا ہوا سایہ پہن کر اس کے سامنے آتی تب بھی وہ اتنی حسین و جمیل دکھائی نہ دیتی جتنی کہ اس گھریلو حلیہ میں دکھائی دیتی تھی۔ بالکل قاتل وہ کھانا پکاتی۔ کپڑے دھوتی۔ اور صابن کے جھاگ والے پانی سے فرش صاف کرتی یا خاص قسم کے بستروں کی چادروں کی مرمت کرنے لگتی۔ یا جب کھانا پکانے دھلائی اور صفائی کے کام ختم ہو جاتے تو وہ کاتنکا کو پڑھانے بیٹھ جاتی۔ یا خود کتب بینی کے بعد اپنی سیاسی تعلیم کو دہرانے لگتی تاکہ وہ کسی نئے اسکول میں ٹیچر کی جگہ حاصل کر سکے۔

یہ عورت اور اسکی بیٹی اس سے جتنا زیادہ قریب آتے اتنا ہی کم وہ ان کو اپنے خاندان کے افراد سمجھتا۔ اپنے خاندان کی طرف سے بیگانہ ہونے والے فرائض اور اس کے شکستہ اعتماد کے دکھ کا اسکے خیالات پر گہرا اثر تھا۔ اسکے خیالات ان حقائق کی گرفت میں تھے۔ اس کی ان مجبوریوں کو سمجھتے ہوئے لارا اور کاتنکا نے کبھی برا نہیں مانا۔ اسکے برعکس اس کے اس رویہ میں عزت و احترام کی ایک دنیا پوشیدہ تھی جس میں بیہودگی کا شائبہ تک نہیں تھا لیکن اسے اس کا دلی دل اور اس کا رنج و غم کھائے جا رہا تھا۔ وہ بالکل اسی طرح اس کا عادی ہو گیا تھا جیسے کوئی اس زخم کا عادی ہو جاتا ہے جو کبھی نہیں سوکھتا اور وقفوں کے بعد ہرا ہوتا رہتا ہے۔

(۱۶)

اسی طرح دو تین مہینے گذر گئے۔ اکتوبر کا مہینہ تھا کہ ایک دن یوری آندرے وچ نے

لاریسا فیودوروناسے کہا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے اپنی اس جگہ سے استعفیٰ دینا پڑے گا۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ بار بار ایسا ہی ہوتا ہے۔ پہلے پہل تو ہر چیز بہت شاندار ہوتی ہے۔ کہتے ہیں: آؤ۔ آجاؤ۔ ہم اچھے اور ایماندارانہ کام کی قدر کرتے ہیں۔ ہم نئے کام سوچنے والوں کو چاہتے ہیں۔ ہمیں اور کیا چاہئے کہ اپنا کام اپنی جذبۂ جہد جاری رکھو۔ کام کرتے رہو۔ یہ تو پہلے پہل کی باتیں ہیں۔ لیکن بعد میں ان سے واسطہ پڑتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ نئی باتوں سے انکی مراد بے معنی اور خالی الفاظ ہیں۔ نئی حکومت اور انقلاب کی مدح و ثنا میں دھوم دھام کا نام نئے خیالات اور نئی باتیں ہیں۔ میں اس سے تنگ آچکا ہوں۔ میں اس قسم کے کام کے لئے بالکل بے کار ہوں۔ ہاں میرا خیال ہے وہ اپنے نقطۂ نظر سے ایک طرح صحیح بھی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ میں ان کے ساتھ نہیں ہوں۔ میں یہ کبھی تسلیم نہیں کرسکتا کہ یہ لوگ تباہ کار ہیں اور میں ایک چھوٹا سرمایہ دار ظالم اور ترقی کا مخالف۔ کیا تم نے کبھی نکولائی دیمانا پن کا نام سُنا ہے۔؟"

"ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ تم سے ملاقات سے پہلے بھی اور پھر تم نے خود بھی مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا۔ سیما تنت سیوا بھی اکثر اس کا ذکر کرتی ہے۔ وہ اسکی مُرید ہے۔ میں بہت شرمندہ ہوں کہ میں نے نکولائی کی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ میں خالص فلسفہ کی کتابیں پڑھنا پسند بھی نہیں کرتی۔ میرا خیال ہے زندگی اور آرٹ کو ذرا بخشنگی بخشنے کے لئے اس میں ذرا سا فلسفہ شامل کر دینا چاہتے۔ لیکن فلسفہ کو ہی اپنی خصوصیت قرار دے لینا ایسا ہے جیسے کوئی صرف گھوڑے کے چارہ کی مولیاں کھا کھا کر ہی گذارہ کر رہا ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے اپنی خرافات سے تمھاری توجہ اصل بات سے ہٹا دی ہے۔"

نہیں! حقیقت یہ ہے کہ میں کچھ اس طرز پر سوچتا ہوں: ہاں تو جہاں تک میرے کاموں کا تعلق ہے عام خیال یہی ہے کہ مجھے اسی کے اثر نے بھگاڑا ہے۔ میرا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ میں وجدان والہام کا قائل ہوں۔ اور دیکھو کتنی مضحکہ خیز بات ہے یہ۔ لوگ کہتے ہیں کہ میں بہترین نباض اور تشخیص کا ماہر ہوں۔ اور کیسی حد تک ہے بھی صحیح کہ مرض کی تشخیص میں بہت کم غلطی کرتا ہوں۔ ہاں تو موجودہ صورت حال کیا ہے آخر یہ لوگ وجدانی والہامی کیفیات کی مخالفت نہیں کر رہے تو کیا کر رہے ہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ یہ نقالی اور اندھی تقلید کا معاملہ مجھے بار بار ستا رہا ہے۔ کسی ہیئت اجتماعی کو تصرف سے کام لے کر

اس کے گرد و پیش کے رنگ کے مطابق سمجھنے یا پیش کرنے کا مرض۔ میرا خیال ہے کہ علم حیاتیات کا ادراک ہی داخلی اور بیرونی دنیا کے تعلق کے موضوع پر کوئی روشنی ڈال سکتا ہے۔ میں نے اپنے لیکچروں میں اپنی معلومات کو زیر بحث لانے کی کوشش کی تھی۔ فوراً ایک شور مچ گیا "یہ تو تصوریت ہے۔ تصوف ہے۔ گوئٹے کا فلسفہ قدرت ہے شلنگیزم کی نئی صورت ہے۔ میرا خیال ہے میں یہ کام چھوڑ دوں۔ میں ہسپتال میں البتہ اس وقت تک کام کرتا رہوں گا جب تک کہ وہ مجھے خود نہیں نکال دیتے" لیکن انسٹی ٹیوٹ اور ہیلتھ سروس سے میں استعفیٰ دیدوں گا۔ میں تمہیں پریشان کرنا نہیں چاہتا لیکن کبھی میرے دل میں یہ خیال ضرور آتا ہے کہ ممکن ہے کسی نہ کسی دن وہ مجھے گرفتار کرلیں:

"خدا نہ کرے۔ یورپ چکا بخوشی ہستی سے ابھی حالات اتنے نہیں بگڑے۔ مگر تمہارا خیال صحیح ہے۔ نیا وہ محفوظ ہے میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ لوگ جب بھی برسر اقتدار آتے ہیں تو یہ دور بعض باقاعدہ طے شدہ مرحلوں سے گذرتا ہے پہلے مرحلہ میں تو اسے حقل دھندلال کی فتح۔ روح تنقیہ کی کامیابی اور تعصبات کے خلاف جنگ کی فتح اور اسی قسم کا دوسری باتیں کہا جاتا ہے۔ پھر دوسرا مرحلہ آتا ہے۔ یہ لوگ جو خود کو ان کا ہمدرد اور ان کا شاگرد پیشہ ظاہر کرتے ہیں ان کی مذموم سرگرمیاں شروع ہوتی ہیں۔ مخبروں۔ سازشوں اور مخالفت کا دور تمہارا خیال ہے ہم اس دوسرے دور کے ابتدائی مراحل سے دوچار ہیں۔ اس کا ثبوت تلاش کرنے کے لئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مقامی انقلابی عدالت میں دو ممبر خود بخود کسی سے تبدیل ہو کر آئے ہیں۔ یہ پرانے دور کے دو سزا یافتہ مزدور لیڈر اور اناپوت ہیں۔ دونوں مجھ سے خوب واقف ہیں اور ان میں سے ایک تو میرا خسر ہے۔

اس کے باوجود جب سے یہ دونوں آئے ہیں اسی دن سے میں اپنی بیٹی کا تنکا اور خود اپنی جان کے لئے خطرہ محسوس کرنے لگی ہوں۔ ان لوگوں سے کوئی کام بعید نہیں۔ اناپوت مجھے پسند نہیں کرتا۔ اور ان سے یہ بھی بعید نہیں کہ وہ اعلیٰ انقلابی انصاف کے نام پر مجھے اور حتیٰ کہ پاشا کو بھی تباہ کر ڈالیں:

اور اس بات چیت کے عواقب بھی جلد ہی دیکھنے میں آگئے۔ ہسپتال کے برابر کی نمبر ۲۱ بایوکا اسٹریٹ پر رات کے وقت گولیاں چلیں اور اناکی بیوہ کے مکان کی تلاشی لی گئی۔ یہاں اسلحہ کا ذخیرہ اور ایک جوابی انقلابی ادارہ پکڑا گیا کئی آدمی حراست میں لئے گئے اور اس کے بعد تلاشیوں اور گرفتاریوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہ افواہیں بھی سننے میں آئیں کہ بعض مشتبہ افراد زچ کر دریا پار بھاگ گئے

ہیں۔ مگر لوگ کہتے تھے "ارے اس سے کیا فائدہ۔ یہاں تو دریا ہی دریا ہیں۔ بندگروشنک میں دریائے امو ہے مثال کے طور پر۔ چھلانگ لگا کر تیرنے لگو۔ یہ لو چین پہنچ گئے، یہ ہے دریا تو۔ یہ بات ہوئی کچھ"۔

لارا نے کہا: "ہمارا ماحول دھمکیوں سے پُر ہے۔ اب ہماری خبر نہیں۔ یہ لوگ تھیں۔ مجھے اور تھیں دونوں کو گرفتار کریں گے۔ لیکن کاتنکا کیا ہوگا۔ میں ماں ہوں۔ میں یہ نہیں ہونے دونگی کہ میری بچی تباہ ہو جائے۔ مجھے سوچ سمجھ کر کوئی حل تلاش کرنا ہوگا۔ اوہ۔ میں پاگل ہوئی جا رہی ہوں"۔

"ہاں ہاں۔ آؤ اس پہ ذرا سوچیں۔ لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟ کیا ہم اس آنے والی مصیبت کو ٹال سکتے ہیں؟ کیا یہ تمہت کا معاملہ نہیں ہے؟"

"ہم لازمی طور پہ بچ کر نہیں نکل سکتے۔ جگہ کوئی ہے جانے کے لئے؟ بتاؤ ہم یہ ہو سکتا ہے کہ ہم ذرا سا پیسہ۔ ذرا پس منظر میں ذرا ایک طرف ہو کر بیٹھ جائیں۔ مثال کے طور پہ داری کینو چلیں۔ مجھے بار بار وہاں کا مکان یاد آتا ہے۔ بڑا اداس اور اجاڑ سا مکان ہے لیکن یہاں سے محفوظ رہے گا۔ یہاں سب ہمیں دیکھتے ہیں وہاں ہم لوگوں کی نظروں سے دور رہیں گے۔ مجھے موسم سرما وہاں گذارنے میں کوئی اعتراض نہیں۔ سمرقند کا موسم سرما آن پہنچا۔ اتنی دیر میں کہ وہ ہم تک پہنچیں ہم اس زندگی کا تقریباً ایکسال اور گذار چکے ہوں گے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ سمرقند یا تو ف ہمارے اور شہر کے درمیان رابطہ کا کام سنبھال لے گا۔ ممکن ہے وہ ہمیں روپوش کرنے میں بھی کچھ مدد پہنچائے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ صحیح ہے کہ یہ جگہ بالکل اجاڑ بیابان ہے۔ کوئی دوسرا متنفس وہاں نہیں ہوگا۔ کم از کم گذشتہ اسوج میں جبکہ میں وہاں تھی تو اس وقت یہی صورت تھی۔ کہتے ہیں وہاں بھیڑیئے ہوتے ہیں۔ بڑی دہشتناک بات ہے یہ تو۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تیمور لین اور اتی پوت جیسے آدمی تو بھیڑیوں سے بھی زیادہ خوفناک ہیں"۔

"مجھے نہیں خبر میں کیا کہوں۔ لیکن کیا تم اس دوران مجھے مستقل آسکو جانے کے لئے نہیں کہتی رہیں اور یہ کہ مجھے آسکو جانے کا ارادہ ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ اب یہ کام آسان ہے میں نے اسٹیشن سے تحقیقات کی تھی۔ بظاہر انھیں بلیک مارکیٹ کرنے والوں کی اب کوئی فکر نہیں۔ جن لوگوں کے پرزانہ راہ داری درست نہیں ہوتے ان میں سے اب ہر آدمی کو گاڑی سے نہیں اتارا جاتا

یہ لوگ تھک گئے ہیں اور بہت کم لوگوں کو گولی مارتے ہیں لیکن مجھے تشویش اس بات کی ہے کہ مجھے ماسکو سے اپنے خط کا کوئی جواب نہیں ملا۔ مجھے وہاں جا کر معلوم کرنا چاہیئے کہ ان لوگوں پر کیا بیت رہی ہے۔ تم خود بھی تو مجھ سے یہی کہتی رہتی ہو۔ لیکن وارّی کنوکے بارے میں تم جو کہہ رہی ہو اس سے کیا کروں؟ تم خود بھی ایسی الگ تھلگ جگہ جانا پسند نہیں کرو گی؟"

"ظاہر ہے۔ نہیں۔ تمھارے بغیر میرا اکیلے وہاں جانا تو بالکل ناممکن ہے۔"

"اور پھر بھی تم مجھ سے کہہ رہی ہو کہ میں ماسکو چلا جاؤں؟"

"ہاں۔ ہاں۔ تمھیں جانا چاہیئے۔"

"ٹھہرو۔ میں تمھیں بتاتا ہوں۔ میں نے ایک شاندار ترکیب سوچی ہے۔ آؤ ہم ماسکو چلیں۔ ہم تینوں"

"کیا کہا ماسکو چلیں؟ پاگل ہو گئے ہو تم؟ میں ماسکو جا کر کیا کروں گی؟ نہیں! مجھے تو اسی جگہ قیام کرنا ہوگا۔ مجھے اس جگہ کے آس پاس ہی رہنا چاہیئے۔ میرے پاشا کی قسمت کا تو اسی جگہ فیصلہ ہوگا۔ مجھے یہاں اس کا انتظار کرنا ہوگا تاکہ اگر اسے میری ضرورت پڑے تو میں بآسانی اس تک پہنچ سکوں۔"

"اچھا۔ تو پھر ہمیں اب کاتنکا کے بارے میں سوچنا چاہیئے۔"

"میں اس کے متعلق تیما سے بات کر رہی تھی۔ سیما تو تسیولے جو کچھ کہا مجھ سے ملتا جلتا ہی کرتی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں نے اسے کئی بار دیکھا ہے۔"

"اوہ! مجھے تو تم پر حیرت ہے۔ واقعی! تمھاری جگہ میں ہوتی تو فوراً اسپر عاشق ہو جاتی۔ مجھے نہیں خبر تم مرد اپنی آنکھیں کہاں رکھتے ہو۔ اسے جانتے ہو کتنی بلا کی حسین۔ دلربا۔ شاندار۔ فہیم۔ تعلیم یافتہ جدید اور واضح دل و دماغ کی مالک ہے وہ۔"

"جس دن میں یہاں پہنچا تھا اسی دن اس کی بہن نے میرے بال کاٹے تھے۔ کلاڈیا دورزن نے۔"

"معلوم ہے۔ یہ دونوں اپنی بڑی بہن اودوتیا کے ساتھ رہتی ہیں جو لائبریرین ہے۔ اچھے اور محنت کرنے والوں کا خاندان ہے یہ۔ میں سوچ رہی تھی کہ اس سے بات کروں۔ اگر پڑوسن آ ہی جاتی ہے اگر تم اور میں گرفتار ہو جاتے ہیں — کیا وہ کاتنکا کی دیکھ بھال کی ذمہ داری لے لیں گی؟ ابھی تک میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائی۔"

لیکن صرف اسی صورت میں جبکہ دوسرا کوئی اور طریقہ نہ رہے۔ خدا سے دُعا کرو کہ ایسا وقت نہ آئے۔"

"سیما کچھ عجیب و غریب دماغ کی عورت ہے۔ کچھ گڑبڑ ہے اسکے دماغ میں۔ لیکن دراصل بہت اچھی ہے کہ وہ بے حد حقیقت و اصلیت پسند ہے وہ کوئی مفکر نہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بے حد تعلیم یافتہ ہو۔ نظریات کے اعتبار سے وہ تم سے ملتی جلتی ہے۔ میرا خیال ہے اگر وہ کانتنکا کی پرورش کرے تو میں بہت خوش ہونگی۔"

(۱۷)

وہ ایکبار سچر ریلوے اسٹیشن گیا اور خالی ہاتھ واپس آگیا۔ ابھی کسی بات کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا اسے اور لاما کو کچھ خبر نہ تھی کہ آگے چل کر کیا پیش آنے والا ہے۔ پہلی برفباری سے قبل جیسا موسم ہوتا ہے ویسے ہی اسوقت سخت سردی اور تاریکی پھیل ہوئی تھی۔

بوری آندرے وقت جب گھر آیا تو دیکھا کہ سیما لاما سے باتیں کر رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سیما اپنی میزبان کو ٹیلی لیکچر پلا رہی ہے۔ بوری آندرے وقت دونوں کے انہماک میں مخل ہونا نہیں چاہتا تھا۔ اور پھر وہ خود بھی ذرا کنیلے میں خاموش بیٹھنا چاہتا تھا عورتیں بھٹی لگے کمرے میں باتیں کر رہی تھیں اور دونوں کمروں کا درمیانی دروازہ کھلا تھا۔ اسمیں پردہ لٹکا ہوا تھا۔ اور زواگو دونوں عورتوں کی باتیں صاف سُن سکتا تھا۔ لاما کہہ ہی رہی تھی۔

"میری پیاری سیما۔ میں سلائی جاری رکھوں گی مگر تم اسکی پرواہ نہ کرو۔ میں سُن رہی ہوں طالبعلمی کے زمانہ میں تم فلسفہ کے لیکچر سنا کرتی تھیں تمھارے سوچنے کا طریقہ مجھے بہت دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تمھاری باتیں سن کر مجھے بھی بڑا اطمینان ہوتا ہے۔ ہمیں کانتنکا کی بڑی فکر ہے اور پچھلی کئی راتوں سے ہم پوری طرح سو بھی نہیں سکے۔ اگر ہمیں کچھ ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں بحیثیت ماں میرا یہ فرض ہے کہ ابھی سے اپنی بیٹی کی حفاظت کی کوئی فکر کروں۔ مجھے اطمینان اور عقل کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کرنا ہے مگر میں خود کو اسکا زیادہ اہل نہیں پاتی۔ اس بات کا خیال کرتے ہی میں اداس اور رنجیدہ ہو جاتی ہوں۔ تکان اور بے خوابی سے میری حالت بہت خستہ ہو گئی ہے۔ تمھاری باتیں سُن کر ذرا میری ڈھارس بندھتی ہے۔ اوہ اب شاید کسی بھی وقت برفباری شروع ہو جائے۔ برفباری کے دوران طویل، دلچسپ مغز باتیں سننے میں بہت مزا آتا ہے۔ برفباری کے وقت

اگر تم کنکھیوں سے کھڑکی کی طرف دیکھو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سامنے صحن سے دروازہ کی جانب آرہا ہے۔ تم نے محسوس کیا ہے کبھی؟ سیما پیاری اپنی بات جاری رکھو۔ میں سُن رہی ہوں۔"

"ہاں تو ہم نے اپنی بات اس سے پہلے کہاں چھوڑی تھی؟"

لیڈی آنڈے وتھ نے لارا کا جواب نہیں سُنا۔ البتہ سیما جو کہہ رہی تھی وہ اسے سُنائی دیرہا تھا

"کلچر۔ اور یادگار زمانے جیسے الفاظ استعمال کرنا آسان ہے۔ لیکن ان الفاظ کے معانی متعدد مختلف طریقوں سے سمجھا جاتا ہیں۔ کیونکہ ان کے معنی بہت مبہم ہیں۔ میں یہ الفاظ استعمال نہیں کروں گی میں ان کی جگہ دو سرے الفاظ سے کام لوں گی۔ میں کہوں گی کہ انسان روحقوں پر مشتمل ہے۔ ایک خدا اور دوسرا کام روح انسانی کے ارتقا میں اس کے بعد کی ہر منزل کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ نسل در نسل ایک بڑا کام بڑی سست رفتاری سے ہوتا ہے اور طویل عرصہ کے بعد آخر کامیابی کی منزل تک پہنچتا ہے۔ مصر بھی ایک ایسی ہی تخلیق تھی۔ دوسری مثال یونان ہے۔ اور تیسری مثال انجیل مقدس کے پیغمبران کی دینیات ہے۔ یہ آخری چیز بھی جس کا کوئی بدل نہیں آیا اور یہ عیسائیت ہے۔ اب آپ کی مثال پیش کروں کہ کس طرح اس نے ساری دنیا کو تازگی بخشی۔ اس طرح نہیں جس طرح جاننے اور سُننے کی تم عادی ہو بلکہ اس سے مختلف براہ راست طریقہ سے۔ میں عیسائیوں کی کتاب آداب نماز کے چند حوالے دوں گی۔ صرف چند ایک کے اور وہ بھی بہت مختصر ——— عبادات کے طریقوں کی تفصیلات پرانے اور نئے مذہبی تصورات کو قریب تر لاکر ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ رکھ دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر جلنے والی جھاڑیاں مصر سے ہجرت آتش نمرود کی داستان کا ہیرو اور حضرت یونس اور وہیل مچھلی کے واقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زندہ ہونے کے عقیدہ کے ساتھ ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔ اس قسم کے مقابلے کرنے سے میرے خیال میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ سابقہ مذہبی کتب واقعی پرانی ہیں اور انجیل نئی ہے۔ بہت سی آیات میں حضرت مریم کے ماں بننے کے واقعہ کا یہودیوں کے بھیڑ قلزم کو پار کرنے سے مقابلہ کیا گیا ہے مثال کے طور پر یہ آیت "جو اس طرح شروع ہوتی ہے" بھیڑ و قلزم کنواری دہن کی طرح ہے" اس میں آگے چل کر کہا گیا ہے کہ "اسرائیلیوں کے پار جانے کے بعد جس طرح یہ سمندر ناقابل عبور بن گیا تھا اسی طرح مقدس مریم حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے بعد اتنی ہی کنواری رہ

عفت آپ محبتیں جتنی کہ ان کی پیدائش سے پہلے" یہاں بھی دو واقعات کو ایک ساتھ پیش کیا گیا ہے لیکن یہ واقعات کس قسم کے ہیں۔ دونوں خیر تو ہیں۔ معجزات۔ تو اس طرح دونوں قصوں میں اصل میں کونسی چیز کو معجزہ سمجھا جاتا ہے۔ ایک سلطنت روما کے زمانہ سے قبل پیش آیا اور دوسرا بعد میں۔

پہلے معجزہ میں تو حضرت موسیٰ ہیں جو سمندر کے پانی کو ایک اشارہ سے چیر کر بیچ میں سے راستہ نکال لیتے ہیں اور ایک پوری قوم کے لاکھوں افراد اس راستے سے سمندر کو پار کرتے ہیں۔ اور جب یہ سب لوگ پار چلے جاتے ہیں اور آخری آدمی گذر جاتا ہے تو یہ رستہ بند ہو جاتا۔ سمندر کا پانی پھر تھاٹھیں مارنے لگتا ہے اور مصریوں کو غرق کر دیتا ہے۔ یہ قصہ بہت ہی قدیم دکھائی دیتا ہے۔ زندگی کے عناصر سحر کے تابع دکھائی دیتے ہیں۔ بالکل ایسے جیسے روما الکبریٰ کی لاکھوں فوج ایک قوم اور ایک لیڈر کی طرح آگے بڑھتی ہو۔ ہر چیز نظر آتی ہے۔ ہر بات سنائی دیتی ہے۔ سب سحر کن معلوم ہوتا ہے۔

دوسری صورت ہمارے سامنے ایک لڑکی کی مثال ہے ــــ ایک عام لڑکی جو پرس دور قدیم میں کوئی توجہ نہ دیتا ــــ مگر جس نے خاموشی سے خفیہ طور پر ایک بچے کو جنم دیا جس نے زندگی بخشی اور زندگی کا معجزہ دکھایا، ایسا معجزہ جسے بعد میں "تمام عالم کی زندگی" کہا گیا ہے۔ اس کے بچے کی پیدائش نہ صرف یہودیوں کی مذہبی تصنیفات کی رو سے بلکہ قانون فطرت کے عین مطابق ناجائز تھی اس بچے کو ضرورت کی خاطر نہیں بلکہ معجزہ کے طور پر جنم دیا۔ اور اس کے بعد سے زندگی کی بنیاد جبر پر نہیں رہی بلکہ روحانیت پر قائم ہوئی ــــ اور انجیل نے بھی یہی سب کچھ پیش کیا ــــ عام چیزوں کی جگہ غیر معمولی باتیں۔ اکتا دینے والے حالات کی بجائے مسرت۔ جبر کی جگہ روحانیت۔

تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ کس قدر زبردست تبدیلی تھی۔ ایک عام انسانی واقعہ کو جو پرانی قدروں کے لحاظ سے بالکل غیر اہم تھا پوری انسانیت کی تبدیلی کا ذریعہ کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟ اور خدا کی نظر میں اس کی اتنی اہمیت کیوں ہے؟ کیونکہ اسی کی نظر سے اس کا فیصلہ ہوتا ہے اور یہ واقعہ اسی معبود کی نظروں کے سامنے اور یکتائے روزگار ہونے کی حیثیت سے خود اپنے تقدس کی بدولت ظہور پذیر ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ دنیا میں عظیم تبدیلی رونما ہوئی تھی۔ روم کا آخری دور اس کے ساتھ ساتھ آ پہنچا تھا۔ تعداد کی حکومت ختم ہو چکی تھی۔ افواج پر ایک قوم اور ایک فرد کی طرح رہنے کا

جو فرض عائد کیا گیا تھا ختم ہو چکا تھا اور اقوام اور لیڈروں کا وہ ماضی بن چکا تھا۔

انکی جگہ آزادی اور شخصیت کے اصول نے لے لی تھی۔ انسانی زندگی کی داستان خدائی کی داستان بن کر پورے عالم پر چھا چکی تھی۔ مریم کے پاس جبرئیل امین کے آنے کی یادگار کے طور پر جو رسم منائی جاتی ہے اس موقع پر پڑھی جانے والی دعاؤں میں کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم نے دیوتا بننے کی کوشش کی مگر ناکام رہے اور اب دیوتا کو آدمی بنا کر بھیجا گیا تاکہ آدم کو دیوتا کا درجہ حاصل ہو۔

میں اس کا ذکر پھر کروں گی، سیمانے کہا۔ میں اس موضوع کو ذرا بدلنا چاہتی ہوں۔ مزدوروں کی بہبودی۔ باروں کی حفاظت۔ روپے کے زور کے خلاف جدوجہد کے لحاظ سے ہمارا یہ انقلابی دور نئی۔ دیرپا اور مستقل کارگذاریوں کا دور ہے۔ لیکن جہاں تک زندگی اور خوشی کے فلسفے کا تعلق ہے جس کی یہ دو تلقین کرتا ہے۔ یہ باور کرنا ناممکن ہے کہ اس معاملے میں ہم اسپرٹ لیتن کر سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ دور مضحکہ خیز حد تک ماضی کی یادگار ہے۔ اگر لیڈروں اور عوام کے متعلق تقریروں اور تحریروں سے تاریخ کو بدلا جا سکتا تو ہزاروں سال پیچھے انجیل کے زمانہ کے گڈریوں در قبائلی زندگی کے دور میں جا پہنچتے لیکن خوش قسمتی سے یہ بات ممکن نہیں ہے۔

اب میں یسوع مسیح اور میری میگڈلین کے متعلق کچھ بتاؤں گی۔ میں یہ باتیں یسوع مسیح کی زندگی سے متعلق کتابوں سے بیان نہیں کر رہی ہوں بلکہ ایسٹر سے پہلے کے تقدیس ہفتہ میں کسی ایک دن۔ غالباً منگل یا بدھ کو جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں ان میں یہ باتیں موجود ہیں۔ لارسیا خود رونا تمکو تو یہ سب کچھ معلوم ہوگا۔ میں تو تمھیں صرف ایک بات بتلانا چاہتی ہوں۔ تمھیں سبق پڑھانا نہیں چاہتی۔

تم جانتی ہو کہ سلاونی زبان میں لفظ "جذبہ" کا مطلب سب سے پہلے حضرت یسوع مسیح کی لگن اور ان مصائب و ابتلا سے ہے جن میں سے انھیں گذرنا پڑا۔ "یسوع اپنے دور آزمائش میں داخل ہوتے ہیں"۔ بعد میں روسی دعاؤں میں بھی ان الفاظ کو "لالچ" اور "برائی" کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ "میری روح جذبات کی غلام بن کر رہ گئی ہے۔ میں جنگل کے درندہ کی طرح بن گیا ہوں"۔ "جنت سے نکالے جانے کے بعد ہمیں اپنے شوق۔ جذبات اور ولولوں پر قابو پا کر خود کو پھر جنت میں جانے کا اہل ثابت کرنا چاہیئے ممکن ہے میں غلطی پر ہوں لیکن میں ایسٹر کے چالیس روزہ مجاہدۂ نفس کے سلسلہ میں آیات کی قائل نہیں ہوں کہ ہم اپنے ہوش و حواس اور جسم کے مُردہ ہو جانے کا تصور

ختم کردیں۔ یہ احکام دوسری روحانی تحریروں کے بغیر بہت بے جان اور بھونڈے معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ یہی سوچا ہے کہ موٹے موٹے تاک الدنیا راہبوں نے یہ آیات گھڑی ہیں۔ یہ وجہ نہیں کہ اگر انھوں نے خود قواعد کی خلاف ورزی کرکے دوسرے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے تو مجھے اس کی کوئی پرواہ ہے یا انھوں نے اپنے ضمیر کے مطابق زندگی گذاری ہے — یہ بات نہیں جس پر مجھے تشویش ہے مجھے تو اگر کسی چیز کی پرواہ ہے تو وہ خود ان آیات اور ان کے معانی سے ہے۔ توبہ کے یہ تمام اتعلمات جسم کے بہت سے روگوں اور اس کے بڑھاپن کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ جسم فاقہ زدہ ہو یا موٹا ڈبہ دونوں صورتوں میں قابل نفرت بن جاتا ہے۔ یہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی غلیظ۔ خیر اہم اور رلے ملے چیز کو اتنا وقار دیا جا رہا ہے جس کی وہ مستحق نہیں ہے۔ اس انحراف مجاز اور بغرش کے لئے میں معافی چاہتی ہوں۔

میں ہمیشہ اس امر پر تعجب کرتی رہی ہوں کہ آخر ایسٹر کے قریب آنے پر ہمیشہ میری میگڈالین کا ذکر بالکل اس طرح کیوں کیا جاتا ہے جس طرح موت یا یسوع مسیح کے دوبارہ زندہ ہوکر اٹھنے کے وقت میری سمجھ میں اسکی وجہ نہیں آتی لیکن یسوع مسیح کی حیات نو سے ذرا دیر پہلے ان کے وصل کے وقت اس قسم کی یاد دھانی کہ زندگی کیا ہے بہت مجمل معلوم ہوتی ہے۔ اور اب ذرا سنو کہ یہ یاد دھانی کس طرح کرائی جاتی ہے۔ پورے خلوص اور جوش اور جذبہ کے ساتھ اسمیں کتنی فصاحت ہے۔ یہ یاد دھانی کتنی صاف اور واضح ہے۔ اس میں بھی کچھ شبہ ہے کہ آیا اس حوالہ کا تعلق میگڈالین سے ہے یا کسی اور عورت سے۔ بہرحال کچھ بھی ہو میگڈالین دعا مانگتی ہے "مجھے میرے گناہوں سے آزاد کردو جس طرح میں اپنے بال کھول کر بکھیر دیتی ہوں" کیا پچھتاوے اور پشیمانی کے لئے کوئی دوسری اصطلاح کیا عفو درگذر اور توبہ کے لئے اس سے جامع اور ٹھوس کوئی دوسرے الفاظ ہو سکتے ہیں؟ اور پھر اس دن کی دعا میں آگے چل کر ایک اور مفصل ٹکڑا ہے اور اس میں قطعی واضح طور پر میری میگڈالین کا حوالہ دیا گیا ہے "وہ اپنے ماضی پر پھر بہت کھل کر پچھتاتی ہے اور یہ کہتے ہوئے کہ ہر رات کو اس کا جسم اسکی دیرینہ دشمن جانی عادات کے باعث جلنے لگتا ہے" کیونکہ رات میرے لئے شہوانی جذبات کی برانگیخت اور گناہ کے تاریک جوش کی مظہر ہے" وہ یسوع مسیح سے التجا کرتی ہے کہ وہ اسکے آنسو جو پشیمانی اور پچھتاوے کی علامت ہیں قبول فرمائے اور اس کی آہوں

کے خلوص کا اثر قبول کر لے۔ تاکہ وہ یسوع مسیح کے پاک پاؤں کو اپنے بالوں سے دھوئے۔ اس کیساتھ ہی اسے یہ بھی یاد دلاتے ہوئے کہ اماں حوا نے اپنی لہراتی زلفوں میں اس وقت پناہ لی تھی جبکہ جنت میں اسپر خوف وندامت کا غلبہ تھا۔ "مجھے اپنے انتہائی پاک قدوم کو چومنے دو۔ مجھے اپنے آنسوؤں سے اپنے پاک قدموں کو دھونے دو۔ مجھے اپنے بالوں سے اپنے پاک قدموں کو خشک کرنے دو۔ عورت کے وہ بال جن میں منہ چھپا کر جنت میں ایکدن اماں حوا نے پناہ لی تھی: اور اپنے بالوں کا یہ سب تذکرہ کرنے کے فوراً بعد وہ کہتی ہے "میرے گناہوں کی گہرائی اور تیرے رحم وکرم کی وسعت کا کوئی ایک اندازہ کر سکتا ہے۔ دونوں بے پناہ ہیں۔ خدا اور زندگی۔ خدا اور فرد۔ خدا اور عورت کے درمیان کوئی مشابہت اور کیا برابری نہیں ہو سکتی"

(۱۸)

یوری اسٹیشن سے تھک کر گھر واپس لوٹا تھا۔ آج اسکی چھٹی تھی اور وہ چھٹی کے دن خوب سوتا تاکہ دس دن کے ہفتہ میں باقی کے ۹ دن وہ پھر لگ کر محنت کر سکے وہ صوفہ پر لیٹا ہوا سیما کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ "یہ باتیں اس نے ماموں کو تیا کی کتاب سے لی ہیں" اسنے سوچا: پھر بھی یہ لڑکی کتنی ذہین اور کتنی قابل ہے" وہ اٹھ کر کھڑکی کی طرف چلا جو دوسرے کمرہ کی طرح مکان کے احاطہ کی طرف کھلتی تھی۔ اب تاریکی پھیلنے لگی اور برفباری شروع ہو گئی دو نیل کنٹھ پھڑ پھڑاتے ہوئے باہر سے آئے اور اپنے بچنے کے ٹھکانے کی تلاش میں ادھر ادھر اڑنے لگے۔ آخر وہ کوڑے کرکٹ کے ڈبے کے ڈھکنے پر بیٹھ گئے۔ پھر تار پر سے اڑ کر زمین پر ادھر ادھر پھدکنے لگے۔ یوری نے سوچا "نیل کنٹھ برفباری کی خبر دیتے ہیں" اس کے ساتھ ہی برابر کے کمرے سے سیما کے زور سے بولنے کی آواز سنائی دی۔ "نیل کنٹھ خبر لاتے ہیں۔ تمہارے یہاں آنے کے بارے میں یا پھر کوئی خط آئے گا" تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازہ کی گھنٹی بجائی جسکی یوری نے مرمت کر دی تھی۔ لارا پردے کے پیچھے سے نکل کر پڑے کمرے سے گذرتی ہوئی دروازہ کھولنے کے لئے گئی اور یوری نے اسے سیما کی بہن گلافیرا سے باتیں کرتے ہوئے سنا۔

"تم اپنی بہن کی تلاش میں آئی ہو؟ ہاں وہ یہاں موجود ہے"

"نہیں میں اسکے لئے نہیں آئی۔ تاہم اگر وہ تیار ہے تو ہم دونوں اکٹھی گھر چلی جائیں گی۔ میں

تمھارے دوست کے لئے خط لے کر آئی ہوں۔ یہ اسکی خوش قسمتی ہے کہ میں کچھ عرصہ ڈاک خانہ میں کام کر چکی ہوں نہ جانے یہ خط اب تک کتنے ہاتھوں سے گذر چکا ہے۔ ماسکو سے آیا ہے اور وہاں سے چلے اس خط کو پورے پانچ مہینے ہو گئے کسی کو مکتوب الیہ کا پتہ ہی نہیں ملا۔ آخر کار انھیں مجھ سے دریافت کرنے کی سوجھی اور مجھے معلوم تھا۔ کیونکہ وہ میرے ہاں ایک مرتبہ مجامت بنوانے آیا تھا"

یہ خط بہت طویل اور کئی صفحات پر پھیلا ہوا تھا۔ خستہ حال لفافہ میں بری طرح چرمڑ مڑا گئے تھے۔ یہ خط جو ڈاک خانہ میں کھولا بھی جا چکا تھا اس کی بیوی تونیا نے بھیجا تھا۔ یوری نے خط اپنے ہاتھ میں لے لیا یہ محسوس کئے بغیر کہ یہ اس کے ہاتھوں تک کیسے پہنچا۔ اس نے لارا کو یہ خط دیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب اُسنے خط پڑھنا شروع کیا تو اس وقت تک اسے یوریاتن میں اپنی موجودگی کا احساس تھا۔ اسے احساس تھا کہ وہ لارا کے مکان میں ہے لیکن جوں جوں وہ خط پڑھتا گیا اس کا یہ احساس بھی ختم ہوتا چلا گیا۔ سیاہ بادل آئے اور اسے خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ یوری نے بھی جھاڑیوں کو الوداعی کلمات ادا کئے مگر اس طرح کہ اس نے اسکی طرف ذرا بھی دھیان نہیں دیا اور یہ تک نہیں دیکھا کہ وہ کب وہاں سے گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے گرد و پیش اور اپنے موجودہ ماحول کو بالکل ہی بھول گیا۔

تونیا نے لکھا تھا: "یورا۔ کیا تمھیں معلوم ہے کہ ہماری ایک بیٹی بھی ہے۔ ہم نے تمھاری والدہ کی یاد میں اس کا نام ماشا رکھا ہے۔ اب ایک اور بات ہے۔ کئی سرکردہ آدمی جن میں کیڈٹ پارٹی اور حائیں یا زود کی سوشلسٹ پارٹی کے لوگ شامل ہیں ملیکوف۔ گزونیر۔ کسکووا۔ اور کئی دوسرے جن میں تمھارے ماموں کوکیا میرے والد اور ہم سب شامل ہیں روس سے ملک بدر کئے جا رہے ہیں۔ بڑی بدقسمتی کی بات ہے یہ خاص طور پر تمھاری عدم موجودگی میں۔ لیکن ہمیں ہر حال پر صابر و شاکر رہنا چاہیئے۔ اور خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس سخت ترین دور میں ہماری جلاوطنی بہت ہلکی اور نرم معلوم ہوتی ہے جبکہ ہمارے لئے اس سے بھی کہیں سنگین صورت حال پیدا کی جا سکتی تھی۔ اگر تم یہاں ہوتے تو تم بھی ہمارے ساتھ چلتے۔ لیکن تم ہو کہاں؟ میں یہ خط انتی پووا کے پتہ پر بھیج رہی ہوں۔ اگر تم اسے مل گئے تو وہ یہ خط ضرور تم تک پہنچا دے گی۔ مجھے سب سے زیادہ تکلیف تو مسلسل کی ہے کہ ابھی تک ہمیں یہ معلوم نہیں کہ ہمیں ملک سے روانگی کا جو اجازت نامہ دیا جا رہا ہے اسمیں بعد کو تمھارا نام بھی شامل کیا جا سکتا ہے کہ نہیں کیونکہ خدا نے چاہا تو ایک نہ ایک دن تمھارا بھی کچھ پتہ چل ہی جائے گا۔ ہمیں ابھی تک یہ خیال

کرنا نہیں چھوڑا کہ تم زندہ ہو اور تمھارا لکھوچ ضرور مل جائے گا۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ یہ صحیح ہے جب تم واپس آؤ گے غالباً اس وقت حالات کافی بہتر ہو چکے ہوں گے۔ اور شاید تم اپنے لئے الگ وینا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ اور سب ایک بار پھر ایک جگہ مل بیٹھیں گے لیکن یہ سطور لکھتے ہوئے میرا دل گھبرا رہا ہے مجھے یقین نہیں آتا کہ ہمیں واقعی اتنی خوشیاں دیکھنی نصیب ہوں گی۔ میری اصل مصیبت یہ ہے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور تمھیں مجھ سے محبت نہیں ہے۔ میرے بارے میں تم نے جو یہ فیصلہ کیا ہے۔ تم نے جو رائے قائم کی ہے میں اس پر برابر غور کرتی رہتی ہوں کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور میں اس فیصلے اس رائے کو حق بجانب قرار دینے کی کوشش بھی کرتی رہتی ہوں میں اپنے آپ پر ناقدانہ نظر ڈالتی ہوں۔ ہم نے جو زندگی ملکر گذاری ہے میں اس پوری زندگی کا جائزہ لیتی ہوں۔ مجھے اپنے بارے میں جو کچھ معلوم ہے کہ خوب پرکھتی ہوں لیکن مجھے یاد نہیں پڑتا کہ آخر میں نے کیا قصور کیا تھا جس کی یہ سزا مجھے ملی ہے "خدایا جس خطا کی یہ سزا ہے وہ خطا کیا ہے" میں سمجھتی ہوں کہ تم نے میرے بارے میں غلط رائے قائم کی ہے۔ تم میرے بارے میں غیر ہمدردانہ رویہ رکھتے ہو۔ تم مجھ پر ایسی نظر ڈالتے ہو جیسے کوئی آدمی ایسی آئینے میں جھانکے جس میں خد و خال اور بگڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں

جہاں تک میرا تعلق ہے۔ تو میرے پیارے! میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ کاش تمھیں معلوم ہوتا کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ مجھے تمھاری ہر خصوصیت سے محبت ہے۔ ہر اچھائی ہر برائی۔ تمھارے کردار کی ہر معمولی سی جھلک جس کا خصوصی امتیاز مجھے اتنا عزیز ہے۔ تمھارے چہرے پر تمھارے قلم کے دو قار سے محبت ہے جو بصورت دیگر بہت خوبصورت دکھائی دیتا ہے مجھے تمھاری ہانت تمھاری قابلیت سے محبت ہے جس کی جگہ کاش قوت ارادی لے لیتی جس کی تم میں کمی ہے۔ مجھے تمھاری ہر بات پیاری لگتی ہے۔ مجھے نہیں سمجھتی کہ تم سے بہتر کوئی دوسرا انسان ہو سکتا ہے۔

لیکن سنو معلوم ہے کیا؟ اگر تم مجھے اتنے عزیز نہ ہوتے۔ اگر میں تمھیں اتنا پسند نہ کرتی تب بھی میری تشویشناک بے اعتنائی سرد مہری اور رکھائی کا راز مجھ پر کبھی فاش نہ ہوتا۔ تب بھی مجھے اس بات کا یقین ہوتا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ محبت کرنے میں ناکامی کی رسوائی اور تباہ کن خوف کے باعث میں لاشعوری طور پر یہ احساس تک اپنے دل سے نکال دیتی کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ نہ تمھیں

اور نہ مجھے اس کا کبھی احساس بھی نہ ہوتا۔ میرا دل اس بات کو خود مجھ سے چھپائے رکھتا کیونکہ ہمت کہ نہ میں ناکام رہنا تقدیر کے مترادف ہے۔ اور میں کبھی کسی پر قاتلانہ حملہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ ابھی کسی بات کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا لیکن ہم یہاں سے غالباً پیرس جا رہے ہیں۔ اب میں اس دور دیس جا رہی ہوں جہاں کبھی تم نے اپنے بچپن کے دن گذارے تھے۔ جہاں تمھارے والد اور میرے چچا پروان چڑھے تھے۔ والدہ تمھیں یاد کرتے ہیں۔ سا شاخا صابڑا ہو گیا ہے۔ زیادہ خوبصورت تو نہیں لیکن بہت قد آور اور طاقتور لڑکا ہے۔ جب بھی ہم تمھارا ذکر کرتے ہیں۔ بری طرح رونے لگتا ہے اور کسی بات سے نہیں بہلتا۔ بس اب ضبط کا یارا نہیں۔ رونا ہے کہ چلا آتا ہے۔ میں اسے نہیں روک سکتی۔ میں اب اور نہیں لکھ سکتی۔ اچھا خدا حافظ ذرا میں تمھیں اپنے تصور میں لا کر تم پر صلیب کا نشان بنا دوں۔ تمھارے لئے دعائیں مانگ لوں۔ نہ جانے کتنی طویل ہو گی۔ نہ جانے ہم سب کو کیا کیا مصائب برداشت کرنے پڑیں۔ کن کن غیر یقینی حالات سے گذرنا پڑے۔ میری جان تمھاری راہ بہت کٹھن اور تاریک ہے جاؤ تمھیں خدا کو سونپا۔ میں تمھیں کسی بات پر ورغلا نہیں دیتی۔ میں تمھیں برا نہیں کہتی۔ اپنی زندگی سنوارنے کے لئے جو چاہو کرو۔ اگر تم خوش ہو تو میں بھی خوش ہوں۔ تیری خوشی میں خوش ہوں میں مجھ کو ملال کچھ نہیں۔"

ہاں جب ہم تورال سے روانہ ہوئے ــــــ اوہ یہ جگہ کتنی منحوس اور خوفناک ثابت ہوئی ــــ تو میری لارا سے خاصی اچھی واقفیت ہو گئی تھی۔ وہ میرے ایام زچگی میں ہر وقت میرے پاس رہی۔ اس نے جس طرح آڑے وقت میں میرا ساتھ دیا ہے اس کے لئے میں اس کی بے حد شکر رہوں۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ اچھی عورت ہے۔ مگر میں فریب سے کام نہیں لوں گی۔ یوں سمجھو کہ وہ مجھ سے بالکل جگس ہے۔ جیسا اپنی پیدائش سے لے کر اب تک زندگی کو سادہ اور پُرسکون بنانے اور مسائل کو ہوشمندی سے سلجھانے کی قائل رہی ہوں۔ لیکن لارا زندگی کو الجھانے اور پیچیدگیاں پیدا کرنے کی عادی ہے۔ اوہ مجھے اب رُک جانا چاہیئے۔ خدا حافظ۔ خط لے جانے والے آ گئے ہیں۔ اور مجھے اب سامان باندھنا ہے۔ اوہ تیرا۔ میرے پیارے۔ میری جان تیرا۔ میرے عزیز شوہر۔ میرے بچوں کے ابا۔ یہ ہمارا کیا حال ہو رہا ہے؟ کیا تمھیں اس امر کا احساس ہے کہ اب ہم شاید کبھی ایک دوسرے سے نہ مل سکیں گے؟ میں نے یہ لکھا ہے۔ سمجھتے ہو اس کا کیا مطلب ہے؟ سمجھتے ہو تم؟ سمجھتے ہو نا؟ یہ لوگ مجھ سے اصرار کر رہے ہیں۔ کہہ رہے ہیں جلدی کرو۔ جلدی۔ اوہ تیرا۔ یوں دکھائی دیتا ہے جیسے یہ لوگ مجھے موت کے منہ میں

لیجائے ہیں۔ اوہ تیرا۔ میرے تیرا۔

بوڑھی آنکھوں نے روح زدا گونے کھوئی کھوئی۔ بے نم۔ صدمے سے خشک۔ اور غم واندوہ سے پامال، نظریں خط سے ہٹا کر اوپر کی طرف خلا میں دیکھا۔ اسے اپنے گرد کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسے کسی چیز کا احساس نہیں تھا۔ باہر برفباری ہو رہی تھی۔ تیز و تند ہوائیں برف کو اڑا رہی تھیں۔ برف تیز سے تیز تر اور پہلے سے زیادہ دبیز ہوتی جا رہی تھی۔ ایسے دکھائی دیتا تھا کہ اس کے قریب سے گذرتے ہوئے نیچے جانے والے برف کے گالے نہیں بلکہ خط کے سیاہ الفاظ کے درمیان کے خالی سفید حصے ہیں۔ سفید سفید۔ بے انتہا۔ بے انتہا۔

غیر ارادی طور پر اس کے گلے سے کراہنے کی آواز نکلی اور اُسنے صدمے سے نڈھال ہو کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ تھام لیا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ عشق کھانے والا ہے۔ لڑکھڑاتا ہوا چند قدم چل کر صوفے تک پہنچا۔ اور عشق کھا کر گر پڑا۔

گوشۂ تنہائی

(۱)

موسم سرما شباب پر تھا۔ جس وقت یوری آندرے وچ ہسپتال سے واپس روانہ ہوا تو برف تیزی سے گر رہی تھی۔ لارا اسے ہال میں ملی۔ "کومارووسکی یہیں ہے۔" اس نے دھیمی اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا وہ اس طرح گھبرائے ہوئے عالم میں کھڑی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی جیسے وہ مہمان ہو گئی ہو۔

"کہاں؟ یہاں؟"

"نہیں، یہاں نہیں۔ وہ آج صبح آیا تھا اور اس نے کہا ہے کہ آج رات پھر آئے گا۔ وہ اب آتا ہی ہوگا۔ وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔"

"وہ کیوں آیا ہے؟"

"اس نے جو کچھ کہا تھا۔ وہ میں نہیں سمجھ سکی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ مشرق بعید جا رہا ہے اور ہم سے ملنے کے لئے یہاں چلا آیا ہے۔ خاص طور پر تم سے اور پاشا سے ملنے کے لئے۔ وہ تم دونوں کی بہت باتیں کر رہا تھا۔ اس نے یہ بات زور دے کر کہی کہ ہماری جانیں خطرے میں ہیں۔ ہم تینوں کی۔ تمہاری پاشا کی اور میری۔ اور یہ کہ صرف وہی ہمیں بچا سکتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اس کے کہنے پر عمل کریں۔"

"میں باہر جا رہا ہوں۔ میں اس سے ملنا نہیں چاہتا۔" لارا رونے لگی۔ اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور اس نے اپنے آپ کو اس کے قدموں میں گرا دینے کی کوشش کی اور اس کے گھٹنے پکڑ لئے لیکن اس نے اسے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ "ہر بانی کر کے مت جاؤ، میری خاطر۔ اس نے خوشامد کرتے ہوئے کہا۔ یہ بات نہیں کہ اس کے ساتھ تنہا رہنے سے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے لیکن یہ چیز کتنی تکلیف دہ ہے مجھے

اس تکلیف سے بچا لو جو اکیلے میں اس سے مل کر ہوگی۔ اس کے علاوہ وہ ایک عملی اور تجربہ کار انسان ہے اور ممکن ہے کہ وہ واقعی ہمیں کچھ مشورہ دے سکے۔ تمہارا اسے پسند نہ کرنا قدرتی بات ہے۔ لیکن مہربانی کر کے جذبات سے کام نہ لو۔ مت جاؤ۔"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے جانِ من! اتنی پریشان مت ہو۔ تم کیا کر رہی ہو؟ میرے پیر مت پکڑو۔ اب کھڑی ہو جاؤ۔ اور مسکرا دو۔ تمہیں واقعی اس خیال کو اپنے دل سے نکال دینا ہوگا جو تم پر مسلط ہے۔ اس کا خوف ساری عمر کے لئے تم پر مسلط ہو گیا ہے۔ تم جانتی ہو کہ میں تمہارے پاس ہوں۔ اگر ضرورت پڑی تو میں اسے جان سے مار دوں گا۔ صرف تمہارے اشارے کی دیر ہے۔"

کوئی آدھ گھنٹہ بعد رات ہو گئی۔ اب مکمل تاریکی تھی۔ چوہوں کے تمام بل بند کئے ہوئے چھ مہینے ہو چکے تھے۔ یوری آندریے وچ نے نئے بل تلاش کئے تھے اور انھیں بھی بروقت بند کر دیا تھا۔ اب انھوں نے ایک بڑی سی بالوں والی بلی بھی پال رکھی تھی جو اپنا وقت بلے بغیر ایک جگہ بیٹھ کر غور و فکر میں گزارتی تھی مکان میں چوہے اب بھی موجود تھے لیکن اب وہ زیادہ چوکنے ہو گئے تھے۔ کومارووسکی کا انتظار کرتے ہوئے لانا نے راشن کی سیاہ روٹی کے توس کاٹے اور کچھ اُبلے ہوئے آلوؤں کی ایک پلیٹ میز پر رکھ دی انھوں نے اس سے پرانے کھانے کے کمرے میں ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا تھا جہاں وہ اب بھی کھانا کھایا کرتے تھے۔ بڑی سجاوٹی سیاہ بلوط کی میز اور نعمت خانہ۔ یہ دونوں پرانی چیزیں تھیں میز پر کیلسٹرائل کی ایک بتی رکھی تھی جس میں ایک بتی پڑی ہوئی تھی اور اسے وہ لیمپ کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ کومارووسکی دسمبر کی تاریک رات میں برف میں لت پت پیدل چل کر آیا۔ برف کے گالے اس کے ہیٹ۔ کوٹ اور بڑے بڑے جوتوں پر سے گر رہے تھے۔ اور فرش پر گر کر پگھل جاتے تھے۔ اس کی داڑھی اور مونچھوں پر بھی برف جمی ہوئی تھی جس کی وجہ سے اسکی شکل مخروطی جیسی بن گئی تھی (پہلے اسکی داڑھی مونچھیں بالکل صاف ہوا کرتی تھیں) اس نے لکیا اچھا سا سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کا پتلون دھاریدار اور استری شدہ تھا۔ اپنے میزبانوں سے سلام دعا کرنے سے پہلے اس نے کافی دیر تک اپنے چمکدار بالوں میں کنگھا کیا اور اپنی مونچھیں اور بھنویں ایک رومال سے خشک کیں۔ پھر خاموشی کے ساتھ پُروقار طریقہ پر اس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔ بایاں ہاتھ لانا کی طرف اور دایاں یوری آندریے وچ کی طرف۔

"میرا خیال ہے ہم پرانے ملاقاتی ہیں: اس نے یوری آندریے وچ سے کہا۔" تمہارے والد سے میری

کافی دوستی تھی، جیسا کہ شاید تم جانتے ہو۔ انھوں نے میرے بازوؤں میں جان دی تھی۔ میں برابر مہتدی کی طرف یہ معلوم کرنے کے لئے دیکھ رہا ہوں کہ تم میں ان کی کچھ مشابہت ہے یا نہیں۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ تم میں ان کی مشابہت ہے۔ وہ ایک وسیع القلب اور جذباتی آدمی تھے۔ تم یقیناً اپنی ماں سے زیادہ ملتے ہو۔ وہ ایک شریف خاتون تھیں جو اپنے خیالات میں گم رہا کرتی تھیں۔"

"لارلیسا فیودورونا نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تم سے مل لوں۔ اس نے کہا تھا کہ تمہیں مجھ سے کچھ کام ہے۔ میں نے مخلوکر کیا۔ لیکن ہماری یہ ملاقات میری خواہش پر نہیں ہو رہی ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ ہم ایک دوسرے سے واقف ہیں، تو پھر کیا ہم معاملہ کی بات کریں؟ تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟"

"میرے پیارے، تم سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ میں سب کچھ سمجھتا ہوں، اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ میری اس جرأت کو معاف کرنا، لیکن تم دونوں ایک دوسرے کے لئے بہت موزوں ہو، ایک بہترین جوڑا۔"

"مجھے قطع کلام کرنا پڑے گا۔ مہربانی کرکے تم ان معاملوں میں دخل مت دو جن کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم نے تم سے ہمدردی کی درخواست نہیں کی ہے۔ تم اپنے آپ کو بھول رہے ہو۔"

"نوجوان، اتنے زیادہ حساس مت بنو۔ شاید تم واقعی اپنے باپ کی طرح ہو۔ انھیں بھی اسی طرح غصہ آنے لگتا تھا۔ تو میرے بچے، تمہاری اجازت سے اب میں تمہارے لئے اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کرتا ہوں۔ بدقسمتی سے تم لوگ ابھی تک بچے ہو — محض لفظی طور پر نہیں — ایسے بچے جو ہر چیز سے ناواقف ہوں اور کچھ نہ سوچ سکتے ہوں۔ میں تمہارے بارے میں اتنا زیادہ جانتا ہوں جتنا اگر خود بھی نہیں جانتے اور نہ سب ہی کر سکتے ہو۔ بغیر جانے بوجھے تم لوگ ایک خطرناک غار کے۔ اوپر چٹان کے کنارے چل رہے ہو اگر تم نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں کیا تو تمہاری آزادی اور غالباً تمہاری زندگی کے دن بھی کم رہ جائیں گے۔ یوری آندریوچ! کمیونسٹوں کا ایک خاص اسٹائل ہے۔ بہت کم لوگ اس پر پورے اترتے ہیں۔ لیکن کوئی شخص اس طریقۂ حیات کی اس طرح تحقیر نہیں کرتا جس طرح کھلم کھلا طریقہ پر تم کرتے ہو۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم خطرات سے کیوں کھیلتے ہو۔ تم اس سسٹم کا تمسخر اڑاتے ہو اور اسکی توہین کرتے ہو۔ اگر تمہارا ماضی تمہارے لئے راز ہوتا تو ہو — لیکن ماسکو کے بہت سے لوگ تمہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ مقامی کمیونسٹ حکام تم دونوں کو بالکل پسند نہیں کرتے۔ کامریڈ انتی پوف اور تیورزن اپنے پنجے تیز کر رہے ہیں اور کسی وقت بھی تم پر اور

لارلیا نیوردرودنا پر جھپٹ سکتے ہیں۔ لیکن، یوری آندریے وچ تم ایک مرد ہو۔ تم اپنی مرضی کے مالک ہو۔ تمہیں اس بات کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ اگر تم چاہو تو اپنی زندگی کا جوا کھیل سکتے ہو۔ لیکن لارلیا نیوردرودنا اپنی مرضی کی مالک نہیں ہے وہ ایک ماں ہے، اس کے ہاتھوں میں ایک بچی کی زندگی ہے اور وہ اس طرح خوابوں کی دنیا میں نہیں رہ سکتی۔ آج صبح میں نے اسے صحیح صورت حال سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن وہ میری ایک نہیں سنتی۔ کہ تم اپنا اثر استعمال نہیں کرو گے جو اسے اپنی بیٹی کی زندگی سے کھیلنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اسے میری اس دلیل کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔" یوری نے اس کے جواب میں کہا۔ "میں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کو اپنے خیالات ماننے پر مجبور نہیں کیا۔ یقیناً ان لوگوں کو تو ہرگز نہیں جو مجھ سے قریب ہیں۔ لارلیا نیوردرودنا کو اس بات کی پوری آزادی ہے کہ اگر وہ چاہے تو تمہارے کہنے پر عمل کر سکتی ہے۔ یہ اس کا اپنا معاملہ ہے۔ اس کے علاوہ، میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں نے ابھی تک تمہاری کوئی دلیل نہیں سنی۔"

"واقعی تم مجھے اپنے باپ کی یاد دلاتے ہو۔ بالکل ویسے ہی غیر اثر پذیر۔ اچھا، میں تمہیں بتاتا ہوں، لیکن یہ کافی پیچیدہ معاملہ ہے۔ اس لئے تمہیں صبر کے ساتھ بغیر بولے میری بات سننی ہوگی۔ اعلیٰ حلقوں میں کافی تبدیلیوں کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ ہاں واقعی مجھے یہ بات ایک نہایت ہی باوثوق ذریعے سے معلوم ہوئی ہے اور تم یقین کر سکتے ہو کہ یہ صحیح ہے۔ جو بات ان لوگوں کے ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ زیادہ مہموی طریقہ اختیار کیا جائے۔ قانون کے مطابق چلا جائے۔ اداسیا بہت جلد کیا جائے گا۔ لیکن محض اسی وجہ سے وہ تعزیری ادارے، جنہیں ختم کیا جانے والا ہے یہ چاہیں گے کہ اپنے مقامی معاملات جلد سے جلد طے کر دیں۔ اور اس لئے وہ اور بھی زیادہ بیرحمی سے کام لیں گے۔ تباہی تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے، یوری آندریے وچ۔ تمہارا نام فہرست میں موجود ہے۔ میں یہ بات بہتیں انتہائی سنجیدگی کے ساتھ بتا رہا ہوں۔ میں نے وہ فہرست خود دیکھی ہے۔ وقت گذر جانے سے پہلے ہی تمہیں اپنے بچاؤ کی فکر کرنی چاہیئے۔ لیکن یہ تو سب کچھ برسبیل تذکرہ ہے۔ میں اصل موضوع کی طرف آ رہا ہوں۔ وہ سیاسی طاقتیں جو اب تک عارضی حکومت کی وفادار ہیں اور مجلس دستور ساز جسے توڑ دیا گیا ہے اسکی حامی ہیں۔ بحرالکاہل کے ساحل پر منگولیا کے صوبہ میں اکٹھی ہو رہی ہیں۔ سابق ممبر پارلیمنٹ اور اضلاعی اسمبلیوں کے اراکین۔ اور دوسری مشہور شخصیتیں، تاجر اور صنعت کار گھٹے ہوئے ہیں۔ وہ سچی گچی ذہین

جنھوں نے سرخ فوج کے خلاف جنگ کی تھی وہاں جمع کی جا رہی ہیں۔ ان لوگوں کا ارادہ مشرق بعید کی ایک جمہوریہ قائم کرنے کا ہے اور سوویت حکومت بھی اس کی طرف سے چشم پوشی کر رہی ہے کیونکہ فی الحال یہ چیز اس کے لئے زیادہ موزوں ہو گی کہ بیرونی دنیا اور سرخ سائبیریا کے درمیان ایک فاصل مملکت قائم ہو جائے۔ جمہوریہ میں ایک مخلوط حکومت قائم کی جائے گی۔ ماسکو کے زور دینے پر آدھی سے زیادہ نشستیں کمیونسٹوں کو ملیں گی۔ وہ جب بھی مناسب سمجھیں گے وہاں فوجی بغاوت کرا دینگے اور جمہوریہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے۔ یہ اسکیم صاف ظاہر اور روشن ہے لیکن اس طرح ہمیں کم از کم دم مارنے کا وقت تو مل جاتا ہے اور ہمیں اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیئے۔" انقلاب سے قبل ایک زمانہ میں، میں مرکونوف، ارخاروف بھائیوں اور متعدد دوسرے بینکوں اور تجارتی اداروں کے معاملات کی وکالت و اسٹک میں دیکھ بھال کیا کرتا تھا۔ وہاں لوگ مجھ سے واقف ہیں اور عارضی کابینہ کا ایک نمائندہ مجھ سے ملنے کے لئے آیا تھا۔ انھوں نے مجھے آئندہ قائم ہونے والی حکومت میں وزیر انصاف کے عہدے کی پیشکش کی ہے۔ یہ کام خفیہ طور پر لیکن سوویت حکومت کی خبر گیری منظوری سے ہو رہا ہے۔ میں نے یہ پیشکش منظور کر لی ہے اور اب میں وہاں جا رہا ہوں۔ میں نے ابھی جو کچھ تمہیں بتایا ہے وہ سوویت حکومت کی منظوری سے ہو رہا ہے۔ لیکن اتنے کھلم کھلا طور پر نہیں اس لئے اس کے متعلق زیادہ بات کرنا دانشمندی کا کام نہیں ہوگا۔

"میں تمہیں اور لاریسا فیودروونا کو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔ وہاں سے تم آسانی سے جہاز میں بیٹھ کر سمندر پار اپنے گھر والوں کے پاس جا سکتے ہو۔ یہ بات تو تمہیں یقیناً معلوم ہو گی کہ انھیں ملک بدر کر دیا گیا ہے۔ اس معاملہ کی کافی شہرت ہوئی تھی اور سارے اسکو میں ابھی تک اس کا تذکرہ ہوتا ہے۔ میں نے لاریسا فیودروونا سے وعدہ کر لیا ہے کہ میں اسٹرلیکوف کو بچا لوں گا۔ ایک خود مختار رکن کی حیثیت سے جسے ماسکو نے تسلیم کر لیا ہے۔ میں اسے مشرقی سائبیریا میں تلاش کر کے اپنے خود مختار علاقہ میں چلے آنے میں مدد دے سکتا ہوں۔ اگر وہ بچ نکلنے میں کامیاب نہ ہوا تو پھر میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ اس کا تبادلہ کسی ایسے شخص سے کر لیا جائے جو اتحادیوں کے قبضہ میں ہو، اور جسے ماسکو کی حکومت اہم سمجھتی ہو۔" لاریسا فیودروونا کو ماروسکی کی باتیں مشکل ہی سے سمجھ سکی تھی لیکن جب اس نے ڈاکٹر اور اسٹرلیکوف کے بچاؤ کے انتظامات کا ذکر کیا تو اس نے اپنے کان کھڑے کر لئے۔ کسی قدر شرماتے

ہوئے اس نے کہا۔

"تم دیکھتے ہو یورو چکا، یہ سب تمہارے اور پاشا کے لئے کس قدر اہم ہے"

"پیاری تم بہت جلد ہر کسی پر اعتبار کر لیتی ہو۔ ایک اور سے منصوبہ کو مسلمہ حقیقت تو نہیں سمجھا جا سکتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کوماروسکی جان بوجھ کر ہمیں دھوکہ دے رہا ہے۔ لیکن اب تک اس نے جو کچھ بھی ہمیں بتایا ہے وہ محض ہوائی قلعے ہیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے اس نے کوماروسکی کو سخت طلب کرتے ہوئے کہا "میں اس تمام دلچسپی کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں جو تم میرے معاملات میں لے رہے ہو۔ لیکن واقعی تم یہ تو نہیں سمجھ رہے ہو کہ میں تمہیں اپنے معاملات چلانے کی اجازت دیدوں گا؟ اور جہاں تک اسٹرلینکوف کا تعلق ہے۔ لارا کو اس کے متعلق سوچنا پڑے گا"

"ان تمام باتوں کا مطلب یہ نکلتا ہے" لارا نے کہا "کہ آیا ہم اس کے ساتھ جائیں گے یا نہیں یہ بات تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہارے بغیر ہرگز نہیں جاؤں گی" کوماروسکی نے وہ پانی میں ملی ہوئی شراب پی جو یوری آندرے وچ ہسپتال سے لایا تھا۔ ابلے ہوئے آلو کھائے اور زیادہ ہمکنے لگا۔

(۲)

رات زیادہ ہوتی جا رہی تھی۔ ہر مرتبہ جب بتی ٹھیک کی جاتی تو وہ بھڑک کر تیزی سے جلنے لگتی جس سے کمرہ روشن ہو جاتا تھا۔ پھر لو دھیمی پڑ جاتی تھی اور سائے دکھائی دینے لگتے تھے۔ میزبانوں کو نیند آ رہی تھی، وہ آپس میں کچھ باتیں کرنا اور پھر سو جانا چاہتے تھے۔ لیکن کوماروسکی رکا رہا۔ اسکی موجودگی اس قدر پریشان کن ہوتی جا رہی تھی جتنی وحشتناک بلوط کا بھاری فرنیچر خانہ اور کھڑکیوں کے باہر دسمبر کی رات کی تاریکی معلوم ہو رہی تھی۔ وہ ان دونوں کی طرف نہیں بلکہ ان کے سروں کے اوپر دیکھ رہا تھا اور اسکی بوجھل آنکھیں دور کسی نقطہ پر جمی ہوئی تھیں۔ اور اسکی ہکی ہوئی زبان سے برابر بے ربط الفاظ نکل رہے تھے اب اسکی توجہ کا مرکز مشرق بعید تھا۔ وہ منگولیا کی سیاسی اہمیت بیان کر رہا تھا۔ یوری آندرے وچ اور لارا لیفورووکا اس موضوع میں دلچسپی نہیں تھی اور انھیں یاد بھی نہیں رہا تھا کہ اس نے یہ موضوع کہاں سے شروع کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسکی تمام طویل گفتگو اور بھی اکتاہٹ کا باعث بن گئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا

"سائبیریا حقیقت میں ایک نیا امریکہ ہے جیسا کہ اسے عام طور پر کہا جاتا ہے۔ وہاں بہت وسیع امکانات ہیں۔ وہ روس کی مستقبل کی عظمت کا گہوارہ ہے اور جمہوریت سیاسی اور اقتصادی صحت

کی طرف ہماری ترقی کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے۔ ہمارے عظیم مشرقی بعید کے ہمسایہ بیرونی منگولیا میں مستقبل کے لئے اس سے بھی زیادہ امکانات ہیں۔ تم اس کے متعلق کیا جانتے ہو؟ تم جاہیاں لے رہے ہو اور بے شری سے آنکھیں جھپکا رہے ہو۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ منگولیا کا رقبہ دس لاکھ مربع میل سے زائد ہے اور وہاں بے اندازہ معدنی دولت ہے وہ ایک ایسا ملک ہے جس کے وسائل کو ابھی تک کام میں نہیں لایا گیا ہے اور چین، جاپان اور امریکہ کی لالچی نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں۔ وہ سب ہمارے روسی مفادات کا خیال کئے بغیر اسے ہڑپ کر لینے کی فکر میں ہیں۔ جب کبھی بھی روسے زمین کے اس دور دراز علاقہ کو مفادات کے لحاظ سے تقسیم کرنے کا سوال پیدا ہوا ہے۔ تو ان مفادات کو ہمارے مخالفین تک نے تسلیم کیا ہے۔ چین، لامائوں اور دوسری مذہبی شخصیتوں پر اپنے اثرات سے کام لے کر منگولیا کی جاگیرداری اور مذہبی پیشوائیت سے ناجائز فائدے اٹھاتا ہے۔ جاپان مقامی شہزادوں، ہوشنوں کا ساتھ دیتا ہے۔ روس کو بھی ایک ساتھی مل گیا ہے اور وہ منگولیا کے باغی گلہ بانوں کی ایک انقلابی جماعت ہے۔ میں خود یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ منگولیا حقیقی طور پر خوشحال ہو جائے اور وہاں ایک آزادانہ منتخب حکومت قائم ہو جائے۔ تمہیں ذاتی طور پر یہ بات دلچسپ معلوم ہوگی کہ جونہی تم سرحد پار کر کے منگولیا میں داخل ہو گے۔ دنیا تمہارے قدموں میں ہوگی اور تم ایک پرند کی مانند آزاد ہو گے۔"

اسکی لفاظی کا اثر لالیا فیودرووناکے اعصاب پر ہونے لگا۔ آخر کار اکناہٹ کی وجہ سے اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ بہت زیادہ تھک گئی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ اسکی طرف اٹھایا اور انتہائی تلخ لہجہ میں کہا۔ "اب رات زیادہ ہو گئی ہے اور تمہارے جانے کا وقت ہو چکا ہے۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"مجھے امید ہے تم اس قدر بداخلاقی سے کام نہیں لو گی کہ مجھے اتنی رات گئے اپنے مکان سے نکال دو؟ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے راستہ بھی نہیں ملے گا۔ میں شہر سے واقف نہیں ہوں اور تاریکی بھی بہت زیادہ ہے۔"

"تمہیں یہ بات پہلے ہی سے سوچنی چاہیے تھی اور اتنی دیر تک نہیں بیٹھنا چاہیئے تھا۔ تم سے کسی نے بھی اتنی دیر تک بیٹھنے کو نہیں کہا تھا۔"

"تم مجھ سے اتنی ناراض کیوں ہو؟ تم نے تو مجھ سے یہ تک نہیں پوچھا کہ میرے ٹھیرنے کا کوئی انتظام کہیں ہوا بھی ہے یا نہیں؟"

مجھے اس سے ذرا سی بھی دلچسپی نہیں ہے۔ تم اپنی دیکھ بھال خود بخوبی کر سکتے ہو۔ اگر تم اس خوش فہمی میں ہو کہ تمہیں رات یہاں گزارنے کی دعوت دی جائے تو میں تمہیں یقیناً اس کمرے میں نہیں ٹھہراؤں گی جہاں ہم لوگ اور کاکروچ سوتے ہیں اور دوسرے کمروں میں چوہے بہت ہیں۔"

"میں چوہوں سے نہیں ڈرتا۔"

"اچھا، ٹھیک ہے، تو جیسا تم چاہو کرو۔"

(۳)

"کیا بات ہے، پیاری؟ تم راتوں کو بالکل نہیں سوتی ہو۔ کھانے کو ہاتھ تک نہیں لگاتی اور پاگلوں کی سی شکل بنائے پھرتی ہو۔ تم ہر وقت کچھ سوچتی رہتی ہو۔ تمہیں کیا پریشانی ہے؟ تمہیں اپنی پریشانیوں پر قابو پانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔"

"وہ تمہارے ہسپتال کا چوکیدار۔ عزت۔ پھر آیا تھا۔ وہ نیچے والی دھوبن سے عشق لڑا رہا ہے۔ یہاں بھی چلا آیا اور مجھے ایک اچھی سی خبر سنائی۔ یہ بہت راز کی بات ہے۔ اس نے کہا۔ تمہارے دوست کو جیل ہونے والی ہے۔ کسی روز بھی۔ اور پھر تمہاری باری ہے بے چاری عورت۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ میں نے پوچھا۔ اسے یہ تو یقینی بات ہے۔ میں نے اپنے ایک دوست سے سنا تھا جو مخبروں کے ساتھ کام کرتا ہے۔ اس کا مطلب یقیناً انتظامی کمیٹی سے تھا۔ وہ اسی کو مخبرے کہہ رہا تھا۔" وہ دونوں قہقہے مار کر ہنسنے لگے۔ "وہ بالکل ٹھیک کہتا ہے۔ یوری آندرے نے چرچ کے کہا۔ "خطرہ بالکل قریب آگیا ہے اب ہمیں فوراً غائب ہو جانا چاہیئے۔ سوال یہ ہے کہ کہاں جائیں۔ ماسکو جانے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے ہم خاموشی کے ساتھ سفر کی تیاریاں بھی نہیں کر سکتے۔ لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔ ہمیں اس طرح جانا چاہیئے کہ کوئی شخص ہمیں جاتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ تم جانتی ہو، میری جان، ہم وہی کریں گے جیسا کہ پہلے تم نے سوچا تھا۔ ہم لوگ داری گنیو جا کر غائب ہو جائینگے۔ چلو، ایک دو ہفتہ یا مہینہ بھر کے لئے وہیں چلیں۔"

"شکریہ، پیارے، بہت بہت شکریہ، اوہ، میں کتنی خوش ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ تم اسے ناپسند کرتے ہو لیکن ہم لوگ تمہارے مکان میں نہیں رہیں گے۔ تم اسے برداشت نہیں کر سکو گے خالی کمرے، فقیر کی طہارت، ماضی کی یادیں۔ میں یہ بات اچھی طرح سمجھتی ہوں کہ دوسروں کی تکلیفوں سے خود خوشی

حاصل کرنے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ اور اس چیز کو جو کسی دوسرے کو عزیز اور قابل عزت ہو قدموں کے نیچے مسل دینے کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ میں تمہاری طرف سے ایسی قربانی ہرگز قبول نہیں کروں گی۔ پھر تمہارے مکان کی حالت ایسی ہو رہی ہے کہ اس کے کمروں کو قابل رہائش بنانا بھی مشکل ہوگا۔ میں اس مکان کے متعلق سوچ رہی تھی جہاں میکولنسن اور اس کے گھر والے رہتے تھے۔"

"ہاں یہ بالکل صحیح ہے۔ میں تمہارا شکر گذار ہوں کہ تم میرا اتنا خیال کرتی ہو۔ لیکن ایک منٹ ٹھیرو۔ میں برابر تم سے دریافت کرنے کے متعلق سوچ رہا ہوں لیکن بھول جاتا ہوں۔ کوماروسکی کا کیا ہوا؟ وہ ابھی تک یہیں ہے یا چلا گیا؟ جب سے میرا اس سے جھگڑا ہوا ہے اور میں نے اسے نکال باہر کیا ہے اس کے بعد سے مجھے اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔"

"مجھے بھی کچھ معلوم نہیں۔ ہمیں اسکی کیا پرواہ ہے؟ تمہیں اس سے کیا کام ہے؟"

"میں اب یہ سوچتا ہوں کہ ہمیں اسکی تجویز فوراً مسترد نہیں کر دینی چاہیئے تھی۔ میرا مطلب ہم دونوں سے ہے۔ ہم دونوں کی پوزیشن یکساں نہیں ہے۔ تمہیں اپنی لڑکی کے بارے میں سوچنا ہے۔ اگر تم میرا ساتھ دینا بھی چاہو اور میرے انجام کی شریک ہونا بھی چاہو تو تمہیں اس کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک خاری کینو کا سوال ہے، یہ بات یقینی ہے کہ جاڑوں میں لغیر کھانے پینے کے سامان، طاقت، یا امید کے اس سنسان مقام پر چلا جانا قطعی حماقت ہوگا۔ لیکن کیوں نہیں جان من! اگر ہمارے لئے پاگل پن کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں رہ گیا ہے تو ہم ایک بار پاگل ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ ہم پھر ایک مرتبہ اپنی شان اور مرتبہ کو بھول کر سمویا توف سے درخواست کریں گے کہ وہ ہمیں ایک گھوڑا دیدے اور ہم اس سے کہیں گے یا اس سے نہیں بلکہ ان سڑے بازوں سے جو اس کے دست نگر ہیں کہیں گے کہ وہ ہمیں آٹا اور آلو قرض دیدیں، اگر وہ ہماری بات پر بھروسہ کر سکتے ہوں۔ اور ہم اسے اس بات پر آمادہ کر لینگے کہ وہ اپنی اس مہربانی کا جو وہ ہمارے ساتھ کرے گا فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً ہی ہم سے ملنے کے لئے نہ آئے بلکہ کچھ عرصہ انتظار کرے۔ اس وقت تک نہ آئے جب تک کہ اسے اپنے گھوڑے کی ضرورت نہ پڑے۔ چلو ہم دونوں کچھ عرصہ تنہا رہیں۔ جان من! چلو چلیں۔ اور ہم ایک ہفتہ میں اس سے زیادہ لکڑیاں کاٹ کر استعمال کریں گے جتنی کہ ایک سمجھدار گھریلو عورت پورے زمانہ میں ایک مہینہ میں کر سکتی ہے۔ میں ایک بار پھر یہی کہوں گا کہ میری ان الجھی ہوئی باتوں کو معاف کر دو۔ میں کتنا چاہتا

ہوں گا اس طرح احمقانہ سنجیدگی سے بات کرنے کی بجائے تم سے سیدھے سادے طریقہ پر بات کر سکوں لیکن پھر بھی یہ حقیقت ہے کہ ہمارے سامنے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ تم اسے خواہ کچھ بھی کہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ موت ہمارے دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ ہمارا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ اس لئے ہم کیوں نہ اس قلیل مدت سے اپنے طور پر فائدہ اٹھائیں۔ آؤ ہم ان مختصر ایام کو زندگی سے رخصت ہونے کے لئے استعمال کریں۔ اور جدا ہونے سے پہلے آخری مرتبہ اپنا تمام وقت ایک دوسرے کے ساتھ گذاریں۔ ہم ہر اس چیز کو اوداع کہہ دیں گے جو ہمیں عزیز ہے اور اس طریقہ کو بھی جس سے ہم ان چیزوں کو دیکھنے کے عادی ہیں، اس طریقہ کو جس کے مطابق ہم زندگی گزارنا چاہتے تھے اور اسے، جو کچھ بھی ہمارے ضمیر نے ہمیں سکھایا ہے۔ اور اپنی تمام امیدوں کو اور ایک دوسرے کو۔ ہم پھر ایک مرتبہ آپس میں وہی راز و سرگوشیاں کریں گے جو ہم راتوں کو کرتے ہیں۔ عظیم اور وسیع باتیں۔ بحر الکاہل کے مانند وسیع و بے پایاں۔ تم بلاوجہ ہی تو میری زندگی کے آخری دور میں میرے پاس نہیں آ گئی ہو۔ میری حسین حور! ایسے وقت جبکہ آسمان پر جنگ اور مصیبتوں کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ تم پھر میرے پاس آ گئی ہو۔ جو بچپن کے پُرامن زمانہ میں میری زندگی کے ابتدائی دور میں داخل ہوئی تھیں۔ اس رات کو جب تم ایک نوخیز لڑکی تھیں اور اپنا اسکول کا خاکی یونیفارم پہنے ہوئے تھیں۔ ہوٹل کے نیم روشن کمرے میں تم بالکل ایسی ہی معلوم ہو رہی تھیں جیسی کہ اب ہو، کتنی حسین اور دلکش۔ اس کے بعد سے اب تک میں برابر اس سحر انگیز کیفیت کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ جو اس رات تمہیں دیکھنے کے بعد مجھ پر طاری ہوئی تھی، وہ مدہم سی چمک، وہ دور سے سُنی جانے والی صدائے بازگشت، جو بعد میں میرے تمام وجود پر چھا گئی اور جو میرے لئے دنیا کی ہر ایک چیز کو سمجھنے کا ذریعہ بن گئی۔ جب تم اس کمرے کی تاریکی میں ابھریں، ایک سایہ کی مانند جس نے اسکول کی لڑکی کا یونیفارم پہن رکھا تھا تو میں جو ایک لڑکا تھا اور تمہارے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا تھا، تمہیں پہچان گیا۔ اس تمام جوش اور جذبہ کے ساتھ جو میرے اندر پیدا ہو گیا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ سوکھی اور دُبلی چھوٹی سی لڑکی اپنے اندر برتی کشش رکھتی ہے اور اس پر نسوانی حسن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اگر میں نے تمہیں اپنی انگلی کے ایک پور سے بھی چھو لیا ہوتا تو کمرے میں ایک ایسا شعلہ بھڑکتا جس سے یا تو میں ہی ختم ہو جاتا یا پھر عمر بھر میرے اندر رنج اور خواہش کی مقناطیسی لہریں دوڑتی رہتیں۔ میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ اور میرا دل لرزنے لگا۔ مجھے، جو ایک لڑکا ہی تھا اپنے

اوپر ترس آرہا تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ تم پر جو ایک چھوٹی سی لڑکی تھیں میرا تمام وجود حیرت زدہ تھا اور پوچھ رہا تھا۔ "اگر محبت کرنا اور اس بری رو کو برداشت کرنا اتنا ہی تکلیف دہ ہے تو پھر ایک عورت ہونا ایک بری رو ہونا اور محبت کے جذبات سے کھیلنا اس سے بھی کس قدر زیادہ تکلیف دہ ہوگا۔ بس مجھے جو کہنا تھا وہ کہہ چکا۔ ایسی باتیں کسی کو بھی پاگل کر سکتی ہیں۔ یہ میرے تمام وجود کا منبع ہیں۔"

لارسا فیودورونا باقاعدہ لباس پہنے ہوئے اپنے پلنگ کے سرے پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور اس نے سکڑ کر اپنے آپ کو ایک شال سے ڈھانک رکھا تھا۔ یوری آندریے وچ اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور آہستہ آہستہ رک رک کر باتیں کر رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ کہنی ٹیک کر اوپر کو ہو جاتی۔ اپنی ٹھوڑی ہاتھ پر ٹکا دیتی اور حیرت سے منہ کھولے اسے تکتی رہتی۔ کبھی کبھی وہ اپنا منہ اس کے گھٹنے پر رکھ کر مسرت کے جذبے کے ساتھ چپکے چپکے رونے لگتی۔ اسے اپنے آنسوؤں کا احساس تک نہیں ہو رہا تھا۔ آخر میں اس نے بستر پر سے جھک کر اپنے بازو اس کے گرد حمائل کر دیئے اور پُرمسرت لہجہ میں بول اٹھی۔

"یوردوچکا! یوردوچکا! تم کتنے عقلمند ہو۔ تم ہر بات جانتے ہو۔ سب کچھ سمجھ سکتے ہو۔ یوردوچکا تم میری طاقت اور میرا سہارا ہو۔ خدا میرا یہ کفر معاف کرے۔ وہ میں کتنی خوش ہوں۔ چلو چلیں۔ میرے پیارے چلو چلیں۔ وہاں پہونچ کر میں تمہیں ایک بات بتاؤں گی جو میرے ذہن پر بوجھ بنی ہوئی ہے۔"

وہ سمجھ گیا کہ وہ یقیناً اپنے حمل کے متعلق کہہ رہی ہے۔ جو غالباً ہونے والا ہے۔ اور اس نے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔"

(۴)

وہ دونوں موسم سرما کی ایک تاریک صبح کو شہر سے روانہ ہو گئے۔ اس دن چھٹی کا دن نہیں تھا۔ لوگ اپنے دھندوں کے سلسلے میں سڑکوں پر چل پھر رہے تھے۔ ان میں سے بہتوں کے چہرے جانے پہچانے تھے۔ چوراہوں پر وہ عورتیں جن کے گھروں میں کنویں نہیں تھے پرانے مٹکوں کے پاس قطار میں لگے کھڑی تھیں۔ ان کی بالٹیاں ان کے قریب ہی زمین پر رکھی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر ان کے پاس سے احتیاط کے ساتھ گھومتا ہوا نکلا۔ وہ سمیویا لوف کے شوخ گھوڑے کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ گاڑی سڑک کے ڈھال پر سے برابر پھسلتی چلی جا رہی تھی جس پر برف اور کیچڑ تھی اور بار بار سڑک سے ہٹ کر روشنی کے

کھمبوں اور کنارے پر لگے ہوئے پتھروں سے ٹکرا جاتی تھی۔ پوری رفتار سے گھوڑا بھگاتے ہوئے وہ لوگ سمولیاتوف کے پاس پہونچ گئے جو سڑک پر پیدل جا رہا تھا اور اس کے قریب سے تیزی کے ساتھ گزر گئے۔ پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر کہ آیا اس نے انھیں اور اپنے گھوڑے کو پہچانا بھی یا نہیں۔ یا وہ ان سے کچھ کہنا تو نہیں چاہتا۔ کچھ اور آگے چل کر وہ کوماروسکی کے قریب سے گذرے اور اسے سلام کئے بغیر آگے بڑھتے چلے گئے۔ گلافیرا نتف سیولے سڑک کے دوسری طرف سے چلا کر ان سے کہا۔ "لوگ بھی کتنا جھوٹ بولتے ہیں! لوگ کہہ رہے تھے کہ تم کل جا چکے ہو۔ آلوؤں کی فکر میں جا رہے ہو؟" اور پھر اس نے اشارے سے انھیں بتایا کہ ان کا جواب وہ نہیں سن سکی اور اشارے ہی سے خدا حافظ کہہ دیا۔ سیما سے ملنے کے لئے انھوں نے گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ یہ ایک خطرناک ڈھلان تھا اور وہاں گاڑی موڑنا ناممکن تھا۔ گھوڑا برابر لگام کھینچ رہا تھا۔ سیما جو سر سے پیر تک کئی شالوں میں لپٹی ہوئی تھی اور لکڑی کے کندے کی طرح سخت اور اکڑی ہوئی دکھائی دے رہی تھی انھیں خدا حافظ کہنے کے لئے بیچ سڑک پر آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"جب تم واپس آؤ گے تو ہم دونوں ضرور کچھ باتیں کریں گے۔" اس نے پوری آندریے وچ سے کہا۔ آخر کار وہ لوگ شہر کو پیچھے چھوڑ آئے۔ اگرچہ ڈاکٹر موسم سرما میں اس سڑک پر سے گزرا تھا لیکن اسے زیادہ تر سڑک کا وہ نقشہ یاد تھا جو گرمیوں کے موسم میں ہوا کرتا تھا۔ اس لئے وہ اب اسے مشکل ہی سے پہچان سکا تھا۔ انھوں نے اپنے کھانے پینے کے سامان کے تھیلے اور دوسرے بنڈل گاڑی کے سامنے کے حصے میں خشک گھاس کے اندر رکھ دیئے تھے اور انھیں رسیوں سے باندھ دیا تھا۔ پوری آندریے وچ مقامی کاشتکاروں کی طرح گاڑی کے فرش پر سیدھا جھک کر یا پھر بیٹھ کر اس طرح گاڑی ہانک رہا تھا کہ اس کے دونوں پیر جن میں اس نے سمولیاتوف کے فلیٹ کے جوتے پہن رکھے تھے دونوں طرف لٹکتے رہے۔ تیسرے پہر جبکہ سورج غروب ہونے سے کافی دیر قبل دن ختم ہوتا ہوا معلوم ہو رہا تھا جیسے کہ موسم سرما میں عام طور پر ہوا کرتا ہے۔ پوری آندریے وچ نے گھوڑے کو بیرحمی کے ساتھ کوڑے مارنا شروع کر دیئے۔ وہ تیر کی مانند دوڑنے لگا۔ گاڑی خیر سموار سڑک پر ہچکولے کھاتی ہوئی چل رہی تھی جیسے جہاز طوفان میں چلتا ہے۔ لارا اور کاتیا اپنے سروں کو ٹوں میں لپٹی ہوئی بیٹھی تھیں۔ اور مشکل ہی سے ہل جل سکتی تھیں۔ موڑ پر مڑتے وقت اور گڑھوں میں ہچکولے کھاتے وقت وہ لڑھک کر ایک طرف سے دوسری طرف گر جاتی تھیں اور کبھی سوکھی

گھاس کے بنڈلوں پر جا پڑتی تھیں جس پر وہ ہنستے ہنستے دوہری ہو جاتی تھیں۔ کبھی کبھی ڈاکٹر مذاق کے طور پر جان بوجھ کر گاڑی سڑک کے کناروں پر جہاں برف کی تہہ چڑھی ہوئی ہوتی چڑھا دیتا تھا اور وہ دونوں برف پر لڑھک پڑتی تھیں۔ گھوڑا کچھ دور گاڑی کو گھسیٹتا ہوا لے جاتا اور پھر وہ لگامیں کھینچ کر اسے روک دیتا گاڑی کو سیدھا کرتا۔ اور للا اور کاتیا ہنستی ہوئی اور بجتی ہوئی پھر گاڑی پر سوار ہو جاتی تھیں۔

"میں تمہیں وہ جگہ دکھاؤں گا جہاں ہنگامی فوج کے آدمیوں نے مجھے روکا تھا۔" لیکن وہ اپنا یہ وعدہ پورا نہیں کر سکا کیونکہ موسم سرما میں جنگل کے اجاڑپن، سکوت اور تنہائی نے پورا منظر تبدیل کر دیا تھا۔ یہ رہی وہ جگہ" وہ فوراً ہی چلایا۔ وہ مویو اینڈ ویچسکن کے پہلے بورڈ سے دھوکا کھا گیا تھا جو ایک کھیت میں لگا ہوا تھا۔ وہ اسے وہ بورڈ سمجھا تھا جو اس نے جنگل میں اس وقت دیکھا تھا جب اسے پکڑ لیا گیا تھا جب وہ گاڑی کو تیز بھگاتے ہوئے دوسرے بورڈ کے قریب سے گزرے جو ابھی تک اپنی پرانی جگہ سکمک کے چولہے پر لگا ہوا تھا تو وہ اسے برف کی وجہ سے پہچان نہیں سکے اور بعد ڈبھی انھیں نظر نہیں آیا۔ جس وقت یہ لوگ واری کینو پہنچے تو دن ختم نہیں ہوا تھا اور کیونکہ پہلے روانگو کا مکان پڑا اس لئے وہ اس کے سامنے رک گئے۔ وہ لوگ چوروں کی طرح اندر داخل ہوئے۔ انھیں جلدی اس لئے تھی کہ پھر جلد ہی اندھیرا ہونے والا تھا۔ لیکن اندر پہلے ہی تاریکی تھی اس لئے کہ اندر سے وہ اسکی تباہی اور بربادی کا آدھا منظر بھی نہیں دیکھ سکا۔ جو فرنیچر اسے یاد تھا اس میں سے آدھا ابھی تک وہاں موجود تھا۔ واری کینو بالکل اجاڑ تھا اور وہاں لوگ اس تباہی کو مکمل کرنے کے لئے موجود نہیں رہ گئے تھے۔ اسے کوئی ذاتی سامان نہیں دکھائی دیا۔ لیکن چونکہ وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھا جبکہ اس کے گھر والے وہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ اس لئے وہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کیا کیا چیزیں اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس وقت للا کہہ رہی تھی۔

"ہمیں جلدی کرنی چاہیئے۔ ابھی ایک منٹ میں اندھیرا ہو جائے گا۔ ہمارے پاس کھڑے ہو کر سوچنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ اگر ہمیں یہیں ٹھہرنا ہے تو پھر گھوڑے کو کھلیان میں بھیج دینا چاہیئے۔ کھانے کا سامان کوٹھری میں رکھ دینا چاہیئے اور ہمیں اپنے لئے یہ کمرہ ٹھیک کر لینا چاہیئے۔ لیکن میں اسکے خلاف ہوں۔ ہم اس بارے میں پہلے ہی بات چیت کر چکے ہیں۔ یہ چیز تمہارے لئے اور تمہاری وجہ سے میرے لئے بھی تکلیف دہ ہوگی۔ یہ کونسا کمرہ تھا تمہاری خواب گاہ؟ نہیں بچوں کا کمرہ۔ وہ تمہارے

لڑکے کا پالنا رکھا ہے۔ یہ کا تیلے کے لئے تو بہت چھوٹا ہوگا۔ اس کے علاوہ کھڑکیاں سلامت ہیں۔ دیواروں یا چھت میں دراڑیں نہیں ہیں اور انگیٹھی بہترین ہے۔ جب میں آخری بار یہاں آئی تھی تو میں نے اس کی تعریف کی تھی۔ لہٰذا اگر تم یہاں ٹھہرنے پر اصرار کرو ــــ حالانکہ میں اس کے خلاف ہوں ــــ تو پھر میں اپنا کوٹ اتار دوں۔ اور فوراً کام میں لگ جاؤں۔ پہلا کام تو انگیٹھی سلگانا ہے۔ ہمیں اس کو چوبیس گھنٹے جلانا پڑے گا لیکن میرے پیارے، کیا بات ہے؟ تم نے کوئی جواب نہیں دیا"

"ایک منٹ میں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں ..... نہیں، غالباً ہمیں میکولسٹن کا مکان دیکھنا ہوگا۔ وہ زیادہ بہتر رہے گا" اور وہ لوگ گاڑی میں بیٹھ کر چل دیئے۔

(۵)

میکولسٹن کے مکان کے دروازے کو تالا لگا کر کیل ٹھونک دی گئی تھی۔ یوری آنڈرے وچ نے تالا معہ قبضوں اور لکڑی کے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اور یہاں بھی وہ لوگ تیزی سے اندر داخل ہوئے وہ سیدھے اندر کے کمروں میں گئے۔ انھوں نے اپنے کوٹ، ٹوپیاں اور فیلٹ کے جوتے بھی نہیں اتارے انھوں نے یہ بات فوراً محسوس کر لی کہ اندر کا کچھ حصہ صاف تھا، خاص طور پر میکولسٹن کے مطالعہ کا کمرہ۔ یقیناً کوئی نہ کوئی اب تک وہاں رہ رہا تھا، لیکن کون؟ کیا وہ میکولسٹن کے خاندان کا کوئی آدمی تھا۔ وہ لوگ یہاں چلے گئے۔ اور انھوں نے اپنی چابیاں استعمال کرنے کی بجائے دروازہ پر کیل کیوں ٹھونک دی؟ اس کے علاوہ اگر میکولسٹن کے گھر والے یہاں زیادہ عرصہ تک برابر رہتے رہے تھے تو پھر بجائے چند حصوں کے پورا مکان صاف ستھرا کیوں نہیں تھا؟ ہر بات سے ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی باہر کا آدمی وہاں رہ رہا تھا۔ لیکن وہ کون ہو سکتا تھا؟ نہ تو ڈاکٹر نے اور نہ لاراہی نے اس معمہ کی طرف کوئی دھیان دیا۔ انھوں نے اسے حل کرنے کی بھی کوشش نہیں کی۔ چاروں طرف اب بہت سے ایسے مکان تھے جنھیں لوٹا گیا تھا اور بہت سے پناہ گزین بھی تھے۔ "سفید فوج کا کوئی مفرور افسر" انھوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ "اگر وہ آیا تو ہم کوئی نہ کوئی بندوبست کر لیں گے"۔

پہلے کی طرح پھر ایک مرتبہ یوری آنڈرے وچ تحیر زدہ کیفیت میں مطالعہ کے کمرے کے درمیان میں کھڑا ہوا تھا۔ یہ کمرہ بہت بڑا اور آرام دہ تھا۔ اور کھڑکی کے پاس ایک بڑی سی میز رکھی ہوئی تھی۔ پھر ایک مرتبہ اس نے سوچا کہ ایسے پرسکون، جیل اطمینان سے لکھنے پڑھنے کا کام کرنے کے لئے ...

بہت اچھا ہے گا۔ صحن کی دوسری بیرونی عمارتوں میں ایک اصطبل بھی تھا جو کھلیان کے قریب تھا لیکن اس میں تالا پڑا ہوا تھا۔ اور یوری آندریے وچ نے اس خیال سے تالا نہیں توڑا کہ ممکن ہے وہ قابل استعمال نہ ہو۔ گھوڑا رات کے وقت کھلیان میں باندھا جا سکتا تھا جو آسانی سے کھل گیا۔ اس نے گھوڑے کی زین اتاری اور جب وہ سستا لیا تو اسے پینے کے لئے پانی دیا۔ جو اسے کنویں پر مل گیا تھا۔ وہ اسے خشک گھاس نہ دینا چاہتا تھا جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا لیکن وہ پیروں کے نیچے کچل گئی تھی۔ خوش قسمتی سے کھلیان کے اندر بھی کافی گھاس موجود تھی۔ یہ لوگ کپڑے تبدیل کئے بغیر ہی لیٹ گئے۔ انھوں نے اپنے سموری کوٹ کمبلوں کی بجائے اوپر ڈال لئے اور بچوں کی مانند فوراً ہی سو گئے جو دن بھر کھیلنے کے بعد تھک کر سو جاتے ہیں۔

(۶)

جس وقت سے وہ سو کر اٹھے تھے یوری آندریے وچ برابر اس میز کو دیکھے جا رہا تھا جو کھڑکی کے قریب لکھی ہوئی تھی۔ اس کی انگلیاں کاغذ اور قلم کے لئے بے چین ہو رہی تھیں۔ لیکن اس نے لکھنے کا کام اس وقت تک کے لئے ملتوی کر دیا جب تک کہ لارا اور کاتیا سونے کے لئے نہ لیٹ جائیں۔ اس وقت تک سے بہت کام کرنا ہو گا۔ کم از کم دو مکروں کو تو بہ بخش کے قابل بنانا ہی تھا۔ اسے شام کا وقت خاص کی وجہ سے اس کے ذہن میں کوئی اہم کام نہیں تھا۔ بات صرف یہ تھی کہ لکھنے کا شوق اور جذبہ اس پر غالب آ رہا تھا۔ اسے کچھ نہ کچھ ضرور لکھنا تھا۔ شروع میں وہ اپنے خیالات کاغذ پر منتقل کرے گا تاکہ لکھنے کی ابتدا کر سکے۔ اسے امید تھی کہ بعد میں اگر لارا اور وہ وہاں ٹھیر سکے تو کوئی نیا اور اہم کام شروع کر سکے گا۔

"کیا تم مصروف ہو؟ تم کیا کر رہے ہو؟"

"آگ سلگا رہا ہوں۔ برابر آگ سلگائے جا رہا ہوں۔"

"مجھے کپڑے دھونے کے لئے ایک ٹب چاہیئے۔"

"اگر ہم لکڑیاں اسی قدر تیزی سے جلاتے رہے تو یہ تین دن میں ختم ہو جائیں گی۔ مجھے جا کر لکڑی کے کام میں دیکھنا چاہیئے۔ ممکن ہے وہاں کچھ لکڑیاں باقی رہ گئی ہوں۔ اگر ہوئیں تو میں لے آؤں گا یہ کام میں کروں گا۔ تم ٹب کو کہہ رہی تھیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں نے کہیں نہ کہیں ایک ٹب دیکھا تھا۔ یاد

نہیں پڑتا کہ کہاں؟"

"میں نے بھی دیکھا ہے۔ اور مجھے بھی یاد نہیں پڑتا کہ کہاں دیکھا تھا۔ یقیناً کسی ایسی جگہ رکھا تھا جہاں اس کا کوئی کام نہیں تھا۔ اسی لئے میں بھول گئی ہوں۔ خیر چھوڑ دیجئے۔ میں دھونے دھلانے کے لئے کافی پانی گرم کر رہی ہوں۔ جو پانی بچ رہے گا۔ اس سے میں اپنے اور کاتیلے کے کچھ کپڑے دھوؤں گی تم بھی اپنے کچھ کپڑے مجھے دے سکتے ہو۔ ہم لوگ کام ختم کر لینے کے بعد شام کو نہائیں گے۔ سونے سے پہلے۔"

"شکریہ۔ میں اب اپنی چیزیں لے آؤں۔ میں نے تمام بھاری فرنیچر دیواروں کے پاس سے ہٹا دیا ہے جیسا کہ تم چاہتی تھیں۔"

"ٹھیک ہے۔ چونکہ ٹب نہیں ملتا، اس لئے میں رکابیاں دھونے کا برتن کپڑے دھونے کے کام میں لاؤں گی۔ لیکن وہ چکنا ہو رہا ہے۔ اس لئے اسے مانجھنا پڑے گا۔"

"جیسے ہی انگیٹھی ٹھیک سے جلنے لگے گی۔ میں باقی درازیں بھی دیکھوں گا۔ مجھے میز اور الماری میں ہرار بہت سی چیزیں مل رہی ہیں۔ صابن، جیس، کاغذ، پنسل، قلم اور روشنائی۔ اور میز پر رکھا ہوا لیمپ مٹی کے تیل سے بھرا ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میکونتن کے یہاں کوئی لیمپ نہیں ہوگا۔ اس لئے یہ یقیناً کسی اور جگہ سے آیا ہوگا۔"

"قسمت کی بات ہے! یہ یقیناً یہاں رہنے والے پراسرار شخص کا کام ہوگا۔ لیکن اب ہم پھر گپ لڑانے لگے اور میرا پانی کھول رہا ہے۔" اب یہ لوگ سرگرمی کے ساتھ ایک کمرے میں پھرنے لگے۔ اور تیزی سے کام میں مصروف ہو گئے۔ وہ بار بار ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے تھے یا کاتیکا ان کے پیروں میں آ جاتی تھی۔ وہ ادھر سے ادھر گھومتی پھر رہی تھی۔ اور ان کے کام میں اسکی وجہ سے اکثر رکاوٹ پیدا ہونے لگتی تھی جو وہ اسے ڈانٹنے لگتے تھے۔ وہ کانپ رہی تھی اور سردی کی شکایت کر رہی تھی۔

"یہ بے چارے نئے زمانے کے بچے۔" ڈاکٹر نے سوچا۔ "جو ہماری خانہ بدوش زندگی کا شکار ہیں بے چارے تھے خانہ بدوش" اس نے بلند آواز سے کہا۔ "لڑکی خوش ہو جاؤ۔ تمہیں ہرگز سردی نہیں لگ سکتی۔ انگیٹھی کتنے زور سے سلگ رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ انگیٹھی گرم ہو لیکن میں ٹھنڈی پڑی ہوں۔"

"تو پھر تمہیں آج شام تک صبر کرنا ہوگا۔ میں زوردار آگ جلاؤں گا اور تم نے ماں کو کہتے نہ

کدہ تمہیں گرم پانی سے نہلائیں گی۔ اور لو اب تم ان سے کھیلو۔ لو پسکو۔" اور اس نے لیبر بکس کے تمام پرانے کھونے اسٹور سے نکال کر فرش پر ڈال دیئے۔ ان میں سے کچھ صحیح سلامت تھے، کچھ ٹوٹے ہوئے تھے اور ان میں ہر طرح کے کھلونے تھے۔ "تم کیا سوچ رہے ہو، یوری آندرے وچ؟" کاتیا نے بڑوں کے سے انداز میں کہا۔ "یہ میرے کھلونے نہیں ہیں۔ اور پھر یہ ننھے بچوں کے لئے ہیں۔ میں تو کافی بڑی ہوں۔" لیکن دوسرے ہی لمحہ وہ آرام سے قالین کے درمیان میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس نے تمام کھلونوں سے اپنی گڑیا ننکا کے لئے ایک مکان بنا دیا تھا جسے وہ شہر سے ساتھ لائی تھی۔ یہ مکان ان عارضی رہائش گاہوں سے کہیں زیادہ بہتر اور دیرپا تھا جس میں اس نے اپنی زندگی کا زیادہ وقت گذارا تھا۔ لارا بار جی خانہ سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "اس کے گھریلو پن کے جذبہ کو دیکھو، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مکان اور امن کی خواہش کسی چیز سے تباہ نہیں ہو سکتی۔ بچے زیادہ راست باز ہوتے ہیں۔ وہ سچائی سے نہیں ڈرتے لیکن ہم یہ ظاہر کرتے ہوئے خوف محسوس کرتے ہیں کہ ہم اس دور سے تعلق نہیں رکھتے۔ یہاں تک کہ ہم ان چیزوں تک کو قربان کر دیتے ہیں جو ہمیں عزیز ہوتی ہیں اور ان چیزوں کی تعریف کرتے ہیں جن سے ہمیں کراہت آتی ہے اور ہر اس بات پر ہاں کہہ دیتے ہیں جو ہماری سمجھ تک میں نہیں آتی۔"

"یہ ہاٹ" یوری آندرے وچ نے تاریک ہال کمرے سے نکلتے ہوئے کہا۔ "یہ یقیناً اپنی صحیح جگہ پر نہیں تھا۔ یہ چھت کے نیچے اس جگہ رکھا ہوا تھا جہاں چھت ٹپکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ گذشتہ موسم خزاں کے وقت سے ہی وہاں رکھا تھا۔

(۷)

لارا نے کھانے پینے کا وہ سامان استعمال کرنا شروع کر دیا تھا جو وہ لوگ اپنے ساتھ لائے تھے ت کے کھانے پر اس نے آلوؤں کا شوربہ، بھنا ہوا گوشت اور آلو تیار کئے تھے۔ کاتیا نے اتنا زیادہ کھایا کہ اس کے پیٹ میں گنجائش باقی نہیں رہی۔ وہ کھلائے جا رہی تھی اور اسکی شوخیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ آخر میں جب اس کا پیٹ بھر گیا اور اسے گرمی پہنچی تو وہ صوفے کے اوپر اپنی ماں کی شال میں لپٹ کر لیٹ گئی اور فوراً سو گئی۔ لارا لیسا فیوڈرووِنا جو ابھی چولھے کے پاس اٹھ کر آئی تھی۔ بھکان اور گرمی محسوس رہی تھی اسے بھی اپنی لڑکی کی طرح بہت نیند آ رہی تھی۔ وہ اپنا کھانا پچانے کی کامیابی پر بھی خوش تھی۔ بے بیٹیاں صاف کرنے کی کوئی جلدی نہیں تھی۔ اس لئے وہ کچھ دیر ستانے کے لئے بیٹھ گئی۔ یہ اطمینان

کر لینے کے بعد کہ کانتا سو چکی ہے۔ اس نے میز پر جھکے کو جھک کر اپنی ٹھوڑی اپنے ہاتھ پر ٹیکا دی اور کہنے لگی:۔

"میں تمہاری لونڈی بن کر بھی خوش ہوں گی اگر صرف مجھے اتنا معلوم ہو جائے کہ اس کا کوئی نتیجہ نکلے گا اور یہ سب کچھ بیکار نہیں ہوگا۔ تمہیں بار بار مجھے یہ یاد دلانا ہوگا کہ ہم لوگ یہاں ایک دوسرے کے ساتھ ہنسنے کے لئے آئے ہیں۔ مجھے خوش رکھو اور سوچ بچار نہ کرنے دو۔ کیونکہ اگر تم دیانت داری کے ساتھ اس پر غور کرو تو سوچو گے کہ ہم لوگ کیا کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ کیا ہے؟ ہم کسی دوسرے کے مکان میں گھس آئے ہیں اور یہاں آکر اس طرح رہنے لگے ہیں جیسے یہ ہمارا اپنا ہی مکان ہو اور ہم اب چاروں طرف پاگلوں کی طرح پھر رہے ہیں تاکہ ہم یہ محسوس کر سکیں کہ یہ اصل زندگی نہیں ہے، یہ ایک اسٹیج ہے یہ حقیقی نہیں ہے اور یہ سب ایک بہانہ ہے، بچوں کا سا کھیل ــــ مضحکہ خیز۔"

"لیکن پیاری، کیا خود تم نے ہمارے یہاں آنے پر اصرار نہیں کیا تھا؟ کیا تمہیں یاد نہیں رہا کہ میں آخر تک اسکی مخالفت کرتا رہا؟"

"یقیناً میں نے ایسا کیا تھا۔ میں اس سے انکار نہیں کرتی۔ تو اب غلطی میری ہے! تمہارے لئے تو یہ ٹھیک ہے کہ تم سوچ بچار سے کام لو۔ اور تامل کرو لیکن مجھے تو مستقل طور پر سمجھ بوجھ اور اصول سے کام کرنا ضروری ہے! تم اندر آئے۔ تم نے اپنے لڑکے کا پالنا دیکھا اور تم پر بیہوشی طاری ہونے لگی۔ تمہیں یہ حق حاصل ہے۔ لیکن مجھے یہ بھی حق حاصل نہیں ہے کہ کسی بات کی فکر کروں۔ کانتا کا خیال کروں۔ مستقبل کے بارے میں سوچوں۔ میرے لئے ہر چیز کو تمہارے لئے اپنی محبت پر قربان کر دینا ضروری ہے۔"

"لاما ہوش میں آؤ۔ سوچو ابھی دیر نہیں ہوئی ہے۔ تم اپنا فیصلہ تبدیل کر سکتی ہو۔ سب سے پہلے میں نے ہی تم سے کہا تھا کہ کومارسن کے بتائے ہوئے منصوبہ پر سنجیدگی سے غور کرو۔ ہمارے پاس گھوڑا موجود ہے اگر تم چاہو تو ہم لوگ کل ہی سیدھے پوریا تان جا سکتے ہیں۔ کومارسن ابھی تک وہیں ہے۔ ہم نے اسے دیکھا تھا۔ اور اتفاق سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہمیں نہیں دیکھ سکا۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اسے اب بھی ڈھونڈھ لیں گے۔"

"میں نے تو ایک لفظ بھی نہیں کہا اور تم ناراض دکھائی دے رہے ہو۔ لیکن مجھے بتاؤ تو سہی کیا میں

اتنی ہی غلطی پر ہوں؟ اگر ہم لوگ اس سے زیادہ بہتر طریقہ پر نہیں چھپ سکتے تھے تو ہم پھر لوریاتن ہی میں رہ سکتے تھے۔ اگر ہم واقعی اپنے آپ کو بچانا چاہتے تھے تو ہمیں کوئی معقول اسکیم نہانی چاہیئے تھی جو کافی سوچ بچار کے بعد تیار کی جاتی۔ اور پھر کوماروسکی نے بھی تو ایسی ہی اسکیم ہمارے سامنے رکھی تھی۔ خواہ ہم اس سے نفرت کرتے ہوں لیکن وہ ایک عملی آدمی ہے اور ہر بات کی خبر رکھتا ہے۔ ذرا سوچو تو! ہم لوگ ایک وسیع اور ہوادار میدان میں تنہا ٹہرے ہوئے ہیں! اگر رات کو برفباری میں ہم لوگ مکان کے اندر دب جائیں تو صبح کو اپنے آپ باہر بھی نہیں نکل سکیں گے! یا فرض کرو کہ ہمارا وہ پراسرار کرمفرما، جو ہم سے پہلے اس مکان میں آکر رہا تھا، کوئی ڈاکو ہے اور وہ اگر ہمارے گلے کاٹ دیتا ہے! ہمارے پاس تو بندوق بھی نہیں ہے۔ تو دیکھا تم نے؟ مجھے دراصل تمہاری لاپرواہی سے خوف آتا ہے اور تم نے مجھے بھی ایسا ہی بنا دیا ہے۔ میں سیدھی بات سوچ ہی نہیں سکتی۔"

"لیکن تم کیا چاہتی ہو؟ تم اب مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"میں خود نہیں جانتی کہ کیا کہوں۔ مجھے ہر وقت اپنے اثر میں رکھو۔ مجھے بار بار یہ یاد دلاتے رہو کہ میں تمہاری محبت کرنے والی لونڈی ہوں۔ اور یہ کہ کچھ سوچنا یا بحث کرنا میرا کام نہیں ہے میں تمہیں بتاتی ہوں۔ تمہاری دنیا اور میرا پاشا ہم دونوں سے ہزار گنا بہتر ہیں۔ لیکن اصل بات یہ نہیں ہے اصل بات تو یہ ہے کہ محبت کا تحفہ بھی دوسرے تحفوں کی طرح ہے۔ وہ خواہ کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو لیکن وہ دعاؤں کے بغیر ہدیہ نہیں پا سکتا۔ جہاں تک میرا اور تمہارا تعلق ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہمیں جنت میں پیار کرنا سکھایا گیا ہو اور پھر یہ دیکھنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ زمین پر بھیجا گیا ہو کہ ہمیں جو کچھ سکھایا گیا تھا وہ ہمیں یاد بھی ہے یا نہیں۔ یہ ایک ایسی ہم آہنگی ہے جس کی کوئی حدود نہیں ہیں۔ کوئی درجہ نہیں ہے۔ ہر چیز یکساں قیمت رکھتی ہے ہر چیز سے خوشی حاصل ہوتی ہے اور ہر چیز ایک جوہر بن گئی ہے لیکن اس پُرخطر جذبہ میں جو ہر لمحہ ہمارا منتظر رہتا ہے۔ ایک پچھتاوا ہے ناقابل ضبط اور غیر ذمہ دارانہ۔ یہ ایک دیدۂ و دانستہ تباہ کن عنصر ہے جو گھریلو مسرت اور ایسی محبت کا دشمن ہے۔ یہ میرا فرض ہے کہ میں اس سے خوف کھاؤں اور اس پر اعتبار نہ کروں۔"

اس نے اپنی باہیں زواگو کے گلے میں ڈالدیں اور آنسو پینے کی کوشش کرنے لگی۔

"کیا تم دیکھ نہیں سکتے کہ میری وہی حیثیت نہیں ہے۔ تمہیں پڑھیئے گئے تھے تاکہ بادلوں کے

اوپر پرواز کر سکوں لیکن میں ایک عورت ہوں، مجھے یہ پر اس لئے دیئے گئے ہیں تاکہ میں زمین پر بھی رہوں اور اپنے بچوں کی حفاظت کر سکوں۔"

لارا کے الفاظ سے وہ بہت زیادہ متاثر ہوا لیکن اس نے یہ چیز ظاہر نہیں ہونے دی کہ کہیں وہ جذبات کی رو میں بہک نہ جائے۔ "یہ بالکل صحیح ہے کہ اس کیمپ جیسی زندگی میں تصنع سا معلوم ہوتا ہے۔ تم بالکل ٹھیک کہتی ہو لیکن یہ ہماری پیدا کی ہوئی تو نہیں ہے۔ اس افراتفری کا ہر شخص شکار ہے، یہ وقت کی بات ہے۔"

"میں خود تمام دن اس کے متعلق سوچتا رہا ہوں۔ میں اس بات کی ہر ممکن کوشش کرنے کو تیار ہوں کہ کچھ عرصہ یہاں رہ سکوں۔ میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ میرے دل میں کام کرنے کی کس قدر خواہش پیدا ہو رہی ہے۔ میرا مطلب کھیتی باڑی سے نہیں ہے۔ ہم پہلے یہاں پر یہی کیا کرتے تھے۔ گھر کے سب لوگ مل جل کر اور اس میں ہمیں کامیابی بھی ہوتی تھی۔ لیکن اب میرے اندر اتنی زیادہ طاقت باقی نہیں رہی۔ کہ میں پھر یہ کام کر سکوں۔ میرے ذہن میں کچھ اور ہی بات ہے۔ حالات رفتہ رفتہ معمول پر آتے جا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ لوگ اب بھی پھر کتابوں کی اشاعت شروع کر دیں۔ میں یہی سوچ رہا تھا کیا ہم سیریا یا ٹوٹے معاملہ نہیں کر سکتے؟ ہمیں اس کے سامنے منافع بخش شرائط رکھنی ہوں گی۔ تاکہ وہ ہمیں اپنے خرچ پر چھ مہینہ تک یہاں رکھے۔ اس شرط پر کہ میں یہ سارا وقت کتاب لکھنے میں صرف کر دوں گا مثال کے طور پر ڈاکٹری پر کوئی درسی کتاب۔ کوئی ادبی کتاب، نظموں کا مجموعہ۔ یا ہو سکتا ہے کہ میں کسی کلاسک کا ترجمہ کر دوں۔ میں مختلف زبانیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ ابھی اس روز میں نے ایک اشتہار دیکھا تھا۔ پیٹرزبرگ میں ایک ناشر ہے جو صرف ترجمے ہی شائع کرتا ہے مجھے یقین ہے کہ ایسی کتاب کے اچھے پیسے مل سکیں گے۔ اس قسم کا کوئی کام کرنے سے مجھے بہت خوشی ہوگی۔"

"اچھا ہوا تم نے مجھے یاد دلا دیا۔ میں خود بھی آج کچھ ایسی ہی بات سوچ رہی تھی۔ لیکن یہاں رہ کر مجھے اپنے مستقبل پر بھروسہ نہیں ہے۔ اس کے برخلاف مجھے یہ اندیشہ کہ ہم لوگ اس بہاؤ میں کہیں اور پہنچ جائیں گے اس سے بھی کہیں دور دراز مقام پر۔ جب تک ہمیں کم از کم اتنا سکون حاصل ہے میں تم سے ایک مہربانی کی خواستگار ہوں۔ کیا تم آئندہ چند روز تک شام کو چند گھنٹے صرف کر کے وہ تمام نظمیں کاغذ پر اتار دو گے جو میں نے مختلف اوقات میں تم سے سنی ہیں؟ ان میں سے آدھی تم نے

ضائع کردی ہیں۔ اور باقی تم نے لکھی ہی نہیں ہیں۔ اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ تم انھیں بھی بھول جاؤ گے اور وہ بالکل ضائع ہو جائیں گی۔ اور خود تمہارے کہنے کے مطابق پہلے بھی اکثر ایسا ہو چکا ہے۔"

(۸)

دن ختم ہوتے ہوئے ان دونوں نے گرم پانی سے خوب اچھی طرح غسل کیا۔ اور لارا نے کاتیا کا نہلایا۔ یوری آندرے وچ اپنے آپ کو نہایت صاف اور پاکیزہ محسوس کر رہا تھا۔ وہ کھڑکی کے سامنے میز کے قریب بیٹھ گیا۔ اسکی پشت کمرے کی طرف تھی جہاں لارا کاتیا کا کو بستر پر لٹا رہی تھی۔ اور اس کے اوپر کمبل ڈال رہی تھی۔ اس نے غسل کا بڑا تولیہ لپیٹ رکھا تھا۔ اور اس کے جسم سے صابون کی مہک آرہی تھی۔ اس نے اپنے بال ایک تولیہ میں لپیٹ کر اسے پگڑی کی طرح سر پر باندھ رکھا تھا۔ وہ جو کام شروع کرنے والا تھا اس سے ابھی سے لطف اندوز ہونا شروع کر دیا تھا اور نہایت توجہ کے ساتھ اپنے چاروں طرف کے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس وقت رات کا ایک بجا تھا جب کہ لارا جو پہلے بناوٹی نیند ظاہر کر رہی تھی، واقعی سو گئی۔ اس کا اور کاتیا کا شب خوابی کا لباس بستر کی سفید اور شفاف چادروں کی مانند صاف اور چمکدار دکھائی دے رہا تھا۔ ان دنوں میں بھی لارا کسی نہ کسی طرح کلف کا بندوبست کر ہی لیتی تھی۔ یوری آندرے وچ کے چاروں طرف جو سکوت طاری تھا۔ اس میں مسرت اور زندگی محسوس ہو رہی تھی۔ لیمپ کی زرد اور مدھم روشنی کاغذ کے سفید ورقوں پر پڑ رہی تھی اور دوات کے اندر روشنائی کی سطح اس روشنی میں چمکے ہی تھی۔ باہر موسم سرما کی رات ہلکی نیلی دکھائی دے رہی تھی۔ رات کا نظارہ کرنے کی غرض سے یوری آندرے وچ قریب کے کمرے میں گیا جو سرد اور تاریک تھا اور کھڑکی سے باہر جھانکا۔ چوتھوں کے چاند کی روشنی جو باہر برف سے ڈھکے ہوئے میدان پر پڑ رہی تھی وہ انڈے کی سفیدی یا گرے سفید روغن کی مانند گاڑھی تھی۔ برفانی رات کا حسن ناقابل بیان تھا۔ اس کا دل مکمل سکون محسوس کر رہا تھا وہ اندر کے گرم اور روشن کمرے میں واپس چلا گیا اور لکھنا شروع کر دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے ہاتھ کی نقل و حرکت اور زندگی کو اپنی تحریر میں منتقل کر دے تاکہ وہ ظاہری طور پر بھی اپنی انفرادیت نہ کھو سکے اور بے حس اور بے جان نہ ہو جائے۔ اس لئے وہ آہستہ آہستہ ان میں اصلاح کی کوشش کرتا رہا۔ اور اس کے نتیجہ میں وہ جیسے جیسے ان کی نقل کرتا گیا اصل نظموں سے ان کی مطابقت کم ہوتی گئی، وہ نظمیں جو اسے اچھی طرح یاد تھیں اور اس کے ذہن میں محفوظ تھیں۔

"کرسمس کا ستارہ"، "موسم سرما کی رات" اور ایسی ہی بہت سی دوسری نظمیں ــــ جو بعد میں بھلا دی گئیں۔ کھو گئیں اور پھر کبھی نہ مل سکیں۔

ان پرانی اور تکمیل شدہ نظموں کے بعد وہ دوسری نظموں کی طرف متوجہ ہوا جو اس نے شروع کی تھیں اور نامکمل چھوڑ دی تھیں۔ وہ ان کی روح میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا اور ان کے آخری حصوں کی طرف توجہ دے رہا تھا حالانکہ اسے اس بات کی ذرا سی بھی امید نہیں تھی کہ وہ اب انھیں مکمل کر سکے گا۔ آخر کار وہ جوش میں آکر جذبات کی رَو میں بہہ گیا اور اس نے ایک نئی نظم لکھنی شروع کر دی۔ دو تین بند لکھنے اور خیال آرائیاں کرنے کے بعد جن سے وہ خود بھی متاثر تھا اس پر خیالات کا غلبہ ہونے لگا اور آمد ہونے لگی۔ ایسے موقعوں پر ان طاقتوں کا تعلق جو فنکار کی تخلیقات کا باعث ہوتی ہیں۔ برعکس ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت شاعر پر اس کی ذہنی کیفیت کا غلبہ نہیں باقی رہتا جس کا وہ اظہار کرنا چاہتا ہے بلکہ وہ ان الفاظ کے چکر میں پڑ جاتا ہے جن میں وہ اپنے خیالات کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ الفاظ جو حسن و معانی کا مخزن ہوتے ہیں اپنی راہ خود پیدا کر لیتے ہیں۔ انسان کے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور موسیقی میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور یہ شوکتِ الفاظ کے اعتبار سے نہیں ہوتا بلکہ دل سے نکلی ہوئی آواز کے جوش اور روانی کے اعتبار سے پھر ایک تیز رَو، اِدھر طاقتور دریا کی طرح جو پتھروں سے ٹکراتا ہوا بہتا ہے اور جس کے بہاؤ سے پہیے گردش کرنے لگتے ہیں۔ الفاظ کے بہاؤ سے خود اس کے اپنے قواعد کے مطابق تال، سُر اور بہت سی دوسری باتیں پیدا ہونے لگتی ہیں جو کہیں زیادہ اہم ہوتی ہیں لیکن ابھی تک جنھیں سمجھا نہیں جا سکا ہے پورے طور پر پہچانا نہیں گیا ہے اور کوئی نام نہیں دیا گیا ہے۔

ایسے موقعوں پر ورڈزورتھ آنکھ بند کر کے سوچا کرتا تھا کہ اصل کام وہ خود نہیں بلکہ کوئی اعلیٰ طاقت کر رہی ہے جو اس کے اوپر ہے اور اسے ہدایت دیتی ہے۔ یعنی وہ عالمِ تخیل اور شاعری کی موجودہ اور آنے والے تاریخی دور کی تحریک اور وہ محسوس کرتا تھا کہ وہ محض اس تحریک کا ایک ذریعہ ہے۔ اس خیال سے اس کی ندامت ذاتی ناکامی اور کم مائیگی کا احساس کچھ دیر کے لئے ختم ہو گیا۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا اور چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ اس نے دو سرشفاف تکیوں پر رکھے ہوئے دیکھے جو بجو خواب تھے۔ ان کے نقش و نگار۔ بستر کی سفید دھلی ہوئی چادروں اور تکیوں، صاف کمرے، رات،

برف، چاند اور چاند ستاروں کی پاکیزگی نے اس کے دل پر معنی خیز طریقہ پر اثر کیا۔ اور اسے انسانی وجود کی پاکیزگی کا احساس کر کے مسرت کا بے پایاں احساس ہونے لگا۔ "معبود! معبود!" اس نے زیر لب کہا "اور یہ سب کچھ میرے لئے ہے؟ تو نے مجھے اتنا کچھ کیوں دیدیا ہے؟ تو نے اپنا وجود مجھ پر کیوں عیاں کر دیا ہے۔ اپنی دنیا میں اپنے خزانوں میں، اپنے ستاروں کے نیچے، بھٹکنے اور اپنی ناکام، غیر جذباتی اور غیر رشتا کی محبت کے قدموں میں گرنے کی اجازت کیوں دیدی ہے۔ وہ محبت جو میری آنکھوں کو دائمی نور بخشتی ہے"۔ صبح تین بجے لیوری آندرے دروازے کا غذات پر سے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ وہ اپنے دور دراز اور بے لوث خیالات کے دھندلے سے نکل کر اپنے آپ میں اور قطعی دنیا میں واپس آ گیا، وہ اب اپنے آپ کو مسرور، توانا اور پر سکون محسوس کر رہا تھا۔ اچانک باہر کے کھلے ہوئے میدان کا سکوت جو کھڑکی سے دور تک پھیلا ہوا تھا ایک درد انگیز آواز سے ٹوٹ گیا۔

وہ قریب کے تاریک کمرہ میں گیا۔ تاکہ کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھ سکے لیکن جب وہ کام میں مصروف تھا اس وقت کھڑکی کے شیشوں پر برف جم گئی تھی اس نے قالین کا وہ بنڈل کھینچ کر ہٹایا جو دروازے کے پاس برفانی ہواؤں کو روکنے کے لئے لگا دیا گیا تھا، اپنا کوٹ کندھوں پر ڈالا اور باہر چلا گیا۔ سفید برف پر چاند کی تیز روشنی سے اسکی آنکھوں میں چکا چوند ہونے لگی اور پہلے تو اسے کچھ بھی نظر نہیں آ سکا۔ پھر طویل اور تند غراہٹ ایک مرتبہ سنائی دی جو فاصلہ کی وجہ سے مدھم پڑ گئی تھی اور اس نے چار طویل سائے دیکھے جو میدان کے دوسرے سرے پر محض نیمل کے خفیف نشانات کی مانند دکھائی دے رہے تھے۔ پھر تین ایک نظر میں کھڑے ہوئے تھے انھوں نے اپنے سر اٹھا رکھے تھے اور ان کی تھوتھنیاں مکان کی طرف تھیں، وہ چاند کی طرف یا کھڑکی پر اسکی روشنی کرنوں کو دیکھ کر غرا رہے تھے۔ لیکن ابھی لیوری آندرے درج کو مشکل ہی سے اس کا احساس ہوا تھا کہ وہ بھیڑیئے ہیں کہ وہ واپس مڑ کر کتوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے جیسے انھوں نے اسکے خیالات کا اندازہ کر لیا ہو۔ قبل اس کے کہ وہ یہ دیکھ سکتا کہ وہ کس سمت میں گئے ہیں وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

"بس اب تو انتہا ہو گئی۔ پانی سر سے اونچا ہو گیا"۔ اس نے سوچا۔ کیا ان بھیڑیوں کے جھنڈ قریب ہی ہیں؟ ہو سکتا ہے کہ میدان کے اس سرے پر ہوں؟ کس قدر خوفناک! اور سمویا توت

کا گھوڑا کھلیان میں بندھا ہوا ہو۔ انھوں نے یقیناً اسکی بُو سونگھ لی ہوگی"۔ اس نے طے کرلیا کہ وہ فی الحال لارا کو یہ نہیں بتائے گا ورنہ وہ کہیں پریشان نہ ہو جائے۔ واپس آکر اس نے سرد کمروں اور مکان کے گرم حصّوں کے درمیان کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ برفانی ہواؤں کو روکنے کے لئے دروازوں پر قالین اور کپڑے لگا دیئے اور اپنی میز پر واپس چلا گیا۔ لیمپ کی روشنی پہلے کی طرح تیز تھی اور اسے خوش آمدید کہہ رہی تھی۔ لیکن اب وہ لکھنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ اب جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اسے اس وقت بھیڑیوں اور آنے والے خطرات اور ہر قسم کی پیچیدگیوں کے علاوہ اور کسی چیز کا خیال نہیں آرہا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اب تھک بھی گیا تھا۔ لارا جاگ گئی۔ "میری روشن شمع! کیا تم ابھی تک جل رہی ہو؟" اس نے نیند میں ڈوبی ہوئی ہلکی آواز میں کہا۔ "یہاں آکر ایک منٹ کے لئے میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں اپنا خواب سناؤں گی"۔

یوری آندرے وچ نے روشنی گل کر دی۔

(۹)

ایک اور دن خواب کی طرح گذر گیا۔ انھیں مکان میں بچوں کی ایک گاڑی مل گئی۔ کاتنکا جو خوشی سے گلنار ہو رہی تھی اور اپنے کوٹ میں لپٹی ہوئی تھی، خوشی سے قہقہے لگاتی ہوئی برف کے تودے پر سے لڑھک رہی تھی۔ جو یوری آندرے وچ نے برف کو ایک جگہ اکٹھا کر کے اس کے لئے بنا دیا تھا۔ وہ ادھر ادھر بھاگ دوڑ کر لکڑیوں پر بھاگتی پھرتی بار بار برف کے تودے پر چڑھتی اور گاڑی کو ایک ڈوری کی مدد سے اوپر کھینچ لیتی۔ اسکی مسکراہٹ اور قہقہوں کا سلسلہ بہت دیر تک جاری رہا۔ فضا میں اب انجماد پیدا ہو رہا تھا۔ ہوا میں سردی بڑھتی جا رہی تھی۔ لیکن سورج نکلا ہوا تھا۔ دوپہر کو برف میں پسپلاہٹ پیدا ہو گئی اور غروب آفتاب کے وقت اس کا رنگ نارنجی ہو گیا۔ لارا نے ایک دن قبل جو دھلائی اور صفائی کی تھی، اس سے مکان میں نئی ہو گئی تھی۔ بھاپ تمام کھڑکیوں پر جم گئی تھی اور دیوار پر لگے ہوئے کاغذ پر سیاہ دھبے پڑ گئے تھے کمرے تاریک اور سنسان تھے۔ یوری آندرے وچ لکڑیاں اٹھا کر لایا، پانی بھرا اور پھر مکان کا جائزہ لینے لگا۔ اس تلاشی کے دوران اسے اور بہت سی چیزیں وہاں پر ملیں۔ اس نے لارا کے بھی بہت سے کاموں میں ہاتھ بٹایا۔ کوئی کام کرتے ہوئے ان کے ہاتھ ایک دوسرے سے مل جاتے

تھے اور پھر وہ دونوں وہ چیزیں رکھ دیتے تھے جو وہ اٹھائے ہوئے ہوتے۔ وہ ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیٹھ جاتے۔ ان کے جذبات ان پر حاوی ہو جاتے۔ اور تمام دوسرے خیالات ان کے ذہنوں سے محو ہو جاتے۔ لمحات اسی طرح گزرتے رہے۔ یہاں تک کہ کافی دیر ہو گئی۔ اور ان دونوں کو یاد آیا کہ انھوں نے کاتنکا کو بہت دیر سے اکیلا چھوڑ رکھا ہے، یا یہ کہ انھوں نے گھوڑے کو دانہ پانی نہیں دیا ہے۔ اور اپنی بھوک کی تلافی کرنے کے لئے وہ تیزی سے پھر کام میں لگ جاتے تھے۔ یوری آندرے وچ زیادہ دیر نہیں سو سکا جس کی وجہ سے اس کا سر بہت بھاری تھا، جیسے اسپرنٹ طاری ہو۔ وہ سارے جسم میں عجیب سی نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ اب وہ بچپنے سے رات کا منتظر تھا تاکہ وہ اپنے لکھنے پڑھنے کا کام پھر شروع کر سکے جس میں رکاوٹ پڑ گئی تھی۔ اس سلسلہ میں ابتدائی تیاریاں اس کے شعور سے باہر ہوتی جا رہی تھیں۔ اس اونگھ کے عالم میں جس نے اس کے ماحول اور خیالات پر پردہ سا ڈال دیا تھا اسے ہر چیز دھندلی دکھائی دے رہی تھی جس کے بعد وہ ان چیزوں کے صحیح اور پورے خدوخال دیکھنے والا تھا۔ جس طرح پہلا مسودہ لکھنے سے پہلے ذرا دیر کے لئے خیالات میں ذرا الجھن سی رہتی ہے۔ دن بھر کے تھکا دینے والے معمولات لازمی طور پر رات کی تیاریوں میں شامل تھے۔ اگرچہ وہ بہت تھکا ہوا تھا لیکن پھر بھی اس نے کوئی کام ادھورا یا نامکمل نہیں چھوڑا۔ ہر چیز بدلی جا رہی تھی۔ تبدیلی کی جا رہی تھی۔ یوری آندرے وچ نے محسوس کیا کہ اس کا یہ خواب صحیح ثابت نہیں ہوگا کہ وہ ماری کینوں لہے۔ اسے لارا سے جدا ہونے کی گھڑی یاد آ رہی تھی۔ وہ لازمی طور پر اسے کھو دے گا اور اس کے ساتھ ہی زندہ رہنے کی خواہش بلکہ شاید خود زندگی ہی ختم ہو جائے گی۔ اس کا دل مغموم تھا لیکن اسے زیادہ تکلیف دہ آمد کا انتظار کرنے میں ہو رہی تھی۔ اسی خواہش تھی کہ وہ اپنے رنج و غم کا اظہار اس طرح کرے جسے سن کر ہر شخص کی آنکھوں میں آنسو بھر آئیں۔

وہ بھیڑیئے جن کا خیال اسے دن بھر آتا رہا تھا۔ اب چاند کی روشنی میں میدان میں کھڑے ہوئے بھیڑیئے نہیں رہے تھے، وہ ایک تصور بن گئے تھے۔ ایک موضوع۔ وہ ایک ایسی تباہ کن طاقت کی علامت بن کر ظاہر ہوئے تھے جو اسے اور لارا کو تباہ کر دینے اور ماری کینوں سے بھگا دینے پر آمادہ معلوم ہوتی تھی۔ اس دشمنی کا خیال اس کے دل میں برابر جگہ پکڑتا جا رہا تھا۔ اور شام تک اس نے ایک ناقابل تاریخ کے وحشی جانور یا کسی زبردست اژدھا کی شکل اختیار کر لی۔ ایک ایسے اژدہے کی جس کے قدموں

کے نشانات دریا کے کنارے پائے گئے ہوں اور جو اس کے خون کا پیاسا ہو اور لذا کو حاصل کرنے کی ہوس میں بے چین ہو۔

آخر رات آ گئی اور ڈاکٹر نے میز پر رکھا ہوا لیمپ پھر جلا دیا۔ لاما اور کاتن کا پچھلی رات کے مقابلہ میں آج جلد ہی سو گئیں۔ اس رات اس نے جو کچھ لکھا تھا۔ وہ دو حصوں میں تھا۔ صاف نقلیں پچھلی نظموں میں بہتر ترمیم کے ساتھ بہترین خط میں کی گئیں۔ نئی نظمیں اس طرح بے ربط اور الجھے ہوئے انداز میں لکھی گئیں کہ ان کا پڑھنا بھی دشوار تھا۔ ان مسودوں کو پڑھتے ہوئے اسے حسب معمول مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ پچھلی رات کو انھیں پڑھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے اور ان کے بعض حصوں کو پڑھ کر وہ خود حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ لیکن اب وہی حصے اسلوب بیان کے اعتبار سے بھاری اور بوجھل معلوم ہو رہے تھے۔ زندگی بھر وہ یہ خواب دیکھتا رہا کہ وہ اس قدر برمحل اور اچھوتے انداز میں ایسی اپج کے ساتھ لکھے گا کہ کسی موجودہ اور مروجہ شکل میں کوئی اسے پہچان نہ سکے۔ اپنی زندگی بھر وہ ایک ایسا اسٹائل اختیار کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا جو اس قدر محتاط اور بے ادعا ہو کہ اس کا پڑھنے والا یا سننے والا یہ جانے بغیر کہ اس نے انھیں کس طرح جانا اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ سکے۔ وہ برابر ایک ایسا اسٹائل پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا جس میں کسی طرح کی خودنمائی نہ ہو اور اسے یہ جان کر مایوسی ہوئی کہ وہ اب بھی مقصد سے کتنا دور تھا۔ پچھلی رات کو اس نے اتنے سہل الفاظ میں جو تقریباً بچوں جیسے معلوم ہوتے تھے اور جن پر پوری کا دھوکا ہو سکتا تھا۔ اپنے محبت اور خوف اور خواہش اور ہمت کے جذبات کو اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی تھی کہ لفظوں کو قطع نظر کرتے ہوئے یہ جذبات خود اپنے آپ کو ظاہر کر سکیں۔

اب ان مسودات پر نظر ڈالتے ہوئے اسے معلوم ہوا کہ ان کے لئے ایک مشترکہ تھیم کی ضرورت ہے جن سے اشعار میں ربط پیدا ہو سکے اور جس کے نہ ہونے کی وجہ سے تمام اشعار علیحدہ علیحدہ اور بے ربط ہو گئے تھے۔ اس نے جو کچھ لکھا تھا وہ قلم زد کر دیا۔ اور اب سینٹ جانج اور اژدہے کا قصہ اسی طرز پر لکھنے لگا۔ شروع میں اس نے ایک بڑی بحر استعمال کی۔ دھن کی یکسانیت جس کا اسکے معانی سے کوئی تعلق نہیں تھا اور جو اس کے وزن سے ظاہر ہوتی تھی اپنے تصنع کی وجہ سے اسے تنگ کرنے لگی اس نے بڑے بند لکھنا چھوڑ کر اب ہر بند میں صرف چار اشعار رہنے دیئے جس طرح نثر میں فضول الفاظ

قلم زد کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کا کام اب پہلے سے زیادہ مشکل لیکن دلچسپ ہو گیا۔ اس کا نتیجہ بھی زیادہ جاندار نکلا لیکن ابھی تک قصہ طولانی تھا۔ اب اس نے اس سے بھی چھوٹی بحر میں لکھنے کی کوشش کی بہت سے الفاظ تین اشعار کے بند میں جمع ہو گئے۔ اور یوری آندرے فرح پہلے سے زیادہ جوش و خروش محسوس کرنے لگا۔ چھوٹے چھوٹے اشعار کو پڑھ کرنے کے لئے صحیح الفاظ ان کے وزن کے اعتبار سے اس کے ذہن میں آنے لگے۔ وہ چیزیں جن کا اشعار میں مشکل ہی سے ذکر کیا گیا تھا اب واضح شکلیں اختیار کرنے لگیں۔ اس نے اپنے اشعار میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنیں جس طرح شوپن کے بیلے میں سنی جا سکتی ہیں۔ سینٹ جارج دسمبر مرغزار میں گھوڑا دوڑاتے ہوئے جا رہے تھے۔ وہ انھیں دیکھ سکتا تھا اور وہ دور فاصلہ پر کم ہوتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے نہایت تیزی کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ دھلیز کے دھلے کا ساتھ بھی نہیں دے سکا۔ جو ہمیشہ برمحل ہوتے تھے اور اس لفظ کی جگہ کے لئے موزوں ہوتے جہاں انھیں لکھا جاتا تھا۔

اس نے لارا کو لسٹر سے اٹھ کر میز کے نزدیک آتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اپنے لمبے شب خوابی کے لباس میں وہ بہت دبلی اور اپنے اصل قد سے لمبی دکھائی دے رہی تھی۔ جب وہ اس کے قریب آئی اس نے بہت حیرت کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔ وہ زرد اور خوفزدہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر سرگوشی کے لہجہ میں کہا۔ "کیا تم سن رہے ہو؟ باہر کتا بھونک رہا ہے۔ میرے خیال میں شاید دو ہوں۔ اوہ کس قدر خوفناک! یہ بدشگونی ہے۔ جیسے بھی ہو ہم صبح تک اسے برداشت کر لیں گے اور پھر یہاں سے چلے جائیں گے۔ ہم لوگ چلے جائیں گے۔ اب میں ہرگز یہاں نہیں ٹھیروں گی۔"

ایک گھنٹہ بعد کافی سمجھانے بجھانے پر وہ پرسکون ہو گئی اور سو گئی۔ یوری آندرے فرح باہر گیا بھیڑیئے پچھلی رات کے مقابلہ میں اب زیادہ نزدیک آ گئے تھے۔ اس مرتبہ وہ اور بھی زیادہ تیزی سے غائب ہو گئے۔ اور وہ یہ دیکھ بھی نہیں سکا کہ وہ کس سمت میں گئے۔ بھیڑیئے ایک غول کی شکل میں کھڑے ہوئے تھے اور اسے اتنا وقت بھی نہیں مل سکا کہ وہ انھیں گن سکتا۔ لیکن بظاہر ایسے ایسا معلوم ہوا کہ ان کی تعداد پہلے سے زیادہ تھی۔

(۱۰)

واری کینو میں ان کے قیام کا تیرھواں دن تھا۔ آج کوئی نئی یا خاص بات نہیں تھی۔ بھیڑیئے

چند روز غائب رہنے کے بعد پچھلی رات کو پھر شور مچاتے ہے۔ لارا نے پھر ایک مرتبہ ان پر کتوں کا دھوکا کھاتے ہوئے اور بدشگونی سے خوف محسوس کرتے ہوئے پہلے کی طرح یہ کہہ دیا کہ وہ اگلے روز وہاں سے جا رہی ہے۔ اس کا ضبط و سکون، فکر اور پریشانی کی وجہ سے ختم ہو گیا تھا جیسا کہ ایک ایسی عورت کے لئے بالکل قدرتی امر ہوتا ہے جو دن بھر اپنے جذبات کا اظہار کرتے رہنے کی عادی نہ رہی ہو یا جسے بے پناہ محبت برداشت کرنے کی عادت نہ ہو۔ وہی مناظر بار بار دہرائے گئے یہاں تک کہ جب اس روز صبح کو، جیسا کہ اس سے قبل بھی کئی مرتبہ ہو چکا تھا، لارا نے واپسی کے سفر کے لئے سامان باندھنا شروع کیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں ان کے قیام کا تیرھواں دن آیا ہی نہ ہو۔ کمروں کے اندر پھر نمی اور تاریکی تھی۔ اس مرتبہ اس لئے کہ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ سردی نسبتاً کم تھی اور تاریک اور نیچے بادلوں کو دیکھ کر یہ اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ کسی لمحہ بھی برف باری شروع ہو سکتی ہے کئی راتوں کی مسلسل بے خوابی کی وجہ سے، جسمانی اور ذہنی تکان کے باعث یوری آندرے وچ بالکل نڈھال ہو رہا تھا۔ اسکی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں اور خیالات الجھے ہوئے تھے۔ وہ سردی سے کانپ رہا تھا اور اپنے ہاتھ مل رہا تھا۔ وہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں ٹہلتا پھر رہا تھا تاکہ یہ دیکھ سکے کہ لارا کیا فیصلہ کرتی ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں خود اسے کیا کرنا ہوگا۔

لارا خود بھی کچھ نہیں جانتی تھی۔ اس وقت وہ اپنی بے کیف آزادی کو ایک ایسی زندگی سے بدلنے کے لئے سب کچھ دیدینے کو تیار تھی جو خواہ کتنی مشقت آمیز ہی کیوں نہ ہو لیکن جس کے نتیجہ میں وہ آئندہ ہمیشہ کے لئے ایک معقول، دیانت دارانہ اور اچھی زندگی بسر کر سکیں۔ اس نے اپنا یہ دن بھی معمول کے مطابق بستر ٹھیک کرنے، جھاڑ دینے، صفائی کرنے اور ناشتہ تیار کرنے سے شروع کیا۔ پھر اس نے سامان باندھنا شروع کیا اور ڈاکٹر سے کہا کہ وہ گھوڑے پر زین کس دے۔ اس نے وہاں سے چلے جانے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ یوری آندرے وچ نے کوئی سمجھ نہیں کی بشہر واپس جانا پاگل پن تھا مگر نگہ وہاں گرفتاریوں کی تعداد اپنی انتہا کو پہونچ چکی ہوگی لیکن یہاں ٹھیرنا بھی اتنا ہی پاگل پن تھا موسم سرما میں اس اجاڑ علاقہ میں تنہا اور غیر مسلح۔ اس کے علاوہ کھلیان یا سائبان میں خشک گھاس بھی تقریباً بالکل ختم ہو چکی تھی اگر واقعی وہاں طویل عرصہ تک قیام کرنا ممکن ہوتا تو ڈاکٹر ادھر ادھر گھوم پھر کر کھانے پینے کا سامان اور چارہ تلاش کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن چند روز کے غیر یقینی قیام کے لئے اتنی تگ

دودلرنا فضول تھا اس نے یہ خیال ترک کر دیا اور گھوڑے پر زین کسنے کے لئے چلا گیا۔

اسے یہ کام اچھی طرح نہیں آتا تھا۔ سمدیو یا تو وقت نے اسے زین کسنا سکھایا ضرور تھا۔ لیکن وہ برابر بھول جاتا۔ پھر بھی اس نے کسی نہ کسی طرح زین کس ہی دی۔ اور اسے گاڑی میں جوت کر گھوڑے کی لگام پکڑ کر پورچ تک لے گیا۔ اس نے گھوڑے کو وہاں باندھ دیا اور لارا کو بلانے اندر چلا گیا۔

لارا اور کاتیا نے کوٹ پہن لئے تھے اور تمام سامان باندھا جا چکا تھا۔ لیکن لارا بہت زیادہ پریشان اور فکرمند تھی۔ وہ اپنے ہاتھ برابر مسل رہی تھی اور اسکی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ اس نے ڈاکٹر سے کہا کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بیٹھ جائے۔ وہ خود ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ پھر اٹھ کھڑی ہوئی اور کانپتی اور لڑکھڑاتی آواز میں رک رک کر کہنے لگی۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟" وہ یہ الفاظ بار بار کہتی۔ اس نے بے ربط باتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ "میں بالکل مجبور ہوں۔ میں نہیں جانتی کہ یہ کیسے ہو گیا۔ لیکن تم خود دیکھ سکتے ہو کہ اب ہم لوگ جا نہیں سکتے۔ اتنی دیر ہو گئی، بہت جلد اندھیرا ہو جائے گا۔ اور ہم تاریکی میں جنگل میں پھنس جائیں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ میں وہی کروں گی جو تم مجھ سے کہو گے۔ لیکن میں جانے کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ جیسے کوئی مجھ سے کہہ رہا ہو کہ میں نہ جاؤں۔ لیکن تم وہی کرو جو تم بہتر سمجھو۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ تم کچھ بولتے کیوں نہیں؟ ہم نے آدھا دن ضائع کر دیا، خدا جانے کس طرح؟ کل ہم زیادہ سمجھداری اور احتیاط سے کام لیں گے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ تم انگیٹھی جلا دینا اور ایک اور شام بیٹھ کر لکھنا۔ پھر ہم لوگ ایک رات اور یہاں گذاریں گے۔ ٹھیک ہے نا میری جان، اوہ خدا! میں نے پھر کوئی غلطی کر دی ہے؟ تم کچھ بولتے کیوں نہیں؟"

"تم مبالغہ سے کام لے رہی ہو۔ ابھی تو سویرا ہے۔ دن ختم ہونے میں کافی دیر ہے لیکن تم جو چاہو کرو۔ ہم آج یہیں ٹھہر جائیں گے۔ اپنی حالت ٹھیک کرو۔ پریشان مت ہو۔ اچھا اب آؤ۔ کوٹ اتار دیں اور سامان کھول ڈالیں۔ کاتیا کہہ رہی ہے اسے بھوک لگی ہے۔ ہم لوگ کچھ کھائیں گے۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ اس طرح اچانک اور بغیر کسی تیاری کے چل دینا ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن اتنا پریشان مت ہو۔ رونا بھی ٹھیک نہیں۔ میں ابھی ایک منٹ میں انگیٹھی سلگائے دیتا ہوں۔ لیکن ایسا کرنے سے پہلے میرے خیال میں یہ بہتر ہوگا کہ میں گاڑی لے کر جاؤں اور اپنے لکڑی کے گودام میں سے بچی ہوئی لکڑیاں لے آؤں۔ لکڑیاں بالکل ختم ہو چکی ہیں۔ اب رو دھت

میں جلد ہی واپس آجاؤں گا۔"

(۱۱)

زواگو کے مکان میں لکڑی کے گودام تک گاڑی کے کئی راستے تھے۔ جویری آندریے یوچ نے اپنی گذشتہ آمد و رفت میں بنائے تھے۔ اور اس کے دو روز قبل کے آخری سفر کے نتیجہ میں راستہ پر برف کی تہہ ٹوٹی ہوئی اب تک موجود تھی۔ آسمان جس پر صبح سے بادل چھائے ہوئے تھے، اب صاف ہو چکا تھا۔ سردی پھر بڑھ گئی تھی۔ پرانا پارک گودام کے بالکل قریب تک آگیا تھا۔ اور ڈاکٹر کے ذہن میں پرانی یادیں بیدار ہو گئیں۔ اس سال موسم سرما میں برف کی تہہ زیادہ گہری تھی۔ گودام کے آگے برف کی اونچی سی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اور چھت کے سرے پر برف اس طرح جم گئی تھی کہ وہ تقریباً ڈاکٹر کے سر تک آگئی۔ اس کے اوپر ہی نیا چاند نظر آرہا تھا جس کے ہلالی کونے برف کو چھوتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اگرچہ ابھی سہ پہر ہی ہوئی تھی اور دن نکلا ہوا تھا لیکن پھر بھی ڈاکٹر کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ وہ رات گئے اپنی زندگی کے تاریک جنگل میں کھڑا ہو۔ اس کی روح کی تاریکی اور مایوسی اتنی ہی بڑھ چکی تھی۔ نیا چاند جو تقریباً آنکھوں کی سطح کے سامنے ہی دکھائی دے رہا تھا۔ جدائی کا شگون اور تنہائی کی علامت تھا۔ وہ اتنا زیادہ تھکا ہوا تھا کہ اب شکس ہی سے کھڑا ہو سکتا تھا۔ اس نے سائبان میں سے تھوڑے تھوڑے سے لکڑی کے گٹھے اٹھا اٹھا کر گاڑی میں ڈالے۔ اگرچہ وہ دستانے پہنے ہوئے تھا لیکن پھر بھی وہ یخ بستہ لکڑی کو اٹھانے میں تکلیف محسوس کر رہا تھا۔ کام کرنے سے بھی اس کے اندر حرارت نہیں آئی۔ اس کے اندر کوئی چیز ٹوٹ گئی تھی اور ساکت ہو گئی تھی۔ اس نے اپنی شومئی قسمت کو کوسا اور خدا سے دعا کی کہ وہ اس حسین، غمگین اور نیک دل عورت کی زندگی بچالے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ اور نیا چاند کھلیان کے اوپر بغیر کسی کمی کے اور روشنی پہنچائے بغیر چلتا رہا۔

گھوڑا اپنا سر سیلوستن کے مکان کی طرف موڑ کر ہنہنایا۔ پہلے آہستہ آہستہ اور پھر زور زور سے۔

"یہ کیوں ہنہنا رہا ہے؟" یوری آندریے یوچ نے سوچا۔ "خوف کی وجہ سے تو نہیں ہو سکتا۔ خوفزدہ گھوڑا ہنہناتا تو نہیں اور وہ اتنا بے وقوف بھی نہیں کہ بھیڑیوں کی بو سونگھ کر

انھیں جو وہی اشارہ کرے اور پھر اتنی خوشی کے ساتھ۔ وہ یقیناً گھر جانے کے انتظار میں ہوگا اچھا، ایک منٹ ٹھیرو۔ ہم ابھی چلتے ہیں۔"

اس نے انگیٹھی سلگانے کے لئے لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی گاڑی میں رکھے، اوپر سے انھیں بوریوں سے ڈھانک دیا اور پھر رسّی سے گاڑی سے باندھ دیا اور گھوڑے کے آگے آگے چلتا ہوا واپس جانے کے لئے مڑا۔ گھوڑا پھر ہنہنایا۔ اس مرتبہ وہ کسی دوسرے گھوڑے کے جواب میں ہنہنایا تھا جس کی آواز فاصلہ سے آرہی تھی۔ "یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ واری کینو ایسا اجازت ہو جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں؟" اسے یہ خیال تک نہیں آیا کہ ان کے یہاں مہمان آئے ہوئے ہیں یا دوسرے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سیکرستن کے مکان کی طرف سے آرہی تھی۔ وہ گاڑی کو فارم کی عمارت کے گرد گھما کر لے گیا اور کیونکہ مکان برف کے ڈھکے ہوئے اونچے نیچے میلان کی وجہ سے اس کی نظروں سے چھپا ہوا تھا اس لئے وہ اس کے سامنے کا دروازہ نہیں دیکھ سکا۔ اس نے اطمینان کے ساتھ لکڑی گاڑی سے اتاری گھوڑے کو کھولا اور گاڑی کھلیان میں چھوڑ دی۔ آخر اسے جلدی بھی کیا تھی؟ پھر وہ گھوڑے کو اصطبل تک لے گیا اور اسے بالکل آخری سرے پر باندھ دیا جہاں برفانی ہواؤں کی شدت زیادہ نہیں تھی پھر باقی تھوڑی سی بچی کھچی خشک گھاس اس کے سامنے ڈال دی۔

جس وقت وہ مکان کی طرف جا رہا تھا تو وہ ایک طرح کی بے چینی سی محسوس کر رہا تھا۔ پورچ کے سامنے کسانوں کی ایک بڑی سی گاڑی کھڑی تھی جس میں ایک مشکی گھوڑا جتا ہوا تھا۔ اور ایک موٹا تازہ اجنبی شخص گھوڑے کے پاس ٹہل رہا تھا۔ جو گھوڑے کی پشت تھپتھپاتا جاتا تھا۔ مکان کے اندر سے آوازیں آرہی تھیں۔ پوری آندرے نرخ نہ تو چھپ کر باتیں سننی چاہتا تھا اور نہ وہ اتنا قریب ہی تھا کہ ایک آدھ لفظ سے زیادہ سن سکتا۔ پھر بھی وہ غیر ارادی طور پر آہستہ آہستہ چلنے لگا اور پھر ایک دم رک گیا۔ اس نے کوماروسکی کی آواز پہچان لی۔ جو لارا اور کاتنکا سے باتیں کر رہا تھا۔ بظاہر وہ لوگ دروازے کے قریب والے پہلے کمرے میں تھے اور کسی بات پر بحث کر رہے تھے۔ لارا کی آواز سنکر یہ اندازہ ہوتا تھا جیسے وہ پریشان ہو اور رو رہی ہو۔ کبھی وہ سختی سے اس کی بات کاٹ دیتی اور کبھی اتفاق کرنے لگتی۔ پوری آندرے نرخ کو کسی وجہ سے یہ خیال ہوا کہ اس وقت کوماروسکی اسی کے متعلق بات کر رہا تھا اور کچھ ایسی باتیں کہہ رہا تھا جن کا مطلب یہ نکلتا تھا کہ اس پر اعتماد نہیں

کرنا چاہیئے (دو مالکوں کی خدمت کرنے والا، اسے یہ خیال ہوا کہ شاید یہ الفاظ اسے سنائی دیئے تھے) اس کے متعلق یہ بات بھی یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ وہ لارا سے زیادہ محبت کرتا ہے یا اپنے گھڑ سوار سے۔ یہ کہ لارا کو اس پر ہرگز بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اپنے لئے زبردست خطرہ مول لے لے گی۔ اور تباہی کے گڑھے میں جا پڑے گی۔ یوری آندے وچ اندر چلا گیا۔ جیسا کہ اس کا خیال تھا، وہ لوگ دائیں ہاتھ کے پہلے کمرے میں تھے۔ کومارووسکی نے سمور کا ایک لمبا کوٹ پہن رکھا تھا جو اس کے ٹخنوں تک چلا گیا تھا۔ لارا نے کاتنکا کے کوٹ کا کالر پکڑ رکھا تھا جسے وہ بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن اسے اس کا ہُک نہیں مل رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ کاتنکا کو ڈانٹتی جا رہی تھی کہ وہ سیدھی بیٹھی رہے۔ اس پر کاتنکا کہہ رہی تھی۔ "آہستہ امّی۔ میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔" وہ تینوں اپنے جانے کے لباس پہنے ہوئے تھے، جیسے جانے کے لئے تیار ہوں۔ یوری آندے وچ کے اندر داخل ہوتے ہی لارا اور کومارووسکی اس کی طرف لپکے اور وہ دونوں ایک ساتھ بولنے لگے۔

"تم اتنی دیر کہاں رہے؟ ہم تمہارا انتظار کر رہے تھے!"

"ہلو، یوری آندے وچ تم دیکھ رہے ہو کہ آخری ملاقات کے موقعہ پر ایک دوسرے سے تلخ کلامی کے باوجود میں پھر تم سے ملنے آ گیا ہوں۔ حالانکہ تم نے مجھے بلایا نہیں تھا۔"

"ہلو، ڈکٹر اپولیتو وچ۔"

"تم کہاں چلے گئے تھے؟ لارا نے پھر پوچھا۔" اچھا سنو یہ کیا کہہ رہے ہیں اور فوراً ہم دونوں کی طرف سے فیصلہ کرو۔ وقت بالکل نہیں ہے۔ ہمیں جلدی کرنی ہوگی۔"

"لیکن ہم سب کھڑے کیوں ہیں؟ بیٹھ جاؤ۔ ڈکٹر اپولیتو وچ۔ پیاری، اس سے تمہارا کیا مطلب ہے کہ میں کہاں چلا گیا تھا؟ تم تو جانتی ہی ہو کہ میں لکڑیاں لینے گیا تھا اور اس کے بعد میں نے گھوڑے کو کھول کر اصطبل میں باندھا۔ ڈکٹر اپولیتو وچ مہربانی کر کے بیٹھ جاؤ۔"

"اچھا، تو کیا کومارووسکی کو یہاں دیکھ کر تمہیں کوئی حیرت نہیں ہوئی؟ تمہارے چہرے پر حیرت کے آثار کیوں نہیں ہیں؟ یہاں ہم لوگ تو اس بات پر افسوس کر رہے تھے کہ یہ چلا گیا ہے اور یہ کہ ہم نے اس کی پیشکش قبول نہیں کی۔ اور اب یہ خود ہی ہمارے سامنے موجود ہے اور تم اس پر کسی قسم کی حیرت بھی ظاہر نہیں کر رہے! لیکن اب جو بات یہ ہمیں بتا رہا ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز

ہے۔ اب لیڈی کو بتاؤ نا ڈاکٹر اپولیتو درچ۔"

"میں نہیں جانتا کہ لارا لیسا فیودر دونا کے ذہن میں کیا بات ہے۔ ایک بات کی وضاحت میں ضرور کر دینی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے جان بوجھ کر یہ افواہ پھیلا دی تھی کہ میں چلا گیا ہوں لیکن میں وہاں اس لئے رک گیا تھا کہ تمہیں اور لارا لیسا فیودر دونا کو ان باتوں پر غور کرنے کے لئے زیادہ وقت مل جائے جو ہم نے آپس میں کی تھیں اور ہو سکتا ہے کہ پھر ہم اطمینان سے کسی نتیجہ پر پہونچ سکیں۔"

"لیکن اب ہم زیادہ عرصہ تک ملتوی نہیں کر سکتے۔" لارا نے مداخلت کی "روانہ ہونے کے لئے یہ بہترین وقت ہے۔ اور کل صبح..... لیکن خود ڈاکٹر اپولیتو درچ ہی تمہیں بتلائے گا۔"

"ایک منٹ، لارا پیاری۔ مجھے معاف کرنا، ڈاکٹر اپولیتو درچ۔ ہم سب آخر اپنے کوٹ پہنے ہوئے کیوں کھڑے ہیں؟ ہمیں چاہیئے کہ کوٹ اتار دیں اور بیٹھ جائیں۔ ہم جو باتیں کرنے والے ہیں وہ کافی سنجیدہ قسم کی ہیں۔ ہم ایک منٹ میں تو کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ مجھے افسوس ہے ڈاکٹر اپولیتو درچ کہ ہماری بات چیت نے کسی قدر ذاتی نوعیت اختیار کر لی ہے۔ اس لئے اس کے متعلق کسی قسم کی بات چیت فضول اور پریشان کن ہوگی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ میں نے خود کبھی تمہارے ساتھ جانے کے سوال پر غور نہیں کیا ہے۔ لیکن لارا کا معاملہ قطعی مختلف ہے۔ ان چند واقعہ پر جبکہ ہمارے تعلقات ایسے نہیں تھے اور جب ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہماری ہستیاں ایک نہیں بلکہ دو ہیں میں ہمیشہ لارا سے یہی کہتا رہا ہوں کہ اسے تمہارے مشورے پر زیادہ سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اس تجویز کو کبھی نہیں بھولی ہے اور بار بار اس کا ذکر کرتی رہی ہے۔"

"لیکن صرف اسی شرط پر کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔" لارا نے بات کاٹی۔

"ایک دوسرے سے جدائی کا خیال تمہارے لئے بھی اتنا ہی مشکل ہے۔ جتنا کہ میرے لئے ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے جذبات کو علیحدہ رکھتے ہوئے یہ قربانی دینی ہی چاہیئے کیونکہ میرے جانے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔"

"لیکن تم نے تو ابھی کچھ سنا ہی نہیں..... تمہیں معلوم ہی نہیں..... سنو تو ڈاکٹر اپولیتو درچ کیا کہہ رہا ہے۔ کل صبح..... ڈاکٹر اپولیتو درچ۔"

"لارا لیسا فیودر دونا شاید اس خبر کے بارے میں سوچ رہی ہے جو میں لے کر آیا ہوں۔ اور اسے

سنا چکا ہوں۔ یوریاتن کی عقبی ریلوے لائن پر مشرق بعید کی حکومت کی ایک سرکاری ٹرین تیار کھڑی ہے۔ ٹرین کل ماسکو سے وہاں پہنچی ہے اور کل مشرق کی طرف روانہ ہو رہی ہے۔ یہ ٹرین ہماری وزارت مواصلات کی ہے۔ آدھے ڈبے مال کے ہیں جنھیں سفر کے قابل بنا لیا گیا ہے۔ مجھے اسی ٹرین سے جانا ہے متعدد نشستیں مجھے میرے ماتحتوں کے لئے دیدی گئی ہیں۔ ہم بہت آرام سے سفر کر سکتے ہیں۔ ایسا موقعہ اب پھر کبھی نہیں مل سکے گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم فضول باتیں کرنے کے عادی نہیں ہو۔ تم ایسے آدمی نہیں ہو جو اپنا فیصلہ بدل دو، اور تم ہمارے ساتھ نہ جانے کا فیصلہ کر چکے ہو لیکن پھر بھی کیا تمہیں لارا سیا فیودرووناکی خاطر اپنے فیصلہ پر نظر ثانی نہیں کرنی چاہیئے؟ تم نے اسے یہ کہتے ہوئے سن لیا ہے کہ وہ تمہارے بغیر نہیں جائے گی۔ ہمارے ساتھ چلو۔ اگر دلاڈی داستک نہیں تو کم از کم یوریاتن تک ہی۔ اور پھر وہاں ہم دیکھیں گے کہ کیا کرنا ہے۔ لیکن ہمیں جلدی کرنی چاہیئے۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ میرے ساتھ کوچوان ہے۔ میں خود گاڑی نہیں چلاتا۔ اور میری گاڑی میں پانچ آدمیوں کے لئے گنجائش نہیں ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے پاس سمدویاتوف کا گھوڑا ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم اسے لے کر لکڑیاں لانے گئے تھے؟ کیا اس پر اب بھی زین کسی ہوئی ہے؟"

"نہیں، میں نے اسکی زین اتار دی ہے۔"

"اچھا، تو پھر اس پر فوراً ہی دوبارہ زین کس دو۔ میرا کوچوان تمہاری مدد کرے گا.... حالانکہ اگر دیکھا جائے تو گھاس کو یہ جھگڑا بھی مول لو۔ اپنی گاڑی کو چھوڑ دو۔ سب لوگ میری ہی گاڑی میں دب دبا کر بیٹھ جائیں گے۔ لیکن خدا کے لئے جلدی کرو۔ تمہیں سفر کے لئے صرف ضروری سامان تیار کرنا چاہیئے۔ جو کچھ بھی جلدی میں ہاتھ لگ جائے۔ سامان باندھنے میں دیر کا وقت نہیں ہے کیونکہ یہ ایک بچے کی زندگی کا سوال ہے۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔ ڈاکٹر اوگیتوفرچ۔ تم تو ایسے باتیں کر رہے ہو جیسے میں تمہاری بات سے اتفاق کر رہا ہوں۔ جاؤ میں تمہاری خوش نصیبی کی دعا کرتا ہوں۔ اور لارا کو بھی۔ اگر وہ چاہے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ تمہیں مکان کی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔ میں اسکی صفائی کر کے تمہارے جانے کے بعد بند کر دوں گا۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو، یورا؟ یہ سب کیا حماقت ہے جس پر تم خود بھی یقین نہیں رکھتے؟ اگر لارا چاہے، یہ بھی اچھی رہی! جیسے کہ تمہیں یہ خبر ہی نہیں کہ میں تمہارے بغیر نہیں جاؤں گی اور خود اپنے آپ کوئی فیصلہ کبھی نہیں کرتی۔ تو پھر تمہارے مکان بند کرنے کا کیا ذکر ہے؟"

"تو تم اپنی بات پر جمے ہوئے ہو" کو مارووسکی نے کہا۔ "ایسی صورت میں لارا لیسانیوو روڈ کی اجازت سے میں تم سے علیحدگی میں دو ایک باتیں کروں گا۔ اگر ہو سکے تو تنہائی میں۔"

"ضرور۔ ہم لوگ باورچی خانہ میں جا سکتے ہیں۔ پیاری، تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے؟"

(۱۲)

"استریلنیکوف پکڑ لیا گیا، اسے موت کی سزا سنا کر گولی مار دی گئی۔"

"کس قدر خوفناک! کیا تمہیں واقعی یقین ہے؟"

"مجھے یہی بتایا گیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ صحیح ہے۔"

"لارا کو مت بتانا۔ وہ پریشان ہو جائے گی۔"

"نہیں، میں ہرگز نہیں بتاؤں گا۔ اسی لئے تو میں نے تم سے علیحدہ بات چیت کرنے کو کہا تھا۔ اب جبکہ یہ واقعہ پیش آ چکا ہے اور اس کی لڑکی کو فوری خطرہ درپیش ہے۔ انھیں بچانے میں ہمیں میری مدد کرنی چاہیئے۔ کیا تم واقعی ہم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤ گے؟"

"قطعی نہیں۔ میں پہلے ہی تم سے کہہ چکا ہوں۔"

"لیکن وہ تمہارے بغیر نہیں جائے گی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔ تمہیں دوسرے طریقہ سے میری مدد کرنی ہوگی۔ تمہیں تصنع سے کام لینا ہوگا۔ اس پر یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ جیسے تم اپنا ارادہ بدلنے کو تیار ہو، ایسا ظاہر کرنا ہوگا جیسے تم زیادہ اصرار کرنے پر چلنے کے لئے تیار ہو گئے ہو۔ میرے خیال میں وہ یہاں یا یوریاتن کے اسٹیشن پر تمہیں آسانی سے خدا حافظ کہہ کر جانے کے لئے تیار نہیں ہوگی۔ تمہیں اس کو یہ یقین دلانا ہوگا کہ تم چلو گے ضرور، ابھی نہیں تو بعد میں، جب مجھے جانے کا انتظام کرنے کے لئے دوسرا موقع مل جائے گا۔ تمہیں یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ تم ایسا کرنے پر آمادہ ہو۔ تمہیں اسکو یہی یقین دلانا ہوگا، خواہ اس کے لئے تمہیں جھوٹ ہی بولنا پڑے۔ اگرچہ یہ میری طرف سے خالی

خوابی پیشکش نہیں ہے۔ میں تم سے اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری طرف سے پہلا اشارہ ملتے ہی میں تمہیں یہاں سے مشرق میں بلوا لوں گا اور وہاں سے تم جس جگہ بھی جانا چاہو گے تمہیں بھجوانے کا انتظام کر دوں گا۔ لیکن لارسا فیودروونا کو یہ اطمینان دلانا ضروری ہے کہ تم ہم لوگوں کو رخصت کرنے کے لئے ضرور آ رہے ہو۔ تمہیں اس کو یہ یقین ضرور دلانا ہوگا۔ مثال کے طور پر تم یہ ظاہر کر سکتے ہو کہ تم اپنی گاڑی چلاؤ گے۔ اور پھر ہم سے کہو کہ ہمیں فوراً روانہ ہو جانا چاہیئے، اور تمہارا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔ وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ کہہ دینا کہ تیار ہوتے ہی تم ہم لوگوں سے آ ملو گے۔"

"استر لینکوف کے متعلق خبر سنکر میرے اعصاب پر اتنا زیادہ اثر پڑا ہے کہ میں اپنے حواس مجتمع نہیں کر سکتا۔ تم نے جو کچھ کہا ہے وہ سب میں نہیں سمجھ سکا۔ مگر تم ٹھیک ہی کہتے ہو اب جبکہ انھوں نے اس سے اپنا حساب چکا لیا ہے تو ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ حالات کے پیش نظر لارسا فیودروونا اور کاتیا کی زندگیاں بھی خطرے میں ہیں۔ وہ یا میں یقینی طور پر گرفتار کر لئے جائینگے اور اس طرح ہماری جدائی بہر حال یقینی ہے۔ اس لئے یہی بہتر ہے کہ تم ہی ہم لوگوں کو جدا کر دو اور انھیں اپنے ساتھ لے جاؤ، جتنی دور بھی ممکن ہو سکے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں۔ لیکن اس سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑے گا۔ حالات ابھی تمہارا ساتھ دے رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آخر میں میں بالکل ہی ہمت ہار بیٹھوں۔ اور اپنی شان شیخی اور خودداری کو بھول کر گھسٹتا ہوا تمہارے پاس جا پہنچوں اور تم سے اس کی۔ اپنی زندگی کی اور اپنے گھر والوں کے لئے سمندری سفر کا انتظام کرنے کی اور خود اپنی نجات کی بھیک مانگوں اور یہ سب کچھ تمہارے ہاتھوں سے قبول کر لوں۔ لیکن اس کے متعلق سوچنے کے لئے تمہیں مجھ کو وقت دینا ہوگا۔ یہ خبر سن کر میں دم بخود رہ گیا ہوں۔ میں اتنا زیادہ پریشان ہوں کہ نہ تو ٹھیک طور پر سوچ سکتا ہوں۔ نہ سمجھ سکتا ہوں۔ غالباً اپنے آپ کو تمہارے ہاتھوں میں دے کر میں ایک خطرناک غلطی کر رہا ہوں۔ اور یہ غلطی عمر بھر مجھے پریشان کرتی رہے گی۔ لیکن میری عقل اتنی ماؤف ہو چکی ہے کہ اس وقت میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا کہ آنکھیں بند کر کے تمہاری ہر بات سے اتفاق کر دوں اور تمہاری ہر بات مانوں... اچھا تو پھر اس کی خاطر، اب میں باہر جا کر اس سے کہتا ہوں کہ میں گاڑی تیار کروں گا اور تم لوگوں

کو راستہ میں پکڑ لوں گا۔ لیکن حقیقت میں میں پیچھے ہی رہ جاؤں گا..... ہاں ایک بات ضرور ہے۔ تم اب کس طرح جا سکتے ہو جبکہ جلد ہی اندھیرا ہو جائے گا۔ سڑک جنگل میں سے ہو کر گزرتی ہے اور اس میں بھیڑیئے ہیں۔ ان کا خیال رکھنا۔"

"میں جانتا ہوں۔ فکر مت کرو۔ میرے پاس ایک بندوق اور ریوالور ہے۔ ہاں میں تھوڑی سی شراب بھی ساتھ لایا ہوں تاکہ سردی سے بچا جا سکے۔ کیا تم تھوڑی سی لو گے؟ میرے پاس بہت کافی شراب ہے۔"

(۱۳)

"میں نے کیا کر دیا؟ میں نے کیا کر دیا؟ میں نے اسے چھوڑ دیا، اپنے سے علیحدہ کر دیا، مجھے ان لوگوں کے پیچھے بھاگنا چاہیئے لارا! لارا! وہ میری آواز نہیں سن سکتے۔ ہوا مخالف ہے اور وہ لوگ غالباً ایک دوسرے سے چلا چلا کر باتیں کر رہے ہیں۔ اسے خوش ہونا بھی چاہیئے۔ اسے اس بات کا شبہ تک نہیں ہے کہ میں نے اسے دھوکا دیا ہے۔ وہ سوچ رہی ہے۔ تمام باتیں کتنے اچھے طریقہ پر طے ہو گئی ہیں۔ اس سے بہتر صورت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کا احمق، ضدی یورچکا آخر راضی ہو گیا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ہم ایک اچھی اور محفوظ جگہ جا رہے ہیں۔ جہاں لوگ ہم سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ جہاں یہ اطمینان ہو سکتا ہے کہ وہاں امن و امان ہو گا۔ اگر فرض کر بھی لیا جائے کہ وہ کل اس ٹرین پر نہیں جاتا تو کوماروسکی اسے لانے کے لئے ایک اور ٹرین بھیجے گا۔ اور وہ جلد ہی ہم سے آ ملیگا اس وقت وہ اصطبل میں ہو گا۔ جلدی اور گھبراہٹ میں زین کو درست کر رہا ہو گا۔ اور پھر وہ پوری رفتار سے ہمارے پیچھے روانہ ہو جائے گا اور ہمارے جنگل میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہم سے آ ملے گا۔ یہ ضرور یہی سوچ رہی ہو گی۔ اور ہم دونوں نے ایک دوسرے کو ٹھیک طریقہ پر الوداع بھی نہیں کہا۔ میں نے صرف اسے جاتے دیکھ کر ہاتھ ہلا دیا اور واپس پلٹ آیا۔ اور اپنے صدمہ کو اس طرح نگلنے کی کوشش کرنے لگا جیسے وہ کوئی سیب کا ٹکڑا ہو جو میرے حلق میں پھنس گیا ہو اور جس سے میرا دم گھٹ رہا ہو۔"

وہ برآمدے میں کھڑا تھا۔ اس کا کوٹ اس کے ایک کندھے پر پڑا ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ سے وہ لکڑی کا نازک ستون تھامے ہوئے تھا۔ اس کی تمام توجہ دور فاصلہ پر ایک نقطہ پر مرکوز تھی

وہاں سڑک کا کچھ حصہ پہاڑی پر چڑھتا ہوا دکھائی دیتا تھا جس کے دونوں طرف صنوبر کے درخت تھے۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنیں اس کھلے ہوئے حصہ پر پڑ رہی تھیں۔ اور وہاں گاڑی جو ایک گہرائی میں گم ہو گئی تھی۔ ابھی نمودار ہونے والی تھی۔

"الوداع۔ الوداع۔" اس نے ایک لمحہ کے انتظار میں کئی بار کہا۔ یہ الفاظ اس کے منہ سے بہت آہستہ آہستہ سے نکلے جو سنے بھی نہیں جا سکتے تھے۔ "الوداع میری محبوبہ۔ میری ہمیشہ کے لئے جدا ہونے والی محبوبہ۔"

"وہ آ رہے ہیں، وہ آ رہے ہیں۔" اس نے سوکھے ہوئے ہونٹوں سے سرگوشی کے لہجہ میں کہا عین اس وقت گاڑی گہرائی کے اندر سے ایک تیر کی مانند نمودار ہوئی۔ اور صنوبر کے درختوں کے درمیان سے ہو کر آگے بڑھتی گئی۔ اس کی رفتار آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی۔ اوہ۔۔۔ اوہ! ۔۔۔ آخر وہ آخری درخت سے پہلے ہی رک گئی۔

اس کا دل انتہائی جوش کے ساتھ اتنے زور سے دھڑکنے لگا کہ اسکی ٹانگیں کانپنے لگیں اور وہ کمزوری اور غشی سی محسوس کرنے لگا۔ اس کا تمام جسم ڈھیلا پڑ گیا اور کوٹ اس کے کندھے پر سے پھسل گیا۔ "اوہ خدا، کیا تیری یہی رضا ہے کہ تو اسے مجھ کو واپس دیدے؟ کیا بات ہو سکتی ہے؟ وہاں غروب ہوتے ہوئے سورج کے قریب کیا ہو رہا ہے؟ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ خاموش کیوں کھڑے ہیں؟ نہیں، ختم ہوا، وہ لوگ روانہ ہو گئے۔ وہ مکان پر آخری نظر ڈالنے کے لئے ٹھیری ہوگی۔ یا شاید یہ اطمینان کرنا چاہتی ہو کہ میں روانہ ہو گیا ہوں یا نہیں؟ یہ کہ میں ان کے پیچھے پیچھے جا رہا ہوں یا نہیں؟ اب وہ لوگ چلے گئے۔

اگر قسمت نے ساتھ دیا اور سورج پہلے ہی غروب نہیں ہو گیا (اندھیرے میں وہ انھیں نہیں دیکھ سکے گا) تو وہ لوگ پھر ایک مرتبہ سامنے سے گذریں گے۔ آخری مرتبہ، ندی کے دوسری طرف اس میدان کے پار جہاں دو رات قبل بھڑیئے کھڑے ہوئے تھے۔ اور پھر یہ لمحہ بھی آیا اور چلا گیا۔ گہرے سرخ رنگ کا سورج اب بھی ایک گیند کی طرح افق پر برف کے اوپر جا رہا تھا جس کی قرمزی روشنی میدان میں پھیلی ہوئی تھی اور برف میں جذب ہو رہی تھی، جبکہ گاڑی پھر ایک مرتبہ نمودار ہوئی اور غائب ہو گئی۔ "الوداع۔ لارا۔ اس وقت تک کے لئے جبکہ ہم دوسری دنیا میں ملینگے

رخصت، میری جان، میری ختم نہ ہونے والی اور زندہ جاوید مسرت۔ میں اب پھر کبھی تمہیں نہیں دیکھ سکوں گا۔ میں اب کبھی تمہیں نہیں دیکھوں گا۔"

اب اندھیرا ہوتا جا رہا تھا۔ دھوپ کی سرخی برف پر پھیل کر بالکل ختم ہو گئی۔ غروب آفتاب کی تاریکی سائے میدان میں چھا گئی۔ اور سڑک کے کنارے درختوں پر ایک تاریک کہر سا چھا گیا اور آسمان پر شفق کی سرخی پھیل گئی۔ صدمہ کی وجہ سے پوری آندرے فوج کی حس تیز ہو گئی اور اس کا ادراک بڑھ گیا تھا۔ اس کے چاروں طرف کے ماحول میں ایک ندرت اور انفرادیت تھی۔ سردی کی شام میں زندگی اور ہمدردی کے آثار پائے جاتے تھے جیسے اس نے بھی ایک دوست کی طرح یہ تمام منظر دیکھا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غروب آفتاب کا ایسا منظر پہلے نہ دیکھا گیا ہو۔ اور اب اسے اس کی تنہائی اور صدمہ کے عالم میں ڈھارس دینے کے لئے رات پہلی مرتبہ آ رہی ہو۔ جیسے کہ وادی کے چاروں طرف پہاڑیوں اور درختوں کا یہ حصار پہلے سے موجود نہ ہو بلکہ یہ درخت ابھی نمودار ہوئے ہوں تاکہ اپنی موجودگی سے اسے تسکین دے سکیں۔ اس نے اس ذہنی حس کو تقریباً نظر انداز کر دیا۔ جو ایک ہمدرد دوست کے مانند تھا۔ جیسے وہ اس سے یہ کہہ رہا ہو "شکریہ۔ تم سب کا شکریہ۔ میں ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

وہ ابھی تک برآمدے ہی میں کھڑا تھا اور اب بند دروازہ کی طرف مڑا جیسے اس نے دنیا سے منہ موڑ لیا ہو۔ "میرا روشن سورج غروب ہو گیا۔" وہ دل ہی دل میں بار بار کہتا رہا۔ جیسے وہ یہ الفاظ اپنے ذہن پر نقش کر لینا چاہتا ہو۔ اسمیں اتنی طاقت باقی نہیں رہ گئی تھی کہ وہ یہ الفاظ زبان سے ادا کر سکتا۔ وہ مکان کے اندر چلا گیا۔ اس کے ذہن میں دو قسم کے خیالات آ رہے تھے، دو متضاد خیالات۔ ایک خشک اور کاروباری قسم کے اور دوسرے وہ جن کی مخاطب لارا تھی۔

"اب میں ماسکو چلا جاؤں گا۔" اس نے سوچا "پہلا کام تو یہ ہے کہ زندہ رہا جائے مجھے زبردستی سونے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ اس کے بجائے مجھے رات بھر کام کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ میں تھک کر گر پڑوں۔ ہاں! اور ایک بات اور، خواب گاہ میں انگیٹھی فوراً جلا دینی چاہیئے۔ اسکی کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں آج رات سردی میں سکڑتا رہوں۔"

لیکن ان کے علاوہ دوسرے خیالات بھی تھے۔ "میری ناقابل فراموش مسرت، میں کچھ عرصہ

تمہارے پاس ٹھیروں گا اس وقت تک جب تک میرے بازوؤں اور میرے ہاتھوں اور میرے ہونٹوں میں تمہاری یاد باقی ہے۔ میں اپنے تمام رنج و غم کو ایک ایسے شاہکار میں تبدیل کر دوں گا جو زندہ رہے گا اور تمہارے قابل ہوگا۔ میں تمہاری یاد کو کرب انگیز محبت اور رنج کے ساتھ ایک سانچے میں ڈھال دوں گا میں یہ کام ختم ہونے تک یہاں ٹھیروں گا۔ پھر میں بھی چلا جاؤں گا۔ میں تمہارا نقشہ اس طرح کھینچوں گا میں تمہارے خدوخال کا عکس کاغذ پر ایک ایسے سمندر کی شکل میں پیش کروں گا۔ جو ایک خوفناک طوفان کا زور ختم ہو جانے پر ایک ایسی زبردست لہر کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو اپنے نشان ساحل کی ریت پر چھوڑ آتی ہے۔ سمندری پودے، گھونگے۔ رنگین پتھر، سیپیاں اور ایسی تمام نازک اور چھوٹی چھوٹی چیزیں جو وہ سمندر کی تہہ سے نکال کر لاتی ہے اور پھر شکستہ حالت میں ساحل پر چھوڑ دیتی ہے۔ ان چیزوں کا سلسلہ دور دراز فاصلہ تک چلا جاتا ہے جو لہر کی آخری حد تک ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کے طوفان نے تمہیں بھی میرے ساحل پر لا ڈالا تھا، آؤ، میری زندگی، میں تمہاری ایسی ہی تصویر کھینچوں گا۔"

وہ اندر گیا۔ جاتے ہوئے اس نے دروازہ بند کر دیا، اور پھر اپنا گوٹ اتارا۔ جب وہ خوابگاہ میں گیا جسے لارا نے اسی روز صبح کو اتنے سلیقے کے ساتھ صاف اور آراستہ کیا تھا اور جہاں بعد میں جلدی سے سامان باندھنے کی وجہ سے افراتفری سی پھیل گئی تھی اور جب اس نے الٹے پلٹے بستر اور ادھر ادھر بے ترتیبی سے کرسیوں اور فرش پر پھیلی ہوئی چیزوں کو دیکھا تو وہ ایک چھوٹے سے بچے کی طرح دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اپنا سینہ مسہری کی پٹی پر ٹکا دیا، منہ بستر کی چادروں میں چھپا لیا اور بچوں کی طرح زور زور سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ لیکن وہ زیادہ دیر تک اس حالت میں نہیں رہا۔ وہ جلد ہی اٹھ بیٹھا اپنے آنسو خشک کئے اور حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے اس کا ذہن کام نہ کر رہا ہو۔ پھر اس نے دو ڈکا کی بوتل نکالی جو کاردوسی چھوڑ گیا تھا، اس کی ڈاٹ کھولی، آدھا گلاس بھرا اور اس میں پانی اور برف ملا کر لالچیوں کی طرح مزے لے لے کر لمبے لمبے گھونٹوں سے پی گیا۔

(۱۴)

پوری آندرے لوچ کو زحل نے کیا ہوا تھا۔ اس کا ذہن آہستہ آہستہ ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔ اس سے پہلے کبھی اس کی یہ حالت نہیں ہوئی تھی۔ اس نے مکان پر توجہ دینی چھوڑ دی، اسے خود اپنی کوئی پروا نہیں رہی۔ اس نے رات کو بھی دن میں تبدیل کر دیا اور لارا کے جانے کے بعد اسے وقت کا احساس ہی

بالکل ہی نہیں رہا تھا۔ وہ ڈکاپی کر وہ لارا کے متعلق لکھنے لگا۔ لیکن وہ اپنے پہلے کے لکھے ہوئے کو کاٹ کر جتنا زیادہ دوبارہ لکھتا اس کی نظموں اور بیاض کی لارا، اصل اور جیتی جاگتی لارا سے اسی قدر مختلف ہوتی جاتی۔ لارا جو کاتیا کی ماں تھی اور جو اب اپنی لڑکی کے ساتھ دور سفر پر جا رہی تھی۔ دوبارہ لکھنے اور اصلاح کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ زیادہ صحیح اور موثر طریقہ پر اظہار خیال کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی وجہ وہ خیالات اور اندرونی ہیجکچاہٹ بھی تھی جو اسے ذاتی تجربات اور ماضی کے حقیقی واقعات کا زیادہ آزادانہ طریقہ پر اظہار کرنے سے باز رکھتی تھی تاکہ وہ کہیں ایسا کر کے ان لوگوں کو ناراض نہ کر دے یا ان کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچائے جو ان میں براہِ راست طریقہ پر حصہ لے چکے تھے۔ نتیجے کے طور پر اس کے جذبات جن میں اب بھی گرمی اور زندگی کی دھڑکن موجود تھی، رفتہ رفتہ اس کی شاعری سے مفقود ہوتے گئے۔ اور رومانی افسردہ خیالی کی جگہ ایک وسیع اور پاک تخیل نے لے لی جس نے ایک خصوصی چیز کو اسکی سطح سے بلند کر کے عالمی اور مانوس سطح پر پہنچا دیا۔ وہ دانستہ طور پر اس مقصد کا خواہاں نہیں تھا۔ لیکن یہ وسیع خیالی خود بخود پیدا ہو گئی اور اس سے اسے سکون بھی ملا، جیسے کہ یہ ایک ایسا پیغام ہو جو لارا نے سفر کے دوران اسے بھیجا ہو، جیسے وہ دور سے اسے خوش آمدید کہہ رہی ہو، جیسے وہ اسے خواب میں نظر آ رہی ہو۔ یا وہ اس کے ہاتھ کا لمس اپنی پیشانی پر محسوس کر رہا ہو وہ اس پر عظمت نقش سے محبت کرتا تھا۔

لارا کی یادیں نوحہ لکھنے کے ساتھ ہی ساتھ وہ ان یادداشتوں کو بھی مکمل کر رہا تھا جو اس نے گذشتہ برسوں میں فطرت، انسان اور دوسری چیزوں کے بارے میں اکٹھی کی تھیں، جیسا کہ لکھتے وقت ہمیشہ اس کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ اس وقت بھی ایک فرد کی زندگی اور سوسائٹی کے متعلق متعدد خیالات اس کے ذہن میں مجتمع ہو گئے۔ اس نے پھر ایک مرتبہ سوچا کہ وہ تاریخ کے بارے میں، اس چیز کے بارے میں جو تاریخ کا دھارا کہلاتا ہے۔ مسلم طریقہ پر نہیں بلکہ نباتات کی دنیا میں مطابقت کے اعتبار سے سوچا کرتا ہے۔ موسم سرما میں جب برف باری ہوتی ہے تو جنگل میں درختوں کی بغیر پتیوں کی شاخیں پتلی اور کمزور ہوتی ہیں۔ جس طرح کسی بوڑھے شخص کی چاند پر بال ہوتے ہیں لیکن موسم بہار شروع ہوتے ہی جنگل کی ہیئت ہی بدل جاتی ہے۔ درختوں کی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہیں اور کوئی بھی شخص اس کے پتوں کی بھول بھلیوں میں چھپ سکتا ہے۔ یا گم ہو سکتا ہے۔ یہ

تبدیلی اس تبدیلی کے مقابلہ میں کہیں زیادہ سرعت سے ہوتی ہے جو جانوروں میں ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ جانوروں کی پرداخت اتنی تیزی سے نہیں ہوتی جیسی کہ پودوں اور درختوں کی ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی ہم درختوں کی اس نشوونما کو محسوس نہیں کر سکتے۔ جنگل اپنی جگہ تبدیل نہیں کرتا۔ ہم اس کا انتظار نہیں کر سکتے کہ اسے تبدیل ہوتے ہوئے دیکھ سکیں۔ جب بھی ہم اسے دیکھتے ہیں وہ ساکت و جامد ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ہماری آنکھیں ہمیشہ ترقی کرتی ہوئی اور متواتر تبدیل ہوتی ہوئی تاریخ کی تبدیلی کو بھی نہیں دیکھ سکتیں اور نہ سماجی زندگی کی ان نظر نہ آنے والی تبدیلیوں کو محسوس کر سکتی ہیں۔

ٹالسٹائی نے بھی اس کے بارے میں اسی انداز میں سوچا تھا لیکن اس نے یہ سب باتیں اس قدر صاف طریقہ پر بیان نہیں کیں۔ اس نے اس بات کی تردید کی کہ نپولین یا کسی دوسرے عسکری جنرل نے تاریخ کا رخ موڑ دیا تھا۔ لیکن اس نے اپنے اس نظریہ کو منتہائے منطق پر نہیں پہنچایا کوئی واحد شخص تاریخ نہیں بنا سکتا۔ تاریخ کی تبدیلی کو کوئی شخص اس طرح نہیں دیکھ سکتا جیسے گھاس کو اگتے ہوئے نہیں دیکھا جا سکتا۔ لڑائیاں۔ انقلابات یا بادشاہ تاریخ کے عملی نمائندے اور اس کا خمیر ہیں۔ لیکن انقلابات ایسے جنونی اور عملی قسم کے انسان لاتے ہیں جن کی ذہنی رو ایک ہی سمت میں چلتی ہے۔ ایک اعلیٰ ذہنیت والے لوگ جو اپنی صلاحیت کو ایک ہی شعبہ میں محدود کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ پرانے نظام کو چند گھنٹوں یا چند روز میں الٹا کر رکھ دیتے ہیں۔ مکمل تبدیلی میں چند ہفتے یا چند سال لگتے ہیں لیکن اس جنون کی جو اس تغیر و تبدل کی روح رواں ہوتا ہے آئندہ برسہا برس بلکہ صدیوں تک پرستش کی جاتی ہے۔

لارا کی یادیں آنسو بہاتے ہوئے اس نے اس موسم گرما کی یادیں بھی آنسو بہائے جو اس نے میلوزیو دیں گزارا تھا جبکہ انقلاب کو ایک آسمانی اوتار سمجھا گیا تھا جو آسمان سے زمین پر نازل ہوا تھا۔ موسم گرما کا دلو تھا جبکہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ دیوانہ ہو گیا تھا اور جبکہ ہر شخص کو زندہ رہنے کا حق حاصل تھا اور وہ محض کسی بہتر پالیسی کو جائز ثابت کرنے کے لئے زندہ نہیں رہتا تھا۔

جس وقت وہ منطقی طریقہ پر یہ یادداشتیں سپرد قلم کر رہا تھا اس نے ایک یادداشت میں اپنے اس عقیدہ کا بھی اظہار کر دیا کہ آرٹ ہمیشہ حسن کی خدمت کرتا ہے اور حسن وجودی اعتبار سے ایک مسرت ہے۔ اور وجود فطری کلیہ زندگی ہے کیونکہ کوئی ذی روح چیز اس کے بغیر قائم نہیں

رہ سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ آرٹ کے ہر نمونہ میں، جس میں المیہ بھی شامل ہو، وجدہی مسرت کا اظہار ہوتا ہے خود سے اپنے خیالات اور یادداشتوں سے بھی مسرت حاصل ہوئی، ایک المیہ مسرت، ایسی مسرت جو آنسوؤں سے لبریز تھی۔ جس نے اسے بالکل پست کر دیا۔ اور اس کا سر جھکنے لگا۔

سمویا نوف اس سے ملنے کے لئے آیا۔ وہ اس کے لئے اور ووڈکا لایا اور اسے بتایا کہ اینتی پووا اور اس کی لڑکی کو مارووسکی کے ساتھ کس طرح گئی تھیں۔ وہ ریلوے کی ٹرالی میں آیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر کو ڈانٹا کہ اس نے گھوڑے کی اچھی طرح نگہداشت نہیں کی۔ اور کہا کہ وہ گھوڑا اپنے ساتھ واپس لے جانا چاہتا ہے۔ یوری آندریے وچ کی خواہش پر بھی اس نے گھوڑے کو وہاں مزید تین یا چار دن چھوڑنا منظور نہیں کیا۔ لیکن اس نے اسی ہفتہ کے اندر پھر آنے کا وعدہ کر لیا اور کہا کہ وہ اسے خود واری گینو سے ہمیشہ کے لئے لے جائے گا۔

کبھی کبھی اپنے کام میں غرق ہو جانے کے بعد یوری آندریے وچ کو اچانک لارا یاد آجاتی ہیں طرح جیسے وہ اس کے سامنے موجود ہو اور وہ اس کی جدائی پر رنج اور محبت کے جذبات کی شدت سے نڈھال ہو جاتا جس طرح اپنے بچپن میں اسے اپنی ماں کی موت کے بعد چڑیوں کی چہکار میں اور کوگر یوف کے باغیچہ میں بہار کے دلکش موسم میں ماں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اسی طرح اب اسکی سماعت جو لارا کی آواز کی عادی ہو گئی تھی اور اس کی زندگی کا جزو بن چکی تھی اسے دھوکے دیا کرتی اور وہ یوں محسوس کرتا جیسے لارا برابر کے کمرے سے اسے "یورا چکا" کہہ کر پکار رہی ہے۔ اسی ہفتہ میں اسے اور بھی تو ہمات پیش آئے۔ ہفتہ کے آخر میں رات کو وہ ایک مضحکہ خیز قسم کا خواب دیکھ کر جاگ گیا جس میں اس نے دیکھا تھا کہ مکان کے نیچے ایک اژدھا ایک غار میں رہتا ہے۔ اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ کھڑکی میں ایک روشنی چمکی اور اس نے رائفل چلنے کی آواز سنی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس قدر غیر معمولی واقعہ پیش آنے کے چند ہی لمحہ بعد وہ پھر سو گیا اور صبح کو اس نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر دلاسا دیا کہ یہ بھی ایک خواب تھا۔

(۱۵)

یہ وہ واقعہ ہے جو ایک یا دو روز بعد پیش آیا۔ ڈاکٹر نے آخر کار دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ اسے سمجھداری سے کام لینا چاہیئے۔ یہ کہ اگر وہ اپنے آپ کو ہلاک ہی کر دینا چاہتا ہے۔ تو وہ ایسا کرنے

کے لئے یہ طریقہ بھی اختیار کر سکتا ہے جس میں زیادہ دیر نہ لگے اور جو اس قدر تکلیف دہ بھی نہ ہو۔ اس نے اپنے آپ سے وعدہ کیا کہ جیسے ہی سمدیویاتوف اسے لینے کے لئے آئے گا۔ وہ وہاں سے چل دیگا۔ سورج غروب ہونے سے کچھ ہی دیر پہلے، جبکہ تھوڑی بہت روشنی باقی تھی۔ اس نے باہر برف پر بھاری قدموں کی آوازیں سنیں۔ کوئی شخص مضبوطی اور آہستگی کے ساتھ اطمینان سے چلتا ہوا مکان کی طرف آ رہا تھا۔

"حیرت ناک بات ہے! یہ کون ہو سکتا تھا؟ سمدیویاتوف کے پاس اس کا گھوڑا موجود تھا اور وہ پیدل نہیں آ سکتا۔ اور واری کینو بالکل اجاڑ ہے۔ وہ لوگ مجھے پکڑنے کے لئے اپنے پوری آندرے وچ کے یہ فیصلہ کیا۔ "سمن یا شہر واپس جانے کا حکم۔ یا پھر وہ مجھے گرفتار کرنے آئے ہیں۔ نہیں یہ دو آدمیوں کا کام ہے اور مجھے ساتھ لے جانے کے لئے ان کے پاس سواری کا انتظام ہونا چاہیئے۔ یہ میکو لنسن ہوگا۔ اس نے خوش ہو کر سوچا اور اسے خیال ہوا کہ اس نے قدموں کی چاپ پہچان لی ہے۔ اجنبی نے جو ابھی تک نہیں پہچانا جا سکا تھا، دروازہ کی ٹوٹی ہوئی چوکھٹی کو ٹٹولا جیسے اسے وہاں تالا موجود ہونے کی امید تھی، پھر وہ اطمینان سے اندر داخل ہوا۔ وہ راستہ سے واقف تھا اس نے کمروں کے درمیان کے دروازے کھولے اور پھر اندر آنے کے بعد احتیاط سے بند کر دیئے۔

یوری آندرے وچ میز کے قریب بیٹھا ہوا تھا اس کی پشت دروازہ کی طرف تھی۔ جب وہ اٹھ کر دروازہ کی طرف مڑا تو اجنبی پہلے ہی دروازہ پر موجود تھا جہاں وہ بالکل ساکت کھڑا ہوا تھا۔

"تم کس سے ملنا چاہتے ہو؟" ڈاکٹر نے یہ رسمی الفاظ کچھ سوچے بغیر قدرتی طور پر کہے اور جب اسے کوئی جواب نہ ملا تو اس پر اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی۔

اجنبی ایک طاقت ور اور تندرست قسم کا شخص تھا جس کا چہرہ کافی دلکش تھا۔ اس نے سمور کی جیکٹ، پتلون اور بکری کی کھال کے گرم جوتے پہن رکھے تھے اور اس کے کندھے پر ایک رائفل لٹک رہی تھی۔

صرف اسکی آمد کے وقت پر ڈاکٹر کو حیرت ہوئی۔ خود اس کے وہاں آنے پر کوئی تعجب نہیں ہوا۔ مکان کی حالت سے ظاہر ہو چکا تھا کہ کوئی وہاں رہتا تھا۔ اس لئے وہ اس کے لئے

پہلے سے تیار تھا۔ یہی شخص یقیناً ان چیزوں کا مالک تھا جو اسے وہاں ملی تھیں اور جو وہ جانتا تھا کہ میکونتن وہاں چھوڑ کر نہیں گیا ہوگا۔ پوری آندرے دیچ کو اس میں کوئی چیز مانوس سی محلوم ہوئی اور اس نے محسوس کیا کہ وہ اسے پہلے بھی دیکھ چکا ہے اور وہ اجنبی بھی پوری آندرے دیچ کو وہاں پاکر اتنا حیرت زدہ نہیں دکھائی دیتا تھا جیسا کہ اسے ہونا چاہیئے تھا۔ غالباً اسے بتادیا گیا تھا کہ مکان میں کوئی رہ رہا ہے بلکہ شاید یہ بھی بتادیا گیا ہوگا کہ کون رہتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے ڈاکٹر کو پہچان لیا ہو۔

"وہ کون ہے؟ وہ کون ہے؟" ڈاکٹر نے اپنے دماغ پر زور دیا۔ "میں نے اسے کہاں دیکھا ہے؟ یقیناً نہیں..... مئی کی ایک گرم صبح کو خدا جانے کس سال۔ مازولی کے اسٹیشن پر۔ کیمل کا گاڑی کا ڈبہ۔ کچھ زیادہ پتہ نہیں چلتا۔ واضح اور خشک نظریات، خیالات کی ایک ہی رو، سختی اور دیانت داری..... استریلینکوف!"

(۱۶)

وہ دونوں گھنٹوں سے باتیں کر رہے تھے۔ اسی طرح جیسے روسی باشندے روس میں باتیں کیا کرتے ہیں۔ خاص طور پر جس طرح اس زمانہ میں کیا کرتے تھے جبکہ خوف اور پریشانی کے ان دنوں میں وہ بالکل مایوس اور گھبرائے ہوئے تھے۔ رات آرہی تھی۔ اور تاریکی بڑھتی جارہی تھی۔ گھبراہٹ اور باتونی پن کے علاوہ جو اس زمانہ میں ایک عام بات تھی۔ استریلینکوف کے زیادہ لگاتار باتیں کرنے کی ایک ذاتی وجہ بھی تھی۔ وہ بولتا رہا۔ برابر بولتا رہا۔ اور بات چیت کو جاری رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا تاکہ وہ تنہائی نہ محسوس کرسکے۔ کیا وہ اپنے ضمیر سے خائف تھا؟ یا ان رنجدہ یادوں سے جو اس کا پیچھا کر رہی تھیں؟ یا ناکامی کے احساس سے اسے تکلیف ہو رہی تھی جو انسان کو خود اپنے نزدیک اس قدر ناقابل برداشت اور قابل نفرت بنا دیتا ہے کہ وہ شرم سے مرجانے کو بھی تیار ہوجاتا ہے؟ یا اس نے کوئی خوفناک اور اٹل فیصلہ کر رکھا ہو جس کی وجہ سے وہ اب تنہا نہیں رہنا چاہتا تھا اور ڈاکٹر کے ساتھ باتیں کرکے اور اس کے ساتھ وقت گذار کر اس فیصلہ پر عمل درآمد کرنے میں تاخیر پیدا کر رہا تھا؟

خواہ کوئی بھی وجہ ہو۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوئی ایسا راز چھپا رہا ہے جو اس

کے لئے بوجھ بنا ہوا تھا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ ہر دوسرے موضوع پر دل کھول کر باتیں بھی کرتا رہا یہ ایک بیماری تھی۔ اس دور کا انقلابی پاگل پن۔ کہ ہر شخص دراصل اس سے کہیں مختلف ہوتا تھا جیسا کہ وہ بظاہر صورت شکل سے یا گفتگو سے نظر آتا تھا۔ کسی شخص کا ضمیر صاف نہیں تھا۔ ہر شخص بجا طور پر یہ محسوس کر سکتا تھا کہ وہ مجرم ہے، ایک خفیہ ملزم، ایک ایسا دھوکہ باز جسے کوئی نہ پہچان سکا ہو۔ ایک معمولی سی وجہ بھی اس کے لئے کافی تھی کہ کوئی شخص اپنی ذات کو ایذا پہنچانے لگے۔ اپنی قوتِ واہمہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر لوگ نہ صرف خوف کی وجہ سے بلکہ ایک انوکھے اور تباہ کن تحریک کی وجہ سے اپنی مرضی سے بالعد الطبیعی وجدان کی کیفیت میں، خود اپنے آپ کو غلط طریقہ پر موردِ الزام ٹھیراتے اور وہ ایسا ذاتی ملامت کے جذبہ کے تحت کرتے جس پر ایک مرتبہ شروع ہو جانے کے بعد قابو نہیں پایا جا سکتا۔ ایک اہم فوجی افسر کی حیثیت سے جس نے بارہا فوجی عدالتوں کی صدارت کی تھی استریلینکوف نے ایسے لاتعداد مجرموں کے اعتراف سنے یا پڑھے ہوں گے جنھیں موت کی سزا دی گئی تھی۔ اب اس میں بھی وہی جذبہ ابھر رہا تھا کہ وہ خود کو بے نقاب کر دے اپنی ساری زندگی کا از سرِ نو جائزہ لے۔ اور اپنے جوش میں بہہ کر ہر چیز کو غلط رنگ دے کر اپنے آپ کو پیش کرنے کی کوشش کرے۔

وہ بے ربط طریقہ پر بول رہا تھا اور ایک غلطی کا اعتراف کرنے کے بعد فوراً ہی دوسری غلطی کا اعتراف کرنے لگتا تھا۔

"یہ سب کچھ چیتا کے قریب ہوا۔ کیا تمہیں ان تمام عجیب چیزوں کو دیکھ کر حیرت ہوئی تھی جو تمہیں دراز دں اور الماریوں میں ملی تھیں؟ وہ سب چیزیں ہمیں اس وقت ملی تھیں جب سرخ فوج نے مشرقی سائبیریا پر قبضہ کیا تھا۔ یہ سب چیزیں میں خود یہاں نہیں لایا تھا۔ میرے ساتھ ہمیشہ قابلِ اعتماد اور جاں نثار قسم کے لوگ رہے ہیں۔ اس معاملہ میں زندگی مجھ پر ہمیشہ مہربان رہی ہے۔ یہ موم بتیاں، چمچے، کانٹے، چائے کے لکھنے کا سامان اور دوسری چیزیں سب اس سامان میں سے ہیں جو فونگ نے حاصل کیا تھا، ان میں سے کچھ سامان چیکوسلواکیہ کا۔ کچھ انگلینڈ کا، اور کچھ جاپان کا ہے۔ کیا تم اسے حیرت انگیز نہیں سمجھتے؟..... تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ میری بیوی کا خاص جہیز تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم نے بھی اسے نوٹ کیا ہوگا جب میں یہاں پہنچا تھا۔ اس وقت تک میں نے

یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ تمہیں بتاؤں یا نہ بتاؤں۔ لیکن اب بہتر یہی ہے کہ میں یہ بات تسلیم کر لوں۔ میں اس سے اور اپنی بچی سے ملنے کے لئے آیا تھا۔ مجھے یہ پیغام کہ وہ دونوں یہاں تھیں بہت دیر سے ملا۔ اسی لئے میں ان سے نہیں مل سکا۔ جب اس سے تمہارے قریبی تعلقات کی اطلاعات اور افواہیں مجھ تک پہنچیں اور مجھے ڈاکٹر زواگو کا نام بتایا گیا تو کسی ناقابل بیان وجہ سے ان ہزاروں شکلوں میں سے جو میں گذشتہ برسوں میں دیکھ چکا ہوں مجھے اس نام کا ایک ڈاکٹر یاد آگیا جسے ایک مرتبہ پوچھ گچھ کے لئے میرے پاس لایا گیا تھا۔"

"اور کیا تمہیں افسوس ہوا کہ تم نے مجھے گولی کیوں نہیں ماردی تھی؟"

استریلنیکوف نے یہ سوال ٹال دیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ بات سنی ہی نہ ہو۔ وہ اپنے خیالات میں گم برابر اسی طرح بولتا رہا۔ "قدرتی بات ہے میں بہت جلا۔ اور اگر سچ پوچھو تو یہ حسد اب بھی موجود ہے اور تم توقع بھی کیا کر سکتے تھے؟ میں اس ضلع میں صرف چند مہینے قبل آیا تھا جبکہ مشرق بعید میں میری تمام پناہ گاہوں کا پتہ چل گیا تھا۔ ایک غلط الزام لگا کر مجھ پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا جانے والا تھا۔ اس کا نتیجہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں تھا۔ میں مجرم نہیں تھا۔ میں نے سوچا ممکن ہے آئندہ کسی بہتر موقعہ پر مجھے اپنا دفاع کرنے اور باعزت طور پر بری ہونے کی امید ہو سکے لہٰذا میں نے طے کر لیا کہ جب تک بھی چھپ سکتا ہوں چھپا رہوں۔ قبل اس کے کہ وہ لوگ مجھے رفتار کر لیں۔ اس لئے میں اس وقت چھپتا پھرتا ہوں اور راہبوں کی سی زندگی گذارتا ہوں۔ میں کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتا۔ اگر ایک بدمعاش نوجوان میرا اعتماد حاصل کر لینے کے بعد مجھے دھوکا دیتا تو ممکن تھا مجھے اس میں کامیابی ہو جاتی۔ یہ اس وقت ہوا جب میں پیدل چلتا ہوا، لوگوں سے بچتا اور فاقے کرتا سائبیریا کو عبور کرتا مغرب کی طرف آرہا تھا۔ میں برفانی میدانوں یا بل کے ڈبوں میں سویا کرتا تھا۔ ڈبوں کی ایک طویل قطار ساری لائن پر برف سے دبی ہوئی مری تھی۔ تو میری ملاقات اس لڑکے سے ہوئی جس نے کہا کہ وہ ہنگامی فوج کے گولی مارنے والے دستے سے بچ کر بھاگ آیا ہے۔ انھوں نے بہت سے دوسرے سزا یافتہ لوگوں کے ساتھ اسے ایک قطار میں کھڑا کر دیا تھا۔ لیکن وہ صرف زخمی ہوا اور مردہ لاشوں کے ڈھیر کے نیچے سے رینگ نکل آیا۔ پھر جنگل میں چھپا رہا اور اس کا زخم بھی اچھا ہو گیا اور اب وہ میری طرح ایک جگہ سے

دوسری جگہ چھپتا پھر رہا ہے۔ یہ تھی اسکی کہانی۔ وہ بالکل بچہ تھا۔ بدطینت اور پسماندہ۔ اسے اسکی کند ذہنی کی وجہ سے اسکول سے نکال دیا گیا تھا۔"

استر لینگ ووڈ نے اس لڑکے کی جتنی زیادہ تفصیلات بتائیں، اتنا ہی ڈاکٹر کو یقین ہوتا گیا کہ "اس لڑکے کو جانتا ہے۔

"کیا اس کا نام ترنیتی گلوزین تھا؟"

"ہاں"

"تو پھر اس نے ہنگامی فوج اور گولی مارے جانے کے متعلق جو کچھ بھی کہا تھا صحیح تھا۔ اس نے ایک لفظ بھی غلط نہیں کہا۔"

"اس میں صرف ایک اچھی بات یہ تھی کہ وہ اپنی ماں پر جان چھڑکتا تھا۔ اس کے باپ کو ایک باغی کی حیثیت سے گولی مار دی گئی تھی اور اس کی ماں جیل میں تھی اور اس کا بھی شاید یہی حشر ہونے والا تھا جب اس نے یہ سنا تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ وہ مطمئن ہو چکا میں گیا۔ اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا اور ان کے لئے کام کرنے کی پیشکش کی۔ انھوں نے اس شرط پر اسے موقعہ دینا منظور کر لیا کہ وہ کوئی اہم مخبری کرے۔ اس نے انھیں بتا دیا کہ میں کہاں چھپا ہوا تھا۔ لیکن خوش قسمتی سے میں وقت پر بچ نکلا۔ تحیر خیز کوشش اور انتہائی ہمت سے کام لے کر میں نے سائیکل کو جھوڑ کر لیا اور یہاں اس حصہ میں پہنچا۔ مجھے یہاں لوگ اچھی طرح جانتے ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ انھیں یہ شبہ بھی نہیں ہوگا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ وہ خیال بھی نہیں کر سکیں گے کہ میں اتنی ہمت کر سکوں گا۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ وہ لوگ کافی عرصہ تک مجھے حقیقت کے آس پاس تلاش کرتے رہے جبکہ میں اس مکان میں یا دو ایک دوسرے مکانوں میں جنھیں میں محفوظ سمجھتا تھا چھپا ہوا تھا۔ لیکن اب جبکہ یہ بات ظاہر ہو چکی ہے۔ وہ لوگ میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ سنو۔ اندھیرا ہو رہا ہے اور میں اسے پسند نہیں کرتا کیونکہ میں عرصہ دراز سے سو نہیں سکا ہوں۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ کتنی اذیت ہوتی ہے؟ اگر میری موم بتیوں میں سے ایک آدھ باقی رہ گئی ہے۔ ٹھیک ہے اچھی ہے نا۔ خالص چربی کی۔ تو پھر آؤ کچھ دیر اور باتیں کریں۔ اس وقت تک جب تک کہ برداشت کر سکو۔ ساری رات۔ آرام سے۔ موم بتیوں کی روشنی میں۔"

"موم بتیاں سب کی سب موجود ہیں۔ میں نے صرف ایک بکس کھولا ہے۔ میں مٹی کا تیل جلاتا ہوں۔ یہ بھی غالباً تم ہی چھوڑ گئے تھے؟"

"کیا تمہارے پاس روٹی ہے؟"

"نہیں۔"

"تو پھر تم کیا کھا کر زندہ رہے ہو؟ لیکن یہ بھی کیسا حماقت کا سوال ہے۔ ظاہر ہے آلو!"

"ہاں۔ آلو بہت زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔ جو لوگ یہاں رہا کرتے تھے۔ وہ اچھے خاصے دانشمند لوگ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ آلوؤں کو حفاظت سے کس طرح رکھا جاتا ہے۔ تمام آلو گودام میں بحفاظت موجود ہیں۔ نہ تو گلے سڑے ہیں اور نہ جمے ہیں۔"

اچانک گفتگو کا رخ بدل کر اسٹریلینکوف انقلاب کی باتیں کرنے لگا۔

(۱۷)

"تمہارے لئے یہ تمام باتیں بے معنی ہوں گی۔ تم نہیں سمجھ سکو گے۔ تمہاری پرورش مختلف طریقہ پر ہوئی تھی۔ مضافاتی علاقوں۔ ریلوں۔ غلیظ اور گندی آبادیوں اور کچے مکانوں کی بھی ایک دنیا تھی۔ گرد و غبار، بھوک، بھیڑ بھاڑ، انسان کی حیثیت سے مزدور کی تذلیل اور عورتوں کی بیحرمتی کی دنیا۔ اور دوسری دنیا ماؤں کے لاڈلوں، چاق و چوبند طالب علموں اور دولت مند تاجروں کے لڑکوں کی تھی۔ ہر الزام سے بریت۔ بے مثری۔ گستاخی اور گناہ کی دنیا۔ ان دولتمندوں کی دنیا جو غریبوں کے آنسوؤں کا مسخر اڑاتے تھے اور ان لوگوں کا بھی جنھیں لوٹا جاتا تھا، جن کی بے عزتی کی جاتی تھی اور جن کی عصمتیں لوٹی جاتی تھیں۔ لیڈروں اور غاصبوں کی حکومت جن کی وجہ خصوصیت صرف یہ تھی کہ وہ کبھی کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ دنیا کو کبھی کچھ نہیں دیتے تھے اور نہ اپنے پیچھے کچھ چھوڑ جاتے تھے۔ لیکن ہمارے لئے زندگی ایک مہم تھی۔ ان لوگوں کی خاطر جن سے ہم محبت کرتے تھے ہم پہاڑوں تک کو ہلا دیتے تھے اور ہم اگر سوائے سچ کے انھیں اور کچھ نہیں دے سکتے تھے تو اس پر وہ ہمیں مورد الزام نہیں ٹھیراتے تھے کیونکہ آخر میں ہم ان سے بھی زیادہ تکلیفیں اٹھاتے تھے۔ لیکن اپنی بات جاری رکھنے سے پہلے میں تمہیں ایک بات بتا دینی چاہتا ہوں۔ اصل بات یہ ہے تمہیں واری کینو چھوڑ دینا ہوگا۔ اگر تمہیں اپنی زندگی عزیز ہے تو اس میں دیر مت کرنا۔ وہ لوگ مجھے گھیرنے کے لئے آگے بڑھ رہے

ہیں۔ اور مجھے جو کچھ بھی پیش آئے گا۔ اس میں تم بھی پھنس جاؤ گے۔ تم پہلے ہی پھنس چکے ہو محض اس وجہ سے کہ تم اس وقت مجھ سے باتیں کر رہے ہو۔ اور دوسری چیزوں کے علاوہ یہاں اس پاس لاتعداد بھیڑیئے ہیں۔ اس رات رات کو شکاریں سے ہو کر نکلنے کے لئے مجھے گولی چلانی پڑی تھی۔"

"تو اس رات گولی تم نے چلائی تھی؟"

"ہاں، تم نے تو آواز سنی ہی ہوگی۔ میں ایک اور پناہ گاہ کی طرف جا رہا تھا۔ لیکن وہاں پہنچنے سے قبل ہی مجھے مختلف ایسی علامتیں دکھائی دیں جن سے میں سمجھ گیا کہ اس کا پتہ چل گیا ہے۔ وہاں جو لوگ تھے انھیں غالباً گولی مار دی گئی ہے۔ میں تمہارے ساتھ زیادہ عرصہ نہیں ٹھیروں گا میں صرف رات یہاں گزاروں گا۔ اور صبح کو چلا جاؤں گا..... ہاں چلا جاؤں گا۔ اگر جا سکا۔"

اس کے بعد استر بلینیکوف نے پھر تقریر شروع کر دی۔

"تو در اصل ایسا صرف ماسکو یا روس ہی میں نہیں تھا۔ اور صرف یہیں یہ شاندار تہم کی تیور سکایا یرسکایا نام کی سڑکیں نہیں تھیں جن پر بھڑکدار لباسوں میں ملبوس عیاش نوجوان گاڑیوں میں اپنی محبوباؤں کے ساتھ تفریح کرتے پھرا کرتے تھے۔ ایسی سڑکیں۔ سڑکوں کے رات کے ہنگامے۔ گذشتہ صدی کی شبینہ زندگی اور ریس کے گھوڑے اور تماشبین دنیا کے ہر شہر میں موجود تھے۔ لیکن انیسویں صدی کو کیا خصوصیت حاصل تھی اور ایک تاریخی دور کی حیثیت سے وہ منفرد کیوں ہے؟ سوشلسٹ نظریہ کی پیدائش کے باعث۔ انقلابات۔ مورچوں پر جانیں دیتے ہوئے نوجوان۔ مصنف جو دولت کے زور کو گھٹانے کے لئے اور غریبوں کے انسانی وقار کو بچانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ مارکس کا عقیدہ سامنے آیا۔ اس نے برائیوں کی جڑ کو بے نقاب کر دیا۔ اور ان کا علاج بتایا۔ وہ صدی کی سب سے بڑی طاقت بن گیا۔ اور شاندار سڑکیں وہی سب کچھ تھیں اور خاک دھول اور بہادری۔ گناہ اور غلیظ اور گندے علاقے اور اعلانات اور مورچے؟

"تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ بچپن میں کس قدر حسین تھی جب وہ اسکول میں پڑھا کرتی تھی تمہیں کچھ معلوم نہیں۔ اسکول میں اسکی ایک دوست تھی جو ہمارے مکان کے قریب ہی ایک کرایہ کی عمارت میں رہتی تھی۔ اس عمارت کے زیادہ تر کرایہ دار ریلوے کے ملازم تھے جو برلسیٹ لائن پر کام کرتے تھے۔ ان دنوں اس کا نام برلسیٹ لائن تھا۔ اس کے بعد سے اس کا نام کئی مرتبہ بدلا جا چکا

ہے۔ میرے والد ــــ وہ اب لیوپاتن کی انقلابی عدالت کے ممبر ہیں ــــ اس زمانہ میں ایلمے اور سیر تھے۔ میں اس مکان میں جایا کرتا اور اس سے ملا کرتا تھا۔ وہ اس وقت بچی ہی تھی۔ لیکن پھر بھی اس زمانہ کی ہوشیاری، دور بینی اور بے چینی ــــ یہ سب اس میں موجود تھی۔ اور اسے تم اسکے چہرے اور آنکھوں میں پڑھ سکتے تھے۔ اس صدی کے تمام موضوعات۔ تمام آنسو، اہانتیں اور امیدیں نفرت اور شان کے ملے جلے اثرات اس کے چہرے اور صورت شکل سے ظاہر تھے۔ جس سے لڑکیوں جیسی شرم اور خود اعتمادی اور تمکنت عیاں تھی۔ وہ اس دور کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ نوشۂ قسمت ہے۔ ایک ایسی چیز جو قدرت نے اسے ودیعت کی تھی۔ ایک ایسی چیز جو اس کا پیدائشی حق تھی۔"

"تم اس کا تذکرہ کتنی خوبصورتی سے کرتے ہو۔ میں نے بھی اس زمانہ میں اسے دیکھا تھا۔ ویسا ہی جیسا کہ تم نے بتایا ہے۔ اسکول میں پڑھنے والی لڑکی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک غیر بچکانہ ڈرامہ کی خفیہ ہیروئن۔ دیوار پر اس کا جو عکس پڑتا تھا وہ بے چارگی لیکن چوکنے پن کے ساتھ خود حفاظتی کا عکس تھا۔ میں نے اسے ایسا ہی دیکھا اور وہ مجھے اب تک اسی طرح یاد ہے۔ تم نے اس کا تذکرہ نہایت موزوں طریقہ پر کیا ہے۔"

"تم نے دیکھا اور یاد رکھا؟ اور تم نے کیا کیا؟"

"یہ ایک بالکل علیحدہ کہانی ہے۔"

"اچھا خیر، تو تم نے دیکھا۔ یہ بیسویں صدی۔ پیرس میں اس کے انقلابات بسل درسل روسیوں کی جلاوطنی کا سلسلہ جو ہر زن سے شروع ہوا تھا۔ ناروں کے قتل۔ جن میں سے کچھ کے محض منصوبے ہی بنائے گئے تھے اور کچھ پر عمل درآمد بھی کیا گیا تھا۔ دنیا کے مزدوروں کی ساری تحریک۔ یورپ کی پارلیمانوں اور یونیورسٹیوں میں مارکسزم کی تحریک۔ یہ سارا جدید تصوراتی نظام اپنی تمام تر جدت کے ساتھ۔ اس کا اس قدر تیزی سے اختتام پذیر ہونا۔ اس کا طنز اور اس کا بیرحمانہ علاج جو بلدروی کے بھیس میں کیا جاتا ہے۔ لینن، ان سب چیزوں کا مظہر تھا جو پرانے نظام پر اس طرح ٹوٹ پڑا جیسے وہ انسانی شکل میں نمودار ہو کر اسے اس کے گناہوں کی سزا دینے آیا ہو اور اس کے ساتھ ہی ساتھ دنیا کی نظروں کے سامنے روس کا عظیم ہیولہ شعلوں کی مانند چمکا، جیسے اور

نجات کی روشنی ہو جو بنی نوع انسان کو تمام بدنصیبیوں اور مصیبتوں سے چھٹکارا دلانے آئی ہو لیکن آخر میں تمہیں یہ سب کچھ کیوں بتا رہا ہوں؟ تمہارے نزدیک تو یہ سب کچھ محض ایک بھیرے کی آواز ہوگی۔ سنہرے الفاظ۔

"اس لڑکی کی خاطر میں نے تعلیم حاصل کی۔ استاد بن گیا اور یوریا تن چلا گیا۔ جس سے میں اس وقت واقف نہیں تھا۔ اسکی خاطر میں نے ڈھیروں کتابیں پڑھ ڈالیں اور بہت زیادہ علم حاصل کیا تاکہ ضرورت پڑنے پر اس کی مدد کر سکوں۔ شادی کے تین سال بعد اس لڑکی کو واپس جیتنے کے لئے میں لڑائی پر چلا گیا۔ اور جنگ ختم ہونے پر میں قیدسے واپس آیا۔ مجھے مُردوں کی فہرست میں شامل کر دیا گیا تھا۔ اس سے میں نے فائدہ اٹھایا اور ایک نیا فرضی نام اختیار کر کے انقلاب میں شریک ہو گیا تاکہ ان تمام مصیبتوں کی تلافی کر سکوں جو اسے برداشت کرنی پڑی تھیں۔ تاکہ اس کے ذہن سے وہ تمام یادیں دھو ڈالوں تاکہ پھر ماضی میں واپس جانے کا امکان باقی نہ رہے تاکہ وہ سکایمر کا یا کسی قسم کی سٹرگیں باقی نہ رہیں۔ اس تمام عرصہ میں وہ، میری بیوی اور لڑکی، میرے قریب ہی تھیں۔ وہ دونوں یہاں موجود تھیں! مجھے ان سے آکر ملنے اور انھیں دیکھنے کی خواہش کو دبانے کے لئے کس قدر صبر سے کام لینا پڑا! لیکن پہلے میں اپنا زندگی کا کام ختم کر لینا چاہتا تھا۔ اوہ، اب انھیں صرف ایک نظر دیکھنے کی میں بڑی سے بڑی قیمت دینے کو تیار ہوں۔ جب وہ گھر میں آئی تھی تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے دریچہ کھل گیا ہو اور کمرہ ہوا اور روشنی سے معمور ہو گیا ہو۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم اس سے کس قدر محبت کرتے تھے۔ لیکن مجھے معاف کرنا۔ کیا تمہیں اس کا بھی کوئی اندازہ ہے کہ اسے تم سے کتنی محبت تھی؟"

"معاف کرنا۔ تم نے کیا کہا؟"

"میں نے تم سے پوچھا ہے۔ کیا تمہیں اس کا بھی کوئی اندازہ ہے کہ اسے تم سے کتنی محبت تھی۔ دنیا میں ہر شخص سے زیادہ؟"

"تم یہ کیوں کہہ رہے ہو؟"

"کیوں کہ اس نے یہ بات خود مجھ سے کہی تھی۔"

"اس نے یہ بات کہی تھی؟ تم سے؟"

"ہاں"

"معاف کرنا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات دریافت کرنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ بات انتہائی ناسمجھی کی نہیں ہے اور اگر تم بتا سکتے ہو۔ تو کیا تم وہی الفاظ میرے سامنے دہرا سکو گے جو اس نے تم سے کہے تھے؟"

"خوشی سے۔ اس نے کہا تھا کہ تم ان چیزوں کا مظہر ہو جو کہ انسان کو ہونا چاہیئے۔ ایک ایسا انسان جس کی برابری کر سکنے والا کوئی دوسرا شخص اسے کبھی نہیں ملا۔ یہ کہ تم اپنی راست بازی میں منفرد تھے۔ اور یہ کہ اگر وہ اس مکان تک واپس جا سکتی جہاں وہ تمہارے ساتھ رہا کرتی تھی تو وہ دنیا کے دوسرے سرے سے گھٹنوں کے بل گھسٹتی ہوئی وہاں جانے کو تیار تھی۔"

"معاف کرنا۔ لیکن اگر تم اس کا مطلب یہ نہ سمجھو کہ میں کسی انتہائی نجی معاملہ میں دخل دے رہا ہوں تو کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ اس نے یہ الفاظ کس موقعہ پر کہے تھے؟"

"وہ اس کمرے کو صاف کر رہی تھی اور قالین جھاڑنے کے لئے باہر گئی تھی۔"

"معاف کرنا کون قالین؟ یہاں دو قالین ہیں۔"

"وہ بڑا والا۔"

"یہ تو اس کے لئے بہت زیادہ بھاری ہوگا۔ کیا تم نے اس کا ہاتھ بٹایا تھا؟"

"ہاں۔"

"تم دونوں نے اس کا ایک ایک سرا تھام رکھا تھا اور وہ اپنے دونوں بازو اوپر اٹھا کر پیچھے کو جھک گئی تھی۔ جیسے جھولا جھولتے وقت ہوتا ہے اور اڑنے والے گرد و غبار سے بچنے کے لئے اپنا منہ دوسری طرف پھیر کر اور اپنی آنکھیں ملتے ہوئے تبصرہ لگایا تھا؟ کیا یہ واقعہ اسی طرح پیش نہیں آیا میں اسکی تمام عادتوں سے کتنی اچھی طرح واقف ہوں! اور پھر تم دونوں نے مل کر بھاری قالین کو تہہ کیا۔ پہلے دوہرا، پھر چوہرا۔ اور اس نے دل لگی کی باتیں کیں اور منہ بنائے۔ کیا اس نے نہیں کیا؟ کیا اس نے ایسا نہیں کیا؟"

وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور دو مختلف کھڑکیوں کے نزدیک گئے اور مختلف سمتوں میں دیکھنے لگے۔ کچھ دیر بعد استر بلینکوف یوری آندرے وچ کے پاس آیا۔ اس کے دونوں ہاتھ تھام لئے اور انھیں اپنے سینہ سے لگا لیا اور پھر اسی طرح جلد جلد کہنے لگا۔

"مجھے معاف کردو۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں ایسی باتوں کا ذکر کر رہا ہوں جنھیں تم عزیز اور مقدس سمجھتے ہو۔ لیکن اگر تم مجھے اجازت دو تو میں تم سے کچھ اور سوالات کروں گا۔ ہر بات کو کہے جاؤں گا۔ مجھے اکیلا مت چھوڑو۔ میں خود بھی جلد ہی چلا جاؤں گا۔ ذرا سوچو تو ــــ جدائی کے چھ سال۔ ناقابل یقین نفس کشی کے چھ سال۔ لیکن میں برابر یہ سوچتا رہا کہ ابھی آزادی پورے طور پر نہیں جیتی گئی ہے۔ میں نے سوچا کہ جب میں آزادی جیت لوں گا تو میرے ہاتھ کھل جائیں گے اور میں اپنے گھر والوں کا ہو کر رہ سکوں گا۔ لیکن میرے تمام اندازے غلط نکلے۔ وہ لوگ کل مجھے گرفتار کر لیں گے تم اسکے قریب ہو اور اسے عزیز بھی ہو۔ شاید تم کبھی نہ کبھی اس سے ملو اور ..... لیکن میں یہ کیا کہہ رہا ہوں! میں پاگل ہو گیا ہوں ــ وہ مجھے گرفتار کر لیں گے اور مجھے اپنے دفاع میں ایک لفظ بھی نہیں کہنے دیں گے۔ وہ سب کچھ چیختے ہوئے مجھے پڑھنے کو آئیں گے اور مجھے بے دست و پا کر دیں گے۔ کیا میں یہ نہیں جانتا کہ یہ سب کچھ کس طرح ہوا کرتا ہے؟"

(۱۸)

آخر کار، بوری آندرے وچ بہت اطمینان سے سو گیا۔ کئی راتوں کے بعد پہلی مرتبہ وہ لیٹتے ہی فوراً سو گیا۔ استر لینیکوف نے بھی رات وہیں گذاری۔ ڈاکٹر نے اسے دوسرے کمرے میں ٹھیرا دیا۔ چند مرتبہ جب ڈاکٹر کی آنکھ کھلی، اس نے کروٹ لی، یا کمبل اوپر تک کھینچ کر اور ٹھاٹھا لے سونے سے حاصل ہونے والی راحت کا احساس ہوا اور وہ پھر خوش خوش سو گیا۔ صبح ہوتے ہوتے اس نے کئی چھوٹے چھوٹے خواب اپنے بچپن کے متعلق دیکھے، اتنے مفصل اور منطقی قسم کے کہ وہ انھیں حقیقت ہی سمجھا مثال کے طور پر اس نے خواب میں دیکھا کہ اسکی ماں کی رنگوں سے بنی ہوئی تصویر کی اطاوی اوپیرا میں کسی جگہ نمائش ہو رہی تھی اور تصویر اچانک دیوار پر سے گر پڑی اور شیشہ ٹوٹنے کی آواز سے اسکی آنکھ کھل گئی۔ "نہیں یہ بات نہیں ہو سکتی۔" اس نے سوچا۔ "یہ اینتی لوف ہے، لارا کا شوہر۔ استر لینیکوف، جو شتاب میں بھڑ لیوں کو ڈرا رہا ہے جیسا کہ باکوس کہے گا۔ مگر نہیں" کیا حماقت ہے! یہ تصویر ہی تھی۔ وہ وہاں فرش پر لوٹی ہوئی پڑی تھی۔ اس نے خواب دوبارہ دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو یقین دلایا۔

وہ دیر سے سو کر اٹھا۔ زیادہ دیر تک سونے سے اس کے سر میں درد ہو رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ یہ

نہیں سمجھ سکا کہ وہ کون تھا یا کہاں تھا۔؟

پھر اسے یاد آگیا۔ "استریلینکوف یہاں موجود ہے۔ دیر ہوگئی۔ مجھے کپڑے تبدیل کر لینے چاہئیں وہ اب تک یقیناً اٹھ گیا ہوگا۔ اگر نہیں اٹھا تو میں اسے اٹھا دوں گا۔ اور تھوڑی سی کافی بناؤں گا اور ہم دونوں ساتھ بیٹھ کر پئیں گے۔"

"پاول پاولووچ!" اس نے آواز دی۔

کوئی جواب نہیں ملا۔ "وہ ابھی تک سو رہا ہے۔ بہت غافل سوتا ہے۔" اس نے کسی عجلت کے بغیر کپڑے تبدیل کئے اور دوسرے کمرے میں گیا۔ استریلینکوف کا سموری کوٹ میز پر رکھا ہوا تھا۔ لیکن اس کا مکان میں کہیں پتہ نہیں تھا۔ "ضرور ٹہلنے کے لئے گیا ہوگا۔ اور اپنا ہیٹ لئے بغیر شاید اپنی صحت ٹھیک کر رہا ہے۔ مجھے داری کینوسے چلا جانا چاہیئے۔ لیکن اب کافی دیر ہو چکی ہے۔ میں پھر دیر تک سوتا رہا۔ ہر روز یہی ہوتا ہے۔"

اس نے باورچی خانہ کی انگیٹھی سلگائی، ایک بالٹی اٹھائی۔ اور کنویں کی طرف چل دیا۔ دروازہ سے چند گز کے فاصلہ پر استریلینکوف راستہ میں پڑا ہوا تھا۔ اس کا سر برف میں دبا ہوا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو گولی ماری تھی۔ اس کی بائیں کنپٹی کے قریب جہاں سے خون بہا تھا تمام برف سرخ ہوگئی تھی۔ ابلتے ہوئے خون کے جو قطرے برف میں پل گئے تھے۔ وہ سرخ موتیوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے جو برفانی درخت کی پتیوں کی مانند تھے۔

دمِ واپسیں

اب صرف زواگو کی زندگی کے آخری آٹھ دس سال کے واقعات بتانے رہ گئے ہیں۔ اس عرصہ میں اس نے زیادہ تر مزدوری کی اور ڈاکٹر اور مصنف کی حیثیت سے اس عرصہ میں وہ برابر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ اس کے لئے زندگی میں کوئی دلچسپی باقی نہیں رہ گئی تھی کبھی کبھار تھوڑے عرصے کے لئے وہ ڈاکٹر اور مصنف کی حیثیت سے کام کرتا اور پھر گوشہ گمنامی میں جا بیٹھتا۔ اسی دور میں اس کا عارضہ قلب جس کی اس نے خود ہی ایک عرصہ قبل تشخیص کی تھی سنگین صورت اختیار کر چکا تھا۔ وہ انقلاب روس کے بدترین دور میں واپس ماسکو آگیا لیکن یہاں وہ انتہا خیف و نزار اور خستہ حالت میں پہنچا کہ فارسیٹ کی نوج سے فرار ہونے کے بعد یوریاتن پہنچنے پر بھی اس کی حالت اتنی خراب نہیں تھی۔ ماسکو کے سفر کے دوران اس نے روٹی کھانے کے لئے اپنے تھوڑے بہت قیمتی کپڑے بیچ دیئے تھے اور ان کی بجائے اب وہ پھٹے پرانے اور خستہ کپڑے پہنے ہوئے پھر رہا تھا۔ اس نے اپنا دوسرا سمور کا کوٹ۔ اور سوٹ کھانے لگا دیا اور ماسکو کے بازاروں میں بھیڑ کی کھال کی ٹوپی۔ بچے کے کوٹ پتلون اور قمیضوں جیسا بغیر بٹنوں والا گھسا گھسایا اور کوٹ پہنے پھر رہا تھا۔ شہر کے بازاروں۔ سڑکوں اور اسٹیشن پر سرخ فوج کے جو ہزاروں سپاہی پھر رہے تھے ان میں زواگو اپنے اس لباس کی خصوصیت کی بنا پر سب سے الگ اور فوراً پہچانا جا سکتا تھا۔

لیکن وہ اکیلا ماسکو نہیں آیا تھا۔ وہ جہاں کہیں جاتا اس کے ساتھ ایک خوبصورت کسان

لڑکا بھی ہوتا اور اس نے بھی فوجیوں کی پرانی پھٹی ہوئی وردی پہن رکھی تھی۔ دونوں انہی چیتھڑوں میں اپنے بچے کھچے دوستوں سے ملنے گئے۔ وہ ان مکانوں کے ڈرائنگ روم میں بھی گئے جہاں یوری نے اپنا بچپن گذارا تھا جہاں کے لوگوں کو وہ اب تک یاد تھا اور ان لوگوں نے یوری کا اس کے دوست سمیت خیر مقدم کیا (لیکن اچھی طرح تحقیقات کرنے کے بعد کہ وہ غسل کر چکے ہیں۔ کیونکہ ابھی تک ٹائفس پھیلا ہوا تھا) اور انہی لوگوں نے اسے بتایا کہ یوری کے خاندان کو کن حالات میں ماسکو چھوڑ کر جانا پڑا۔ یوری اور یہ لڑکا دونوں ہی بہت شرمیلے تھے لہٰذا دونوں ہر جگہ ساتھ جاتے تاکہ کہیں الگ الگ جانے پر لوگ اس سے زیادہ سوالات اور باز پرس نہ کریں۔ عام طور پر جب کبھی یہ دونوں دبلے پتلے اور لمبے آدمی یوری کے کسی دوست کے ہاں پارٹی میں جاتے تو ایک کونہ میں دبک کر بیٹھ جاتے۔ اور وہاں بیٹھے ہوئے دونوں پوری شام خاموشی کے ساتھ گذار دیتے۔ لباس کے چیتھڑے لٹکے ہوئے اور بھائی لڑکے کے ساتھ طویل قامت اور اچھے ڈیل ڈول کا ڈاکٹر بھی ایسا دیہاتی معلوم ہوتا تھا جو "تلاش حق" میں گھر سے نکل کھڑا ہوا ہو اور اس کا ساتھی لڑکا اس کا تابعدار مرید یا مریض لیکن اس کا یہ ساتھی تھا کون؟

یوری نے اپنے سفر کا آخری حصہ ٹرین میں طے کیا۔ مگر اس سے پہلے اس نے زیادہ تر مسافت پیدل ہی طے کی تھی۔ راستے میں جو دیہات پڑے وہ یورال اور سائبیریا کے دیہات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھے۔ جبکہ ہنگامی فوج وہاں سے واپس چلی گئی تھی فرق یہ تھا کہ اس وقت سردی کا موسم تھا اور اب یہاں موسم گرما کے آخر میں جبکہ خزاں کا خشک موسم آ رہا تھا حالات ذرا بہتر تھے۔ آدھے گاؤں بالکل خالی پڑے تھے۔ دشمن کے حملے کے بعد لوگ ہرے بھرے کھیت چھوڑ کر فصلیں کاٹے بغیر وہاں سے جان بچا کر بھاگ گئے تھے۔ یہ تھا اثر جنگ کا ــــ خانہ جنگی کا۔ آخر تیرہ میں تین دن تک وہ ایک دریا کے ڈھلوان کنارے کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ دریا اس کے دائیں جانب تھا اور بائیں جانب دور سڑک کے پار افق تک پھیلے ہوئے کھیت تھے جن کی فصلیں کاٹی نہیں گئی تھیں کہیں کہیں جنگل بھی دکھائی دیتا جس میں زیادہ تر بُرچ اور زرد و پتیوں کے درخت ہوتے۔ جنگل کے یہ ٹکڑے دریا کے کنارے تنگ رقبہ میں شروع ہو کر سڑک کے پار کی طرف پھیلتے ہوئے ذرا کم گنجان ہوتے چلے جاتے۔ لوگ جن کھیتوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہاں اناج ہر طرف پھیلا ہوا پڑا تھا۔ جنوری پودوں میں سے جھڑنے لگا تھا۔ یوری کو جب کھانے کے لئے کچھ اور نہ ملتا تو وہ انہیں سے مٹھی بھر اناج اٹھا لیتا اور

اگر اُبالنے کا کوئی انتظام نہ ہوتا تو وہ اس کچے اناج کو ہی منہ میں ٹھونس لیتا اور دانتوں سے چکی کا کام لے کر اپنا پیٹ بھر لیتا۔ لیکن اس کچے اناج اور چارہ کو ہضم کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا تاہم وہ بمشکل تمام اسے ہضم کر ہی لیتا تھا۔

اس نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی گھٹیا قسم کے گیہوں کا اس قدر خوش گہرا رنگ آلود اور بھورا رنگ نہیں دیکھا تھا جو میلے سنہری رنگ سے ملتا جلتا تھا۔ عام طور سے اگر اسکی فصل کو وقت پر کاٹ لیا جائے تو اس وقت اس کا رنگ خاصا ہلکا ہوتا ہے بسنتولے کے رنگ کے یہ کھیت جو آگ کے بغیر ہی دھک رہے تھے۔ یہ کھیت جو زبان حال سے اپنی داستان غم بیان کر رہے تھے۔ ان کے کنارے پر خنک و خاموش آسمان جھکا ہوا تھا جس کا چہرہ پہلے ہی سرازدہ تھا۔ اور جس پر سیاہ داغوں والے سفید بف آلود بادلوں کی مسلسل نقل و حرکت کے سائے رقص کر رہے تھے۔ ہر چیز آہستہ مگر مسلسل اور نپی تلی حرکت میں تھی۔ دریا بہہ رہا تھا۔ سڑک اس سے ملنے جا رہی تھی اور سڑک پر یوری اس سمت میں جا رہا تھا جس طرف بادل جا رہے تھے۔ گیہوں کے کھیت بھی بے جان نہیں تھے۔ ان کھیتوں میں بھی کبھی کبھار ہلچل سی ہوتی۔ کوئی ایسی بات ہوتی جس سے یہ کھیت ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہلہا اٹھتے۔ اور یوری کو یہ منظر کچھ کرتبی ہونے لگتی۔

اس سے پہلے چوہوں کی وبا کبھی اتنے وسیع پیمانہ پر نہیں پھیلی تھی۔ چوہوں کی پیداوار ناقابل یقین حد تک پہنچ گئی تھی۔ اس سے پہلے کبھی چوہوں کی اتنی کثرت دیکھنے میں نہیں آئی تھی جب کبھی اندھیری رات میں یوری کو مجبوراً کہیں کھلے میں ہی سونا پڑتا تو یہ چوہے یوری کے چہرے پر پھرتے۔ اس کی جیبوں اس کی پتلون غرضیکہ پورے جسم پر گھومتے پھرتے۔ دن کے وقت چوہے آزادانہ سڑک پر دوڑ کے مقابلے کرتے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں۔ لوگوں کے پاؤں تلے آکر کچلے جاتے۔

لمبے بالوں والے دیہاتی دو غلے کتے کافی فاصلہ پر رہ کر اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ اور اسے اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے اس پر جھپٹ پڑنے کے لئے مناسب موقعہ کے انتظار میں ہوں۔ تاکہ اسے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر سکیں۔ یہ کتے مردار گوشت کھانے کے عادی تھے اور چوہوں کو بھی کچھ ایسا ناپسند نہیں کرتے تھے۔ یہ کتے یوری کو بغور دیکھتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے جیسے کسی چیز کے منتظر ہوں۔ نہ جانے کیا بات تھی کتے کبھی بھی گھنے جنگل میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ جونہی جنگل

آتا وہ دُم دبا کر بھاگ جاتے۔ ان دنوں گھنے جنگل اور کھیت ایک دوسرے کا بالکل اُلٹ بنے ہوئے تھے۔ کھیت اجاڑ پڑے تھے جیسے انسان کی غیر موجودگی ان کے لئے بد دعا ثابت ہوئی ہو۔ اس کے برعکس جنگل انسان سے نجات حاصل کر کے خوب پھل پھول رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں انسانی چنگل سے آزادی مل گئی ہو عام طور سے بیروں کو پکنے کا بھی موقع نہیں دیا جاتا کیونکہ لوگ اور خاص طور سے دیہات کے بچے بیروں کی پوری ٹہنیاں کی ٹہنیاں توڑ کر لے جاتے ہیں۔ لیکن اب موسم خزاں میں بھی درختوں کے چھدرے پتوں کے درمیان بیروں کے گچھے کے گچھے لٹک رہے تھے جو بالکل پکے ہوئے اور ٹہنیوں سے گرنے ہی والے تھے۔ تیوری نے راہ چلتے جب جی میں آیا بیر توڑ کر اپنی جیبوں میں بھر لئے اور چھپکے کے تھیلے میں بھی جتنے بیر آئے بھر دیئے۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ کھیتوں کو شدید بخار میں مبتلا دیکھ رہا ہے اور جنگل آرام کر رہے ہیں جیسے محمد جنگل میں رہتا ہو اور کھیتوں میں شیطان

(۳۷)

اپنے سفر کے اس مرحلہ پر تیوری ایک اُجاڑ اور جلے ہوئے گاؤں میں پہنچا۔ دریا کے سامنے سڑک کی جانب تمام مکانات ایک قطار میں بنے ہوئے تھے۔ دریا کے ڈھلوان کنارے اور مکانوں کی اس قطار کے درمیان کا حصہ خالی پڑا تھا۔ ایک طرف جلے ہوئے مکانوں کا سیاہ ڈھانچہ کھڑا تھا مگر یہ بھی خالی تھے۔ دوسرے مکان ملبے اور جلے ہوئے سامان کا ڈھیر اور راکھ بنے ہوئے تھے صرف کہیں کہیں کسی مکان کی چمنی دکھائی دے رہی تھی۔ دریا کے سامنے ٹیلوں میں جگہ جگہ گڑھے پڑے ہوئے تھے جہاں سے گاؤں کے لوگ پتھر نکال کر چکنے کے پاٹ بنا کر اور انہیں بیچ کر تھوڑی بہت روزی کما لیتے تھے۔ مکانوں کی قطار کے آخری گھر کے سامنے تین بڑے پتھر رکھے تھے جن کو کاٹ کر ابھی ان کی صحیح شکل و صورت نہیں دی گئی تھی۔ دوسروں کی طرح یہ مکان بھی خالی پڑا تھا۔ تیوری اندر گیا۔ شام کا وقت تھا۔ اس کے اندر جاتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے ہوا کا ایک جھکڑ بھی اس کے ساتھ ہی اندر پہنچا۔ فرش پر پڑے ہوئے تنکے اڑنے لگے۔ دیوار پر چونا ہوا لٹکا ہوا تھا وہ کھڑکھڑانے لگا اور سارے مکان سے کھڑ بڑ کی آوازیں آنے لگیں۔ عام دیہات کی طرح یہاں بھی چوہوں کا زور تھا جنہوں نے تیوری کے پہنچتے ہی ہر طرف بھاگنا شروع کر دیا اور اچھا خاصا اودھم مچا دیا۔ وہ باہر آ گیا۔ سورج گاؤں کے ایک کنارے پر ڈوبتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی سنہری روشنی سامنے چٹانوں اور جھاڑیوں پر پڑ رہی تھی

اوران کے سائے ندی کے بہتے ہوئے پانی پر۔ تیوری شرک پار کے چٹکی کے ایک پاٹ پر بیٹھ گیا جو وہاں گھاس پر رکھا ہوا تھا۔ اچانک ندی کے کنارے کی طرف سے ایک گھریلے بالوں والا سر ابھرتا ہوا دکھائی دیا اس کے بعد شانے اور پھر بازو۔ کوئی آدمی پانی کی بالٹی ہاتھ میں لئے چٹان کے راستے پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تیوری کو دیکھتے ہی وہ رک گیا۔ ابھی اسکا دھڑ تک کا حصہ دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا تم پانی پیو گے۔ اور ہاں اگر تم نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کی تو میں بھی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"شکریہ۔ ہاں پانی پیوں گا میں۔ لیکن ذرا دھیر تو آؤ۔ ڈرو نہیں۔ میں تمہیں کیوں کچھ کہنے لگا؟"

پانی لانے والا ایک نوعمر لڑکا تھا۔ بیس سال سے بھی کم عمر کا۔ ننگے سر بال بکھرے ہوئے اور کپڑے پھٹے ہوئے۔ زبانی اطمینان کر لینے کے بعد بھی وہ تیوری کو ٹکٹکی باندھ کر شک و شبہ کی نظر سے دیکھتا رہا۔ نہ جانے کیا وجہ تھی کہ وہ برابر جوش میں آرہا تھا۔ آخر کار اُسنے پانی کی بالٹی رکھدی اور تیوری کی طرف بھاگا مگر کچھ بڑبڑاتا ہوا آدھے راستے میں آکر رک گیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"نہیں نہیں۔ یہ نہیں۔ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ معاف کرنا کامریڈ۔ میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے میں تمہیں جانتا ہوں۔ ہاں۔ ہاں۔ واقعی۔ کیا تم وہ ڈاکٹر نہیں ہو؟"

"اور تم کون ہو؟"

"ارے۔ کیا تم مجھ سے واقف نہیں ہو؟"

"نہیں۔"

"ماسکو سے آتے ہوئے ہم ایک ہی گاڑی میں تھے۔ ایک ہی ڈبہ میں۔ مجھے زہریلی مرغیوں کے لئے بھرتی کر لیا گیا تھا۔ یاد ہے نا؟"

یہ لڑکا واسیا برکین تھا۔ وہ تیوری کے سامنے زمین پر لیٹ گیا۔ اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ یہ جلے ہوئے مکانوں کے ڈھانچے اس لڑکے واسیا کے گاؤں دتینکی کے تھے۔ اس کی ماں مر چکی تھی۔ گاؤں کی تباہی کے وقت واسیا پتھر نکالنے کے گڑھوں کی ایک غار میں چھپا ہوا تھا لیکن اس کی ماں یہ سمجھی کہ حملہ آور اسے پکڑ کر ٹھہرا لے گئے ہیں۔ لہٰذا

نے دل برداشتہ ہوکر دریائے سپلیگا میں کود کر خودکشی کر لی تھی۔ یہ دریا وہی تھا جس کے کنارے چٹانوں پر بیٹھے ہوئے اس وقت وہ باتیں کر رہے تھے اس کی بہنیں عالیہ اور آریہ غالباً کسی دوسرے ضلع کے یتیم خانہ میں تھیں لیکن اسے یقینی طور پر ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ نوری کے ساتھ ماسکو چلا گیا اور راستے میں اس نے بہت سے خوفناک واقعات اسے سنائے۔

(۴)

"دیکھو۔ کھیتوں میں گذشتہ موسم سرما کی کئی پڑی ضائع ہو رہی ہے۔ ہم نے ابھی اسکی بوائی ختم ہی کی تھی کہ یہاں گڑبڑ شروع ہو گئی۔ یہ سب کچھ چچی تو لیا کے جانے کے بعد ہوا۔ چچی تو لیا یاد ہے نا تمہیں؟"

"نہیں۔ میں اس عورت سے کبھی واقف نہیں تھا۔ کون ہے یہ؟"

"کیا کہا۔ تم اس سے کبھی واقف نہیں تھے۔ ارے وہ تو ہمارے ساتھ ٹرین میں تھی۔ گوری چٹی تگڑی تازی۔ نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر باتیں کیا کرتی تھی؟"

"ارے وہی نا۔ جو مستقل بالوں کی مینڈھیاں گندھی ہوئی رکھتی تھی؟"

"ہاں۔ ہاں۔ وہی۔ بس کے بالوں کی مینڈھیاں گندھی ہوئی تھیں۔"

"یاد ہے۔ ہاں ہاں۔ مجھے یاد ہے لیکن ذرا ٹھہرو۔ میرا خیال ہے اس کے بعد سائبیریا کے کسی گاؤں میں میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔ ایک بازار میں۔"

"نہیں تو؟ کیا واقعی؟ تمہارا مطلب ہے تمہاری ملاقات چچی تو لیا سے ہوئی تھی؟"

"ارے کیا بات ہے؟ تم اس طرح میرے ہاتھوں کو پکڑ کر کیوں جھنجھوڑ رہے ہو؟ کہیں میرے ہاتھ ہی بازو سے نہ نکال دینا۔ ارے یہ لڑکیوں کی طرح شرما کیوں رہے ہو؟"

"مجھے جلدی سے بتاؤ۔ فوراً بتاؤ۔ وہ کیسی ہے؟"

"جب میں ملا تھا اس وقت وہ بالکل ٹھیک تھی۔ اس نے تمہاری اور تمہارے لوگوں کی مجھ سے باتیں کی تھیں۔ شاید اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ تمہارے ہاں ٹھہری تھی۔ میرا خیال ہے غالباً یہی کہا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ وہ ہمارے ہاں ہی رہتی تھی۔ میری ماں اسے بہن سے بھی

زیادہ عزیز رکھتی تھی۔ وہ بہت خاموش طبع، مخلص اور سلائی کی ماہر تھی جب تک وہ ہمارے ہاں رہی گھر میں کسی چیز کی کمی نہیں تھی لیکن لوگوں نے باتیں بنا بنا کر وہ تیسیکی میں اس کا دماغ بھر کر دیا کہ گاؤں میں روتن خارلام نامی ایک آدمی تھا۔ وہ چچی توکیا کے پیچھے پڑ گیا۔ بہت بدمعاش اور شہری تھا وہ اور چچی توکیا اس سے بات تک کرنے کو تیار نہیں تھی۔ اس لئے یہ شخص مجھ سے بھی بہت جلتا تھا۔ لہٰذا اسنے چچی توکیا اور میرے بارے میں افواہیں پھیلانا شروع کر دیں۔ یہ تھی وہ بات جس سے ساری گڑبڑ شروع ہوئی۔ آخر کار توکیا چلی گئی کیونکہ وہ اس قسم کی باتیں برداشت نہیں کر سکتی تھی بس پھر کیا تھا۔ ایک کے بعد دوسری مصیبت ہم پر نازل ہونے لگی۔ یہاں سے قریب ہی قتل کی ایک واردات ہوئی۔ بوئیسکو کے قریبی جنگل کے ایک گھر میں ایک بیوہ ماری گئی جنگل کے کنارے وہ ایک فارم پر تن تنہا رہتی تھی وہ الاسک کے فیتے والے مردانہ بوٹ پہن کر ادھر ادھر آیا جایا کرتی تھی۔ اس نے ایک خوفناک کتا پال رکھا تھا جس کی زنجیر اتنی بڑی تھی کہ وہ بندھے بندھے ہی سارے مکان کا چکر لگا سکتا تھا۔ اس کتے کو گورلان کہتی تھی۔ یہ بیوہ گھر اور کھیتوں میں سارا کام بغیر کسی کی مدد کے خود ہی کرتی۔ ہاں تو پچھلے سال سردی اچانک وقت سے پہلے ہی شروع ہو گئی۔ اور برف بھی قبل از وقت پڑنے لگی۔ ٹربھیا نے ابھی اپنے آلوؤں کو ذخیرہ کا گڑھا نا کر نہیں دبایا تھا۔ وہ دو تیسیکی آئی اور کہا کہ اس کام میں اس کی مدد کی جائے اس نے کہا۔ "اس کام کے عیوض یا تو وہ نقدی دیگی یا آلوؤں کا حصہ"

"میں نے کہا کہ یہ کام میں کروں گا۔ لیکن جب میں فارم پہ پہنچا تو خارلام کو وہاں پہلے سے ہی موجود پایا۔ وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ کر کام شروع کر چکا تھا اور ٹربھیا نے اس کی مجھے خبر تک پہنچانے کی پرواہ نہیں کی۔ خیر اب میں اس بات پر اس سے جھگڑنا تو چاہتا نہ تھا لہٰذا ہم دونوں نے مل کر کام کیا۔ موسم بے حد خراب تھا۔ ہر طرف بارش۔ برف۔ کیچڑ اور پگھلتی ہوئی برف کا پانی بہہ رہا تھا۔ ہم نے بہت گہری کھدائی کی۔ اور دھوئیں میں آلوؤں کو سکھانے کے لئے بے تحاشا آگ جلائی۔ کام ختم ہونے کے بعد اس نے بجن و خوشی ہم دونوں کا حساب چکتا کیا اور خارلام کو وہاں سے چلتا کیا اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھ سے مجھے اشارہ کیا کہ میں یا تو وہاں ابھی اور ٹھہروں یا بعد میں پھر لوٹ کر آؤں۔ چنانچہ میں پھر اس کے پاس پہنچا تو اس نے مجھ سے کہا۔ میں اپنا فاضل ذخیرہ حکومت کے حوالہ کرنا نہیں چاہتی جیسا کہ قانوناً مجھے کرنا چاہئے۔ تم بہت اچھے لڑکے ہو۔ مجھے امید

غداری نہیں کروگے دیکھو میں تم سے کوئی بات نہیں چھپا رہی۔ میں فاضل آلوؤں کو دبانے کے لئے خود گڑھا کھودوں گی لیکن تم ذرا باہر خیال رکھنا۔ مجھے یہ کام بہت پہلے کر لینا چاہیئے تھا مگر اب بہت دیر ہوگئی۔ سردی کا موسم آن پہنچا۔ اب میں اکیلی یہ کام نہیں کر سکتی۔ اگر کھدائی کے کام میں تم میری مدد کرو تو تمھیں اس پر پچھتانا نہیں پڑے گا۔"

"تو جناب میں نے ایک بہترین گڑھا کھودا۔ جو نیچے بہت چوڑا اور اوپر سے بہت تنگ تھا بالکل جگ کی طرح۔ ہم نے پھر آگ جلائی اور دھوئیں سے اس گڑھے کو گرم اور خشک کیا۔ یہ کام ہم نے اس وقت کیا جب کہ زبردست طوفان آیا ہوا تھا۔ اسکے بعد ہم نے اس گڑھے کی تہ میں آلو چھپا دیئے اور اوپر مٹی ڈال دی۔ یہ سارا کام بے حد صفائی کے ساتھ کیا گیا۔ میں نے کسی سے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ اور تو اور اپنی ماں اور بہنوں تک سے کچھ نہیں کہا۔ اللہ میری توبہ۔ اس کے کوئی ایک ہی مہینہ بعد اس فارم کو لوٹ لیا گیا۔ سب کوئی سے آنے والوں کا کہنا تھا کہ دروازہ کھلا پڑا تھا۔ اور لٹیرے سارا مال لے کر چمپت ہو چکے تھے۔ بیوہ کا نشان تک نہیں ملا۔ گورلان بھی اپنی زنجیر تڑا کر کہیں بھاگ گیا تھا۔ اس کے چند روز بعد سال بھر سے ذرا قبل پھر برف پگھلنے لگی۔ عید بال سے ذرا پہلے ارش ہوئی اور اونچی جگہوں پر جو برف تھی وہ اس میں بہہ گئی۔ زمین صاف دکھائی دینے لگی۔ کتا گورلان میتوں پر واپس آیا اور اس نے وہ جگہ دریافت کر لی جہاں آلوؤں کا ذخیرہ چھپایا گیا تھا۔ اس نے اس جگہ سے مٹی کھارنی شروع کر دی اور اتنی گہرائی تک مٹی کھودی کہ آخر کار ایک سولہ خرگوش کا پاؤں دکھائی دینے لگا۔ اس نے وہی لاسٹنگ کے فیتہ والے جوتے پہن رکھے تھے۔ اوہ تسا بھیانک تھا یہ منظر۔ وہ تیسیکی میں ہر شخص کہ اس بڑھیا کے اس حشر پر سخت افسوس ہوا۔ خارلام پر کسی کو شبہ تک نہیں تھا۔ کوئی اس کا خیال بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اسمیں ایسی حرکت کرنے ہمت ہی نہیں تھی۔ اگر کرتا تو وہاں سے کبھی کا بھاگ گیا ہوتا۔ گاؤں میں بڑے کا شتکار رہا حادثہ بہت خوش تھے۔ انھوں نے سوچا کہ انھیں گڑبڑ پھیلانے کا اچھا موقع مل رہا ہے۔ وہ کہتے "دیکھا شہر والوں نے تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انھوں نے دانستہ یہ حرکت کی ہے۔ تمھیں ڈرانے اور لوٹ کرنے کے لئے تاکہ تم اپنا اناج اور آلوؤں کا ذخیرہ ان سے کبھی چھپانے کی جرأت نہ کر سکو۔ اور سمجھتے ہو کہ جنگلوں سے آکر لیٹروں نے اس بڑھیا کو مارڈالا۔ گدھے ہو گدھے۔ تم سب کے سب

تم تو ان شہر والوں کے اشاروں پر ناچ رہے ہو۔ یہ تو فوراً ان کے عزائم بھی خطرناک ہیں۔ وہ تم سے تمھارا سب کچھ چھین کر تمھیں بھوکا ماریں گے۔ اگر جاننا چاہتے ہو کہ تمھارے بھلے کی کیا بات ہے تو ہماری سنو ہم تمھیں عقل کی بات بتائیں گے۔ تم نے جو کچھ اپنے خون پسینہ سے پیدا کیا ہے۔ کمایا ہے۔ جب وہ تم سے اسکو چھیننے کے لئے آئیں تو انھیں صاف بتا دو کہ اناج کا تو ذکر ہی کیا ہمارے پاس تو گیہوں کا بھوسا تک نہیں ہے یہ لوگ گڑ بڑ کریں تو اپنی دودھاری درانتیاں استعمال کرو۔ پھر دیہاتیوں کی مخالفت کرنے والوں کی خیر نہیں ہوگی۔ لیجئے صاحب یہ باتیں سن کر گاؤں کے بڑے بوڑھوں نے جلسے شروع کر دیئے۔ اور در اصل خارلام تو اسی موقع کی تلاش میں تھا۔ وہ اپنی رپورٹ لے کر فوراً شہر پہنچا اس نے حکام سے کہا کہ گاؤں کی فضا خانہ جنگی کے لئے ہموار ہو چکی ہے۔ بس صرف ذرا ایک غریب کسانوں کی کمیٹی کی ضرورت ہے۔ مجھے اشارہ کر دو میں ان لوگوں کو فوراً ایک دوسرے سے لڑا دوں۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گیا اور پھر ہم نے اسے کسی نے نہیں دیکھا۔

وِکسیانے یہ ویول رام کہانی سناتے ہوئے مزید کہا: اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ خود بخود ہوا۔ کسی نے مخبری نہیں کی کسی کا کوئی قصور نہیں۔ شہر سے سرخ فوج کو بھیجا گیا اور انھوں نے ایک عدالت قائم کر دی۔ سب سے پہلے وہ میرے پیچھے پڑے کیونکہ خارلام نے انھیں میرے خلاف اکسایا۔ اس نے کہا تھا کہ میں جبری مزدوری سے بھاگا تھا۔ میں مفرور تھا۔ میں نے بڑھیا کو قتل کیا تھا اور یہ کہ گاؤں والوں کو میں نے ہی بغاوت پر اُبھارا تھا۔ انھوں نے مجھے حوالات میں بند کر دیا لیکن خوش قسمتی سے میں فرش کا ایک تختہ اکھاڑ کر وہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں پتھر کی کان کی ایک غار میں جا کر چھپ گیا میرے سامنے سارے گاؤں کو آگ لگا دی گئی۔ میں نے پھر بھی اس گاؤں کو نہیں دیکھا۔ اور میری ماں نے ایک برفانی گڑھے میں گر کر خودکشی کر لی مگر مجھے اس کی خبر تک نہیں ہوئی۔ یہ سب خود بخود ہوا۔ گاؤں والوں نے خود ہی سرخ فوج کے سپاہیوں کو گھر بلا کر شراب پلائی اور وہ سب بُری طرح مدہوش ہو گئے رات کو اتفاق سے اس مکان کو آگ لگ گئی جو پھیل کر دوسرے مکانوں تک پہنچ گئی۔ گاؤں والوں نے جب آگ لگی دیکھی تو وہ اپنے گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لیکن شہر والے ــــ ذرا یہ خیال ہے کہ انھیں کسی نے آگ نہیں لگانی تھی۔ ظاہر ہے جل کر مر گئے۔ ہمارے گاؤں والوں سے کسی نے یہ کہا تھا کہ وہ اپنے گھروں سے بھاگ جائیں یا اپنے جلے ہوئے مکانوں سے دور ہی رہیں۔ مگر انھ

ڈر تھا کہیں کچھ اور نہ ہو جائے۔ چھوٹے زمینداروں نے یہ افواہ پھیلا دی کہ ہر دسویں آدمی کو گولی ماردی جائیگی جب میں غار سے باہر آیا تو سب جا چکے تھے۔ مجھے تو ایک بھی متنفس دکھائی نہیں دیا۔ نہ جانے کہاں مارے پھر رہے تھے۔

(۵)

ڈاکٹر اور وائسرائے ۱۹۲۲ء کے موسم بہار میں اسکو پنجے جبکہ روسی انقلاب کا بہترین اور انتہائی غیر یقینی دور شروع ہوا تھا۔ موسم بہت اچھا اور خاصا گرم تھا۔ سورج کی شعاعیں نجات دہندہ کے چرچ کے سنہری گنبد سے ٹکراتی ہوئیں نیچے چوک پر بجری ہوئی تھیں جہاں راستہ چلنے کی پٹریوں پر پتھروں کے درمیان دراڑوں میں گھاس اُگی ہوئی تھی۔ نجی کاروبار سے پابندی اٹھالی گئی تھی۔ اور بعض تنگ حدود میں تجارت کی بھی اجازت تھی۔ اس بے حیثیت مالکیت میں چھتریوں اور ہڈیوں کے سوداگر اپنی ہمت و حیثیت کے مطابق معمولی سودے کیا کرتے تھے۔ اور ان لوگوں کی کم مائگی اور بے بضاعتی کے باعث اس کاروبار میں بھی سست روی اور دوسری برائیاں شروع ہو گئیں۔ ان سودوں سے کوئی نئی دولت اور ثروت جمع نہیں ہوا اور ان لوگوں نے شہر کا گھناؤنا پن ختم کرنے کے لیے بھی کوئی کام نہیں کیا۔ البتہ درجنوں بار پہلے فروخت ہونیوالی اشیاء کو پھر خرید کر فروخت کر کے جن سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا خوب دھات سمیٹی گئی۔

کئی اچھی خاصی نجی لائبریریوں کے مالکوں نے اپنی کتابوں کو الماریوں سے نکال کر ایک جگہ جمع کر لیا۔ اور ۱۹۲۱ء کو سوویٹ کو اپنی اس خواہش سے مطلع کر دیا کہ وہ امداد باہمی کے اصول پر کتب فروشی کی دوکان کھولنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے جگہ کیلئے درخواست دی اور انھیں کوئی جوتوں کی دکان یا پھولوں کی دکان مل گئی جو کہ انقلاب کے ابتدائی ایام سے خالی اور بند پڑی تھی۔ چنانچہ یہاں بیٹھ کر ان لوگوں نے کتابوں کے اپنے اکٹھے کیے ہوئے سارے مجموعے بیچ ڈالے۔ بس سے پہلے جب بس بک چکی زیادہ بدحالی کا دور آیا تھا تو پروفیسروں کی بیویاں سفید بند تیار کر کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے خفیہ طور پر انھیں فروخت کیا کرتی تھیں۔

اب سائیکل کی مرمت کی دکان پر یا کسی دوسری دکان پر جو سرکاری قبضہ میں ہونے کے باعث برسوں کی خالی پڑی تھی یہ عورتیں کھلم کھلا بند بیچ رہی تھیں۔ یہ عورتیں بھی بدل گئی تھیں۔ اب انھوں نے انقلاب کو تسلیم کر کے اسکے خلاف گالی گلوچ کا سلسلہ بند کر دیا تھا۔

ماسکو پہنچ کر بیوی نے ماسیا سے کہا: "تمھیں یہاں کچھ نہ کچھ کام ضرور کرنا پڑے گا"

"میں چاہتا ہوں کہ تعلیم حاصل کروں۔"

"یہ تو ظاہر ہی ہے۔"

"ایک کام میں اور کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے حافظہ اور تصور سے کام لے کر اپنی ماں کی تصویر بنانا چاہتا ہوں۔"

"یہ ارادہ بھی اچھا ہے۔ لیکن اس کام کیلئے تمھیں تصویریں بنانے کا فن سیکھنا پڑے گا۔ کیا تم نے پہلے کبھی کوشش کی ہے؟"

"میں جب اپنے چچا کی شاگردی میں تھا تو آنکھ بچا کر کوئلے سے تصویریں بنایا کرتا تھا۔"

"ہوں! ٹھیک ہے۔ دیکھو۔ ہم کوشش کرتے ہیں۔"

اسکے بعد وساریا نے تصویر کشی میں کچھ زیادہ قابلیت یا مہارت کا مظاہرہ نہیں کیا تاہم اسے انڈسٹریل ڈیزائن کے اسکول میں داخلہ لینے کا بہت شوق تھا۔ بوری آندے وچ نے اپنے دوستوں کی مدد سے وساریا کو اسٹروگانوف انسٹی ٹیوٹ میں داخل کرا دیا جہاں اس نے پہلے تو عام مضامین کا کورس لیا اور پھر چھپائی۔ جلد سازی اور کتابوں کے ڈیزائن تیار کرنے کی تربیت حاصل کی۔ اب ڈاکٹر اور وساریا مل کر کام کرنے لگے ڈاکٹر مختلف موضوعات پر پمفلٹ اور کتابچے لکھتا اور وساریا انھیں ترتیب دیکر انسٹی ٹیوٹ میں اپنی ٹریننگ کے طور پر ان کے چھوٹے چھوٹے ایڈیشن چھاپ دیتا۔ پھر یہ کتابچے پرانی کتابوں کی دکانوں پر تقسیم کئے جاتے۔ یہ دکانیں ان کے بعض دوستوں نے حال ہی میں کھولی تھیں۔ ان رسالوں میں۔ بوری آندے وچ کے فلسفہ۔ طب پر اس کے نظریات۔ صحت و بیماری کے متعلق اس کے خیالات۔ نظریہ ارتقا پر اس کی نکتہ چینی۔ نظریہ انفرادیت کے متعلق اس کی منطق اس حیثیت سے کہ وہ جسم نامی کی حیاتیاتی بنیاد ہو۔ اور مذہب و تاریخ پر اس کے اظہار خیال (جو کہ اسکے چچا اور وساریا کے خیالات سے بہت ملتے جلتے تھے) کے علاوہ اس کی نظمیں مختصر کہانیاں اور پچاشیف کے دیہی علاقہ کے اسکیچ بھی تھے جہاں وہ حال ہی میں ہو کر آیا تھا۔

یہ رسالے یا کتابچے آسان مکالماتی انداز میں لکھے گئے تھے مگر نام پیدا کرنے یا مقبولیت حاصل کرنے کا ذریعہ ہرگز نہیں بن سکتے تھے کیونکہ ان میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا تھا وہ بہت متنازعہ اور مبہم تھے۔ اور ان کو ابھی تک آزمایا نہیں گیا تھا۔ حالانکہ یہ خیالات بہت قوی اور حقیقی

تھے۔ علمی جواہر پاروں کے قدر دان ان کتابچوں کو بڑے شوق سے خرید کر لے جاتے۔ اس دور میں ہر چیز ایک خصوصیت بن کر رہ گئی تھی۔ یہیں نثر کو نظم میں تبدیل کرنا اور ترجمے بھی شامل تھے۔ ہر مکتبِ مضمون کی تھیوریاں لکھی گئیں۔ نئی نئی ہر طرف نئی سے نئی انتہی ٹیٹ قائم ہوئیں۔ ہر قسم کے ایوانِ تفکر اور فنکاروں کے وارنے نظر آنے لگے۔ یوری آندرے وچ اس قسم کے جھلی ثقافتی اداروں میں سے تقریباً نصف کا طبعی مشیر بن گیا۔

ایک عرصہ تک اسیا اور اس کے تعلقات دوستانہ تھے اور وہ ایک ہی جگہ رہے۔ اس عرصہ میں وہ ایک ٹوٹے پھوٹے مکان سے دوسرے خستہ حال مکان میں اپنی سکونت منتقل کرتے رہے۔ ان میں سے ہر جگہ کسی نہ کسی وجہ سے بیحد تکلیف دہ اور ناقابلِ رہائش ثابت ہوئی۔ ماسکو پہنچتے ہی زواگو سوتیونیو ویک میں اپنا قدیمی مکان دیکھنے گیا۔ اسے بتایا گیا کہ اس کا خاندان ماسکو واپس آکر اس مکان میں نہیں ٹھہرا۔ ان کی جلاوطنی کے بعد کمرے جوان کے نام سے رجسٹرڈ تھے۔ نئے کرایہ داروں کو دے دیئے گئے لیکن زواگو کے خاندان کا سامان کہیں نہیں دیا۔ یوری آندرے وچ کا ایک پرانا ہمسایہ خود اس کو دیکھ کر کئی کترا گیا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ زواگو کا واقف ہونا بھی خطرہ مول لینے سے کم نہیں ہے۔

ماسکو بھی اس مکان میں نہیں تھا۔ وہ اس نئے دور میں ترقی کر گیا تھا اور فلیٹ آون کا منیجر بنا ہوا تھا اسے منیجر کا فلیٹ دینے کو دیا گیا مگر اس نے پرانے چوکیدار کے مکان کو ہی ترجیح دی جس کا فرش مٹی کوٹ کر بنایا گیا تھا۔ اس مکان میں ہر وقت پانی آتا اور ایک بہت بڑا روسی طرز کا چولھا بنا ہوا تھا۔ موسم سرما میں اس عمارت کے تمام پائپ اور حرارت پہنچانے کے آلات پھٹ جاتے مگر چوکیدار کا مکان ہمیشہ گرم اور خشک رہتا۔ یہاں کبھی پانی منجمد نہیں ہوتا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد یوری اور اسیا کی دوستی تقریباً ختم ہو گئی۔ اسیا نے شہر آکر حیرت انگیز ترقی کی تھی۔ اب وہ ترینیکی کے اجڈ ننگے پاؤں اور نشہ بازوں والے دیہاتی لڑکے کی طرح سوچتا نہ کبھی بات کرتا۔ انقلاب کے حقائق۔ انقلاب کی سچائیوں کے ثبوت اس کے سامنے تھے۔ اور وہ ان سے بہت متاثر ہوا۔ اس کے برعکس ڈاکٹر کی زبان اس کا کلام۔ اس کے ابہام۔ اور اس کے تصورات اب اسیا کو باطل اور موت کی صدا معلوم ہونے لگے۔ جسے اپنی کمزوریوں کا احساس ہو اور جو اس احساس کے باعث کسی بات کا واضح جواب دینے سے قاصر ہو۔

ڈاکٹر حکومت کے متعدد محکموں کے دفاتر جاتا رہا۔ وہ اپنے خاندان کی سیاسی بحالی۔ اور ان کے لئے روس واپس آنے کی اجازت حاصل کرنیکی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے خود اپنے لئے غیر ملکی پاسپورٹ اور پیرس سے اپنے خاندان کو واپس لانے کی اجازت کے لئے بھی درخواست دے رکھی تھی۔ وہ سیا کو یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی کہ ڈاکٹر کی یہ کوششیں کتنی نیم دلانہ تھیں۔ یہ کسی موقع پر جلدی کر یہ فیصلہ کر لیتا کہ اسکی کوششوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ مزید کوشش کرنیکے خلاف وہ انتہائی وثوق اطمینان اور فیصلہ کن انداز سے بات کرتا۔ اب وہ سیا بات بات پر بین مچھ نکالنے لگا۔ اور گو پچھی باتوں پر نکتہ چینی سے یوری کبھی ناراض نہیں ہوتا تھا تاہم وہ سیا کے ساتھ اس کے تعلقات بتدریج خراب ہوتے گئے اور آخر کار ان کی دوستی ختم ہو گئی اور وہ ایکدوسرے سے الگ ہو گئے۔ وہ دونوں جس کمرہ میں رہتے تھے۔ ڈاکٹر نے وہ وہ سیا کے حوالے کیا اور خود فلورنا ٹاؤن چلا گیا جہاں مارکل کا راج تھا۔ اس نے ڈاکٹر کو اس مکان کا ایک عقبی کمرہ رہنے کو دے دیا جہاں کسی زمانہ میں سوین تستسکی پاکرتے تھے۔ اس ایک کمرہ میں صرف ایک کھڑکی تھی۔ ٹوٹا پھوٹا خستہ حال باورچی خانہ اور ایک عقبی دروازہ تھا۔ یہاں منتقل ہونے کے بعد ڈاکٹر نے طبابت کو خیرباد کہہ دیا اپنے وجود کو نظر انداز اور دوستوں سے میل ملاقات کو ترک کر کے بزعم خود عسرت و تنگدستی کی زندگی گذارنی شروع کر دی۔

(۶)

موسم سرما کے ایک ابر آلود اتوار کے دن ہر مکان کی چھت سے دھواں اور ہر کھڑکیوں سے سیاہ بھاپ نکل رہی تھی اور یہ پیرس سرکاری حکم کی خلاف ورزی کا نتیجہ تھا کہ چولھوں کا دھواں پائپ کے ذریعہ کھڑکیوں کے راستے نہ نکالا جائے۔ شہری زندگی کی سہولتیں اور آسائشیں ابھی تک بحال نہیں ہوئی تھیں۔ فلورنا ٹاؤن کے مکانوں میں رہنے والے کرایہ دار نہائے دھوئے بغیر دن گذار رہے تھے۔ کوئی پھوڑے پھنسیوں میں مبتلا رہتا تو کوئی سردی اور نزلہ زکام میں۔ ہر اتوار کے معمولات کیمطابق مارکل اور اس کے تمام اہل خانہ آج گھر پر موجود تھے۔ اور اس وقت بڑی ڈنر ٹیبل پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ کسی زمانے میں اسی میز پر روشنی کے آتشیں دور میں بلڈنگ کے تمام کرایہ داروں کے کوپنوں کو کاٹ۔ چھانٹ۔ گن کر ان کی درجہ بندی کر کے ہر درجہ کے مطابق کاغذ میں لپیٹ کر بنڈل بنائے جاتے۔ اور پھر انھیں علی الصبح بیکری پہنچایا جاتا اور بعد میں جب بیکری سے روٹی آجاتی تو پھر اسی میز پر روٹی کاٹی جاتی

اس کے سلائس بنائے جاتے۔ اسے توڑا جاتا اور راشن کے مطابق تول کر تقسیم کیا جاتا۔ مگر اب یہ ایک بھولی ہوئی داستان بن چکی تھی۔ اناج کے ہر شننگ کی جگہ دوسرے ہر قسم کے کنٹرول نے لے لی تھی اور مارکل کا خاندان خوب چپڑ چپڑ کرتے ہوئے چاچا کراور ٹیٹارروں کے ساتھ دوپہر کا کھانا پیٹ بھر کر کھا رہا تھا۔ کمرہ میں آدمی جگہ تو بڑے روسی چولھے نے روک رکھی تھی جو کمرہ میں زمین کے ساتھ ساتھ پھیلا ہوا تھا۔ یہ چولھا کمرہ کے عین بیچوں بیچ تھا جس کے اوپر مارکل کے خاندان کے بستر لگے ہوئے تھے اور لحافوں کے کنارے اور ہرا و ہرنگ رہے تھے۔

کمرہ میں داخل ہوتے ہی ایک طرف پانی کا نل دیوار میں لگا ہوا تھا اور اس کے نیچے حوضی بنی ہوئی تھی یہ نل عام نلوں کی طرح صرف دکھلانے کا نل نہیں تھا بلکہ اسمیں باقاعدگی کے ساتھ پانی آتا تھا۔ کمرہ میں دو طرف رسّے لگے ہوئے تھے اور ان کے نیچے گھر والوں کے ٹرنک اور گٹھڑیوں میں بندھا ہوا دوسرا سامان رکھا تھا۔ بائیں ہاتھ کو میز رکھی تھی اور اس پر ایک تختہ ریک کا کام دے رہا تھا۔ مارکل کا یہ کمرہ بہت گرم رہتا تھا۔ چولھا خوب زور سے جلا جس کے سامنے اس وقت مارکل کی بیوی آگا تھا کھڑی تھی اس نے کہنیوں تک آستینیں چڑھا رکھی تھیں اور چولھے پر کھانے کے برتن ہلانے جلانے کے لئے وہ دو لمبے چمٹوں سے کام لے رہی تھی۔ کبھی وہ ان برتنوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتی اور کبھی ذرا فاصلہ سے رکھ دیتی چولھے کی گرمی کی وجہ سے اس کے سُرخ چہرہ سے پسینہ بہنے لگا۔ اس نے چمٹے سے برتنوں کے پیچھے سے ایک لوہے کی پلیٹ اٹھائی جس پر گوشت کا ایک ٹکڑا رکھا تھا اور اسے الٹ کر اس نے دوبارہ اسکو چولھے میں رکھ دیا تاکہ وہ دوسری طرف سے بھی خوب گہرا بھورا ہو جائے۔ اتنے میں یوری آندریوچ دو بالٹیاں اُٹھائے وہاں آیا اور آتے ہی کہنے لگا "بھوک خوب لگی ہے"

"تکلف مت کرو۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤ"

"بہت بہت شکریہ۔ میں کھانا کھا چکا"

"تم جسے کھانا کہتے ہو اس کا ہمیں بخوبی علم ہے۔ آؤ ہمارے ساتھ بیٹھ کر کچھ گرما گرم کیوں نہیں کھاتے؟ اس طرح ناک مارنے کی ضرورت نہیں۔ بہت اچھا کھانا ہے۔ بھنے ہوئے آلو۔ گوشت اور روٹی"

"نہیں نہیں۔ شکریہ۔ واقعی میں کھا چکا۔ مجھے بابا روواز کے کھولنے پر افسوس ہے۔ ٹھنڈی ہوا اندر آجاتی ہے نا! میں زیادہ سے زیادہ پانی بھرنا چاہتا ہوں۔ میں نے غسلخانہ صاف

کر دیا۔ اب میں اس میں اور ٹب میں پانی بھر رہا ہوں۔ میں بھی پانچ چھ مرتبہ اور اندر آؤں گا بس اس کے بعد تکلیف نہیں دوں گا۔ میں تم لوگوں کو بہت تکلیف دے رہا ہوں۔ اس کا مجھے بیحد افسوس ہے۔ پھر دیر تک آپ کو زحمت نہیں اٹھانا پڑے گی۔ میں تکلیف کے لئے معافی چاہتا ہوں مگر کیا کروں اور کہیں پانی ملتا ہی نہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ پانی بھر لو۔ اگر شربت مانگتے تو شاید ہم نہ دے سکتے۔ لیکن پانی کی کوئی کمی نہیں یہاں جتنا جی میں آئے لے جاؤ۔ ہم تم سے اسکے دام بھی نہیں لیں گے۔"

اس پر سب نے ایک زوردار قہقہہ بلند کیا۔ جب لوری تیسری یا چوتھی مرتبہ پانی کی بالٹی بھرنے آیا تو بات کا انداز بدل چکا تھا۔

"میرے داماد بار بار مجھ سے پوچھ چکے ہیں کہ تم کون ہو۔ میں نے انھیں بتا دیا لیکن انھیں، اب تک یقین نہیں آیا۔ اے تم پانی بھرتے رہو۔ میری باتوں کی پرواہ مت کرو۔ بس ذرا یہ خیال رکھنا کہ پانی فرش پر نہ گرے۔ بھدے آدمی۔ اگر یہ ہم گرا تو بس پھر یہ برف کبھی نہ ٹوٹے گی۔ اور ہاں ذرا دروازہ بھی ٹھیک سے بند کرتے رہو۔ احمق۔ ہوا اندر آ رہی ہے۔ ہاں تو بات ہو رہی تھی کہ میں نے انھیں بتا دیا کہ تم کون ہو مگر وہ مانتے ہی نہیں۔ تم نے اتنا پڑھا لکھا لیکن یہ سب کہ دھرا گیا؟ تمھاری پڑھائی پر اتنی دولت خرچ ہوئی۔ اس کا کیا بنا؟ ذرا بتاؤ تو سہی۔"

جب لوری کوئی پانچویں یا چھٹی مرتبہ اندر آیا تو مائکل نے غصہ میں آ کر کہا

"بس ایک اور دفعہ اسکے بعد ختم کرو یہ سلسلہ۔ عقلمند آدمی۔ ہر بات کی حد ہوا کرتی ہے۔ اگر ہماری بیٹی میرینا تمھارا خیال نہ کرتی تو میں کبھی کا دروازہ مقفل کر چکا ہوتا۔ تمھیں ہماری میرینا تو یاد ہے نا؟ وہ رہی میز کے سرے پر۔ جس کا رنگ زیادہ سفید نہیں ہے۔ دیکھو کیسی سرخ ہو رہی ہے۔ ہمیشہ مجھ سے یہی کہتی رہتی ہے: ڈیڈی! اس کے احساسات کو ٹھیس نہ لگاؤ۔ جیسے کوئی تمھارے جذبات کو صدمہ پہنچانا چاہتا ہے۔ میرینا سنٹرل پوسٹ آفس میں ٹیلیگرافسٹ ہے۔ غیر ملکی زبانیں جانتی ہے تمھارے بارے میں کہتی ہے: "یہ بہت بدقسمت انسان ہے۔" اسے تمھاری حالت دیکھ کر کتنا رنج ہوتا ہے۔ وہ تمھارے لئے ہر قربانی دینے کو تیار ہے۔ اگر تم آج غریب ہو تو اس میں میرا کیا قصور؟ تمھیں ایسے نازک ترین دور میں اپنا گھر بار چھوڑ کر سائبیریا نہیں جانا چاہیئے تھا۔ غلطی تمھاری

اپنی ہے۔ اب ذرا ہماری طرف دیکھو۔ ہم نے خطا اور سفید روسیلوں کی ناکہ بندی کا سارا زمانہ یہیں بیٹھ کر گذار دیا۔ ہمارے قدموں میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی۔ نتیجہ میں ہم یہاں ہر طرح سے محفوظ اور ٹھیک ٹھاک ہیں۔ اب تم پر جو گذرے اس پر تم خود اپنے آپ کو ہی کوسنے دو۔ اگر تم نے تو نیا کا ٹھیک سے خیال رکھا ہوتا تو وہ بیچاری آج دوسرے ملکوں میں جلاوطنی کے دن نہ گذارتی۔ بہرحال تم جانو تمھارا کام۔ مجھے کیا ٹیڑی ہے۔ ہاں ذرا معاف کرنا۔ میں تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم جو اتنا پانی بھر رہے ہو اس کا کیا کرو گے؟ اسکیٹنگ کے لئے برف کا فرش بنانے کی مزدوری کر رہے ہو کیا؟ نہیں تو پھر کیا کر رہے ہو؟ یہ جو بے تحاشا پانی بھر جا رہا ہے اس کا کیا مطلب؟ میں تم پر غصے بھی نہیں ہو سکتا۔ تم پہلے ہی اتنی بھیگی بلی بنے ہوئے ہو۔"

اس پر پھر سارے گھر والے ہنس پڑے۔ صرف میرینا نہیں ہنسی۔ وہ غصے میں بھری ہوئی اپنے سارے گھر والوں پر بری طرح برس پڑی۔ یوری اس کی آواز سن کر متحیر سا ہو گیا۔ گو وہ یہ نہیں چلا سکتا کہ آخر اسکی آواز میں ایسی کیا بات تھی جس سے وہ اتنا متاثر ہوا ہے۔ اس نے مارکل کو جواب دیا۔

"مارکل۔ گھر کی بہت صفائی کرنا ہے۔ مجھے مکان کے فرش دھونے ہیں اور اپنے کچھ کپڑے بھی۔"

مارکل کا سارا خاندان یہ جواب سن کر حیران رہ گیا۔

"تمھارے لئے تو ایسی باتیں کرنا بھی شرم کا مقام ہے۔ چہ جائیکہ تم ایسے کام کرو۔ اب تم کہو گے کہ تم چینی لانڈری کھول رہے ہو۔"

مارکل کی بیوی اگاتھا نے کہا۔ "میں اپنی بیٹی کو بھیج دیتی ہوں۔ اگر ضرورت ہو تو وہ تمھارے کپڑے دھو دے گی۔ فرش صاف کر دیگی۔ اور اگر کپڑوں کے ٹھیک ٹھاک کا کوئی کام ہوا تو وہ بھی کر دیگی۔ میری بچی اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارا خاندانی آدمی ہے یہ۔ اس سے تو کسی مکھی تک کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"واہ۔ اگاتھا۔ کیا سوجھی ہے تمھیں بھی۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ تمھاری بیٹی جا کر میرے گھر کا فرش صاف کرے۔ آخر اسے میری خاطر اپنے ہاتھ گندے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں خود یہ کام کر لوں گا۔"

میرینا فوراً بیچ میں بول اٹھی۔ "تم اپنے ہاتھ خراب کر سکتے ہو میں نہیں کر سکتی۔ یہی بات

ہے نا؟ یوری آندرے وچ ایسی ایسی باتیں نہ کہو۔ میرا خیال ہے اگر میں تم سے ملنے آؤں تو تم مجھے اپنے گھر سے باہر تو نہیں نکال دو گے؟"

میرینا کو ذرا سی تربیت دیکر بہترین مغنیہ بنایا جا سکتا تھا۔ اس کی آواز بہت دلکش۔ بلند اور کھنک دار تھی۔ اسکی آواز زیادہ بلند تو کبھی مگر عام بات چیت کے لئے جس آواز کی ضرورت ہوتی ہے اس سے کچھ زیادہ ہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ آواز میرینا کی اپنی نہیں ہے بلکہ اس سے جدا گانہ کوئی چیز ہے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ آواز اس کے عقب سے یا کسی دوسرے کمرے سے آرہی ہے۔ اس کی آواز اس کی محافظ تھی اس کا نگہبان فرشتہ تھی۔ جسے آواز والی عورت کو کوئی شخص نقصان پہنچانا یا مصیبت میں ڈالنا نہیں چاہے گا۔ چنانچہ اتوار کے دنوں میں یہ پانی بھرنے کا ہی سلسلہ تھا جس کے باعث یوری اور میرینا کے درمیان دوستی کی ابتدا ہوئی۔ وہ اکثر آتی اور اسکے گھریلو کاموں میں اس کا ہاتھ بٹاتی اور پھر ایکدن تو وہ اسی کے ہاں رہ گئی۔ پلٹ کر اپنے گھر نہیں گئی۔ اسطرح وہ یوری کی تیسری بیوی بن گئی حالانکہ اس نے پہلی بیوی سے طلاق نہیں لی تھی اور اپنی اس شادی کا بھی اندراج نہیں کرایا۔ ان کے بچے پیدا ہوئے مارگل اور اگاتھا اپنی بیٹی کا فخریہ ذکر کرتے کہ وہ ایک ڈاکٹر کی بیوی ہے۔ اس کے باپ کو یہ مستقل شکایت تھی کہ جرح یا شادی کے دفتر میں کبھی بھی انھوں نے باقاعدہ شادی کی رسم ادا نہیں کی تھی۔ لیکن اس کی بیوی اگاتھا کہتی "تمھارا دماغ چل گیا ہے کیا؟ تونیا ابھی زندہ ہے۔ اسکی زندگی میں یوری کی دوسری شادی کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ جرم ہوگا۔" اس کے جواب میں مارگل بیوی سے کہتا "دماغ تمھارا چل گیا ہے۔ تونیا کا اس شادی سے کیا تعلق؟ اسکے زندہ اور مردہ ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ اب تونیا کو کوئی قانون واپس نہیں لا سکتا۔"

یوری بعض اوقات مذاق میں کہتا کہ ان کا یہ رومان پانی کی صرف ۲۰ بالٹیوں میں چلا ہے بالکل اسی طرح جس طرح کوئی ناول بیس باب کا ہو۔ یوری گھر میں جو گند پھیلاتا اور جس طرح گھر کے سامان کو منتشر کرتا اسپر اسکی بیوی میرینا اسے معاف کر دیتی۔ وہ اس کے عجیب و غریب موڈ اور اس کی ایسی سیدھی حرکتوں کو بھی نظر انداز کر دیتی تھی۔ یہ ایسے آدمی کی حرکتیں تھیں جو اپنے کو جان بوجھ کر خود تباہ کر رہا تھا۔ میرینا اپنے شوہر کی بدمزاجی۔ شکایات۔ اور اس کے دکھے پن کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کرتی رہی۔ یوری سے اسکی عقیدت اور اس کا لگاؤ تمام حدود سے

تجاوز کر گیا بعض اوقات یوری کی حماقتوں کے باعث انھیں شدید ترین غربت کا سامنا کرنا پڑتا۔ اور ایسے وقت میں صرف اس لئے کہ یوری تنہائی محسوس نہ کرے میر نیا پوسٹ آفس میں اپنا کام چھوڑ دیتی یہ اور بات تھی کہ اس کا دفتر میں کام اتنا پسند کیا جاتا تھا کہ اسکی مجبوری غیر حاضری کے بعد اسے دو بار ملازم رکھ لیا جاتا۔ یوری کے حکم پر اور اسکی خوشنودی کی خاطر وہ اسکے ساتھ باہر جاتی اور گھر گھر ایک سے ایک الٹا کام کرتی۔ کئی گھروں میں جا کر انھوں نے کرایہ داروں کی لکڑیاں چیرنے کا کام کیا۔ ان میں سے بعض چور بازاری کے ذہ ماہر تھے جنھوں نے انقلاب روس کے اس بدترین دور کے آغاز میں خوب دولت سمیٹی تھی۔ یا پھر جن لوگوں کے ہاں جا کر انھوں نے لکڑیاں کاٹیں ان میں کچھ آرٹسٹ تھے یا اسکالر جو حکومت سے بہت قریب تھے۔ ان کے گھر بہت آرام دہ تھے۔ ایکدن یوری اور میر نیا فیلٹ بوٹ پہنے بہت احتیاط کے ساتھ چلتے ہوئے تاکہ برادہ سے قالین خراب نہ ہو۔ ایک کرایہ دار کے کام کے کمرے میں لکڑی پہنچا رہے تھے اور یہ کرایہ دار اتنا مغرور تھا کہ نہ جانے وہ کیا پڑھنے میں مصروف تھا کہ اس نے انکی طرف ایک نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ انھیں تمام حکم دینے اور ان سے سارا معاملہ طے کرنے والی اس کرایہ دار کی بیوی تھی۔

"یہ سوویتے عورت سے کیا پڑھ رہا ہے؟" یوری نے دل ہی دل میں سوچا — یہ اسکالر کتاب کے حاشیہ پر زور شور سے کچھ لکھ رہا تھا۔ لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھا کر اسکے قریب سے گذرتے ہوئے یوری نے کرایہ دار کے شانہ پر سے جھانک کر دیکھا تو میز پر اس کا اپنا لکھا ہوا ایک کتابچہ رکھا تھا جو اس نے ماسکو آتے ہی لکھا تھا اور واسیلیے نے چھاپا تھا۔

(۷)

یوری اور میر نیا اب سپرینی دونو کا اسٹریٹ پر رہتے تھے اور قریب ہی بروٹنی اسٹریٹ پر گورڈون کا مکان تھا۔ یوری اور میر نیا کی دو بیٹیاں تھیں۔ کاپکا اور کلاز کا۔ پہلی کی عمر چھ سال اور دوسری کی چھ ماہ تھی۔

۱۹۲۹ء کے موسم گرما کا ابتدائی حصہ بے حد گرم تھا۔ ایکدوسرے کے قریب چند گلیوں کے فاصلہ پر رہنے والے لوگ ایکدوسرے سے ملنے ٹوپی پہنے بغیر اور محض آستینوں والی قمیص میں چلے جاتے۔ گورڈون کے گھر کی ساخت بھی عجیب و غریب تھی کیونکہ کسی زمانہ میں وہاں ایک فیشن ایبل درزی

رہتا تھا۔ یہ مکان دو منزلوں میں پھیلی ہوئی تھی جنھیں ایک چکر دار زینے سے ملایا گیا تھا۔ اور دونوں منزلوں کی دو دو بڑی بڑی کھڑکیاں سڑک پر کھلتی تھیں۔ دونوں کھڑکیوں میں بہت بڑے بڑے شیشے لگے ہوئے تھے اور ان پر سنہری الفاظ میں درزی کا نام اور پیشہ لکھا ہوا تھا۔ اب اس مکان کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ بالائی اور زیریں منزلوں کے درمیان جو جگہ تھی وہاں تختے لگا کر ایک اور رہائشی کمرہ بنایا گیا تھا۔ جسکی کھڑکی عجیب و غریب تھی۔ فرش سے شروع ہو کر کوئی تین فٹ بلند جس کا ایک حصہ درزی کی دکان کے نیچے کھچے الفاظ کی اوٹ میں آگر ڈھکا ہوا تھا۔ ان الفاظ کے درمیان جو جگہ خالی تھی اسمیں سے اگر کوئی باہر سے کمرہ میں دیکھتا تو وہاں سے کمرہ میں چلنے والے کا جسم صرف گھٹنوں تک دکھائی دیتا۔ یہ تھا گوڈن کا کمرہ۔ اس وقت اس کمرہ میں گوڈن کے ساتھ نوآگو۔ دورتوف۔ میرینا اور اس کے نیچے موجود تھے جوتوں کے برعکس شیشے میں سے پورے کے پورے دکھائی دے رہے تھے۔ جلد ہی میرینا اپنی ننھی بیٹیوں کو لے کر وہاں سے چلی گئی اور اب تینوں مرد وہاں رہ گئے۔ وہ تینوں موسم گرما میں بڑے اطمینان سے بالکل اس انداز سے باتیں کر رہے تھے جیسے وہ لوگ کر سکتے ہیں جو برسوں سے قریبی دوست ہوں اور اسکول میں بھی ایک ساتھ پڑھ چکے ہوں جن لوگوں کے پاس اپنے اطمینان کے لئے الفاظ کا کافی ذخیرہ ہوتا ہے۔ وہ بہت قدرتی اور مربوط طریقہ سے باتیں کر سکتے ہیں اور یہاں صرف توری ہی اس قابل تھا۔ دوسرے دونوں اپنے خیالات کے اظہار پر قادر نہیں تھے۔ انھیں قدرت نے برجستہ تقریر کی صلاحیت نہیں بخشی تھی۔ الفاظ کے ذخیرہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے وہ سیگریٹ کے کش پر کش لگاتے شکلیں بناتے اور ایک ہی بات کو بار بار دھراتے۔ (دیکھو صاحب۔ یہ بات بے ایمانی کی ہے۔ بے ایمانی کی۔ ہاں ہاں یہ بے ایمانی ہی تو ہے) وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ اس قسم کی ڈرامائی زیادتی کچھ اچھا اثر ڈالنے کی بجائے اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ذہنی طور پر بالکل تلاش اور مفلس ہیں۔

گوڈن اور دورتوف دونوں بڑے مہذب اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں سے تعلقات رکھتے تھے ان کا وقت اچھی کتابیں پڑھنے میں اور اچھے مفکروں اور شاعروں سے بات چیت میں اور اچھے گانے سننے میں گذرتا تھا۔ یہ چیزیں کل بھی اتنی ہی اچھی تھیں جتنی کہ آج۔ (بلکہ ہمیشہ ہی اچھی ہوتی ہیں انھیں خبر نہیں تھی کہ کسی چیز کا کلاسکی ذوق ہونا بڑی بدبختی کی بات ہے اور یہ کہ کلاسکی ذوق سے تو بہتر ہے کہ سرے سے ذوق موجود ہی نہ ہو۔ دورتوف اور گوڈن غالباً یہ محسوس نہیں کر سکے

کہ وہ جو ذرا کو برا بھلا کہتے ہیں وہ در اصل دوستی کے جذبہ ہی سے راہ راست پر لانے کی نیت سے نہیں تھا بلکہ اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ آزادی کے ساتھ سوچ کر بات چیت صحیح طریقے سے نہیں کر سکتے تھے۔ جھنجھلاہٹ کے بعد خود بخود دوڑنے لڑھک جانے والے پہیلے کی طرح وہ بات کو وہاں تک پہنچا دیتے جہاں وہ خود اسے پہنچانا نہیں چاہتے تھے۔ بات چیت کو قابو میں نہ رکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ ذرا سی دیر میں کہیں نہ کہیں ٹھوکر کھاتے۔ اور انھیں رکنا اٹھانی پڑتی۔ اس طرح وہ بارہا وعظ کہتے کہتے پٹڑی سے اتر جاتے۔

نرداگر پران کے لاشعوری مقاصد۔ ان کی مصنوعی جذبات پسندی۔ اور ان کے الجھے ہوئے استدلال بالکل واضح تھے۔ مگر وہ مجبور تھا۔ وہ ان سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ "دوستو! تم کتنے سطحی قسم کے لوگ ہو۔ تم اور تمھارا سارا حلقہ احباب۔ وہ لوگ جن کے نام تم بطور سند پیش کرتے ہو۔ وہ بھڑک اور وہ آرٹ جس کی تم اتنی تعریفیں کرتے ہو سب سطحی ہے۔ تمہارے حق میں صرف ایک ہی بات کہی جا سکتی ہے اور وہ یہ کہ تم میرے دوست ہو۔ میرے ساتھی ہو" لیکن کوئی ایسی بات کیسے کہہ سکتا تھا؟ لہٰذا وہ صبر کے ساتھ بیٹھا ہوا ان کی باتیں سنتا رہا۔

دو روز حال ہی میں اپنی پہلی جلاوطنی کاٹ کر واپس آیا تھا۔ اسکے شہری حقوق بحال ہو گئے تھے اور اسے یونیورسٹی میں دوبارہ اپنا کام باقاعدہ شروع کرنے کی اجازت مل گئی تھی اب وہ دوستوں کو اپنے ایام جلاوطنی کی داستان سنا رہا تھا۔ وہ بہت ایمانداری سے باتیں کر رہا تھا جس میں بڑبولی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اس نے کہا کہ استغاثہ کے دلائل۔ تین مہینے دو اسکے بعد اس سے جو سلوک کیا گیا۔ اور خواص طور پر جج سے اسکی نجی بات چیت نے اس کا دماغ ٹھکانے لگا دیا۔ سیاسی طور پر اسے نیا سبق دیا۔ اسکی آنکھیں کھول دیں۔ اسے اب ایسی چیزیں دکھائی دینے لگیں جو پہلے نظر نہیں آتی تھیں۔ اور ذاتی طور پر اسے زیادہ پختہ اور تجربہ کار بنا دیا۔ گورڈن کو یہ باتیں بہت اچھی لگیں کیونکہ یہ بہت الجھی ہوئی تھیں وہ ہمدردی سے اپنا سر ہلا رہا تھا اور در روف جو بھی کہتا اسے صحیح مان لیتا۔ اسے احساسات کے اظہار کی زیادگی سب سے زیادہ متاثر کر رہی تھی۔ در روف جو لگی بندھی اور رٹی ہوئی باتیں کر کر کے تھا وہ انھیں سچے انسانی جذبات کی ترجمانی سمجھ رہا تھا۔

در اصل در روف جو اونچی ہانک رہا تھا وہ اس دور کی ایک عام خصوصیت تھی۔ لیکن یوری آندریف جس بات پر ناراض تھا وہ ان لوگوں کی فوراً ایکا دوسرے سے اتفاق کرنے اور ظاہرداری و ریاکاری

کی عادت تھی۔ وہ سوچتا تھا کہ جو لوگ آزاد نہیں ہیں وہ ہمیشہ اپنی اس غلامی کو ایک بلند نظریہ بنا کر پیش کرنے لگتے ہیں۔ قرونِ وسطیٰ میں بھی ایسا ہی ہوا اور پھر جیسوئیٹ فرقے نے بھی اس انسانی خاصے سے فائدہ اٹھایا۔ زوگاروف کے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کا سیاسی تصوف برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ حالانکہ وہ اس چیز کو اپنی سب سے بڑی کامیابی سمجھتے تھے اور ان دنوں اس کامیابی کو وہ "اس ورکار وحانی ارتقا" کے نام سے پکارتے۔ مگر زوگاروف خاموش رہتا تاکہ اس کی کھری بات سے اسکے دوستوں کی دل شکنی نہ ہو۔

اسے دوروف کی سرگذشت میں سب سے زیادہ دلچسپ اسکے پادری تیخون[1] کے ایک معتقد بونیفاتی اور لیتسوف کا تذکرہ لگا جو اس کے ساتھ کوٹھڑی میں قید تھا۔ اور لیتسوف کی ایک چھ سال کی بیٹی تھی کرسٹینا۔ اسکے شفیق باپ کی گرفتاری، دربدر کا حشر اس لڑکی کے لئے ناقابل برداشت تھا اس کے باپ کیلئے "رجعت پسند پادری" اور "حق لئے دہی سے محروم" قسم کے الفاظ استعمال ہوتے جنھیں سن کر لڑکی محسوس کرتی کہ اسکی شدید توہین کی جا رہی ہے۔ دوروف کا کہنا تھا کہ اس بچی نے اپنے بچپن کے جوش اور دھن میں عہد کر لیا تھا کہ وہ اپنے خاندان کے نام سے اس بدنامی کو دھو کر رہے گی۔ اس کمسنی میں ہی اس پختہ عزم، لڑنے اور جوش کے باعث وہ کمیونسٹ تفریات کی بہترین علمبردار بن گئی ہے۔

"مجھے جانا چاہیئے" بوری آنڈے شوخ نے کہا۔ "میتیا مجھ سے ناراض نہ ہونا۔ یہاں بہت گرمی ہے۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ مجھے تازہ ہوا چاہیئے۔"

"لیکن کھڑکی کھلی ہے۔ وہ دیکھو نیچے فرش کی طرف ... اوہ معاف کرنا ہم بہت زیادہ سیگریٹ پیتے ہیں۔

ہم برابر یہ بھول رہے ہیں کہ ہمیں یہاں تمھارے ساتھ بیٹھ کر سیگریٹ نوشی نہیں کرنی چاہیئے۔ ہمیں میرا تصور نہیں ہے کہ یہاں اتنا زیادہ حبس ہو گیا ہے بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ کھڑکی نہایت احمقانہ طریقہ پر بنائی گئی ہے۔ تمھیں میرے لئے کسی دوسرے کمرے کا انتظام کرنا چاہیئے۔"

---

[1] تیخون ... اس کے آرتھوڈکس چرچ کا رہنما جسے چرچ کی املاک پر قبضہ کرنے والے کمیونسٹوں کا مقابلہ کرنے کے جرم میں سزائے موت دیدی گئی تھی۔ تیخون کے معتقد پادری اس چرچ کے خلاف تھے جسے حکومت کی تھوڑی بہت حمایت حاصل تھی

اب مجھے چلنا چاہیئے۔ ٹیشا۔ ہم کافی باتیں کر چکے میرے لئے تم دونوں کی ہمدردی کا شکریہ میں ظاہر داری سے نہیں کہتا ہوں۔ تم خوب جانتے ہو یہ ایک بیماری ہے۔ دل کی بیماری۔ قلب کے پٹھوں کے سرے ناکارہ اور کمزور ہو جاتے ہیں اور ایک نہ ایک روز پھٹ جاتے ہیں۔ ابھی میری عمر چالیس سال کی بھی نہیں ہوئی، تم جانتے ہو اور یہ بھی نہیں کہ میں عادی شرابی ہوں یا میں نے بدکرداری میں صحت کو تباہ کیا ہو۔"

"کیا حماقت ہے؟ ہم ابھی تمہارا نوحہ نہیں پڑھ رہے ہیں۔ تم ہم سے بھی زیادہ زندہ رہو گے۔"

"گذشتہ چند سال سے قلب کے جریانِ خون کی بیماری پھیل رہی ہے۔ یہ ہمیشہ مہلک نہیں ہوتی بعض لوگ اس پر قابو پا لیتے ہیں۔ یہ ایک خاص اور جدید بیماری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسکی وجہ کچھ اخلاقی قسم کی ہے ہم میں سے اکثریت کو برابر ایک دورنگی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ اگر تم دوزاد اس کے خلاف باتیں کرو جو تم دلی محسوس کرتے ہو۔ اگر تم اسکے سامنے جھک جاؤ جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اس پر خوش ہو جس سے تمھیں سوائے مصیبت کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تو ان چیزوں کا اثر تمھاری صحت پر پڑنا لازمی ہے۔ ہمارا اعصابی نظام محض ایک من گھڑت چیز نہیں ہے۔ یہ ہمارے جسمانی نظام کا ایک جزو ہے اور ہماری روح خلا میں اور ہمارے اندر موجود ہے جس طرح ہمارے منہ میں دانت ہوتے ہیں۔ اس کی ہمیشہ بریت کے ساتھ بے حرمتی نہیں کی جا سکتی۔ مجھے تمھاری باتیں سن کر تکلیف ہوتی تھی۔ اونکیتی جب تم ہمیں بتلاتے تھے کہ جیل میں تم نے کس طرح دوبارہ تعلیم اور پختگی حاصل کی۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے کسی گھوڑے کو یہ کہتے ہوئے سنا جائے کہ اس نے کس طرح دوڑنا سیکھا۔"

"مجھے دوروتوف کی حمایت کرنی پڑیگی۔" گورڈن نے کہا۔ "تم سیدھے سادے انسانی الفاظ کے عادی نہیں رہے ہو۔ اب تم ان کا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔"

"یہ بات بھی ٹھیک ہو سکتی ہے۔ ٹیشا۔ لیکن پھر بھی اب تمھیں چلنا چاہیئے کہ مجھے جانے دو۔ میں سانس بھی مشکل سے لے سکتا ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ میں مبالغے سے کام نہیں لے رہا ہوں۔"

"ایک منٹ ٹھیرو۔ تم محض بہانے تلاش کر رہے ہو۔ ہم تمھیں اس وقت تک نہیں جانے دیں گے جب تک تم ہمیں دیانت داری کے ساتھ صاف جواب نہیں دیدو گے۔ کیا تم اس سے اتفاق کرتے ہو یا نہیں کہ اب وقت آگیا ہے کہ تم اپنے طریقے بدل دو اور اپنی اصلاح کر لو؟ تم اس

بارے میں کیا کرو گے؟ اوّل تو تمھیں تونیا اور میرینا کے بارے میں اپنی پوزیشن کی وضاحت کرنی چاہیے یہ لوگ بھی انسان ہیں، عورتیں جو محسوس کر سکتی ہیں اور تکلیف اٹھا سکتی ہیں محض غیر جسمانی تصورات نہیں ہیں۔ جو صرف تمھارے ذہن میں موجود ہوں۔ اور دوسرے یہ ایک انتہائی شرمناک بات ہے کہ تم جیسا آدمی اس طرح تباہ ہو جائے۔ تمھیں جاگنا ہوگا اور اپنی اس کاہلی کو ختم کرنا ہوگا۔ اپنے آپ کو سنبھالنا ہوگا اور تمام چیزوں پر اس ہٹ دھرمی کے بغیر غور کرنا ہوگا جس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ہاں، ہاں، اس ناقابل معافی خود پسندی کے بغیر جو تم ہر شخص کے لئے استعمال کرتے ہو۔ تمھیں پھر سے اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔ اپنی پریکٹس شروع کر دینی چاہیے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں تمھیں اپنا جواب دوں گا۔ ابھی حال ہی میں میں بھی خود کبھی ہی قسم کی باتیں سوچتا رہا ہوں۔ اس لئے میں واقعی تم سے یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمام حالات ٹھیک ہو جائینگے اور بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔ تم دیکھ لوگے۔ میں واقعی ٹھیک کہہ رہا ہوں تبدیلی شروع ہو چکی ہے۔ میرے اندر زندہ رہنے کا جذبہ شدت سے موجود ہے اور زندہ رہنے کا مطلب ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی آگے بڑھنے کی کوشش کرے کامیابی حاصل کرنے کی اور اسے حاصل کر کے۔"

مجھے خوشی ہے میشا کہ تم میرینا کی بھی اسی طرح حمایت کر رہے ہو جس طرح تم نے ہمیشہ تونیا کی حمایت کی تھی لیکن پھر بھی ان دونوں میں سے کسی سے میری لڑائی نہیں ہے۔ میں ان سے جنگ نہیں کر رہا ہوں۔ کسی سے بھی نہیں۔ تم شروع میں مجھے اس لئے ملامت کیا کرتے تھے کیونکہ میرینا نے مجھے "تم" کہہ کر مخاطب کیا تھا اور مجھے یوری آندے وچ کہہ کر بلایا تھا جبکہ میں نے اسے "تو" اور "میرینا" کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ جیسے اس سے خود مجھے تکلیف نہ ہوتی ہو! لیکن تم جانتے ہو کہ اس غیر قدرتی طرز عمل کی بڑی وجوہات کافی عرصہ پہلے ختم ہو گئیں۔ اور اب ہم ایک دوسرے کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرتے ہیں۔

اب میں تمھیں ایک اور اچھی خبر سنا سکتا ہوں۔ مجھے اب پھر سیریں سے خط ملے ہیں۔ بچے بڑے ہو رہے ہیں اور انھوں نے اپنی عمروں کے بہت سے فرانسیسی دوست بنا لئے ہیں۔ ساشا پر امریکی سکول کی تعلیم ختم کرنے والا ہے اور ماشا اب آسیں داخل ہو رہی ہے۔ تم جانتے ہو میں نے اسے دیکھا بھی نہیں ہے یہ خیال ہے کہ تمام باتوں کے باوجود اگر جب وہ لوگ فرانسیسی شہری بن گئے ہیں۔ پھر بھی وہ جلد ہی واپس آجائیں گے اور تمام معاملات کسی نہ کسی طرح سدھر جائینگے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تونیا

میرے خسر کو میرینا اور ہمارے بچوں کے متعلق علم ہے۔ میں نے انھیں اپنے خطوط میں نہیں بتایا لیکن انھیں یقیناً دوسروں سے معلوم ہوگیا ہوگا۔ قدرتی طور پر۔ انگزیندر انگزیند۔ دو فرح ایک باپ کی حیثیت سے ناراض اور غصہ میں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری خط و کتابت پانچ سال تک بند رہی۔ تم جانتے ہو ناتاشا کے آنے کے بعد میں ان لوگوں سے خط و کتابت کیا کرتا تھا اور پھر اچانک ان لوگوں نے خط لکھنے بند کر دیئے اب حال ہی میں ان سب نے، پھر خط لکھنے شروع کر دیئے ہیں" بچوں نے بھی۔ وہ انتہائی محبت آمیز خطوط لکھتے ہیں۔ کسی وجہ سے ان لوگوں کا غصہ دھیما پڑ گیا ہے۔ غالباً تو نیا کو کوئی اور شخص مل گیا ہے۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ ایسا ہی ہوا ہو۔ میں کہہ نہیں سکتا۔ میں بھی وقتاً فوقتاً خط لکھتا ہوں۔۔۔ لیکن میں واقعی اب زیادہ دیر نہیں ٹھیر سکتا۔ مجھے اب جانا چاہیئے ورنہ مجھے دورہ پڑ جائے گا۔ خدا حافظ"

اگلی صبح میرینا بھاگتی ہوئی گورڈن کے پاس آئی۔ وہ بہت پریشان تھی۔ کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس کے پاس وہ بچوں کو چھوڑ سکتی۔ اس لئے وہ چھوٹے بچے کو کمبل میں لپٹے ہوئے گود میں اٹھائے ہوئے تھی اور دوسرے ہاتھ سے وہ کاچا کو نگی سے پکڑے ہوئے تھی جو اس کے پیچھے گھسٹتی ہوئی چل رہی تھی۔

"میشا۔ کیا تو را یہاں ہے؟" اس نے گھبراہٹ کے عالم میں پوچھا۔

"کیا وہ رات گھر نہیں پہنچا؟"

"نہیں"

"تو پھر وہ ضرور رات کو لوئیسیتی کے گھر پر رہا ہوگا"

"میں وہیں سے آ رہی ہوں۔ لوئیسیتی یونیورسٹی میں ہے لیکن پروفیسر کو جانتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ وہ وہاں نہیں آیا"

"تو پھر وہ کہاں ہو سکتا ہے؟"

میرینا نے کلانکا کو صوفہ پر بٹھا دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

(۸)

دو روز تک گورڈن اور دوروف میرینا کو تنہا چھوڑنے کی ہمت نہیں کر سکے اور دونوں باری باری اس کی دیکھ بھال اور ڈاکٹر کی تلاش کرتے رہے۔ وہ پھر تمام جگہوں پر گئے جہاں اس کے جانے کا

امکان ہوسکتا تھا۔ فلورٹاؤن سیوتسیو رزوک۔ ان تمام علمی و ادبی اداروں اور اکیڈمیوں میں جہاں وہ کبھی ملازم رہ چکا تھا۔ انھوں نے اس کے ان تمام دوستوں سے پوچھا جن کا انھوں نے اسے ذکر کرتے سُنا تھا اور جن کے پتے وہ معلوم کرسکے۔ لیکن انھیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ انھوں نے اسکی گمشدگی کی اطلاع پولیس کو نہیں دی۔ اگرچہ اس کا نام رجسٹر میں درج تھا اور اس کا کوئی ریکارڈ بھی پولس کے پاس موجود نہیں تھا لیکن پھر بھی بہتر تھا کہ حکام کی توجہ ایک ایسے شخص کی طرف مبذول نہ کرائی جائے۔ جو اس زمانہ کے معیار کے مطابق شالی زندگی ہرگز بسر نہیں کر رہا تھا۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ حکام کو اس وقت تک اسکے متعلق اطلاع نہ دی جائے جب تک تمام دوسرے ذرائع ختم نہ ہوجائیں۔

تیسرے روز ان تینوں گورڈن۔ وورووف اور میرینا کے نام مختلف اوقات میں یوری آندریوچ کے خطوط آئے۔ اس نے اس بات پر بہت معذرت کی تھی کہ اس کی وجہ سے ان لوگوں کو فکر اور پریشانی ہوئی اور ان سے درخواست کی تھی کہ وہ اس کے بارے میں فکرمند نہ ہوں۔ اس نے تمام مقدس چیزوں کا واسطہ دلا کر ان سے التجا کی تھی کہ وہ اسکی تلاش چھوڑ دیں اور یہ بھی کہا تھا کہ یہ تلاش بالکل فضول ہوگی۔ اس نے انھیں بتایا تھا کہ وہ اپنی زندگی تیزی سے اور مکمل طور پر دوبارہ شروع کرنے کے لئے کچھ عرصہ تنہا رہنا اور اپنے معاملات پر توجہ دینا چاہتا ہے جیسے ہی وہ کسی کام پر جم جائے گا اور اسے اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ وہ پھر اپنی پرانی روش اختیار نہیں کرے گا اس وقت وہ اپنی چھپنے کی جگہ سے نکل کر میرینا اور بچوں کے پاس واپس آجائے گا۔ اس نے گورڈن کو لکھا تھا کہ وہ اسے میرینا کے لئے منی آرڈر سے روپیہ بھیج رہا ہے اور اس سے کہا تھا کہ وہ بچوں کے لئے ایک نرس رکھ لے تاکہ میرینا دوبارہ کام پر جاسکے۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ یہ رقم میرینا کے پتہ پر اس ڈر سے نہیں بھیج رہا تھا کہ کوئی شخص رسید نہ دیکھ لے اور اس طرح چوری کا خطرہ پیدا ہوجائے۔

رقم جلد ہی وصول ہوگئی اور وہ یوری اور اسکے دوستوں کے معیار سے بہت زیادہ تھی۔ نرس ملازم رکھ لی گئی اور میرینا دوبارہ ڈاکخانہ میں کام پر جانے لگی۔ وہ ابھی تک بہت زیادہ پریشان تھی لیکن چونکہ وہ یوری آندریوچ کی انوکھی عادتوں سے واقف تھی اس لئے اس نے بہرصورت اپنے آپ کو اسکی یہ تازہ ترین بردباشت کرنے کے لئے تیار کرلیا۔ وہ تینوں اسے ڈھونڈتے رہے لیکن رفتہ رفتہ اسی نتیجہ پر پہنچے کہ اسے تلاش کرنا واقعی اتنا ہی فضول تھا جیسا کہ خود اس نے لکھا تھا۔ انھیں اس کا کوئی پتہ نہیں لگ سکا۔

(۹)

لیکن اس تمام عرصہ میں وہ ان کے قریب ہی رہا تھا۔ ان کی نظروں کے سامنے اور اسے تلاش کرنے کے لئے انھیں اپنی سڑک چھوڑ کر جانے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ جس روز وہ غائب ہوا تھا اس دن وہ گورڈن سے رخصت ہو کر مغرب سے کچھ دیر پہلے برونائیا اسٹریٹ گیا۔ وہ سیدھا گھر کی طرف مڑا لیکن پھر فوراً ہی سوگز سے بھی کم فاصلہ طے کرنے پر اسکی ملاقات اپنے سوتیلے بھائی ایوگراف سے ہوگئی جو سڑک پر چلتا ہوا اسی کی طرف آرہا تھا۔ اس نے تین سال سے نہ تو اسے دیکھا تھا اور نہ اسکی کوئی خبر ہی لی تھی۔ پتہ یہ چلا کہ ایوگراف حال ہی میں ماسکو آیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ بالکل غیر متوقع طور پر وہاں پہنچا اور اس نے تمام سوالات مسکرا کر یا مذاق میں ٹال دیئے۔ دوسری طرف، اس نے یوری آندرے وچ سے جو چند سوالات کئے تھے ان سے اسے اسکی پریشانیوں کا فوراً اندازہ ہوگیا اور وہیں سڑک ختم ہونے سے پہلے ہی اس تنگ، پیچدار اور بھری پُری سڑک پر چلتے ہوئے اس نے ایک عملی منصوبہ اسے بچانے کے لئے تیار کرلیا۔ اسی کی تجویز تھی کہ یوری آندرے وچ کچھ عرصہ کیلئے غائب ہوجائے اور چھپا رہے۔

اس نے کیرگر اسٹریٹ پر آرٹس تھیٹر کے قریب اس کے لئے ایک کمرہ لے لیا۔ اسے رقم دی اور ایک ہسپتال میں اسے اچھی جگہ دلوانے کی کوشش کی جہاں اس کے لئے اپنا ریسرچ کا کام جاری رکھنے کے بھی اچھے مواقع تھے اور اپنی سرپرستی سے اسکی مدد کی۔ آخر میں اس نے اس سے وعدہ کیا کہ پریس میں اس کے گھر والوں کی مشکوک پوزیشن بھی صاف کرلی جائے گی۔ یا تو یوری آندرے وچ ان کے پاس چلا جائے گا۔ یا وہ لوگ اس کے پاس آجائیں گے۔ ایوگراف نے وعدہ کیا کہ وہ ان تمام باتوں کا انتظام خود کرے گا ہمیشہ کی طرح اس کے بھائی کی مدد سے یوری آندرے وچ کا دل بڑھ گیا۔ جیسا کہ ہمیشہ پہلے بھی ہوا تھا۔ یہ پہلی حل نہیں ہوسکی کہ اسکے بھائی کی پوزیشن اور خیالات کیا تھے۔ یوری آندرے وچ نے یہ بھید جاننے کی کوشش بھی نہیں کی۔

(۱۰)

اس کا کمرہ جنوب کے رُخ پر واقع تھا اور تھیٹر سے بالکل ملا ہوا تھا۔ سامنے کی چھتیں وہاں سے دکھائی دیتی تھیں۔ چھتوں سے پرے گرمی کے موسم کا سورج اوکھوتنی اسٹریٹ کے اوپر چمکتا اور نیچے سڑک پر سایہ تھا۔ یوری آندرے وچ کے لئے وہ کمرہ محض کام کرنے کی جگہ اور مطالعہ کی جگہ نہیں بلکہ اس سے بھی

بڑھ کر تھا۔ اس وقت جبکہ اسکی پڑھنے کی سرگرمیاں تیز تھیں۔ جبکہ اسکی میز پر رکھا ہوا کاپیوں کا ڈھیر اس کے منصوبوں اور خیالات کو جذب کرنے کے لئے ناکافی تھا اور اس کے بچے کھچے خیالات ہیولوں کی طرح ہوا میں تیرتے تھے۔ جیسے ادھ بنی تصویریں مصور کے نگار خانہ میں دیوار کے رُخ رکھی رہتی ہیں۔ اس کا ہاشمی کمرہ اسکے لئے ایک ایسا کمرہ بن گیا جہاں روح کو غذا حاصل ہوتی ہو۔ ایک ایسی الماری جس میں پاگل پن کے خواب بھرے ہوئے ہوں۔ ایک ایسا خزانہ جو الہامات سے لبریز ہو۔

خوش قسمتی سے ہسپتال والوں کے ساتھ ایوگراف کے مذاکرات طول پکڑ گئے۔ اور یوں اسکے روح کی نئی ملازمت کا کام غیر معینہ مدت تک مُلتوی ہوگیا۔ اس التواء کی وجہ سے اسے لکھنے کے لئے وقت مل گیا۔ اس نے اپنی ان ابتدائی نظموں کو لکھنے کی کوشش کی جن کے کچھ حصے اسے یاد رہ گئے تھے یا جو ایوگراف نے کسی نہ کسی طرح اسے فراہم کر دی تھیں (یہ مسودے تھے جن میں سے کچھ اس کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے اور کچھ دوسرے لوگوں کے ہاتھ کی نقلیں تھیں) لیکن ان مسودات کی بے ترتیبی کی وجہ سے اسے اس سے کہیں زیادہ محنت کرنی پڑی جس کا وہ فطرتاً عادی تھا۔ اس نے جلد ہی یہ کام چھوڑ دیا اور دوسرے کام کی طرف متوجہ ہوگیا۔

اس نے ایک مضمون کا مسودہ تیار کرنا شروع کر دیا جو ان اشارات کی طرح تھا جو اس نے اس وقت جمع کئے تھے جب وہ پہلی مرتبہ واری کینو گیا تھا یا پھر وہ کسی ایسی نظم کا جو اسے یاد آجاتی تھی ابتدائی درمیانی یا آخری حصہ جو بھی یاد آتا لکھ لیتا تھا۔ بعض مواقع ایسے بھی آتے تھے جب کہ وہ اپنے خیالات کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا، انتہائی مختصر نویسی کے باوجود بھی نہیں۔

وہ جلدی میں تھا۔ جب کبھی اس کے خیالات بھٹکنے لگتے تھے تو وہ انھیں مجتمع کرنے کے لئے اپنی کاپیوں کے حاشیوں پر تصویریں بنانے لگتا۔ یہ تصویریں ہمیشہ جنگلات کی یا سڑکوں کے چوراہوں کی ہوا کرتی تھیں جن میں ایسے بورڈ ہوتے تھے جن پر "موریو اینڈ ویچنگن بیج ڈالنے کی مشینیں۔ غلہ نکالنے کی مشینیں" لکھا ہوتا تھا۔

مضامین اور نظمیں بھی سب اسی موضوع پر۔ یعنی شہر کے موضوع پر ہوتی تھیں۔

(۱۱)

یہ یادگاریں بعد میں اس کے کاغذات میں پائی گئیں۔

"جب میں ۱۹۳۶ء میں ماسکو واپس آیا تو میں نے اسے آدھا اُجاڑ اور تباہ پایا۔ انقلاب کے بعد پہلے چند سال کی آزمائشوں سے اس کا یہ نقشہ ہو گیا تھا اور آج تک یہی نقشہ ہے۔ اس کی آبادی گھٹ گئی ہے کوئی نئے مکانات نہیں بنے ہیں اور پرانے مکانات بغیر مرمت کے پڑے ہیں۔ لیکن ان حالات میں بھی یہ ابھی تک ایک بڑا اور جدید شہر ہے اور نئے اور حقیقی طور پر جدید آرٹ کی تخلیق کا واحد ذریعہ شہری ہوتے ہیں۔ چیزوں اور خیالات کا اشارت نگاروں (ہلاک۔ وہان۔ ڈھنگ) کی تصانیف میں بظاہر بے محل اور بے اصولی طور پر گڈمڈ ہو جانا ان کے اسٹائل کا تلون نہیں ہے۔ یہ تاثرات کا ایک نیا ڈھنگ ہے جو براہِ راست زندگی سے حاصل کئے گئے ہیں۔ جس طرح وہ اپنے تصورات کو یکے بعد دیگرے تیزی سے اپنی نظموں کے اشعار میں بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک معروف شہر کے اندر سڑک بھی تیزی سے ہمارے سامنے سے گذرتی ہے اپنے تمام تر تجسموں اور نگاڑیوں کے ساتھ جیسا کہ گذشتہ صدی کے آخر میں تھا یا اپنی موٹروں اور زمین دوز راستوں کے ساتھ جیسا کہ موجودہ صدی کے شروع میں ہے۔ ان حالات میں مرغزار کی جیسی سادگی موجود نہیں ہوتی۔ جب اس کی کوشش کی جاتی ہے تو یہ بنا بنایا ایک ادبی فسانہ بن جاتا ہے جس کا تاثر دیہاتوں سے نہیں بلکہ قدیم علمی خزانوں سے لیا جاتا ہے۔ ہمارے دور کی زندہ زبان جو اپنی طرح سے قدرتی طور پر مطابقت رکھتی ہے دیہاتوں کی زبان ہوتی ہے۔

میں ایک مشہور اور بارونق شہر ماسکو میں رہتا ہوں۔ جو سورج کی روشنی اور تار کول سے بنی ہوئی سڑکوں کی گرمی سے چمکا ہوا ہے۔ جہاں سورج کی روشنی کا عکس عمارتوں کی اونچی کھڑکیوں سے زمین پر پڑتا ہے۔ جہاں آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں اور سڑکوں کا ہنگامہ ہر وقت جاری رہتا ہے ماسکو نظروں کے سامنے گھوم رہا ہے اور میرا سر پھرا جا رہا ہے۔ وہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں اس کی شان میں قصیدے لکھوں جنھیں پڑھ کر دوسرے لوگوں کے سر بھی چکرانے لگیں۔ اسی لئے ماسکو نے ایک فن کار کی حیثیت سے میری پرفیکٹ کی ہے اور مجھے ایک فن کار بنا دیا ہے۔ ہماری چہار دیواری کے باہر سڑکوں پر رات دن کے مسلسل ہنگامہ کو دور جدید کی روح سے جدا نہیں کیا جا سکتا جس طرح کسی ڈرامہ کے ابتدائی نغمے اپنے سین کے پردوں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ جو اس وقت تک پر سفید اور تاریک ہوتے ہیں یہ شہر جو ہمارے دروازوں اور کھڑکیوں کے باہر برابر حرکت اور شور کر رہا ہے ہم میں سے ہر ایک کی زندگی سے تعارف کرتا ہے میں اس شہر کے بارے میں کچھ اسی ڈھنگ سے لکھنا چاہتا ہوں:

زوا گا جو کلام محفوظ رہ سکا ہے اس میں ایسی کوئی تلمیحات نہیں ہیں یا کیا اسکی نظم ایلیڈ بھی اسی قسم کی نظموں میں کیا جا سکتا ہے؟

(۱۲)

اگست کے آخر میں ایک روز صبح کو پوری آندرے وچ نے گرنتی اسٹریٹ کے موڑ پر ٹرالی پکڑی جو نکتیا اسٹریٹ سے ہوتی ہوئی گدرلشکائیہ کے آخری اسٹاپ تک جاتی تھی۔ وہ پہلی مرتبہ بوسکن ہسپتال میں اپنی ملازمت پر جا رہا تھا۔ یہ ہسپتال اس زمانہ میں سولر آنکوں ہسپتال کہلاتا تھا۔ وہ اپنی ملازمت کے سلسلہ میں دو ایک مرتبہ پہلے بھی وہاں جا چکا تھا لیکن یہ ٹرالی بہت تکلیف دہ ثابت ہوئی اس کا موٹر خراب تھا جو بار بار بگڑ جاتا تھا۔ یا تو اس کے سامنے کوئی گاڑی آجاتی تھی جس کے پہیے پٹریوں میں پھنس جانے سے راستہ رک جاتا تھا۔ یا پھر چھت کے اوپر یا فرش کے نیچے تاروں کا نظام بگڑ جانے سے کرنٹ ختم ہو جاتا تھا۔ ڈرائیور سامنے سے اتر کر ٹرالی کا چکر لگاتا ہوا پیچھے کی طرف جاتا اور نیچے سے اسکی مشینوں کو ٹھونکنا پیٹنا شروع کر دیتا۔

اس منحوس ٹرالی نے سڑک پر سارا ٹریفک روک دیا۔ تمام سڑک پر وہ ٹرالیاں جمع ہو گئیں جو پہلے ہی رک گئی تھیں اور بعد میں اور ٹرالیاں بھی آکر کھڑی ہوتی جا رہی تھیں۔ ٹرالیوں کا یہ سلسلہ گھوڑ سواری کے اسکول بلکہ اس سے بھی آگے تک چلا گیا تھا۔ پچھلی ٹرالیوں کے مسافر اتر اتر کر اگلی ٹرالی میں آگئے۔ اس امید میں کہ وہ جلد پہنچ سکیں گے اور اسی ٹرالی میں بیٹھے گئے جو اس تمام مصیبت کی جڑ تھی۔ موسم قدرے گرم تھا۔ ٹرالی میں کافی بھیڑ تھی۔ نیچے سڑک پر مجمع ایک سے دوسری ٹرالی میں منتقل ہو رہا تھا اور ادھر آسمان پر گہرے بادل جمع ہو رہے تھے طوفان آنے والا تھا۔ پوری آندرے وچ بائیں طرف کی اگلی نشست پر کھڑکی کے قریب بیٹھا تھا۔ اسے نکیتا اسٹریٹ کا بایاں حصہ دکھائی دے رہا تھا۔ جدھر کنزرویٹری واقع تھی۔ کسی ایسے شخص کی طرح جس کا دماغ کسی اور طرف لگا ہوا ہو وہ اس طرف سے لوگوں کو پیدل اور گاڑیوں میں آتے جاتے دیکھ رہا تھا کوئی بھی اس کی نظروں سے نہیں بچ رہا تھا۔

ایک بوڑھی سفید بالوں والی عورت جسنے ہلکی تتکوں والی ٹوپی اور ایک پرانے فیشن کا پست لباس پہن رکھا تھا فٹ پاتھ پر جا رہی تھی۔ وہ ہانپ رہی تھی اور ایک بھاری سے پیکٹ سے جو وہ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھی ہوا کر رہی تھی۔ وہ گرمی سے بوکھلائی ہوئی تھی اور پسینہ بہہ رہا تھا جسے وہ بار بار

ایک بھورے سے بیل دار رومال سے پونچھتی جارہی تھی۔ اس کا رستہ بھی ٹرالی کے راستہ کے متوازی تھا بوری آندھی وقت کی نگاہوں سے وہ کئی بار اوجھل ہو چکی تھی ایسا جب ہوتا تھا جب ٹرالی مرمت کے لئے رُکنے کے بعد دوبارہ روانہ ہوتی اور اس سے آگے نکل جاتی۔ جب پھر اکیمز نیز ٹرالی جگہ کر رُک گئی تو وہ بوری آندھی وقت کو پھر نظر آنے لگی۔ یوری نے اسکول میں حساب کے ان سوالات کے بارے میں سوچا جن میں پوچھا جاتا ہے کہ مختلف اوقات میں اور مختلف رفتار سے چلنے والی ٹرینیں کتنی دیر میں اور کس ترتیب سے اپنی منزلوں پر پہنچتی ہیں۔ اس نے ان سوالات کو حل کرنے کا عام قاعدہ یاد کیا لیکن وہ اسے یاد نہیں آسکا اور وہ اسکول کی اُن یادوں سے ہٹ کر دوسری زیادہ عجیب یادوں اور قیاس آرائیوں میں کھو گیا۔ اس نے ایسے کئی لوگوں کا تصور کرنا چاہا جن کی زندگیاں ایک دوسرے سے متوازی اور قریب ہوتی ہیں لیکن جن کی رفتار مختلف ہوتی ہے اور اس نے سوچا کہ کن حالات میں ان میں سے کچھ لوگ آگے جانے والوں کو پکڑ لیں گے اور دوسروں کے بعد بھی زندہ رہ سکیں گے۔ اس کے دماغ میں کوئی ایسی تصویر آئی جو نظریۂ اضافیت سے تعلق رکھتی تھی لیکن اس کا ذہن اُلجھ گیا اور اس نے اس کے بارے میں سوچنا بند کر دیا۔

بجلی چمکی اور بادلوں کی گرج سنائی دی۔ منحوس ٹرالی نویں مرتبہ رُک گئی اور کدرنسکا یا اچھلا گھر کے درمیان پہاڑی ڈھلوان پر کھڑی ہو گئی۔ اس بڑھی عورت کا چہرہ کھڑکی کے چوکھٹے میں سے پھر دکھائی دیا اور آگے بڑھ گیا۔ بارش کی پہلی بوندیں سڑک پر فٹ پاتھ پر اور اس عورت پر پڑیں۔ ہوا سائیں سائیں کرتی ہوئی درختوں میں سے گذر رہی تھی۔ پتے زور زور سے ہل رہے تھے، اس عورت کی ٹوپی اڑنے لگی اور ہوا اس کے لباس میں بھی بھر گئی جس سے وہ غبارہ کی طرح پھول گیا۔ پھر ہوا اچانک رُک گئی۔ ڈاکٹر کو متلی سی ہونے لگی۔ اپنی کمزوری پر قابو پاتے ہوئے وہ اپنی نشست پر سے اٹھا اور کھڑکی کھولنے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ اسے کھول نہیں سکا۔

لوگوں نے چیخ چیخ کر اسے بتایا کہ کھڑکی کیلوں سے جڑی ہوئی ہے لیکن ڈاکٹر متلی پر قابو پانے کی کوشش اور گھبراہٹ کے عالم میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ لوگ اسی کو مخاطب کر رہے ہیں اور نہ ان کے الفاظ کا مطلب اسکی سمجھ میں آسکا۔ اس نے کھڑکی کھولنے کی کوشش جاری رکھی اور اس کے قبضوں کو پھر تین مرتبہ نیچے اوپر زور زور سے کھینچا اور پھر اپنی طرف کو زور لگایا۔ اچانک اس نے شدید درد محسوس

کیا۔ اتنا شدید درد اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اسکے اندر کوئی چیز ٹوٹ گئی ہے اور اس نے کوئی ناقابل تلافی اور مہلک کام کیا ہے۔ یہ آخری وقت ہے۔ اسی وقت ٹرالی روانہ ہوگئی لیکن پریسینا پر تھوڑی دور چلنے کے بعد پھر رک گئی۔

انتہائی قوت ارادی سے کام لے کر ڈاکٹر ٹرالی کی درمیانی راہداری میں سے مجمع کو دھکیلتا، جھکڑتا اور لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ لوگوں نے اس کا راستہ روک رکھا تھا اور اسے دھکے دے رہے تھے۔ وہ ٹرالی کے عقبی حصہ میں پہنچ گیا تازہ ہوا سے اس کی کچھ جان میں جان آئی اور اس نے سوچا کہ شاید بھی سب کچھ نہیں گیا۔ اور یہ کہ وہ اب بہتر ہے۔

وہ ٹرالی کے عقبی حصہ میں مجمع کے درمیان سے ہو کر نکلنے لگا جس پر لوگوں نے اسے اور زیادہ دھکیلا اور برا بھلا کہا۔ ان لوگوں کے بکنے جھکنے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وہ ان کے درمیان سے نکل گیا۔ کھڑی ہوئی ٹرالی میں سے نیچے سڑک پر اترا، ایک قدم بڑھایا اور تیسرا قدم بڑھاتے ہی پتھریلے فٹ پاتھ پر ڈھیر ہو گیا اور پھر نہیں اٹھ سکا۔

مجمع میں ایک شور مچ گیا۔ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ بحث کرنے لگے۔ مشورے دینے لگے بہت سے آدمی ٹرالی سے اتر کر اس کے گرد جمع ہو گئے۔ انھیں فوراً ہی معلوم ہو گیا کہ وہ سانس نہیں لے رہا۔ اس کے قلب کی حرکت بند ہو چکی ہے۔ جو لوگ لاش کے چاروں طرف کھڑے تھے ان میں کئی اور افراد آکر شامل ہو گئے ان میں سے اکثر کو اس بات پر اطمینان اور بعض کو افسوس تھا کہ مرد شخص ٹرالی سے کچل کر نہیں مرا، اور یہ کہ اس کی موت کا ٹرالی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ مجمع اور بڑھ گیا۔ وہی بوڑھی عورت بھی چلتی ہوئی آئی۔ جسے تھوڑی دیر پہلے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ ایک منٹ رکی لاش کو دیکھا۔ لوگوں کی باتیں سنیں اور آگے بڑھ گئی۔ وہ ایک خیر مگی خاتون تھی لیکن وہ اتنا سمجھ گئی کہ کچھ آدمیوں کی رائے تھی کہ لاش کو ٹرالی پر رکھ کر ہسپتال لے جایا جائے۔ اور کچھ لوگ کہتے تھے کہ پولیس کو بلایا جائے۔ وہ یہ معلوم کرنے کے لئے نہیں رکی کہ آخر میں کیا فیصلہ ہوا۔

یہ عورت سوسٹر امینڈ کی رہنے والی مادموزیل فلیوری تھی اور میلیوزیو سے آئی تھی۔ فلیوری کا اب بہت ہی زیادہ بوڑھی ہو چکی تھی۔ وہ بارہ سال سے اسکی میں حکام کو درخواستیں دیتی رہی تھی کہ اسے اسکے ٹھکانے جانے کی اجازت دی جائے اور ابھی حال ہی میں اسکی درخواست منظور ہوئی تھی۔ وہ اپنا دیرینہ

کے لئے ماسکو آئی تھی۔ اور اس وقت وہ تار لینے کے لئے اپنے ملک کے سفارتخانہ کو جا رہی تھی۔ اس نے اپنے کاغذات ایک بنڈل میں بنا کر فیتے سے باندھے کھے تھے اور رستہ چلتے ہوئے اُن سے ہوا کرتی جا رہی تھی۔ وہ اسی طرح چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ اس نے دسویں مرتبہ ٹرالی کو پیچھے چھوڑ دیا اور اسے یہ احساس بھی نہیں ہو سکا کہ اس نے زندگو کو پیچھے چھوڑ دیا تھا اور اس کے مرنے کے بعد بھی زندہ تھی۔

(۱۳)

راہداری کے کھلے دروازے سے کمرے کا ایک حصہ نظر آ رہا تھا جہاں کونے میں ایک میز رکھی ہوئی تھی میز پر تابوت رکھا ہوا تھا جو ایک تیرتی ہوئی کشتی کے مانند تھا اور اس کا پتلا نچلا حصہ دروازے کے رُخ پر تھا۔ یہ وہ حصہ تھا جسمیں مُردے کی ٹانگیں تھیں۔ یہ وہی میز تھی جس پر بیٹھ کر بوری آندرے فوج لکھنے پڑھنے کا کام کیا کرتا تھا۔ کمرے میں اور کوئی میز نہیں تھی۔ اس کے مسودات میز کی ایک دراز میں رکھ دیئے گئے اور میز پر تابوت رکھ دیا گیا۔ اس کے سر کے نیچے کئی تکیے لگا دیئے گئے۔ اور اس کا دھڑ تابوت میں اس طرح رکھا تھا جیسے کسی پہاڑی ڈھلوان پر رکھا ہوا ہے۔

اس کے چاروں طرف پھول ہی پھول تھے۔ سفید بجائن کی جھاڑیاں کی جھاڑیاں لگتی ہوئی تھیں جو اس موسم میں مشکل ہی سے ملتی ہیں۔ اور بھی مختلف قسم کے پھول گملوں اور ٹوکریوں میں رکھے ہوئے تھے۔ پھولوں کے ڈھیر کی وجہ سے کھڑکیوں سے آنے والی روشنی چھپ گئی اور سورج کی ننھی ننھی شعاعیں پھولوں کے ڈھیر میں چھن چھن کر لاش کے موٹی چہرے اور ہاتھوں پر اور تابوت پر پڑ رہی تھیں۔ میز پر پتیوں اور ٹہنیوں کے سائے پڑ رہے تھے جیسے وہ ابھی ابھی ہلنے بند ہوئے ہیں۔

مُردے کو جلانے کا طریقہ اس وقت تک عام ہو چکا تھا۔ بچوں کو نیشن ملنے اور ان کی تعلیم کا بندوبست ہونے اور ڈاک خانہ میں میز بنانے کی ملازمت قائم رکھنے کے خیال سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ گرجا میں مذہبی رسومات ادا نہ کی جائیں بلکہ صرف شہری طریقہ پر لاش کو جلایا جائے متعلقہ حکام کو اطلاع کر دی گئی اور ان کے نمائندے وہاں پہنچنے والے تھے۔

وقفہ میں کمرہ خالی معلوم ہوتا تھا۔ اس جگہ کی طرح جو ایک کرایہ دار کے جانے کے بعد اور دوسرے کرایہ دار کے آنے سے قبل کے درمیانی وقفہ میں خالی ہوتی ہے۔ یہ سکوت صرف تعزیت کرنے والوں کے چلے پھرنے سے ٹوٹتا تھا جو مُردے سے رخصت ہونے کے لئے پنجوں کے بل چلتے ہوئے اندر داخل

ہوتے تھے۔ ان لوگوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی لیکن پھر بھی توقع سے کہیں زیادہ تھی۔ ایک تقریباً غیر معروف شخص کی موت کی خبر حیرت انگیز طریقہ پر بہت تیزی سے پھیل گئی۔ آنے والوں میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو اس کی زندگی میں مختلف اوقات میں اس کے واقف رہ چکے تھے۔ اگرچہ وہ بعد میں ان سے دور چلا گیا اور انھیں بھول گیا تھا۔ اس کی شاعری اور رسائینی کامل کی وجہ سے ایسے نامعلوم دوست بھی بہت زیادہ تعداد میں آئے جو اس سے کبھی نہیں ملے تھے لیکن جو اس میں ہمیشہ سے دلچسپی تھی اور جو اب پہلی اور آخری مرتبہ اس سے ملنے کے لئے آئے تھے۔ ان اوقات میں جبکہ خاموشی کسی تقریب کے بغیر پریشان کن بن جاتی صرف پھول ہی رسوم اور دعاؤں کی کمی پوری کر رہے تھے۔ وہ صرف پھول ہی نہیں لے تھے اور بھینی بھینی خوشبو ہی نہیں دے رہے تھے۔ دراصل خاک میں ملنے کی جلدی میں وہ اس طرح خوشبو دے رہے تھے جیسا کہ گرجا گھر میں عبادت کے وقت ہوتا ہے۔ انھوں نے ہر چیز کو ہلکا کر رکھا تھا جیسے وہ مُردوں کے حساب کتاب کا کام انجام دے رہے ہوں۔

نباتات کی دُنیا کے بارے میں آسانی سے یہ خیال کیا جا سکتا ہے وہ موت کی دنیا سے سب سے زیادہ نزدیک ہوتی ہے۔ غالباً تخلیق کے راز اور زندگی کی پہیلیاں جو ہمیں اس قدر حیران کرتی ہیں زمین سے آنے والے سبزے میں موجود ہوتی ہیں۔ درختوں میں اور پھولوں میں جو قبرستانوں میں اُگتے ہیں۔ میری میگڈالین نے یسوع مسیح کو قبر سے اٹھتے وقت نہیں پہچانا" اس نے خیال کیا کہ یسوع مسیح کوئی مالی تھے۔"

(۱۴)

جب بوری آمذے وتح کی لاش کیمبرا سٹریٹ کے فلیٹ میں لے جائی گئی (اس کا بھی آخری پتہ جیرٹ میں درج تھا) تو اسکے دوست جنھیں اسکی موت کی اطلاع دیدی گئی تھی اور جو اس سے بہت زیادہ تناسب تھے کھلے ہوئے دروازے سے داخل ہوئے اور میریا کو بھی ساتھ لائے۔ جو صدمہ اور رنج سے نیم پاگل ہو رہی تھی وہ فرش پر گر پڑی اور اپنا سر بال کرے میں رکھے ہوئے لکڑی کے بڑے صندوق پر مارنے لگی۔ تابوت کے آنے تک (جو کا پہلے ہی آرڈر دیا جا چکا تھا) لاش اس کے اندر رکھدی گئی تھی اور رہائشی کمرہ کو ٹھیک کر دیا گیا تھا۔ اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، کبھی وہ بڑبڑانے لگتی تھی، کبھی چیخ چیخ کر رونے لگتی تھی۔ الفاظ اس کے حلق میں پھنسنے لگتے تھے اور پھر وہ نڈھال سے ہو کر رونے لگتی تھی۔ وہ کسان عورتوں کی طرح بہت زیادہ بین کر رہی تھی اور ایسا کرتے ہوئے اسے اجنبیوں کی موجودگی تک کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ لاش سے چمٹ گئی اور جب اسے کمرے میں

لیجا کر نہلانے اور تابوت میں رکھنے کا وقت آیا تو اسے مشکل ہی سے کاش سے جدا کیا جا سکا۔ یہ ایک روز قبل ہوا تھا۔ آج اس کے صدمہ کی شدت میں کمی ہو گئی تھی اور اسے تکان کی وجہ سے چپ لگ گئی تھی۔ وہ خاموش بیٹھی تھی اگرچہ اب بھی اسے خود اپنی حالت اور ماحول کا پورا احساس نہیں تھا۔

اس نے گذشتہ دن، باقی وقت اور ساری رات یہیں گذاری تھی اور کمرہ چھوڑ کر نہیں گئی تھی۔ بچے کو دودھ پلوانے کے لئے یہیں لایا گیا تھا اور کاپکا اور اسکی نوجوان نرس یہیں آئی تھیں اور چلی گئی تھیں۔

اس کے دوست گورڈن اور ورووف بھی اس کے ساتھ تھے اور صدمہ کی وجہ سے انھیں بھی چپ لگ گئی تھی۔ اس کا باپ مارکل بیچ پر اس کے قریب بیٹھ جاتا تھا اور روتا تھا اور زور زور سے اپنے رومال سے ناک صاف کرتا تھا۔ اس کی ماں اور بہن روتی ہوئی آئیں اور چلی گئیں۔

لیکن مجمع میں دو افراد۔ ایک مرد اور ایک عورت ایسے بھی تھے جو سب سے نمایاں تھے۔ انھوں نے دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں مرحوم سے زیادہ قریبی تعلق کا دعویٰ نہیں کیا۔ انھوں نے رنج و غم کے اظہار میں میتر نیا اس کی لڑکیوں یا اس کے دوستوں کا مقابلہ نہیں کیا۔ لیکن اگرچہ انھوں نے خود کوئی دعویٰ نہیں کیا لیکن یہ مسلّم بات تھی کہ انھیں مردہ شخص پر خصوصی حقوق حاصل تھے اور کسی شخص نے ان کے اس اختیار کو چیلنج نہیں کیا جو انھوں نے ظاہر کئے بغیر حاصل کر لیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے بظاہر جنازہ کی تیاری کا انتظام خود سنبھال لیا تھا اور انھوں نے شروع ہی سے انتہائی صبر کے ساتھ ہر کام کیا تھا جیسے کہ اس سے انھیں اطمینان حاصل ہوتا ہو۔ ان کا سکون و اطمینان قابل تعریف تھا اور اس سے ایک حیرت انگیز بات پیدا ہوتا تھا۔ جیسے وہ نہ صرف جنازے بلکہ موت کے بھی ذمہ دار ہوں۔ اس اعتبار سے نہیں کہ وہی براہ راست یا بالواسطہ اس کا سبب بنے ہوں بلکہ ایسے لوگوں کی طرح جنھوں نے موت واقع ہو جانے کے بعد اپنی منفرد دیدہ دلیری سے قبول کر لیا ہو اور اسے زوال کی کہانی کا سب سے اہم واقعہ نہ سمجھتے ہوں۔ تعزیت کرنے والوں میں سے بہت کم لوگ انھیں جانتے تھے کچھ لوگوں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کون تھے لیکن زیادہ تر لوگوں کو کوئی اندازہ نہیں تھا۔

لیکن پھر بھی جب کبھی یہ آدمی جس کی چھوٹی چھوٹی تیز غیر آنکھوں سے نہ صرف تجسس جھلکتا تھا بلکہ وہ دوسروں میں بھی تجسس پیدا کرتی تھیں۔ اس حسین عورت کے ساتھ کمرے میں داخل ہوتا تھا تو وہ سب کے سب جن میں میتر نیا بھی شامل تھی ایکدم بغیر کسی اعتراض کے دیوار سے لگے ہوئے اسٹولوں اور کرسیوں

جہاں بھی وہ بیٹھے ہوتے تھے اپنی اپنی جگہوں سے اُٹھ کر باہر چلے جاتے تھے جیسے کہ وہ باہمی مشورے سے ایسا کرتے ہوں۔ اور باہر رابداری یا ہال میں جمع ہو جاتے تھے۔ اس طرح وہ ان دونوں کو نیم اور دراز کے جیسے تنہا چھوڑ دیتے تھے وہ مایوں کی طرح جو خاموشی سے اور کسی مداخلت کے بغیر خانے کی تیاری کے سلسلہ میں کوئی انتہائی اہم کام کرنا چاہتے ہوں۔

اب بھی ایسا ہی ہوا۔ وہ دونوں تنہا رہ گئے تھے۔ دونوں دیوار کے قریب دو کرسیوں پر بیٹھ گئے اور فوراً باتیں کرنے لگے۔

"تم نے کیا معلوم کیا۔ ایوگراف آندرے وتچ؟"

"لاکش آج رات بھوٹکی جائیگی۔ ابھی آدھ گھنٹہ میں میڈیکل بورڈ کے ڈیوٹی کے لوگ آئیں گے اور اس کیلئے کلب لے جائیں گے۔ شہری تدفین کی تقریب چار بجے ہوگی۔ اس کا ایک کاغذ بھی ٹھیک نہیں تھا اسکی ورک بک پرانی ہو چکی تھی اس کا ایک پرانا یونین کا کارڈ تھا جسے نئے کارڈ سے تبدیل نہیں کرایا اور اس کے واجبات کئی سال سے ادا نہیں کئے گئے۔ یہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک کرنا تھا۔ یہی وجہ تھی جو مجھے اتنی دیر لگی۔ قبل اس کے کہ وہ اسے لے جائیں۔ اور وہ جلد ہی لے جائیں گے۔ ہمیں تیار ہو جانا چاہئے جیسا کہ تم نے کہا تھا میں تمہیں یہاں پر تنہا چھوڑ دوں گا۔ معاف کرنا شاید ٹیلیفون ہے۔ میں ابھی ایک منٹ میں آتا ہوں۔"

ایوگراف باہر رابداری میں چلا گیا جہاں ڈاکٹر کے ساتھی۔ اس کے اسکول کے دوست ہسپتال کے عملے کے جونیئر ممبر اور ناشرین جمع تھے۔ تیرنیا کے دونوں ہاتھ اس کے بچوں کے گرد لپٹے ہوئے تھے اور اس نے انہیں اپنے کوٹ میں چھپا رکھا جو اس نے اپنے کندھوں پر ڈال لیا تھا۔ (اس روز سردی تھی) اور وہ لکڑی کی بنچ کے سرے پر اندر کمرے میں جانے کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ اس شخص کی طرح جو حیل بیں کی تیدی سے ملنے جاتا ہے اور پہرے دار کی اجازت ملنے تک باہر انتظار کرتا ہے رابداری اور ہال میں ضرورت کے زیادہ مجمع تھا۔ صدر دروازہ کھلا ہوا تھا اور سہمت سے لوگ باہر کھڑے تھے یا سگریٹ پیتے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ دوسرے لوگ نچلی منزل کو جانے والے زینہ کی سیڑھیوں پر کھڑے باتیں کر رہے تھے اور وہ زینہ پر جتنے زیادہ نیچے یا مرکز سے جتنے زیادہ قریب تھے اسی قدر زور زور سے باتیں کرتے تھے۔

دبے ہوئے شور میں سننے کی کوشش اور سر پر ہاتھ رکھ کر دبی ہوئی آواز میں بات کرتے ہوئے

یگراف نے ٹیلیفون پر جنازے کے انتظامات اور ڈاکٹر کی موت کے واقعہ کے بارے میں سوالات کے جواب دیئے۔ پھر وہ اندر کمرے میں چلا گیا اور وہ دونوں سرگوشیاں کرنے لگے۔

"لاریبا لیونورووِنا؟ مہربانی کرکے لاکش کو ٹھکانے لگانے کے بعد غائب نہ ہو جانا۔ میں نہیں جانتا کہ تم کہاں ٹھیری ہوئی ہو مجھے بتائے بغیر نہ جانا۔ مجھے تم سے ایک درخواست کرنی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ کل یا پرسوں۔ اپنے بھائی کے کاغذات چھانٹنے شروع کر دوں مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہوگی۔ تم اس کے بارے میں بہت زیادہ جانتی ہو۔ غالباً سب سے زیادہ۔ تم نے اسٹاکہ تم ارکسک سے دو روز قبل ہی آئی ہو اور زیادہ عرصہ کے لئے نہیں اور یہ کہ تم یہاں کسی اور وجہ سے آئی تھیں۔ تمہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ گذشتہ مہینوں میں میرا بھائی یہاں رہا کرتا تھا یا یہ کہ وہ کیا قاتم نے جو کچھ کہا وہ سب میری سمجھ میں نہیں آیا اور میں تم سے اسکی وضاحت کرنے کو بھی نہیں کہہ رہا ہوں۔ لیکن مہربانی کرکے اپنا پتہ مجھے دیئے بغیر مت چلی جانا۔ بہتر تو یہ ہوگا کہ آج ہم یہ چند روز جو اغذات کو چھانٹنے میں لگیں گے اسی کمرے میں گذاریں یا کم از کم اس کے نزدیک ہی اس مکان کے دوسرے دو کمروں میں۔ اس کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ میں منیجر کو جانتا ہوں:

"تم کہتے ہو کہ تم میری بات نہیں سمجھے۔ اس میں سمجھنے کی کیا بات ہے؟ میں ماسکو پہنچی۔ اسٹیشن پر اپنا سامان چھوڑا۔ اور ماسکو کی چند پرانی سڑکوں پر ٹہلنے نکل گئی۔ شہر کے اس حصہ کو میں نہیں پہچان سکی کیونکہ میں اتنا زیادہ عرصہ باہر رہی ہوں۔ خیر میں ٹہلتی رہی، ٹہلتی رہی۔ کزنسکی موسٹ اور کزنسکی بریولک پر اور اچانک میں نے ایک انتہائی مانوس جگہ دیکھی۔ کیمرگراسٹریٹ۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں میرا شوہر انتیپوف۔ جسے گولی مار دی گئی ہے۔ ایک طالب علم کی حیثیت سے رہا کرتا تھا۔ اس مکان میں اوپری کمرے میں جہاں تم اور میں اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا، اندر جا کر دیکھوں۔ ہو سکتا ہے پرانے کرایہ دار ابھی تک وہاں موجود ہوں۔ میں ان سے ملوں گی۔ سمجھ گئے؟ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ سب کچھ بدل چکا ہے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص ان کے ناموں تک سے واقف نہیں ہے۔ مجھے یہ بات بعد تک معلوم نہیں ہو سکی۔ اس کے اگلے روز اور آج۔ رفتہ رفتہ لوگوں سے دریافت کرنے پر۔ لیکن تم تو موجود ہی تھے۔ پھر آخر میں تمہیں یہ کیوں بتا رہی ہوں۔ میں حیرت زدہ رہ گئی۔ کھلا ہوا دروازہ ہر طرف لوگ بھرے ہوئے۔ کمرے میں ایک تابوت۔ ایک مردہ آدمی۔ یہ کون ہے؟ میں اندر آئی۔ میں

اوپر چڑھی اور دیکھا۔ میں نے سوچا کہ شاید میرا ذہن ماؤف ہو گیا ہے۔ لیکن تم یہاں موجود تھے تم نے مجھے دیکھ لیا تھا۔ دیکھا تھا نا؟ پھر میں تم سے کیوں کہہ رہی ہوں۔؟

"ایک منٹ مسٹر۔ لاریسا فیودروونا مجھے کچھ کہنا ہے۔ میں پہلے ہی تمھیں بتا چکا ہوں کہ نہ تو میرے بھائی کو اور نہ مجھے کبھی یہ شبہ ہوا کہ اس کمرے کے متعلق کوئی غیر معمولی بات ہو سکتی تھی ــــ مثال کے طور پر یہ کہ کسی زمانہ میں اینتی پوف یہاں رہتا تھا لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات وہ ہے جو تم نے ابھی بتائی۔ میں تمھیں ابھی بتاتا ہوں۔ اینتی پوف اسٹریلنکوف کے متعلق خانہ جنگی کے ابتدائی دور میں۔ میں کافی سنا کرتا تھا۔ تقریباً ہر روز اور دو یا تین مرتبہ میں اس سے ملا بھی تھا لیکن مجھے کبھی یہ خیال بھی نہیں ہوا کہ خاندانی تعلق کی بنا پر اس کا نام میرے لئے اتنا اہم بن جائے گا۔ لیکن معاف کرنا۔ ہو سکتا ہے کہ میں نے تمھاری بات غلط سنی ہو۔ میں سمجھا کہ تم نے کہا تھا۔ تمھاری زبان ضرور بہک گئی ہوگی۔ کہ اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ تمھیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس نے خود اپنے آپ گولی ماری تھی۔؟

"ہاں، میں نے یہ روایت بھی سنی ہے۔ لیکن میں اس پر یقین نہیں کرتی۔ پاول پاولووچ ایسا آدمی نہیں تھا جو خودکشی کر لیتا"

"لیکن یہ بالکل صحیح ہے۔ اینتی پوف نے اپنے آپ اس مکان میں گولی ماری تھی جہاں میرے بھائی نے بتایا تھا کہ تم ولادی وامسٹک جانے سے قبل رہا کرتی تھیں۔ یہ واقعہ تمھارے جانے کے فوراً بعد ہی پیش آیا۔ اسکی لاش میرے بھائی کو ملی تھی۔ اس نے اسے دفن کیا تھا۔ تمھیں یہ سب کچھ کیوں نہیں بتایا گیا؟"

"مجھے تو بالکل مختلف بات بتائی گئی تھی ــــ اچھا۔ تو یہ بات واقعی صحیح ہے کہ اس نے خود گولی ماری تھی؟ لوگوں نے یہی کہا تھا لیکن میں نے اس پر یقین نہیں کیا۔ اور اسی مکان میں؟ یہ بات ممکن نہیں معلوم ہوتی۔ یہ تفصیل میرے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ میرے خیال میں تم نہیں جانتے کہ آیا کبھی اسکی اور زواگو کی ملاقات بھی ہوئی تھی یا نہیں سنا یہ ایک دوسرے کو جانتے بھی تھے یا نہیں؟"

"یوری نے جو کچھ مجھے بتایا تھا۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں کی طویل گفتگو ہوئی تھی۔"

"کیا یہ ممکن ہے۔ خیر خدا کا شکر ہے، خدا کا شکر ہے یہ بہتر ہی ہوا۔ اینتی پوف نے اپنے سینہ پر

صلیب کا نشان بنایا۔ کسقدر غیر معمولی اتفاق ـــــ جیسے یہ پہلے ہی سے مقدر ہو چکا ہو! کیا تم مجھے پھر یہ ذکر چھیڑنے دو گے اور بعد میں اسکے متعلق یہ دریافت کرو گے؟ اسکی تمام تفصیل مجھے بے حد عزیز ہے لیکن اس کا یہ وقت نہیں۔ تمھارا کیا خیال ہے؟ میں ابھی ایسا نہیں کر سکتی میں بہت پریشان ہوں، میں کچھ دیر خاموش رہوں گی۔ میں آرام کروں گی اور اپنے خیالات مجتمع کروں گی۔ تمھارا کیا خیال ہے؟

"ضرور! ضرور!"

"کیا تمھارا واقعی خیال نہیں ہے؟"

"ہاں۔ ہاں قدرتی طور پر۔"

"ارے، ہاں۔ میں تو بھول ہی گئی تھی۔ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ لاش جلائے جانے کے بعد میں چلی جاؤں۔ اچھا ٹھیک ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔ میں غائب نہیں ہوں گی۔ میں یہیں واپس آؤں گی جہاں بھی تم مجھ سے ٹھیرنے کو کہو گے وہیں اس وقت تک ٹھیروں گی جب تک ضرورت ہوگی۔ ہم تو دیکھ چکا کا غذات دیکھیں گے۔ میں تمھاری مدد کروں گی۔ یہ صحیح ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں کچھ کام آسکوں۔ اس سے مجھے بہت آرام ملے گا۔ میں اسکی تحریر سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ اس کے ہر نوک پلک سے میرے دل پر نقش ہے۔ میرے خون میں حل ہو چکی ہے۔ اور پھر تم جانتے ہو۔ میں بھی تم سے کہنا چاہتی ہوں۔ مجھے بھی تمھاری مدد کی ضرورت ہوگی کیا میں نے یہ نہیں سنا تھا کہ تم ایک وکیل ہو؟ بہرحال، تم تمام موجودہ طریقوں اور قاعدوں سے واقف ہو۔ اور ایک بات اور ہے۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ کچھ معلومات حاصل کرنے کے لئے حکومت کے کسی محکمہ کو درخواست دینی چاہیئے۔ بہت سے لوگ ایسی باتیں بتا سکتے ہیں۔ تمھارا کیا خیال ہے؟ مجھے ایک نہایت خطرناک معاملہ میں تمھارے مدد کی ضرورت ہوگی۔ ایسا معاملہ جو واقعی بہت خطرناک ہے۔ یہ ایک بچے کے متعلق ہے۔ لیکن اس کے متعلق بعد میں بات کریں گے۔ جب ہم لاش کو ٹھکانے لگا کر واپس آئیں گے۔ اپنی تمام عمر مجھے اس کی تلاش کرنی پڑی ہے۔ مجھے بتاؤ۔ فرض کرو کسی مفروضہ معاملہ میں کسی بچے کا پتہ لگانا ضروری ہو۔ ایسے بچے کا جسے اجنبیوں کو دیدیا گیا ہو۔ تاکہ وہ اسکی پرورش کر سکیں۔ تو کیا کوئی ایسا مرکزی ادارہ ہے جس سے ملک بھر کے تمام بچوں کے مرکزوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکیں؟ اور کیا تمام لاوارث آوارہ بچوں کا کوئی ریکارڈ رہتا ہے۔ کیا کبھی ایسا کیا گیا ہے یا کرنے کی کوشش کی گئی ہے؟ نہیں مہربانی

کرکے اکیلے مجھے مت بتاؤ۔ ہم اس کے متعلق مجھ میں بات کریں گے۔ میں بہت زیادہ سہمی ہوئی ہوں۔ زندگی ہم
قدر خوفناک ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟ بعد کی بات مجھے معلوم نہیں۔ جب میری لڑکی یہاں میرے پاس
آجائیگی لیکن فی الحال میں اسمیں کوئی بُرائی نہیں سمجھتی کہ میں اس فلیٹ میں رہوں۔ کاتیا اپنے اندر موسیقی
اداکاری کی بہت زیادہ صلاحیتیں رکھتی ہے۔ وہ لوگوں کی بہترین نقل اتار سکتی ہے اور وہ ان تمام مناظر کی
ایکٹنگ کرتی ہے جو وہ خود تیار کرتی ہے اور آپیرا کی مکمل موسیقی گا سکتی ہے۔ وہ اعلیٰ صلاحیتوں کی
لڑکی ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟ میں چاہتی ہوں کہ وہ ڈرامہ اسکول یا کنزرویٹری کی جونیئر کلاسوں میں
داخلہ لے لے۔ جہاں بھی ہو سکے۔ اور مجھے وظیفہ کے لئے بھی درخواست دینی چاہیئے۔ دراصل اسوقت
میرے آنے کی یہی وجہ ہے، تاکہ اس کا انتظام کر سکوں۔ جب میں اس کا بندوبست کر دونگی تو واپس چلی
جاؤں گی۔ حالات بہت زیادہ پیچیدہ ہیں۔ کیا تمھارا یہ خیال نہیں ہے کہ کسی چیز کی وضاحت نہیں کیجائے
لیکن ہم اسکے متعلق بعد میں بات کرینگے۔ اب میں ذرا دیر خاموش رہوں گی اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش
کروں گی۔ میں خاموش رہ کر اپنے خیالات مجتمع کرنے کی اور اپنی پریشانیوں کو بھولنے کی کوشش کرونگی۔
علاوہ ہم نے یوری کے دوستوں کو کافی دیر سے کمرے سے باہر کھڑا رکھا ہے۔ دو مرتبہ مجھے ایسا خیال ہوا جیسے
کوئی کھٹکھٹا رہا ہو۔ اور باہر کچھ ہو رہا ہے۔ غالباً میت کا انتظام کرنے والے آگئے ہیں۔ میں کچھ دیر یہیں بیٹھوں گی
بیٹھوں گی لیکن بہتر ہوگا کہ تم دروازہ کھول دو اور ان لوگوں کو اندر آنے دو۔ اب وقت ہو گیا ہے۔
بیٹرو بھیڑو یہاں تابوت کے پاس ایک اسٹول ہونا چاہیئے۔ ورنہ لوگ پورے چرچ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ سیرے
پنجوں کے بل کھڑے ہو کر اسے دیکھنے کی کوشش کی لیکن یہ بہت مشکل کام ہے اور میتیرشیا اکیلو دنا اور
بچوں کو اس کی ضرورت ہوگی۔ اسکے علاوہ ہمارے مذہب میں بھی کہا گیا ہے۔" اور تم مجھے آخری بوسہ دوگے
اوہ۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ سب کتنا وحشت ناک ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟

"میں ان لوگوں کو اندر بلائے لیتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے ایک بات کرنی چاہتا ہوں۔ تم نے
بہت سی باتیں کہیں اور ایسے سوالات اٹھائے ہیں جو تمھارے لئے تکلیف دہ ہیں۔ میں نہیں جانتا
کہ تم سے کیا کہوں لیکن میں تمھیں ایک بات بتانی چاہتا ہوں۔ تم ہر معاملہ میں میری امداد پر بھروسہ کر سکتی ہو
میں نہایت خوشی سے اور دل سے تمھیں اپنی امداد کی پیشکش کرتا ہوں۔ اور یاد رکھو، تمھیں ہرگز کسی حالت میں
بھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ مصیبت کے وقت ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم امید قائم رکھیں اور اپنا فرض

انجام دیں۔ اگر ہم کچھ نہ کریں اور مایوس ہو کر بیٹھ جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ اب میں تعزیت کے لئے آنے والوں کو اندر بلاتا ہوں۔ تم اسٹول کے بارے میں ٹھیک کہتی ہو۔ میں اسٹول لاتا ہوں۔"

لیکن اینی تو اب کچھ نہیں سن رہی تھی۔ اس نے اسے دروازہ کھولتے یا لوگوں کو راہداری میں سے اندر آتے نہیں سنا اور نہ اس نے وہ ہدایات سنیں جو اس نے میت کا انتظام کرنے والوں اور تعزیت کے لئے آنے والے خاص خاص لوگوں کو دی تھیں۔ اس نے نہ تو لوگوں کو چلتے پھرتے سنا اور نہ میریا کی سسکیاں اسے سنائی دیں۔ اس نے نہ تو مردوں کی کھانسی سنی اور نہ عورتوں کی چیخیں۔ نہ ختم ہونے والی اور اکتا دینے والی آوازوں اور شور سے اس کا سر چکرانے لگا۔ اس نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ وہ بیہوش نہ ہو جائے۔ اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا اور سر میں درد ہو رہا تھا۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا اور یادوں اور خیالات میں گم ہو گئی۔ وہ ان میں کھو گئی، غرق ہو گئی جیسے وہ وقتی طور پر، چند گھنٹوں کے لئے ایک ایسے مستقبل میں پہنچ گئی ہو جسے دیکھنے کے لئے شاید وہ زندہ بھی نہ رہ سکے۔ ایسا مستقبل جس نے اسے وقت سے پہلے بوڑھا بنا دیا تھا۔ ایسا مستقبل جس میں وہ ایک بوڑھی عورت معلوم ہوتی تھی اپنے ان خیالات میں اسکی پریشانی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔

"کوئی باقی نہیں رہا۔ ایک مر گیا۔ دوسرے نے خودکشی کر لی۔ اور زندہ صرف وہی رہ گیا ہے۔ جسے مر جانا چاہیئے تھا۔ جسے میں نے ہلاک کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہی۔ وہ اجنبی جس کی کوئی بات مجھ سے مشترک نہیں ہے۔ وہ ناکارہ شخص جس نے میری زندگی کو میرے علم کے بغیر گرہوں کا مجموعہ بنایا اور وہ جنگلی جانور ایشیا کے پراسرار علاقوں میں گھوم رہا ہے جن سے عام لوگ واقف نہیں ہیں۔ جو لوگ مجھے عزیز تھے اور جن کی مجھے ضرورت تھی ان میں سے ایک بھی باقی نہیں بچا۔ آہ۔ کرسمس کا زمانہ تھا اور میں اس بے ہودگی کے خلاف کوئی مالا پہننے کے لئے روانہ ہوئی تھی جب اسی کرسمس میں۔ جہاں اس وقت صرف ایک موم بتی جل رہی تھی پاشا سے میری باتیں ہوئی تھیں جو اس وقت ایک کم عمر لڑکا ہی تھا اور آج اسکی لاش سے سب لوگ۔ اس وقت رخصت ہو رہے ہیں اس وقت تک میری زندگی میں داخل نہیں ہوا تھا۔"

اس نے اپنے ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کی کہ اس کرسمس کے موقعہ پر پاشا سے

اس کی کیا بات چیت ہوئی تھی لیکن اسے سوائے اسکے اور کچھ یاد نہیں آسکا کہ کھڑکی کی چوکھٹ پر موم بتی جل رہی تھی اور اس کا پگھلا ہوا موم شیشہ پر جم رہا تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ یوری نے جس کی لاش میز پر رکھی ہوئی تھی۔ ادھر سے گاڑی میں گذرتے ہوئے موم بتی دیکھی تھی اور یہ کہ جب اس نے سڑک پر سے اسکی روشنی دیکھی تھی اسی وقت سے (میز پر ایک موم بتی جل رہی تھی، ایک موم بتی جل رہی تھی۔) اس کی زندگی نے یہ ناگزیر سمت اختیار کر لیا تھا؟

اسکے خیالات منتشر ہو گئے۔ اس نے سوچا لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ اسکی آخری رسوم گرجا میں نہیں ادا کی جا رہی ہیں۔ تدفین کی مذہبی رسوم کتنی شاندار ہوتی ہیں، کچھ لوگ مرتے وقت اسکے اتنے مستحق بھی نہیں ہوتے لیکن یوری نے اپنے معاملات میں اس رسوم کی ادائیگی نہایت موزوں و مناسب ہوتی وہ ان سب چیزوں کا مستحق تھا کہ اسکی "قبر پر گریہ و زاری کو عبادت الٰہی کا درجہ دیا جائے۔"

اب اس نے فخر و اطمینان محسوس کیا جیسا کہ یوری کا خیال آنے پر وہ ہمیشہ محسوس کرتی تھی اور اپنی زندگی کے ان مختصر وقفوں میں بھی جو اس نے اسکے ساتھ گذارے تھے۔ اس وقت بھی وہ آزادی اور بے تعلقی کی اسی فضا میں مسحور تھی جو وہ ہمیشہ پیدا کرتا تھا۔ وہ بے قراری کے ساتھ اپنی کرسی پر سے اٹھی اسے نہ جانے کیا ہو رہا تھا۔ اسے وہ خود بھی نہیں سمجھ سکتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ صرف چند لمحات کے لئے یوری کی مدد سے ان صدموں سے آزاد ہو جائے جنھوں نے اسے گھیر رکھا تھا اور پھر ایک مرتبہ آزادی کی مسرت محسوس کرنے لگے۔ وہ سمجھتی تھی کہ ایسی مسرت اس سے رخصت ہونے کی مسرت ہوگی اور وہ اس وقت حاصل ہوگی جب کہ وہ اس موقعہ پر دل بھر کر اس سے لپٹ کر بغیر کسی مداخلت کے رو سکے گی۔ اس نے گھبرا کر اپنے چاروں طرف مجمع پر نظر ڈالی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا اور آنکھوں میں اس طرح آنسو بھرے ہوئے تھے جیسے کسی معالج چشمے کا شفاف کے قطرے ان میں ٹپکا دیئے ہوں، اور تمام لوگ اٹھ کر چلنے پھرنے لگے۔ اور کمرے سے باہر جانے لگے آخر کار وہ نیم وا دروازے کے پیچھے کمرے میں بالکل تنہا رہ گئی۔ وہ اس میز تک گئی جس پر تابوت رکھا ہوا تھا۔ جلدی سے اپنے سینہ پر صلیب کا نشان بنایا۔ اسٹول پر کھڑی ہوئی جو ایوگراف لے کر آیا تھا۔ لاش پر صلیب کے تین نشان بنائے اور اپنے ہونٹ لاش کی سرد پیشانی اور ہاتھوں پر رکھ دیئے۔ اس نے اپنے اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دیا کہ سرد پیشانی کس قدر چھوٹی سی تھی جیسے کسی کانچ کے اندر دبا ہوا

ہاتھ ہوتا ہے اس نے اسپر بالکل غور نہیں کیا۔ ایک لمحہ تک وہ بالکل ساکت اور خاموش کھڑی رہی وہ نہ تو کچھ سوچ رہی تھی اور نہ سمجھ رہی تھی۔ وہ تابوت اور پھولوں اور لاش پر جھکی ہوئی تھی اور اپنے تمام تر وجود اپنے سر سینے۔ دل اور بازوؤں سے جو اس کے دل کی طرح بڑے تھے انھیں ڈھانکے ہوئے تھی۔

(۱۵)

سسکیوں کو روکنے کی کوشش نے اسکے وجود کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ جب تک ممکن ہو سکا وہ اپنے آنسو روکنے کی کوشش کرتی رہی لیکن کبھی کبھی آنسوؤں کو روکنا اسکی طاقت سے باہر ہو جاتا اور آنسوؤں کا ریلا بُری طرح بہنے لگتا جو اس کے رخساروں اور لمبے سفید ہاتھوں اور تابوت پر بہنے لگتے تھے جس سے وہ لپٹی ہوئی تھی۔

وہ نہ تو کچھ بولی اور نہ کچھ سوچا۔ اس کا ذہن خیالات، تصورات اور حقائق کی آماجگاہ بنا ہوا تھا جس طرح آسمان پر بادل چھائے رہتے ہیں جیسا کہ پہلے بھی اکثر رات کے وقت ان دونوں کی بات چیت کے دوران ہو چکا تھا۔ ان دنوں میں انہی چیزوں سے انھیں مسرت اور آزادی حاصل ہوتی تھی۔ ایک والہانہ باہمی مفاہمت، جذباتی، پُرخلوص اور فوری۔ وہ اس وقت بھی ایک ایسے ہی جذبہ سے معمور تھی، موت کے بارے میں تاریک اور دھندلی سی واقفیت موت کے لئے تیاری ایک ایسی تیاری جس نے اپنی موجودگی کو مایوسی کا تمام احساس ختم کر دیا تھا۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے اس نے بہت زندگیاں گذاری ہوں اور لاتعداد مسرتیں کو کھو چکی ہو اور اس سلسلہ میں اسے اتنے زیادہ دلی تجربات ہوئے ہوں کہ اس وقت اس تابوت کے پاس رہ کر وہ جو کچھ سوچ رہی تھی اور کر رہی تھی وہ قطعی صحیح اور برمحل ہو۔

اوہ۔ کیسی محبت تھی۔ قطعی آزاد بے مثل۔ جو روئے زمین کی ہر شے سے مختلف تھی۔ ان کے خیالات دوسرے لوگوں کے گیتوں کی مانند تھے۔

وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے حالات نے انھیں محبت کرنے پر مجبور نہیں کیا تھا۔ ان کی اس محبت میں جذبات کے شعلوں کی بھڑک نہیں تھی۔ جیسا کہ محبت کے بارے میں غلط طریقہ پر باور کیا جاتا ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے کیونکہ ان کے چاروں طرف ہر چیز یہی چاہتی تھی۔ درخت اور بادل سروں کے اوپر آسمان اور پیروں کے نیچے زمین۔ شاید ان کے چاروں طرف کا ماحول۔ وہ اجنبی لوگ جو انھیں سڑکوں پر ملتے تھے وہ وسیع میدان جو وہ چہل قدمی کرتے وقت

دیکھتے تھے وہ کمرے جن میں وہ رہتے تھے یا ملا کرتے تھے خود ان دونوں سے بھی زیادہ ان کی محبت، مسرت حاصل کرتے تھے۔

آہ۔ یہی تو وہ چیز تھی جس نے انھیں متحد کر دیا تھا اور ایک دوسرے سے اس قدر نزدیک پہنچا دیا تھا! اپنی بے پناہ اور بے پایاں مسرت کے لمحات میں بھی وہ کبھی ہرگز اس زندہ جاوید مسرت کے جذبہ سے ناواقف نہیں رہے تھے جو کائنات کی تخلیق میں پوشیدہ تھا۔ یہ جذبہ کہ وہ خود اس کل کا ایک جز اور کائنات کے حسن کا ایک عنصر تھے۔

کل کے ساتھ یہ ہم آہنگی ان کے لئے زندگی کے سانس کی طرح اہم تھی۔ اور پوری کائنات کے تقا میں انسان کی برتری انسان کی پرستش اور نیاز برداری کو انھوں نے کبھی پسند نہیں کیا تھا۔ ایک سماجی نظام جس کی بنیاد ایک ایسی غلط بنیاد پر رکھی گئی ہو اور اسکا سیاسی پہلو انھیں بالکل اناڑیوں جیسا معلوم ہوتا تھا اور وہ اسے فضول سمجھتے تھے۔

(۱۶)

اور اب اس نے اس سے رخصت چاہی اور اسے روزمرہ کی زبان میں براہ راست مخاطب کیا۔ اسکی باتیں اگرچہ جاندار اور غیر رسمی تھیں لیکن اس دنیا سے الگ تھلگ معلوم ہوتی تھیں۔ قدیم المیہ کے کرداروں اور کرداروں کی بول چال کی طرح۔ شعر و موسیقی کی زبان کی مانند یا اور اظہار خیال کے کسی اور رسمی طریقہ کی مانند اسکی منطق معقولیت پر نہیں بلکہ جذبات پر مبنی تھی۔ وہ بغیر کسی کوشش کے بے تکان بول جا رہی تھی اور اسکی گفتگو کا طنزیہ لہجہ اسکے صدمہ کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ اسکے سادہ اور غیر سنجیدہ الفاظ آنسوؤں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہی آنسوؤں نے اس کے الفاظ کو محبت آمیز اور تیز سرگوشی میں تبدیل کر دیا تھا جیسے گرمیوں کے موسم میں جب کہ تیز ہوا چل رہی ہو بارش سے درختوں کے پتے ریشمی کپڑے کی مانند سرسرانے لگتے ہیں۔

"لیو دچکا! آخر کار ہم دونوں پھر مل گئے اور خدا کو یہی منظور تھا کہ ہم دوبارہ اتنے دردناک حالات میں ایک دوسرے سے ملیں۔ کیا تم اسکی بدقسمتی کا اندازہ کر سکتے ہو! میں نہیں کر سکتی۔ میں نہیں کر سکتی۔ او خدا! میں اپنے آنسو ضبط نہیں کر سکتی۔ ذرا سوچو تو! یہ سب کچھ پھر ہمارے اپنے فاعدے کے

مطابق ہو رہا ہے۔ ہمارے حالات کے مطابق۔ تمھارا اس طرح چلا جانا۔ میرا خاتمہ۔ پھر کوئی بڑی اور ناقابلِ تلافی بات۔ زندگی کا مقصد۔ موت کا راز۔ ذہانت کا سحر۔ غیر آرائشی حسن کا سحر۔ ہاں، ہاں۔ یہی سب کچھ ہمارا تھا۔ لیکن جلی زندگی کی چھوٹی موٹی پریشانیاں بسیارے کی از سرِ نو تشکیل جیسی چیزیں۔ یہ چیزیں نہیں تمھارا شکریہ۔ یہ ہمارے لئے نہیں ہیں۔

"الوداع، میرے عظیم ساتھی۔ میرے عزیز۔ خصمت۔ میری قابلِ فخر ہستی الوداع۔ میرے تیز رفتار اور عمیق دھارے، میں تجھے دن بھر تیز آواز کے ساتھ بہتے دیکھ کر کتنا خوش ہوتی تھی۔ میں اپنے آپ کو تیری سرد لہروں کے سپرد کرنے میں کس قدر مسرت محسوس کرتی تھی۔

"یاد کرو۔ اس دن کو۔ وہاں برف پر ہم نے کس طرح ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا تھا؟ تم نے مجھے کیا دھوکا دیا؟ کیا میں کبھی تمھارے بغیر جا سکتی تھی؟ اوہ۔ میں جانتی ہوں۔ میں جانتی ہوں، تم نے اپنے اوپر جبر کر کے یہ حرکت کی تھی۔ تم نے سوچا تھا کہ اسی میں میری بہتری ہے۔ اور اس کے بعد ہر چیز تباہ ہو گئی اوخدا۔ میں نے وہاں کتنی تکلیفیں اٹھائیں۔ مجھے کن حالات سے گذرنا پڑا! لیکن تم تو اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ اوہ۔ میرے نے کیا کر دیا۔ تیرا۔ میں نے کیا کر دیا؟ میں اتنی بڑی مجرم ہوں کہ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن اس میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ میں تین مہینہ تک ہسپتال میں رہی۔ پورے ایک مہینہ میں بیہوش رہی۔ اور اس وقت سے میری زندگی کرب و اذیت کے سوا اور کچھ نہیں۔ تیرا میری روح کو کوئی سکون حاصل نہیں ہے۔ درد اور ندامت سے میرے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جا رہے ہیں۔ لیکن میں تمھیں سب سے اہم بات تو بتا ہی نہیں رہی۔ میں کہہ بھی نہیں سکتی۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ جب بھی میرا اپنی زندگی کے اس حصہ کی طرف آتی ہوں تو خوف و دہشت کی وجہ سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور تم جانتے ہو۔ مجھے یہ یقین بھی نہیں ہے کہ میرے ہوش و حواس اس بھی صحیح میں یا نہیں۔ لیکن تم دیکھتے ہو۔ میں نے تو سترہ تک گنتی شروع نہیں کی ہے جیسا کہ عام لوگ کرتے ہیں۔ میں اس سے بچ ہی ہوں کیونکہ ایک سترہ سالہ عورت۔ بس پھر تو انتہا ہو جائے گی۔ یہ ناممکن ہے۔ تمھارا بھی یہی خیال ہوگا؟

وہ بولتی رہی اور کرب و اذیت کے عالم میں سسکیاں بھرتی رہی۔ اچانک اس نے حیرت کے ساتھ اپنی نظر اٹھائی اور اپنے چاروں طرف دیکھا۔ لوگ کمرے کے اندر آ گئے تھے اور اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ وہ اسٹول سے نیچے اتری اور لڑکھڑاتی ہوئی اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو ملتی ہوئی جیسے وہ

اپنے آنسو خشک کر رہی ہو۔ تابوت کے پاس سے ہٹ گئی۔

لوگ تابوت کے قریب آئے اور اسے تین کپڑوں پر اٹھا لیا۔ جنازہ کا جلوس روانہ ہو گیا۔

(۱۷)

لاریسا فیودرونا کئی روز تک کیمرگراسٹریٹ میں بیٹھی رہی۔ نواگوکے کاغذات کو چھانٹنے کا کام اس کی مدد سے شروع ہوا۔ لیکن اس کے بغیر ختم ہوا۔ اس نے ایوگراف آندرے وچ سے بھی بات چیت کی اور اسے ایک اہم بات بتائی۔

ایک روز لاریسا فیودرونا باہر گئی۔ اور پھر واپس نہیں پلٹی۔ اسے یقیناً اس وقت اسٹرک پر گرفتار کر لیا گیا ہوگا۔ وہ کوئی نشان چھوڑے بغیر غائب ہو گئی اور غالباً کسی جگہ اسکی موت واقع ہو گئی۔ اور لوگ اسے بھی اس فہرست کے گمنام افراد کی طرح بھول گئے جو بعد میں کہیں گم ہو گئی۔ شمالی علاقہ کے ان لاتعداد مشترکہ یا عورتوں کے نظر بندی کے کیمپوں میں سے کسی ایک کیمپ میں!

حرفِ آخر

گورڈن۔ جسے حال ہی میں ترقی دے کر لفٹننٹ بنا دیا گیا تھا اور میجر ووڈ روف اپنے یونٹ کو واپس جا رہے تھے۔ گورڈن ماسکو میں کسی سرکاری کام کے سلسلے میں گیا تھا اور ووڈ روف تین دن کی رخصت پر تھا یہ ۱۹۴۳ء کے موسم گرما کا ذکر ہے جبکہ روسی فوج نے کرسک کے محاذ پر جرمنوں کا گھیرا توڑ دیا اور اوریل کو آزاد کرا لیا تھا۔ ان دونوں کی ملاقات راستے میں ہوئی تھی اور انھوں نے شرفی میں رات گذاری۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جو اگرچہ مکمل طور پر تو نہیں لیکن بڑی حد تک تباہ ہو چکا تھا اور اس ریگستانی علاقے میں دشمن پسپائی کے بعد اسے نیم تباہ شدہ حالت میں چھوڑ گیا تھا یہاں اب آبادی کا نام نشان نہ تھا۔ ٹوٹے ہوئے پتھروں اور اینٹوں کے ڈھیر میں ان دونوں کو ایک ایسا کھلیان مل گیا جو تباہی سے بچ گیا تھا۔ یہ لوگ رات بسر کرنے کے لئے یہاں ٹھہر گئے۔ سحر سے پہلے تین بجے رات کو ووڈ روف سو گیا لیکن گورڈن کی بے چینی کلبلاہٹ کے باعث وہ پھر اٹھ بیٹھا۔ نرم گھاس میں اس نے ٹہلنا شروع کیا اور اس میں اس طرح لوٹنے لگا جیسے پانی ہو۔ اسکے بعد اس نے کپڑوں کا ایک بنڈل بنایا اور عجیب انداز سے گھاس کے ڈھیر پر چڑھ کر دروازے کی جانب روانہ ہو گیا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟ ابھی بہت سویرا ہے"

"میں دریا پر جا رہا ہوں۔ مجھے کپڑے دھونے ہیں۔

"کیا پاگل ہو۔ ہم آج شام تک تویونٹ میں پہنچ جائینگے۔ لانڈری والی لڑکی تمانیا تم کو بدلنے

کے لئے کپڑے دے دیگا۔ آخر جلدی کیا ہے!

"میں اس وقت تک انتظار نہیں کرنا چاہتا۔ میرے کپڑے پسینے سے شرابور اور سخت گندے ہیں۔ میں کپڑے پانی میں کھنگالوں گا اور انھیں اچھی طرح نچوڑ دوں گا۔ اس گرمی میں کپڑے جلدی سوکھ جائیں گے۔ اس کے بعد نہا کر میں کپڑے بدل لوں گا۔

"یہ تو بہت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ آخر تم تو افسر ہو۔"

"ہاں ابھی بہت سویرا ہے۔ سب لوگ سوئے ہیں۔ میں جھاڑی یا کسی اور چیز کی آڑ میں آجاؤں گا۔ کوئی مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ تم باتیں ختم کرو اور سو رہو۔ ورنہ تمھاری نیند بالکل اُڑ جائے گی۔"

"اس طرح تو میں اب نہیں سو سکتا۔ میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں۔"

وہ دونوں دریا پر گئے۔ سفید پتھروں کی ٹوٹی ہوئی عمارتوں کے پاس سے ہوتے ہوئے یہ لوگ گذرے۔ اگرچہ ابھی سورج نکلا ہی تھا لیکن پتھر گرم ہو چکے تھے۔ لوگ زمین پر پڑے سو رہے تھے کسی زمانے میں یہاں سڑکیں تھیں۔ اب ان پر لوگ دھوپ میں سو رہے تھے۔ پسینہ ان کے جسم سے بہہ رہا تھا۔ ان کے چہرے سرخ تھے اور یہ لوگ خراٹے لے رہے تھے۔ یہ زیادہ تر مقامی افراد تھے جن کے گھر بار تباہ ہو چکے تھے۔ بوڑھے مرد، عورتیں اور بچے نظر آرہے تھے اور ان کے ساتھ سرخ فوج کے جوان بھی سو رہے تھے۔ یہ یونٹ سے بچھڑ کر یہاں رہ گئے تھے اور اب دوبارہ اپنے یونٹ سے جا ملنے کی کوشش کر رہے تھے۔ گورڈن اور دوروف اسکے قریب سے آہستگی سے گذرے تاکہ یہ لوگ جاگ نہ جائیں۔

اپنی آواز بند رکھو ورنہ تم سارے شہر کو جگا دو گے اور مجھے نہانا، دھونا ترک کرنا پڑے گا

لہٰذا دونوں نے گذشتہ شب کی باتیں سرگوشی کے انداز میں دوبارہ شروع کر دیں۔

(۲)

"یہ کونسا دریا ہے؟"

"مجھے تو معلوم نہیں۔ غالباً اس کا نام زوشا ہے۔"

"نہیں یہ زوشا نہیں ہے۔"

"تو پھر مجھے اس کا نام معلوم نہیں۔"

تمھیں معلوم ہو گا کہ یہ سب کچھ زور شاپر ہوا تھا ۔ میرا مطلب ہے کرسٹینا سے'
نہیں مگر دریا پر کافی نیچے جا کر یہ واقعہ ہوا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ گر جانے اب اس کو معاف کر دیا ہے ۔ اخبارات میں اس واقعہ کی جو خبریں آئی تھیں ان کے علاوہ اس کی اور کوئی تفصیل تمھیں معلوم ہے ؟"

"نہیں تو ۔ پہاڑ پتھر کی ایک عمارت ہیں جسے اسٹیبلز کہا جاتا تھا ۔ یہ واقعہ ہوا ۔ یہ ایک بہت بڑی عمارت تھی جس کی دیواریں بڑی چوڑی تھیں ۔ اسے اصطبل کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اب یہ نام تاریخی حیثیت حاصل کر چکا ہے ۔ جرمنوں نے اسے قلعے کے طور پر استعمال کیا ۔ یہ عمارت پہاڑی پر تھی اور یہاں سے پورے ضلع پر گولہ باری ہوتی رہی جس کی وجہ سے ہماری فوجیں آگے نہ بڑھ سکیں اس عمارت کو تباہ کرنا پڑا ۔ کرسٹینا نے نہایت جرأت اور ہمت کا مظاہرہ کیا اور جرمن محافظوں کو قتل کر اس نے اس عمارت کو اڑا دیا ۔ اسے زندہ گرفتار کر کے پھانسی دے دی گئی ۔"

"اسے کرسٹینا اور ٹیوو دا کیوں کہا جاتا ہے ۔ دوروتھی کے نام سے کیوں نہیں پکارا جاتا ؟"

ہماری صرف منگنی ہوئی تھی تمھیں معلوم ہے نا ۔ ہم نے ۱۹۴۱ء کے موسم گرما میں فیصلہ کیا تھا کہ جنگ کے خاتمہ پر شادی کریں گے ۔ اس کے بعد میں باقی فوج کی طرح ادھر ادھر گھومتا رہا ۔ میرے یونٹ کا بار بار تبادلہ ہوا اور اس دوران میں کرسٹینا سے نہ مل سکا ۔ میں اس سے دوبارہ نہ ملا ۔ البتہ دوسرے لوگوں کی طرح میں نے بھی اسکی بہادری کی داستانیں سنیں ۔ اخبارات سے اور فوجی خبروں سے ۔ یہیں کہیں اسکی یادگار تعمیر کی جانے والی ہے ۔ میں نے سنا ہے زوگو ۔۔۔۔ جنرل زوواگو ۔ یوری کے بھائی ۔۔۔ اس ضلع میں اس کے متعلق تفصیلات حاصل کر رہے ہیں ۔"

"مجھے سخت افسوس ہے ۔۔۔ مجھے تم سے اس کے متعلق بات نہیں کرنی چاہیئے تھی ۔ میں نے تم کو تو پریشان کر دیا ۔"

"نہیں ۔ یہ بات نہیں ہے ۔ لیکن میں تم کو روکنا نہیں چاہتا ۔ تم کپڑے اتار کر پانی میں جاؤ ۔ کپڑے وغیرہ دھو لو ۔ میں تو کنارے پر لیٹ کر گھاس کے تنکے منہ میں لونگا اور سوچوں گا ۔ میں تھوڑی دیر سو بھی جاؤں گا ۔"

کچھ عرصے بعد انھوں نے پھر بات چیت شروع کر دی ۔

"تم نے کپڑے دھونا کہاں سیکھا ہے؟"

"ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ ہم بدترین قسم کے کیمپوں میں رکھا گیا۔ ان کیمپوں میں بہت ہی کم لوگ زندہ بچ سکے۔ جب ہم کیمپوں میں لیجائے جا رہے تھے تو ٹرین سے اتر کر ہم نے خود گولیاں چلاتے ہیں پایا۔ دو ریک سنگل تھا۔ پہرہ دار رائفلیں لئے کھڑے تھے جن کی نالیں ہماری طرف تھیں اور ان کے ساتھ کتے تھے۔ اسی وقت دوسرے قیدی بھی لائے گئے۔ اسکے بعد ہمیں پھیلا کر ایک دائرے کی شکل میں اسطرح کھڑا کیا گیا کہ ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ پھر ہم سے جھک جانے کو کہا گیا۔ اور حکم دیا گیا کہ ہم سامنے کی طرف دیکھتے رہیں اور نہ گولی ماردی جائے گی۔ حاضری شروع ہوئی۔ اور یہ سلسلہ کئی گھنٹے تک جاری رہا۔ نہایت تحقیر آمیز سلسلہ۔ اس عرصے میں ہم دو زانو رہے۔ پھر ہم اٹھے اور سوائے ہمارے گروپ کے باقی سب کو روانہ کر دیا گیا۔ ہم سے کہا گیا: "تم لوگوں کو یہاں رہنا ہے۔ یہ تمہارا کیمپ ہے۔ یہ برفانی کھلا ہوا میدان جسکے درمیان ایک چوکی ہے جسپر بورڈ لگا ہوا تھا۔ گلاگ ۹۲ دائی این ۹۰ ــــ کیمپوں کے چیف ڈائرکٹر کا دفتر"۔ وہاں صرف یہی ایک عمارت تھی۔

"ہماری حالت اتنی خراب نہیں تھی۔ ہم خوش قسمت تھے۔ میں اپنی قیدکی دوسری میعاد پوری کر رہا تھا جو پہلی کے بعد شروع ہوئی تھی۔ اسکے بعد مجھے ایک دوسرے قانون کے تحت سیاسی جرائم کے سلسلے میں سزا دی گئی تھی۔ اس لئے اسکے تمام حالات مختلف تھے۔ وہاں سے باہر نکلکر مجھے بحال کر دیا گیا اور میں پہلے کی طرح لیکچر دینے کے لئے دورے کرتا رہا۔ اس کے بعد میں عام قاعدے کیمطابق نصف تنخواہ میں طلب کیا گیا اور تمھاری طرح مجھے قیدیوں کی نگرانی میں نہیں لگایا گیا۔ بلکہ میجر کا باقاعدہ عہدہ دیا گیا۔"

"ہاں تو وہاں سوائے اس چوکی اور نوٹس بورڈ ــــ گلاگ ۹۲ دائی این ۹۰ ــــ کے سوا کچھ نہ تھا ہمیں کہر میں ہاتھوں سے پودے توڑنے کا حکم ملا۔ اور اپنی جھونپڑی بنانے کے لئے لکڑیاں لانے کا حکم دیا گیا۔ آخر کار تم یقین کرو یا نہ کرو ہم نے اپنا کیمپ خود بنایا۔ ہم نے خود اپنا قید خانہ۔ سزا کی کوٹھری۔ پہرہ دار کی چوکی۔ خود اپنے ہاتھوں سے بنائی۔ اسکے بعد ہم نے لکڑیاں کاٹنے کا کام شروع کیا۔ ہم نے درخت گرائے۔ ہم خود لکڑی کھینچ کر لاتے تھے۔ آٹھ آدمی ایک برف کی گاڑی کو کھینچتے تھے۔ اور لکڑی ڈھوتے ہوئے گردن تک برف میں دھنس جاتے تھے۔ عرصہ تک ہم کو یہ پتہ نہیں چل سکا کہ جنگ ہو رہی ہے انھوں نے خبریں ہم سے چھپائے رکھیں۔ اسکے بعد اچانک ہمیں یہ پیشکش کی گئی کہ اگر ہم محاذ کے

لئے اپنی خدمات پیش کریں گے تو ہمیں قیدیوں کی تالیں ہیں رکھا جائے گا اور اگر جنگ میں زندہ بچ رہے تو آزاد کر دیا جائے گا۔ اسکے بعد ہم نے ایک کے بعد دوسرے حملے کا مقابلہ کیا میلوں تک پھیلے ہوئے کانٹے دار تاروں کا مقابلہ کیا جنہیں کرنٹ دوڑا دیا گیا تھا۔ سنگینوں۔ گولوں، اور توپوں کا مقابلہ کیا۔ ہمارے نزدیک موت کا وسترکہا جاتا تھا۔ ایک بار تقریباً اس کا بالکل صفایا ہو گیا۔ میں کیوں اور کس طرح بچ گیا مجھے خود نہیں معلوم اس کے باوجود سوچو تو یہ سب مصائب اور تکالیف کیمپ کی سختیوں کے مقابلے میں کچھ نہ تھیں۔ وہاں کے حالات کے سبب نہیں بلکہ بعض دوسرے اسباب کی بنا پر۔"

"ہاں! تم نے بڑے مصائب جھیلے ہیں۔"

"تم جانتے ہو۔ یہ غیر معمولی بات ہے۔ یہاں قیدی کی حیثیت سے تمہاری زندگی سے موازنہ مقصود نہیں۔ لیکن ۱۹۳۰ء کے تمام واقعات کو دیکھو۔ یونیورسٹی میں نے کتنے آرام سے زندگی گذاری کتابوں، پیسے اور آسائش کے ساتھ۔ جنگ میرے لئے تازہ ہوا کا ایک جھونکا۔ نجات کا ایک ذریعہ اور پاگیزگی کا ایک صوفان بن کر آئی۔"

"میرے خیال میں اجتماعیت غلطی بھی تھی اور ناکامی بھی۔ اور چونکہ اسے لوگوں نے نہیں مانا اسلئے ہر قسم کا دباؤ استعمال کیا گیا تاکہ لوگ سوچنا اور خود فیصلہ کرنا بھول جائیں۔ انکو مجبور کیا گیا کہ وہ ایسی باتوں پر یقین کرنے لگیں جو حقیقت نہیں اور جو کچھ وہ بچشم خود دیکھتے تھے اسپر سے ان کا یقین اُٹھ جائے اسی وجہ سے خفیہ پولیس کے چیف یوزوف کی سختی اور دہشت پسندی کی مثال نہیں ملتی۔ اسلئے ایسا آئین نافذ کیا گیا جس کے نفاذ کا کبھی کوئی ارادہ نہیں رکھا تھا۔ اور انتخابات اس طرح کرائے گئے کہ لوگوں کو ووٹ دینے کے سلسلے میں آزادی نہیں تھی۔ اور جنگ جب شروع ہوئی تو اسکی دہشت، اس کے حقیقی خطرات۔ موت کے خدشات جھوٹ کی انسانی قوت کے سامنے کچھ حقیقت نہ رکھتے تھے، جنگ ان حالات میں ایک سکون کی کیفیت پیدا کرتی تھی کیونکہ اس کے باعث مردہ قوانین کا اثر ختم ہو گیا اسے نہ صرف تم جیسے لوگوں نے محسوس کیا بلکہ قیدیوں کے کیمپ میں بلا امتیاز ہر شخص نے یہ بات محسوس کی۔ محاذ پر اور گھروں میں ہر شخص نے گہرا سانس لیا اور خود کو ان بھیانک، مصائب سے آزاد کرانے والی جدوجہد میں ایک حقیقی خوشی اور وارفتگی کے ساتھ جھونک دیا۔ جنگ انقلابی ادوار کے سیلوں کو ملانے کی ایک عجیب کڑی ہے اور انقلاب کے اسباب کا عمل اسپر اکثر رک جاتا ہے۔ اب ثانوی اسباب

ہمارے سامنے ہیں۔ ہم ایک عمل کے بیچ سے پیدا ہونے والے دوسرے عمل کو دیکھتے ہیں۔ ایک نتیجے سے حاصل ہونے والے دوسرے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ ہمارے سامنے وہ کردار آتے ہیں جو نسبت کی چوٹ کھائے ہوئے ہیں۔ جنھیں زمانے نے بگاڑا نہیں ہے۔ جو بہادر ہیں اور عظیم۔ بے مثل کارنامے انجام دینے کو تیار ہیں۔ یہ حیرت انگیز اور شاندار صلاحیتیں اس نسل کے اخلاقی نشوونما کا نتیجہ ہیں۔ میں ان باتوں کو دیکھ کر خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ کرسٹینا کی شہادت اپنی سپاہی اور اپنے زخموں کے باوجود۔ جنگ کی زبردست قیمت خون سے ادا کرنے کے باوجود میں خوش ہوں۔ اور لیتووا نے اپنی قربانی دے کر جو مثال قائم کی ہے اسکے باعث اور خود ہماری اپنی زندگیوں کی بدولت میں اس کا صدمہ برداشت کر رہا ہوں۔ میں اس وقت یہ کیا جب تم وہ مظالم سہہ رہے تھے۔ اسکے فوراً بعد کرسٹینا نے تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ میں نے اسکو پڑھایا۔ میں نے اس سے بہت پہلے یہ بھانپ لیا تھا کہ وہ بڑی ہوشیار لڑکی ہے وہ اس وقت بھی تھی اور میں جیل میں اپنی قید کی پہلی میعاد بھگت رہا تھا۔ تمھیں یاد ہے۔ یوری اسوقت زندہ تھا۔ میں نے تم دونوں کو بتایا تھا۔ اسکے بعد وہ میرے شاگردوں میں سے ایک تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب طلبا کے لئے اساتذہ پر تنقید کا رواج شروع ہی ہوا تھا۔ کرسٹینا میری سخت ترین نقاد بن گئی۔ نہ معلوم میں نے اسکو ناراض کرنے کے لئے کیا بات کی تھی؟ وہ اس قدر غیر منصفانہ اور جابرانہ رویہ اختیار کر لیتی کہ بعض اوقات دوسرے طلبا میری حمایت کرتے اور احتجاج کرنے لگتے تھے وہ بڑی خوش مذاق تھی اور میرا مذاق طلبا کے اس اخبار میں اڑایا کرتی تھی جو شائع ہونے کے بعد دیواروں پر چسپاں کیا جاتا تھا۔ وہ مجھے ایسے فرضی نام سے اس میں یاد کرتی تھی کہ ہر شخص سمجھ لیتا تھا کہ اسکی مراد کس سے ہے۔ اور آخر ایک حادثے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اس کی یہ ناراضگی دراصل میرے لئے اس کی محبت کو چھپائے ہوئے ہے۔ ایسی گہری اور لافانی محبت کو جسے وہ عرصے سے محسوس کر رہی تھی۔ اور میں ہمیشہ ان جذبات کا محبت سے جواب دیتا۔

۱۹۴۱ء میں جنگ کے آغاز سے کچھ عرصہ قبل اور اسکے کچھ عرصہ بعد ہم نے موسم گرما نہایت مزے سے ایک ساتھ گذارا۔ کرسٹینا دوسرے طلبا کے ایک گروپ میں شریک تھی۔ اسمیں عورتیں اور مرد سب شامل تھے اور انکو ماسکو کے ایک قریبی علاقہ میں جہاں میرا ڈیچ مقیم تھا فوجی تربیت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ہماری دوستی وہاں شروع ہوئی اور فوجی تربیت کے اس پس منظر میں پروان چڑھتی رہی۔ اس زمانے میں مضافات

کے لئے شہری دفاع کے دستے قائم کئے جا رہے تھے اور کرسٹینا چھاتہ سے اترنے کی تربیت حاصل کر رہی تھی، اس وقت ماسکو میں لوگوں نے مکانوں کی چھتوں سے پہلے جرمن حملہ آوروں کو دیکھ کر انہیں ہلا بھگایا تھا۔ اس وقت ہماری منگنی ہوئی لیکن ہم ایک دوسرے سے فوراً ہی بچھڑ گئے کیونکہ میرے دستے کو دوسری جگہ بھیج دیا گیا۔ اسکے بعد میں نے اسے پھر کبھی نہیں دیکھا۔ بعد میں جب جنگ کا رُخ ہمارے حق میں ہوا اور جرمنوں نے ہزاروں کی تعداد میں ہتھیار ڈالنے شروع کئے تو میرا تبادلہ ہو گیا۔ میں اس عرصے میں دو بار زخمی ہوا۔ میرا تبادلہ طیارہ شکن توپوں کے دستے سے ساتویں اسٹاف ڈویژن میں کر دیا گیا جہاں مختلف زبانیں جاننے والے لوگوں کی ضرورت تھی۔ اسی طرح میں نے سمندر کی سی گہرائیوں سے تمہارا کھوج نکالا اور تمہارا اپنے یونٹ میں تبادلہ کرا لیا۔"

لانڈری والی لڑکی تانیا۔ کرسٹینا کی دوست تھی۔ یہ دونوں محاذ پر ایک دوسرے سے ملے تھے۔ تانیا کرسٹینا کے متعلق اکثر باتیں کرتی تھی۔ تم نے یہ بات محسوس کی کہ تانیا کا ہنسنے کا انداز کیسا ہے۔ وہ ہنستی ہے تو اس کا سارا چہرہ ہنستا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بالکل بوری کی طرح؟ اس وقت تم اسکی چپٹی ناک اور گالوں کی اٹھی ہوئی ہڈیوں کو بھول کر یہ سوچنے لگتے ہو وہ کافی خوبصورت ہے اور اسمیں بڑی کشش ہے بوری کی طرح وہ بھی صحیح معنوں میں اور اسکے انداز بھی روسی ہیں۔ ایسی شکلیں جگہ جگہ ملتی ہیں۔

"میں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔ نہیں میں نے اس بات پر عذر نہیں کیا۔"

یہ کیسا مبہم مگر عجیب سا نام ہے۔ تانیا ــــ اس کا تعلق کس سے ہے۔ یہ اس کا اصل نام تو ہو نہیں سکتا ــــ آخر یہ نام اسے کس نے دیا؟

"اسے۔ اس نے ہمیں بتایا تو تھا۔ وہ نامعلوم والدین کی لاوارث اولاد ہے۔ غالباً اسے پہلے لاوارث تراد یا گیا ہو۔ دیہات میں جہاں وہ پلی بڑھی ہو اور جہاں اب بھی صحیح زبان بولی جاتی ہے اسے یہی نام دیا گیا ہو۔ شہر میں جہاں یہ نام نہ سمجھا جا سکا اور جہاں ہر بات الٹی سیدھی بیان کی جاتی ہے اسکے نام کو زیادہ شہری رنگ دے دیا گیا۔"

(۳)

اس بات چیت کے کچھ دیر بعد گورنٹوں اور دوودنوں کا شیخین گاؤں پوری طرح تباہ کیا جا چکا تھا۔ وہ اپنے یونٹ کا تبادلہ کرا کے [illegible] اور کراشینا [illegible]

ملے جو سل پوائنٹ سے جا ملنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس وقت سخت گرمی تھی مگر موسم خوشگوار تھا اور ایک مہینے سے یہی حالت تھی۔ نیلے صاف آسمان تلے براعظم کی سیاہ مٹی۔ اور ریل اور برساتی نالے کے درمیان کا بارکت زرخیز علاقہ تپتے ہوئے سورج کے تلے بھورے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ ٹہری ٹرک سیدھی شہر کے درمیان سے گذر کر شاہراہ سے مل جاتی تھی اس کے ایک طرف مکانات تباہ ہو چکے تھے اور سرنگوں کے پھٹنے سے مٹی کا ڈھیر بن چکے تھے یہ کھنڈرات نازنینوں کے ان جلے ہوئے اکھڑے ہوئے اور ٹوٹے ہوئے درختوں سے گھرے ہوئے تھے جو اب زمین پر پڑے تھے۔ دوسری جانب بنجر زمین تھی جس پر نہ کھیت اُگائے گئے تھے اور نہ مکان بنے تھے۔ اس لئے آگ اور تباہی نے اس کو محفوظ رکھا تھا کیونکہ اس پر کوئی ایسی چیز ہی نہ تھی جو تباہ ہو سکتی۔ جن علاقوں میں پہلے مکانات تھے وہاں بے گھر لوگ اب بھی کھنڈرات کے کونے کھدرے میں سلگتی ہوئی راکھ کو کرید کر بچے کھچے سامان کو تلاش کرتے تھے اور اسے یکجا کر رہے تھے۔ دوسرے لوگ مکانوں کی بجائے خندقیں کھود رہے تھے تاکہ ان میں رہ سکیں اور انھیں ڈھانپنے کے لئے گھاس پھوس کاٹ رہے تھے۔ ٹرک کی دوسری طرف بنجر زمین نمیوں سے سفید نظر آتی تھی اور لاریاں اور گھوڑا گاڑیاں وہاں کھڑی تھیں۔ یہ گاڑیاں ان امدادی دستوں کی تھیں جو اپنے عملے سے الگ ہو کر ایک دوسرے سے رل مل گئے تھے۔ اور اب اپنا مقام متعین کر رہے تھے۔ یہاں بھی عام لدام بندی کے بعد بننے والی کمپنیوں کے دبلے پتلے جوان جو سیاہ ٹوپیاں اپنے لانبے بھاری کوٹ پہنے ہوئے تھے اپنے میلے چہروں کے ساتھ جو بیچش کی وجہ سے سُتے ہوئے اور طویل کمی سے زرد معلوم ہوتے تھے اپنا سامان رکھ کر آرام کر رہے تھے اور مغرب کی جانب روانگی سے قبل بھوک مٹا رہے تھے۔ جلے ہوئے اور تباہ شدہ آدھے گاؤں میں اب بھی آگ سلگ ہی تھی اور فاصلے پر دھماکے ہو رہے تھے جہاں دیر سے پھٹنے والی سرنگیں اب بھی چل رہی تھیں۔ کبھی کبھی اپنی زمینوں کو کھودنے والا فوجی پیروں تلے زمین ہلتی محسوس کرتے اور اپنی کمر سیدھی کر کے کدال کے ساتھ سہارا لے کر سستانے لگتے تھے اور اس جانب دیکھنے لگتے جہاں سے دھماکوں کی آواز آ رہی تھی۔

وہاں دھوئیں شعلے اور مٹی کے سیاہ۔ اور سُرخ بادل آسمان کی جانب اُٹھ رہے تھے۔ پہلے دھوئیں کی ایک لکیر سی اُٹھتی تھی اور پھر ایک فوارہ سا بلند ہوتا۔ پھر زیادہ سُست رفتاری سے دھواں پھیل جاتا تھا اور اس کے بعد دھواں اس قدر پھیلنے لگتا گویا پردار پنکھے کی شکل اختیار کر لے آخر دھواں اور مٹی پھیل کر زمین کی جانب آ کر دب جاتی تھی اور اس وقت خندقیں کھودنے والے

اپنے کام میں دوبارہ مصروف ہو جاتے۔ کھنڈرات کے بالمقابل نیچے زمین میں ایک سیاکھیت تھا جسکے اردگرد خاردار جھاڑیوں کی باڑ تھی۔ اور اس پر بڑے پھیلے ہوئے درخت سایہ کئے ہوئے تھے۔ درختوں اور جھاڑیوں کی وجہ سے یہ کھیت باقی دنیا سے اس طرح کٹا ہوا تھا گویا کوئی اگلے تھلگ خاموش دھند سے بھرا ہوا صحن ہو یہاں لانڈری والی لڑکی تانیا اپنی رجمنٹ کے کئی دوسرے لوگوں کے ساتھ جنہیں گارڈن اور ورڈ ورف ثانی کہتے تھے اس لاری کی منتظر تھی جو اسے لینے کے لئے بھیجی گئی تھی۔ فوج کے جو کپڑے اس کے سپرد کئے گئے۔ وہ ڈھیر میں لکڑی کے کئی صندوقوں میں اوپر تلے میدان میں رکھے تھے۔ تانیا ذمہ داری کے احساس کے ساتھ ان کی طرف دیکھ رہی تھی اور ایک قدم نہیں ہٹتی تھی اور باقی لوگ اس ڈر سے کہ کہیں لاری انکو لئے بغیر نہ چلی جائے ٹہلنے کا نام نہ لیتے تھے۔ وہ بہت دیر سے کوئی پانچ گھنٹے سے انتظار کر رہے تھے۔ چونکہ کوئی کام نہیں تھا اس لئے انھوں نے اس لڑکی کی باتیں ہی سننا منظور کیا جس نے زندگی میں بہت کچھ دیکھا تھا اور جو مسلسل بولے جا رہی تھی۔ اس وقت وہ لوگوں کو میجر جنرل زوگو سے اپنی ملاقات کا حال بتا رہی تھی۔

"ہاں میں کل ان سے ملی تھی۔ لوگ مجھے جنرل سے ملوانے لے گئے تھے۔ خود میجر جنرل زوگو سے۔ وہاں سے گذر رہے تھے اور کرسٹینا کے متعلق جاننا چاہتے تھے۔ وہ اسکے متعلق سوالات کر رہے تھے۔ وہ ان لوگوں سے ملنا چاہتے تھے جنہوں نے اسے دیکھا تھا۔ چنانچہ لوگوں نے میرا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ ہم دونوں دوست تھے۔ جنرل نے مجھے بلوالیا اور لوگ مجھے اکر لے گئے۔ جنرل سے مجھے ذرا بھی خوف معلوم نہیں ہوا۔ انمیں کوئی خصوصیت نہیں ہے وہ دوسرے لوگوں کی طرح ہی ہیں۔ انکی آنکھیں چھوٹی اور بال سیاہ ہیں تو میں نے جنرل کو وہ سب کچھ بتا دیا جو مجھے معلوم تھا۔ انھوں نے میری باتیں سنیں اور پھر کہا۔ شکریہ۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: "تم کون ہو؟ تم کہاں سے آئی ہو؟" قدرتی طور پر میں ان کو نہیں بتا سکتی تھی۔ میں ایک لاوارث لڑکی تھی۔ تم کو تو معلوم ہے کہ ایسی لڑکیوں کا کیا حال ہوتا ہے۔ ایک یتیم خانے سے دوسرے میں جانا پڑتا ہے اور ہمیشہ ہم لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے رہتے ہیں۔ لیکن جنرل نے میرا پیچھا نہ چھوڑا۔ انھوں نے کہا: "تمھیں مجھے بتانا ہی پڑے گا۔" شرم مت کرو۔ اسمیں شرم کی کوئی بات نہیں ہے۔" پہلے تو میں نے ایک دو یا تین باتیں بتائیں اور پھر کچھ اور کہا۔ جنرل اپنا سر ہلاتے رہے گویا وہ میری ہمت بڑھا رہے ہوں چنانچہ

مجھے زیادہ ہمت ہوئی۔ یہ صحیح ہے کہنے کو میرے پاس بہت کچھ ہے۔ اگر میں تم سے یہ سب کچھ کہنے پر آجاؤں تو تمھیں یقین نہ آئے گا اور تم کہو گے: یہ لڑکی جھوٹ بولتی ہے۔ ان کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ جب میں نے اپنی بات ختم کی تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور جھونپڑی میں ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگے۔ انھوں نے کہا: کتنی حیرت کی بات ہے۔ یہ تو عجیب بات ہوئی۔ میری بات سنو۔ انھوں نے کہا اسوقت میرے پاس وقت نہیں لیکن میں پھر تمھارا پتہ لگاؤں گا۔ میرا یقین کرو میں تمھیں دوبارہ تلاش کروں گا اور تمھیں بلا بھیجوں گا۔ مجھے کبھی یہ باتیں سننے کی توقع نہیں تھی۔ میں تمکو یہاں نہیں چھوڑوں گا مجھے اس وقت کچھ معاملات طے کرنے ہیں۔ اور اسکے بعد ممکن ہے میں تمھارا چچا بن جاؤں اور تم ترقی پاکر ایک سنڈل کی بھتیجی بن جاؤ۔ میں تمھیں کالج بھجواؤں گا۔ تاکہ تم تعلیم حاصل کرسکو۔ جہاں تم چاہو گی وہاں تمھیں بھجوا دیا جائے گا۔" خدا گواہ ہے انھوں نے یہی باتیں کیں۔ وہ لوگوں کو چھیڑنے میں بڑے ماہر ہیں اور ہنستے ہنساتے رہتے ہیں۔"

عین اس وقت ایک لمبی خالی گاڑی جو سپاہیوں سے اونچی تھی وہاں آپہنچی اسی گاڑیاں مغربی روس اور پولینڈ میں گھاس لانے لے جانے کے لئے استعمال ہوتی ہیں اس گاڑی میں نو گھوڑے جُتے ہوئے تھے اور اسے فوج کے مواصلات کے دستے کا ایک سپاہی ہانک رہا تھا۔ اس نے گاڑی روکی اور کود پڑا۔ اس نے گھوڑوں کو گاڑی سے کھولنا شروع کر دیا۔ تاتیانا اور ایک یا دو فوجیوں کے سوا باقی سب نے گاڑیان کو گھیر لیا اور اسکی منت سماجت کرنے لگے کہ وہ اگر انھیں ان کی منزل تک پہنچا دے گا۔ تو وہ اس کا دل خوش کر دیں گے۔ اور اس کی محنت کا صلہ دیں گے لیکن ڈرائیور نے انکار کیا اور کہا کہ گاڑی یا گھوڑوں کو وہ صرف فوجی احکام کے مطابق چلا سکتا ہے۔ وہ گھوڑوں کو لے کر چلا گیا اور اسکے بعد نظر نہیں آیا۔ تاتیانا اور فوجی۔ جو اس وقت تک زمین پر بیٹھے تھے خالی گاڑی میں جو کھیت میں ہی کھڑی تھی چڑھ گئے۔ گاڑی کے آنے اور گاڑیان سے بحث کی وجہ سے بات چیت کا جو سلسلہ منقطع ہو گیا تھا وہ دوبارہ شروع ہو گیا۔ گورڈن نے پوچھا۔ تم نے جنرل سے کیا کہا تھا؟ ہم کو بھی تو بتاؤ۔ اور اسنے اپنی دردناک داستان سب کو سُنا ڈالی۔

(۴)

ہاں یہ صحیح ہے کہ مجھے بہت کچھ کہنا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ میں شریف گھرانے میں پیدا ہوئی

تھی۔ ممکن ہے کہ اجنبیوں نے مجھے یہ بات بتائی ہو یا خود میں نے اسے ذہن میں رکھا ہو لیکن میں نے سُنا ہے کہ میری والدہ رئیسہ کا مارووا ایک روسی وزیر کامریڈ کامورووف کی بیوی تھیں جو بائیٹ منگو لیا میں چھپے ہوئے تھے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا اصلی باپ کامورووف نہیں تھا۔ یہ صحیح ہے کہ میں کوئی ٹپٹی لکھی لڑکی نہیں ہوں اور میں ماں باپ کے بغیر یتیم کی طرح پلی بڑھی ہوں۔ میں جو کچھ کہہ رہی ہوں ممکن ہے تم مسکرا مذاق معلوم ہو لیکن جو کچھ معلوم ہے وہی میں بتا رہی ہوں۔ تم اپنے آپ کو میری جگہ رکھ کر تو ذرا سوچو۔ چینی حد کے قریب قزاقوں کے ملک کے اس پار۔ سائبیریا کے آخری سرے پر کہ وشٹی میں یہ سب کچھ ہوا جب ہم یعنی سرخ فوج دشمنوں کے بڑے شہر کی طرف بڑھے تو اسی کامورووف نے میری ماں کو گھر کے تمام سامان سمیت ایک خاص ٹرین میں بٹھا دیا اور حکم دیا کہ میری ماں کو لیجایا جائے۔ میری ماں خونفرزدہ تھی کیونکہ کامورووف کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھا سکتی تھی۔ کامورووف کو میرے متعلق کوئی علم نہیں تھا اسے میرے وجود کا پتہ تک نہیں تھا۔ میں اس وقت پیدا ہوئی تھی جب میری امی عرصے تک اس سے الگ رہیں اور وہ اس بات سے بہت ڈرتی تھیں کہ کہیں یہ راز نہ کھل جائے اور کامورووف نہ سن لے۔ کیونکہ وہ بچوں سے نفرت کرتا تھا اور انھیں دیکھ کر چیخا چلاتا اور اپنے پیر پٹختا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ بچے گھر میں گندگی اور پریشانی کا باعث ہوتے ہیں۔ تو جیسا کہ میں کہہ رہی تھی جب سُرخ فوج شہر تک پہنچنے لگی تو میری ماں نے گورینا اسٹیشن سے گنل چلانے والی عورت مارفہ کو بلوایا۔ یہ جگہ شہر سے تین اسٹیشن دور تھی۔ میں تمھیں بتاتی ہوں یہ کیسے تھا۔ پہلے نرز دیا تھا جو پہاڑی پر واقع تھا۔ اسکے بعد سمسن کا درجہ تھا۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ ماں اس سگنل چلانے والی عورت کو کیوں جانتی تھیں۔ میرے خیال میں سگنل چلانے والی یہ عورت مارفہ شہر میں دودھ اور سبزی بیچنے آیا کرتی تھی۔ ہاں اسی طرح انکی ملاقات ہوئی ہوگی۔

ہاں مجھے کچھ باتیں معلوم بھی نہیں ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں نے ماں کو دھوکہ دیا اور اس سے سچی بات نہیں کہی۔ خدا ہی کو علم ہے کہ اسے کیا بات بتائی گئی۔ اسے غالباً یہ بتایا گیا تھا کہ کچھ دیر کے لئے ایک دو دن کے لئے جب تک گرہ بدبخت نہ ہو جائے اور حالات بہتر نہ ہو جائیں اسے بھیجا جا رہا ہے لیکن اسے یہ علم نہیں تھا کہ میں ہمیشہ کے لئے اجنبیوں کے پاس چلی جاؤں گی اور اجنبی ہی میری پرورش کریں گے۔ ماں اپنی بچی کو اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ لیکن تم جانتے ہو بچے کی کیا حالت ہوتی ہے جاؤ خالہ سے باتیں کرو۔ وہ تمکو مٹھائی دے گی۔ بڑی اچھی خالہ ہے۔ جاؤ ڈرو نہیں۔ مجھ سے یہ

کہا گیا لیکن اسکے بعد میری آنکھوں سے آنسو بہتے رہے اور بچپن میں میرا دل دکھ سے بھاری رہتا تھا۔ اچھا ہو گا کہ میں یہ سب کچھ نہ بتاؤں۔ میں چاہتی تھی کہ پھندا گلے میں لگا کر لٹک جاؤں۔ بچپن ہی میں میں پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ اس وقت میں بہت چھوٹی تھی۔ غالباً مارفہ خالہ کو میری پرورش کے لئے کافی روپیہ ملتا تھا۔ سگنل کی چوکی کے ساتھ ایک اچھا سا کھیت تھا۔ ایک گائے۔ ایک گھوڑا۔ کچھ مرغیاں۔ سبزیوں کا ایک قطعہ۔ وہاں آپ جتنی زمین چاہتے لے سکتے تھے۔ جس کا کوئی کرایہ نہیں دینا پڑتا تھا۔ اور ریلوے لائین کے ساتھ ایک سرکاری مکان ملا ہوا تھا جب گاڑی میرے گھر کی جانب سے آیا کرتی تھی تو چڑھائی اتنی زیادہ تھی کہ وہ بمشکل پہاڑی پر چڑھ سکتی تھی لیکن ڈھلوانے علاقے، روس کی جانب سے آتے ہوئے گاڑی اتنی تیز رفتاری پکڑ لیتی تھی کہ بریک لگانے پڑتے۔ پہاڑی کے نیچے موسم خزاں میں جنگل چھٹ جاتا تھا اور نزدیا کا اسٹیشن اس طرح نظر آنے لگتا۔ تھا گویا کسی پلیٹ پر رکھا ہو۔

خالہ مارفہ کے شوہر خالو وا سیا کو میں کسانوں کی طرح 'پیسی' کہا کرتی تھی۔ وہ رحم دل اور خوش مزاج آدمی تھا لیکن دوسروں پر بہت زیادہ اعتماد کرتا تھا خصوصاً جبکہ وہ پیئے ہوئے ہوتا تھا۔ شہر کے لوگ اسکے بارے میں ہر وہ بات معلوم تھی جو معلوم ہو سکتی تھی۔ وہ جس جنبی سے ملتا تھا اپنے دل کی بات اسے سنا دیتا تھا۔ لیکن مارفہ کو کبھی میں ماں نہ کہہ سکی۔ ہو سکتا ہے اسکی وجہ یہ ہو کہ میں اپنی ماں کو نہ بھول سکی یا ممکن ہے کوئی اور وجہ ہو لیکن وہ واقعی خوفناک عورت تھی۔ بلاشبہ وہ خوفناک تھی اس لئے میں سگنل چلانے والی عورت کو مارفہ خالہ کہا کرتی تھی۔ اور وقت یونہی گذرتا رہا۔ سال گذرتے گئے نہ معلوم کتنے سال۔ میں دو ڈگر گاڑیوں کو جھنڈے دکھانے کے قابل ہو گئی اور گائے کو گھولنے گھوڑے کو کھولنے کا بھی مجھکو ملکہ ہو گیا۔ خالہ مارفہ نے مجھے چرخہ کاتنا سکھایا اور میں گھر کا کام بھی کرنے لگی۔ گھر میں جھاڑو دینا، صفائی کرنا، تھوڑا بہت کھانا پکانا میرے لئے مشکل نہ رہا اور میں یہ سب کام کرنے لگی۔ اور ہاں یہ بتانا تو بھول ہی گئی کہ میں پتیا کی دیکھ بھال بھی کرتی تھی۔ پتیا کی ٹانگیں سوکھی ہوئی تھیں اور گو اسکی عمر تین سال تھی لیکن وہ چل نہیں سکتا تھا اس لئے میں اسے اٹھائے پھرتی تھی۔ اگرچہ اتنا عرصہ گذر چکا ہے لیکن جب میں سوچتی ہوں کہ مارفہ خالہ میری مضبوط ٹانگوں سے کتنا جلتی تھی تو مجھے کپکپی ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ کہہ رہی ہو کہ میری ٹانگیں بھی سوکھی ہوئی کیوں نہیں بہتر ہو کہ پتیا کی بجائے میری ٹانگیں سوکھی ہوئی ہوں اور گویا میری نظر بد سے اسکی ٹانگیں سوکھ گئی ہوں۔ کیا تم یقین

سکتے ہو کہ دنیا میں ایسے حاسد اور تنگ نظر لوگ بھی موجود ہیں؟ لیکن میری بات سنو۔ یہ سب تو کچھ ہیں۔ دراصل بعد میں جو کچھ ہوا وہ تو تمہیں حیرت میں ڈال دے گا۔ نئی کرنسی کے زلزلے میں ہزار روبل لاکھ کوپک کے برابر تھے۔ دوستیا خالہ نے نزدیا میں ایک گلئے فروخت کی اور اسکے بدلے ڈیڑھ ہزار کرونٹ مل گئے — اس وقت کی کرنسی کیرنکی کہلاتی تھی — نہیں اس وقت "لیموں" کہا جاتا تھا۔ بھلا لاکھوں روبل کی کوئی قدر نہیں تھی اور یہ لیموں کی طرح ارزاں تھے۔ دوستیا نے شراب پی لی اور اگر دنیا میں ہر شخص کو بتایا کہ وہ اب کس قدر دولتمند ہو گیا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ موسم خزاں میں ایکدن تیز ہوا چل رہی تھی۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے مکان کی چھت کو یہ ہوا اکھاڑ پھینکے گی۔ رستہ چلتے ہوئے ایسا لگتا تھا کہ ہوا تم کو اڑا لے جائے گی۔ چونکہ ہوا کا رخ شمال کی سمت سے چل رہی تھی۔ اسلئے انجن پہاڑی پر نہیں چڑھ سکتے تھے۔ اچانک میں نے ایک بوڑھی عورت کو پہاڑ کی چوٹی کی جانب سے آتے دیکھا۔ ہوا اسکے سایہ میں بھری ہوئی تھی اور اس کا رومال پھڑپھڑا رہا تھا۔

وہ چیختی جاتی تھی اور واویلا کرتی جاتی تھی۔ وہ برابر اپنے پیٹ کو پکڑے ہوئے تھی اس نے ہم سے کہا کہ اسے گھر میں لیجایا جائے۔ وہ چلائی: ہائے میں مری۔ میں مری۔ میرے پیٹ میں آگ سی لگی ہوئی ہے۔ میں مرنے والی ہوں خدا کے لئے مجھے اسپتال لے چلو۔ میں تمہیں معاوضہ دونگی۔ یہ سن کر وسایا نے اوالائے نامی گھوڑے کو گاڑی میں جوتا اور بڑھیا کو گاڑی میں ڈال کر اسے دواسپتال لے گیا۔ کچھ دیر بعد ہم سو رہے۔ مارفہ خالہ اور میں۔ ہم نے اوالائے کو باہر ہنہناتے سنا۔ اور گاڑی آنے کی آواز سنائی دی۔ ہم نے سوچا کہ وسایا بہت جلدی لوٹ آیا۔ لیکن مارفہ خالہ نے روشنی جلائی اور اپنی صدری پہنکر دروازہ کھٹکھٹائے جانے کا انتظار کئے بغیر دروازہ کھولدیا۔ اسنے دروازہ تو کھول دیا لیکن دروازہ پر یہ پیسی نہیں تھا۔ اس کی بجائے ایک بدصورت سیاہ رنگ کا اجنبی تھا۔ اس نے کہا: بتاؤ وہ پیسہ کہاں ہے جو تم نے گلئے بیچ کر حاصل کیا ہے۔ میں نے بڈھے کو جنگل میں ہلاک کر دیا ہے۔ تم عورت ہو اس لئے تمہیں چھوڑ دوں گا بشرطیکہ تم یہ بتا دو کہ پیسہ کہاں رکھا ہے۔ اگر نہیں بتاؤ گی تو تمہیں معلوم ہے کہ کیا ہوگا۔ پھر تم ہی اسکی ذمہ دار ہو گی۔ مجھے کچھ نہ کہنا میں انتظار نہیں کر سکتا۔ میرے پاس انتظار کا وقت نہیں ہے۔ او خدایا۔ ساتھیو۔ ہماری جو حالت تھی اس کا اندازہ تم کر سکتے ہو۔ ذرا

سوچو اگر ہماری جگہ تم ہوتے تو کیا حالت ہوتی تمھاری! ہم سب کانپ رہے تھے۔ اور ڈر سے نیم مردہ تھے ہماری زبان سے ایک لفظ نہ نکلتا تھا۔ اس قدر خوف ہم پر طاری تھا۔ پہلے دیا یا خالو کو ختم کیا گیا۔ اسے خود بتایا تھا کہ ہمیں کلہاڑی سے ہلاک کر دیا گیا۔ اور اب ہم اسکے سامنے تھے اکیلے ایک مکان میں اس لٹیرے کے ساتھ۔ لٹیرا ہمارے مکان میں تھا۔ ہم جانتے تھے کہ وہ لٹیرا ہے۔

میرے خیال میں مارفہ خالہ اسی وقت اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی۔ اسے اول تو اپنے شوہر کا غم اور وہ اس غم کا اظہار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اس کے قدموں پر گر پڑی: "مجھ پر رحم کھاؤ" اس نے کہا۔ "مجھے مارو۔ مجھے کچھ خبر نہیں۔ میں نے تو روپے کا ذکر تک نہیں سنا۔ تم کس روپے کی باتیں کر رہے ہو" لیکن ٹلنے والا نہیں تھا۔ وہ شبیث اتنا بیوقوف نہیں تھا: "اچھا" خالہ مارفہ نے اس سے کہا: "روپیہ تہہ خانے میں ہے۔ میں دروازہ کھولے دیتی ہوں" وہ اس چالاکی کو سمجھ گیا: "نہیں" اس نے کہا۔ "تم خود تہہ خانے میں جاؤ۔ تمھیں رستہ معلوم ہے۔ خود ہی روپیہ لے آؤ۔ مجھے تو روپیہ چاہیئے روپیہ ہاں اتنا خیال کرو میرے ساتھ تمھاری چالاکی نہیں چلے گی۔ مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کرنا بیکار ہے"

تب خالہ مارفہ نے اس سے کہا: "خدا نہ کرے تم ایسا شبہ کیوں کرتے ہو میں تو بخوشی تہہ خانے میں چلی جاتی اور خود روپیہ لے آتی مگر میری ٹانگیں خراب ہیں۔ میں سیڑھی پر نہیں چڑھ سکتی۔ ہاں میں سیڑھی سے تمھیں روشنی دکھا دوں گی۔ گھبراؤ نہیں۔ میں اپنی لڑکی کو تمھارے ساتھ بھیج دوں گی" اس مطلب مجھ سے تھا۔ اُف! ساتھیو! جب میں نے یہ سنا تو مجھ پر کیا گذری۔ اس کا اندازہ آپ کر سکتے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ میرا آخری وقت آ گیا۔ اور میری نظروں کے سامنے ہر چیز تاریک معلوم ہونے لگی میری ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں گر پڑوں گی۔ لیکن وہ شیطان وہیں کھڑا اپنی آنکھوں کو سکیڑ کر اُسنے ہم دونوں کی طرف دیکھا۔ اور یوں عیاری سے مسکرایا گویا کہہ رہا ہو: "تمھارے ہتھکنڈے سمجھتا ہوں۔ تم مجھے بیوقوف نہیں بنا سکتیں۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ میں مارفہ کے لے حقیقت چیز تھی۔ میں اس کی اپنی اولاد نہیں تھی اس لئے اس نے پیتیا کو پکڑ کر ایک ہاتھ سے اٹھا اور دوسرے سے تہہ خانے کا دروازہ کھولا۔ اس نے مارفہ سے کہا: "مجھے روشنی دکھاؤ" — یہ کہکر نیچے چلا گیا اور پیتیا کو لئے سیڑھی سے اترتا ہوا تہہ خانے میں غائب ہو گیا۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت اس کا دماغ خراب ہو چکا تھا اور وہ کچھ نہ سمجھ سکتی تھی۔ وہ بالکل پاگل ہو چکی تھی۔ ننھے پیتیا کو لے کر جیسے

وہ نیچے گیا۔ دھڑ سے اس نے دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا اور ایک بھاری ٹرنک دروازہ پر رکھنے کے لئے کھینچ کر لانے لگی وہ سر ہلا کر مجھے مدد کے لئے اشارہ کرتی تھی کیونکہ ٹرنک اسکے لئے بہت بھاری تھا۔ وہ ٹرنک کو دروازہ پر رکھ کر اسپر خود بیٹھ گئی۔ پاگل عورت کہیں کی ۔ وہ بہت ہی خوش تھی۔ وہ ٹرنک پر بیٹھی ہی تھی کہ ٹیٹرے نے چیخنا اور دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا کیونکہ تھتھانے کے تختے بہت موٹے تھے لیکن اسکی آواز سے اسکا مطلب ظاہر ہو رہا تھا وہ کہہ رہا تھا: مجھے باہر نکالو ورنہ میں پیتیا کو ہلاک کر دوں گا۔ ہمیں ڈرانے کے لئے وہ وحشی جانور سے زیادہ درشت لہجے میں چیخ رہا تھا۔ وہ چلایا: "تمھارا پیتیا اب اس کی سزا بھگتے گا" لیکن مارفہ کچھ بھی نہ سمجھ سکی اور ہنستی رہی اور آنکھیں مچکا کر مجھے اشارے کرتی رہی: اسے دل بھر کر شور مچانے دو۔ میں بھی ٹرنک پر بیٹھی رہوں گی۔ چابی تو میرے پاس ہے۔" مجھ سے جو ممکن تھا میں نے کیا۔ میں مارفہ کے کانوں میں چیخی کہ وہ تہہ خانہ کھول کر پیتیا کو بچا لے اور میں نے اسے دھکا دے کر ٹرنک سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن میں کامیاب نہ ہو سکی کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ مضبوط تھی اور میری بات نہیں سنتی تھی۔

وہ دروازہ پیٹتا رہا اور وقت گذرتا گیا۔ مارفہ وہیں بیٹھی اپنی آنکھیں مٹکاتی رہی اور اسنے کچھ نہ سنا۔ تب کچھ عرصے بعد ۔۔۔ اے خدا! اے خدا میں نے اپنی زندگی میں کیا نہیں دیکھا اور کیا کچھ مجھ پر نہیں بیتی لیکن میں اب اس کا وحشت ناک منظر کبھی نہیں دیکھوں گی۔ جب تک میں زندہ ہوں پیتیا کی کمزور ہلکی آواز میرے کانوں میں گونجتی رہے گی ۔۔۔ ننھا پیتیا تہہ خانے میں چلاتا اور روتا رہا۔ بیچارا معصوم بچہ ۔۔۔ اس شیطان نے اس کو دانتوں سے کاٹ کر مار ڈالا۔ اب میں اس پگلی عورت کا کیا کرتی۔ میں نے سوچا میں اس پگلی عورت اور اس قاتل کا کیا کروں وقت گذر رہا تھا۔ میں یہ سوچ ہی رہی تھی کہ میں نے اودالائے کو پھر ہنہناتے سنا۔ وہ زین میں کسا ہوا اس وقت سے باہر کھڑا تھا۔ وہ ہنہنا رہا تھا گویا کہہ رہا ہو: "جلدی بھاگ چلو۔ تانیا کچھ اچھے لوگوں کو ڈھونڈ کر مدد کے لئے لائی۔" میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ صبح ہونے والی تھی۔ "اچھا" میں نے سوچا۔ "اودالائے میرے دماغ میں یہ بات ڈالنے کا شکریہ۔ ایسا ہی ہوگا۔ ہم چلتے ہیں۔" میں نے یہ بات سوچی ہی تھی کہ مجھے دوبارہ ایسا معلوم ہوا گویا جنگل سے کوئی آواز آ رہی ہو۔ "ٹھیرو۔ تانیا جلدی نہ کرو۔ ہم ایک اور طریقے سے یہ کام کرتے ہیں۔" اور پھر مجھے احساس

ہوا کہ میں جنگل میں اکیلی نہیں تھی۔ ایک انجن پیچھے سیٹی بجاتا ہوا جیسے ہمارے صحن میں مرغ بانگ دے رہے ہوں۔ میں سیٹی سے انجن کو پہچان گئی، ناگور ریلوے کے قریب یہ انجن تیار کھڑا رہتا تھا اور مال گاڑیوں کو پہاڑ پر چڑھانے میں مدد دیتا تھا۔ اس وقت مسافروں اور مال کی لدی ہوئی گاڑی جا رہی تھی یہ ہر شب اسی وقت جایا کرتی تھی۔ میں نے انجن کو نیچے سے سیٹی دیتے سنا اور میں سب کچھ سمجھ گئی۔ میں نے سیٹی سنی اور میرا دل اچھلنے لگا۔ میں نے سوچا کیا میں بھی پاگل ہو گئی ہوں؟ مارفہ خالہ کی طرح پاگل کہ ہر جانور اور ہر گونگا انجن مجھے روسی زبان میں باتیں کرتا معلوم ہوتا ہے لیکن سوچنا بیکار تھا۔ کیونکہ ٹرین قریب آ رہی تھی اور سوچنے کا وقت بالکل نہیں تھا۔ میں نے لالٹین اٹھائی — ابھی زیادہ روشنی نہیں ہوئی تھی۔ اور پاگلوں کی طرح ریلوے لائن کی طرف دوڑی۔ میں درمیان میں کھڑی ہو گئی اور لالٹین کو اوپر نیچے ہلانے لگی۔ اور کیا بتاؤں؟ غرض میں نے ٹرین کو روک لیا۔ ہوا کی تیزی کے باعث ٹرین آہستہ آہستہ جا رہی تھی اور شکر ہے کہ اتنی رفتار سے چل رہی تھی جتنی رفتار سے کوئی شخص پیدل چلے۔ میں نے اسے روک لیا اور ڈرائیور نے جب مجھے جانتا تھا انجن کے کیبن سے باہر جھک کر کچھ کہا مگر میں ہوا کے شور کی وجہ سے کچھ نہ سن سکی۔ میں نے چلا کر اس سے کہا کہ سگنل کی چوکی لوٹ لی گئی ہے قتل۔ ڈاکہ۔ گھر میں لٹیرا آ گیا ہے۔ ہماری مدد کرو۔ چچا، ہمیں فوراً مدد کی ضرورت ہے میں یہ کہہ ہی رہی تھی۔ ہاں ہاں فوجی گاڑی — فوجی جوان لائین پر اتر آئے۔ انھوں نے پوچھا: کیا معاملہ ہے؟ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جنگل میں رات کے وقت ڈھلوان پہاڑی پر گاڑی کیوں رک گئی ہے اور کیوں رکی کھڑی ہے۔ جب انھوں نے سارا واقعہ سنا تو انھوں نے لٹیرے کو تہہ خانے سے نکالا۔ وہ پیتیائے سبھی بلکی آواز سے کہہ رہا تھا: "ارے بھائیو مجھ پر رحم کرو۔ مجھے مار دو مت۔ میں آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔" فوجیوں نے قانون اپنے ہاتھ میں لیا وہ لٹیرے کو کھینچتے ہوئے ریلوے لائین پر لے گئے۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے وہاں لٹا دیا اس کے بعد انھوں نے اسکے اوپر سے ٹرین چلوا دی۔

میں اتنی خوفزدہ تھی کہ اپنے کپڑے تک لینے مکان میں نہیں گئی۔ میں نے فوجیوں سے کہا کہ وہ مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔ چنانچہ انھوں نے مجھے بٹھا لیا اور میں چل پڑی۔ اسکے بعد میں اپنے ملک کے آدھے سے زیادہ حصے میں گھوم چکی اور لاوارث بچوں کے ساتھ دوسری جگہوں پر

گئی ۔ مجھے ایسی جگہ نہیں معلوم جہاں میں نہ گئی ہوں۔ میں مبالغہ نہیں کر رہی ہوں۔ بچپن کی تعلیم تکالیف کے بعد مجھے کس قدر خوشی کس قدر آزادی میسر آئی! حالانکہ کہنا یہ چاہیئے کہ اسمیں میری بیچینی اور نحوست بھی شامل تھی۔ لیکن یہ سب کچھ بعد میں ہوا۔ اسکے متعلق میں تمھیں پھر کبھی بتاؤں گی ـــــ جس رات کا میں ذکر سُنا رہی ہوں۔ اس رات ایک ریلوے افسر ٹیسن سے اُترا اور ہمارے مکان میں جاکر اس نے سرکاری املاک اپنی تحویل میں لے لی اور فارفرہ خالہ کے متعلق ہدایات دیں کہ اس کے لئے کیا کیا جائے۔ کچھ کا بیان ہے کہ وہ ٹھیک نہ ہو سکی اور پاگل خانے میں مر گئی لیکن دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ وہ ٹھیک ہو کر پاگل خانے سے واپس آگئی تھی۔

تانیا کی داستان سُنکر گورڈن اور دوروف دیر تک خاموشی سے درختوں کے نیچے ٹہلتے رہے۔ اس کے بعد لاری آگئی۔ اور اچانک سڑک سے کھیت میں مڑ گئی۔ کپڑوں کے صندوق اس پر لادے گئے اور گورڈن نے کہا۔

تم سمجھے یہ کون ہے؟ ـــ تانیا لانڈری والی لڑکی؟

ہاں، ہاں میں سمجھ گیا۔

"الیگزاف اسکی دیکھ بھال کرے گا۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے کہا۔ "تاریخ میں کئی بار ایسا ہوا ہے۔ جو چیز اعلیٰ اور عمدہ طریقے سے تیار کی جائے وہ بعض اوقات گھٹیا اور ردی بن کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح یونان نے روم کو جنم دیا اور روسی انقلاب روسی بیداری کا نتیجہ بنا۔ بلوک کی وہ سطر یاد ہے!

"ہم روس کے بھیانک دور کے سپوت ہیں۔" یہاں تمھیں مختلف ادوار کا فرق نظر آئے گا۔ جب بلوک نے یہ بات کہی تھی تو اس نے استعارے کے طور پر اسے استعمال کیا تھا۔ سپوت سے اس کی مراد در اصل سپوت نہیں ـــ بلکہ اس کا مطلب روشن خیال طبقے کے نوجوانوں سے تھا۔ اور جب وہشت کا اس نے ذکر کیا تھا وہ خوفناک نہیں قیامت خیز تھی۔ یہ بات ذرا مختلف ہے۔ اب استعارہ حقیقت بن گیا ہے اور بچے حقیقی بچے بن گئے ہیں۔ خوفناک چیزیں واقعی خوفناک ہو چلی ہیں۔ تم سمجھے کیا فرق ہوا۔

(۵)

پانچ یا دس سال بعد اسکو میں ہوسگہائی ایک خاموش شام کو گوشتان اور دقت دوست پھر ایک دوسرے سے ملے۔ وہ ایک کھڑکی کے قریب بیٹھے تھے جس کے نیچے یہ وسیع شہر پھیلا ہوا تھا اور دھند میں روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ وہ تیزی کی کتاب کے ورق الٹ رہے تھے۔ اسے ایلوکرامنٹ نے ترتیب دیا تھا۔ اس کتاب کو انھوں نے بار بار پڑھا تھا اور یہ انھیں زبانی یاد ہو چکی تھی۔ کتاب پڑھتے ہوئے وہ اپنے تاثرات ایک دوسرے سے بیان کرتے تھے اور اپنے اپنے تخیلات کو سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ تاریکی اتنی بڑھ گئی تھی کہ اب کتاب کے الفاظ انھیں نظر نہیں آتے تھے۔ اس لئے انھوں نے روشنی جلائی۔

نیچے اسکو تھا اور دور تک پھیلا ہوا تھا — اسکو مصنف کا اپنا شہر اور اسپر جو بیتی تھی اسکے بہت کچھ واقعات ان کے سامنے آنے لگے۔ اس جگہ کی حیثیت سے نہیں جہاں یہ واقعات گذرے تھے بلکہ اس کہانی کی ہیروئن کی طرح جس کی کتاب کے اختتام پر وہ آج شام پہنچے تھے۔

اگرچہ جنگ کے بعد جب آزادی اور بیداری کی انھیں توقع تھی وہ فتح کے ساتھ حاصل نہیں ہوئی تھی لیکن جنگ کے بعد آنے والے سالوں میں آزادی کی امید ہوا میں بسی ہوئی معلوم ہوتی تھی اور یہ بات ان کے لئے تاریخی معنی رکھتی تھی۔

دونوں دوست جو اب معمر ہو چلے تھے کھڑکی کے قریب بیٹھے یہ محسوس کر رہے تھے کہ روح کی یہ آزادی موجود ہے اور اسی شام نیچے کی سڑکوں میں انھیں مستقبل کی روشنی نظر آ رہی تھی اور وہ خود اس مستقبل کا حصہ بن چکے تھے اور اب سے اس کا حصہ بنے رہیں گے۔ انھوں نے اس مقدس شہر اور پوری سرزمین کے لئے اور اس کہانی میں حصہ لینے والے ان افراد کے لئے جو زندہ تھے یا ان کے بچوں کے لئے پُرامن مسرت محسوس کی اور اس خوشی کی خاموش مستقبل ان کے جسموں میں سرایت کر گئی اور ان کے اردگرد کے ماحول پر چھا گئی اور دور دور تک پھیلتی معلوم ہوئی اور یوں محسوس ہوا کہ گویا ان کے ہاتھ میں جو کتاب تھی وہ بھی ان کے احساسات کو سمجھ سکتی تھی اور ان کے جذبات کی تائید و توثیق کر رہی تھی۔